

اور جس قوم کو ہم نے ایک دفعہ ہلاک کر دیا، اس کا پھر اُپھرنا محال ہے۔
تِلْكَ كِتَابُ

تِلْكَ كِتَابُ

فَنَنْشَأُ ذِكْرَهُ

(ہرگز نہیں یہ تو ایک عبرت ہو سو جو چاہے اس سے عبرت پکڑ لے)

یعنی

قرآن حکیم کے صحیح مقاصد اور اس کے بجانب اللہ بنے ہوئے درسِ جلدوں میں ایک مکمل اور بڑی علمی تبصرہ جس میں مسلمانانِ عالم کو انکی اجتماعی موت و حیات کے متعلق پیغامِ اخیر دیا گیا ہے

مجلد اول

مقدمہ کتاب، ماہیتِ ایمان و حکمتِ عبادات و غیرہ

معفتِ ستائشِ نبوی و پرہیزگار

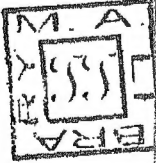
للفقہ الاسلامی

محمد عنایت اللہ خان

الشرقی

باہتمام شیخ عبدالغفریہ شریطی

مطبع و بازارِ امرتسر میں قی قوت سے طبع ہوئی



ARMY SECTION

✓ C. A. 100
2400
8-23
10-12
29.

REACCESSIONED



وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمُ الْغَاسِقَ فَلْيَنظُرُوا مِنْ شَيْءٍ فَلَمْ تَأْتِكُمْ سَبِيحًا

اور جس قوم کو ہم نے ایک دھند پاک کر دیا جس کا دھند اُن کا حال ہے نہ دیکھ سکتا تھا

کَلَامُ اللَّهِ

تذکرہ

کَلَامُ اللَّهِ

اہلِ مذہب یہ تو ایک جہت ہے سوج چاہے اس سے عبرت پکڑ لے

یعنی

قرآن حکیم کے صحیح مقاصد اور اس کے منجانب اللہ ہونے پر دل چاہوں میں ایک مکمل اور سب سے اعلیٰ ترصیر

جس میں

مسلمانانِ عالم کو ان کی اجتماعی موت حیات کے متعلق آخری پیغام دیا گیا ہے

مجلد اول

مقدمہ کتاب، ماہیت ایمان و حکمت عبادات، مع اشتیاق و دیباچہ

للفقیر الی اللہ الرحمن

محمد عنایت اللہ خان الشرقی الہندی

۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء

مطبع وکیل رت سروس بابا تمام شیخ محمد عبد السمیع ناظم طبع ہو کر

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِشْرَافٌ عَلَى الْبَنَاتِ كَمَا أَنَّمَا أَمْرُهُ إِشْرَافٌ عَلَى الْبَنَاتِ

ORBU SECTION

~~SECRET~~
59.

M.A.LIBRARY, A.M.U.



U590

فهرس

المقالات التي جاءت في الافتتاحية العربية من كتاب تذكرة المجلد الاول

صفحة	المقالات	صفحة	المقالات	صفحة	المقالات
١٣	في ما اختلق المسلمون المعاصرون من الكذب ان القرآن نهى عن هذه الدنيا -	٦	وليعلمهم على الهدى -	٣-١	في حمد الله عز وجل
١٢	في انه ما جاء النبي صلعم الا ليظهر الله على الذين كله -	٦	لكن الناس قد اختلفوا بينهم وجعلوا يتوكلون في حب انبياءهم ليعبدونهم من الله ليخرجوا كلهم	١	في ان الله عز وجل جعل الانسان السبع البصر الفرقان وفصله على سائر الحيوان وجعله خليفة الارض -
١٣	وانه من خسر ههنا وحبطت اعماله في هذه الدنيا فهو الذي يخرس في الآخرة	٦	فلذلك ظهر الفساد فيهم لانهم اشركوا ففقدوا فوجب على الانسان ان يتبع القرآن الذي حفظه الله عن التحريف اللفظي -	١	وعلى هذا كتب عليه طاعة الايمان انما فالطاعة هي التي تصير على اعدائه وتختلف في الارض -
١٣	في انه ما كان المسلمين المعاصرين من نظم ونسق واختراع ووجد الآ والطاعة والمواخاة والمواشاة	٨	لان الله يشاء ان يكون الناس امة واحدة ويسئل عما يتفكرون -	٢	فلا يحال الاحد ان يفر عن ربه عصيانا و طغيانا ومن فعل هذا فم الذين يهلكون في الدنيا في انه عز وجل اعطى الانسان الكتاب الذي جاء به الانبياء على كونه صاحب النعم البصر التي ولي تعلم على قانوه تعالى -
١٣	وما لهم من امير وامير وامارة فلا يقلون ان انما كسبوا على شيء و لهذا يحبط الله اعمالهم -	٨-٩	اتبعوا الانبياء عملا ومعنا -	٢	في ان الكتاب هو الذي جهم فيه روح من امره تعالى في انه من اطاع ربه فخير بهم الله حيث لا يدرك في الحيوة الدنيا وبالجنة في الآخرة -
١٣	وهم الذين يتقون اربابا لهم من دون الله ليس كوا به اشد شريكا -	٩	الذين ردوا الارض بل تخلفوا با خلاق الله ولم يتقوا ما خلق الله في السموات والارض با واضرا بما خلق الله فيها بالحق ولم يشركوا في حكمهم احدا -	٣	الفرق بين جنات الجنات والجنة -
١٤-١٥	فالذين ايهلكهم الله في الدنيا وبينهم منهم -	٩	وهو والى الصراط المستقيم -	٣-٢	في الصلوة على نبيينا صلعم
١٨-٢١	حقيقة الشرك وفي الله ما الشريك الا الاستغراق في الحيوة الدنيا وعبادته الذات والاهواء	٩-١٣	في زماننا هذا -	٣	في انه صلعم كان من اعظم الناس اكرامهم واكرمهم عند الله -
٢١-٢٢	وما الشريك من قول او كلفة -	١٠	في ما كان لهم من العلم والفضل الحكم والنبوة في القرن الماضية -	٣-٣	في الصلوة على الانبياء الكرام وفيما جاءوا به من عند الله ليعلم القوامهم
٢٢	وما هو بعبادة الاصنام المحقق حجة وما التوحيد بان تقوله واحد بافواهكم -	١٠	والامتنان بامرهم -	٥-٢	في ان عليهم ونبأهم قد احاط بعلم حكماءنا الحاضرين -
٢٣-٢٤	حقيقة الكفر والفسق والفساد الظلم -	١٠	بل ما كان لهم من النعم والعمل عبادة في ما اخترع المسلمون المعاصرون من دين الاقوال والالفاظ خرافة عجين	٥	في انهم جاءوا من عند الله بكتاب احيد لا يرسل شيئا -
٢٤-٢٥	في انه من اعرض عن الدنيا فم الذين	١١	التعوي العمل -	٥	وجاءوا بالبصيرة بين الناس ليعلموا بينهم

المقالة	صفحة	المقالة	صفحة	المقالة	صفحة
يغلبون فيها -	٢٦	في ما عني الله بلفظ علماء في القرآن وما يصنعهم المغربون العالمون من	٢٦	ما هي برهبا نية -	٤٩-٤٩
حقيقة الاثقاء وفي الله من اتقى	٢٦	الشيء الطبيعة -	٢٦	في ان كل واحد من العشرة المبشرة	٩٠-٩٠
فهم الذين يورثهم الله الارض -	٢٦	في توصيف العلم وفوائده -	٢٦	من لوازم الايمان وشرايطه -	٩٠-٩٠
ومن لم يرث الارض فهم الذين	٢٦	في الله عز وجل ينقل اسامة كتابه	٢٦	في الله تعالى لا يرحم ولا يغفر	٩٠-٩٠
يهلكون فيها -	٢٦	ووجهه من قوم الى قوم في اوقات شتى	٢٦	الامن استمسك بالعقدة المبشرة	٩٠-٩٠
في الله لا يستطيع احد ان يبطل	٢٦	في حقيقة الاسلام وما الذي	٢٦	حقيقة الحق وما يفعلون يا حرام	٩٠-٩٠
سنة الله -	٢٦	فطر الله الناس عليه -	٢٦	في ان كل واحد من العشرة المبشرة	٩٠-٩٠
في ما اجر الطالين في الدنيا والاخرة	٢٦	في الله قد نبى الاسلام على عشرة	٢٦	يصدر من اتقاء الله	٩٠-٩٠
من دون القائلين -	٢٦	اصول -	٢٦	في حقيقة الكفر وما ضل المفتون	٩٠-٩٠
في ان المغربين هم الذين يحسنون	٢٦	فما اركان الاسلام المتعارفة الامنا	٢٦	في فتاوىهم -	٩٠-٩٠
في زماننا هذا -	٢٦	الائمة المحمدية وما هي باصل	٢٦	في الله ما الكفر الا الاعراض	٩٠-٩٠
مسئلة الجبر والقدر وفي الله	٢٦	الذين فقط -	٢٦	عن العشرة المبشرة من اصول	٩٠-٩٠
عز وجل لا يجبرنا على شيء بل	٢٦	في ما استنبط المغربون من اصول	٢٦	الاسلام -	٩٠-٩٠
اطلقنا لنفعل ما نشاء -	٢٦	الذين من صحيفة الفطرة -	٢٦	في الله ما الكفر الا في العمل ما	٩٠-٩٠
في الله ما بقي للمسلمين المعاصرين	٢٦	في ما فصل الله من صلوة الزوايا	٢٦	هو يا قول او كلمات -	٩٠-٩٠
من محبص الا ان يغيروا ما بانفسهم	٢٦	وتسبيح الطيب وسبحهم -	٢٦	في الصراط المستقيم حقيقته	٩٠-٩٠
بالسعي العلى -	٢٦	وما عني الله بالصلوة والصراط	٢٦	في الله من استمسك بالعشرة	٩٠-٩٠
في ما يفعل المغربون في زماننا	٢٦	المستقيم -	٢٦	المبشرة فهم الذين سلكوا صراطه	٩٠-٩٠
هذا وانما بهم احكام القرآن	٢٦	في ان كل واحد من العشرة المبشرة	٢٦	المستقيم -	٩٠-٩٠
علماء ومعلماء -	٢٦	يصدر من التوحيد ويوجب فيه -	٢٦	البلاغ الاخير للمسلمين المعاصرين	٩٠-٩٠
في ما حرض الله الناس على مطالعة	٢٦	في الله ما العبادة الا اطاعة	٢٦	البلاغ الاخير لاهل العالمين و	٩٠-٩٠
صحيفة الفطرة في القرآن -	٢٦	احكامه تعالى والسعي العلى	٢٦	ملوكهم	٩٠-٩٠
وما استنبط المغربون منها فالحق بها -	٢٦		٢٦		٩٠-٩٠

تمت

ينبغي للقارئ ان يتدبروا هذه الافتتاحية اشد تدبرا فانه قد خصت فيها روحا من امره تعالى بقدر استطاعتى حد وسعنى وبتيت فيها ما الدين العلى الذى جاء به الانبياء من ربهم ولم اكد ايتى في الفهرس معشاة المقالات التى جاءت في كتاب الاقل القليل الذى يجوز للايضاح فينبغي للقارى ان يطالعها ويجوز في الفاظها الجلية والحفية اشد خوصا لاستقراء المطالب والاستقصاء في ما انزل الله علينا الفلاخا في الدنيا والاخرة - واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

فہرست مضامین دیباچہ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۴	نہایت نیکی سے سب کلمات میں سے بڑا اور پاک	۱	مغرب کو مذہب کے پہلے منہ پر ہونے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے تھا۔	۱۵	خدا کے کلام میں اس کا نام نہیں	۳۱	طرف راجع ہونا ضروری ہے۔
۵۴	اے راز جو دیکھو باوجود لوگوں کی کسی مذہب کے	۲	کیا انبیاء کے کلام معاذ اللہ جوتے تھے یا نہیں	۳۱	خدا کے کلام میں اس کا نام نہیں	۳۱	قانون کو تسلیم نہیں کیا کا دھن۔
۵۶-۵۷	پابند ہیں۔	۳	کوئی لے لے بیٹھتا ہے کہ خلق و ہوا کا ہر اہل تھا۔	۳۲	تمام مذاہب میں حدت پیام ابی نظر آتی ہے	۵۶-۵۷	شاہین قرآن کی مرتبہ تعالیٰ سرنا لاندگیوں
۵۶-۵۷	آج تک قطعی فیصلہ نہ ہو سکا کہ کونسا مذہب سچا ہے	۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق ایک عجیب و غریب انکشاف۔	۳۲	انبیاء کو کلام کیوں اپنے سے پہلے پیغمبروں کے	۵۶-۵۷	اقتصادی تفاسیر کی حالت کی رائے کی مثال۔
۵۸	اگر سب مذہب سچے ہیں تو ان میں اختلاف کا بڑا حائل	۵	انبیاء کی اولوالعزمی اور کامیابی ہی انکی صحت کا پتہ ثابت ہے۔	۳۲	سچا مذہب اللہ کی طرف سے آتا ہے۔	۵۸	ایسے کتابیں کلمات خدا کی تشریح کیے صرف علم کو مساوی بنا گیا ہے۔
۵۸	جہاں ان اختلافات کو کم سے کم کرنا چاہیے	۶	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۲	مصلحتات کا مقصود۔	۵۸	کتاب خدا کی شاندار اور اس کے علم کی انسانی اہمیت
۵۹	مذہب کی صداقت معلوم کرنے کی اہمیت	۷	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قانون فطرت اور مذہب کی تلاش کے لئے	۵۹	کے لئے چھ پیغام کا وہ عظیم ہے۔
۵۹	دیکھتے ہوئے سچے سچے اختلاف مذہب کے	۸	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قانون حکم سے کمال تک پہنچنا ہے۔	۵۹	قرآن مجید کی آیات کی تفسیر میں
۵۹	باعث واقع ہوئے ہیں۔	۹	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قانون حکم کے متصادم میں معنی تخریف۔	۶۰	اس کا بیک وقت کی تفسیر تفسیر فرقہ بندی میں
۵۹	تسلل انسانی کا باہمی اختلاف مشاوریوں کے	۱۰	مغرب کی کلام وحی کی طرف سے رہنما اور ایک	۳۳	قرآن مجید کی پہلی آسانی کا بیان کا مصلحت سے	۶۱	فرقہ بندی جو شکر کا مظاہر عظیم ہے۔
۵۹	خلاف اور غیر فطری ہے۔	۱۱	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کا تفسیر طبع نظر۔	۶۱	شب قدر بندہ کو گوارے کے ساتھ ہی کرنا چاہیے
۵۹	سب انبیاء کے کلام صرف ایک ہی سچا ہے	۱۲	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کا کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	مذہب کی صداقت جہالت کی ضد ہے	۱۳	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	نبوت کی ضد نہیں۔	۱۴	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	کلام خدا انسان کے ساتھ کرنا جو متفرق کرنا نہیں	۱۵	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	وہ کیا طریقہ تھا جو انبیاء کے کلام لئے	۱۶	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	کائنات جہاں کئی دنیا و حال میں سچے سچے پیغام	۱۷	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	پیغام ابلیس کا اصل انسان کو راجح تھا کہ	۱۸	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	راہ دکھاتا تھا۔	۱۹	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	ظہر کی ہر شے کا کوئی نہ کوئی فرق مذہب	۲۰	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	اسے انسان کی سچائی کی کوئی مشترک مذہب	۲۱	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	عمل چاہئے۔	۲۲	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	یونین کی تشریف۔	۲۳	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	انبیاء کے کلام کی نبوت وحی کی اہمیت	۲۴	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	نبوت کی کوئی نہیں۔	۲۵	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	مختلف دنیا مختلف دعات میں صرف وہی	۲۶	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	ظہر ہی لائے	۲۷	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	اسی بظہر کی تجدید یا بارگاہ ہے	۲۸	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	انسان کے لئے پیغام مختلف ہے	۲۹	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	بنائے۔	۳۰	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	محمد ہی بنے اور مسلم بنے کیا فرق ہے۔	۳۱	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	فطرتی الزام تمام انسانی فرقہ بندی کا باعث ہے۔	۳۲	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	تمام مذہب کے جیلوں سے خارج ہو جائیں	۳۳	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	علماء مذہب کی مذہب کے بنیادی	۳۴	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	انکی علم الہام کی طرف توجہ اور علم الہام کی	۳۵	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	علم الہام کی فطرتی ضرورت اور انکی توجہ	۳۶	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	نہجائے اصل کے لئے انسان کی فطرت کے لئے	۳۷	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	ناکافی ہیں۔	۳۸	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	انسان کے لئے کلام وحی کی فطرتی ضرورت	۳۹	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	مغرب کی مذہب کے توحید کے باعث۔	۴۰	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔
۵۹	مذاہب کی موجودہ شکل کی صورت۔	۴۱	انبیاء کے لئے چھ پیغام کی حقیقت کا خلاف	۳۳	قرآن مجید کے کلام وحی اور قابل بدل ہے۔	۶۱	اسلام میں کلام کی بات۔

[illegible]

فہرست مضامین تذکرہ

مجلد اول

جو مضامین کتاب کے متن میں وارد ہوئے ہیں اُن کو جلی قلم سے لکھا گیا ہے جو
حواشی میں آئے ہیں اُن کا قلم مہین ہے *

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۷-۳۷	علم طبقات الارض کی تشریح	۱۰-۹	لفظ استخلاف کی تشریح		۱- افتتاحیہ زبان عربی
۲۸	طبقات الارض کی تعمیر کے پرمٹ	۲۷-۱۱	ڈارون کا نظریہ ارتقا	۱۳۴	از صفحہ ۱ تا ۱۳۴
۲۹-۲۸	رکازات زمین کے وجود کی توجیہ	۲۷-۱۱	مسئلہ ارتقا کی تشریح		فہرست مضامین بالحدہ ہے
۲۹	صغیرہ فطرت کی کتاب سے مشابہت	۱۱	مسئلہ ارتقا اور معرفت خدا	۲- دیباچہ	از صفحہ ۱ تا ۱۳۲
۳۰	طبقات الارض کی تعمیر کے پرمٹ کے زمانے	۱۱	شق اول دوم (مسئلہ تکوین و ترتیب کائنات)		فہرست مضامین بالحدہ ہے
۳۰	القیدیۃ الاولیٰ کے رکازات	۱۲	شق سوم (مسئلہ تنازع البقا)	۳- مقدمہ	از صفحہ ۱ تا ۱۰۰
۳۱-۳۰	القیدیۃ الاخریٰ کے رکازات	۱۳	شق چہارم (مسئلہ استخلاف طبعی)		مسلمانان عالم کا عالمگیر مخطوط
۳۰	کوسٹ کی کانوں کا ذکر قرآن مجید میں	۱۴	شق پنجم (مسئلہ تدریج تکوین)		اخطاط کے وجوہ
۳۱-۳۰	الحیاء الوسطیٰ کے رکازات	۱۶-۱۴	مسئلہ اٹکار کے بوم کی تشریح	۱	عدم نظام عمل
۳۱-۳۰	صلاحت بقا کی تشریح	۱۶-۱۵	نقش قاجار کی تشریح	۲	اسلام یعنی نبی و فطرت و
۳۲	الحجۃ القصدیٰ کے رکازات	۱۶	ارتقاء انسان کے متعلق قرآنی شہادت	۳	مسلمان ناقابل فناء امت ہیں
۳۶-۳۵	الحجۃ الادنیٰ کے رکازات	۱۷	شق ششم (مسئلہ اجتماع دو ہستیاں)	۴	فطر اللہ اللہ فی فطر اللہ لکھا گیا کا مفہوم
۳۷-۳۶	مسئلہ صحت اصل دلیل کی قرآنی شہادت	۱۸	شق ہفتم (مسئلہ بقائے صلح)	۵	اسلام ایک تعمیری فلسفہ ہے
۳۷	سؤقتہ اٹکار کی تشریح	۱۹	شق ہفتم (مسئلہ وحدت کائنات وحدت حیات)	۶	اسلام کی مسخ شدہ صورت
۳۸-۳۷	تمکین انسانی اور صلاحیت بقا	۲۱-۲۰	تشریح سورج انسب صلی اللہ علیہ وسلم	۷	قرآن حکیم کی حکمت ساطد نقاد کی نظر نہیں
۳۵	مغربی عمران اور صلاحیت بقا	۲۱	حرکت زمین کے متعلق قرآنی شہادت	۸	ایمان کی ماہیت
۳۵	ایمان اور اعمال صالحہ کی ماہیت	۲۲	حرکت اجرام فلکی کے متعلق قرآنی شہادت	۹	ایمان اور عمل صالح کا نتیجہ
۳۷-۳۶	آیہ استخلاف کا صحیح مفہوم	۲۳	حرکت شمس کا انکشاف اور قرآنی شہادت	۱۰-۸	آیہ استخلاف کا میناق ایزدی اور مسئلہ
۳۹-۳۸	آیہ استخلاف کا قرآنی پیش نہاد	۲۵-۲۴	مسئلہ قتل خدا کا ابطال از روئے قرآن		ارتقا و بقائے صلح
۳۹	وراثت زمین کا قرآنی پیش نہاد	۲۵	مسئلہ ارتقا کی صحت پر تکیہ صحت کا مختصر		مسئلہ ارتقاء کے فخر اور تفسیر
۳۹	اصول و محال الصلح کے مفہوم کی پہلی شق (صبر)	۲۶	مسئلہ ارتقا کی علمی تصدیق		
۴۰	صلح کی قرآنی تشریح کی ایک جگہ	۲۷	مسئلہ ارتقا طبعی پر حملہ		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۸۷	علم و ظن کا قرآنی تقابل	۶۴	قرآن شریعین	۴۱	آیہ اختلاف کا سیاسی مفہوم
۸۷	صاحب علم قوم کا دنیوی و اخروی اجر	۶۴-۶۳	قرآن کی واحد فضیلت علم و وضاحت نہیں	۴۲	آیہ اختلاف کا شان نزول
۸۷	دُخَانُ الْعَالَمِیْنَ کی تشریح	۶۶	قرآن کو عربی زبان میں نازل کرنے کی قرآنی وجوہات	۴۳	آیہ اختلاف ایک شرط و پیشاقت ہے
۸۷	علم کا حاصل کرنا صلاحِ عمل ہے	۶۶-۷۷	عرب فطرتاً آرائی کا قرآنی مطالبہ پراثر	۴۴	قرآن حکیم کی تعلیم کا عرب بہت پراثر
۸۷	حیوۃ دنیا کی تعریف از روئے قرآن	۶۷	قرآن اپنی صداقت کے باعث خود بخود تبلیغ ہے	۴۵	ایمان اور اعمال صالحہ کا ابتدائی مفہوم
۸۸-۹۶	کلام الہی کے معلق مفسرین کی غلط بینیاں	۶۸	عربی لفظ اَلْاَوَّلِ کو اَلْاَوَّلِ کی ہلاکت کے باعث	۴۵-۴۶	مسلمانانِ عالم کے زوال کی وجوہات
۸۸	قرآن شعر و فصاحت کا منکر ہے	۶۹	قرن اول کا قرآن پر عمل	۴۶	قرآنی مطالب کی تفسیر کے متعلق اہل عرب کی فہموری
۸۹	تورات کا مُسْتَبْتِینُ ہونا	۶۹	قرن اولی کی اسلامی فتوحات کا اندازہ اپنے تفسیر کے قلم سے۔	۴۷	قرآن حکیم کی موضوعی نظم و ترتیب
۸۹	قرآن ہدایت اور صرف ہدایت کا داعی ہے	۷۰	قرآن پر تدبیر کرنے کی ابتدائی تاریخ	۴۷	قرآن حکیم کے مطالعے میں فنون و دیگر اہم امور
۸۹-۹۰	تورات انجیل اور قرآن کے بارے میں الہی ارشادات	۷۰	قرآن پر تدبیر کرنے کی ابتدائی تاریخ	۴۸-۶۱	فنون ادبیہ کے اختراع کی تاریخ
۹۱	عربی مُبْتَدِیْنَ کی تشریح	۷۱	قرآن میں قرآن کا مثیل پیدا کرنا محال ہے	۴۸-۵۲	یونانی فلسفے کا قرآن سے تصادم
۹۱	قرآن لغت اور حدیث سے بے نیاز ہے	۷۱	قرآن کو ٹھیکہ ٹھیکہ کرنے کی غرض و غایت	۴۹	یونانی فلسفے کے مضمر اثرات
۹۱-۹۲	قرآن کے لغت سے بے نیاز ہونے کا مفہوم	۷۲	جمع احادیث کے متعلق عرب کی خوش الحنائی	۵۰-۵۲	الغنا کے معانی کی پہلی شرح (وصدق امت)
۹۲	قرآن کن سندوں میں محفوظ ہے	۷۳	عرب فرقہ بندی کی وجوہات	۵۰	آیہ کَاذِبًا کَاذِبًا کَاذِبًا کی تشریح
۹۲	حسبنا کَلَامُ اللہ کی تشریح	۷۴	عرب قوم ہمت اور فرقہ بندی	۵۱	قرآن کی نظم کا صحیح معیار
۹۳	قرآن کے مفصل معنی کے متعلق الہی ارشاد	۷۴-۷۵	عرب قوم ہمت اور فرقہ بندی	۵۳-۵۵	قرآن کی حکمت کا مادہ کے متعلق دعاوی
۹۳	علم کا نتیجہ کرنا سبیل خدا پر چلنے کے مترادف ہے	۷۵-۷۶	عرب کیوں راشتہ میں محروم کر دیئے گئے	۵۶	قرآن کے کامل معنی کے متعلق دعاوی
۹۴	قرآن کی کفایت کے متعلق الہی ارشاد	۷۶	افتخار کا الہی مفہوم (اشعاد)	۵۷	قرآن کا دعویٰ کتاب سبب ہونا ہے
۹۴	قرآن کی فضیلت علم ہے۔	۸۰-۸۱	عرب فطرتاً آرائی کا اسلامی جماعت پراثر	۵۷	قرآن کے آسان معنی کا دعویٰ
۹۴-۹۵	قرآن کا حجرات کی فرائض کو مسترد کرنا اعلیٰ داعی ہے	۸۱	ظلم اور فتنے کی قرآنی اصطلاحات	۵۸	جسٹس بصائر ہونے کا دعویٰ
۹۵	سبیل خدا کا مفہوم تحصیل علم ہے	۸۱	پہلی زبانِ جان کی تفسیر و تفسیر کی نوعیت	۵۸	پیکرِ علم ہونے کا دعویٰ
۹۵-۹۸	علوم کی نظر میں قرآن کی تعلیم و تدریس کا معیار	۸۲-۸۶	دینِ اسلام پر عربی تعلیم اور یونانی فلسفے کے مضمر اثرات۔	۵۸	تدبیر کے تحمل معنی کا دعویٰ
۹۵-۹۶	ایک انتخاب قرآنی حقیقت کا پل	۸۶-۸۷	دینِ اسلام میں نظمیت کا حصول	۵۹	علم کی ابتدائی تعریف
۹۸	تکذیب آیات کا ابتدائی مفہوم	۸۷-۸۸	علم کی قرآنی تعریف	۵۹	قرآن میں اجتہاد و کفر کے احوال
۹۹	دینِ اسلام کی مسیح حقیقت کا تیسرا اثبات	۸۸-۸۹	بیکر کا مسند استقرار اور تعریف علم	۶۰	علم اسرار الدین۔
۹۹-۱۰۰	آپ کے آئینہ مضامین کی تفسیر	۸۹	علم اُمرت کے متعلق قرآنی ارشاد	۶۰-۶۱	مسلمانوں کی تقدیر قرآنی قرآن اور کفر کا وجود
۱۰۰	فُطْرُ النَّاسِ لِمَا کَانَ اَلْاَوَّلِ کی تشریح	۸۹	سبع اسباق کی تشریح	۶۱-۱۰۰	الکتاب المبین کی تشریح
		۸۹	اہل عرب کی ہلاکت کے باعث	۶۱-۶۲	عرب تحمیل کا قرآن سے تصادم
		۸۹	دینِ اسلام کی غلط شاعت میں اہل عرب کی فہموری	۶۲-۶۳	مطالب قرآن پر عربی قباحت کا اثر
		۸۹	وارثین زمین کی قرآنی تعریف	۶۳	عرب شاعری کا اثر
		۸۹	قرون اولی کے ایمان کا کیف		محققانِ حجرات و دستجات الہیہ کی تشریح

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۲۲	اتفاقا کے الہی مفہوم کی اہم شق استقلال درحکام	۱۱۸	کی تشریح	۱۰۱	خدا کی عینی شہادت کا حصول
۱۲۳	ایمان کا اشل نتیجہ زمین میں ممکن ہو	۱۱۹	شرک کی ابتدائی تشریح	۱۰۲	صحیفہ فطرت کا مشاہدہ اور معرفت خدا
۱۲۳-۱۲۳	الْفَرْقِ الْخَالِصِ کا صحیح مفہوم	۱۱۹	لفظ فطرت کی ابتدائی تشریح	۱۰۳	مشاہدہ فطرت ایمان ہے
۱۲۴	یَسْتَبِطِ اللَّهُ کا قرآنی مفہوم	۱۱۹	مُخْتَصَرٌ کا صحیح مفہوم	۱۰۳	لرزش قلب کا موجود ہونا ایمان ہے
۱۲۳-۱۲۴	کیفیت اتفاق	۱۱۹	شرک کن معنوں میں ناقابل عفو گناہ ہے	۱۰۴	بلانست خدا کی علی شہادت قرون اولیٰ میں
	اتفاقا کا الہی مفہوم اتحاد است و عتصام	۱۲۰	الْجَنَّةُ کے حصول کے تعلق قرآنی ارشاد	۱۰۴	اتصالات نبوی کا انقطاع ایمان ہے
۱۲۵	یُحْبِلُ اللّٰهُ ہے۔	۱۲۰-۱۲۱	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالْهَادِیُّ الْبَاقِیُّ کا صحیح مفہوم	۱۰۵	عبودیت خدا کی شہادت و قرون اولیٰ میں
۱۲۶	اعتصام یُحْبِلُ اللّٰهُ کے معانی	۱۲۱	عزوة اُحس کا ذکر	۱۰۵	شَهِدَ آتَیَ عَلَی النَّاسِ کی تشریح
۱۲۶	الْفَرْقِ الْخَالِصِ کا صحیح مفہوم	۱۲۱	مُؤْمِنٌ، شَهِیدٌ، ظَالِمٌ اور کافِر کی تشریح	۱۰۵-۱۱۳	عبادۃ کا الہی مفہوم
	الْمَعْرِفَةُ اور الْمَعْرِفَةُ قرآنی اصطلاحات	۱۲۳-۱۲۵	قُرْآنِ جَانِ مَال کے الہی ارشاد کی لم	۱۰۶-۱۱۶	قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی استعداد قبول
۱۲۶-۱۵۱	کی تشریح۔	۱۲۳-۱۳۲	إِیْرَاقًا لِلّٰهِ وَإِنَّا لِلّٰهِ رَجُوعٌ کا صحیح مفہوم	۱۰۷	سجود کا قرآنی مفہوم
	قرآنی اصطلاحات کی تشریح میراجت کا باب اتفاق	۱۲۳-۱۲۶	مُصِیْبَةٌ کا قرآنی مفہوم	۱۰۷-۱۰۸	رکوع کا قرآنی مفہوم
۱۵۱	گمراہ کن ہونا۔	۱۲۶-۱۲۶	مُصِیْبَةٌ اعمال بد کی سزا ہے		عبادۃ کا قرآنی مفہوم اور قرآن کی اخست
	اتفاقا کا نتیجہ قرآن یاری ہونا	۱۲۶-۱۲۶	تَشْرِیْعٌ سَبِیْئَةٌ اور حَسَنَةٌ	۱۰۸	بے نیازی کی مثال
۱۵۲-۱۵۳	اور ممکن ہے۔	۱۲۶-۱۲۶	كُسْبُوا السَّيِّئَاتِ اور كُسْبُوا السَّيِّئَاتِ	۱۰۹	بنی اسرائیل کی فرعون عبادۃ کی تشریح
۱۵۲	یُحْبِلُ لَكَ قُرْآنًا کی تشریح	۱۲۸	اور غَمَلُوا السَّيِّئَاتِ کا مفہوم	۱۱۰-۱۱۱	مختلف مذاہب میں عبادت کے معنی و طریقے
۱۵۲	فَضْلٌ کے قرآنی معانی	۱۳۰	حُسْنِ عَمَلِ کا الہی مفہوم	۱۱۱	اسلامی نماز کی صلیت رفتہ رفتہ معنی ہو چکی
۱۵۳	کفر اور اتفاقا کا مقابلہ قرآن	۱۳۱	الْحَسَنَةُ کا بلند معیار اور قرآن	۱۱۲	اسلام میں تسبیح کا غلط استعمال
۱۵۴-۱۵۵	تقویٰ کا غلط مزج مفہوم	۱۳۱	لَا تُفْرِقُوا بَيْنَ سَبْعَةِ اَعْمَارٍ کا صحیح مفہوم	۱۱۲	اِنْ يَكُنْ لَّعَبْدٌ لَّی تَشْرِیْعُ
۱۵۴	اتفاقا کے تشریح شدہ مطالب کی فہمیت	۱۳۲	صَلَوَاتُ کے مفہوم کی تشریح	۱۱۳	لَا تَجْعَلْ عِلَیْكَ فِی الدِّیْنِ مَرْجُوًّا کی تشریح
	مشتقی قوم کی دنیا اور آخرت دونوں اور	۱۳۲	بنی کریم پر درود بھیجنا کا صحیح مفہوم	۱۱۴	سچے مومنوں کی قرآنی تعریف
۱۵۵-۱۵۹	قرآن درست ہیں۔	۱۳۳	منا فقیر عجب پروردہ بھیجنا کا الہی مفہوم	۱۱۴	قرنی ایمان زینت قرآن محض کچھ شے نہیں
	وَابْتَغُوا الْوَلَدَ الْوَسِيلَةَ کی تشریح اور	۱۳۳	اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے مطالب		ایمان کے لایہ غفلت زبات کے متعلق
۱۵۶-۱۵۹	غلط مزج مفہوم	۱۳۴	نماز کے التیات کے مطالب	۱۱۵	الہی ارشاد
۱۵۶-۱۵۶	پیرستی کے خلاف قرآنی شہادت	۱۳۴-۱۳۴	الْحَيَاتُ کی قرآنی اصطلاح کا صحیح مفہوم	۱۱۵-۱۱۶	جَنَّتْ اور اَلْجَنَّةُ الْفَرْقِ الْجَنَّتْ کا الہی مفہوم
۱۵۸	مشتقی قوم کی دنیاوی حالت کی بیکار دست ہو	۱۳۴-۱۳۸	قُرْآنًا حَسَنًا کا الہی مفہوم	۱۱۶-۱۲۳	قرون اولیٰ کے ایمان کا صحیح نصیب لین
	مَا وَلِيَ اللّٰهُ کی تشریح اور کون اہتمام اس	۱۳۸	مُشْكِرٌ کے صحیح معانی	۱۱۷	ایمان کا شدت و حسرت تراویف
۱۵۸	خطاب کے معنی ہیں۔	۱۳۹-۱۴۰	کیا زکوٰۃ صرف ایک مذہبی رسم تھی؟	۱۱۷	ایمان اور ترک ماسوا
	مشتقی قوم کے لیے روئے زمین کی بادشاہت	۱۴۰	ایمان کی اہم قرآنی شرائط	۱۱۷	سادق اور صدقہ کی تشریح۔
۱۵۹	وقف ہے۔	۱۴۰	ایمان کی تخصیص کسی مذہب سے نہیں	۱۱۸	عبادۃ اطاعت احکام الہی ہی ہے۔
۱۶۰-۱۶۳	تقویٰ اور توحید کا علی مفہوم قرون اولیٰ میں	۱۴۱-۱۴۳	قُرْآنِ مَالِ جان کی الہی غرض		وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادَتِيْ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۸۲-۱۸۳	ایمان کے لوازمات کی فہرست۔	۱۷۱	ظلم کی قرآنی اصطلاح یعنی عسیان میر۔	۱۶۱	مُحَمَّدٌ صَلَّاهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تہنیت
۱۸۳	ایمان کی ساٹھ شاخیں۔	۱۷۱	اتقانے خدا اور طاعت امیر۔	۱۶۱	دُؤین کے معانی
۱۸۳	اَلْهَدٰی اور دُؤین الحق کی تشریح۔	۱۷۱	صحیح توحید کا نتیجہ تمام جماعت ہو۔	۱۶۱	لَا تُکْفِرُ دُؤِیْنًا وَلَا دُؤِیْنًا اور ظلال کفر۔
۱۸۳	شاہ محمد تقی کے سکون پر گہبے۔	۱۷۱	قرآنی مال جان اور طاعت امیر کی	۱۶۱	الدِّیْن کا صحیح مفہوم۔
۱۸۳	اسلام کا منہائے حید از روئے قرآن	۱۷۲	غرض غایت تقویت قوم تھی۔	۱۶۲	اتقا کا نتیجہ پیش بندی اور حفظ نفس ہے
۱۸۵-۱۸۶	دنیا میں غالب بکر رہنا ہے۔	۱۷۲	تقویت قوم کا دوسرا منہائے نظر تھا۔	۱۶۲	کَا قَدْ مَحْتٌ لِّغَلْبَا کا صحیح مفہوم۔
۱۸۶	سیاسی ملک کے منہائے حید ہو کر قرآنی شہادتیں	۱۷۳	انسان کیلئے وحی کی ضرورت۔	۱۶۳	اتقانے خدا کا نتیجہ دشمن کو مدد عیب او
۱۸۶	روایاتی حقیقت۔	۱۷۳	کتاب وحی کا مال حفظ نفس کے حصول	۱۶۳	مغلوب کرنا ہے۔
۱۹۵-۱۹۵	غلبہ اسلام و اتحاد عالم	۱۷۳	پیش کرنا تھا۔	۱۶۳	کا فرقہ کی خصوصیات۔
۱۸۶-۱۸۵	اسلام کے سیاسی ممکن اور ممکن میں بی	۱۷۳	قرآن کے نازل ہونے کا آل امیر کے خط	۱۶۳	صاحب ایمان قوم کا دشمن پر غالب ہونا
۱۸۶-۱۸۵	نوع انسان کا اتحاد مضمر تھا۔	۱۷۳	نفس کے حصول کا حکم دیا ہے۔	۱۶۳-۱۶۳	اٹل ہے۔
۱۸۶	دین اسلام کی دعوت و اتحاد کی پہلی شکر	۱۷۳	ظلمت جہل سے نور علم کی طرف نکالنا ہے	۱۶۳	کفر اور ایمان کے انتہائی درجے
۱۸۶-۱۸۶	اساس توحید ہے۔	۱۷۳	اَلْظُّلُمَاتِ اور النُّوْر کی تشریح۔	۱۶۳	دنیاوی ممکن کا ایمان اور ممکن کا اٹل ہونا اٹل ہے
۱۸۶	لَا تُکْفِرُ دُؤِیْنًا وَلَا دُؤِیْنًا کا صحیح مفہوم	۱۷۳	اتقا اور تسلیم خدا کا مال امت کو نیایں	۱۶۳	مظفر و مضبوط ہونا صرف ہرگز مخصوص نہیں
۱۸۶	تشریح۔	۱۷۳	بے خوف خطر کر دینا ہے۔	۱۶۳	صاحب ایمان قوم پر ملاکہ کا ترمل
۱۸۶	اَلْکَافِرِیْنَ دُؤِیْنًا وَلَا دُؤِیْنًا کی توضیح۔	۱۷۳	اِسْلَام اور اِحْسَان کی قرآنی اصطلاحات	۱۶۳	ایمان اور اتقا آپس میں تو کام ہیں
۱۸۶	عبادۃ کا صحیح مفہوم توحید کا صحیح مفہوم	۱۷۳	کی توضیح۔	۱۶۳	ایمان کی طاقت قرون اولیٰ میں اور
۱۸۶	دوسری مشترک اساس سبب ایمان کو بلا	۱۷۳	اسلام کے سبب و امر و نواہی کا منہا	۱۶۳-۱۶۳	ایمان اور ایمان کی ممکن اور عروج۔
۱۸۸-۱۸۸	تفریق سبب ایمان کا منہا ہے۔	۱۷۳	سیاسی اور اجتماعی غلبہ تھا	۱۶۳	اَلْمُؤْمِنُوْنَ اَوْ اَلْمُؤْمِنَاتِ کے مفہوم کی پہلی شرح
۱۸۸	ایمان صرف عمل کا نام ہے ایمان کو اس کے تعلق میں	۱۷۳	حفظ نفس از روئے قرآن نیت خدا ہے۔	۱۶۳	سَبَابُہُمْ فِی دُؤِیْنًا وَلَا دُؤِیْنًا اَللّٰہُ یُخْرِجُہُمْ مِّنْہُمْ
۱۸۸	تیسری مشترک اساس آپس میں فرقہ بند	۱۷۳	اتحاد و اطاعت اور اتقا لازمی ایمان ہیں	۱۶۳	مطالعہ ہے۔
۱۸۸-۱۸۸	نہ ہونا ہے۔	۱۷۳	اَعْلٰوْنَ بنارضاے خدا کی علامت ہے	۱۶۳-۱۶۳	ایمان اور ایمان کی ممکن اور عروج۔
۱۸۸-۱۸۸	کَا قَدْ مَحْتٌ لِّغَلْبَا کا صحیح مفہوم	۱۷۳	تاسیس بیت المال کی حکمت۔	۱۶۳	اطاعت رسول کی اہمیت قرون اولیٰ میں
۱۸۸	نبی نوح انسان کی وحدت نسل۔	۱۷۳	ایثار مال کا مصدق ایمان اور عیش و عشرت	۱۶۳	اور تحویل قبیلہ کا حکم
۱۸۸	مقتضات طبیعت اتحاد ہے۔	۱۷۳	قلب ہونا۔	۱۶۳	اطاعت رسول کی ممکن اور ایمان کی
۱۸۸	غیر انسانی نوع کے افراد کا سبب ایمان کا منہا ہے	۱۷۳	ایثار مال کے انسان کی اجتماعی بہتری	۱۶۳	ایک ہی شکر تھی۔
۱۸۸	انبیائے کرام اللہ قرآن ایک بیجا حکم حاصل تھے	۱۷۳	کے لیے ہونے کی قرآنی شہادت۔	۱۶۳	اَلْمُؤْمِنُوْنَ اَوْ اَلْمُؤْمِنَاتِ کا صحیح مفہوم قرون
۱۸۸	خداے عزوجل کا مقصود نبی نوع انسان کی توحید	۱۷۳	رسول خدا کے مبعوث ہونے کی واحد	۱۶۳-۱۶۳	اولیٰ میں اور اسکا اطلاق زمانہ حال میں۔
۱۸۸	کَا قَدْ مَحْتٌ لِّغَلْبَا کا صحیح مفہوم	۱۷۳	غرض غایت۔	۱۶۳	رسول خدا کی وفات بعد اطاعت رسول کا مفہوم
۱۸۸	اِسْلَام کی قرآنی اصطلاح کی حقیقت	۱۷۳	جنت کی قرآنی اصطلاح کا آخری جنت اور	۱۶۳	امت اسلام کیلئے ایک امیر کی ضرورت۔
۱۸۸	وَلَوْ شَاءَ اللّٰہُ لَجَعَلْنَا دُؤِیْنًا وَلَا دُؤِیْنًا کا صحیح مفہوم	۱۷۳	اور دنیاوی بادشاہت دونوں پر نطق۔	۱۶۳	اطاعت خدا اور طاعت رسول کا توافقی قرون اولیٰ میں

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۵۱	مساجد کی دیرانی اور زنگہ اور کبر و خور	۲۲۶	صلوٰۃ مستقیم کے مفہوم کی گذشتہ شقوق کی نسبت	۲۲۶	صلوٰۃ مستقیم کے مفہوم کی گذشتہ شقوق کی نسبت
۲۵۲-۲۵۱	مساجد کی نفاق آئی اور زنگہ اور کبر و خور کا اخلاقی نقطہ	۲۲۶	انصاف اور اطاعت امیر کے مترادف ہے۔	۲۲۶	انصاف اور اطاعت امیر کے مترادف ہے۔
	الصلوٰۃ کا صحیح معنی نظر سے تعلق سماعت	۲۲۵	دائم السلام کے صحیح معانی		دائم السلام کے صحیح معانی
۲۵۲	پیدا کرنا ہے۔	۲۲۶	تمسک قانون خدا صلوٰۃ مستقیم ہے۔	۲۲۶	تمسک قانون خدا صلوٰۃ مستقیم ہے۔
۲۵۲	انصاف و تشریف بخیر اور نفاق کی قاطع ہے	۲۲۶	خوف عذاب اللہ اور عجز جزا صلوٰۃ مستقیم ہے	۲۲۶	خوف عذاب اللہ اور عجز جزا صلوٰۃ مستقیم ہے
۲۵۳	منافقین کی آئی تعریف۔	۲۲۶	صلوٰۃ مستقیم پہلے کا واضح نتیجہ دینی تعزیر	۲۲۶	صلوٰۃ مستقیم پہلے کا واضح نتیجہ دینی تعزیر
۲۵۳	الصلوٰۃ کا پیش ہزار کا اور وسیلہ میں اللہ سے ہے	۲۲۶-۲۳۶	اور نعمت خدا کا حصول ہے۔	۲۲۶	اور نعمت خدا کا حصول ہے۔
	الصلوٰۃ کا نیا میں اس اور مساجد کے تفریق سے	۲۳۸	سچی عمل کیلئے شرح صدر کرنا صلوٰۃ مستقیم ہے	۲۲۶	سچی عمل کیلئے شرح صدر کرنا صلوٰۃ مستقیم ہے
۲۵۴-۲۵۳	بارے کہنے کی آئی حکمت۔		صلوٰۃ مستقیم کے آئی مفہوم مسلمانان عالم کی		صلوٰۃ مستقیم کے آئی مفہوم مسلمانان عالم کی
۲۵۶-۲۵۵	مسجد ضرر کا اور الفیلین کا آئی مفہوم۔	۲۳۶-۲۳۸	بے خبری۔	۲۲۸	بے خبری۔
۲۵۶	الصلوٰۃ یعنی اقامہ عظیم، یعنی تعزیر اور عظیم کے آئی حکمت	۲۴۰	مساجد اخلاق پر قائم ہو جائے صلوٰۃ مستقیم ہے۔		مساجد اخلاق پر قائم ہو جائے صلوٰۃ مستقیم ہے۔
۲۵۶	عمر و عمر کی اکثر مسجدیں صحیح معنی میں مسجد ہیں۔	۲۴۱	صلوٰۃ مستقیم پہلے کی سیاسی غرض و غایت۔	۲۲۸	صلوٰۃ مستقیم پہلے کی سیاسی غرض و غایت۔
۲۵۷	الصلوٰۃ کا صحیح معنی مفہوم اور دنیاوی طاعت میں	۲۴۲	خدا کی راہ میں پیغمبر کی عمل کے نتیجے میں صلوٰۃ مستقیم ہے	۲۲۸-۲۳۸	خدا کی راہ میں پیغمبر کی عمل کے نتیجے میں صلوٰۃ مستقیم ہے
	امامت کا جلیل القدر منصب ہے تقریری کی شرط	۲۴۲	دنیا میں عالم کے بنیوی کی صورت پر کاربند ہو جائے صلوٰۃ		دنیا میں عالم کے بنیوی کی صورت پر کاربند ہو جائے صلوٰۃ
۲۶۱-۲۵۸	اور مسلمانوں کے صحیح معنی کا تعلق نیا میں اس	۲۴۲	مختصین کا صحیح تعریف۔	۲۲۹	مختصین کا صحیح تعریف۔
	آیہ ازلہ البیت (الصلوٰۃ) اور البیت (الصلوٰۃ) کا صحیح معنی	۲۴۳	ہوا و البیت، ہجرت وطن و اطاعت امیر صلوٰۃ	۲۲۹	ہوا و البیت، ہجرت وطن و اطاعت امیر صلوٰۃ
۲۶۱-۲۵۸	اور شافعیوں کی حیرت انگیز غلط فہمی۔	۲۴۳-۲۴۵	مع اللہ انکم اللہ علیکم کے معانی کی تفسیر۔	۲۲۹-۲۲۸	مع اللہ انکم اللہ علیکم کے معانی کی تفسیر۔
۲۶۱-۲۶۱	مفتیائے اہل سنت		البیت اور البیت (الصلوٰۃ) اور البیت (الصلوٰۃ) اور البیت (الصلوٰۃ)	۲۲۹	البیت اور البیت (الصلوٰۃ) اور البیت (الصلوٰۃ) اور البیت (الصلوٰۃ)
	انصاف سے جسے جماعت باہمی اتحاد، اطاعت امیر	۲۴۴	کی صورت کا صحیح مفہوم اور ان کے مقام میں کیلئے اور ان کے	۲۳۰-۲۳۰	کی صورت کا صحیح مفہوم اور ان کے مقام میں کیلئے اور ان کے
۲۶۲-۲۶۱	مساجد، پابندی وقت وغیرہ وغیرہ نظر تھا۔	۲۴۴	اور اول الامر کی اطاعت کی اہمیت۔	۲۳۰-۲۳۰	اور اول الامر کی اطاعت کی اہمیت۔
۲۶۲-۲۶۱	صلوٰۃ مستقیم کے آئی مفہوم کی کمال غور سے۔	۲۴۴	رسل کے پیروں کی واضح غرض غایت کی اطاعت تھی	۲۳۰	رسل کے پیروں کی واضح غرض غایت کی اطاعت تھی
۲۶۳-۲۶۳	سچے مومن بنیوی کی شرط اور انصاف و انصاف کا صحیح	۲۴۴-۲۴۶	قرآن کے صلوٰۃ مستقیم کا صحیح اور اہم مفہوم	۲۳۰	قرآن کے صلوٰۃ مستقیم کا صحیح اور اہم مفہوم
۲۶۳	ایمان اور انصاف صلوٰۃ کا لازم و ملزوم ہے۔	۲۴۵	الصلوٰۃ اللہ تعالیٰ کے اخلاق و قرآن میں درود	۲۳۰	الصلوٰۃ اللہ تعالیٰ کے اخلاق و قرآن میں درود
	الصلوٰۃ کا بیشا قیرونی بنی اسرائیل کی اور اوقات	۲۴۵	موسیٰ اور یونس علیہما السلام کے صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کے	۲۳۱	موسیٰ اور یونس علیہما السلام کے صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کے
۲۶۵-۲۶۳	الصلوٰۃ کی قرآنی شرط۔	۲۴۶	مؤمنین اور غیر مومن کے بلند مقام میں کیلئے شرط	۲۳۲	مؤمنین اور غیر مومن کے بلند مقام میں کیلئے شرط
	جنت بنیوی کی اور انصاف کا لازم و ملزوم ہے	۲۴۶-۲۴۸	حق و باطل کے اندر موجود بنیوی کا صحیح معنی	۲۳۳	حق و باطل کے اندر موجود بنیوی کا صحیح معنی
۲۶۶-۲۶۵	میتوں کے بیشا قیرونی سے اس کا مقابل۔	۲۴۷	ایمان و کعبہ کے صحیح معانی۔		ایمان و کعبہ کے صحیح معانی۔
۲۶۶	حکام کی قرآنی معانی کی مزید تشریح۔		الصلوٰۃ کی اہمیت اور ان کے نصیب کی مسلمانان	۲۳۴	الصلوٰۃ کی اہمیت اور ان کے نصیب کی مسلمانان
۲۶۷-۲۶۶	انصاف کے صورت انگریز کے دلائل۔	۲۴۸-۲۵۰	عالم کے دولت مند ہو جانا۔	۲۳۴	عالم کے دولت مند ہو جانا۔
۲۶۸	سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معنی کے پس منظر کا احسان		منبر کی شہادت و تبلیغ کا مسلمانوں کی حیثیت	۲۳۴	منبر کی شہادت و تبلیغ کا مسلمانوں کی حیثیت
۲۶۹-۲۶۸	سورہ قاحل میں قرآن کا نقش ہے۔	۲۴۹-۲۵۱	پر ملک اثر۔	۲۳۴	پر ملک اثر۔
۲۷۰-۲۶۹	قرآن کا بیشا قیرونی کی طرف کا کمال ہے	۲۵۱-۲۵۰	دین خدا کو اور لوگوں کو سب کے محتاج۔	۲۳۵	دین خدا کو اور لوگوں کو سب کے محتاج۔

فهرس آیات القرآن

التي جاءت في الافتتاحية العربية من كتاب تذكرة (المجلد الأول)

العدد الأول اعني ٢ في نحو (١١٢:٢) صفحة ٢٤ يشير الى عدد السورة والثاني اعني ١١٢ الى عدد الآية
والثالث اعني ٢٤ الى عدد الصفحة من الافتتاحية

صفحات	اعداد سور القرآن آياته	صفحات	اعداد سور القرآن آياته	صفحات	اعداد سور القرآن آياته	صفحات	اعداد سور القرآن آياته	صفحات	اعداد سور القرآن آياته
٩٩	٦٦:٥	٣٣	٢٠:١٣	٥٢:١٢٨	٦٣:١٣	٢٤	١١٢:٢	الفتاحه ١	
١٢٤	٤٢:٥-٤٣	٥٩:١٣	٥٩:١٣	٥٢	٦٦:١٣	١١١	١٢١:٢		
٩١	٤٣:٥	٤٨٠	١٠٥:٢٤	٤٥:٣	١٣١	١٢٢:٢	٤٢	١٢٢:٢	١:٢
٩٣	٤٣:٥	٤٢	٦٣:١٣	٩٤	٨٢:٣	٣٢	١٥٤:٢-١٥٥:٢	٤٩٤:٢٤	٤-١:١١
٨٢٤:٨٠	١١٢:٥	١٣١	٤٠-٦٦:٣	٥٥:٢٨١:٢٩	٨٢:١٣	٣٣	١٥٤:٢	١٢٩:١٢٤	١٢٩:١٢٤
الانعام ٦		١٣٤	٦٦:١٣	١٣٩:٢٢	٩٦:١٣	١٠٠	١٥٩:٢	١١٣:٣	١١٣:٣
		٦٢	٤١:١٣	١٤	٩٨:٢٣	٩٢	١٦٠:٢	٦٦:٣٥	٦-٥:١١
٣٠	٣٤:٦	١١٨	٤٦:١٣	١٣٠	١٠٢-١٠٠:٢٣	٣٩	١٦٣:٢	١٢١:٩	٤-٥:١١
٣١:٢٣٩	٣٨:٦	٤٣	٨٠:٢٣	١٢	١٠٢-١٠١:٢٣	٨٠:٢٣	١٦٥:٢	٣١	٦:١١
٣١:٢٣٠	٣٩:٦	٣٢	٨٢:١٣	١٥:١٨	١٠٢:٢٣	١٦	١٦٤-١٦٥:٢	١٦٤:١٥٠	٤-٦:١١
٢٥	٢٥:٦	١١٦	٨٩:٢٣	١٤	١٠٢:٢٣	٢٤	١٤٠:٢	١٣٤:٤١	١٣٤:٤١
٤٣:٢٥	٢٤:٦	١١٣	٩٢:٢٣	٣٣	١٢٨:٢٣	٩٢	١٤٣:٢	١٣٨:١٣٤	٤٤:١
١١٢	٤٠:٦	٦٢	١٠٢:١٣	١٠٦	١٢٩:٢٣	١٠١	١٤٣:٢	البقرة ٢	
٤٦:٢١:١١٥	٨٣:٦	١١٩	١٠٢:١٣	١٠٥	١٣٣-١٣٢:٢٣	١٠٥:٢٤	١٤٤:٢		
٣٩	٩٠-٨٩:٦	٩٢	١١٠:١٣	١٣٦:٢٢:١٩	١٣٨:٢٣	٤٣	١٩١:٢	٨٢	٢:١٢
٣٨:٤١	٩٢:٦	١٢٩	١٣٦:٢٣	١٣٨:٤١	١٣٠:٢٣	٣٢:٢١	١٩٣:٢	١٠٦	٢-٢:٢
٤٨:١٦	٩٣:٦	٢٠	١٣٩-١٣٨:٢٣	٩١	١٢٠:٢٣	١٠٦	١٩٣:٢	٨٢:٥٣	٢:١٢
٣٩	٩٨:٦	١٥	١٣٥:٢٣	١١	١٢١:٢٣	١٣٠:٢٣	٢١٣:٢	٢٣	٤:١٢
١١١	١١٥:٦	١٣٨:٥٣	١٥٢-١٥٠:٢٣	١٢٥	١٢٢-١٢١:٢٣	٩٣	٢١٨:٢	١٢٣:١١	٨:١٢
١١١	١١٦:٦	١٣٨	١٤٦:٢٣	١٣٩	١٢٣:٢٣	١١٢:٩٢	٢٢٥:٢	١٢٣	١٢٣
١٣٢:١١١	١١٨-١١٤:٦	المائدة ٥		١٣١	١٢٦:٢٣	٥٢:١٣٢	٢٢٩:٢	٢٣	٩:١٢
٩٠	١١٨:٦			١١٦	١٥٥:٢٣	١٢٣	٢٣٤:٢	١٠٢	٢١:١٢
١٣٤	١٢٢-١٢٣:٦	١٠٦	٨١:٥	١١٤	١٦٤-١٦٥:٢٣	١٢١	٢٥٠:٢	١١٣	٢٣:١٢
١٠٩	١٢٦:٦	١٠٥	١١:٥	٥٥	١٦٩:٢٣	٢٢	٢٥٤:٢	٦٢	٢٤-٢٦:٢
١٣٤	١٢٨-١٢٦:٦	٥٢	١٣:٥	١١٤	١٤٦-١٤٢:٢٣	٨٢	٢٤٨:٢	٦٣:٦٢	٢٤:٢
٩٨:١٥	١٢٩:٦	١٣٥	١٦-١٥:٥	٨٥	١٩٤-١٨٩:٢٣	١٣١:٢٤	٢٨٦:٢	٢٨٦:٢	٢٨٦:٢
٩٩	١٣٦-١٢٩:٦	٢٥	١٨:٥	٩	١٩٠:٢٣	ال عمران ٣		١٨	٥٣:٢
٩٨	١٣٤:٦	٨١	٢٣:٥	٨١:٤٨٠	١٩٩:٢٣			٥٢	٦٢:٢
٢٦	١٣٩:٦	١٠٥	٣٥:٥	النساء ٤		١١٩	١١:٢٣	٦٣	٦٣:٢
١٣٢	١٥٢-١٥٢:٦	٩٢	٣٩:٥			١٩	١٣:٢٣	١٠٩	٤٣:٢
١٢٢	١٦٠:٦	١١٠	٢٢:٥	١٠٦	٩:٢٣	٨٣	١٤:٢٣	٥٠	٤٨:٢
١٣٠	١٦٢-١٦٢:٦	١٨٠	٢٥:٥	٩٢	١٤:٢٣	٥٥:٢٣	١٨:٢٣	٢٥	٨٠:٢
١٢٢:٩٢:١٣٦	١٦٦:٦	١١٠	٢٤:٥	٩٢	١٨:٢٣	٩٢	٣١-١٢٠:٢٣	٥٨:١١	٨٥:٢
الاعراف ٧		١٠٤	٥٤:٥	١١٥	٢٤:٢٣	١١	٥٣:٢٣	٦٣	٩٣:٢

صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته
٢٣	١٠٨:١٦	ابراهيم ١٣		٧	١٩:١٥	١٢٦	٥٩-٥٥:٨	١٣١	٢٣:٤
٩١:٩	١٩٩:١٠:١٦			١٣	٢٥:١٠	٢٧	٦٠:٨	١٧	٢٤:٤
١٣٠	١٢٢-١٢٠:١٦	١١٢	٣-٢:١٣	١٣٥	٢٥:١٠	١٠	٧٣:٨	١١٣	٢٩:٤
١٣٣	١٢٥:١٦	٥١	٣:١٣	٣١	٢٤:١٠	١١٩	٧٥:٨	٢٨	٣٣:٤
بنی اسرائیل ١٤		١٣٧	٥:١٣	١٤	٢٨:١٠	٨١:٤٣	٤٣:٨	٧٦:٢٤	٣٥:٤
		١٣٨:٩٢	٤:١٣	٣٢:٣	٢٣:١٠	التوبة ٩		١٠٣	٣٩-٣٤:٤
١٢٢	٨-٢:١٤	١٣٩:٣	٨:١٣	٨٢	٢٤:١٠			١٤	٣١-٢٠:٤
١٢١:٤٤٨	٩:١٤	١٣١	١٢:١٣	١٢	٢٩:١٠	١٠٥	٣:٩	٣١	٥٢:٤
١٢٢	١٧:١٤	١٠٤	١٥-١٣:١٣	٢٢	٧٢-٧٢:١٠	٨٠:٤٤:١٣	١٣:٩	١٣٠:٣	٥٣:٤
٩٥	١٤:١٤	١٣١:١٣:٩	١٨:١٣	٤٧	٧٢:١٠	١٢٧	١٨-١٤:٩	١٣٨:١٠:٣	٥٧:٤
٨٢	١٩-١٨:١٤	١٢٣	٢٨:١٣	١٢٢	٧٨:١٠	٢٥	٢٣:٩	٢٤	٤١:٤
٢٧	١٨:١٤	الحج ١٥		١٢٢	٤٠-٧٩:١٠	٢٥	٢٣:٩	١٠٤	٩٧:٤
١٢٣	٢٤-٢٦:١٤			٨١	٨٢:١٠	١٣٩:٢٥	٢٥:٩	١٢٨:٢٦:٧	١٢٨:٤
٩٠	٣٧:١٤	٩	٢:١٥	١٣١	٨٧-٨٥:١٠	٩٣	٢٤:٩	٤١:٥	
٧٣:٤٧	٢٣:١٤	٢٨	١٤:١٥	١٣١	٨٨:١٠	١٢٨:٧٨	٣٠:٩	٩١	١٥٣:٤
١١٥	٧٤:١٤	١٠٨	٢٧-٢٥:١٥	هود ١١		١٢٨:٧٨:١٣	٣١:٩	٩١	١٥٤:٤
١٠٣:٣٢:٩	٤٢:١٤	٩٢	٥٠-٢٩:١٥			٤٩:١٢	٣٣:٩	٩١	١٥٩:٤
٣٣	٨٣:١٤	٢٥	٧٦:١٥	٣٩	١٢:١١	١٠٥	٣٧:٩	١٣٢	١٤٠-١٣٨:٤
٢٩	٨٤-٨٧:١٤	١٣٩	٨٤:١٥	٤٤	٥٠:١١	١٠٥	٢٣:٩	١٠٤	١٧٩:٤
١٣٠:١٢:٧	٨٨:١٤	التخل ١٦		٤٨	٥٢-٥٠:١١	١١٧	٢٣:٩	١٣٩	١٤٣:٤
الكهف ١٨				١٣٢	٥٧:١١	١١٧	٥٥-٥٣:٩	١٧	١٤٧:٤
٢٢	٤:١٨	٣٨	١٢:١٧	٨١	٨٧-٨٢:١١	٧٢	٤٣:٩	٩٩	١٤٩:٤
٨١:٢	٢٧:١٨	١١٣	١٩:١٧	٧	٨٨:١١	٩٥	٨٠:٩	٣٥	١٨٤:٤
٩٧	٢٤:١٨	١٠٩	٢٥:١٧	٩٥	١١٤:١١	١٧	٨٢:٩	١٢	١٨٨:٤
٩٧:٣٠	٢٨:١٨	١١	٢٦:١٧	٤	١١٩:١١	١١٤	٨٥-٨٣:٩	١٢٧	٢٠٣-٢٠:٤
١٢٠	٥٧:١٨	١٠٤	٣١-٣٠:١٧	يوسف ١٢		١١٨	٩٠:٩	الانفال ٨	
١٧	١٠٢:١٨	٨٢	٣٧:١٧			٩٣	٩٩:٩	١٠٨:٢٦:١٣	١:٨
١٢١	١٠٨-١٠٢:١٨	١٢٢	٣٩-٢٨:١٧	٥١	٢:١٢	٩٣	١٠٢-١٠١:٩	٤١:٢	٢-٢:٨
٢٨:١٣	١٠٧-١٠٣:١٨	٧٠:٢	٥٠-٢٩:١٧	١٥	٢٩:١٢	١٣٠	١٠٢:٩	٨١	٢٥-٢:٨
مريم ١٩		٩٨:١٢	٥٨-٥٤:١٧	١٢٥	٨٤:١٢	٧٠	١١١:٩	٩١	٨:٨
		٢٠	٧٧:١٧	٩٢:٢٨:١٣	١٠٠:١٢	١٠٥	١١٩:٩	١١٨	١٧:٨
١١٥	٣٤:١٩	٧١	٧٩-٧٨:١٧	٤٩	١١١-١٠٣:١٢	٤٤:٧٧	١٢٠:٩	١١٧:٦:٣:١٢	٢٥:٢٣:٨
٤٤	٢٠:١٩	٢٠	٧٩:١٧	٣٩	١١١:١٢	١٠٥	١٢٣:٩	١٠٣	٢٥-٢:٨
٩٧	٤١:١٩	٩	٤٢:١٧	العنكب ١٣		٣٠	١٢٨:٩	٢٣	٢٥:٨
٢٠	٨١:١٩	١٢٢	٤٨:١٧					٢٠	٢٨:٨
طه ٢٠		٨٢	٤٩-٤٨:١٧	٩٣	٧:١٣	يونس ١٠		١٠٤	٢٩:٨
		١٢٣:٩	٨٣:١٧	٩٤:٢٨	١١:١٣	٢١	٥:١٠	١١٥	٣٤-٣:٨
١٣٧	١٥:٢٠	١٢١	٨٨:١٧	٧١	١٣:١٣	١٠٧:٣:٩	٧:١٠	١١٩:٢٨	٣٨:٨
٣٩:٣٣	٥٠:٢٠	١١١:٥٠:١٣	٨٩:١٧	١٢١	١٣:١٣	٨٢	٨-٤:١٠	٧٠	٣٩:٨
٤١	٨١:٢٠	١١٢	١٠٩-١٠٧:١٧	١١٣	٢٢-٢١:١٣	١٢٥	٩-٤:١٠	٨٢:٩:٨	٢٢:٨
٩٢	٨٢:٢٠	٢٢	١٠٤:١٧	١١٣	٢٢:١٣	١٣٢	١١:١٠	١١٠:٧:٢	٢٧:٨

اعل اسو القرآن آيات	صفحات	اعل اسو القرآن آيات	صفحات	اعل اسو القرآن آيات	صفحات	اعل اسو القرآن آيات	صفحات	اعل اسو القرآن آيات	صفحات
١١٣:٢٠	١٠٣	١١:٢٣	١١٢	١٤-١٥:٢٤	٨٤	٣٤:٣٠	١١	٢٨-٢٤:٣٥	٣٢
الانبياء ٢١		١٢:٢٣	١١٠	١٤:٢٤	٨٤	٥٣-٥٢:٣٠	٩٠	٢٨:٣٥	١٠٧:٨٢
		٢٣:٢٣	٩٣	٣١:٢٤	١٠٢	لقمن ٣١		٣٠-٢٨:٣٥	٩٣
١٩-١١:٢١	١٣٢	٢٤:٢٣	١٣٩:٩٩	٤٥:٢٤	١٣			٣١-٢٩:٣٥	٨٣
٢٢:٢١	٤٣:٢٠	٣٥:٢٣	٥٣	القصص ٢٨		١١:٣١	٧٤	٣٠:٣٥	٣٣
٢٣:٢١	٢٨	٣٩:٢٣	١٢٠			١٣:٣١	٢١:١٥	٣٣:٣٥	٣٣
٢٨:٢١	١٠٧	٣١:٢٣	٧٢:٧١	٥٥:٢٨	١٣٣	٢٥-٢٠:٣١	٤٠	يس ٣٧	
٥٢:٢١	٤٠:١٩	٣٢:٢٣	٧١	٧٢:٢٨	١٧	٢٥:٢٣	٤٩:٧٤:٧٧		
٨١-٤٨:٢١	٨٨	٣٩-٣٥:٢٣	١٣٣	٤٤-٤٧:٢٨	١١٧	٢٥:٢٣	٤٤	٣١:٣٧	٩٥
٩٢:٢١	٤٢	٥٣:٥٢:٢٣	٤٣	٨٢:٢٨	١١٤	٣٢:٣١	١١٨	٣٨:٣٧	٧٢
٩٥:٢١	٩٤:١٩	٥٥:٢٣	٩٠:٧٧:٧٩	العنكبوت ٢٩		البيحة ٣٢		٢٤:٣٧	٧٢
٩٨:٢١	١٣٣	٧٢:٢٣	٩٣:٨٠					٤١-٧٠:٣٧	١٢٩
١٠٧-١٠٥:٢١	٧٣:٣٨	الفرقان ٢٥		٢١:٢٩	١١	٣٠	٣٠	٧٩:٣٧	٥١
١٠٤:٢١	٧٩			٣-٢:٢٩	١١:٢٥	٥:٣٢	٣٠	والصفت ٣٤	
الحج ٢٢		٣٠:٢٥	١٠٨	٣:٢٩	١١	٩:٣٢	١٢٢		
		٧٣:٢٥	١٣٣	٧:٢٩	١٢٥:٧٩	١٠:٣٢	١٢٣	٧٥:٣٤	٢٤
٣٠:٢٢	٣٥	٤١-٤٠:٢٥	٩٢	١٣-١٢:٢٩	١٢٧	١٧:٢٢	٤٧:٢١	١٢٢-١١٣:٢٤	١٣٤:٧٥
٣١:٢٢	٢٣:٢١	٤٢:٢٥	١٣٣	٢٣:٢٩	١٢٥	١٤-١٧:٢٢	٧٣	١٤:٢٤	٣٣
٣٤:٢٢	٩٠	الشعراء ٢٦		٣٥-٣٢:٢٩	٧٥	١٨-١٧:٢٢	٣٧	١٤:٣٤	١١٩:٣٣
٥٣:٢٢	٥٣:٢٣			٣١:٢٩	٢٩	٢١-١٩:٢٢	٣٧	١٨٠:٢٤	٣٣
٧٤:٢٢	٥٤	٤٠:٢٧	٤٠	٣٢:٢٩	٢٨	٢١:٢٢	٩٥	ص ٣٨	
٧٩-٧٤:٢٢	١٣٤	٤١:٢٧	٤١	٣٢:٢٩	٣٢:٢٩	الاحزاب ٣٣			
٤٠-٧٨:٢٢	١٠٩	٤٣:٢٧	٤١	٣٥:٢٩	١٢٢	٢٠-١٤:٣٨	٨٨		
٤٢:٢٢	١٢٧	٤٧:٢٧	٤٠	٣٥:٢٩	٧٣	٥:٢٣	٩٢	٢٤:٣٨	١٢٢:٣١
٤٨:٢٢	١٠	٤٤:٢٧	٤٠	٣٤:٢٩	١٢٢	٨:٢٣	١١٣	٢٨-٢٤:٣٨	١٠٧:٨٤
المؤمنون ٢٣		٨٣:٢٧	٤١	٣٩:٢٩	١٣٥:٨٣	١٩-١٨:٢٣	١١٤	٢٩:٣٨	٨٤
		٨٣:٢٧	٤١	٥١:٢٩	١١١	٢٥:٢٣	٨١	٣٠-٢٤:٣٨	٨٢
٣١:٢٣	١٣٣	٨٥:٢٧	٤١	٥٢:٢٩	١٢٣:٨٩:٩	٣٧:٢٣	٨٠	٤٣-٤١:٣٨	٣٤
٩:٢٣	٧٣	٨٧:٢٧	٤١	٥٧:٢٩	٤٤	٧٢:٢٣	٩٤	٨٤:٣٨	٣٩
١٣:٢٣	١٢٠:٢٧	٨٨-٨٤:٢٧	٤٠	٥٩-٥٤:٢٩	٤٤	٧٨-٧٧:٢٣	٩٩:١٧	الزمر ٣٩	
٥٢:٢٣	١٠٣:٢٧	٨٩:٢٧	٤١	٧١:٢٩	٧٧	٤٠:٢٣	١٠٧		
٥٣:٢٣	١٢٤	٩٠:٢٧	٤١	٧٣:٢٩	٤٤:٧٩:٧٤	التبا ٣٣		٣١:٣٩	١١٥
٧٠:٢٣	٤٥	٩١:٢٧	٤١	٧٤:٢٩	١٢٣			٨:٣٩	١١٢
٧٨-٧٤-٧٧:٢٣	٩٩:٧٣:٣١	١١٠-١٠٧:٢٧	٤٥	٧٩:٢٩	١٣٢	١٣-١٠:٢٣	٨٤:٣٥	٩:٢٩	٨٣
٤٠-٧٤:٢٣	١-٩	١٢:٢٧	١٣٢	الزمر ٣٠		٢٢:٢٣	٧٤	١٠:٢٩	١٠٤
٩٢:٢٣	٢٩	١٣٩:٢٧	٩٨			٢٣:٢٣	١٣	٢٢:١٣٩	١٠٩
١١٥:٢٣	١٣٠	١٣٧:٢٧	١٣٩	٢٤:٢٣	٣٠	٢٤:٢٣	٢٣	٢٣:٢٩	٨٣
١١٤:٢٣	١١٩:١١١:٢٩	١٩٤-١٩٢:٢٧	٨٧	٣٠:٢٣	٥٣:٢٩	٣٨:٢٣	١٤	٣٣:٢٩	١٠٥
النور ٢٤		٢٠٩-١٩٨:٢٧	٨٧	٣٢-٣١:٢٣	٩٩:٤٢:١١٥	فاطر ٣٥		٣٨:٢٣	٧٨
		٢٢٧-٢٢٢:٢٧	٥١	٣٢:٢٣	١١٣			٣٣:٢٩	١٣
٢:٢٣	٨٢	٢٢٤:٢٧	١٣٩	٣١:٢٣	٤	١:٢٣	٣٨	٢٩:٢٩	١٣٢
٥:٢٣	٩١	القل ٢٤		٣٢:٢٣	٢٥	٤-٥:٢٣	١١٣	٥٠:٢٩	١٣٢

[illegible]

فہرست آیات تذکرہ
(مجلد اول)

اس فرست میں صرف اُن آیات آئیں گا حوالہ دیا گیا ہے جن کے الفاظ میں مطالبہ کتاب یا حواشی میں آئے ہیں۔ جہاں فقرہ آیت کا شمار کم کر حوالہ دیا گیا اُن کو نظر انداز کر دیا گیا۔

شماره	شماره آیت مستوفی	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مستوفی	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مستوفی	صفحه کتاب
۱	(۱: ۱)	۲۴۷	۲	(۲: ۱)	۲۴۷	۳	(۳: ۱)	۲۴۷
۴	(۴: ۱)	۲۴۷	۴	(۴: ۲)	۲۴۷	۵	(۵: ۱)	۲۴۷
۳	(۳: ۱)	۲۴۷	۳	(۳: ۲)	۲۴۷	۶	(۶: ۱)	۲۴۷
۴	(۴: ۱)	۲۴۷	۴	(۴: ۲)	۲۴۷	۷	(۷: ۱)	۲۴۷
۵	(۵: ۱)	۲۴۷	۵	(۵: ۲)	۲۴۷	۸	(۸: ۱)	۲۴۷
۶	(۶: ۱)	۲۴۷	۶	(۶: ۲)	۲۴۷	۹	(۹: ۱)	۲۴۷
۷	(۷: ۱)	۲۴۷	۷	(۷: ۲)	۲۴۷	۱۰	(۱۰: ۱)	۲۴۷
۸	(۸: ۱)	۲۴۷	۸	(۸: ۲)	۲۴۷	۱۱	(۱۱: ۱)	۲۴۷
۹	(۹: ۱)	۲۴۷	۹	(۹: ۲)	۲۴۷	۱۲	(۱۲: ۱)	۲۴۷
۱۰	(۱۰: ۱)	۲۴۷	۱۰	(۱۰: ۲)	۲۴۷	۱۳	(۱۳: ۱)	۲۴۷
۱۱	(۱۱: ۱)	۲۴۷	۱۱	(۱۱: ۲)	۲۴۷	۱۴	(۱۴: ۱)	۲۴۷
۱۲	(۱۲: ۱)	۲۴۷	۱۲	(۱۲: ۲)	۲۴۷	۱۵	(۱۵: ۱)	۲۴۷
۱۳	(۱۳: ۱)	۲۴۷	۱۳	(۱۳: ۲)	۲۴۷	۱۶	(۱۶: ۱)	۲۴۷
۱۴	(۱۴: ۱)	۲۴۷	۱۴	(۱۴: ۲)	۲۴۷	۱۷	(۱۷: ۱)	۲۴۷
۱۵	(۱۵: ۱)	۲۴۷	۱۵	(۱۵: ۲)	۲۴۷	۱۸	(۱۸: ۱)	۲۴۷
۱۶	(۱۶: ۱)	۲۴۷	۱۶	(۱۶: ۲)	۲۴۷	۱۹	(۱۹: ۱)	۲۴۷
۱۷	(۱۷: ۱)	۲۴۷	۱۷	(۱۷: ۲)	۲۴۷	۲۰	(۲۰: ۱)	۲۴۷
۱۸	(۱۸: ۱)	۲۴۷	۱۸	(۱۸: ۲)	۲۴۷	۲۱	(۲۱: ۱)	۲۴۷
۱۹	(۱۹: ۱)	۲۴۷	۱۹	(۱۹: ۲)	۲۴۷	۲۲	(۲۲: ۱)	۲۴۷
۲۰	(۲۰: ۱)	۲۴۷	۲۰	(۲۰: ۲)	۲۴۷	۲۳	(۲۳: ۱)	۲۴۷
۲۱	(۲۱: ۱)	۲۴۷	۲۱	(۲۱: ۲)	۲۴۷	۲۴	(۲۴: ۱)	۲۴۷
۲۲	(۲۲: ۱)	۲۴۷	۲۲	(۲۲: ۲)	۲۴۷	۲۵	(۲۵: ۱)	۲۴۷
۲۳	(۲۳: ۱)	۲۴۷	۲۳	(۲۳: ۲)	۲۴۷	۲۶	(۲۶: ۱)	۲۴۷
۲۴	(۲۴: ۱)	۲۴۷	۲۴	(۲۴: ۲)	۲۴۷	۲۷	(۲۷: ۱)	۲۴۷
۲۵	(۲۵: ۱)	۲۴۷	۲۵	(۲۵: ۲)	۲۴۷	۲۸	(۲۸: ۱)	۲۴۷
۲۶	(۲۶: ۱)	۲۴۷	۲۶	(۲۶: ۲)	۲۴۷	۲۹	(۲۹: ۱)	۲۴۷
۲۷	(۲۷: ۱)	۲۴۷	۲۷	(۲۷: ۲)	۲۴۷	۳۰	(۳۰: ۱)	۲۴۷
۲۸	(۲۸: ۱)	۲۴۷	۲۸	(۲۸: ۲)	۲۴۷	۳۱	(۳۱: ۱)	۲۴۷
۲۹	(۲۹: ۱)	۲۴۷	۲۹	(۲۹: ۲)	۲۴۷	۳۲	(۳۲: ۱)	۲۴۷
۳۰	(۳۰: ۱)	۲۴۷	۳۰	(۳۰: ۲)	۲۴۷	۳۳	(۳۳: ۱)	۲۴۷
۳۱	(۳۱: ۱)	۲۴۷	۳۱	(۳۱: ۲)	۲۴۷	۳۴	(۳۴: ۱)	۲۴۷
۳۲	(۳۲: ۱)	۲۴۷	۳۲	(۳۲: ۲)	۲۴۷	۳۵	(۳۵: ۱)	۲۴۷
۳۳	(۳۳: ۱)	۲۴۷	۳۳	(۳۳: ۲)	۲۴۷	۳۶	(۳۶: ۱)	۲۴۷
۳۴	(۳۴: ۱)	۲۴۷	۳۴	(۳۴: ۲)	۲۴۷	۳۷	(۳۷: ۱)	۲۴۷
۳۵	(۳۵: ۱)	۲۴۷	۳۵	(۳۵: ۲)	۲۴۷	۳۸	(۳۸: ۱)	۲۴۷
۳۶	(۳۶: ۱)	۲۴۷	۳۶	(۳۶: ۲)	۲۴۷	۳۹	(۳۹: ۱)	۲۴۷
۳۷	(۳۷: ۱)	۲۴۷	۳۷	(۳۷: ۲)	۲۴۷	۴۰	(۴۰: ۱)	۲۴۷
۳۸	(۳۸: ۱)	۲۴۷	۳۸	(۳۸: ۲)	۲۴۷	۴۱	(۴۱: ۱)	۲۴۷
۳۹	(۳۹: ۱)	۲۴۷	۳۹	(۳۹: ۲)	۲۴۷	۴۲	(۴۲: ۱)	

شماره	شماره آیت مشهور	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مشهور	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مشهور	صفحه کتاب
۱۰۱	(۵:۴)	۱۴۹	۱۴۲	(۷:۵)	۲۱۷	۱۸۳	(۱۲۸:۷)	۲۳۸
۱۰۲	(۷:۴)	۱۴۹	۱۴۳	(۷:۵)	۲۱۸	۱۸۴	(۱۳۳:۷)	۹
۱۰۳	(۱۱:۴)	۱۸۹	۱۴۴	(۸:۵)	۲۰۲	۱۸۵	(۱۴۲:۷)	۱۱۵
۱۰۴	(۱۵:۴)		۱۴۵	(۱۱:۵)	۲۱۷، ۱۷۸	۱۸۶	(۱۵۲:۷)	۲۳۱، ۲۳۰
۱۰۵	(۱۶:۴)	۱۸۹	۱۴۶	(۱۲:۵)	۲۶۴	۱۸۷	(۱۵۳:۷)	۲۳۱، ۲۳۰
۱۰۶	(۱۷:۴)	۱۸۹	۱۴۷	(۱۳:۵)	۲۶۶	۱۸۸	(۱۵۴:۷)	۲۳۲، ۲۳۰
۱۰۷	(۱۹:۴)	۱۴۹	۱۴۸	(۱۵:۵)	۲۷۱، ۲۳۵، ۱۷۴	۱۸۹	(۱۵۵:۷)	۸۹
۱۰۸	(۲۳:۴)	۱۸۹	۱۴۹	(۱۶:۵)	۱۷۴، ۲۷۰، ۲۳۵	۱۹۰	(۱۵۶:۷)	۸۹
۱۰۹	(۲۵:۴)	۱۴۹	۱۵۰	(۲۰:۵)	۲۱۵	۱۹۱	(۱۵۸:۷)	۹۰
۱۱۰	(۲۹:۴)	۱۸۹	۱۵۱	(۲۲:۵)	۲۱۹	۱۹۲	(۱۶۰:۷)	۱۳۱
۱۱۱	(۳۰:۴)	۱۸۹	۱۵۲	(۲۳:۵)	۲۱۹	۱۹۳	(۱۶۱:۷)	۱۳۰
۱۱۲	(۳۲:۴)	۱۸۹	۱۵۳	(۲۵:۵)	۱۵۶	۱۹۴	(۱۶۲:۷)	۲۳۱
۱۱۳	(۳۳:۴)	۱۸۹	۱۵۴	(۲۷:۵)	۹۶، ۸۹	۱۹۵	(۱۶۳:۷)	۲۳۱
۱۱۴	(۳۴:۴)	۱۸۹	۱۵۵	(۲۸:۵)	۹۶	۱۹۶	(۱۶۴:۷)	۲۳۱
۱۱۵	(۳۵:۴)	۱۸۹	۱۵۶	(۲۹:۵)	۸۹	۱۹۷	(۱۶۶:۷)	۱۳
۱۱۶	(۳۷:۴)	۱۸۹	۱۵۷	(۳۰:۵)	۹۶	۱۱۶۱-الاعراف (۲۰۶)		
۱۱۷	(۳۸:۴)	۱۲۰	۱۵۸	(۳۸:۵)	۱۹۳، ۱۳۵			
۱۱۸	(۵۸:۴)	۲۳۱	۱۵۹	(۵۰:۵)	۹۲	۱۹۸	(۱۶:۷)	۱۹۵
۱۱۹	(۵۹:۴)	۲۳۱، ۱۷۹	۱۶۰	(۵۵:۵)	۱۰۷	۱۹۹	(۱۷:۷)	۱۹۵
۱۲۰	(۶۲:۴)	۱۲۵	۱۶۱	(۵۶:۵)	۱۷۹، ۱۵۳، ۱۷۵	۲۰۰	(۱۸:۷)	۱۹۵
۱۲۱	(۶۴:۴)	۲۳۵	۱۶۲	(۵۷:۵)	۲۵۰	۲۰۱	(۲۷:۷)	۲۰۷
۱۲۲	(۶۶:۴)	۲۳۳	۱۶۳	(۵۸:۵)	۲۵۰	۲۰۲	(۲۸:۷)	۲۰۷
۱۲۳	(۶۷:۴)	۲۳۳	۱۶۴	(۱۰۶:۵)	۱۲۶	۲۰۳	(۲۹:۷)	۲۰۳
۱۲۴	(۶۸:۴)	۲۳۳	۱۶۵	(۱۰۹:۵)	۲۲۱	۲۰۴	(۳۴:۷)	۲۰۴
۱۲۵	(۶۹:۴)	۲۳۰، ۲۳۳	۱۶۶	(۱۱۰:۵)	۲۲۱	۲۰۵	(۳۵:۷)	۲۰۵
۱۲۶	(۷۰:۴)	۲۳۳	۱۶۷	(۱۱۲:۵)	۱۷۹	۲۰۶	(۵۲:۷)	۱۷۵، ۱۷۹، ۱۷۷، ۱۷۶
۱۲۷	(۷۲:۴)	۱۲۵	۹۵۵-الانعام (۱۶۶)			۲۰۷	(۵۴:۷)	۱۳۱
۱۲۸	(۷۹:۴)	۲۷۷، ۲۳۳				۲۰۸	(۵۶:۷)	۲۰۵
۱۲۹	(۸۰:۴)	۱۷۱	۱۶۸	(۱۲۴:۷)	۲۵۴	۲۰۹	(۹۵:۷)	۱۲۷
۱۳۰	(۸۲:۴)	۵۸	۱۶۹	(۱۲۵:۷)	۲۵۴	۲۱۰	(۱۲۸:۷)	۲۰۹
۱۳۱	(۱۰۳:۴)	۲۳۰، ۱۸۹	۱۷۰	(۱۲۷:۷)	۲۵۶، ۸۱	۲۱۱	(۱۲۹:۷)	۹
۱۳۲	(۱۰۴:۴)	۱۶۴	۱۷۱	(۱۲۸:۷)	۸۱	۲۱۲	(۱۳۰:۷)	۱۲۷
۱۳۳	(۱۱۳:۴)	۵۴	۱۷۲	(۱۷۷:۷)	۲۳۴	۲۱۳	(۱۳۷:۷)	۲۰۷، ۱۹۹
۱۳۴	(۱۱۴:۴)	۱۴۹	۱۷۳	(۱۸۸:۷)	۲۳۴	۲۱۴	(۱۳۸:۷)	۲۰۷
۱۳۵	(۱۱۶:۴)	۱۱۹	۱۷۴	(۱۹۳:۷)	۸۹	۲۱۵	(۱۵۲:۷)	۲۲۳
۱۳۶	(۱۱۷:۴)	۲۵۷، ۲۰۲	۱۷۵	(۱۹۹:۷)	۱۵	۲۱۶	(۱۵۴:۷)	۸۹
۱۳۷	(۱۲۲:۴)	۲۵۳	۱۷۶	(۱۰۰:۷)	۱۱۵۷، ۱۰۳	۲۱۷	(۱۵۶:۷)	۱۵۶
۱۳۸	(۱۲۳:۴)	۲۵۳	۱۷۷	(۱۱۵:۷)	۹۳، ۱۷۲، ۱۷۹	۲۱۸	(۱۵۷:۷)	۱۷۲
۱۳۹	(۱۲۵:۴)	۲۵۳	۱۷۸	(۱۱۶:۷)	۱۵۱، ۱۷۳، ۱۷۹، ۱۷۰	۲۱۹	(۱۵۸:۷)	۲۰۴
۱۴۰	(۱۷۶:۴)	۲۲۴	۱۷۹	(۱۱۷:۷)	۹۳	۲۲۰	(۱۶۲:۷)	۲۶۰
۷۷۹-التوبة (۱۲)			۱۸۰	(۱۱۸:۷)	۹۳	۲۲۱	(۱۶۸:۷)	۱۲۷
			۱۸۱	(۱۲۶:۷)	۲۳۸	۲۲۲	(۱۷۶:۷)	۸۵
			۱۸۲	(۱۲۷:۷)	۲۳۸	۲۲۳	(۱۸۲:۷)	۹۸

شماره	شماره آیت مع سوره	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مع سوره	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مع سوره	صفحه کتاب
۲۳۳	(۱۸۳:۴)	۹۸	۲۴۳	(۲۴:۹)	۱۳۸	۳۰۲	(۱۱۸:۱۱)	۱۹۲
۲۳۴	(۱۸۴:۴)	۹۳	۲۴۴	(۳۵:۹)	۱۳۸	۳۰۳	(۱۱۹:۱۱)	۱۹۲
۲۳۵	(۱۸۵:۴)	۸۳	۲۴۵	(۳۹:۹)	۹	۱۴۰۸ یوسف (۱۱)		
۲۳۶	(۱۸۶:۴)	۴۰	۲۴۶	(۴۲:۹)	۱۵۸	۳۰۴	(۱۱۲:۱۱)	۱۹۲
۲۳۷	(۱۸۷:۴)	۴۰	۲۴۷	(۴۵:۹)	۱۵۸	۳۰۵	(۲۱:۱۱)	۱۹۲
۲۳۸	(۱۹۰:۴)	۵۴	۲۴۸	(۵۰:۹)	۱۲۵	۳۰۶	(۹:۱۱)	۲۱۳
۲۳۹	(۲۰۳:۴)	۱۰۴	۲۴۹	(۶۴:۹)	۱۲۹	۳۰۷	(۱۲:۱۱)	۱۹۲
۲۴۰	(۲۰۶:۴)	۱۰۴	۲۵۰	(۷۰:۹)	۷۹	۳۰۸	(۲۳:۱۱)	۲۰۸
۱۳۳۴ افعال (۷۵)			۲۵۱	(۷۱:۹)	۱۵۰	۳۰۹	(۲۸:۱۱)	۲۳۴
۲۴۱	(۱:۸)	۲۹۳/۱۴۹	۲۵۲	(۸۳:۹)	۱۳۳	۳۱۰	(۱۱:۱۱)	۹۲۹۰۰۸۷
۲۴۲	(۲:۸)	۲۹۳/۱۵۰	۲۵۳	(۸۸:۹)	۱۳۳	۱۴۵۱ آل عمران (۳۳)		
۲۴۳	(۳:۸)	۲۹۳/۱۸۰	۲۵۴	(۸۹:۹)	۱۳۳	۳۱۱	(۲۴:۱۱)	۱۱۵
۲۴۴	(۴:۸)	۲۹۳/۱۸۰	۲۵۵	(۹۴:۹)	۸۰	۳۱۲	(۲۵:۱۱)	۱۲۴
۲۴۵	(۵:۸)	۱۸۳	۲۵۶	(۹۹:۹)	۱۳۳	۳۱۳	(۲۶:۱۱)	۱۲۹
۲۴۶	(۸:۸)	۱۸۳	۲۵۷	(۱۰۳:۹)	۱۸۱/۱۳۳	۳۱۴	(۲۷:۱۱)	۱۱۹
۲۴۷	(۱۱:۸)	۱۳۳/۱۳۲	۲۵۸	(۱۰۴:۹)	۱۳۹	۳۱۵	(۲۸:۱۱)	۹۰
۲۴۸	(۱۲:۸)	۱۳۳	۲۵۹	(۱۰۷:۹)	۲۵۵	۳۱۶	(۲۸:۱۱)	۲۲۵
۲۴۹	(۲۰:۸)	۱۴۰	۲۶۰	(۱۰۸:۹)	۲۵۵	۱۸۰۳ آل ابراهیم (۵۲)		
۲۵۰	(۲۱:۸)	۱۴۰	۲۶۱	(۱۰۹:۹)	۲۵۵	۳۱۷	(۲۸:۱۱)	۲۲۵
۲۵۱	(۲۲:۸)	۱۴۰	۲۶۲	(۱۱۱:۹)	۱۳۰	۳۱۸	(۲۸:۱۱)	۲۲۵
۲۵۲	(۲۳:۸)	۱۴۱	۲۶۳	(۱۱۱:۹)	۱۳۰	۳۱۹	(۲۸:۱۱)	۲۲۵
۲۵۳	(۲۴:۸)	۲۵۵/۱۴۱	۲۶۴	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۲۰	(۲۸:۱۱)	۲۲۵
۲۵۴	(۲۵:۸)	۱۲۳/۱۲	۲۶۵	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۲۱	(۲۸:۱۱)	۲۲۵
۲۵۵	(۲۹:۸)	۱۵۲	۲۶۶	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۲۲	(۲۸:۱۱)	۲۲۵
۲۵۶	(۳۱:۸)	۷۱	۲۶۷	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۲۳	(۲۸:۱۱)	۲۲۵
۲۵۷	(۳۵:۸)	۱۱۱	۲۶۸	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۲۴	(۲۸:۱۱)	۲۲۵
۲۵۸	(۳۵:۸)	۱۵۰/۱۳۳	۲۶۹	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۲۵	(۲۸:۱۱)	۲۲۵
۲۵۹	(۵۳:۸)	۲۱۲	۲۷۰	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۲۶	(۲۸:۱۱)	۲۲۵
۲۶۰	(۶۳:۸)	۱۹۸/۱۷۴	۲۷۱	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۲۷	(۲۸:۱۱)	۲۲۵
۲۶۱	(۶۴:۸)	۷۴	۲۷۲	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۲۸	(۲۸:۱۱)	۲۲۵
۲۶۲	(۶۵:۸)	۱۷۳	۲۷۳	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۱۹۰۲ آل انعام (۹۹)		
۲۶۳	(۶۶:۸)	۱۷۳	۲۷۴	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۲۹	(۱:۱۵)	۵۴
۲۶۴	(۶۷:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۷۵	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۳۰	(۹:۱۵)	۹۲
۱۳۴۵ آل انعام (۹۹)			۲۷۶	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۳۱	(۲۱:۱۵)	۱۲۹
۲۶۵	(۶۸:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۷۷	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۳۲	(۸۷:۱۵)	۲۴۸
۲۶۶	(۶۹:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۷۸	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۳۳	(۹۰:۱۵)	۷۴
۲۶۷	(۷۰:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۷۹	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۳۴	(۹۱:۱۵)	۱۳۳/۷۴
۲۶۸	(۷۱:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۸۰	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۳۵	(۹۲:۱۵)	۷۴
۲۶۹	(۷۲:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۸۱	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۳۶	(۹۳:۱۵)	۷۴
۲۷۰	(۷۳:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۸۲	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۱۵۹۵ آل هود (۱۲۳)		
۲۷۱	(۷۴:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۸۳	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۳۷	(۱:۱۵)	۵۴
۲۷۲	(۷۵:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۸۴	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۳۸	(۹:۱۵)	۹۲
۲۷۳	(۷۶:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۸۵	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۳۹	(۲۱:۱۵)	۱۲۹
۲۷۴	(۷۷:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۸۶	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۴۰	(۸۷:۱۵)	۲۴۸
۲۷۵	(۷۸:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۸۷	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۴۱	(۹۰:۱۵)	۷۴
۲۷۶	(۷۹:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۸۸	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۴۲	(۹۱:۱۵)	۱۳۳/۷۴
۲۷۷	(۸۰:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۸۹	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۴۳	(۹۲:۱۵)	۷۴
۲۷۸	(۸۱:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۹۰	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۴۴	(۹۳:۱۵)	۷۴
۲۷۹	(۸۲:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۹۱	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۱۵۹۵ آل هود (۱۲۳)		
۲۸۰	(۸۳:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۹۲	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۴۵	(۱:۱۵)	۵۴
۲۸۱	(۸۴:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۹۳	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۴۶	(۹:۱۵)	۹۲
۲۸۲	(۸۵:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۹۴	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۴۷	(۲۱:۱۵)	۱۲۹
۲۸۳	(۸۶:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۹۵	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۴۸	(۸۷:۱۵)	۲۴۸
۲۸۴	(۸۷:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۹۶	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۴۹	(۹۰:۱۵)	۷۴
۲۸۵	(۸۸:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۹۷	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۵۰	(۹۱:۱۵)	۱۳۳/۷۴
۲۸۶	(۸۹:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۹۸	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۵۱	(۹۲:۱۵)	۷۴
۲۸۷	(۹۰:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۲۹۹	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۵۲	(۹۳:۱۵)	۷۴
۲۸۸	(۹۱:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۰۰	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۵۳	(۹۳:۱۵)	۷۴
۲۸۹	(۹۲:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۰۱	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۵۴	(۹۳:۱۵)	۷۴
۲۹۰	(۹۳:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۰۲	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۵۵	(۹۳:۱۵)	۷۴
۲۹۱	(۹۴:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۰۳	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۵۶	(۹۳:۱۵)	۷۴
۲۹۲	(۹۵:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۰۴	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۵۷	(۹۳:۱۵)	۷۴
۲۹۳	(۹۶:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۰۵	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۵۸	(۹۳:۱۵)	۷۴
۲۹۴	(۹۷:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۰۶	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۵۹	(۹۳:۱۵)	۷۴
۲۹۵	(۹۸:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۰۷	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۶۰	(۹۳:۱۵)	۷۴
۲۹۶	(۹۹:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۰۸	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۶۱	(۹۳:۱۵)	۷۴
۲۹۷	(۱۰۰:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۰۹	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۶۲	(۹۳:۱۵)	۷۴
۲۹۸	(۱۰۱:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۱۰	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۶۳	(۹۳:۱۵)	۷۴
۲۹۹	(۱۰۲:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۱۱	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۶۴	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۰۰	(۱۰۳:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۱۲	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۶۵	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۰۱	(۱۰۴:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۱۳	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۶۶	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۰۲	(۱۰۵:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۱۴	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۶۷	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۰۳	(۱۰۶:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۱۵	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۶۸	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۰۴	(۱۰۷:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۱۶	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۶۹	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۰۵	(۱۰۸:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۱۷	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۷۰	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۰۶	(۱۰۹:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۱۸	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۷۱	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۰۷	(۱۱۰:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۱۹	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۷۲	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۰۸	(۱۱۱:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۲۰	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۷۳	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۰۹	(۱۱۲:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۲۱	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۷۴	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۱۰	(۱۱۳:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۲۲	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۷۵	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۱۱	(۱۱۴:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۲۳	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۷۶	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۱۲	(۱۱۵:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۲۴	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۷۷	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۱۳	(۱۱۶:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۲۵	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۷۸	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۱۴	(۱۱۷:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۲۶	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۷۹	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۱۵	(۱۱۸:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۲۷	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۸۰	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۱۶	(۱۱۹:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۲۸	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۸۱	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۱۷	(۱۲۰:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۲۹	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۸۲	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۱۸	(۱۲۱:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۳۰	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۸۳	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۱۹	(۱۲۲:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۳۱	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۸۴	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۲۰	(۱۲۳:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۳۲	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۸۵	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۲۱	(۱۲۴:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۳۳	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۸۶	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۲۲	(۱۲۵:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۳۴	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۸۷	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۲۳	(۱۲۶:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۳۵	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۸۸	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۲۴	(۱۲۷:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۳۶	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۸۹	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۲۵	(۱۲۸:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۳۷	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۹۰	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۲۶	(۱۲۹:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۳۸	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۹۱	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۲۷	(۱۳۰:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۳۹	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۹۲	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۲۸	(۱۳۱:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۴۰	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۹۳	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۲۹	(۱۳۲:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۴۱	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۹۴	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۳۰	(۱۳۳:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۴۲	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۹۵	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۳۱	(۱۳۴:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۴۳	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۹۶	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۳۲	(۱۳۵:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۴۴	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۹۷	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۳۳	(۱۳۶:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۴۵	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۹۸	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۳۴	(۱۳۷:۸)	۱۳۵/۱۱۲	۳۴۶	(۱۱۲:۹)	۲۵۵	۳۹۹	(۹۳:۱۵)	۷۴
۳۳۵	(۱۳۸:۸)	۱۳۵						

شماره	شماره آیت سوره	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت سوره	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت سوره	صفحه کتاب
۲۰۳۰	۱۶- النحل (۱۲۸)		۲۴۶۴	۲۲- الحج (۷۸)		۲۴۹۲	۲۳- المؤمنون (۱۱۸)	
۳۳۷	۸۱: ۱۶	۲۵	۳۱۳	(۳۳: ۲۲)	۲۳۱	۳۲۵	(۱۹: ۲۲)	۱۱۵
۳۳۸	۳۰: ۱۶	۱۵۹	۳۱۴	(۳۵: ۲۲)	۲۳۱	۳۲۶	(۲۵: ۲۳)	۱۰۹
۳۳۹	۳۶: ۱۶	۱۸۷	۳۱۵	(۳۷: ۲۲)	۲۳۲	۳۲۷	(۲۶: ۲۳)	۱۰۹
۳۴۰	۴۴: ۱۶	۱۵۱/۸۹/۷۵	۳۱۵	(۴۶: ۲۲)	۸۳	۳۲۸	(۲۷: ۲۳)	۱۰۹
۳۴۱	۴۵: ۱۶	۱۲۸	۳۱۶	(۴۷: ۲۲)	۱۶	۳۲۹	(۲۸: ۲۳)	۲۲۲
۳۴۲	۴۶: ۱۶	۱۰۷	۳۱۷	(۵۳: ۲۲)	۲۲۷	۳۳۰	(۵۰: ۲۳)	۲۲۲
۳۴۳	۵۳: ۱۶	۲۱۴	۳۱۸	(۵۴: ۲۲)	۲۲۷	۳۳۱	(۵۲: ۲۳)	۷۹/۷۸
۳۴۴	۶۴: ۱۶	۹۱	۳۱۹	(۵۶: ۲۲)	۲۳۳	۳۳۲	(۵۳: ۲۳)	۷۸/۷۷
۳۴۵	۶۵: ۱۶	۲۱۴	۳۲۰	(۵۸: ۲۲)	۲۳۳	۳۳۳	(۵۴: ۲۳)	۱۳۵
۳۴۶	۷۲: ۱۶	۲۱۴	۳۲۱	(۶۲: ۲۲)	۱۵۰	۳۳۴	(۵۵: ۲۳)	۱۳۵
۳۴۷	۷۳: ۱۶	۲۱۴	۳۲۲	(۶۴: ۲۲)	۱۱	۳۳۵	(۵۶: ۲۳)	۱۳۷
۳۴۸	۷۴: ۱۶	۲۱۴	۳۲۳	(۶۶: ۲۲)	۱۰۵	۳۳۶	(۵۷: ۲۳)	۱۳۷
۳۴۹	۷۵: ۱۶	۲۱۴	۳۲۴	(۶۸: ۲۲)	۱۰۵	۳۳۷	(۵۸: ۲۳)	۸۸
۳۵۰	۸۳: ۱۶	۲۱۴/۱۵۵	۳۲۵	(۷۰: ۲۲)		۳۳۸	(۵۹: ۲۳)	۸۸
۳۵۱	۸۹: ۱۶	۱۷۹/۱۶۹/۱۵۹	۳۲۶	(۷۲: ۲۲)		۳۳۹	(۶۰: ۲۳)	۲۲۷
۳۵۲	۹۰: ۱۶	۲۰۸	۳۲۷	(۷۴: ۲۲)		۳۴۰	(۶۱: ۲۳)	۱۳۵
۳۵۳	۹۱: ۱۶	۱۹۸	۳۲۸	(۷۶: ۲۲)		۳۴۱	(۶۲: ۲۳)	۱۳۷
۳۵۴	۹۳: ۱۶	۱۹۲	۳۲۹	(۷۸: ۲۲)		۳۴۲	(۶۴: ۲۳)	۱۳۷
۳۵۵	۱۰۲: ۱۶	۱۴۴/۹۰	۳۳۰	(۸۰: ۲۲)		۳۴۳	(۶۶: ۲۳)	۲۲۳
۳۵۶	۱۰۳: ۱۶	۹۱	۳۳۱	(۸۲: ۲۲)		۳۴۴	(۶۸: ۲۳)	۲۲۳
۳۵۷	۱۱۳: ۱۶	۲۱۶	۳۳۲	(۸۴: ۲۲)		۳۴۵	(۷۰: ۲۳)	۲۲۳
۳۵۸	۱۱۴: ۱۶	۲۳۲	۳۳۳	(۸۶: ۲۲)		۳۴۶	(۷۲: ۲۳)	۲۲۳
۳۵۹	۱۲۳: ۱۶	۲۳۲	۳۳۴	(۸۸: ۲۲)		۳۴۷	(۷۴: ۲۳)	۲۲۳
۳۶۰	۱۲۵: ۱۶	۹۵	۳۳۵	(۹۰: ۲۲)		۳۴۸	(۷۶: ۲۳)	۲۲۳
۳۶۱	۱۲۷: ۱۶	۱۵۲	۳۳۶	(۹۲: ۲۲)		۳۴۹	(۷۸: ۲۳)	۲۲۳
۳۶۲	۱۲۸: ۱۶	۱۵۲	۳۳۷	(۹۴: ۲۲)		۳۵۰	(۸۰: ۲۳)	۲۲۳
۳۶۳	۱۲۹: ۱۶	۱۵۲	۳۳۸	(۹۶: ۲۲)		۳۵۱	(۸۲: ۲۳)	۲۲۳
۳۶۴	۱۳۰: ۱۶	۱۵۲	۳۳۹	(۹۸: ۲۲)		۳۵۲	(۸۴: ۲۳)	۲۲۳
۳۶۵	۱۳۱: ۱۶	۱۵۲	۳۴۰	(۱۰۰: ۲۲)		۳۵۳	(۸۶: ۲۳)	۲۲۳
۳۶۶	۱۳۲: ۱۶	۱۵۲	۳۴۱	(۱۰۲: ۲۲)		۳۵۴	(۸۸: ۲۳)	۲۲۳
۳۶۷	۱۳۳: ۱۶	۱۵۲	۳۴۲	(۱۰۴: ۲۲)		۳۵۵	(۹۰: ۲۳)	۲۲۳
۳۶۸	۱۳۴: ۱۶	۱۵۲	۳۴۳	(۱۰۶: ۲۲)		۳۵۶	(۹۲: ۲۳)	۲۲۳
۳۶۹	۱۳۵: ۱۶	۱۵۲	۳۴۴	(۱۰۸: ۲۲)		۳۵۷	(۹۴: ۲۳)	۲۲۳
۳۷۰	۱۳۶: ۱۶	۱۵۲	۳۴۵	(۱۱۰: ۲۲)		۳۵۸	(۹۶: ۲۳)	۲۲۳
۳۷۱	۱۳۷: ۱۶	۱۵۲	۳۴۶	(۱۱۲: ۲۲)		۳۵۹	(۹۸: ۲۳)	۲۲۳
۳۷۲	۱۳۸: ۱۶	۱۵۲	۳۴۷	(۱۱۴: ۲۲)		۳۶۰	(۱۰۰: ۲۳)	۲۲۳
۳۷۳	۱۳۹: ۱۶	۱۵۲	۳۴۸	(۱۱۶: ۲۲)		۳۶۱	(۱۰۲: ۲۳)	۲۲۳
۳۷۴	۱۴۰: ۱۶	۱۵۲	۳۴۹	(۱۱۸: ۲۲)		۳۶۲	(۱۰۴: ۲۳)	۲۲۳
۳۷۵	۱۴۱: ۱۶	۱۵۲	۳۵۰	(۱۲۰: ۲۲)		۳۶۳	(۱۰۶: ۲۳)	۲۲۳
۳۷۶	۱۴۲: ۱۶	۱۵۲	۳۵۱	(۱۲۲: ۲۲)		۳۶۴	(۱۰۸: ۲۳)	۲۲۳
۳۷۷	۱۴۳: ۱۶	۱۵۲	۳۵۲	(۱۲۴: ۲۲)		۳۶۵	(۱۱۰: ۲۳)	۲۲۳
۳۷۸	۱۴۴: ۱۶	۱۵۲	۳۵۳	(۱۲۶: ۲۲)		۳۶۶	(۱۱۲: ۲۳)	۲۲۳
۳۷۹	۱۴۵: ۱۶	۱۵۲	۳۵۴	(۱۲۸: ۲۲)		۳۶۷	(۱۱۴: ۲۳)	۲۲۳
۳۸۰	۱۴۶: ۱۶	۱۵۲	۳۵۵	(۱۳۰: ۲۲)		۳۶۸	(۱۱۶: ۲۳)	۲۲۳
۳۸۱	۱۴۷: ۱۶	۱۵۲	۳۵۶	(۱۳۲: ۲۲)		۳۶۹	(۱۱۸: ۲۳)	۲۲۳
۳۸۲	۱۴۸: ۱۶	۱۵۲	۳۵۷	(۱۳۴: ۲۲)		۳۷۰	(۱۲۰: ۲۳)	۲۲۳
۳۸۳	۱۴۹: ۱۶	۱۵۲	۳۵۸	(۱۳۶: ۲۲)		۳۷۱	(۱۲۲: ۲۳)	۲۲۳
۳۸۴	۱۵۰: ۱۶	۱۵۲	۳۵۹	(۱۳۸: ۲۲)		۳۷۲	(۱۲۴: ۲۳)	۲۲۳
۳۸۵	۱۵۱: ۱۶	۱۵۲	۳۶۰	(۱۴۰: ۲۲)		۳۷۳	(۱۲۶: ۲۳)	۲۲۳
۳۸۶	۱۵۲: ۱۶	۱۵۲	۳۶۱	(۱۴۲: ۲۲)		۳۷۴	(۱۲۸: ۲۳)	۲۲۳
۳۸۷	۱۵۳: ۱۶	۱۵۲	۳۶۲	(۱۴۴: ۲۲)		۳۷۵	(۱۳۰: ۲۳)	۲۲۳
۳۸۸	۱۵۴: ۱۶	۱۵۲	۳۶۳	(۱۴۶: ۲۲)		۳۷۶	(۱۳۲: ۲۳)	۲۲۳
۳۸۹	۱۵۵: ۱۶	۱۵۲	۳۶۴	(۱۴۸: ۲۲)		۳۷۷	(۱۳۴: ۲۳)	۲۲۳
۳۹۰	۱۵۶: ۱۶	۱۵۲	۳۶۵	(۱۵۰: ۲۲)		۳۷۸	(۱۳۶: ۲۳)	۲۲۳
۳۹۱	۱۵۷: ۱۶	۱۵۲	۳۶۶	(۱۵۲: ۲۲)		۳۷۹	(۱۳۸: ۲۳)	۲۲۳
۳۹۲	۱۵۸: ۱۶	۱۵۲	۳۶۷	(۱۵۴: ۲۲)		۳۸۰	(۱۴۰: ۲۳)	۲۲۳
۳۹۳	۱۵۹: ۱۶	۱۵۲	۳۶۸	(۱۵۶: ۲۲)		۳۸۱	(۱۴۲: ۲۳)	۲۲۳
۳۹۴	۱۶۰: ۱۶	۱۵۲	۳۶۹	(۱۵۸: ۲۲)		۳۸۲	(۱۴۴: ۲۳)	۲۲۳
۳۹۵	۱۶۱: ۱۶	۱۵۲	۳۷۰	(۱۶۰: ۲۲)		۳۸۳	(۱۴۶: ۲۳)	۲۲۳
۳۹۶	۱۶۲: ۱۶	۱۵۲	۳۷۱	(۱۶۲: ۲۲)		۳۸۴	(۱۴۸: ۲۳)	۲۲۳
۳۹۷	۱۶۳: ۱۶	۱۵۲	۳۷۲	(۱۶۴: ۲۲)		۳۸۵	(۱۵۰: ۲۳)	۲۲۳
۳۹۸	۱۶۴: ۱۶	۱۵۲	۳۷۳	(۱۶۶: ۲۲)		۳۸۶	(۱۵۲: ۲۳)	۲۲۳
۳۹۹	۱۶۵: ۱۶	۱۵۲	۳۷۴	(۱۶۸: ۲۲)		۳۸۷	(۱۵۴: ۲۳)	۲۲۳
۴۰۰	۱۶۶: ۱۶	۱۵۲	۳۷۵	(۱۷۰: ۲۲)		۳۸۸	(۱۵۶: ۲۳)	۲۲۳
۴۰۱	۱۶۷: ۱۶	۱۵۲	۳۷۶	(۱۷۲: ۲۲)		۳۸۹	(۱۵۸: ۲۳)	۲۲۳
۴۰۲	۱۶۸: ۱۶	۱۵۲	۳۷۷	(۱۷۴: ۲۲)		۳۹۰	(۱۶۰: ۲۳)	۲۲۳
۴۰۳	۱۶۹: ۱۶	۱۵۲	۳۷۸	(۱۷۶: ۲۲)		۳۹۱	(۱۶۲: ۲۳)	۲۲۳
۴۰۴	۱۷۰: ۱۶	۱۵۲	۳۷۹	(۱۷۸: ۲۲)		۳۹۲	(۱۶۴: ۲۳)	۲۲۳
۴۰۵	۱۷۱: ۱۶	۱۵۲	۳۸۰	(۱۸۰: ۲۲)		۳۹۳	(۱۶۶: ۲۳)	۲۲۳
۴۰۶	۱۷۲: ۱۶	۱۵۲	۳۸۱	(۱۸۲: ۲۲)		۳۹۴	(۱۶۸: ۲۳)	۲۲۳
۴۰۷	۱۷۳: ۱۶	۱۵۲	۳۸۲	(۱۸۴: ۲۲)		۳۹۵	(۱۷۰: ۲۳)	۲۲۳
۴۰۸	۱۷۴: ۱۶	۱۵۲	۳۸۳	(۱۸۶: ۲۲)		۳۹۶	(۱۷۲: ۲۳)	۲۲۳
۴۰۹	۱۷۵: ۱۶	۱۵۲	۳۸۴	(۱۸۸: ۲۲)		۳۹۷	(۱۷۴: ۲۳)	۲۲۳
۴۱۰	۱۷۶: ۱۶	۱۵۲	۳۸۵	(۱۹۰: ۲۲)		۳۹۸	(۱۷۶: ۲۳)	۲۲۳
۴۱۱	۱۷۷: ۱۶	۱۵۲	۳۸۶	(۱۹۲: ۲۲)		۳۹۹	(۱۷۸: ۲۳)	۲۲۳
۴۱۲	۱۷۸: ۱۶	۱۵۲	۳۸۷	(۱۹۴: ۲۲)		۴۰۰	(۱۸۰: ۲۳)	۲۲۳
۴۱۳	۱۷۹: ۱۶	۱۵۲	۳۸۸	(۱۹۶: ۲۲)		۴۰۱	(۱۸۲: ۲۳)	۲۲۳
۴۱۴	۱۸۰: ۱۶	۱۵۲	۳۸۹	(۱۹۸: ۲۲)		۴۰۲	(۱۸۴: ۲۳)	۲۲۳
۴۱۵	۱۸۱: ۱۶	۱۵۲	۳۹۰	(۲۰۰: ۲۲)		۴۰۳	(۱۸۶: ۲۳)	۲۲۳
۴۱۶	۱۸۲: ۱۶	۱۵۲	۴۰۱	(۲۰۲: ۲۲)		۴۰۴	(۱۸۸: ۲۳)	۲۲۳
۴۱۷	۱۸۳: ۱۶	۱۵۲	۴۰۲	(۲۰۴: ۲۲)		۴۰۵	(۱۹۰: ۲۳)	۲۲۳
۴۱۸	۱۸۴: ۱۶	۱۵۲	۴۰۳	(۲۰۶: ۲۲)		۴۰۶	(۱۹۲: ۲۳)	۲۲۳
۴۱۹	۱۸۵: ۱۶	۱۵۲	۴۰۴	(۲۰۸: ۲۲)		۴۰۷	(۱۹۴: ۲۳)	۲۲۳
۴۲۰	۱۸۶: ۱۶	۱۵۲	۴۰۵	(۲۱۰: ۲۲)		۴۰۸	(۱۹۶: ۲۳)	۲۲۳
۴۲۱	۱۸۷: ۱۶	۱۵۲	۴۰۶	(۲۱۲: ۲۲)		۴۰۹	(۱۹۸: ۲۳)	۲۲۳
۴۲۲	۱۸۸: ۱۶	۱۵۲	۴۰۷	(۲۱۴: ۲۲)		۴۱۰	(۲۰۰: ۲۳)	۲۲۳
۴۲۳	۱۸۹: ۱۶	۱۵۲	۴۰۸	(۲۱۶: ۲۲)		۴۱۱	(۲۰۲: ۲۳)	۲۲۳
۴۲۴	۱۹۰: ۱۶	۱۵۲	۴۰۹	(۲۱۸: ۲۲)		۴۱۲	(۲۰۴: ۲۳)	۲۲۳
۴۲۵	۱۹۱: ۱۶	۱۵۲	۴۱۰	(۲۲۰: ۲۲)		۴۱۳	(۲۰۶: ۲۳)	۲۲۳
۴۲۶	۱۹۲: ۱۶	۱۵۲	۴۱۱	(۲۲۲: ۲۲)		۴۱۴	(۲۰۸: ۲۳)	۲۲۳
۴۲۷	۱۹۳: ۱۶	۱۵۲	۴۱۲	(۲۲۴: ۲۲)		۴۱۵	(۲۱۰: ۲۳)	۲۲۳
۴۲۸	۱۹۴: ۱۶	۱۵۲	۴۱۳	(۲۲۶: ۲۲)		۴۱۶	(۲۱۲: ۲۳)	۲۲۳
۴۲۹	۱۹۵: ۱۶	۱۵۲	۴۱۴	(۲۲۸: ۲۲)		۴۱۷	(۲۱۴: ۲۳)	۲۲۳
۴۳۰	۱۹۶: ۱۶	۱۵۲	۴۱۵	(۲۳۰: ۲۲)		۴۱۸	(۲۱۶: ۲۳)	۲۲۳
۴۳۱	۱۹۷: ۱۶	۱۵۲	۴۱۶	(۲۳۲: ۲۲)		۴۱۹	(۲۱۸: ۲۳)	۲۲۳
۴۳۲	۱۹۸: ۱۶	۱۵۲	۴۱۷	(۲۳۴: ۲۲)		۴۲۰	(۲۲۰: ۲۳)	۲۲۳
۴۳۳	۱۹۹: ۱۶	۱۵۲	۴۱۸	(۲۳۶: ۲۲)		۴۲۱	(۲۲۲: ۲۳)	۲۲۳
۴۳۴	۲۰۰: ۱۶	۱۵۲	۴۱۹	(۲۳۸: ۲۲)		۴۲۲	(۲۲۴: ۲۳)	۲۲۳
۴۳۵	۲۰۱: ۱۶	۱۵۲	۴۲۰	(۲۴۰: ۲۲)		۴۲۳	(۲۲۶: ۲۳)	۲۲۳
۴۳۶	۲۰۲: ۱۶	۱۵۲	۴۲۱	(۲۴۲: ۲۲)		۴۲۴	(۲۲۸: ۲۳)	۲۲۳
۴۳۷	۲۰۳: ۱۶	۱۵۲	۴۲۲	(۲۴۴: ۲۲)		۴۲۵	(۲۳۰: ۲۳)	۲۲۳
۴۳۸	۲۰۴: ۱۶	۱۵۲	۴۲۳	(۲۴۶: ۲۲)		۴۲۶	(۲۳۲: ۲۳)	۲۲۳
۴۳۹	۲۰۵: ۱۶	۱۵۲	۴۲۴	(۲۴۸: ۲۲)		۴۲۷	(۲۳۴: ۲۳)	۲۲۳
۴۴۰	۲۰۶: ۱۶	۱۵۲	۴۲۵	(۲۵۰: ۲۲)		۴۲۸	(۲۳۶: ۲۳)	۲۲۳
۴۴۱	۲۰۷: ۱۶	۱۵۲	۴۲۶	(۲۵۲: ۲۲)		۴۲۹	(۲۳۸: ۲۳)	۲۲۳
۴۴۲	۲۰							

شماره	شماره آیت مع سوره	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مع سوره	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مع سوره	صفحه کتاب
۴۴۸	(۶:۲۸)	۹۵	۴۸۵	(۵۵:۱۲۸)	۲۰۰	۵۲۰	(۲۳:۳۱)	۸۹
۴۴۹	(۳۰:۱۲۵)	۴۶	۴۸۶	(۵۸:۱۲۸)	۱	۵۲۱	(۶۲:۳۲)	۲
۴۵۰	(۳:۱۲۵)	۴۶	۴۸۷	(۵۹:۱۲۸)	۸۱/۸۱	۳۴۰۷-۳۳-الاحزاب(۳۳)		
۴۵۱	(۳۲:۱۲۵)	۷۲/۴۴	۴۸۸	(۶۷:۱۲۸)	۳۳	۵۲۲	(۹:۳۳)	۲۲/۱۳۱
۴۵۲	(۶۳:۱۲۵)	۲۰۱/۳۰۰	۴۸۹	(۶۸:۱۲۸)	۱۹۱/۳۳	۵۲۳	(۳۳:۱۲۵)	۱۳۳/۲۱۹
۴۵۳	(۷۲:۱۲۵)	۲۰۱	۴۹۰	(۸۳:۱۲۸)	۱۲۸	۵۲۴	(۷۲:۱۲۵)	۳۳۰/۱۳۲
۳۴۰۸-۳۴-الشعراء(۲۲۷)			۳۴۱۰-۳۴-العنکبوت(۶۹)			۳۴۰۹-۳۳-النساء(۵۴)		
۴۵۴	(۳:۱۲۶)	۸۰	۴۹۱	(۶:۱۲۹)	۱۱۳/۱۸۱/۱۷۳	۵۲۵	(۱۷:۳۳)	۹۶
۴۵۵	(۴:۱۲۶)	۸۰	۴۹۲	(۱۹:۱۲۹)	۲۲	۵۲۶	(۲۸:۳۳)	۲۰۳
۴۵۶	(۲۲:۱۲۶)	۱۱۰/۱۲۱	۴۹۳	(۲۰:۱۲۹)	۲۲	۵۲۷	(۳۹:۳۳)	۱۰
۴۵۷	(۵۷:۱۲۶)	۱۱۶	۴۹۴	(۲۹:۱۲۹)	۱۵۰	۳۴۰۸-۳۵-الفاطر(۲۵)		
۴۵۸	(۵۸:۱۲۶)	۱۱۶	۴۹۵	(۲۵:۱۲۹)	۳۳۰/۷۰/۹۷/۲۰۷	۵۲۸	(۱:۳۵)	۳۲
۴۵۹	(۵۹:۱۲۶)	۱۱۶	۴۹۶	(۳۹:۱۲۹)	۹۲	۵۲۹	(۳:۳۵)	۲۱۲
۴۶۰	(۱۳۲:۱۲۶)	۱۱۶	۴۹۷	(۵۰:۱۲۹)	۹۲	۵۳۰	(۱۵:۳۵)	۳۳
۴۶۱	(۱۳۳:۱۲۶)	۱۱۶	۴۹۸	(۵۱:۱۲۹)	۹۲/۹۰	۵۳۱	(۱۶:۳۵)	۳۳
۴۶۲	(۱۳۴:۱۲۶)	۱۱۶	۴۹۹	(۵۲:۱۲۹)	۹۲	۵۳۲	(۱۷:۳۵)	۳۳
۴۶۳	(۱۳۷:۱۲۶)	۱۱۶	۵۰۰	(۶۷:۱۲۹)	۲۱۸	۵۳۳	(۲۷:۳۵)	۲۸
۴۶۴	(۱۳۸:۱۲۶)	۱۱۶	۵۰۱	(۶۹:۱۲۹)	۲۲۲	۵۳۴	(۳۷:۳۵)	۱۳۶
۴۶۵	(۲۲۳:۱۲۶)	۶۲	۳۴۱۰-۳۴-الروم(۶۰)			۵۳۵	(۳۹:۳۵)	۲۶۵
۴۶۶	(۲۲۵:۱۲۶)	۶۲	۵۰۲	(۹:۳۰)	۷۶/۳۹	۵۳۶	(۴۳:۳۵)	۱۹۳
۴۶۷	(۲۲۶:۱۲۶)	۶۲	۵۰۳	(۲۷:۳۰)	۲۲	۵۳۷	(۴۴:۳۵)	۳۹
۳۴۵۳-۲۷-القل(۱۹۳)			۵۰۴	(۳۰:۳۰)	۱۰۰/۷۱	۳۴۰۹-۳۶-یونس(۸۳)		
۴۶۸	(۱:۱۲۷)	۱۷۵/۷۵	۵۰۵	(۳۶:۳۰)	۱۲۷	۵۳۸	(۱:۳۷)	۵۳
۴۶۹	(۲:۱۲۷)	۱۷۵/۹۰	۵۰۶	(۴۷:۳۰)	۱۶۶	۵۳۹	(۲:۳۷)	۵۳
۴۷۰	(۶:۱۲۷)	۵۲	۳۴۵۴-۳۱-لقمان(۳۴)			۵۴۰	(۳:۳۷)	۵۳
۴۷۱	(۱۳:۱۲۷)	۱۰۷	۵۰۷	(۲:۳۱)	۵۳	۵۴۱	(۴:۳۷)	۵۳
۴۷۲	(۴۶:۱۲۷)	۱۲۷	۵۰۸	(۳:۳۱)	۹۰	۵۴۲	(۵:۳۷)	۵۳
۴۷۳	(۶۰:۱۲۷)	۱۹۱/۱۱۲	۵۰۹	(۱۰:۳۱)	۲۱۳	۵۴۳	(۶:۳۷)	۵۳
۴۷۴	(۷۷:۱۲۷)	۹۰	۵۱۰	(۳۱:۳۱)	۲۱۳	۵۴۴	(۷:۳۷)	۵۳
۴۷۵	(۸۹:۱۲۷)	۱۳۱	۵۱۱	(۳۴:۳۱)	۱۶۲	۵۴۵	(۸:۳۷)	۵۳
۴۷۶	(۹۰:۱۲۷)	۱۳۱	۳۴۵۵-۳۲-الزمر(۳۰)			۵۴۶	(۹:۳۷)	۵۳
۳۴۵۴-۲۸-القصاص(۸۸)			۵۱۲	(۴:۳۲)	۱۲	۵۴۷	(۱۰:۳۷)	۵۳
۴۷۷	(۲:۱۲۸)	۵۷	۵۱۳	(۵:۳۲)	۱۲	۵۴۸	(۱۱:۳۷)	۵۳
۴۷۸	(۵:۱۲۸)	۱۸	۵۱۴	(۶:۳۲)	۱۲	۵۴۹	(۱۲:۳۷)	۵۳
۴۷۹	(۶:۱۲۸)	۱۸	۵۱۵	(۷:۳۲)	۱۲	۵۵۰	(۱۳:۳۷)	۵۳
۴۸۰	(۳۲:۱۲۸)	۶۵	۵۱۶	(۸:۳۲)	۱۲	۵۵۱	(۱۴:۳۷)	۵۳
۴۸۱	(۳۳:۱۲۸)	۸۹	۵۱۷	(۹:۳۲)	۱۲	۵۵۲	(۱۵:۳۷)	۵۳
۴۸۲	(۳۴:۱۲۸)	۱۲۵	۵۱۸	(۱۳:۳۲)	۱۹۶	۵۵۳	(۱۶:۳۷)	۵۳
۴۸۳	(۳۹:۱۲۸)	۹۱/۸۹	۵۱۹	(۱۶:۳۲)	۲۶۳/۲۲۶	۵۵۴	(۱۷:۳۷)	۵۳
۴۸۴	(۴۸:۱۲۸)	۱۲۹						

شماره	شماره آیت مع سوره	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مع سوره	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مع سوره	صفحه کتاب
۳۹۷۱	۳۷- الصافات (۱۸۲)	۴۲۱۹	۳۸- المؤمن (۸۵)	۴۲۳	شماره آیت مع سوره	۳۹۷۲	۳۷- الصافات (۱۸۲)	۴۲۱۹
۵۵۵	(۱۱۱:۳۴)	۵۹۱	(۲۱:۳۴)	۴۲۵	(۲۵:۳۴)	۵۵۶	(۱۱۳:۳۴)	۵۹۲
۵۵۶	(۱۱۳:۳۴)	۵۹۲	(۱۴:۳۴)	۴۲۶	(۲۶:۳۴)	۵۵۷	(۱۱۵:۳۴)	۵۹۳
۵۵۷	(۱۱۵:۳۴)	۵۹۳	(۲۱:۳۴)	۴۲۷	(۲۷:۳۴)	۵۵۸	(۱۱۷:۳۴)	۵۹۴
۵۵۸	(۱۱۷:۳۴)	۵۹۴	(۲۲:۳۴)	۴۲۸	(۲۸:۳۴)	۵۵۹	(۱۱۹:۳۴)	۵۹۵
۵۵۹	(۱۱۹:۳۴)	۵۹۵	(۲۳:۳۴)	۴۲۹	(۲۹:۳۴)	۵۶۰	(۱۲۱:۳۴)	۵۹۶
۵۶۰	(۱۲۱:۳۴)	۵۹۶	(۲۴:۳۴)	۴۳۰	(۳۰:۳۴)	۵۶۱	(۱۲۳:۳۴)	۵۹۷
۵۶۱	(۱۲۳:۳۴)	۵۹۷	(۲۵:۳۴)	۴۳۱	(۳۱:۳۴)	۵۶۲	(۱۲۵:۳۴)	۵۹۸
۵۶۲	(۱۲۵:۳۴)	۵۹۸	(۲۶:۳۴)	۴۳۲	(۳۲:۳۴)	۵۶۳	(۱۲۷:۳۴)	۵۹۹
۵۶۳	(۱۲۷:۳۴)	۵۹۹	(۲۷:۳۴)	۴۳۳	(۳۳:۳۴)	۵۶۴	(۱۲۹:۳۴)	۶۰۰
۵۶۴	(۱۲۹:۳۴)	۶۰۰	(۲۸:۳۴)	۴۳۴	(۳۴:۳۴)	۵۶۵	(۱۳۱:۳۴)	۶۰۱
۵۶۵	(۱۳۱:۳۴)	۶۰۱	(۲۹:۳۴)	۴۳۵	(۳۵:۳۴)	۵۶۶	(۱۳۳:۳۴)	۶۰۲
۵۶۶	(۱۳۳:۳۴)	۶۰۲	(۳۰:۳۴)	۴۳۶	(۳۶:۳۴)	۵۶۷	(۱۳۵:۳۴)	۶۰۳
۵۶۷	(۱۳۵:۳۴)	۶۰۳	(۳۱:۳۴)	۴۳۷	(۳۷:۳۴)	۵۶۸	(۱۳۷:۳۴)	۶۰۴
۵۶۸	(۱۳۷:۳۴)	۶۰۴	(۳۲:۳۴)	۴۳۸	(۳۸:۳۴)	۵۶۹	(۱۳۹:۳۴)	۶۰۵
۵۶۹	(۱۳۹:۳۴)	۶۰۵	(۳۳:۳۴)	۴۳۹	(۳۹:۳۴)	۵۷۰	(۱۴۱:۳۴)	۶۰۶
۵۷۰	(۱۴۱:۳۴)	۶۰۶	(۳۴:۳۴)	۴۴۰	(۴۰:۳۴)	۵۷۱	(۱۴۳:۳۴)	۶۰۷
۵۷۱	(۱۴۳:۳۴)	۶۰۷	(۳۵:۳۴)	۴۴۱	(۴۱:۳۴)	۵۷۲	(۱۴۵:۳۴)	۶۰۸
۵۷۲	(۱۴۵:۳۴)	۶۰۸	(۳۶:۳۴)	۴۴۲	(۴۲:۳۴)	۵۷۳	(۱۴۷:۳۴)	۶۰۹
۵۷۳	(۱۴۷:۳۴)	۶۰۹	(۳۷:۳۴)	۴۴۳	(۴۳:۳۴)	۵۷۴	(۱۴۹:۳۴)	۶۱۰
۵۷۴	(۱۴۹:۳۴)	۶۱۰	(۳۸:۳۴)	۴۴۴	(۴۴:۳۴)	۵۷۵	(۱۵۱:۳۴)	۶۱۱
۵۷۵	(۱۵۱:۳۴)	۶۱۱	(۳۹:۳۴)	۴۴۵	(۴۵:۳۴)	۵۷۶	(۱۵۳:۳۴)	۶۱۲
۵۷۶	(۱۵۳:۳۴)	۶۱۲	(۴۰:۳۴)	۴۴۶	(۴۶:۳۴)	۵۷۷	(۱۵۵:۳۴)	۶۱۳
۵۷۷	(۱۵۵:۳۴)	۶۱۳	(۴۱:۳۴)	۴۴۷	(۴۷:۳۴)	۵۷۸	(۱۵۷:۳۴)	۶۱۴
۵۷۸	(۱۵۷:۳۴)	۶۱۴	(۴۲:۳۴)	۴۴۸	(۴۸:۳۴)	۵۷۹	(۱۵۹:۳۴)	۶۱۵
۵۷۹	(۱۵۹:۳۴)	۶۱۵	(۴۳:۳۴)	۴۴۹	(۴۹:۳۴)	۵۸۰	(۱۶۱:۳۴)	۶۱۶
۵۸۰	(۱۶۱:۳۴)	۶۱۶	(۴۴:۳۴)	۴۵۰	(۵۰:۳۴)	۵۸۱	(۱۶۳:۳۴)	۶۱۷
۵۸۱	(۱۶۳:۳۴)	۶۱۷	(۴۵:۳۴)	۴۵۱	(۵۱:۳۴)	۵۸۲	(۱۶۵:۳۴)	۶۱۸
۵۸۲	(۱۶۵:۳۴)	۶۱۸	(۴۶:۳۴)	۴۵۲	(۵۲:۳۴)	۵۸۳	(۱۶۷:۳۴)	۶۱۹
۵۸۳	(۱۶۷:۳۴)	۶۱۹	(۴۷:۳۴)	۴۵۳	(۵۳:۳۴)	۵۸۴	(۱۶۹:۳۴)	۶۲۰
۵۸۴	(۱۶۹:۳۴)	۶۲۰	(۴۸:۳۴)	۴۵۴	(۵۴:۳۴)	۵۸۵	(۱۷۱:۳۴)	۶۲۱
۵۸۵	(۱۷۱:۳۴)	۶۲۱	(۴۹:۳۴)	۴۵۵	(۵۵:۳۴)	۵۸۶	(۱۷۳:۳۴)	۶۲۲
۵۸۶	(۱۷۳:۳۴)	۶۲۲	(۵۰:۳۴)	۴۵۶	(۵۶:۳۴)	۵۸۷	(۱۷۵:۳۴)	۶۲۳
۵۸۷	(۱۷۵:۳۴)	۶۲۳	(۵۱:۳۴)	۴۵۷	(۵۷:۳۴)	۵۸۸	(۱۷۷:۳۴)	۶۲۴
۵۸۸	(۱۷۷:۳۴)	۶۲۴	(۵۲:۳۴)	۴۵۸	(۵۸:۳۴)	۵۸۹	(۱۷۹:۳۴)	۶۲۵
۵۸۹	(۱۷۹:۳۴)	۶۲۵	(۵۳:۳۴)	۴۵۹	(۵۹:۳۴)	۵۹۰	(۱۸۱:۳۴)	۶۲۶
۵۹۰	(۱۸۱:۳۴)	۶۲۶	(۵۴:۳۴)	۴۶۰	(۶۰:۳۴)	۵۹۱	(۱۸۳:۳۴)	۶۲۷
۵۹۱	(۱۸۳:۳۴)	۶۲۷	(۵۵:۳۴)	۴۶۱	(۶۱:۳۴)	۵۹۲	(۱۸۵:۳۴)	۶۲۸
۵۹۲	(۱۸۵:۳۴)	۶۲۸	(۵۶:۳۴)	۴۶۲	(۶۲:۳۴)	۵۹۳	(۱۸۷:۳۴)	۶۲۹
۵۹۳	(۱۸۷:۳۴)	۶۲۹	(۵۷:۳۴)	۴۶۳	(۶۳:۳۴)	۵۹۴	(۱۸۹:۳۴)	۶۳۰
۵۹۴	(۱۸۹:۳۴)	۶۳۰	(۵۸:۳۴)	۴۶۴	(۶۴:۳۴)	۵۹۵	(۱۹۱:۳۴)	۶۳۱
۵۹۵	(۱۹۱:۳۴)	۶۳۱	(۵۹:۳۴)	۴۶۵	(۶۵:۳۴)	۵۹۶	(۱۹۳:۳۴)	۶۳۲
۵۹۶	(۱۹۳:۳۴)	۶۳۲	(۶۰:۳۴)	۴۶۶	(۶۶:۳۴)	۵۹۷	(۱۹۵:۳۴)	۶۳۳
۵۹۷	(۱۹۵:۳۴)	۶۳۳	(۶۱:۳۴)	۴۶۷	(۶۷:۳۴)	۵۹۸	(۱۹۷:۳۴)	۶۳۴
۵۹۸	(۱۹۷:۳۴)	۶۳۴	(۶۲:۳۴)	۴۶۸	(۶۸:۳۴)	۵۹۹	(۱۹۹:۳۴)	۶۳۵
۵۹۹	(۱۹۹:۳۴)	۶۳۵	(۶۳:۳۴)	۴۶۹	(۶۹:۳۴)	۶۰۰	(۲۰۱:۳۴)	۶۳۶
۶۰۰	(۲۰۱:۳۴)	۶۳۶	(۶۴:۳۴)	۴۷۰	(۷۰:۳۴)	۶۰۱	(۲۰۳:۳۴)	۶۳۷
۶۰۱	(۲۰۳:۳۴)	۶۳۷	(۶۵:۳۴)	۴۷۱	(۷۱:۳۴)	۶۰۲	(۲۰۵:۳۴)	۶۳۸
۶۰۲	(۲۰۵:۳۴)	۶۳۸	(۶۶:۳۴)	۴۷۲	(۷۲:۳۴)	۶۰۳	(۲۰۷:۳۴)	۶۳۹
۶۰۳	(۲۰۷:۳۴)	۶۳۹	(۶۷:۳۴)	۴۷۳	(۷۳:۳۴)	۶۰۴	(۲۰۹:۳۴)	۶۴۰
۶۰۴	(۲۰۹:۳۴)	۶۴۰	(۶۸:۳۴)	۴۷۴	(۷۴:۳۴)	۶۰۵	(۲۱۱:۳۴)	۶۴۱
۶۰۵	(۲۱۱:۳۴)	۶۴۱	(۶۹:۳۴)	۴۷۵	(۷۵:۳۴)	۶۰۶	(۲۱۳:۳۴)	۶۴۲
۶۰۶	(۲۱۳:۳۴)	۶۴۲	(۷۰:۳۴)	۴۷۶	(۷۶:۳۴)	۶۰۷	(۲۱۵:۳۴)	۶۴۳
۶۰۷	(۲۱۵:۳۴)	۶۴۳	(۷۱:۳۴)	۴۷۷	(۷۷:۳۴)	۶۰۸	(۲۱۷:۳۴)	۶۴۴
۶۰۸	(۲۱۷:۳۴)	۶۴۴	(۷۲:۳۴)	۴۷۸	(۷۸:۳۴)	۶۰۹	(۲۱۹:۳۴)	۶۴۵
۶۰۹	(۲۱۹:۳۴)	۶۴۵	(۷۳:۳۴)	۴۷۹	(۷۹:۳۴)	۶۱۰	(۲۲۱:۳۴)	۶۴۶
۶۱۰	(۲۲۱:۳۴)	۶۴۶	(۷۴:۳۴)	۴۸۰	(۸۰:۳۴)	۶۱۱	(۲۲۳:۳۴)	۶۴۷
۶۱۱	(۲۲۳:۳۴)	۶۴۷	(۷۵:۳۴)	۴۸۱	(۸۱:۳۴)	۶۱۲	(۲۲۵:۳۴)	۶۴۸
۶۱۲	(۲۲۵:۳۴)	۶۴۸	(۷۶:۳۴)	۴۸۲	(۸۲:۳۴)	۶۱۳	(۲۲۷:۳۴)	۶۴۹
۶۱۳	(۲۲۷:۳۴)	۶۴۹	(۷۷:۳۴)	۴۸۳	(۸۳:۳۴)	۶۱۴	(۲۲۹:۳۴)	۶۵۰
۶۱۴	(۲۲۹:۳۴)	۶۵۰	(۷۸:۳۴)	۴۸۴	(۸۴:۳۴)	۶۱۵	(۲۳۱:۳۴)	۶۵۱
۶۱۵	(۲۳۱:۳۴)	۶۵۱	(۷۹:۳۴)	۴۸۵	(۸۵:۳۴)	۶۱۶	(۲۳۳:۳۴)	۶۵۲
۶۱۶	(۲۳۳:۳۴)	۶۵۲	(۸۰:۳۴)	۴۸۶	(۸۶:۳۴)	۶۱۷	(۲۳۵:۳۴)	۶۵۳
۶۱۷	(۲۳۵:۳۴)	۶۵۳	(۸۱:۳۴)	۴۸۷	(۸۷:۳۴)	۶۱۸	(۲۳۷:۳۴)	۶۵۴
۶۱۸	(۲۳۷:۳۴)	۶۵۴	(۸۲:۳۴)	۴۸۸	(۸۸:۳۴)	۶۱۹	(۲۳۹:۳۴)	۶۵۵
۶۱۹	(۲۳۹:۳۴)	۶۵۵	(۸۳:۳۴)	۴۸۹	(۸۹:۳۴)	۶۲۰	(۲۴۱:۳۴)	۶۵۶
۶۲۰	(۲۴۱:۳۴)	۶۵۶	(۸۴:۳۴)	۴۹۰	(۹۰:۳۴)	۶۲۱	(۲۴۳:۳۴)	۶۵۷
۶۲۱	(۲۴۳:۳۴)	۶۵۷	(۸۵:۳۴)	۴۹۱	(۹۱:۳۴)	۶۲۲	(۲۴۵:۳۴)	۶۵۸
۶۲۲	(۲۴۵:۳۴)	۶۵۸	(۸۶:۳۴)	۴۹۲	(۹۲:۳۴)	۶۲۳	(۲۴۷:۳۴)	۶۵۹
۶۲۳	(۲۴۷:۳۴)	۶۵۹	(۸۷:۳۴)	۴۹۳	(۹۳:۳۴)	۶۲۴	(۲۴۹:۳۴)	۶۶۰
۶۲۴	(۲۴۹:۳۴)	۶۶۰	(۸۸:۳۴)	۴۹۴	(۹۴:۳۴)	۶۲۵	(۲۵۱:۳۴)	۶۶۱
۶۲۵	(۲۵۱:۳۴)	۶۶۱	(۸۹:۳۴)	۴۹۵	(۹۵:۳۴)	۶۲۶	(۲۵۳:۳۴)	۶۶۲
۶۲۶	(۲۵۳:۳۴)	۶۶۲	(۹۰:۳۴)	۴۹۶	(۹۶:۳۴)	۶۲۷	(۲۵۵:۳۴)	۶۶۳
۶۲۷	(۲۵۵:۳۴)	۶۶۳	(۹۱:۳۴)	۴۹۷	(۹۷:۳۴)	۶۲۸	(۲۵۷:۳۴)	۶۶۴
۶۲۸	(۲۵۷:۳۴)	۶۶۴	(۹۲:۳۴)	۴۹۸	(۹۸:۳۴)	۶۲۹	(۲۵۹:۳۴)	۶۶۵
۶۲۹	(۲۵۹:۳۴)	۶۶۵	(۹۳:۳۴)	۴۹۹	(۹۹:۳۴)	۶۳۰	(۲۶۱:۳۴)	۶۶۶
۶۳۰	(۲۶۱:۳۴)	۶۶۶	(۹۴:۳۴)	۵۰۰	(۱۰۰:۳۴)	۶۳۱	(۲۶۳:۳۴)	۶۶۷
۶۳۱	(۲۶۳:۳۴)	۶۶۷	(۹۵:۳۴)	۵۰۱	(۱۰۱:۳۴)	۶۳۲	(۲۶۵:۳۴)	۶۶۸
۶۳۲	(۲۶۵:۳۴)	۶۶۸	(۹۶:۳۴)	۵۰۲	(۱۰۳:۳۴)	۶۳۳	(۲۶۷:۳۴)	۶۶۹
۶۳۳	(۲۶۷:۳۴)	۶۶۹	(۹۷:۳۴)	۵۰۳	(۱۰۵:۳۴)	۶۳۴	(۲۶۹:۳۴)	۶۷۰
۶۳۴	(۲۶۹:۳۴)	۶۷۰	(۹۸:۳۴)	۵۰۴	(۱۰۷:۳۴)	۶۳۵	(۲۷۱:۳۴)	۶۷۱
۶۳۵	(۲۷۱:۳۴)	۶۷۱	(۹۹:۳۴)	۵۰۵	(۱۰۹:۳۴)	۶۳۶	(۲۷۳:۳۴)	۶۷۲
۶۳۶	(۲۷۳:۳۴)	۶۷۲	(۱۰۰:۳۴)	۵۰۶	(۱۱۱:۳۴)	۶۳۷	(۲۷۵:۳۴)	۶۷۳
۶۳۷	(۲۷۵:۳۴)	۶۷۳	(۱۰۱:۳۴)	۵۰۷	(۱۱۳:۳۴)	۶۳۸	(۲۷۷:۳۴)	۶۷۴
۶۳۸	(۲۷۷:۳۴)	۶۷۴	(۱۰۲:۳۴)	۵۰۸	(۱۱۵:۳۴)	۶۳۹	(۲۷۹:۳۴)	۶۷۵
۶۳۹	(۲۷۹:۳۴)	۶۷۵	(۱۰۳:۳۴)	۵۰۹	(۱۱۷:۳۴)	۶۴۰	(۲۸۱:۳۴)	۶۷۶
۶۴۰	(۲۸۱:۳۴)	۶۷۶	(۱۰۴:۳۴)	۵۱۰	(۱۱۹:۳۴)	۶۴۱	(۲۸۳:۳۴)	۶۷۷
۶۴۱	(۲۸۳:۳۴)	۶۷۷	(۱۰۵:۳۴)	۵۱۱	(۱۲۱:۳۴)	۶۴۲	(۲۸۵:۳۴)	۶۷۸
۶۴۲	(۲۸۵:۳۴)	۶۷۸	(۱۰۶:۳۴)	۵۱۲	(۱۲۳:۳۴)	۶۴۳	(۲۸۷:۳۴)	۶۷۹
۶۴۳	(۲۸۷:۳۴)	۶۷۹	(۱۰۷:۳۴)	۵۱۳	(۱۲۵:۳۴)	۶۴۴	(۲۸۹:۳۴)	۶۸۰
۶۴۴	(۲۸۹:۳۴)	۶۸۰	(۱۰۸:۳۴)	۵۱۴	(۱۲۷:۳۴)	۶۴۵	(۲۹۱:۳۴)	۶۸۱
۶۴۵	(۲۹۱:۳۴)	۶۸۱	(۱۰۹:۳۴)	۵۱۵	(۱۲۹:۳۴)	۶۴۶	(۲۹۳:۳۴)	۶۸۲
۶۴۶	(۲۹۳:۳۴)	۶۸۲	(۱۱۰:۳۴)	۵۱۶	(۱۳۱:۳۴)	۶۴۷	(۲۹۵:۳۴)	۶۸۳
۶۴۷	(۲۹۵:۳۴)	۶۸۳	(۱۱۱:۳۴)	۵۱۷	(۱۳۳:۳۴)	۶۴۸	(۲۹۷:۳۴)	۶۸۴
۶۴۸	(۲۹۷:۳۴)	۶۸۴	(۱۱۲:۳۴)	۵۱۸	(۱۳۵:۳۴)	۶۴۹	(۲۹۹:۳۴)	۶۸۵
۶۴۹	(۲۹۹:۳۴)	۶۸۵	(۱۱۳:۳۴)	۵۱۹	(۱۳۷:۳۴)	۶۵۰	(۳۰۱:۳۴)	۶۸۶
۶۵۰	(۳۰۱:۳۴)	۶۸۶	(۱۱۴:۳۴)	۵۲۰	(۱۳۹:۳۴)	۶۵۱	(۳۰۳:۳۴)	۶۸۷
۶۵۱	(۳۰۳:۳۴)	۶۸۷	(۱۱۵:۳۴)	۵۲۱	(۱۴۱:۳۴)	۶۵۲	(۳۰۵:۳۴)	۶۸۸
۶۵۲	(۳۰۵:۳۴)	۶۸۸	(۱۱۶:۳۴)	۵۲۲	(۱۴۳:۳۴)	۶۵۳	(۳۰۷:۳۴)	۶۸۹
۶۵۳	(۳۰۷:۳۴)	۶۸۹	(۱۱۷:۳۴)	۵۲۳	(۱۴۵:۳۴)	۶۵۴	(۳۰۹:۳۴)	۶۹۰
۶۵۴	(۳۰۹:۳۴)	۶۹۰	(۱۱۸:۳۴)	۵				

شماره	شماره آیت سوره	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت سوره	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت سوره	صفحه کتاب
۴۷۸۵	۵۲-الطور (۲۹)	۶۸۶	۴۸۶	(۷۴:۵۵)	۵۲	۴۷۸۵	(۸:۶۱)	۴۷۸۵
۴۵۱	(۲۹:۵۵)	۸۵	۵۰۶۶	۵۶-الواقعة (۹۶)		۴۷۸۵	(۹:۶۱)	۴۷۸۵
۴۵۲	(۳۰:۵۲)	۸۵	۴۸۴	(۱:۵۶)	۸۲	۴۷۸۵	(۱۰:۶۱)	۴۷۸۵
۴۵۳	(۳۱:۵۲)	۸۵	۴۸۸	(۲:۵۶)	۸۲	۴۷۸۵	(۱۱:۶۱)	۴۷۸۵
۴۵۴	(۳۲:۵۲)	۷۱	۴۸۹	(۳:۵۶)	۸۲	۴۷۸۵	(۱۲:۶۱)	۴۷۸۵
۴۵۵	(۳۳:۵۲)	۷۱	۴۹۰	(۲۳:۵۶)	۵۱	۴۷۸۵	(۱۳:۶۱)	۴۷۸۵
۴۵۶	(۳۴:۵۲)	۷۱	۴۹۱	(۲۵:۵۶)	۵۱	۵۱۹۹	۴۲-الجمعة (۱۱)	۵۱۹۹
۴۵۷	(۳۵:۵۲)	۷۱	۴۹۲	(۲۶:۵۶)	۵۱	۴۷۸۵	(۲۲:۶۲)	۴۷۸۵
۴۵۸	(۳۶:۵۳)	۲۰	۴۹۳	(۲۷:۵۶)	۱۹۹	۵۲۱۰	۴۳-المنفقين (۱۱)	۵۲۱۰
۴۵۹	(۳۷:۵۳)	۲۰	۴۹۴	(۲۸:۵۶)	۱۹۹	۴۷۸۵	(۲۴:۶۳)	۴۷۸۵
۴۶۰	(۳۸:۵۳)	۲۰	۴۹۵	(۲۹:۵۶)	۱۹۹	۴۷۸۵	(۲۵:۶۳)	۴۷۸۵
۴۶۱	(۳۹:۵۳)	۲۰	۴۹۶	(۳۰:۵۶)	۱۹۹	۵۲۲۸	۴۴-التغابن (۱۸)	۵۲۲۸
۴۶۲	(۴۰:۵۳)	۲۰	۴۹۷	(۳۱:۵۶)	۵۱	۴۷۸۵	(۱۱:۶۴)	۴۷۸۵
۴۶۳	(۴۱:۵۳)	۲۰	۴۹۸	(۳۲:۵۶)	۵۱	۴۷۸۵	(۱۲:۶۴)	۴۷۸۵
۴۶۴	(۴۲:۵۳)	۲۰	۴۹۹	(۳۳:۵۶)	۵۱	۵۲۳۰	۴۵-الطلاق (۱۲)	۵۲۳۰
۴۶۵	(۴۳:۵۳)	۲۰	۵۰۰	(۳۴:۵۶)	۵۱	۴۷۸۵	(۱۳:۶۴)	۴۷۸۵
۴۶۶	(۴۴:۵۳)	۲۰	۵۰۱	(۳۵:۵۶)	۵۱	۵۲۵۲	۴۶-التحریم (۱۲)	۵۲۵۲
۴۶۷	(۴۵:۵۳)	۲۰	۵۰۲	(۳۶:۵۶)	۹	۴۷۸۵	(۸:۶۵)	۴۷۸۵
۴۶۸	(۴۶:۵۳)	۲۰	۵۰۳	(۳۷:۵۶)	۱۳۷	۴۷۸۵	(۱۲:۶۵)	۴۷۸۵
۴۶۹	(۴۷:۵۳)	۸۴	۵۰۴	(۳۸:۵۶)	۲۷۱	۵۲۸۲	۴۷-الملک (۳۰)	۵۲۸۲
۴۷۰	(۴۸:۵۳)	۸۷	۵۰۵	(۳۹:۵۶)	۱۸۰	۴۷۸۵	(۲۱:۶۵)	۴۷۸۵
۴۷۱	(۴۹:۵۳)	۸۷	۵۰۶	(۴۰:۵۶)	۱۲۵	۴۷۸۵	(۱۵:۶۵)	۴۷۸۵
۴۷۲	(۵۰:۵۳)	۸۷	۵۰۷	(۴۱:۵۶)	۱۲۵	۴۷۸۵	(۱۵:۶۵)	۴۷۸۵
۴۷۳	(۵۱:۵۳)	۱۲	۵۰۸	(۴۲:۵۶)	۱۲۵	۵۲۳۳	۴۸-القلم (۵۲)	۵۲۳۳
۴۷۴	(۵۲:۵۳)	۱۰۷	۵۰۹	(۴۳:۵۶)	۱۳۸	۴۷۸۵	(۲۱:۶۸)	۴۷۸۵
۴۷۵	(۵۳:۵۳)	۵۷	۵۱۰	(۴۴:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۹:۶۸)	۴۷۸۵
۴۷۶	(۵۴:۵۳)	۵۷	۵۱۱	(۴۵:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۹:۶۸)	۴۷۸۵
۴۷۷	(۵۵:۵۳)	۱۶۲	۵۱۲	(۴۶:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۱:۶۹)	۴۷۸۵
۴۷۸	(۵۶:۵۳)	۲۱۲	۵۱۳	(۴۷:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۲:۶۹)	۴۷۸۵
۴۷۹	(۵۷:۵۳)	۲۱۲	۵۱۴	(۴۸:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۸۰	(۵۸:۵۳)	۵۷	۵۱۵	(۴۹:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۸۱	(۵۹:۵۳)	۵۷	۵۱۶	(۵۰:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۸۲	(۶۰:۵۳)	۱۰۷	۵۱۷	(۵۱:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۸۳	(۶۱:۵۳)	۱۰۷	۵۱۸	(۵۲:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۸۴	(۶۲:۵۳)	۱۰۷	۵۱۹	(۵۳:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۸۵	(۶۳:۵۳)	۱۰۷	۵۲۰	(۵۴:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۸۶	(۶۴:۵۳)	۱۰۷	۵۲۱	(۵۵:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۸۷	(۶۵:۵۳)	۱۰۷	۵۲۲	(۵۶:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۸۸	(۶۶:۵۳)	۱۰۷	۵۲۳	(۵۷:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۸۹	(۶۷:۵۳)	۱۰۷	۵۲۴	(۵۸:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۹۰	(۶۸:۵۳)	۱۰۷	۵۲۵	(۵۹:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۹۱	(۶۹:۵۳)	۱۰۷	۵۲۶	(۶۰:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۹۲	(۷۰:۵۳)	۱۰۷	۵۲۷	(۶۱:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۹۳	(۷۱:۵۳)	۱۰۷	۵۲۸	(۶۲:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۹۴	(۷۲:۵۳)	۱۰۷	۵۲۹	(۶۳:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۹۵	(۷۳:۵۳)	۱۰۷	۵۳۰	(۶۴:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۹۶	(۷۴:۵۳)	۱۰۷	۵۳۱	(۶۵:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۹۷	(۷۵:۵۳)	۱۰۷	۵۳۲	(۶۶:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۹۸	(۷۶:۵۳)	۱۰۷	۵۳۳	(۶۷:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۴۹۹	(۷۷:۵۳)	۱۰۷	۵۳۴	(۶۸:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۰۰	(۷۸:۵۳)	۱۰۷	۵۳۵	(۶۹:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۰۱	(۷۹:۵۳)	۱۰۷	۵۳۶	(۷۰:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۰۲	(۸۰:۵۳)	۱۰۷	۵۳۷	(۷۱:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۰۳	(۸۱:۵۳)	۱۰۷	۵۳۸	(۷۲:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۰۴	(۸۲:۵۳)	۱۰۷	۵۳۹	(۷۳:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۰۵	(۸۳:۵۳)	۱۰۷	۵۴۰	(۷۴:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۰۶	(۸۴:۵۳)	۱۰۷	۵۴۱	(۷۵:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۰۷	(۸۵:۵۳)	۱۰۷	۵۴۲	(۷۶:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۰۸	(۸۶:۵۳)	۱۰۷	۵۴۳	(۷۷:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۰۹	(۸۷:۵۳)	۱۰۷	۵۴۴	(۷۸:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۱۰	(۸۸:۵۳)	۱۰۷	۵۴۵	(۷۹:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۱۱	(۸۹:۵۳)	۱۰۷	۵۴۶	(۸۰:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۱۲	(۹۰:۵۳)	۱۰۷	۵۴۷	(۸۱:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۱۳	(۹۱:۵۳)	۱۰۷	۵۴۸	(۸۲:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۱۴	(۹۲:۵۳)	۱۰۷	۵۴۹	(۸۳:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۱۵	(۹۳:۵۳)	۱۰۷	۵۵۰	(۸۴:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۱۶	(۹۴:۵۳)	۱۰۷	۵۵۱	(۸۵:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۱۷	(۹۵:۵۳)	۱۰۷	۵۵۲	(۸۶:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۱۸	(۹۶:۵۳)	۱۰۷	۵۵۳	(۸۷:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۱۹	(۹۷:۵۳)	۱۰۷	۵۵۴	(۸۸:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۲۰	(۹۸:۵۳)	۱۰۷	۵۵۵	(۸۹:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۲۱	(۹۹:۵۳)	۱۰۷	۵۵۶	(۹۰:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۲۲	(۱۰۰:۵۳)	۱۰۷	۵۵۷	(۹۱:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۲۳	(۱۰۱:۵۳)	۱۰۷	۵۵۸	(۹۲:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۲۴	(۱۰۲:۵۳)	۱۰۷	۵۵۹	(۹۳:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۲۵	(۱۰۳:۵۳)	۱۰۷	۵۶۰	(۹۴:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۲۶	(۱۰۴:۵۳)	۱۰۷	۵۶۱	(۹۵:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۲۷	(۱۰۵:۵۳)	۱۰۷	۵۶۲	(۹۶:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۲۸	(۱۰۶:۵۳)	۱۰۷	۵۶۳	(۹۷:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۲۹	(۱۰۷:۵۳)	۱۰۷	۵۶۴	(۹۸:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۳۰	(۱۰۸:۵۳)	۱۰۷	۵۶۵	(۹۹:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۳۱	(۱۰۹:۵۳)	۱۰۷	۵۶۶	(۱۰۰:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۳۲	(۱۱۰:۵۳)	۱۰۷	۵۶۷	(۱۰۱:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۳۳	(۱۱۱:۵۳)	۱۰۷	۵۶۸	(۱۰۲:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۳۴	(۱۱۲:۵۳)	۱۰۷	۵۶۹	(۱۰۳:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۳۵	(۱۱۳:۵۳)	۱۰۷	۵۷۰	(۱۰۴:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۳۶	(۱۱۴:۵۳)	۱۰۷	۵۷۱	(۱۰۵:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۳۷	(۱۱۵:۵۳)	۱۰۷	۵۷۲	(۱۰۶:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۳۸	(۱۱۶:۵۳)	۱۰۷	۵۷۳	(۱۰۷:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۳۹	(۱۱۷:۵۳)	۱۰۷	۵۷۴	(۱۰۸:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۴۰	(۱۱۸:۵۳)	۱۰۷	۵۷۵	(۱۰۹:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۴۱	(۱۱۹:۵۳)	۱۰۷	۵۷۶	(۱۱۰:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۴۲	(۱۲۰:۵۳)	۱۰۷	۵۷۷	(۱۱۱:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۴۳	(۱۲۱:۵۳)	۱۰۷	۵۷۸	(۱۱۲:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۴۴	(۱۲۲:۵۳)	۱۰۷	۵۷۹	(۱۱۳:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۴۵	(۱۲۳:۵۳)	۱۰۷	۵۸۰	(۱۱۴:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۴۶	(۱۲۴:۵۳)	۱۰۷	۵۸۱	(۱۱۵:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۴۷	(۱۲۵:۵۳)	۱۰۷	۵۸۲	(۱۱۶:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۴۸	(۱۲۶:۵۳)	۱۰۷	۵۸۳	(۱۱۷:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۴۹	(۱۲۷:۵۳)	۱۰۷	۵۸۴	(۱۱۸:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۵۰	(۱۲۸:۵۳)	۱۰۷	۵۸۵	(۱۱۹:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۵۱	(۱۲۹:۵۳)	۱۰۷	۵۸۶	(۱۲۰:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۵۲	(۱۳۰:۵۳)	۱۰۷	۵۸۷	(۱۲۱:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۵۳	(۱۳۱:۵۳)	۱۰۷	۵۸۸	(۱۲۲:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۵۴	(۱۳۲:۵۳)	۱۰۷	۵۸۹	(۱۲۳:۵۶)	۱۷۹	۴۷۸۵	(۲۳:۶۹)	۴۷۸۵
۵۵۵	(۱۳۳:۵۳)	۱۰۷	۵۹۰	(۱۲۴:۵				

شماره	شماره آیت من سورہ	صفحہ کتاب	شمارہ	شماره آیت من سورہ	صفحہ کتاب	شمارہ	شماره آیت من سورہ	صفحہ کتاب
۵۴۵۸	۴۱- نووح (۲۸)	۵۹۵۹	۸۶- الطارق (۱۷)	۶۱۷۹	۱۰۱- القارعة (۱۱)			
۷۴۲	(۱۳: ۷۱)	۵۹۷۸	۸۷- الاعلى (۱۹)	۶۱۸۷	۱۰۲- التكاثر (۸)			
۷۴۳	(۱۳: ۷۱)							
۷۴۴	(۱۷: ۷۱)	۶۰۰۳	۸۸- الغاشية (۲۶)	۶۱۹۰	۱۰۳- العصر (۳)			
۵۴۸۶	۷۲- الجن (۲۸)	۶۰۳۳	۸۹- الفجر (۳۰)	۶۱۹۹	۱۰۴- الهمزة (۹)			
۵۵۰۶	۷۳- الممتل (۲۰)	۶۰۵۴	۹۰- البلد (۲۰)	۶۲۰۴	۱۰۵- الفيل (۵)			
۷۴۵	(۲۰: ۷۳)	۶۰۶۹	۹۱- الشمس (۱۵)	۶۲۰۸	۱۰۶- القریش (۴)			
۷۴۶	(۲۰: ۷۳)	۶۰۹۰	۹۲- الیل (۲۱)	۶۲۱۵	۱۰۷- الماعون (۷)			
۵۵۶۲	۷۴- المدثر (۵۶)	۷۵۲	(۱۹: ۹۲)	۲۱۸	۷۴۲	(۳: ۱۰۷)		
۷۴۷	(۳: ۷۴)	۷۵۳	(۲۰: ۹۲)	۲۱۸	۷۴۳	(۵: ۱۰۷)		
۷۴۸	(۳: ۷۴)				۷۴۴	(۶: ۱۰۷)		
۷۴۹	(۵: ۷۴)	۶۱۰۱	۹۳- الضحیٰ (۱۱)	۶۲۱۵	۷۴۵	(۷: ۱۰۷)		
۵۶۰۲	۷۵- القيمة (۴۰)	۷۵۴	(۱۱: ۹۳)	۲۱۸	۷۴۶	(۱: ۱۰۸)		
۵۶۳۳	۷۶- الدهر (۳۱)	۶۱۰۹	۹۴- الانشراح (۸)	۶۲۱۸	۷۴۷	(۲: ۱۰۸)		
۵۶۸۳	۷۷- المرسلات (۵۰)	۶۱۱۷	۹۵- التین (۸)	۶۲۲۴	۷۴۸	(۳: ۱۰۸)		
۷۵۰	(۲۸: ۷۷)	۷۵۵	(۳: ۹۵)	۱۲	۷۴۹	(۴: ۱۰۸)		
۷۵۱	(۲۹: ۷۷)	۷۵۶	(۵: ۹۵)	۱۲	۷۵۰	(۵: ۱۰۸)		
۵۷۲۳	۷۸- النبأ (۴۰)	۶۱۳۶	۹۶- الحاق (۱۹)	۶۲۲۷	۷۵۱	(۶: ۱۰۸)		
۵۷۶۹	۷۹- الذرعات (۴۶)	۷۵۷	(۳: ۹۶)	۱۷۵	۷۵۲	(۷: ۱۰۸)		
۵۸۱۱	۸۰- عبس (۴۲)	۷۵۸	(۵: ۹۶)	۱۷۵	۷۵۳	(۸: ۱۰۸)		
۵۸۴۰	۸۱- التکویر (۲۹)	۷۵۹	(۶: ۹۶)	۱۷۵	۷۵۴	(۹: ۱۰۸)		
۵۸۵۹	۸۲- الانفطار (۱۹)	۶۱۴۱	۹۷- القدر (۵)	۶۲۳۱	۷۵۵	(۱۰: ۱۰۸)		
۵۸۹۵	۸۳- التطفیف (۳۶)	۶۱۴۹	۹۸- البینة (۸)	۶۲۳۷	۷۵۶	(۱۱: ۱۰۸)		
۵۹۲۰	۸۴- الاشفاق (۲۵)	۶۱۵۷	۹۹- الزلزال (۸)	۶۲۴۷	۷۵۷	(۱۲: ۱۰۸)		
۵۹۴۲	۸۵- البروج (۲۲)	۶۱۶۸	۱۰۰- العذیت (۱۱)	۶۲۵۱	۷۵۸	(۱۳: ۱۰۸)		

بالحمد لله

قرآن مجید کی کل آیات کی تعداد ۶۲۴۷ ہے جن میں سے مندرجہ صدر صابحہ کے پیش ۷۹۷ مکمل یا پارہ ہائے آیات کی تشریح و تفسیر تحریر فرمائی گئی ہے۔ قرآن کا مجموعہ حصہ پہلی جلد میں آجکل ہے۔ عربی فہرست تاجہ میں علی بن ابی القیس قریباً ۹۲۶ آیات آجکی میں لکھا گیا ہے۔ حصہ کتاب میں ہی کتاب الہی کے ساتویں حصے کی تشریح ہو چکی ہے۔

وَأَرْسَلْنَا إِلَيْكَ لَتِّكَاتِكُمُ الْمَلَائِكَةَ وَلَهُمْ عِلْمٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

البلغ المبين

اعنى المقالة

الافتتاحية

البلغة العربية من كتاب تل كن الذى صنفه باللغة الهندية
المفتقر الى الله الرحيم الرحمن محمد عن اية الله خان المشرقي الهندي بن عطا محمد خان
بن كمال الدين خان المغفور

في مجلدات عشر للبيان القرآن العظيم وتشريع حكمته وقانونه وعلمه
بل تشريع ما شرع الله فيه للناس من الدين العملي الذى جاء به كل الانبياء عليهم السلام
المعول عليه لفلاح الانام المرجوع اليه لاصلاح القوام صواعق الدين القولي الشرعي النظري الذى
اشاع به علماء الاسلام الذى يصرف عن سبل السلام

وقد بلغت فيها المسلمين المعاصرين المستضعفين الهالكين

بلا عا اختيارا

في سياهم ومما هم و اوضحتم طريقا يهديهم الى اليقاء ويدخلهم في ذمة الاحكام قبل ان ياتيهم العذاب

فانه قال

وَجَزَاءُ عَلَىٰ ذِي ذُنُوبٍ أَسَاءَتِهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ الْكَلْبَةِ وَالسَّعِيرُ

سنة ١٢٤٠ هـ

طبعت هذه المقالة بواسطة الشيخ محمد عبد العزيز

بمطبعة دار الكتب في دار الشريعة في القاهرة

تهدية

الى

الله

عز وجل

فاطر السموات والارض واحكم الحاكمين

رب انى قد جئتك بشئ غريب

مما آتيتنى من لدنك وقلبى وجل ان الله انا الذى آتيتك

بالمريات به احد وقلبى وجل انى راجع اليك ليوم لا ريب فيه

فستلنى عما فعلت فتقبل منى واصلى لى فى تدبرى وثبت به فؤادى

واجعل افدة من الناس تهوى اليه فيعلموا الله الحق منك فتخبث لك قلوبهم

رب واصلى المسلمين واهد هم بنورك فى هذا كما اصلحتهم وهديتهم من قبل

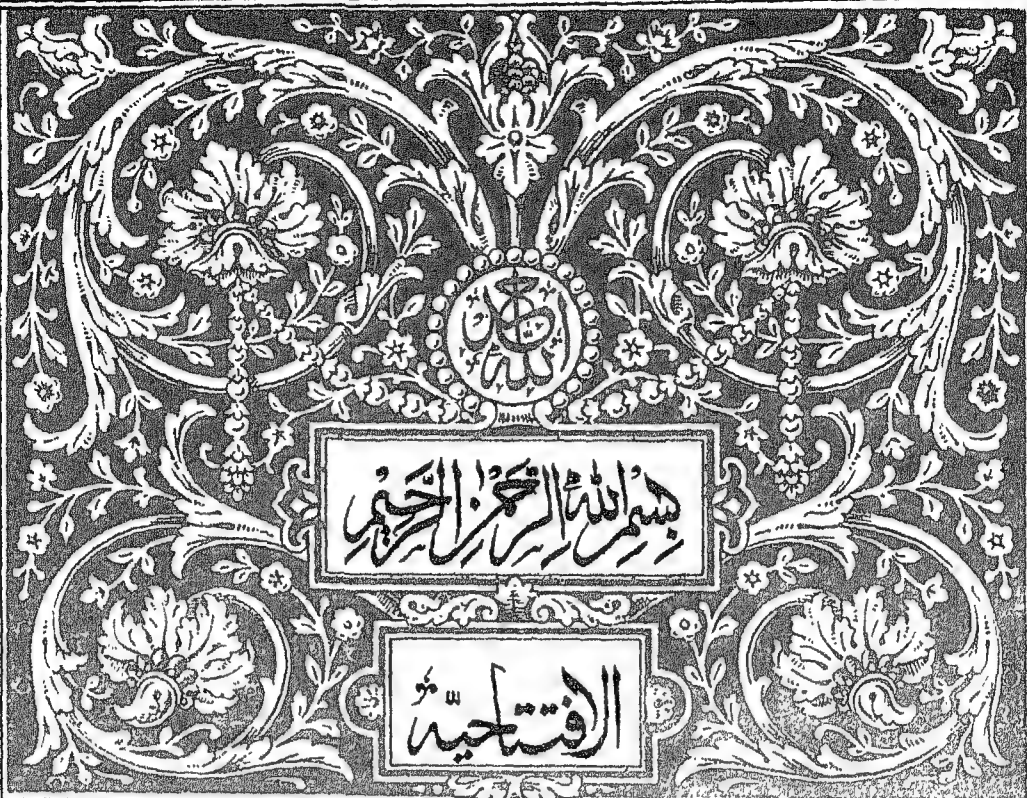
فانهم قوم لا يعلمون رب اخبرتنى انهم لها كون من قريب فانيتهم

بنبي اعظم من نور رب فالف بينهم وجمع شملهم واهد هم

الصراط المستقيم صراط الذين

انعم عليهم

غير المغضوب عليهم ولا الضالين



الحمد لله العظيم * البارئ الفاطر الذي فطر السموات والارض في احسن تنظيم * القادر
المقدر السميع البصير الذي جعل الشمس والقمر بحسبان * وسخر ما في الارض لنفع الانسان *
حمد له مقدم على كل امر جامع لهم به الاعضاء والاذهان * واستعانته حرق الاثام والآ
في لعنة البغي والعصيان * للملك حقاً فما يخلق الا ليطاع * ومن اطاع فاجرة لا يضاع *
منة من مننه ان خلق الانسان * ذا السمع والبصر والفرقان * فجعله مكين المكان * و
قومه على مخلوق الزمان * وفضله مع ضعف جسمه على سائر الحيوان * ذوات القرن و
الاسنان * ثم حمّله في البر والبحر * وجعله خليفة الجبل والقمر * والسهل والصخر *
وقدر له حظاً من الغلبة والامر * فلما كشف الغطاء * وبرزت الاشياء والاسماء *
اعترف الانسان بان عليه نصيباً من دون الحكم والمجال من الطاعة والامتثال باسم
ربه شديد الحال * والحاكم المتعال * فسبحان الحق الذي لا يموت * وبه المملوكوت
الذي اسس بنيان التدوين * تدوين الدين المستقيم * بل تكوين الكون العظيم *

على الحكم والتسليم * والتنظيم والتنظيم * وعسر التعبد ويسر الامارة * وحلاوة الحكمة
 وفز الطاعة * الذي جعل مع كل يسر عسرا * ومع كل حلاوة قسرا * الملك العادل
 الذي يحكم بين الناس عند التحالف والجدل * ويزن بقسطاس العدل * سواء عليه
 البيض والستود * والنصارى واليهود * والمسلم والهنود * وسائر المخلوق والمولود * الذي
 لا يبدل لكلماته * ولا يصرّف لآياته * ولن تجد تبديلا لحكمه وعادته * وخويلا
 لامره وسنته * فتبارك الذي يطاع ولا يطيع * ويمال اليه ولا يميل * من لا غاية
 لقوته وسلطانه * ولا حد لجلاله وبرهانه * مرجع الانام بين رفعه وخفض * ومصر
 الاقوام بين بسطه وقبض * من هلك من حكمه فقد هلك عن بيته * ومن سلم سلم من
 اصول مسلمة * ملك الكون والفساد * وهالك كل باغ وعاد * بارئ الموت والحيات * و
 الخبير بها هوات * الذي من اطاعه رفع درجاته * ومن عصاه فقد لاقى مباته *
 احمد لاقى لا اجد لاحد مثما من دونه ملجا ومجيرا * ولا وليا ولا نصيرا * بشديد
 العقاب * ولي الظول والعذاب * المعز لمن اهتدى * والمذل لمن اعتدى * الله
 يرزق ويبلب ويرفع ويخفض ويقبض ويبسط ويسئل ويحيب لمن اتقى واطفى
 بقدر حساب * احمد لاقى اخاف عذاب يوم عظيم للائمة التي عصيت عن امره * وبنت
 عن طاعته فقد لم يكن لها من مآب * احمد لاقى هدى الانسان صراطه * والله حياته
 ومماته * وجعل له سمعه وبصره وفؤاده * وبين له فطرته وعادته * نعم على هذا
 انزل عليه الكتب * الكتب الذي جاء به النبي العربي خاتما لانبيا الى يوم الحساب *
 القول الفصيل الذي جُمع فيه دوح من امره تعالى ولب الالباب * وسر السموات والارض
 وسر الشباب * وسؤال البقاء والجواب * وعقدة فريضة الانسان في الدنيا وحلها

بالصواب ❦ وحكاية الثواب والعذاب ❦ الذي تمت كلمته صدقاً وعدلاً . يصدق
 ما جرى وما يجري نظراً وعملاً ❦ لا يخفى لا يأنه والغاظه . ولا يحاسب على وجوبه جوازاً
 احمد لانه قد اكمل دينه واتم برهانه . ورضى للانسان ما احسن له ❦ فلا حجة لنا اليهم . و
 لا هي بقطة من النوم لاحد من القوم . فان القول قد وقع . والحكم قد جب وفرض .
 فاما الرحمة والثواب . او المسكنة والعذاب ❦ فالحمد لله جل البرهان . عظيم السلطان
 الرحيم الرحمن . الذي علمنا القرآن ❦ تساق به الاقوام . الى المعاد والمرام . والتمكن
 القيام . والنسق والنظام . وسائر الافعال والاکرام ❦ من اتبعه عملاً واسلم وجهه
 لاحكامه معناه واصلاً فجزاؤهم جنت الارض تجري من تحتها الانهار ❦ وفي الآخرة
 الجنة الخلد التي يرثها الاخيار والابرار ❦ ومن انكره فعلاً دون القول واللسان واصبر على
 معصية فاحله الله دار البوار ❦ سلبهم ما كان لهم من ملك وفضل في الدنيا وطردهم من
 الجنة بالاستحقاق ❦ فمن اسلم سلم . ومن ابتغى دون ذلك وجهاً عدم وانهدم ❦ وهذا
 هو الأصل من اصول الدين ❦ الذين امنتين الذي جاء في الكتب المبين ❦ وما ارسل
 الله به ختم المرسلين ❦ وصراط ربك المستقيم يحق اليقين ❦ يجتمع فيه فلاح الدنيا و
 الدين . ويشترى به يسر الحكومة بعسر التسليم . وطاعة من في الارض بطاعة العلي
 العظيم . ونعمة الدنيا والعقبى بالصراط المستقيم . وجنت الارض والجنة المقيمة على
 رضوان الله ولقاء احكم الحكامين ❦ فاطر الشمس والجوهر ❦ ومالك ما ينزله بقدر معلوم
 يستله من في السموات ومن في الضمين ومن في الروم ❦ فسبحن ربنا رب العالمين ❦
 والصلوة والسلام على محمد ختم الانبياء وسيد العالمين . واما المختارين المتقين
 واعظم المقتنين الذي ائنا بقرآن عظيم . وهدى قومه الصراط المستقيم . و

نجاة من الكرب الاليم * وجعلهم من ورثة جنت النعيم * ومكنهم في الارض تمكن المقيم
وبدل ضعفهم قوة وخوفهم بمقام امين * أعد للظالمين المسلمين * الذين يتبعون
علماء ومعنا ما انزل الله من الدين * ويقولون به نستعين * ويمسكون ويصحبون معتصمين
بالجبل المتين * ويفعلون ما فعل النبي الكريم * عليه التحية والتسليم * الذي ثنى عليه
العزيز العليم * اصله لانه اعظم الناس واعلمهم * واکرمهم عند الله وانقمهم * البطل
الجليل الذي فعل في هذه الدنيا ما لم يفعل حد اصلا * وسلك سبيل ربه طوعا وذللا *
فبعثه ربه مقاماً جلالاً * وجهاً في الدنيا وما ثوراً * وفي الآخرة ماجوراً ومشكوراً * فالحمد
لمن لا شريك له في الحكم والامر * والسلام على من لا مثيل له في الطاعة والعمل * الله الغالب
على امره جل وعلا * وعلى النبي البائع في امره المجتبي والمصطفى * صلى الله تعالى عليه وآله
واصحابه اجمعين * الى يوم الدين * ﴿﴾

واصل على سائر الانبياء الكرام والاشقياء العظام * من دون النبي العربي سيد
الانام * الذين شرعوا في اصلاح العوام * وابتدوا بتعليم الانام كالانعام * اشرقت به الظلمت
وظهرت علينا الصلوات البقيات * وبدت لنا السيئات المهلكات * واكتشفت لنا طريقة
الحيات والسمات * الذين اصبحوا واحسنوا شاهدين مبشرين ومنذرين وبينوا لنا ما هوات *
اعلى الله مقامهم رفيع الدرجات * لا افترق بين احد منهم وبين سيدنا محمد لا تم كانوا من
عباد الله المخلصين * ورسالة المصلحين * وخدامه المسلمين المكرمين * اجلة الخلق ائمة
العصر * عبادة ذوي الايد والبصائر * الذين لم يبلغ مقامهم احد من العوام * من العلماء
الطبعيين * والحكماء المهندسين * والكبراء السالفين * حتى الفضلاء المتكبرون المعاصرون
الذين يظنون انهم بينوا اول مرة حقائق الاشياء * وكشفوا الغطاء * والقواعظ الردا * و

جلباب السر والحفا ❦ فلا اقسماً فاق النجوم * ❦ وإنه لقسم لو تعلمون عظيم (٢١٥) * ان الانبياء قد
 يتنوافي عهودهم ما لم يبين احداً قط في هذا الزمان * من ظائف الانسان * ونتاج البغي والطغيان
 وتعبد ما خلا الرحمن * وعبادة الاوثان والاصنام * واصول بقاء الاقوام * واسباب فناء
 الامم * واسلحة اصلاح الشيم ❦ فالحق ان علم الاشياء الذي دونه الطبيعيون وغيرهم
 من الحكماء في زماننا هذا ليس بشئ ولا يقابل بالعلم الجليل الذي جاء به الانبياء
 في عهدهم ❦ علمهم قد احاط بعلم حكماءنا الحاضرة * واحتوى على اخبارهم الجارية * بل
 سبق علمنا على ما نحن عليه اسباقاً تامّة * لانهم ايضا اصرّوا في عصورهم على تحصيل علم
 حقائق الاشياء * وتدوين خواص الاجزاء والاعضاء * من دون اصول الفناء والبقاء * و
 اوضحوا للناس سياسة المدن والعمران من دون علم فرائض الانسان ❦ فاصلى عليهم صلوة
 الرجل المتخير * واحمدهم بحسين المرء المتشكر ❦ لانهم اصالحوا بالارضنا وجاءوا ببدء مرضنا
 حين لم تكن الارض مشرقة بانوار العالم * ولم يطلع احد على سرائر البدن والجسم ❦ ادام الله
 اثر اصلاحهم في الدنيا واصلم الله امر فلا حهم في العقبي صلواتنا وسلامنا عليهم اجمعين *
 مختصين لهم الدين ❦

ولاشك في ان هذه الانبياء الكرام والهاديين العظام جاءوا من ربهم حين
 جاء واكتب واحد * جامع الاصول والعقائد * وشارح الحقائق والفرائض *
 الدين الذي اشاعوا به في الارض وشرعوا للناس لا بد من كون بناءه على اساس احد *
 جامع الناس لا فارق * ولا بد من كونه مبنياً على كلمة سواء بين البدن والخصر و
 الجحيم والعرب والشرق والغرب وساكن الجزيرة ومكين البر * مشتركا لكل ما يحتاج
 الانسان من تشريع النفع والضرر * مفضلاً لما ينبغي له لبقاء نسله وتقوية جماعته

وكان في قوله تعالى وَمَا تَنْفِرُوا فِي الْأَرْضِ يَحْدُ مَا جَاءَهُمْ الْعِلْمُ نِعْمًا بَيْنَهُمْ (١٣٢) وقوله هَذَا اخْتَلَفُوا الْأَرْضَ يَحْدُ مَا جَاءَهُمْ الْعِلْمُ نِعْمًا بَيْنَهُمْ (١٣٥) في إحداهما كتابا واحد
 في قوله تعالى وَمَا تَنْفِرُوا فِي الْأَرْضِ يَحْدُ مَا جَاءَهُمْ الْعِلْمُ نِعْمًا بَيْنَهُمْ (١٣٢) في إحداهما كتابا واحد
 في قوله تعالى وَمَا تَنْفِرُوا فِي الْأَرْضِ يَحْدُ مَا جَاءَهُمْ الْعِلْمُ نِعْمًا بَيْنَهُمْ (١٣٢) في إحداهما كتابا واحد

فَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۚ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ
 رَبَّ الْأَرْبَابِ * جَامِعَ الْأَشْتَاتِ وَالْأَحْزَابِ * فَمِنْ ذَلِكَ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي
 النَّاسِ (٢١: ٢٣) * مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ * الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ (٢١: ٢٤-٢٥) *
 وَكُنْتُ كَلِمَةً رَبِّكَ لَا مَلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (١١: ١١٩) * اشْكُوا فَيَفْشَرُوا فُلَاتِ
 حِينَ مَنَاصِ * فَيَا مَعْشَرَ الرِّجَالِ! هَلْ لَكُمْ مِنْ حِيلَةٍ عَنْ هَذَا الْجِدَالِ * وَمَنْ مَقَرَّ عَنْ هَذَا
 التَّخَالُفِ وَالْقِتَالِ * وَتَحُولَكُمْ حَالًا عَنْ حَالِ * وَالْقَاءِ أَنْفُسَكُمْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَالزَّوَالِ *
 هَلْ لَكُمْ مِنْ مَجَالٍ عَنْ أَنْ تَنْبِيُوا مَرَّةً أُخْرَى إِلَى رَبِّكُمْ شَدِيدَ الْحَالِ * وَمَنْ مَحِيصٌ عَنْ أَنْ تَوْبُوا إِلَيْهِ
 وَاجْمَعُوا أَنْفُسَكُمْ عَلَى دِينِ رَبِّكُمْ مِنْ دُونِ أَدْيَانِكُمْ الشَّيْءُ صَاحِبُ الْحَوْلِ وَالْجَلَالِ * وَإِنْ نَسْتَمْسِكُوا
 كُلَّكُمْ بِالنَّكَرِ الْوَاحِدِ الَّذِي أَحْظَعْنَا عَنْ التَّحْرِيفِ وَالزَّوَالِ * بِالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ * وَالْفِرْقَانِ
 الْحَمِيدِ * وَكِتَابِ اللَّهِ الْحَكِيمِ الرَّشِيدِ * لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلُ مِمَّنْ
 حَكِيمٌ حَمِيدٌ (٢١: ٢٢) * فَيَا أَيُّهَا النَّاسُ! هَلْ لَكُمْ مِنْ كِتَابٍ غَيْرِهِ تَخُوضُوا فِيهِ وَفَتَنُوا بِهِ وَتُورُوا
 فَعَلِمُوا بِالْيَقِينِ مَا يَشَاءُ رَبُّكُمْ بِكُمْ * وَمَا يَرِيدُ بِقُوفِكُمْ * وَمَا مَشِئْتُهُ * وَمَا الْقَانُونُ الَّذِي يَحْكُمُ بِهِ *
 وَمَا وَظِيفَتُكُمْ فِي الدُّنْيَا * وَمَا بِالْكَفَى الْعَقْبَى * هَلْ مِنْ صَحِيفَةٍ عِنْدَكُمْ مِنْ دُونِ الْقُرْآنِ
 فَتُخْرِجُوهَا لِنَا تَبَيَّنَ لَكُمْ بِلَفْظِهِ وَبَعَيْنِهِ مَا ذَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا فَنَعْلَمُهُ فَإِنَّ الصَّخْفَ الْقَدِيمَ وَ
 الْكِتَابَ الْمُقَدَّسَةَ كُلَّهَا قَدْ تَرَجَمَتْ مِنْ لِسَانٍ إِلَى لِسَانٍ * وَبُدِّلَتْ حَالًا عَنْ حَالٍ * وَغَدِرَتْ مَعْنَى
 عَنْ مَعْنَى * حَتَّى مَسَحَهَا النَّاسُ كُلُّهَا * وَغَابَ أَصْلُهَا * وَغَوَرَتْ حَقِيقَتُهَا وَوَحْيُهَا * وَتَبَدَّلَتْ صَوْتُهَا
 مَعَ أَمْرِهَا وَنَهْيِهَا * فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا مَا فَهَمَ بَعْضُ الرِّجَالِ عِنْدَ التَّرْجُمَةِ مِنْ مَطَالِبِهَا وَمَقَاصِدِ أَمُورِهَا
 الْمُهَيَّمَةِ الَّتِي يَتَّبِعُونَ رَتَبَاتِهَا فِيهَا * فَلَا يَجَالُ لَنَا أَنْ نَدَّيْهَا إِلَّا أَنْ مَا عَنِ اللَّهِ بِنُصُوصِهَا وَالْفَاظِهَا * وَمَا
 مَحَلُّهَا وَمَقَامُهَا * بَلْ مَا حَلَّهَا وَحَرَّمَهَا * فَتَعَالَوْا إِلَى الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ! وَخُوضُوا فِيهِ خَوْضَ

البصير العليم. وتدبروه واحرثوه بل تجتسوه بوساطة العلم الجديد الذي يكشف عنكم
الظن ويهديكم الى صراط مستقيم * ويجمع بينكم ويرفعكم ويوحّدكم على اختلافكم الاليم*
فاعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرّقوا (١٠٢: ٣) واستمسكوا بعبادة الرب من دون عبادة الطائفت
الذي يغري بينكم العداوة والبغضاء * والله يريد ان يجمع بينكم ويحفظكم منه ومن شره
ولو شاء الله لجعلكم امة واحدة (٩٣: ١٧) * وانتم تشاءون ان تضلوا وتقتلوا انفسكم*
ولكن يضل من يشاء ويهدي من يشاء (٩٣: ١٧) * كل حزب بما لديهم فرحون (٥٣: ٢٣) *
ولتشاكلن عما كنتم تعملون (٩٣: ١٧)

واصل على السلف من المسلمين المؤمنين الصالحين * الذين اتبعوا الانبياء الكبار
بحد امكانهم عملاً ومعنى واتبعوهم بعين اليقين * الذين صدقوا ولم يكذبوا ولم يستهزؤوا
بالدين المتين * وانتوا مدة قيامهم في الارض طائعين * وداموا ماداموا في الارض
خالين * واستأجروا القوم هم العزة والعظمة واستداموها في الآخرون * وتخلقوا باخلاق
الله العزيز العظيم * صاحب العزة والعظمة الذي يرث السموات والارض ولا يشرك في
حكمه احداً (٢٦: ١٨) من العالمين * ولو كان فيهما آلهة الا الله لفسدنا (٢٢: ٢١) باليقين *
فاطاعوا فوجدوا اجرهم عند ربهم وقالوا الحمد لله الذي صدقنا وعده واورثنا الارض نبؤا
من الجنة حيث نشاء فنعم اجر العمّالين (٤٣: ٣٩) * فسلام على المتقين * الذين لم يغادروا
من الارض قطعاً ولا ملكاً ولا صعيداً ولا جزاً ولا جبلاً ولا سهلاً ولا بئراً ولا بحراً ولا
ما فوق البر وما تحت البحر وما في جوف السماء وما في جوف الارض الا كانوا عليها
قايضين * وما يكونها بحكم خليفة الله في الارض وعلى ارض ممّن خلق الانسان منها ومن

* قد صلل الشارحون ضللاً بعيداً في شرح هذه الآية الشهيرة فبشرت معناه بهذا التوكيد على لفظ الله - اعني الله يشاء ان يجمع بينكم ويوحّدكم وانتم لا تشاءون هذه الوحدة
ديماً بينكم فانه لا بد اخل مشيئته في مشيئتهم واطلقتكم لبعثكم ويشل عن اعمالكم - فيترجمون هذه الآية انه تعالى لا يرضى لعباده الاشياء ولا فلول بل يرضى ان يكون
الناس امة واحدة لا تفرق في الارض - * سياتي تفسير ما الاتقاء على صفحة ١٠٠ - الحزب من هذه الاقنانية نبأ امده وعلى صفحة ٤٤ تحت الماتن من كتاب التلويح
نبأ امده - فيبين لكون المتقين الذين يرضون الارض في لغة القرآن *

طين * ويقولون رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا (١٩٠:٣) وخلق الله السموات والأرض بالحق (١٣٩:٢٩)
 فاجعل لنا خاصة كل ما خلقت بالحق في الدنيا وفي يوم الدين * وابعثنا فيها على مقام أمين *
 ولا تترك لأحد سوانا في هذه الأرض يملك من قشر التين * ولا تشرك في حكمنا أحدًا مما لا يكون
 من المفسدين * واصلاح الأرض لنا واللباقين * وطهر الأرض من الكافرين * الذين
 مثل عملهم كرماد اشتدت به الرحمة في يوم عاصف لا يقدرُونَ بما كسبوا على شيء (١٨:١٣)
 ويفسدون في الأرض ولا يصلحون * والذين يؤمنون بالباطل من نعمة الله هم يكفرون
 (٤٢:١١) * والذين يعرفون نعمت الله ثم ينكرونها وأكثرهم الكفرون (٨٣:١١) * وإلهنا
 الصراط المستقيم صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين (٥:١٥)
 الضالين الذين آمنوا بالباطل وكفروا بالله أولئك هم الخاسرون (٥٢:٢٩) * واعرضوا عن
 الحق وصاروا من الآخرين * ومن كان في هذه أعمى فهو في الآخرة (٤٢:١٤) من العلمين *
 من المغضوبين الضالين * فسلام على النعمين المتطوعين * وربما يود الذين كفروا والقوا
 كانوا مسلمين (٢:١٥) اعلم الظالمين الوارثين • الذين يرثون الفردوس يرثون الأرض بتمكين
 المهيمن • على رغم العادين والعالمين * ولا يهنأ ولا تحزنوا وأنتم الأعلون (١٣٨:١٣) *
 ويامعشر الخلفين المتشعنين المتفرقين الحاضرين! المتعارفين في زماننا هذا بالمسلمين
 المؤمنين * الذين يزعمون أنهم يتبعون السلف من الصالحين * وأنتم على أنارهم لهتدون •
 ويظنون أنهم أبناء الله وأنهم هم المقربون الحاضرون من دون العالمين * المغضوبين الضالين *
 قد فسدت أمور دنياكم وخربت دياركم وهلكت عظمتكم وجلالكم وفقدت أموالكم و
 ضاحت بلادكم وذهب الله بنوركم وهلك بكم واهلككم فلم يبق منكم إلا حكايتكم • ودنى
 أمركم من البوار والترك من الزوال • صرتم في الدنيا كالعضو المتعطل • وفي التاديب كالحلق للكل

فلا حركة بحسبكم من الموت والنوم * ولا سماع لصريحكم اليوم * ازعم انكم تتبعون الاسلاف والنجباء
وتقلدوهم * وقد تشابهوا المؤمنين الذين خلوا من قبلكم * وقد جاءنا اخبارهم واحوالهم * و
اعمالهم وانفعالهم في التاريخ وصلاحيته بالهم * وما كان في هذه الدنيا لهم * وما كان عندهم
من العلم والتور ومن معرفة الآراء الصائبة التي دفعوا بها مضرة الاعداء وخلصوا بها مملكتهم
والممالك * والمصائب الثواب * وما استصحبوا نوابها لرفع مقامهم في الدنيا نفاس المدن عظيم
الممالك * وما استملكو في هذه الارض من عجائب القلعة وغرائب الطبيعة للاستنفاع و
التجارة * وما طبخوا في الارض طبل لمن المالك اليوم * وما كان فيهم من العصبية و
حماية القوم * من الطاعة والعمل والجهد دون القول والتظرف * وتصديق ايمانهم
بالامثال بالامر * لا بالتاويل والمكر * واتيانهم الله بقلب سليم * وخوفهم من نار الحكيم *
وجهادهم في الله حق جهادة * واحتصاهمهم بالله حدا مكانه * وتعبد لهم ربه بقلب فرح * و
تشبيتهم منه ان الله ما جعل عليهم في الدين من حرج * ومسايقتهم بانعامات ربهم وتقلد
الى الخيرات * ومسايرتهم الى ما هوات * واضطرابهم لتحصيل الدرجات * يسئلى نورهم بين
ايدى يومهم (١٢: ٥٤) وتتبعهم عروس السلطنة تبعكم عبيدكم والاموات * فاعبدوها الا اشياء على الكفار
رسماء بينهم (٢٩: ٢٨) * ولو انفق ما في الارض جميعا ما بلغت بين قلوبهم ولكن الله الف بينهم
(٩٣: ٨) * فيا ايها المسلمون المرسمون المعاصرون! هل انتم الاعلون وهل انتم مؤمنون *
فما الاشرار الذين بينكم وبين المتقدمين المقدمين * لا انتم ما كانوا عليه ولا انتم لها سابقون *
ولا انتم مقدمون في الارض بل انتم ساكنون * بل الى الزوال لراجعون * ولا تشارعون الا
الى العذاب المهين * والشيقون الشيقون * اولئك المقربون (١٠: ١١) * واولئك هم المؤمنون *

م. اي على كونه مشكلا لا تتم كانوا يفعلون ما امرهم الله بالثبوت من انفسهم ولا يرضوا الله وهذا ما عفى الله بقوله وما جعل عليكم في الدين من حرج و
ولينظر القارى الى صفحة ١١ من كتاب التذكرة رخصت المتن تصديق طرفة المعاني *
* الشيقون في لغة القرآن الذين يسعون في الارض سعيا بليغا ليسبقوا ويسبقوا النعماء مات ربهم *

وانتم لا تسبقون فستسبقون * قد قبحت امور دنياكم فانتم في الآخرة ايضا من المقبوحين * و
ضللتم عن الصراط فانتم منه عمون * بل لا تستطيعون * ونسيتم ما كنتم عليه فسيحكم الله
فكنتم من النسيين * وعصيتهم فعصى الله عنكم وقد قال لكم كان حقا علينا نصر المؤمنين ٥
(٣٤: ٣٥) * فالتخذتم مكر الاعتقاد والالفاظ والنظريات والا قوال دون ايمان الافعال
والاعمال والاشكال * وصرت من المؤمنين، النظرية، المعتقدين، * والمسلمين اللفاظين
القوليين * فشرعتم في تاويل حديث ربكم الى ما شئتم * وتسهيل دينكم عن حجج واشكال * و
نشر يحه من حال الى حال * وتركتم كل ما كان فيه من اشكال العمل ويطي الحاصل * واتخذتم
حكمكم بكم سخرى * ودينكم لهوا ولعبا * وبدلتموه قولا ومعنا * وكبرتم صغائر الامور وصغرتم
كبارها عمدا ومكرا * وجعلتم تنوعوا في دينكم تؤمنون ببعض لكم في كفر ون ببعض (١٥: ٢)
تقولون بافواهكم تؤمن به كلاما * واخذتم بجهلهم قراطيس تبدل بها وتحفون كثيرا (٩٢: ٢) منه
كاليهود اتخذوا انفسكم فعلا وعلا * فيا ايها الذين زعمتم انكم امنتم لم تقولون بافواهكم واليسر
في قلوبكم ولم تقولون مالا تفعلون كبر مقتا عند الله ان تقولوا مالا تفعلون (٣٠: ٢١) *
فمكرتم ومكر الله والله خير الماكرين (٥١: ٣) * قد مكر الذين من قبلهم فاني الله بنياهم من القواعد
فشر عليهم السقف من فوقهم واتهم العذاب من حيث لا يشعرون (٢٦: ١٦) * انحسبتم ان تتركوا
ان تقولوا امنا وانتم لا تفتنون * ولقد فتن الله الذين من قبلكم فليعلمن الله الذين صدقوا
وليعلمن الكذابين (٣١: ٢٩) * ومن الناس من يقول امنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين *
(٨: ٢) * ام حسبكم ان تدخلوا الجنة ولما يعلم الله الذين جاهدوا وامنكم ويعلم الضالين (١٣: ١٣) *
فانتم لا تصبرون على مصيبتكم بل تبصرون * ولا تجهدون بل تنجون * وتنظرون و

٥ الاشارة الى قوله تعالى احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا امنا وهم لا يفتنون * ولقد فتنا الذين من قبلهم فليعلمن الله الذين صدقوا وليعلمن
الكذابين (٣٠: ٢٩) فالحق ان الايمان بالقول ليس بشئ عند الله وسيأتي تشرجه في الصفحات الالتمية *
٦ هذا هو القول الفيصل الذي يصدر منه ان القول من دون العمل ليس بشئ عند الله *

تقولون ولا تفعلون * مستشهدين بنهاية مكركم على أن القرآن نهكم عن هذه الدنيا و
 الاعتناء بها وزخارفها وانتم تريدون الآخرة فهل لكم من خلاق في الآخرة ان كنتم فهمنا من
 الاخسرين * وقد اختلفتم هذا الكذب حين الدنيا لم تردكم * ودينكم المحرف لم يزدكم * حين
 بدل الله مكانكم الحسنة السيئة * ولم يغفر لنوبكم * فجعلتم القرآن عضدين * ومترقمة
 كل مترق وجعلتموه احاديث المكر والرياء تحرفون الكلم عن مواضعه لتسكين شهواتكم وانتم
 تراءون الناس تقسمون * فقطعتم امركم بينكم ربوا كل حزب بما لديهم فرحون (٥٣: ٢٣) *
 فيما مالت الدنيا الى الاولين؟ * وبها شغفوها شغف المتطلبين؟ * وبما لانت لهم فتغشوها
 تغشى العاشقين؟ * ولما ارسل الرسول بالهدى دين اليقين؟ * ليظهره على الدين
 كله ولو كره المشركون (٩١: ٣٣) * فلما القتال بالسيف مع الكافرين؟ * ولما
 الجهاد بالمال والانفس * ولما الهجرة * ولما الصوم والصلاة * ولما الحج والزكاة * ولما التلقين
 بالاتحاد والصلح * وبطاعة اولى الامر منكم * وبالاختصاص بالله * ولما انتهى عن عبادة الطاغوت
 والامر بما وصاكم به الله منوها لعلكم تعقلون * فهل هذا الا ليغلبكم وليظهركم على عداء الدين *
 ولما اسوة خلفاءكم الراشدين * وسلاطينكم الاولين * وشهداءكم المجاهدين * وجنودكم
 السائحين * التي انتم في الغار يخفقرون * الا ليصلحوا بالكم في الدنيا ولتكونوا من الذين
 لا خوف عليهم ولا هم يحزنون * ولئلا تكونوا من الخسرين * في الحيوٰة الدنيا وتكونوا في الآخرة
 من المكرمين * فهل سخر لكم كل الدين * وكل آيات الكتاب المبين * وما انتم بها من
 المكلفين * وبقي لكم ما بقي من كلمة الشهادة * ولحي ^{السيعة} مشرعة * وعما تم متطوعة * وانتظار
 الجنة فانتظروا التي معكم من المنتظرين * افلهم البنات ولكم البنون؟ * ولكم الجنة بغير اذى

١. اعني ان جعلوا لمسلمي القرن الاول نصيبا سببا من الجهد العنصر لعل يجعلون لانفسكم الشرح ايمان الاقوال وهذا ما عزا الله بقوله ويجعلون لله البنات سبحة. وهم
 كما يشهدون. واذا شئنا جعلهم بالانبياء كل منتهى مسودا وهو العظيم (٥٤: ١١) يعني يجعلون له حطانا قصفا من السهم العوا بالمال غيرها ولا نفسهم حطانا مخطا
 وطوبى لهؤلاء ما يفعل المسلمون في زماننا هذا صارفين عن دينهم.

ولهم قرح ما داموا في الارض وما لا يطاق به وخسران مبين * قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ
 أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا *
 أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا تُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا * ذَلِكَ
 جَزَاءُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا * (١١٨: ١١٦-١١٣) * فلم تذكرون مكر الشعلب عبثًا *
 وتقولون ما نبأ الدنيا نقراً * أفليس الله بأحكم الحاكمين في هذه الدنيا من دون يوم الدين *
 وهل يعدن بكم أحداً من دونه بهذا العذاب المهين * فلم تحذرون دينكم ولا تصلحون * وتقطعون
 القرآن فتقطعون ﴿﴾

يا حربي المسلمين! ويا رحمة المتشككين! المستضعفين في الارض العالين! قد قال الله
 لكم فاتقوا الله وأصلحوا ذات بينكم واطيعوا الله ورسوله إِنَّ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ مَا فِيكُمْ
 رِثْمًا أَمْوَالُهُمْ نُونٌ (خَوْفٌ) فَاصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١١٠: ٣٩﴾ * فهل انتم تصلحون
 بين اخويكم وهل انتم مؤمنون * وهل انتم في السالك منسلكون * اوفي الاخوة شاملون *
 هل فيكم من النظم والنسق ووحدة الامة والطاعة والمواخاة والموانسة والمعاونة وخوف
 العذاب وطهر الثواب ورهب الفساد ورغب الصلاح فتكونوا من المؤمنين * هل انتم تطيعون
 اولى الامر منكم وتردون نزامكم الى الله ان تنازعتم في شئ والله يامركم به ان كنتم تؤمنون ﴿٥٩: ١٢﴾ *
 بل هل لكم الامير والجماعة * هل لكم من امير او امير او اماراة * بل هل من امر من شئ ومن
 جمع من شئ * ومن نظم * ومن صورة * تقذفون في الارض كالاناء المكسور * وتنشرون
 كالهباء المنثور * فكيف لا يؤخذكم الله ولا يحاسبكم بما ان كنتم من المفسدين * ايعمالكم كركاد

﴿ فبعد من هذه الايات الله من خاب سعيه وجبط عمله ولم يقدر بما كسب على شئ في هذه الدنيا فهم الذين كفروا وهم الذين لا يجدون في الآخرة الا الخسران
 فالنصرة والفتح والغلبة هي الاعلام لفرارهم من الآخرة عند الله والذين يحسبون انهم يحسنون صنعا على ضعفهم خوفاً من الاعلاء ولا يجدون ان يغلبوا في الارض
 فهم يكدون انفسهم كبداً عظيماً وهم الذين يكفرون بالله حقاً كما قال الله عز وجل قُلْ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِنَّمَا كُنْتُمْ مَعَهُ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُبِينٍ
 يَتَكَبَّرُونَ عَلَيْهِ شَيْءٌ أُولَئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ الْبَاطِلُونَ ﴿١٨: ١١٣﴾ (كراماً) وفي الصفحة ١١٣-١١٢ من هذه الاذنية (النظم والنسق) العمل يحصل للقلبة هي يا باون يا باجان وما
 ينافي الكفر فقد تبيَّن في الاشارة الى قوله تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ قُلْ إِنَّمَا نُرِيدُ أَنْ نَمُنَ بِمَا نُنَادِي بِكُمْ أَنْ تَمُنُوا بِمَا نُنَادِي بِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُفْهَمُونَ
 إِنَّ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَذَلِكُمْ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٥: ١٢﴾ +

الاختلاف في الدين ان كنتم صدقين * وقد قال الله لكم ان اقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه كبر
 على المشركين ما تدعوهم اليه (١٣: ٣٢) فان المشركين لا يزالون مختلفين * وقد قال الله لكم
 ان لا تكونوا من المشركين فمن الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا كل حزب بما لديهم فرحون (١٣: ٣٣) *
 فقد كبر عليكم الاتحاد ورضيتم بالشت والافتراق وشرعتم في التباين والشفاق * وروتم على البغي
 والتفاق * بعد ان اصبحت بنعمتيه اخوانا * فهل لكم من محيص عن ان اصبحت بالحق من المشركين *
 فلذلك ظهر الله بعذابه وفار التثورا * وتزخرت البحى * وزلزلت الانهار من غيظه وغضبه *
 وجاشت بحره غيرته وعزته * ففيل للارض اطردى وللسماء اسقطى على هذا القوم لا تم المشركين
 الكفارا * فاما الملكة ينزلون في كل مكان يضربون وجوهنا والادبار * لا تك صرتم مرة اخرى
 على شفا حفرة من نار * وصرت في ذلك الاسفل من النار * واتخذتم اليهم رهبا نكم والخبار *
 واخياركم والابرار * واتخذتم اربابا لكم شياطين الانس الاشار * واتبعتم طواغيتكم الذين
 اتوكم من بين ايديكم ومن خلفكم وعن ايمانكم وعن شمائلكم ليعذبوكم عن الله القادر الجبار * وانتم
 تظنون انهم اغنياء عنكم لا تم كانوا يكتون ويحجون انفسهم في بطون حجراتهم مسجون ومصلين
 بالاستغفار * معشر الجن الذين استكروا كل واحد منهم من الانس ليقطعوكم ويضعفوكم ففشلوا
 وتذ هب ليحكم وليحكم دار البوار * فيا للعذاب! ويا للعار! اليوم تعدون بشرككم الشرك
 الذي لا يغفر الله لاحد من الناس يغفر من دون ذلك لمن يشاء لانه رحيم غفار * يؤاخذكم
 بشرككم الظالم العظيم الذي من لبس ايمانه به فلا امن لهم في الدنيا ولا قرار * ومن دونها
 جهنم وبئس القرار * ءفاز باب متفرق قوله الله الو اهل القران (١٣: ١١) * فحربون تضربون تضربون

في الاشارة الى قوله عز وجل فاذا كبرنا ونفخت الله على كل قوم كذبا عند ربك فالت بين قلوبهم فاصبغتم بنعمتيه اخوانا * وكنتم على شفا حفرة من النار
 فانكفرت بجهنم ان لا يبين الله لكم ايها لكم تهتدون (١٣: ١٢) - والى قوله ان المتفرقين في الدرك الاسفل من النار ومن جبالهم نصيبا
 (١٣: ١٣) * ولذلك سناهم الجن في القران * فالذين يهلون الناس بامرهم هم الجن في لغته * وكبراء الخلق هم الجنة لا تم (البقرة تالي من غيلا)
 في الاشارة الى قوله تعالى بمعشر الجن قد استكرواكم من الارض (١٣: ١٤) * في الاشارة الى قوله تعالى ينجى لا لشرك بل لله ان الشرك الظالم العظيم (١٣: ١٥)
 والى قوله الذين آمنوا ولم يلبسوا ايمانا لهم يظهروا انكم لا تم منهم تهتدون (١٣: ١٦) *

وجتررون وتقذرون ونطرون في غمرات الموت والمليكة باسطوا ايديهم لتؤمكم اخرجوا انفسكم
 اليوم بخرى ون عذاب الهون بما كنتم تقولون على الله غير الحق وكنتم عن آياته تستكبرون * (٩٢: ١٧)
 فلا يفتي عليكم فموتوا ولا يخفف عنكم العذاب لانكم اصررت على ما كنتم تفعلون * فلا اصلي
 عليكم اليوم ولا استغفر لكم فان استغفر لكم سبعين مرة فلن يغفر الله لكم ولا انتم حريون به و
 الله لا يهدي لقوم المشركين * فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا جزاء بما كانوا يكسبون * (٨٢: ١٩)
 احسب الذين كفروا ان يتخذوا عبادي من دوني اولياء انا اعتدنا جهنم للكافرين ثوابا * (١٠٢: ١٨)
 وانا جعلنا الشياطين اولياء للذين لا يؤمنون * (١٢٤: ١٠) فمثلكم كمثل الكلب ان يحمل عليه يهت
 اوت تر كى يلهت * (١٢٦: ١٠) لا تحتمون اصلا ما يفعل الله بكم * وعبادة اولو باس يلكد نكم ينعاكم
 ترهقكم ذلة ما لكم من الله من عاصم كما غشيت وجوهكم قطعاً من الليل مظلماً ذلك مثل القوم
 الذين لبسوا ايمانهم بظلم وصاروا من المشركين * فهل لكم من محيص عن جنودكم اليوم التي
 كنتم تكفرون بها وكنتم بها تستهزون * وهل انتم خارجين من هذه النار ولو انتم تشتهون *
 وهل لكم من مستغاث مما كنتم تعبدون * فافئ شركاءي الذين كنتم تزعمون * (٩٢: ٢٨) انتم
 باصفياءكم واولياءكم الذين كنتم تظنون بهم ظنوناً وحيثكم وشياطينكم الذين كانوا يوحون اليكم
 لتطيعوهم فليستجيبوا لكم ويشاوروا فيكم ويشفعوا لكم عند ربكم ويقربوكم الى الله ويقولوا ربنا
 لا تؤاخذ هذه الامة فانهم عبادنا وانا نحن من عبادك الصالحين * لا تهلكهم بما فعل الصالحون
 منا وما فعلنا الا لنقر بهم اليك ولنصلح بين اخواننا وليبتغوا اليك وسيلة منا فان تعد بهم
 فعذبنا واعف عنهم فانهم عبادك وان تغفر لهم نكن من الشكرين * فالיום ادعهم بزيبركم

(البقية من الصفحة ١٥) يجتنبون انفسهم من الناس كذبتهم هذا هم وسادتهم وكل القرآن يشهد على ان الله عني بالجن هذا القوم وانباء ترون تجدون
 هذين الصديقين من الناس احد يطيعون واخر يعصون من فائدة الناس اخر يتبعون من عاصيتهم * قال ادل ستاهم الله اجبت والاخر ستاهم لا نزل ذلك
 تعالى فيهم اذ كنوا الذين اتبعوا امة لا تقطعت بهم الا سباب وقال الذين اتبعوا الا ان لنا كفرة فنتخذهم كما نريد وامنا كل ذلك يوم الله انما هم
 حسان عليهم وقاهم بخارجين من القارة (١٢٤: ١٧) وفي موضع اخر قال يوم يفتيهم ربهم في انهم كانوا عباداً لله واخذنا الرضوخة وقالوا ربنا انا انما كنا عباداً
 وكبراً ما فاضلونا الشبهة ربنا انهم وضعف من العذاب والعنفم لعلكم ترون (١٢٣: ١٧-١٨) وليظهر القاري على صفحة ٩٤ - الحرس هذه الافات في النص في الآية

شهيقكم وابكوا بدموع فائضة على خراب بلادكم وفساد احوالكم وذهاب اموالكم واشكوا
اليهم ضعف قوتكم وقلت حيلتكم وفقدان حكمكم وفساد امركم في الدنيا فليستجيبوا لكم
وليخلصوكم من هذه المصيبة ان كانوا قادرين * فلا يستجيبون لكم الا انهم يكفرون بعبادتكم
كلا ويقولون ما كنتم ايانا تعبدون (٢٨: ١٥) * ولم نقل لكم ان تعبدوا ان عبدتم وما نحن
بما خوذنا بهما فعل الجاهلون * وما انتم الا انكم تكفرون بعبادتهم وتقولون ما نعبدهم
بل نقيمهم ديناً ومسلماً ان الله جعلهم حُفَظِينَ عَلَيْنَا وَهَادِيِينَ لَنَا وَمَا اخْتَلَفْنَا بِلِ سِتْحَمِ
دِينِنَا وَلِنَسْتَقِمَّ اِلَى اسْلَامِنَا وَلِنَدْخُلَ الْجَنَّةَ مَسْتَسْكِينَ بِاِذْنِ اَوْلِيَاءِنَا وَلَعَلَّ اللَّهَ يَفْتَحُ
اَبْوَابَ السَّمَاءِ لَنَا وَكُلَّ هَذَا اجاز الله لنا وما اختلف اُفْتِنَا اَلرَّحْمَةُ لَنَا فَمَا نَعْبُدُ اِلَّا اللَّهَ
لَا شَرَكَ بِهِ فِي الْقَوْلِ شَيْئاً وَمَا نَحْنُ اِلَّا مِنَ الْمَوْحِدِينَ * فلن يقبل منكم هذا المكر
فانكم تعبدونهم بالحق عملاً ومعناً وتتخذونهم ارباباً والهة وتفعلون ما يأمرونكم من
ما يأمركم الله فما الله بغافل عن عبادتكم وما الله بغافل عما تعملون (٩٨: ٣) * فوالله لا تفتح
لكم ابواب السماء ولا تدخلون الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط فانكم كذلك بآيات الله
استكبرتم عنها * وذلك جزاء الجحrim * وسعيت في آيات الله مُعْجِزِينَ * معاندين عليها بينكم
مستضعفين بعضكم بعضاً مظاهرين ومعاونين على الاثم والعدوان والشئت الا ليم
وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ اُولَئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ (١٢٨: ٣٣) * افلم يقل ربكم لكم
وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (١١٣: ٣٣) *
فلا حجة لكم اليوم فانكم اشرتم فقرقتم وظلمتم انفسكم فضربت عليكم الذلة والسكينة

هذه اما اختراع المسلمين من احاديث نبينا صلعم ولا شك في الله من اشترى الاحاديث فان المسلمين يعرضون به ويستشهدون منه في ما ناطقوا به وادعوا
شبهوا نظير البه ولا يخافون ان لا يفرقوا ولا يشترى هؤلاء الذين يدعونهم ويحكمهم *

والاشارة الى قوله تعالى (الَّذِينَ كَانُوا يَاسْتَكْبِرُونَ) اعني لا تعجزوا لهم ابواب السماء ولا تدخلون الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط
وكذلك يخبر الجحيمية لهم من جهنم هؤلاء الذين فرقهم بخرابهم وكذا انك تجزي الظالمين (٤١: ٢١-٢٢) *

والله اعلم ان جهاه ان الله تعالى عز وجل لا يعجزونكم ولا يضعفوا بعضكم بعضاً ١٢

وبئس بغضب من الله فتوبوا إلى باريكم فاقتلوا أنفسكم * ذاكم خير لكم لو كنتم تعلمون *
وان لم تفعلوا فاعلموا ان عذاب الآخرة هو أشق من هذا العذاب واقفوا النار التي أعدت
للمشركين * وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً (١١٨: ١١) ووجدكم بوحدة الههم و
بتوحدة الناس يشاءون ان يفرقوا بالنشر والعبادة الجن ولذلك لا يزالون مختلفين
(١١٨: ١١) * فما يشاء الناس اصلا ما يشاء الله بهم (الامن زحم ربك) (١١٩: ١١) وما خلق الله الجن
والانس الا لعبادة فيكونوا امة واحدة بتعبده وعبادته ولذا لك خلقهم (١١٩: ١١) * فما
الاتحاد الا فطرة الله التي فطر الناس عليها لو كنتم تعلمون * فالطاغوت
لا يزال يغري بينهم العداوة والبغضاء ويزيد الاشتات والافتراق بين احزابهم و
شياطين الانس من الاشرار والجنه لا يزالون يستكثرون من الناس ليصلحوا بال
انفسهم في الدنيا ولخبر بوجههم ويقطعوهم فيكونوا على شفا حفرة من النار وتكتمت كلمة
ربك لا مخلص جهنم من الجنة والناس جميعين * (١١٩: ١١) ﴿﴾

يا معشر المتوحدين ويا محفل المبحدين المنتشرين! الموحدون في القول والمشركون
في العمل برب العلمين * اعلم انكم لا تعبدون الا الله ولا تشركون به شيئا ولا يتخذ
احد منكم اربابا من دون الله * فقفوا اثبت لكم انكم بالحق من المشركين * لا شك
في اقراركم يا فواهم بالله وبتوحيد ودعوتكم ليلاً ونهاراً باسمائه * وتكرار صفاته في
صلواتكم كرامة وميزة * ولا شك في مكرخوفكم من كلمات الكفر المضرة * وفي شهادتكم بالسنتكم
على كونه تعالى واحداً وفي اعترافكم لساناً بكونه شاهداً وحاضراً وناظراً * ولكن اشك في
ما انتم تعملون * لا قول لنا في اقوالكم ولا حجة لنا في مانصف السنتكم وافواهم وما

﴿ الاشارة الى قوله تعالى واذ قال موسى يقوم بغيرهم انكم ظلمتم انفسكم بالاجناد لكم العجل فتوبوا الى باريكم فاقتلوا انفسكم ذاكم خير لكم عند باريكم فاقاب
عليكم ذاكم انه هو القواب الرحيم (٥٢: ٢) ومعنى فتوبوا الى باريكم فاقتلوا انفسكم هو ان لم تفعلوا وان لم تفعلوا فاقتلوا انفسكم * وقد يترتب ههنا معنى هذه الآية الشهيرة
انما اصل الناس واحد في تشرجه معانيها فيصلا منها ان الله خلق الجن (اي كبراء الطاق) والانس (اي العامة من الناس) للاتحاد والمصالحة لا للتفرق والتخريب *

يظهر من كلامكم واقوالكم ولكن انبتوني بما في قلوبكم ان كنتم من الصادقين *
اشرحوا صدوركم وبيتوا الى ما انتم في القلب مستترون * فما هذه التماثيل التي انتم لها
عاكفون (٥٢: ٢١) * وما الاوثان التي انتم في صدوركم مزيتون * تشنون صدوركم
لتخفوها متاوانتم في الحق لمبزون ما تريدون ان تسروا في قلوبكم ما كبرين * فما هذا
الحب لاولادكم التي انتم بها تعتنون * وما شغفكم بينكم وبناتكم وما وثن حُبكم
هذا الى اموالكم وانفسكم وصنم تفشيتكم ازواجكم وعشيرتكم والله رغبتكم الى الآباء
وامهاتكم وما هذا الولع بالمال والاشتغال بالنساء والرجال عن الرب المتعال * و
استيثاركم على ربكم نفاس الاشياء ومعظم الاموال وما وثن حُبكم للقناطر المقنطرة
من الذهب الفضة والخيل المستومة والانعام والحريث (١٣١: ٣) واقطاع الارض ونفاس
الطير * وما صنم اشتهاكم الى الاطعمة اللذيذة * والله اشياكم النفيسة * ووثن شهواتكم
المرضية * وجعل هواكم النفيسة * ومالات حُبكم الحياة الدنيا * وضوء عشقكم بالاعمال العاجلة
ويغوث بخلكم بالمال * وود شغفكم بالجمال * وهبل جيفة الدنيا * وعزى العزة السابعة
الاخرى * والآخر من اصنام الملائكة الملائع ما سواها ونسنتني * فلا تغدوا لخصي * فلا
تنبتوني بما انتم تعبدون في قلوبكم ولكن بيتوا الى ما انتم لا تعبدون * من و الله الهكم الحق اليقين *
افحبتكم بالاموال لرب العالمين * وبلا اولاد لآلاء الدين المتين * وبالشهوات
لا ابتغاء وجه العزيز الحكيم * وبلا هوا لوصول رضوانه العلي العظيم * انطيعونه كما
تطيعون اولادكم الاقربين * في الشفاء وحين يمرضون * اما انتم تجاهدون في الله
كجهادكم في البنين * وسعيكم لاولى الارحام الاخرين * بالليل والنهار مبينين مصبين *
افلا تعبدون حكماكم المكرمين النعمين * وتدعونهم رغبا ورهبا لهم خشعين * وتعرضون

عليهم صفاتكم سجدًا كالبحر من المبحوحين • مد هشين مستغفرين من الذل في الاصفاد
مقرنين * الذين بعث الله عليكم ليعذبكم وليكونوا من المذمرين * عبادك اولو باس شديد
اعلهم الله ليقطعون دابركم ويخربوا دياركم وبلادكم والباقيين * فقد ف الله في قلوبكم
الرجب منهم فانتم بهم عابدين * مستمسكين بهم ولولا تشنهون * افا نتم تخشون كافر
خشيتكم منهم وتعبدونه معشاد ما تعبدنهم والله احق ان تخشوه ان كنتم مؤمنين (٩: ١٣)
فبشر المنافقين بان لهم عذابا اليما * الذين يتخذون الكافرين اولياء من دون المؤمنين *
ايبتغون عندهم العزة فان العزة لله جميعا (١٣٨: ١٣٩) * الذين يتخذون من دون الله الهة
ليكونوا لهم عزاء (١١٩: ٨١) * كلا يقطعون دابركم ويقطعون اسبابكم ويكونون عليكم ضدا
ا فانتم تؤمنون بالله وتحبونه ام تحبون حكماكم المعبودين * واولادكم الخذلان * واهواءكم و
اموالكم وانفسكم الاغرة ونساءكم وابناءكم الماكرمين * وقد قال الله لكم يا ايها الذين امنوا
ان من ازواجكم واولادكم عدوا لكم فاحذروهم (٦٣: ١٣١) واعلموا انتم اموالكم واولادكم
فتنة وان الله عنده اجر عظيم (٨: ٢٨) * فما شغفكم بهذه وبالاصنام الباقيين من ثلثمائة
وستين اوزيرين التي انتم في كعبة قلوبكم مضيقون * وبها ادعاءكم بالايمان بعد هذا التزيين
فالذين امنوا اسلموا حبلا لله (٢: ١٦٥) ولا يدخلون في جوف قلوبهم احدا من العالمين * ومن الناس
من يتخذ من دون الله اندادا يحبونهم كحب الله (٢: ١٦٥) فما هذه الاوثان والارباب الا نملدكم
باليقين * من دون الله اله العالمين * الله واحد لا اله الا هو لثلاثون للناس حجة بعد العذاب
ان كانوا غافلين * رب السموات والارض احكم الحاكمين * ولو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا
فسبحن الله رب العرش عما يصفون (٢٢: ٢٢) * فاتخذتم الهة من دونه فافسد الله امركم في الدنيا
وجعل عالمكم سافلكم ودمرا هلككم حقا عليه يفسد المفسدين * وقضى الله على شريب بالكم

في العقبي انه انقم الثاقمين * فلا تشركوا بالله ان الشراك لظلم عظيم * (١٣: ٣١) * وانه
 لعلم الفساد المقيم * ودليل على العذاب الاليم * وانه لحسرة على الظالمين * يستدجم
 من حيث لا يعلمون * يفرقهم ويقطعهم فما يشتغل احدا بالاله صرعا عن الباقيين * و
 بمنزقهم كل ممزق فينخطفهم الناس عن كل مكان امين * ومن يشرك بالله فكأنما خر من
 السماء فخطفه الظير أو تهوى به الریح في مكان سحيق (٣١: ٢٢) فلا عدوان الا على الظالمين .
 * (١٩: ٢٢) * والذين آمنوا ولم يلجسوا اليها نهم بظلم اولئك لهم الامن وهم مهتدون * (١٣: ٦) *
 فيا ايها المشركون الظالمون المعاصرون ! انتم بالتوحيد تدعون * وانتم على الله مفترون *
 وعلى اسلافكم قتلون * افليس الله بعالم باسرارهم وما يعلنون * اما هو يخبر بما تبدون * ما انتم
 تكتمون * أولا هو يحول بين المرء وقلبه ويعلم ما في قلوبكم وما تظهرون * افليس الله باعلم
 العالمين * واحكم الحاكمين * وامكر الماكرين * فتقولون بافواهكم ما ليس في قلوبكم
 وتصف السننكم الكذب تشهد على ايمانكم وتوحيدكم ايدايكم وارجلكم شهادة على ما في
 صدوركم من الهتكم التي انتم لها تتبجدون * والتي انتم بها مكلفون * فانكم تفعلون ما يأمرونكم
 لئلا ونهايهم وما انتم بفاعلين ما يأمركم رب العالمين * فيحسرق على المسلمين ! عبدة الاصنام
 المعاصرين * ما تاتيهم من شهادة شرهم الا كانوا بها كافرين * ويقولون انما نحن نعبده ولا نشرك
 به شيئا ونحن على ذلك من الشاهدين * ما قولنا والسنننا وصلواتنا وكلما تناوحنا وعماثنا
 الهنا اله واحد وما نحن بما خدنا بل بما نفعل بل بما نقول من كلمات الكفر وما نحن
 في الله قائلون * بل الله كلفنا بالقول وقال لنبينه قل هو الله احد (١: ١١٢) فما نحن بصارفين
 عما جاء في الكتب المبين * فالיום طأركم معكم وتشهد على ايمانكم احوالكم السيئة فلم
 يعد بكم الله بذنوبكم ان كنتم من الموحدين المؤمنين * الله ولي الذين آمنوا يخرجهم

(٢٥٤:٢) من ظلمت الخوف والحزن الى نور الغلبة والامن الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون الذين امنوا وكانوا يتقون لهم البشرى في الحياة الدنيا وفي الآخرة لا تبديل للحكمة الله ذلك هو الفوز العظيم (٢٥٤:١٠) * فلهم في الدنيا ما يشاءون وما يشتهون * وما يشرككم في هذه الحياة ايها القائلون الجاهلون ! الا ان تخذلون وتعدون بالعذاب الاليم * فاقولوا ليس بشئ عندكم لا تكلم تقولون ما لا تفعلون * وما الشراك الا في العمل وما يريد الله منكم من شئ الا ان لا تسلموا وجوهكم لغير ان كنتم اياه تفترون * وقد قال الله وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون (٢٥٤:٥) * فما العبادة الا ان تفعلوا ما انتم به تؤمرون * وان لا تطيعوا من دونه شيئا ولا تصفوه ولا تشركوا به ما لم ينزل به من سلطان مبين * وان كان الشراك سيجوكم للآوثان المحجزة خاصة من دون سائر الالهة فما غلظكم الله عن اهل انكم ولذ انكم وشبهوا انكم التي تشغلكم عن ربكم ولقال لنبيي اتق الحجارة واتخذ من دونهما ما شئت سكينه لقلبات لان الحجارة هي المعبودون الذين يغضونني اشد غيظا فلا تشرك بي حجرا ولا بعبادهم تكفرون * وان لم يكسر سولكم في عهده وثنا من اوثان قلوبكم الباطنة سوى الاصنام المحجزة الظاهرة من ثلثمائة وستين التي كانت تخدع في جوف الكعبة وان كان هذا مبلغ سعيه ومعظم دينه وشد جهاده في الاسلام فوالله لا اجدر هذه الحكاية المهمة في الكتب المبين * بل اوثانكم معكم وفي قلوبكم وتجيئكم عن ايمانكم وعن ايساركم لترغبكم عن ربكم وتنهكم عن طاعة عباد الله وخوفه وتمنعكم عن كل ما يصلح بالكم وما يوحى بكم ويقوىكم فلذلك منعكم الله عن الشراك وهذه ما كسر سولكم في عهده كسرة تامة لو كنتم تعلمون * افترعمون انكم تعبدون ربكم بصلواتكم والحق انكم لا تعبدون الا انفسكم ولا تخلمون * فوالله ما اشتغل الهنود باصنامهم الظاهرة المحجزة قط مثل ما تشغلكم اصنامكم الباطنة المفرقة ووالله ما هم بمشركين في عبادتهم الاحجار

* اي الله حشر في طينة الجن والانس وجبلتهم ان يشعروا ثوابه تعالى فان يعصوا عنه يعذبهم ويهلكهم - ولينظر القائل الى كتاب التثنية ص ١٨٨ للتشريح بها *

معشار ما انتم تشركون * فما التبعيد الا بالعمل وما العبادة الا بخدمة المولى وما الخدمة الا
 بطاعته وما الطاعة الا الاعتناء بما امر الامرون * وما صلواتكم من عبادة وصومكم من
 طاعة وركعتكم من صدقة او حجاجكم من خدمة حتى تسلموا وجوهكم لله كافة وقاطبة و
 تجاهدوا فيه حتى جهاده وتقدوا به حتى قدره وتفعلوا به اقل ما انتم تفعلون بحكامكم
 المحبوبين المعززين * واولادكم الاقربين * وطواغيتكم المعبوتين * واولئكم الخلق بدين
 وشبهوا انكم المعززة * واهل اكم المكتمة * فهل انتم تصرون على عصيانكم من بعد ما
 جاءكم البينة * فاتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة (٢٥:١٨) * واعلموا ان
 الله يحول بين المرء وقلبه (٢٢:٨) * ويجول بينكم وقلوبكم المستنكرة * واعلموا انه عزيز
 ذوالنقه * فيا ايها المسلمو القوالون! ايكفيكم ان تقولوا واحدا بافواهكم وتحنن وامرجونه
 اربابا بعد ارباب لتعبدوه هم عملا وتجاهدوا فيهم ثم تسئلوا الله عليه حق هذه الخدمة *
 واجر هذه العبادة * والجنة الآخرة * وجنات الارض المحضرة * ايليق بكم ان تسألوه
 من اجر على ما انتم تفعلون * فنبثوني بمالك او مولى يؤدى اجر عبد اليه ويشئى عليه و
 يضعف له اجره والعبد لا يزال يخدم جاره ويعبد عذرة ويسجد لخصمه ومع هذا لا يزال
 يشهد على كونه واحدا بلسانه ليلًا ونهارًا وانبثوني بمالك رضى عن عبد او وقله حسابه
 مع عصيانه وطغيانه لان العبد ستمه واحدا او قال له احدا بلسانه كرامة بعد مدة
 فهل يجب عليه من اجر او يلزمه من حق بهذا القول والتكرار ان كنتم صدقين * بل هل
 انتم موفون عهدهم كم او مؤدون اجر كم لخادمكم الذى يستمى بكم احدا ولا يفعل شيئا تأثمرون *
 فلن تجد التجارة رابحة مثل هذه فى هذا الدنيا ولو حرصت كل الحرص فاعترفوا بانكم
 بالحق من المشركين * وان قلوبكم تشهد على مكركم وانتم الاعلون بما مكر الماكرون * وان

الله يعد بنا شركنا في الدنيا وإن نحن آمن المعضوبين الضالين * من الذين ختم الله على
 قلوبهم وعلى سمعهم وعلى أبصارهم غشاوة ولهم عذاب عظيم (١٠٣) * ذلك بأنهم استحبوا
 الحياة الدنيا على الآخرة وأن الله لا يهدي القوم الكافرين (١٠٤) * أولئك الذين طبع الله
 على قلوبهم وسمعهم وأبصارهم أولئك هم الغفلون (١٠٥) * ومن الناس من يقول
 آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين (١٠٦) * يخادعون الله والذين آمنوا وما يخدعون
 إلا أنفسهم وما يشعرون (١٠٧) * أفترى من اتخذ الهة موله وأضله الله على علمه
 وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله أفلا تذكرون (١٠٨) *
 فتوبوا إلى الله توبة نصوحا (١٠٩) وطهروا أنفسكم من رجس الشيطان * ومحضوا قلوبكم من
 الاوثان * وابنوا في صدركم بناء مشيدا للرحمن * حنفاء لله غير مشركين به (١١٠) احكام من
 الاصنام فيا ايها الذين آمنوا على أنفسهم لا تقبطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب
 جميعا (١١١) * هو الغفور الرحيم (١١٢) * آييبوا إلى ربكم وأسلموا له من قبل أن يأتيكم
 العذاب ثم لا تنصرون (١١٣) * وما أموالكم ولا أولادكم بالتي تقرّبكم عندنا نالقي إلا من
 آمن وعمل صالحا فاولئك لهم جزاء الضعفاء بما عملوا وهم في الغرابت آمنون (١١٤) * فيا ايها
 الذين آمنوا ان امنوا بواو الي الله توبة نصوحا عسى يكف عنكم سيئاتكم ويؤيد خلكم
 جنت تجري من تحتها الأنهار (١١٥) التي اخرجكم منها وذلك هو الفوز العظيم * ولا تهنوا ولا
 تحزنوا وانتم الا غلون ان كنتم مؤمنين (١١٦) *

يا حزب المعد بين ويا معشر الظالمين ! الشركين بالحق رب العالمين ! ان كان اباؤكم وابناؤكم
 وارحواؤكم وازواجكم وعشيرتكم واموالكم اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومساكنكم

هم فيصد رمن الخوض في هذه الآيات (١١٦) (١١٥) (١١٤) (١١٣) (١١٢) (١١١) (١١٠) (١٠٩) (١٠٨) (١٠٧) (١٠٦) (١٠٥) (١٠٤) (١٠٣) الله من استحب الحياة الدنيا على الآخرة فهم الذين طبع الله على
 قلوبهم وعلى سمعهم وعلى أبصارهم غشاوة لا يفهمون ما عاقبة هذه الأعمال العاجلة في الدنيا وشهدوا القرآن على أنفسهم هم الكفرة من الغافلون
 بقوله تعالى وأن الله لا يهدي القوم الكافرين (١٠٤) وقوله وأولئك هم الغفلون (١٠٥) (١٠٨) -

تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجَهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرْتَضَوْنَهَا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۖ وَاللَّهُ
 لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٣٩﴾ * وقد قال لكم إن لا تختبن و آباءكم و اخوانكم أولياء إن
 استحبوا الكفر على الإيمان وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَمِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٤٠﴾ * المشركون و
 فاعلوا الظلم العظيم * فالتحقنتم بالحياة الدنيا الهكم فذهب الله بدينكم وجعلتم أنفسكم
 فيها تختبنون الهمة من الأرض وسعيتكم تفسد الأمور الله ففسد الله أمركم ودينكم وهو بالقوة
 المتين * وعلوتم في الأرض تقولون هُنَّ ابْنَتُ اللَّهِ وَاجْتَاوَهُ (١٨:٥) وَلَنْ تَمْسَنَا النَّارُ لَا أَيُّهَا
 مَعْدُودَةٌ (٨٠:٢) فبعث الله عليكم عبدًا له أولى بأس شديد فجاسوا خلل ياركم حاكمين * و
 غزوا في عقر داركم جاثمين * فتحكمتهم فصرتم من الحكومين * وعصيتهم ركبتم فصمت الأرض
 عنكم وعن باقين * فضأقت عليكم الأرض بما رحبت (٢٥:٩) وشنت عليكم الغارات وصارت
 غرضًا يرمى في العرصات وعبادة أولو بأس يخرجونكم من دار إلى دار وظهر الفساد في بركم وبكم
 بما كسبت أيديكم لين يقم بعض الذي علمتم لعلكم ترجعون * فاصبرتم على معصيتكم وتنازعتم
 وتعاجزتم بينكم وتواكلتم وتخاذلتم فذهب الله بدينكم وشغلتكم أموالكم واهلوكم من
 دون الله ورسولكم شغلًا تامًا وكثرت فيكم الأحداث والذنوب وازددتم كفرًا وظلمًا و
 فسقًا وشركًا فَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَهُمْ لَآءٍ مَقْطُوعٌ مُصْبِحِينَ (٩٧:١٥) فلم
 يبق من بلادكم قطعًا أو ملكًا إلا وكلها بقوم ليسوا بهم بكافرين * هَلْ يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ
 (٣٥:٣٧) * وَهَلْ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ (٣٤:١٧) * كُفِرْتُمْ فَأَخَذَ اللَّهُ فِئْرًا فِي الْأَرْضِ
 فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ (٣٢:١٣) * فَقُطِعَ دَابِرُ
 الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (٣٥:١٧) * فَيَا مَنْ يَعَذُّونَ وَلَا يَصْلَحُونَ وَيَا مَنْ
 اتَّهَمَ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ! الذُّنُوبُ مَحْبُوبَةٌ عَجُوزٌ عَاقِرٌ طَلِيقَةُ اللِّسَانِ حَسَنَاءُ الْوَجْهِ الَّتِي

تنكر بعلاجه دينا كل يوم ولا تنال تدلل ببيعها وتجنل له كل ما يشاء ويستهي لنفسه حتى
 تضعف قواه واعضائه وتوهن امره فتتركه او تطرده ولا تلد لزوجها الا الخزي والخسران في
 العاقبة ولا تدوم وتصاب بالامن انكرها وامهلها ومن اخل بها ولم يد عينيه اليها بل
 نظر من طرف خفي الى حليها وغض طرفه عن زخارفها وزينتها فلا تدنو هذه العقير الا ممن
 ابعدها ولا يعبدها ومن دنا منها فتنقصيه ومن مال اليها فترغب عنه **وَمَا الْحَيَوةُ الدُّنْيَا إِلَّا**
مَتَاعُ الْغُرُورِ (٥٤: ١٦) * وهذا سر رحمتها وتسخيرها وتعشفها بكم وفي ذلك فليتنسم التوسمون *
 ولذلك قال الله **وَمَنْ كَانَ يُرِيدْ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ** (١١: ١٣) ولذلك
 قال **مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ جْعَلْنَا لَهُ فِيهَا مَبْتَلًا لِمَنْ يُرِيدُ شَمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ** (١١: ١٤) وذلك
 جزاء الكافرين . الذين يريدون الدنيا فالدنيا تطردهم في النار دائرين . والذين يعبدونها
 فتبعدهم خاسئين * وقد قال الله **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ** (٥١: ٥٦) ومن يعبد
 يوثقه الارض **إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقِينَ** (٢٨: ١٤) * فسلام على المتقين .
 الذين يرثون الارض لا يزالون امة واحدة وبرتهم يتقون . والذين لا يشركون به شيئا في العمل
 ويطهرون قلوبهم من رجس الاوثان ويقولون ادبنا الهنا الله واحد به نستعين . والذين
 يجاهدون اعدائهم بالسيف باموالهم وانفسهم ويهاجرون في سبيله لتقوية قومهم ويهجر
 كل ما يشغلهم من المعبودين . والذين يطيعون اولى الامر منهم ويردون نزاعهم الى الله اماهم
 ان تنازعوا في شئ لئلا يكونوا من المفسدين . ودأما ما داموا في الارض منظمين . وفي السلك
 منسلكين . وفي الآخرة شاطلين * **الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْغَنِيِّ** الذين يخلص الناس عنهم وهم لا يخشون
 احدا الا عذاب احكام الحاكمين * اشداء على الاعداء رحماء بينهم فلا يعدون الا على الظالمين .
 المشركين المتفريقين المستضعفين من الرجال فيختطفونهم خطفة العقاب الشاهين . ويقولون

لا تذرني الاضاحدا من المشركين * وديارا من الكافرين * الا من اتى الله يقلب سليم
 (٢٦: ٨٩) * وسلك صراطه المستقيم * وطاع واسلم وتنظم ونطوع ولم يخش الا الله واتقى
 فتقوى واحسن فاولئك من المفلحين * والذين اذا اصابهم البغي هم ينتصرون * (٣٢: ٣٩)
 والنفون يهديهم اذا عاهدوا * (٢: ١٤٤) * واولئك هم المتقون * (٢: ١٤٤) * بلى من اوفى بعهده واتقى
 فان الله يحب المتقين * (٣: ٥٨) * فلا هم على المتقين الذين لا يزالون شاهدين على الناس
 لربهم وعلى توحيدهم * ومعنا ويتمون مدة حياتهم في اعلاء سنتك العلي العظيم * بلى من اسلم
 وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه * (١٢: ١١١) * فمن اتقى واصلم فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون
 (٣٥: ٣٨) * فيحسرة على المسلمين المعاصرين ! يكاد سنا البرق يخطفهم وكسف من السماء يسقط
 عليهم وهم غافلون * عسى ان ياتي الله بامر وهم في غفلة يعمهون * ويقولون انا وجدنا
 اباؤنا على امة وانا على امة وانا على امة انا هم مقتدون * (٣٣: ٢٣) * واتبعوا الحق الموحدين من دون العالمين
 الذين هم اصحاب النار والنجيم * طمها كانه رؤوس الشياطين * (٣٤: ٧٥) * واذا قيل لهم اتبعوا
 ما انزل الله قالوا بل نتبع ما افينا عليه اباؤنا او لو كان اباؤهم لا يعقلون شيئا ولا يهتدون
 (١٢: ١٤٠) * فانظروا اني معكم من المنتظرين * (٤: ٤١) * وشذوا وراحلكم فانكم من المرحلين * في
 صبح خامسة او اقرب منه باليقين * ومظنتكم النجيم * وحلكم بحفرة من نار ووقها الحجار
 واشراكهم المقلدون * والحمد لله رب العالمين * الرحمن الرحيم * ملك يوم الدين * اياك نعبد
 واياك نستعين * اهدينا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم
 ولا الضالين * (١: ١-٤) *

فيما مؤتمر المسافرين ! ويا فوج المنتهزين ! هل نتم تدعون ان تبدلوا سنة الله في الاضاح
 بمكرهم او ترصده بقولكم مهللين * مكبرين مبسملين وحامدين وجامدين * هل نتم

تسعون ان تغيروا ما بكم بالحدود * او تغيروا عادته بالجزع والفرع * او تحرقوا الارض وتكسروا
السماء كسركم كسرت الشمسوا في الارض مرجين * انتم تهتدون بان تبدلوا هذه الارض بغير الارض سماء
غير السماء وسنة غير سنته تعالى الجارية لتفعلوا فيها ما انتم تشتهون * هل ترون في خلق الرحمن
من تقويث (٣: ٧٤) * وفي الارض من ضعيف * وفي السماء من نقيص وفي سنته من ليسه او تحول
ليلين لكم او يكاديركن اليكم فتصنعوا فيها ما تشاؤون * بل بناها قصرا مشيدا وسقفا محفوظا و
بناء غير محول لا مبدل لعادته وفطرته وحفظها من كل شيطان رجيم (١١: ١٥) * من شيطانيكم
الذين يوحون الى اوليائهم انهم هم القادرون على ان يبدلوا امره وحكمه بدعائهم وشفاعتهم
وهم في هذه الارض لا يملكون من تقوى لا يقدر * ولن تستطيعوا ان تغيروا مقداره حجة خردل
ولو اجتمعتم له انتم ومن في الارض جميعا فلما لا ترجعون * بلى وهو المليك العظيم * والاقار العلى
الحكيم * والبناء المقيم * لا يسئل عتاي فعل (٢٣: ٢١) وانتم تسئلون * فهل تنظرون الا
سنة الاولين * فيسبحوا في الارض وانظروا كيف كان عاقبة المكذبين * واخر المجرمين *
وذلة الكافرين * ان تنتموا يغفر لكم ما قد سلف وان تعودوا فقد مضت سنة الاولين
(٣٨: ١٥) * سنة الكفار المعتدين * عسى ان يكونوا من المقبوحين * فوالله ما انتم بمعجزين
الله في هذه وما كان لكم ان تغيروا عادته ولكم انتم من اللغيرين * او مغيرين بانفسكم
من قبل ان ياتيكم اليقين * فان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم (١١: ١٣) ولا يدرك
احدا حتى دنا امره الى الحين * فاذا جاء اجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون (٣٨: ١٤) *
فتعالوا الى القران العظيم * واجهروا الشرك والكفر هجرا مهجورا فسيقا لا صليب بحميم * و
تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يخن بعضنا
بعضا اربابا فمن دون الله (٢٣: ١٣) فهل انتم مسلمون * فاطر السموات والارض وما بينهما

وخالق ما لا تعلمون * علم الغيب الشهادة (٢٢: ٥٩) فتعالى عما يشركون * وهذا هو الاسلام
 الذى اتس عليه السموات والارض ونظام كل التكوين * وتنظيم الكون المبين * و
 ترتيب كل ما احلهم وافلم في العلمين * فطرت الله الذى فطر الناس عليهم لا تبديل لحق الله
 ذلك الدين القيم ولكن اكثر الناس لا يعلمون (٣٠: ٢٦) * ومن يدع مع الله الها اخر لا يؤمن له
 به فاما حسابه عند ربه انه لا يقبل الكفرون (١١٤: ٢٣) * ومن يتبع غير الاسلام ديناً
 فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخسرين * والله في هذه الدنيا من الاخريين *
 افتدرون ما في هذه الارض الموحد بين المسلمين * وما اجر العاملين الصبرين المؤمنين الفاعلين
 من دون القائلين الكافرين * ان الله يدخل الذين امنوا وعملوا الصالحات جنتهم تجري من
 تحتهما الانهار والذين كفروا يمتنعون ويا كلون كما تاكل الاعنام والنار مشوى لهم (١٣: ٢٤) بما
 كانوا يكفرون * والذين امنوا ايما نزل على محمد وهو الحق من ربهم كفر عنهم سيئاتهم
 اصلهم بالهم (٢: ١٣٤) * والذين كفروا فتعسا لهم واصل انهم بالهم (٨: ١٣٤) * ذلك بان الله
 مولى الذين امنوا وان الكافرين لا هولى لهم (١١: ١٣٤) * فيا ايها المسلمون المعاصرون ! كيف
 تدعون بالايمان وبالايمان على محمل وبالكفر بال الكافرين * ومثل الذين اتخذوا
 من دون الله اولياء كمثل العنكبوت اتخذت بيتاً وان اوهن البيوت لبيت العنكبوت
 لو كانوا يعلمون (٣١: ٢٩) * فيا من يزعمون انهم يحسنون ويصلحون باتخاذهم الاولياء تمنعوا
 في هذه الارض حتى حين * ويا من ضل سعيهم في الدنيا امشوا في الارض مشى قلوبكم
 فريحين * بما هي الية لكم في يوم الدين * وما لكم في الآخرة من النعيم * من فضيل رحمة
 وشراب وفاهة ومن حور عين * تباشر او تمارحوا وتفاخروا بينكم فان لكم نار النعيم * و
 عذاب ربكم المقيم * ومن دون عذابكم في الدنيا عذاب يوم الدين * فان الدين هو

الدُّنْيَا وَإِنَّ الدُّنْيَا هِيَ الدِّينُ * الدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ فَهِيَ تَزْرَعُ وَهِيَ تَجْنُدُ
 عِنْدَ بَعْضِهِمْ غَيْرُ مَعْنُونَ * وَمَاتَقَدَّمُوا لِلْعَدِّ فَهِيَ فِي الْآخِرَةِ يَبِينُ * وَلَعَمْرُ اللَّهِ الْعَمَلِينَ *
 وَبِشْمَا اشْتَرَوْا بِغَفْلَتِهِمُ الْقَاتِلُونَ * فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَى * (٣٧: ٤٩) * وَعَرَضَ
 النَّاسُ عَلَى رَبِّهِمْ صَفًّا صَفًّا * وَإِنِّي حِينَ تَوَفِّيهِمْ حَسَابُهُمْ فِي الْعَقَبَى * وَجَاءَ وَارْتَبَمَ فَرَادَى
 وَقِيلَ لِلنَّاسِ إِنِّي بَمَا فَعَلْتُمْ يَدَاكُ فِي الدُّنْيَا * لَأَنْ لَيْسَ لِلنَّاسِ إِلَّا مَا سَعَى * (٣٩: ٥٣) * وَإِنَّ
 لَهُ نَصِيبًا فِي الْآخِرَةِ مِنْ دُونِ نَصِيبِهِ الْأَدْنَى * وَعَذَابًا مَنْ حَيْثُ الْفَرْدُ عَلَى عَذَابِهِ جَمْعًا *
 وَثَوَابًا مَنْ فَوْقَ ثَوَابِهِ فِي الْأَوَّلَى * وَلِعَذَابِ الْآخِرَةِ أَشَقُّ وَابْقَى * وَثَوَابِ الْعَاقِبَةِ خَيْرٌ
 وَأَشْهَى * فَيَا اسْفَاوْ عَجَبًا ! تَحَيَّرَتِ الْعُقُولُ بِمَا رَأَى * الْقَاتِلُونَ فِي عَذَابِ الْيَمِّ * وَ
 الْعَامِلُونَ فِي الْجَنَّةِ وَالنَّعِيمِ * الْمُوحَّدُونَ فِي نَصْرَةِ الْمُشْرِكِينَ * وَالْمُشْرِكُونَ الْمُبْعَارِفُونَ عَلَى الْأَرْكَانِ مَتَكُونًا
 وَالرَّسُولُ شَهِدٌ عَلَيْهِمْ أَهْمُهُمُ الْمُؤْمِنُونَ * الَّذِي هُوَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ * ادْخُلُوا كَافَّةً أَنْتُمْ كُنْتُمْ
 تَفْعَلُونَ * مَا تَقُولُونَ تَعْمَلُونَ لَا تَنْظُرُونَ * وَكُنْتُمْ أَنْتُمْ تَوْمِنُونَ مَا نَزَلَ عَلَى مُحَمَّدٍ عَمَلًا وَمَعْنَانِ وَالْعَالِينَ *
 وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِيُعْبَدُوا * مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
 (٣٨: ٣٨-٣٩) * إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعُلَمَاءِ الْمُتَوَسِّمِينَ * فَالْقَوْلُ لَيْسَ بِشَيْءٍ عِنْدِي وَ
 لَوْ أَصْطَفَيْتُ الْقَوْلَ لَجَعَلْنَا كُلَّ مَنْ يَقُولُ فِي الْأَرْضِ لَبَيْتُ تَهْمُ سُقْفًا مِنْ فُضَّةٍ وَأَبْوَابًا مِنْ
 ذَهَبٍ وَأَبَارِيقَ مِنْ زَبْرَجَدٍ وَمَا كُنَّا فَعَلِينَ * وَإِنِّي أَنَا اللَّهُ الْعَمَّالُ الْخَالِقُ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ
 ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ * (٤٠: ٣٠) * وَيَذَرُ الْأَرْضَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ
 كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ يَتِمُّ إِلَهُكُمْ * وَالَّذِي يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً * وَيَفْلُقُ الْحَبَّ وَ
 التَّوْبَى * وَيَنْبِتُ الْأَشْيَارَ وَيُرْسِلُ الرِّيَّاحَ يَوْمًا بَعْدَ يَوْمٍ * وَالَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا
 بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ * (٤١: ٣٢) * وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ * (٤٢: ٥) * يَجْرِي الْفَلَاحُ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِ آلِهِ

* الإشارة إلى قوله تعالى وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ * (٤٠: ٣٠) * وَيَذَرُ الْأَرْضَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ * (٤١: ٣٢) * وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ * (٤٢: ٥) * يَجْرِي الْفَلَاحُ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِ آلِهِ * (٤٣: ١٢) *

الْخَلْقِ وَالْأَمْرِ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ * يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ
 فِي شَأْنٍ (٢٩: ٥٥) فكيف أحب العلمين * بل نرى عمل كل عامل في الدنيا وسعيه ونعطيه اجره مقدار
 جهده ووسعه بقدر سعيه إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ * (٢٣: ١٠) * مَنْ
 يَجْعَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ * وَمَنْ يَجْعَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (٢١: ١٦-١٧) * فما أنا بطارد العلمين
 من الجنة وقابل القائلين * هم الذين ما زالوا في الأرض مكرمين اسمي وعاصين عن أمري
 ولم يعلموا من أنا حين دعوني ولم يكن موقني أو يعظوني معشار ما كرموا الهدهم غيري فكيف كرم
 ههنا الظالمين العادين * وَإِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (٢١: ٢٣) فاني أنا الله ذو القُوة
 العزيز العليم * أحب كل صاحب قوة وعزّة وعلم من الناس الذين احسنوا صنعم في
 الدنيا وداموا ماداموا خليف فيها وخليف متى مستخبرين كل ما سخر الله لهم في السماء والأرض
 متفكرين في خلقها وما بينهما شاكرين بما الله من فضله ورحمته حمد شكرهم وقد هم الذين
 احرقوا الأرض وتوسمها ومشوا في مناكبها وفتشوا بترها وبحرها لتعرفوا من أنا ومن اين كل هذه
 وما هي وما هي وما كتبها وكيفها وليشهدوا منافع لهم وليبتغوا من فضله سائحين * جباؤن
 في الأرض قاهرين على من ضعف وكسل ومكرومون من شجعة وبسل متخلقون باخلاقي اخلاقي
 فطرتي وعادتي فاتني أنا الجبار القهار القوي العظيم * ولا أحب المستضعفين الا قليلا الذين
 ضربت عليهم الذلة والمسكنة ينظرون من طرف خفي الى الناس من ذلّ وغنى يسئلون عبادنا
 الحاكما ومفتقرا لا يقدرون على شيء ولا يملكون نقرا الذين يسجدون لكل مالك قويا كان او
 ضعيفا ويعبدونهم يحكمون لفيضا لاصقين بهم من الضعفاء الفقراء لا يحسنون ما بانفسهم من نار
 السقر * نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطْلَعُ عَلَى الْأَقْدَةِ (٢١: ١١-١٢) * فتخرفهم تحرفة متهللة * ترهقهم
 ذلة * وما لهم من الله من عاصم (٢١: ١١) * أعشيت وجوههم قطعاً من الليل مظلماء (٢١: ١١) * و

املئت ثيابهم البالية المسترقعة فوجا من القمل مكملا * ياكُونُ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ (١٢: ٢٤)
 لا تحسبهم الا حزباً من قودة خاسين * لا اجهم ولا آمن عليهم لانهم ما قدرنا وناحق قدرنا و
 ما عرفونا حق معرفتنا وانا الذي جعلت لهم السمع والبصر والا فإداة ليعرفوا ربهم شكرين * فقليل
 ما كانوا يشكرون في الارض وقليلاً ما يشكرون * فلا تشكران لسعيهم اليوم وما هم في حمتنا بداخلين *
 اخرجوا واهبطوا من هذه ان ههنا لكم الحميم * وان جهنم لمحطاة بالكافرين * فيما تزعمن انكم
 احق بالجنة ولستم بجدريين لها وحررين بانعمها لو كنتم تعلمون * فمن يليق بنعمة الجنة الخلد
 الباطنة ان لم يكن له نصيب من نعمة الارض الظاهرة ا فلا تغفلون * ومن كان في هذه اعمى
 فهو في الآخرة اعمى (٢١: ١٤) ومن الضالين * فما الجنة الا لوارث جنات الارض وعيونها
 وما العاقبة الا للمتقين * ➤

ويا ايها المسلمون للنجد من العاصرون ! الذين يظنون انهم يظلمون في هذه الارض وان
 الله يظلمهم بمشيئته متصرفا عما يفعلون ويعتقدون * ما دلكم بظلام للعالمين * ان الله لا يظلم
 الناس شيئا ولكن الناس انفسهم يظلمون (٢٣: ١١) * يفعل ما يشاء وهو لطيف بما يشاء
 انه هو العليم الحكيم (١٠: ١٢) * فلا عدوان الا على الظالمين (١٩: ٢) * الذين يتعدون حدود
 الله ومن يتعد حدود الله فاولئك هم الظالمون (٢٢: ٢٩) * وما اصابكم من مصيبة فيما كسبت
 ايديكم (٢٢: ٣٠) فمن شاء فليرجع الى قانونه وحدده ويتخذ الى ربه سبيلا ويصبر عليه و
 يستقم اليه ويشير الضالين * الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا ان الله واننا اليه رجعون (٢٣: ١٥٥)
 (١٥٦) * ومن شاء فليصبر على مصيبته فان الله غني عن العالمين (٢٣: ٩٤) * وما تشاءون الا ان
 يشاء الله رب العالمين (٢٩: ٨١) * ما مشيئة الا ان ليس للانسان الا ما يجهد وما مشيئة

هو يجوز للقارى ان يتردد هذه الآية استلزاما لثبوت معنى ما ههنا باستعمال كلمة بعدد - فالمنع هو انكم ما تشاءون شيئا الا الله يساكنكم مهما تشاءون
 وان اردتم ان تسعوا في الدنيا سعيا بليغا لتقودوا فهدى اليكم اجركم يقدر ما انتم تسعون - فلا شك في ان معنى هذه الآية - يترادف باعنى الله بقوله ان الله
 لا انسان الا ما يشاء (٢٩: ٨١) لا ازيد منه ولا انقص ما فهم بعض الرجال منه انه ما تشاء شيئا حتى يشاء الله ولا تقل على شيء حتى يقدرنا الله عليه من لده فهو ليس بغيره +

ألا ما تفعلون وما تقولون * وما مشيئة إلا قانونه * فارجعوا إلى قانونه وعادته مرة أخرى
 ليكون لكم في الدنيا والعقبى ما تشاءون * مهما تجهدون فهو يسأحكم ويؤدى اجركم اليكم غير
 منقوص لأنه لا يكاد ان يتدخل في مشيئكم او يعارض سعيكم حتى تنتهون * ليحزبكم او
 يعد بكم بالعدل * ويزن سعيكم بالقسطاس المستقيم * فما تشاءون (إِنْ تَشَاءُ اللَّهُ
 رَبُّ الْعَالَمِينَ) (٢٩: ٨١) * ومن قال اني راجع اليه يجازعه عند من فوري * وأولئك عليهم
 صلوات من ربهم ورحمة * وأولئك هم المهتدون (١٥٤: ١٣) * فلا تجهدوا وتنتظروا بل انبوا
 إلى ربكم وارجعوا اليه وجاهدوا فيه حق جهادة ليشاء ربكم بكم ما تشتهون * فإنه لا يشاء
 بكم شيئاً حتى تشاءون * ولا يحزى حتى تجهدون * فما تشاءون (إِنْ تَشَاءُ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ
 (٢٩: ٨١) بكم مقدار ما تعملون * فسبحن ربك رب العزة عما يصفون (١٨: ٢٤) * ويقولون
 لا خيرة لنا في اعمالنا وما لنا من الامر من شيء فكيف نغير ما بانفسنا حتى يشاء ربنا ما يشاء وما
 نحن بشيء الا ما يشاء العزيز الحكيم * يغفر لمن يشاء ويعذب من يشاء (١٢٨: ٢٣) وان نحن
 الا من المظلومين المحبسين * فما هذا الا ما حكم بانفسكم ولتفر وامن السعي وتمكروا السيئات
 وما الله بمغيّر ما بكم حتى تغيروا ما بانفسكم وما الله بغافل عما تعملون * (إِنْ تَشَاءُ اللَّهُ لَا يَظْلُمُ مِثْقَالَ
 ذَرَّةٍ) وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضْعِفْهَا (٣٤: ٣٢) فسبحن ربك عما يصف القاريون الجاهلون الذين
 قالوا ما ربنا الا ملك مستبد لا قانون له ولا يحكم الا ما يشتهى من فوري متصرفاً عما يحول له عدلاً
 واصولاً * ويجبرنا على ما نفعل ويعد بنا ما يشاء * وقدّر لنا كل ما فعلنا وما نفعل من قبل
 فلا نحصى لنا عما يريد * انه على كل شيء قدير * بل قانونه مشيئته * وما مشيئته الا قانونه
 واهله * وما يشاء الا ما يوافق بامره * وما يامر الا ما يطيع بمشيئته * وما يعذب الا من بعد اتمام
 حجتة وتبيين قانونه * وما الانسان الا بقادر على فعله * ولا يكلف الله احداً الا وسع نفسه

وحل استطاعته * ولا يزر وازراً الا وزراً * ولو كان فيهما ملك مستبداً مثل ما يصفونه
 لفسد السموات والارض * فلا طلعت الشمس مثل هذه * ولا جاء الليل بهذا التتابع وهذه
 الصحة * ولا تغورت النجوم او طلع البدل بكل هذا النظم والتسوية * ولا جرت الفلك في البحر او
 سال الماء في الاودية * واحترقت النار وجرى كل ما يجري في عادة الله الموكدة المستمرة *
 فوالله ما يقع كل هذا الا بعد ليل ونهاراً بعد نهاراً لا بمشيئته * فما مشيئته الاعادة الجارية *
 وما عادته الا ما يشاء الله اعطى كل شئ خلقه ثم هدى (٥٠: ١٢) * كل يعمل على شاكلته (١١: ١٤)
 من اول يوم خلق فلن يحد لستت الله تبديلاً * ولن يحد لستت الله تحويلاً (١٣: ١٣) * و
 من هذا القبيل خلق الانسان في ارق صورة ما شاء (٨: ١٢) ركبته * فجعل له سمعه وبصره وقوادة
 وبين له فطرته وعادته * وقدر له وسعته وقدرته * والهمة فجوره وعصيته * خلقه فقدره
 ثم السبيل يستره (٨: ١٩-٢٠) * ومع هذا انزل عليه كتابه * فمن شاء من بعد ذلك فليشكره
 ومن شاء يكفره * وما كتابه بمضيقه * كلا انه قد كرمه * فمن شاء ذكره (٢١: ٥٥-٥٢) * افلا
 يتدبرون القرآن ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً (١٢: ١٣) * افان الله
 على كل شئ قدير بدليل على ان الانسان لا يقدر على شئ شيئاً * بل قدره ليقدر على ما يفعل
 واعد لكل عمل اجرا * وان قدر الانسان قادراً بمشيئته * وجعله سعيّاً بصيراً (٢١: ٤٧) برضائه
 ورغبته ايها الجاهلون! ولم يرضن عليه عن قدرته اقل يوم خلقه ولا يخالفكم الان فيما
 تفعلون بمشيئكم * ولا يكف ايديكم عما تعملون برضاكم ورغبتكم * فما تشاءون الا ان يشاء الله
 رب العالمين (٢٩: ٨١) * فما هو الا ان مشيئكم مشيئته * وان لم تكن مشيئكم بتابعة مشيئته
 فتقولوا اما نشاء شيئاً الا ان شاء ربنا من قبل فانه اطلقكم وارسلكم رسالة تامة واعد اجوركم
 بقدر سعيكم ووسع انفسكم * فهل لكم من حجة بعد هذه القدر والعدل ان كنتم صديقين *

فقتل الإنسان ما أكفر له (١١٤: ١٨) * يفعل ما يرضيه * ثم يقول الله أجبره * فمن أين جبره * و
 يعمل العمل ويستعمل أركله وأيديه * ولا يخالفه أحدًا فيما يفعله * فيا أيها المسلمون القديرون
 الجبريون ! ما جزيتكم إلا بما عملتم حتى الآن * وهل تجزون بعد ذلك إلا ما تعملون * أجبروا
 أنفسكم وأقدروها فانكم لن تؤثروا مثقال حبة أجرًا حتى سعيتم لها * هذا ما قد الله لنا وهذا
 ما أجبرنا عليه * فلا جبر علينا إلا أن نفعل ما أمرنا به أحكم الحاكمين * الذي لا يبدل أحد مقتا من
 حكمه * واتباع امره حكم لا ضرب * وهو القوي العزيز الحكيم ﴿﴾

فيا معشر المسلمين النجدين ! هل بقي لكم من بعد الذي نغيرتم اليه من وسيلة إلا أن
 تسعوا لأنفسكم سعيًا متنبأ بآلئها ونهارًا ملايطا قبه ولا يسبق * لترضوا الله فان الله لا يرضى
 إلا عن القوم العاملين * اعملوا على مكانتكم حد امكانكم * واستميتوا التفوزوا ولا تمنوا في زعمكم
 الباطل ان امرنا قد تجاوز عن سعيينا * فعسى الله ان يتجاوز عنا متعطفًا علينا واحسانًا لنا متصرفًا
 عن سعيينا وجهدنا او يرسل علينا **مهديًا** مبشرًا يهدينا ويقرينا * ويغير على أعدائنا * فنكون
 من **الغالبين** * فها هذا الانتظار إلا لامة قلوبكم * وتوهين امركم * وتضعيف اعضائكم
 في الدنيا * وما اشأكم بهذا الكذب إلا اشراركم المفسدون المخلفون * فلا مهدي لكم اليوم
 إلا من **هذهكم** * وهذا الصراط المستقيم صراط الذين (٥١١-٥١٢) انعم الله عليهم *
 من نصركم ومن بدل ضعفكم قوة وخوفكم امانًا * ولا شهادة على بعثة المهدي في القرآن إلا ما جاء
 في أحاديثكم الضعيفة الموضوعة * وان كان لنا من نبي او رسول يأتي من بعد ختم الانبياء اسمه
 مهدي فليسا لا نبشركم الله بهذا الامر المهم في الكتب المبين * ولا نجهد من قولكم الشهيدان الذو
 اذ اتاهت تغيرت فاته لا يتغير شيئًا في هذه الدنيا حتى يغيثون * وليس الذي انتم تنظرون اليه
 وتزعمون من اثار القيمة * وما لكم من علم بعلائها انما عنتم عند ربّي (١١٤: ١٨) تاتيكم بعثة

وانتم لا تشعرون * **إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا خُرَاصُونَ** (١٣٩:٦) * وما هي إلا قاذورات
قامت قيامتكم فأتكم في موتكم تجاهلون * وتخذعون أنفسكم في موت أعدائكم وتاروهم
على ما تروهم وانتم لم تعلمون * فما يظن رجل أحول إلا أن الأرض مقلبت من الأحوالين * فلا بد
لكم من أن تسعوا وتجهدا وإن اردتم أن تحبوا البقاء * وتوثرون أن تكونوا في زمرة الأحياء * فإذ
الله لا يحيى الموتى وهو يحيى الموتى حتى تحيا أنفسكم وتكونوا جاهدين * فما لكم لا تستيقظون
من نومكم وموتكم وسائر الناس قد تيقظوا من نومهم والشمس قد بلغت بمعدل النهار أفلا
تشعرون * وما لكم تظنون أن خلقكم الله عبثا وانكم إليه لا ترجعون * **هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ**
خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ رَجِبَ لِيَسْأَلُكُمْ فِي مَا أَنْتُمْ فِيهَا (١٧٢:٦) **وَخَلَقَ الْمَوْتَ وَ**
الْحَيَاةَ لِيَسْأَلُكُمْ أَنتُمْ أَحْسَنُ عِلْمًا (٢:٦) **أَفَلَا تَعْقِلُونَ** * **وَإِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَشَدِيدُ**
الْعِقَابِ (١٦٩:٦) * فانتم تنامون في مضاجعكم والذين يرحلون لقاء ربهم يؤمنون ويعلمون *
تنبأ في جنودهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفا وطمعا ويمتدرونهم فيفوتون * فلا تعلم نفس ما
أُحْجِيَ لَهُمْ قِنْفٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ أَجَلٌ مُّكْتُمٌ لَّهُمْ يَوْمَئِذٍ جَزَاءٌ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ * **أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَّا يَسْتَوُونَ**
(١٨-١٦:٣٢) * **وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ** (١٦:٣٢) * **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ الْأَعْدَى**
تُزَلَّلُونَ بِهَا كَانُوا يَعْمَلُونَ * **وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا**
فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ دُونُوا ابْنَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ مُكَذِّبُونَ * **وَلَنَذِقَنَّهُمْ عَذَابَ الدُّنْيَا**
وَالْآخِرَةِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (٢١-١٩-٣٢) * **ارْجِعُوا فَإِنَّ الْعَذَابَ الْآخِرَ أَقْدَرُ مِنْ الْقَدِيمِ وَلَعَلَّ اللَّهَ**
يحدث بعد ذلك عذابا آخر فتكونوا من المذقرين * **اعْمَلُوا وَلَا تَقْظُوا أَنْتُمْ بِمَعْزِيَةِ اللَّهِ وَتَسْتَطِيعُونَ**
أَنْ تَقْرُوا مِنْهُ أَوْ تَنْفَعُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بَلْ لَا تَقْدِرُونَ بِمَا كُنتُمْ عَلَى شَيْءٍ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ *

انقدرون على ان تكونوا الشكلاء على حكامكم الذين بعثهم الله عليكم او تضروهم شيئاً ولو حرصتم * كيف
 تطيقون على ان تضروا الله او تعجزوه ما لك السموات والارض واحكم الحاكمين * بل هل يسمعون
 لكم اذا سألتموهم شيئاً * او يتوجهون اليكم حين تحبب انهم * باسمهم بينكم شديد * بعثهم الله
 عليكم ليخذلكم في الدنيا وليجعلكم نكالاً لما بين يديكم وما خلفكم فلا يرد بأسه عن القوم الكافرين *
 كفرتم باحكام الله وكذبتم بها وتوليتم * فاستبدل قوما غيركم لا تضروهم شيئاً ولا تضرونه
 فانقلبوا خسرين * عبادة اولو باس فضّل الله بعضهم على بعض درجات * يرثون الارض على
 سلطان منه * لا انتم احسنوا في هذه الدنيا واصلحوا واتقوا واسلموا ووجههم له * ولم يتخذوا
 ارباباً من دونه * ولم يعبدوا الا الله * ولم يسجدوا لاحد غيره * ولم يتخذوا الهواهم واولياءهم
 الهة * ولم يتفرقوا * واعتصموا بحبل الله جميعاً * ولم يصيروا شيئاً * ولم يتقطعوا امرهم بينهم
 حزياً * واطاعوا اولي الامر منهم بلا عناء وحجة * وردوا نزاعهم الى الله حين تنازعوا * وجاهدوا
 باموالهم وانفسهم * ولم يولوا ديارهم حين الباس * ولم يتحرفوا عن القتال * وهاجروا من مكان
 الى مكان لتقوية سلطنتهم واجراء حكمهم في الدنيا * وهجروا اكثر ما يلصق الانسان من رجز
 الشيطان * ومن لوث العداوة والبغضاء بينهم * واسلكوا انفسهم في الاخوة * ولم يغترب بعضهم
 بعضاً * ولم يتجسسوا بينهم * ولم يتزلزلوا في ايفاء عهدهم * ولم يرفعوا اصواتهم فوق صوت
 اميرهم * وغضبوا ابصارهم واصواتهم عند اولي الامر منهم * ولم يخشوا الا الله * وتفكروا في خلق
 السموات والارض حل امكانهم * وساحوا في الارض ومشوا في مناكبها حد سعيهم * وقد رآوا الله
 حق قدرة بدرس اعماله * وعرفوه حق معرفته بحدس فطرته * واختروا كل ما يجري في العادة * و
 تركوا كل ما يبعد فيها * وفعلوا اكثر ما امر الله من دنيا في الكتاب * ونهوا عن فحشاء في الجملة * وصاروا
 من الذين احسنوا واصلاحوا * فادخلهم الله في الصالحين المحسنين الجاهدين * وورثهم

الأرض ومساكنكم التي كنتم فيها آمنين * وقد كتب الله في الزبور من بعد الذي ذكر أن الأرض يرثها
 عبادي الصالحون . إن في هذا لآيات لقوم عابدين (١٥١: ١٥٢) * وقد قال لكم إن الأرض
 لله يومئذ آمن يثبت من عباده والعاقبة للمتقين (١٢٨: ٤) * ففتشوا الأرض الله * ودرسوا صحيفة
 الفطرة * وعلّموا قانونه * وطلّعو أحوال مخلوقات * وطلّعو أعلّ عاداتها وخصائصها * واستوعبوا
 أمر معاشهم وسعيهم في الدنيا * واستقصوا بال فلاحة الأفوام وصلاحهم * واستقرّوا البر والملكوت
 السموات والأرض * وليطلّعو أعلّ عاداته تعالى وستته * وتركوا ما يبعد في العادة قولاً واعتقاداً *
 واستمسكوا بما يجري فيها عملاً ونظراً * وتخلّقوا باخلاق الله * وبها صلح من عادات مخلوقاته السفلى
 وميزوا الخبيث من الطيب * وخصّصوا الثواب عن الخطأ بما كانهم * واستعملوا اسمهم وبصرهم
 وفؤادهم ليطلبوا العلم من أعمال الله من دون الظن * فعرفوا أعماله تعالى ليعرفوا أنهم * وليعلّموا
 ما يريد منهم ويهمهم * وما مشيئته فيهم * ولخصّصوا حقائق الفطرة * وبتبوا دقائق الأشياء ليستنبطوا
 منها فريضة الإنسان * ثم استسلموا لها * وصاروا من المفلحين * درسوا كتاب الله * بل حجّته
 البالغة الكاملة * وكنتم عن راسته لغلطين * وقد قال الله لكم إن في السموات والأرض لايت
 للمؤمنين (١٢٨: ١٢٩) * وخلق الله السموات والأرض بالحق إن في ذلك لايت للمؤمنين
 (١٢٨: ١٢٩) * وسخر لكم ما في السموات وما في الأرض جميعاً منه إن في ذلك لايت لقوم يتفكرون
 (١٢٨: ١٢٩) * وما خلقنا السموات والأرض وما بينهما في سبعة أيام * ما خلقنا ما إلا بالحق ولكن اكثروا
 لا تعلمون (١٢٨: ١٢٩) * وسخر لكم الليل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بأمره
 إن في ذلك لايت لقوم يعقلون (١٢٨: ١٢٩) * واختلاف الليل والنهار وما أنزل الله من السماء
 من رزق فأجابه الأرض بعد موتها وتصريف الرياح آيت لقوم يعقلون (١٢٨: ١٢٩) * وإن في
 خلق السموات والأرض واختلاف الليل والنهار والشمس والقمر والنجوم ما يتفكر الناس وما أنزل

الله من السماء من قاء فأحياءه الأرض بعد موتها وبث فيها من كل دابة وتصريف الرياح
 السحاب المسخر بين السماء والأرض لآيت لقوم يعقلون (١٦: ١٦) * وفي خلقكم وما يبث من
 دابة آيت لقوم يوقنون (٣١: ٣١) * ولت في اختلاف الليل والنهار وما خلق الله في السموات والأرض
 لآيت لقوم يتفكرون (٦١: ٦١) * وهو الذي جعل لكم النجوم لتهتدوا بها في ظلمات البر
 والبحر قد فصلنا الآيت لقوم يعلمون (٩١: ٩١) * وقد قال الله لكم وما من دابة في
 الأرض ولا طير يطير جناحية إلا أمم أمثالكم ما فرطنا في الكتاب من شيء
 ثم إلى ربهم يحشرون (٣٨: ٣٨) * فحاضوا في أحوال الدواب والطيور * واطلوا على عوالمها
 وأخلاقها * وفتشوا نظام مجامعها وعوالمها * وعلموا مستقرها ومستودعها * وفحصوا عن نظمها
 نسقها بينها * صنع الله الذي علم كل مخلوق درسه * وأعطى كل شيء خلقه نسقاً هدي (٥٠: ٥٠) *
 إلا الإنسان فلم يظفر عليه صراطه * إلا أنه أعطاه سمعه وبصره وفؤاده * ليعلم ما يرضيه
 في الدنيا * ويدرس ما يريد الله منهم * ومن دون هذا إعطاء الكتاب الذي جاء به الأنبياء
 ما فرط الله فيه من شيء * وأظهر فيه كل ما يحول وينفعه * وأشار فيه إلى كل ما ينفعه ويضره *
 نبياً لكل شيء (١٩: ١٩) * وتقصي كل شيء (١١: ١١) * لعلمكم تتدبرون * وتتفكرون فيه حل فكركم و
 تدبركم ولتكونوا من المفكرين * الذي كان لكم إن تاقوا مثلاً لو اجتمعت الأنس الجن له فأنه أنزل إليهم
 الله (١٢: ١٢) * فهل أنتم مسلمون (١٣: ١٣) * فلا يزال الحكماء الطبيعيون من المغرب يطلعون على سرائر الطبيعة و
 عوائل العادة وأحوال المواليد الثلاثة من الجاد والنبات والحيوان حتى ظهرت عليهم مائة أمم الإنسانية بأسم المخلوقات
 السفلية والمشاكل بين قواعد مجامعها وبين عوائل الأحياء الحيوانية الحاضرة * ولم يبرحوا كذلك حتى لاحظ لهم
 الحقيقة * واتضعت لهم الطريقة * فاستنبطوا من كل هذا العلم القانون الذي أسس

لهم يجي أن يستدلوا على مطالب هذه الآية المهمة النافعة ويخوض فيها أشد خوضاً لا تبالى فيها قانون بقية الأمم الإنسانية بتبسيطها بألا مسم
 التخلية وقضى فيها أنه من سلك صراطه المستقيم وسجد للقانون الذي يحري في العادة (كما يفعل الدواب والطيور) فهو الذي من الخلق في هذه
 الدنيا وأولئك من المخلوقين فيها ما دامت السموات والأرض مثل المخلوقات السفلية - ولذلك قال في موضع آخر (ويطبعه) كما في السموات وما
 فيها من شيء

عليه نظام العالم * واصول حفظ الاقوام وبقاء الامم * وطلبوا فيها آيات الله البالغة النافعة التي
تقدم ذكرها * وصاروا بالحق من عباد الله المؤمنين المتفكرين العالمين العاقلين
الموقنين المتقين * واتخذتم آيات الله المتقدمة هزوا وسخرًا * وما سعيتم ان تحرفوها
لتعلموا منها من شيء * وقلتم ما انزل الله علينا فيها من امر ومن في * فما في خلق السموات والارض
من آيات لقوم يتفكرون * ومن علم لقوم يعلمون * ومن اتقاء لقوم يتقون * بل كفانا ما
دون الفقهاء منا وعلماءنا من طرق الظهارة واساليب الاستنباط ومسائل الاستحاضة والنفاس
وغيرها من العلوم الشرعية التي لا بد للانسان من علمها لتحقيق النجاة وحصول رضوان الله في الآخرة
وما كان لنا ان نعلم ما المماثلة بيننا وبين ائمة الدواب والطير * الا اننا نعتقد ان الله ما غادر
وما فرط في قرائنا من شيء الا وعلمها فيه * فلا يجب علينا ان نعلم كل ما جاء في كتابنا الا ما يكفينا
للنجاة * فنبتغى ما النجاة في نعم * وما رضوان الله في ظنكم ان كنتم صدقين * **فكذلكم**
بايات الله بالحق * والذين كنوا بايتنا صموا وبكم في الظلمات من يشاء الله يضلله ومن يشاء الله يجعله
على صراط مستقيم (٣٩: ١٧) * فياحاصل القرآن العظيم * ويا من يزعمون انهم على صراط مستقيم
من الذين المتين * وانهم يعلمون القرآن ويتلون كتب الله من دون العلمين * انما انتم باحق
بصم بكم في الظلمات بتكذيب هذه الآيات * امر لا ضللتكم عن الصراط والحكماء الغربيون
قد اقتبسوا نورهم منها ورفعوا انفسهم عليكم ورجت * انتم عرفتم ما معناها * وفهيمتم
مقاصدها ومعارفها * وتعلمتم ما علمها وحكمتها * ام الذين اكتبوا الفضائل من صحيفات
الله التي عرضها السموات والارض بعد ان تفكروا في خلقها مدة عمرهم * واسبغوا نعمه تعالى
الظاهرة والباطنة على انفسهم * وهذا الى الصراط المستقيم صراط الذين انعم الله عليهم

(المعقبة من الصفحة ٣٩) في الارض من آية والكتب والهم لا يستكبرون بها فخر منكم من قديم ويقعون كايوم هزوا * (٣٩: ١٧) وبعده ذلك قال في العمل فاستبكت سبل زيات ذلك (٣٩: ١٧) ونظر الى اطلاق مطالب الآية واهميتها
قال: وقالوا لا نزل علينا آية (اي ما يبعد في العادة) حتى نتيقظ قل ان الله قادر على ان ينزل آية (اي اعلمهم من قانينه) ولكن انهم لا يعلمون ما معنى (الباقى)

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (١٠٤) * فَرَعَمْتُمْ أَنْ تَحْمِلُوا كِتَابَ اللَّهِ وَفَرَقَانَهُ فَمَا حَمَلْتُمْ بِل
 كَذَّبْتُمْ * قَدْ كَانَتْ آيَتُهُ تُتْلَى عَلَيْكُمْ فَلَنْتُمْ عَلَى آعْقَابِكُمْ أَنْ تَنْكِصُونَ * مُسْتَكْبِرِينَ * سِيرًا
 تَهْجُرُونَ (١٠٣-١٠٤) * فَمَثَلَكُمْ كَمَثَلِ الْفَخَّارِ يَحْمِلُ أَثْقَالًا (١٠٣: ٥) * كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ
 حَمَلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَوَّاهَا (١٠٣: ٥) * يَشْءُ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
 الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (١٠٣: ٥) * أَمَا قَالَ اللَّهُ لَكُمْ فِي الْقُرْآنِ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا
 ذَلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا (١٠٣: ٥) * فَكَفَرْتُمْ حِينَ أَعْرَضْتُمْ عَنْ هَذَا الْحَقِّ * وَأَنْتُمْ بِآيَاتِكُمْ
 الشَّرْعِيَّةِ الْمَوْضُوعَةِ الَّتِي مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ (١٠٣: ٥) * وَالَّتِي كُنْتُمْ تَتَوَعَّلُونَ بِهَا فِي الدِّينِ الْبَتِينَ *
 فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَكْفُرُ بِالْآخِرَةِ فِي الدُّنْيَا وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْمَخْذُولِينَ * أَوْ مَا قَالَ لَكُمْ فِي الْكِتَابِ هُوَ
 الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرُ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ
 ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ * يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (١٠٣: ٥) * فَمَا عَلِمْتُمْ مِنَ الشَّمْسِ مِنْ شَيْءٍ * وَهَاتِبْتُمْ
 مِنَ الْقَمَرِ مِنْ نَوَاجِدٍ * وَعِبَادَةُ أُولَئِكَ يَنْظُرُونَ إِلَيْهَا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ لِيَعْلَمُوا حَقِيقَتَهَا * وَيَقْدِرَ وَكَيْفَتَهَا
 وَكَيْفِيَّتَهَا * فَيَعْرِفُوا خَلْقَهَا فَتَمُوتَ مِنْ بَاطِلِ قُلُوبِهِمْ * وَيَزِيدُ هُمَا يَمَانًا * وَلِيَكُونُوا مِنَ الشَّاكِرِينَ * وَلِيَعْلَمَ
 الَّذِينَ أَوْفُوا الْعَهْدَ أَنَّكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ أَهْوَا
 إِلَى جَارِطٍ مُسْتَقِيمٍ (١٠٣: ٥) * أَمَا قَالَ اللَّهُ لَكُمْ فِي الْقُرْآنِ أَنَّهُ كَتَبَ فُصِّلَتْ آيَتُهُ فَرَأَا عَصَا بَنِي
 إِسْرَءِيلَ تَعْلَمُونَ (١٠٣: ٥) * وَلَقَدْ جِئْتُمُوهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَى عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ
 يُؤْمِنُونَ (١٠٣: ٥) * أَفَعَلِمَاءُ كُفَرُوا بِالشَّرْعِ مِنَ الْحَاضِرِينَ الْعُلَمَاءُ بِالْحَقِّ فِي لُغَةِ الْقُرْآنِ أَمْ
 الْحُكَمَاءُ الْغَرَبِيُّونَ الطَّبَعِيُّونَ الْمَعَاوِرُونَ الَّذِينَ عُلِمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ * وَرَأَوْا مَلَكُوتَ
 السَّمَوَاتِ بِالْبَيِّنَاتِ * أَنْزَلَ الْقُرْآنَ لَهُمْ لِقَوْمٍ جَاهِلِينَ * أَفَلَا تَأْتِيكُمْ هُدًى وَرَحْمَةٌ لَكُمْ

(البقية من الصفحة ١٠٢) * يَجْهَلُونَ * وَبَعْدَ ذَلِكَ جَاءَ بِالْقَانُونِ وَقَالَ: وَمَا مِنْ دَأْبٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا ظَلَمٍ يُجْزَى بِهَا إِلَّا أَمَّا أَهْلُ الْقَانُونِ * لَيْسَ يَتَقَنُونَ
 بِالْقَانُونِ الَّذِي يَجْرِي بَيْنَهُمْ * مَا تَكُنْ فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ لَيْسَ يَتَقَنُونَ فِي الْقُرْآنِ مِنْ أَمْرِ وَمِنْ نَبِيٍّ وَمِنْ قَانُونٍ الْأَدْنَى فِيهِ لَنَنْفَعُوا بِهِ * ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يَنْتَسِرُونَ
 لَيْسَ يَتَقَنُونَ لِمَقْصَدِ اللَّهِ بَيْنَكُمْ أَيْكُمْ أَحْسَنَ عِلْمًا * وَبَعْدَ ذَلِكَ قَالَ: وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا هُمْ فِي الْعَالَمِينَ * وَاللَّهُ يُبَلِّغُهُمْ وَيُخَوِّفُهُمْ وَيُجَلِّدُهُمْ بِأَسْوَاقٍ

لنقوم آخرين * انما قال الله لكم في القرآن انزل من السماء ماء * فاخرجنا به شرب
مختلفا ألوانها ومن الجبال جد ديبض وخضر مختلف ألوانها وعرايب سود * ومن الناس
والذوات والأنعام مختلف ألوانه كذلك انما يخشى الله من عباده العلماء ان الله عزيز
غفور (٣٨-٢٤-٢٨) * افجه لاؤكم الذين لم يعرفوا الماء * ولم يتدبروا ثمرات الارض
ولم يميزوا بين ألوانها المختلفة * ولم يسيروا في الجبال ليعلموا جد ها البيض والحمر * ولم يخرجوا
طبقة السود النافعة التي احثها الغرب فاصلحها وافلح * والذين لم يفرقوا بين ألوان الناس
والذوات وغيرهما من خلق الله * اهم حريون بان يسموا العلماء ام الغربيون الذين جعلوا على
الارض سافلها * وبدلوا سافلها بعالمها * وصعيدا بجزها * وغورا في بطنها * وصعدوا على
جبالها * ولم يغادروا من الارض شيئا الا عرفوا احسنها وقبحها * وزينوا الارض بزخارفها وحلوا
بجلبية العلم والايجاد والفضل والرحمة * الذين احسنوا في هذه الدنيا علما وعملا * واصبحوا
بالهم في الدنيا والاخرة فانتوني بشهادة علمكم ان كنتم صدقين * انا نتم اجدون بهذا
اللقب في قلوبكم على جهالتكم الشاقة المتعدية * واذاها نكم المختلة الخالية * وبرا هي نكم الشقية العظيمة
ومجتكم التي ليست بالغة او نافعة * واجتهاد اكم المفرقة المشتتة * والبستكم المشعة وعمائمكم
المنطوية * فانوا برها نكم ان كنتم صدقين * انما قال الله لكم في الكتب اننا جعلنا ما على الارض
زينة لها لنبلوهم ايهم احسن عملا (١٨: ٤٠) * فنتبثوني بما احسنتم في هذه الدنيا وما علمكم
وما الذي على الارض جعلتموه زينة لها * فالغربيون الذين تسمونهم الكفار بلسانكم وتظنونهم
اصحاب النار والمغضوبين عليهم في زعمكم قد ساقوا على بر هذه الارض فروسا من الخشب * وفي جبالها
تماثيل من الحديد * وتحت البحر جيتانا من الفلز * وفي جوار السماء طيور من الرصاص
فينفخون فيها فتكون طيرا باذن الله يطير في الهواء كالشهاب الثاقب * ويوقدون في افرانها و

مجاهرها فتجس في البحر لئلا يراها كالحوت البهيموت * ويقلد من مقاليدها فتسعى في الارض
 كدابة الغابة * وما كان فيكم مسح من علم هذه الجاثب الغائب * لا احد في صدوركم
 اذها نكم من شئ الا ما يستحي منه ويستنهز به العالمون * فلا شاك انكم مخربون وتخذلون و
 تغلبون في هذه الارض لانكم لم تقدر الله حق قدره * ولم تعرفوه حق معرفته * ولم تشكروه حق
 شكره * اتخذتم السموات الارض ما بينهما وما عليها باطلا وعبثا * واحكام ربكم زهقا وهنلا *
 فابطلكم الله وازهقكم * تسرون في الارض كالمخلوق المقهور * وفي دياركم كالاخلاق الاجلاف
 تطمرون من دار الى دار من الضعف والذل خاسعين * والمغربيون العالمون الذين عرفوا
 ربهم بوساطة صحيفة الفطرة ودرسوا كتاب الله فهم الذين يطئون في الارض وطاة الغالب التي
 تعيظكم وهم الذين ينالون منكم نيلا فتعضون انا ملكم عليهم من الغضب الاسف وتقولون ما
 هذا الا انهم ارادوا الدنيا فجعل الله لهم في الدنيا ما شاء * ونحن نريد الآخرة فما لهم من نصيب
 في الآخرة ان شاء ربنا رب العالمين * فناموا في غفلتكم ايها الضالون الجاهلون ! * وموتوا
 بغيظكم على قوتهم فلا خلاق لكم فيما انتم تزعمون * ان في صدوركم الاكبر وتفاخر بينكم
 فموتوا في ضعفكم مفاخرين * والله ما يشاء ربكم بهم ما شئتم ولا يرب انكم انتم في الآخرة
 من المخذولين * انما قال الله لكم وانزلنا الحديد فيه بآيتين مبينتين وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ لِيَعْلَمَ اللَّهُ
 مَن يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ (٢٥:١٥) * افانتم امنتم بهذه الآية امر الكفار
 القويون المعززون * وانتم تخلقتم باخلاق الله القوي العزيز ام النصاري الوثنيون * و
 انتم استنفعتم من الحديد او الغربيون الحديد دون السبل دون * اولو بائس شئيل يذل الذين يحذرون
 سكاكينهم وسيوفهم ليحذروا عليكم ويشددوكم فلا تستطيعون ان تتحدوهم عاجزين * و
 يبتغون فضلا من الله في مناكب الارض وبه يرجون * فقد علم الله انكم لا تنصرونه ولا رسله

من الفنون التي لا يجوز ان يقال لها علم فان العلم في لغة القرآن هو الذي يترشح من درس
الفطرة ومطالعة اعماله تعالى * ما كان لله ان يسمى شيئا **العالم** ان اخترعه الانسان ولم
تكن شهادة صدقه في خلقه * وما كان لكم ان تجادلوا في الله بهذا المبلغ * او تعلموا ما مشيئته
بواسطة الصوف والنحو * او تدرسوا ما يريد بكم بواسطة اللغة والعروض * او تعرفوه بمنطقكم
وصنائعكم واجتهاداتكم في الادب * فانه ما عرف احد ربه قط الا من عرف نفسه * ومن علم
قدرته وحكمته بسبحه وبصره * ومن تعقل ملكوته بقواده * ومن استعمل قوله واعضائه
للك اعماله وقد طاقته * ومن عرفه فاولئك هم العالمون * ومن الناس من يجادل في الله
بغير علم ويشبع كل شيطان قريدا كذب عليه انه من تولاة فانه يضلله ويهديه الى عذاب
السعير * فلا شك في ان علماءكم جادلوا في الله بغير علم وهدواكم الى ما انتم عليه
بجهلهم * وهدواكم الى الدالة والمسكنة لتزكوا هذه الدنيا ولتكونوا من المحدثين * وكيف
يتعجبون ان يفهمون كلام الله واقواله الزمواكم من علم باعماله ولكم كيف تحكمون *
فوالله ما تبين لعبد قط ما يعنى مولا بكلامه واحكامه حتى درس العبد اعماله بامعان النظر علم
ما يعمل المولى وما الذي يرضيه او يغيظه * وما عادته وسنته * وما معموله واخلاقه * وما يرفع
ويخفض * ويغفر ويعذب * وما فعل بالعباد الذين خلوا من قبله * ولما فعل * ولما عاقب
ولما دمر * فهذا علمه ومعرفته واشد قدره وشكره وحق عبادته ومبلغ طاعته * وحق جهته
لو كنتم تعلمون * وما قال حاكم ابدا الا ما يطابق بعلمه * وما عمل صرا الا ما يوافق بقوله * فلا شك
في ان علم اعمال الله هو العلم الذي يترشح عن كلامه وعلم كلامه هو الذي يعبد من اعماله * وما
فهم قوم كتابه حتى درسوا صحيفة الفطرة اشد درسا * ومن درس صحيفة الفطرة فقد درس قرانه
ووجد قانونه * واطلع على اسره ونهييه وصدق به واولئك من العالمين * ايضا قال الله لكم

(البقرة من الصفحة ١٢٣) وتكلم من عبادي الشكور (١٣٣-١٣٤) فقد بينت ههنا كيف الا ان الله المحيد لا يؤذوكم كما تدعون من قوم هالكين (الباقى)

في اعدائكم ان اعدوا لله ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم
 والآخرين من دونهم لا تعلمون لهم الله يعلمهم (٢٠:٤٠) * فكذب علماءكم هذه الآية * وضلوكم
 عن سبيله حين لم يدعوكم الى حكمتهما * ولم يحثوكم على جمع قوتكم * ولم يحرضوكم على القتال و
 الدفاع لترهبوا به اعدائكم * ولا شك في انهم هددكم الى عذاب السعير * منتصفين عن علمها و
 حكمة الله النافعة البالغة التي تخفى فيها * والمغربيون كلهم صدقوا بهذه الآية بالعمل وامنوا بها
 ما استطاعوا * وبدلوا خوفهم امنائهم * واطاعوا الله ورسوله فصاروا من المفلحين * في الدنيا
 ولا شك انهم في الآخرة من عبادة المؤمنين * فحضر الله لهم من الارض بحرهما * وسخر معهم
 الجبال والانهار * والماء والهواء والجماد والنار * وسخر لهم البرق الذي يريكم خوقا ويرىهم
 طمعا * والريح تجري بامرهم في البر والبحر * والنار تحترق باذنهم * والبلاد تضرع على حركة اصابعهم
 وسخر وانعام الارض ليحملوا اوزارهم * والذباب ليزداد وهم ريحا ونفعا * وسخر وامثلهم من الجن
 والناس ليخدموهم * واسألوا على الارض عيوننا من الذهب والفضة والحديد اشياء التجارسة
 ليفرخواكل ما بقى في الارض من الناس ما بقى من طرق معاشهم * ومن البلاد وما بقى من اساليب
 تهنئ بهم * نظرا الى تاليف قلوب الرعية وسلب حقوقهم * فوالله ما جاهد قوم قط في هذه
 الدنيا مثل ما جاهد الغرب في زماننا هذا * ولم يعرفوا الله مثل ما عرفوه * ولم يقدروا مثل ما قدرنا
 فكيف لا يؤذي الله اجنهم ويوقمهم حق عبادتهم في الدنيا ويتم نعمته عليهم ان كانوا شكريين *
 وكيف لا يستخلف في الارض الذين امنوا بالله بالحق وعملوا الصالحات انه شكور
 حلیم * فالملكة اكثرهم سجدن لهذا القوم * وملك البرق يخدمهم لئلا ينارا

(البقرة من الصفحة ٢٥) وكيف اشكال الله عين القطر بل كيف فعل الله كل هذا للمغربيين المعاصرين الذين يعملون من هذا الضلالت الاشياء العجيبة
 الغربية التي تقدم ذكرها فلا شك انهم يشكرون ويقيمون حق شكره ويقبلون حق قدره والريح تجري بامرهم كما كان يجري في عهد النبي
 وغيرها من الاعمال التي ذكرت على هذه الصفحة - وسياتي تشريح الجن على صفحة ٨٨ - الخ من هذه الاقتناحية ١٢

ثم الاشارة الى قوله تعالى وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين آمنوا من قبلهم (١٢٢: ١٢٥)

يسوق مراكبهم على الأرض ويرسل رسالاتهم وبلاغاتهم من المغرب إلى المشرق في طرفه العيين
ويضوئ بلادهم ومساكنهم بحركة أصابعهم * ويجترأونهم لكي يروهم في الحرة * ويحكي مساكنتهم
القر * ويقدرهم على المكاملة بين البلاد في لمح البصر * ليشكروا الله ويشنوا عليه * فأطرا السموات
والأرض جاعل الملكة رسلا أو لى ^{١١٢} مثنى وثلاث وربع ^{١١٣} في الخلق ما يشاء وإن الله على
كل شيء قدير * ^(١١٣) * **وقل الخارعبدهم بكرة واصيلا يسوق قطارهم وشير انقالم إلى**
بكرهم تكتونوا بلغيه الأبريق الأنفس ^(١١٤) * وينسج ثيابهم * وينزع ارضهم * ويطبع كتبهم * ويضع
أشهرهم * ويعمل لهم الأشياء النافعة * وغيرها من الأعمال العجيبة الغريبة ما لا تعد ولا تحصى
باجنته الشئ * والآخر من الملكة لما يسجل لهم حتى الآن * وهم يجهدون جده
امكانهم ان يعبد هم طاعين * **خليف الأرض حقا** * فهم الذين قال الملكة
لهم فيهم حين اراد الله ان يجعل في الأرض خليفة: **أجعل فيها من يفسد فيها ويسفط الأرض**
وتحن نسيم بحر لك ونقدس لك ^(١١٥) * فأجاب لهم رفقهم ناظرا إلى اعمالهم الآتية وشاهدا
على افكارهم البالغة **أرني أعلم ما لا تعلمون** ^(١١٦) * فعلمهم الله الاسماء أكثرها * ومن
حقائق الأشياء معظمها * وأقدارهم على استعمالها * وملكته يدخلون عليهم من كل باب
سلام عليكم طبتهم ^(١١٧) * في هذه الأرض احسنتم * اراحكم الله فالبثوا فيها
إلى الحين * **وهم الذين قال فيهم ربهم للملكة** وفي رجال مثلهم إني خالق بشر آمن طين
فإذا سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له ساجدين ^(١١٨) **فجاء الملكة كلهم أجمعون** ^(١١٩) *
فبؤسهم الله ونفر فيهم من روحه لا أنهم هم القادرون على ما يسبون * سميعون وبصرون وعلمون
مثله وانتم لا تعلمون مما كسبتهم على شئ ولا سمعون من شئ ولا تبصرون ولا تعلمون * و

هم هذا ما عني الله باجته الملكة فالمراد أنهم يفعلون أفعالا شتى بقراءتهم المختلفة وهذا ما عني الله بسجودهم أي أنهم الله ان يطيعوا
الإنسان حق طاعته * وأما التسميظن راي القوة البهيمية التي تسرى في الإنسان فلا يكاد يطيعه بل يعصى عنه ومن عبده فهو لذى
يطيع في الدنيا كما يأتي في وصف التوحيد على صفحة ٤٦ - الخ

الْمَلَائِكَةُ لَا يَسْجُدُونَ لَكُمْ الْآنَ وَيَقُولُونَ خَيْرٌ مِّنْكُمْ خُلِقْنَا مِنَّا هُوَ أَفْضَلُ وَخُلِقْتُمْ تَمَاهُوا لَا بُدَّ
 نَسِجَ لَهُ وَنَقْدَسَ * وَلَا نَطِيعُ مَنْ لَا يَطِيعُ رَبَّ الْعَالَمِينَ * وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لِنُظَرِ بِهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا
 إِلَّا الْعَالَمُونَ * (٢٣: ٢٩) * فَيَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ الْجَاهِلُونَ الْمُسْتَضْعِفُونَ الْعَاصِرُونَ ! اِرْوُونِ مَاذَا احْسَنْتُمْ
 هَذِهِ الدُّنْيَا * وَمَا سَعَيْتُمْ فِيهَا * مَا الَّذِي فِي الْأَرْضِ يَسْجُدُ لَكُمْ * وَمَا الَّذِي سَخَّرْتُمُوهُ لِيَنْفَعَكُمْ * مَا اسْتَنْفَعْتُمْ مِنْ
 الْحَدِيدِ * وَمَا اخَذْتُمْ مِنَ الْجَدِّ السَّوْدِ وَالْبَيْضِ * مَا اسْتَنْبَطْتُمْ مِنَ الْفَطْرَةِ * وَمَا اسْتَقْرَعْتُمْ مِنَ الْعَادَةِ * إِلَّا أَنْكُمْ
 اتَّخَذْتُمْ أَنْتُمْ وَعُلَمَاؤُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ هَرَقًا وَنَحْنُ * وَدِينُهُ لَهُوَ أَوْعِيًا * وَطَرْتَهُ بِأَطْلًا وَعَبَثًا * وَمَلَائِكَتُهُ هَرَلًا
 وَهَجْرًا * فَتَجْرُونَ بِالْقُرْآنِ وَحِكْمَتِهِ * وَتَنْبَذُونَ وَرَاءَكُمْ عِلْمَهُ وَنَبُوءَتَهُ * مَظَاهِيرِينَ بِكَمَا تَكُنْ شَيْءًا فِي حِكْمَتِهِ
 وَنَبِيَّاهُ عَلَى اللَّهِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ مِنْ شَيْءٍ * (٢٣: ١١) * وَشَاهِدِينَ بِتَحْقِيقِ كَمَا شَاءَ الْفَطْرَةُ عَلَى اللَّهِ مَا
 خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ * فَلَا وَاللَّهِ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَهْتَكُونَ * انْظُرُوا أَنْتُمْ تَحْسَنُونَ فِي هَذِهِ
 وَأَنْتُمُ الْمُنْغَرِبِينَ هُوَ الْحَسْرُونَ * قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا * الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي
 الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يُحْسِبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعَهُ * أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ فَوُحِّشَتْ
 أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا * ذَلِكَ جَزَاءُ هُمُجْجَتُمْ * مَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا الْإِنِّى وَرُسُلِي هَرَوًا * (٢٣: ١١)

فَأَكْبُوا عَلَى قِيَمَتِكُمْ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ * وَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَحْسَنُونَ *
 يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ الْمُرْتَمِعُونَ * أَفَلَا أَنْتُمْ فِي أَسْوَكَ الْأَمْثَالِ * وَعَنِ الضَّرَاطِ لَنَا كَبُونَ *
 أَمَا أَنْتُمْ تَفْعَلُونَ هُوَ الْإِسْلَامُ مَا يَفْعَلُ الْكَافِرُونَ * وَقَدْ قَالَ اللَّهُ لَكُمْ وَمَنْ يُبَيِّنْ عَنِ الْإِسْلَامِ
 دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ * وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخُسِرِينَ * (٢٣: ٣٢) * فَلِمَ يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَا يَقْبَلُ مِنْكُمْ
 وَيَنْتَهِ نِعْمَتُهُ عَلَيْهِمْ وَيَعْرِضُ عَنْكُمْ * وَيَرْفَعُهُمْ وَيَخْفِضُكُمْ * وَيَقْبِضُ الْمُسْلِمِينَ وَيَبْسِطُ الْكَافِرِينَ *
 فَالْحَقُّ أَنَّهُ مَا فِيكُمْ مِنَ الْإِسْلَامِ مِنْ شَيْءٍ وَأَنْتُمْ هُمُ الْمُسْلِمُونَ * عَلَيْهِمُ الْإِسْلَامُ رَسُولُكُمْ * فَوَيْلٌ
 عَلَيْهِمْ مَا دُمْتُمْ * وَنَلْتُمْ أَجْرَكُمْ مَا دُمْتُمْ * فَلَمَّا اخَذْتُمْ تَنْشُونَ مَا ذَكَرْتُمْ بِهِ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِكُمْ هَذَا لِيَتِمَّ

فسلبكم فضيلتكم على العالمين * وفسقتم عن امر ربكم فاستدل جكم من حيث لا تعلمون ﴿١٩٧﴾
 فكنتم تنقصون في ايمانكم واسلامكم وعبادة الصالحين الذين ورثوا الارض منكم كانوا يريدون
 ايماننا واسلامنا في اعمالهم حتى ظننتم انكم تقيمون القرآن مثل ما كنتم عليه وما انتم بقائمه * و
 ظننتم انهم هم الكافرون ﴿١٩٨﴾ والله ما كان لكم ان تدخلوا في زمرة الكفار ابدا بعد ان اشهدتم بالسننكم
 ولو عصيتم كل المعصية عن امر رب العالمين ﴿١٩٩﴾ فذهب الله بقرانكم على كبركم ومكركم * و
 انسكم ما كان في اذهانكم من علم عادته وخبر سنته وكيفية قانونه * وانسكم ما كان بكم
 من النبأ العظيم الذي جاء به خاتم المرسلين ﴿٢٠٠﴾ ليحييكم ويرضيه عنكم * فخطف راقدة
 الارض منكم * ودمر حكمكم * واورثها كلها قوما اخرين ﴿٢٠١﴾ فلتضمكوا قليلا ولتنبكوا كثيرا
 جزاء بما كنتم تكسبون ﴿٢٠٢﴾ والمغربيتون هذا بهذا العلم والنبوة الى التوحيد و
 الايمان * وبهذا القرآن وان لم يروا اوريد رسوخا لكم الى الفلاح والعمران * وبقي
 ما بقي بكم من كلامكم وجهلكم ومكر اللسان * وحبطت اعمالكم بهذا التسيان والطغيان * ذلك
 هدى الله يهدي به من يشاء من عباده ولو اشركو الحيط عنهم ما كانوا يعاملون اولئك الذين
 اتينهم الكتاب والحكمة والنبوة * فان يكفرو بها هوى لا ففقدوا كلنا بها قوما ليسوا بها يكفرون
 ﴿١٩٧-١٩٨﴾ وقد نبهكم الله بوساطة رسوله وقال فاستمسك بالذي اوحى اليك انك على صراط
 مستقيم ﴿١٩٩﴾ بل قال ولما نشأنا لننزل هابن بالذي اوحينا اليك ثم لا تجد لك به علينا وكيلا
 الا رحمة من ربك ان فضله كان عليك كبيرا ﴿٢٠٠﴾ فبئس ما اشتريتم به ضلالتكم
 وساء ما كنتم تحكمون ﴿٢٠١﴾ افامنتم ان يذهب الله بما بقي عندكم من كتابكم كله ويورثه الذين
 يصطفي من عبادة الصالحين ﴿٢٠٢﴾ ليفعلوا به ليكون رحمة لهم فانه قال في نبيكم وما ارسلناك الا
 رحمة للعالمين ﴿٢٠٣﴾ وفي كتابكم ان هو الا ذكر للعالمين ﴿٢٠٤﴾ ولانه لتدركه

لِلْمُتَّقِينَ. (٢٨: ١٦٩) وَهَدَىٰ قُرْحَمَةً وَبَشَّرَ الْمُسْلِمِينَ (٢٩: ١٧) الطَّائِعِينَ وَبَشَّرَ الْفَاسِقِينَ
وَهَدَىٰ قُرْحَمَةً لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (٣٥: ٣٥) وَمَا مِنْ حِجِّي فِي هَذِهِ الْأَرْضِ اتَّقَىٰ وَاصِلُهُ ثُمَّ أَفْلَحَ
يَتَّبِعُهُ بِالْيَقِينِ (٣٦) وَمَا يَخْلُ اللَّهُ كَمَا بِهِ وَأَمَانَتُهُ عَنْ أَحَدٍ فَإِنْ يَتْرُكُهُ هُوَ لَأَوْ يَهْجُرُهُ فَيَعْرُضُهُ
عَلَىٰ قَوْمٍ آخَرِينَ (٣٧) لِيَجْلُوهُ مِنْ حِمْلِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (٣٨) فَسَلِّمْ عَلَى الْمُسْلِمِينَ * الَّذِينَ
يَحْمِلُونَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ فِي زَمَانِنَا هَذَا وَبَشِّرْهُمْ بِجَنَّةِ التَّعْلِيمِ (٣٩) فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ
مُقِيمٌ (٤٠) خُلْدِينَ فِيهَا مَا دَامُوا عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ (٤١) صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ
عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (٤٢) وَلَا تَتَّبِعُوا أَقْرَابَكُمْ هُوَ الَّذِي يَحْفَظُونَ الْفَاظَةَ فِي صَدْرِكُمْ
أَمَانِيٍّ مِنْ أَوَّلِهِ إِلَى الْآخِرَةِ كَالْبَيْعَةِ * أَوْ تَزَيِّنُونَ بِهِ طَبَقَانَكُمْ * أَوْ يَغْلِفُونَهُ فِي عُلْفِ السُّنْدُسِ
الْقَرِّ * أَوِ الْجَلَالِ الْمَعَارِفِ الَّذِي جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ الْعَرَبِيُّ * فَإِنَّهُ مَعَكُمْ وَمِنْ أَثَاثِ بَيْتِكُمْ * وَمَا كَانَ
لأَحَدٍ أَنْ يَسْرِقَهُ عَنْكُمْ * وَلَكِنْ كِتَابُ اللَّهِ هُوَ الْهَدَىٰ وَدِينُ الْحَقِّ الَّذِي أَرْسَلَ بِهِ رَسُولُكُمْ
فَإِنَّ **الْهَدَىٰ** قَدْ غَابَ مِنْكُمْ وَدِينُ الْحَقِّ قَدْ صَرَفَ عَنْكُمْ * وَغَوَّتْ حَقِيقَتُهُ عَنْكُمْ * فَالْعِلْمُ
الْقُرْآنُ إِلَّا أَمَانِيٍّ * وَلَا تَعْرِفُونَ مَا حَكَمْتُهُ وَعَلِمَهُ وَصَدَقَهُ وَعَدَلَهُ وَوَحْيَهُ وَقَانُونَهُ إِلَّا مَا يَهْجُرُ
بِهِ عُلَمَاؤُكُمْ الْجَاهِلُونَ (٤٣) وَقَدْ نَبِّهَكُمْ اللَّهُ اللَّهُ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَضَىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي
أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا وَضَىٰ بِهِ كُلِّ قَوْمٍ طَلْحِينَ (٤٤) وَ
نَبِّهَكُمْ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ
مَنْ يَشَاءُ وَهُدًى إِلَى اللَّهِ مَنْ يَنْتَظِرُ (٤٥) فَمَا الَّذِينَ يَقْرَأُونَ عَرَبِيَّ الَّذِي تَوْثَمُونَ بِالْفَاظَةِ أَمَانِيٍّ
وَلَا تَعْلَمُونَ مَا كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فِيهِ * وَمَا هُوَ بِأَقْرَابَ الْلسَانِ الَّذِي تَكْرُونَ فِيهِ لِيَلَاؤُنَهَا * وَمَا هُوَ
بِالَّذِي تَفَرَّقْتُمْ فِيهِ * أَوْ بِالَّذِي صَنَعْتُمْ فِيهِ شُرَائِعَ وَمَسَالِكَ اتِّبَاعًا وَلَاوِيًا عَنْكُمْ وَصَلَحًا عَنْكُمْ * وَمَا هُوَ

﴿الْحَاقَّةُ﴾: أي آفة لا تزيّن من العاقل ولا تعصم بها كالأمانة وهذا فاعض الله بقوله ﴿وَفِيهِمْ أَقْسَمُ لَكَ بِالْحَقِّ الْحَاقَّةُ﴾ (٤٨:١٢) - وما فهم أكثر القاصدين منه الله
جمع أمّته فليس بصحيح. ﴿وَالْإِشْرَافُ﴾: أي قوله عز وجل هو الذي أنزل رسوله بالهلال ونزل الحجر المنير على النبيين ﴿كَلِمَةً﴾ (٩١:١٦) - فما قال أرسله بالقرآن أو
بالفاظه بل بالهلال ﴿وَنَزَّلَ الْحَجَرُ﴾: أي الهداية التي تصد من ادعاء القرآن عملاً ومعناً والسطح المستقيم الذي يهدي القرآن امتّيعه إليه.

بقولكم ان القرآن هو بلغه وافصح واشعر من كل كتاب الكسوف ﴿١﴾ فما آمن نوح ولا ابراهيم او موسى
 او عيسى او غيرهم من الانبياء بقرانكم هذا * وما كانت الامم المسلمة التي خلت من قبلكم تكرر
 بافواههم كلماتكم الشهادة وادعيتكم العربية * او يقرءون قرانا عربيا * او يؤمنون بفصاحة
 القرآن الذي يزايدكم * او يكونه شعرا كما امنتم ليسلوا فنبشوني بما الدين الذي شرع الله
 لكم ولكل الانبياء ان كنتم ضدقين ﴿٢﴾ وقد قال الله لكم في القرآن فاتمنايترناه بلسانك لعلهم
 يتذكرون ﴿٣٨: ٣٢﴾ وقد قال لكم وما علمناه الشعر وما ينبغي له ان هو الا ذكر وقرآن مبين ﴿٣٩: ٣٦﴾
 وقد قال الشعراء يتبعهم الغاؤون * انهم تراهم في كل واد يهيمون * وانهم يقولون
 ما لا يفعلون ﴿٤٠: ١٢٦-٢٢٦﴾ فما الذين بما نعتهم وما كان الله ليهديكم الى الاسلام بشعره
 وحسن كلامه * ولكن الذين ما ذكركم به وما بين لكم من الامر والنهي في القرآن المبين ﴿٤١: ١٠٠﴾
 هو القانون الذي ون الله في الكتاب الحكيم ﴿٤٢: ١٠٠﴾ صرفا عن اللسان الذي جاء فيه فاللسان ليس
 بشئ عنده وعند احد من المقتنين ﴿٤٣: ١٠٠﴾ وما امر ببيتكم بد ينكم وقد جاء دينه تعالى في السند
 شتى * وقد قال الله لكم وما ارسلنا من رسول الا بلسان قوله ليبين لهم ﴿٤٤: ١٠٠﴾ وقد قال
 لكم انما جعلناه قرءانا عربيا لعلكم تعقلون ﴿٤٥: ١٠٠﴾ وانما انزلناه قرءانا عربيا لعلكم تعقلون
 ﴿٤٦: ١٠٠﴾ وانزل الله القرآن بلسان العرب لئلا تكون للعرب حجة بعده لانه قال فيهم ولو جعلناه
 قرءانا انجيميا لقالوا الا فصيلت ايتة ﴿٤٧: ١٠٠﴾ فاللسان ليس بشئ عنده وما دينكم الا الامثال
 بامر بكم * والاعراض عن نهيه * والتذكري بما نسيتم من درس مطالبه وتعقل قانونه وتبشيره
 وما وظيفتكم في لسان القرآن الا الله عليكم حفظ الفاظه * وتصيينكم عن تحريف كلامه ومطالبه
 نظرا الى حفظ مقاصد الله * ولتعلوا بعينهم وبلغظه فامرهم الله لا تقديسه بالجهل وبقولكم
 ان القرآن قد جاءنا بلسان عربي فلا يسلم احد عندنا ولن يدخل قوم في دين الاسلام حتى يؤمنوا

بن القرآن العربي بأفواههم * فما يريد بكم الله ان تغدسوا لسان العرب او تحقروا العجم ولكن يريد
 ان تطيعوا وتتبعوا احكامه * فانه لا يوم من احد عنده حتى يتبع احكام القرآن عملاً ومعناً لو كنتم
 تعلمون ﴿ ولذلك قال الله عاَجِبِي وَعَرَبِيَّ قُلْ هُوَ الَّذِي اَمَّا نُوْهُدَىٰ وَشِقَاطُ الَّذِيْنَ
 لَا يُوْمِنُوْنَ فِيْ اِذَا نَزِمَ وَقُرْهُوْهُ عَلَيْهِمْ عَمِّيْ اُولَٰئِكَ يُنَادُوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿ ٢٢٢: ٢١ ﴾ وايضا ما تسمع
 وفي اى لسان تسلم فهو يقبله ويؤتي اليكم اجوركم انه غنى عن العلمين ﴿ سواء عليه كل ما
 خلق من التصاري اليهود * والسلم والهنود * وغيرهم من الاقوام الا الله من اطاعه فهو الذي امن
 اسلم عنده * ومن انكر حكمه فقد كفر عنده * فالذين امنوا والذين هادوا والتصارى الصابريين من
 امن بالله واليوم الآخر وعمل صالحا فاليهم اجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون
﴿ ٢٢٣ ﴾ ليست اليهود على شئ عنده وليست التصاري على شئ عنده وليس المسلمون على شئ عنده حتى
 يعلموا ويقبوا الكتب الذي جاء به موسى عيسى خاتم النبيين والنبيون غيرهم من قبل * فها
 عن اللسان الذي ارسل فيه * وان كان اللسان من شئ او التوحيد من قول عنده فلم يسم الله ابراهيم مسلماً
 وقال: ما كان ابراهيم يهودياً ولا نصرانياً ولكن كان حنيفاً مسلماً وما كان من المشركين ﴿ ٢١١: ٢٥ ﴾
 ولم يسم الله النبيين من قبل نبينا عليهم الصلوة مسلمين ومؤمنين ولم يؤمنوا بهذا القرآن * ولا
 بهذا الكتاب العربي في اللسان * ولم يسم الله كل امر صالح من قبل الاسلام مؤمنة ومسلمة في القرآن
 وما قالوا بافواههم من كلمة الشهادة وغيرها التي تروى فينا في هذا الزمان * فتدبروا ان كنتم قوماً تتفكرون
 فلا الاسلام الا في العمل * ولا الدين الا ما جاء في الكتب * وما الكتب الا قانونه تعالى * وما القانون
 الا ما بين الله لنا بلسان العرب في القرآن اوفى الكتب لى جاء به الانبياء من قبل * وانه لا يسلم قوم
 عند بنا الامن اتبع قانونه عملاً وفعلاً دون القول واللسان فان قانونه قانون واحد الا ان
 القرآن هو اكمل كتبه واخرها وابين صحتها واحسنها وحفظه الله من كل تحريف لفظي * للمعول عليه

عند التصديق * والمرجوع اليه للتوثيق * فهذا ديننا ومسلكتنا في الاعتقاد * وهذا ما كلفنا الله به
لا دينه دين واحد جامع الناس لا فارق * لا دين اليهود ولا دين النصارى * لا متمسك ولا مهتد
لا عربي ولا اعجمي ولا شرقي ولا غربي مثل نوره كشكوة فيها مصباح المصباح في رجاية الرجاية
كانها كوكب دري يوقد من شجرة مباركة زيتونة لا شرقية ولا غربية يكاد زيتها يضيئ ولو لم
تمسسه نار نود على نور يهدي الله لنوره من يشاء (٢٤١: ٢٢) وشرع الله نور السموات الارض (٢٤١: ٢٣)
لنا من نوره ما وصى به كل الانبياء ولذلك كلف الله المسلمين بان يؤمنوا بما انزل اليك وما انزل
من قبلك (٢: ٢) كله ومن هذا القبيل فليؤمن المؤمنون ويعمل العالمون [٢٤١] ولذلك لا يختص الله احدا
من الاقوام بنوره ووحيه في اى زمان بل يذهب بالذى اوحى الى قوم ويؤكده بقوم اخرين
وينقل دينه من امة الى امة ليؤدى اليهم اجرهم بعد اعمالهم وصلاحهم ويقبض فيسقط ويرفع
ويخفض نظرا الى اعمالهم لا الى اقوالهم واعتقاداتهم فانه لا يضيع اجر المحسنين [٢٤٢] وهذا هو
القانون الذى يحكم به الله بين الناس * والذين الذين سماء الاسلام صدق عن كل ما قال
فيه علماءنا والمجتهدون [٢٤٣] وهم الذين فرقوا بين الناس باجتهادهم الواهية وقالوا نحن نتبع
نبينا محمدا والنصارى يتبعون نبيهم عيسى ونحن برتوت متايقولون ويعتقدون [٢٤٤] لا هم منا ولا
نحن منهم وما قال نبينا الذى قال نبيهم * بل ضرب كلهم عن المسلك الذى اشار اليه رسولنا
فلا شك انهم فرقوا بين الله ورسوله * وزعموا ان الرسل جاءوا برسالت شتى من ربهم
وقد قال الله فى رجال مثلهم فى القرآن ان الذين يكفرون بالله ورسوله ويريدون ان يفرقوا بين
الله ورسوله ويقولون نؤمن ببعض وكفر ببعض ويريدون ان يتخذوا بين ذلك سبيلا اولئك
هم الكفرون حقا واعندنا للكافرين عذابا مهينا والذين امنوا بالله ورسوله ولم يفرقوا
بين احد منهم اولئك سوف يؤتيهم اجرهم وكان الله غفورا رحيما (١٥١: ١٥٢) فضيفوا حجة

الاسلام بل تعدا واحدا لله ومن يتعدا حرد الله فأولئك هم الظالمون (٢٢٩:٢) * ولوامنوا
 بالرسول كلهم عملا وحسبوا انهم كلهم جاءوا بكتب واحد من عند ربهم وبالذين الواحد الذي
 شرع الله لنا منه من اول يوم وبالذي وصى به ابراهيم وموسى وعيسى غيرهم من النبيين ان اقيموا
 الدين ولا تتفترقوا فيه (١٣١:٣) * ولم يتفترقوا فيه واشاعوا بن الاعتقاد وقالوا اهل الكتيب تكالوا
 الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا ينجي بعضنا بعضا اذ بآيات من ربه
 الله (١٣١:٣) لكان خير الهم ولجماعتهم فليجمع الله الناس كلهم على الاسلام ولدخلوا في دين الله اوجا
 (٢١١:٥) * ولجمعهم على الهدى وكثرت جماعتهم ولصاروا من المفلحين فيا ايها المسلمون
 المنتشرون المتفترقون! ما الاسلام بهما زعم علماءكم وما الدين بما ظنتم بل ساء الله فطرت الله
 التي فطر الناس عليها (٣٠:١٣) لانه اجبر كافة الناس عليه بل جباهم عليها ولهذا لا مفر لاحد
 من الناس منها وان من قوم اصلحوا ثم افلحوا في هذه الارض الا اسلموا له وان من ارض خاب
 اهلها الا انهم صر فواعنه لا تبدل خلق الله ذلك الدين القيم ولكن اكثر الناس لا يعلمون
 (١٣:١٣) فلا شك في ان علماءنا كلهم نسوا اصل ديننا والفطرة هي التي لا تخفى على الله
 فطر عليها اصلا ولا شك في انهم نسوا فطرتهم ونسوا حظا (معظما) مما ذكروا به (١٣:١٥) وكلهم
 ضلوا عن بئ هذه السرائر الى دين الاقوال والعقائد وشرعة الكلمات والمناسك من دون
 الحقائق والفرائض وكبروا اصغارا لأمور وصغروا كبرائرها ابتغاء الفتنة وجهلاء واتخذوا
 دينهم لهوا ولعبا ولم يتدبروه ولم يتفقهوا فيه حتى تدبره وتفقهه فاهنوا امرنا في الدنيا و
 اضعفوا بالناس في العقبي واضلوا اسعين وجعلونا من الاخسرين فيا ايها العلماء للتكبرون
 المعاصرون! نبتوني بما الدين وما الاسلام ان كنتم صدقين فيا ايها العلماء للتكبرون
 فطر الناس عليها ان كنتم قوما متفكرون وما الذي شرع الله لنا منه والذي وصى به ابراهيم و

موسى وعيسى وغيرهم من الانبياء الى رسولنا سيد المرسلين ﷺ وما الذي اجعل الله الناس
 عليه فلا مجال لهم ان يفروا منه منكربين ﷻ وان سائر الناس سواكم يفترون من فطرتهم فلما
 لا يعدون * من فريادته ما كان للباغين عن الفطرة ان يستعقبون ﷻ فما الذي قال الله فيه
 وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ (٣: ٨٥) ولما لا تقبلون * في هذه الدنيا وهم
 يقبلون ﷻ من دوزاخة فستعلمون ايتكم من الاخيرين ﷻ واين المطلوب الذي قال الله فيه
 اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (٣: ١٨) افلا تعقلون ﷻ واين السيئة من عندهم التي تصيب
 الذين لا يدخلون في زمركم * ولا يقولون مثل ما تقولون * ولا يصلون مثل ما تصلون * ولا
 يركعون او يسجدون او يستحون مثل ما فعلتم * ولا يؤمنون مثل ما امنتم * ولا يتعمتون او يتكفرون مثل
 ما تعتمتم وتكفرون * جزاء في زعمكم بهيغهم عن الفطرة افلا تذكرون ﷻ اقولكم يا فواكهكم الله
 احد هو الاسلام فاكثرت الناس من دونكم لا يكادون يقولون هذا وما كادوا يعدون ﷻ افسوكم
 عاما بعد عام في ايام معدد داي هي الفطرة فالتاس من ونكم ينكرون اصلا هذه الفطرة وهم لا
 يعتبون ﷻ اوصلواكم الخمسة التي تقيهم بها في مساجدكم او في دياركم وتكررون اركانها بغير
 علم وبكل صحة صرعا عما تقولون في قوماكم وقعدتكم هي الدين فالتاس غيركم لا يصلون مثلكم
 صلوة واحدة وهم يستعقبون ﷻ افزكونكم التي تنشر في الارض كالزمامد عاما بعد عام فالتي
 تجري به في جواء السماء ليخذلكم وتشيع المسكنة في قومكم فتذركم مستضعفين في الارض
 غير قادرين مما كسبتهم على شيء هي الاسلام فساير الناس لا ينفقون حبة مثل هذا في سبيل الله
 وهم لا يخذلون ﷻ افجكم وهجركم في اواخر عمركم الى مكة للفلاح هي الاسلام فاكثرت الناس
 في الارض لم يسموا اسم مكنكم قط وهم مفلحون ﷻ فحين يبا انهم الله من فضله و
 يستبشرون بالدين لئلا يحقوا اليهم من خليفهم الا خوف عليهم ولا هم يحزنون (٣: ١٧٩) ﷻ

فما افطرت التي فطر الله الناس عليها. وما الذي بُني عليه الاسلام لو كنتم تعلمون. وما صلى
 الانبياء من قبلكم صلوة مثل ما انتم عليه. ولا صاموا صوماً على فحكم في شهر رمضان. ولا انفقوا
 مثل ما انفقتم. ولا ارتحلوا من ديارهم الى مكة ليقتضوا مناسكهم. ولا انشدوا كلماتكم الشهادة
 العربية. ولا تعتموا او تآزر واملش ما انتم تفعلون اصلاً. ولكنتي اقسم برب السماء والارض انهم
 كانوا من عباد الله المؤمنين المسلمين. وما كانت الامم التي اتبعتهم الا ائمة مسلمة من دونكم
 ومن دون العالمين. ولا شك في ان اسلامهم كان مبنياً على اركان من دون ما انتم تظنون.
 فلا اقسم بالله الجلى العظيم. ما بُني الاسلام على ما انتم تزعمون. وما كلمة الشهادة و
 الصلوة والصلوة والحج والزكاة التي تستعملونها اركان الاسلام الا شعائر الامة الحميدة
 او مناسكها التي تتميز بها امتكم من الامم الاخرى. ولكنه ما أسس الاسلام عليها قط. ولا هي فطرت
 الله التي فطر الناس عليها. ولا هي ما يولد عليها ولد. ولا ما تغلخ به امم. ولا ما ذكر الله به العالمين.
 ولا ما وصى به النبيون. بل ضرب الله في القرآن عن تعيين كلمة الشهادة والفاظها. وتفصيل
 اركان الصلوة وركعاتها. وعدتها واوقاتها. وتقدير انفاق المال والزكاة. وتبيين مناسك الحج
 الا ماشاء. وترك كل هذه للنبي العربي لينفذها في امته اني يشاء. الا انه صارت امتنا كثر بعد ذلك
 واكثرنا مراراً على هذه الشعائر نظراً على اصدار اعمالنا وتشكيل اخلاقنا في هذه الدنيا. ولا دخل
 الايمان في قلوبنا. ولنكون ما اراد الله بنا. ولنكون من المفلحين. فلا والله ما هو الا انه قد بُني
 الاسلام على عشرة اصول (١) التوحيد في العمل من دون القول (٢) ووحدة
 الامم (٣) واطاعتها واول الامر منكم (٤) والجهاد بالمال مع الاعلاء
 (٥) والجهاد بالسيف بلا نفس (٦) والهجرة الى البلاد وجر كل ما يشغلكم عن السعي
 (٧) والاستقامة في السعي مع التوكل في النتائج (٨) ومكارم الاخلاق (٩) والعلم

(١٠) والایمان بالآخر **لو كنتم تعلمون** * ومن اتبع هذه العشرة عملاً ومعناً فاولئك هم المسلمون **بيده**
 وكل واحد من هذه العشرة المبشرة الكاملة من اصول الاسلام يتفرع من الاصل الاول اعني التوحيد
 في العمل كما يأتي * وكل اوامر القرآن ونواهيها يتفرع من هذه الاصول ويؤيدها كما يأتي * وكل ما بُني
 عليه الاسلام يوجب في التوحيد ويهدى للعامل الى الغلبة والامن والتمكن في الارض والاستخلاف فيها
 وكل هذه هي الفطرت التي فطر الناس عليها * فمن اطاع الله حق اطاعته في هذه الامور وجل جرة من
 عند ربه في الدنيا * ومن عصاه او بغى عليه لاقى عذابه فيها * وكل هذه هو اوضى به النبيون من قبل
 الا انهم اوتوا جزءاً ونُبذ آمنه حتى اكمل الله دينه واتم شريعته واسبغ نعمته على نبيه صلى الله عليه وسلم
 والسلام * وما كلمة الشهادة والصوم والصلوة والحج والزكاة التي تسمى فيها اركان الاسلام بشئ الا
 اسلحة ووسائل لاجراء هذه الاصول في امتنا ولا ستمسك بالذي ادعى الله اليها فما كلمة
 الشهادة الا مظهر التوحيد في العمل المصدق ما في قلب الانسان * وما الصوم الا جهاد بالفسق
 والاحتساب عليها * وما الصلوة الا توحيد الامة واطاعة الامام * وما الزكاة الا جهاد بالمال
 وما الحج الا اظهار وحدة الامة * وكل هذه من اركان الاسلام نصبت لناسيس الجماعة ولتوحيدها
 وتقويتها نظر الى استقلالها في الارض واستقلالها فيها * وما هذه العشرة من اصول الاسلام
الارواح من امره تعالى اي قانونه كما قال: **وَكَذَلِكَ اَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ**
تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى
صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (٥٢: ٥٣) * فهاهنا اركان الامة وظواهر الايمان وما هي باصل الدين
 قط بل فروغ من امره * بل مستخرجة منه * ولذلك قال الله عز وجل **لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا**
فِيهَا فَاسِكُوتٌ فَلَا يَنَازِعُكَ فِي الْأَمْرِ وَأُدْعُ إِلَى رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَى هُدًى مُسْتَقِيمٍ (٢٢: ٢٣) * فجعل
 الله لكل امة طريقة عبادة ربه واسلوب التعبد بقانونها * فلتستمسك كل امة بهذه الطريقة

وتداوم عليها * ولكن امره وقانونه شيء آخر يستوى في كل الامم * فهم ما تسمك امة بامر
وايما تأخذ فسوء عليه فهو يؤدى اليهم اجورهم بقدر سعيهم ويوفي حسابهم * فيجب على الناس
ان لا يتنازعوا بينهم في الامر * فالنزاع في الامر هو ما ينافي الاسلام وينافض بينه تعالى * والنزاع
في المناسك هو الذي يفرق بين الاقوام لا بين افرادهم * ولا يعذب الله قوما حتى تنازعوا في الامر
وضلوا عن سبيله المستقيم * وان امة من الامم استمست بمناسكها ثم توغلت فيها معضلة
عن مقاصد هاهمهمة التي تخفى فيها واخذت بامر تعالى واهملت او تنازعت فيه فلا شك انها
قد ضلت عن سبيله ووجب عليها العذاب كما وجب على المسلمين المعاصرين الذين قالوا ما الاصلاح
الا اقامة الصلوة وايتاء الزكاة والصوم والحج واقراءة تعالى باللسان * فما كان لنا ان نؤمن بها
سورها * كتب الله علينا هذه الخمسة * وما نحن الا من الفلحين * وما هو الا انه قد غاب اصل
الدين عنهم * وغورت حقيقته * ولمسوا سطحه وظاهره * وصرفوا عن محجته وباطنه * اقولهمون
ببعض الكتب وكفروا ببعض فما جزاء من يفعل ذلك منكم الا خزي في الحياة الدنيا ويوم
القيامة يردون الى أشد العذاب وما الله بغافل عما تعملون ﴿١٨٥:٢٠﴾

ولاشك في ان هذه العشرة من اصول الاسلام وما يليها من الاوامر في القرآن هي الفطرة
لا اله في اى ارض تجدوها و اى قوم يتبعها فهم لا يزالون ينتفعون منها * يرفعون بها من مقام الى
مقام حتى يمكنهم الله من الارض ويصلبهم ويبدل خوفهم امنا * فالدين جاهد في هذه الاصول
حتى جهادها * وبلغوا الشد مبلغهم فيها * وسعوا فيها ما استطاعوا * ولم يزلوا عنها * فاولئك هم
المفلحون * واولئك هم المؤمنون المسلمون * وقد استنبط الحكماء من المغرب
كل هذا الاسلام من دراسة احوال الطبيعة وعوائد الخلق والسفلية * ومن مطالعة ما يماثل
ويشاكل بين مجامع الناس وامم الطيور والدواب * اشار الله اليه في الايت التي تقدم ذكرها

بحمد ما لم يتقدم عليهم احد من حكماء القرون الخالية * ففتشوا مواليد الارض ونوروا طبقاتها
 الباقية ومخلوقاتها البالية والزكازات والمخبرات * ودرسوا غيرها من العلم وحقائق الاشياء وتاريخ
 الهم الخالية * فاستقصوا فيها واستقروا الله ما هو الا ان نظام كل العالم ينبع على السعي والعمل و
 الجهد والجد * والنظم والنسق * والله لا يعلم فيها احدا الا من اصلح * ولا يصلح الا
 من حفظ نفسه من كل الاعداء والبليات والحوادث والنوائب * واعذ لها ما استطاع من
 قوة ونظم وعلم ثم استقام للسعي * واستدام في تقدمه * فانه ليس للانسان في هذه الدنيا
 الا ما سعى له سعيًا بليغًا * فالسعي التقدم وحفاظة النفس هي المنتهى في الدنيا * وانما يوفى
 الناس اجور هذا السعي في العقبة * فلا بد للانسان ان اراد ان يستغنى وجه الله من ان يجهد ههنا
 جهداً متتابعاً للتقوية قومه وتركية نفسه * فهاهنا الارض الامصرع للابطال ومقتل للشجعان
 ليصرع بعضهم بعضاً في الجادلة للحياة والتنازع للبقاء * وليحفظوا انفسهم من تطاول الاعداء * و
 ليكفوا ايدي الناس عنهم فيكونوا في زمرة الاحياء ^{عليهم السلام} والله لا يبليهم قوم عندهم هذا المقام الحصين حتى
 يزكوا قلوبهم من رجز الاوثان * وعبادة الاصنام * وحُب الحيوة الدنيا * والشغف بالمال
 والاولاد والمسكن وغيرها من الاوثان التي تشغلهم عن السعي والعمل والجد والجهد * وما هذه الا
 اقرار التوحيد في الاعمال * واشعار القلوب بالحاكم المتعال * والاعراض عن الطاغوت الدجال
 ولهذا ما اتس عليه اصلاح الانسان عندهم * وما بُني عليه كل اصولهم ويولج فيه معظم سياستهم
 ولهذا ما عرف به الصلاح والارتقاء عندهم * واساس الابقاء في علمهم * فمن عرف هذا فقد عرف
 سر الحيوة والمات * واكتشف له حقيقة الفناء والبقاء في الدنيا * ومن اعرض عنه فقد هلك بل
 استهلك واستمات * وما هذه التزكية الا تهذيب للصلاح وتمهيد فقد افلح من تركي ^(١٠٨)
 عندهم كما قال الله عز وجل * ولكنه لا يعلم قوم في علمهم حتى ينظروا انفسهم ويوحّدوا في الفوايد

قلوبهم بهذه التزكية* ويعتصموا بنظم وقانون* ويطيعوا أميرهم حتى استطاعهم* ولا يصلي
قوم في اصطلاحهم حتى يجاهدوا بأموالهم وانفسهم لتكليف أعدائهم عنهم* وحتى يعتد بهم
ما استطاعوا من قوة* واسلحة* ويجهزوا من ملوك إلى ملوك لامضاء حكمهم على الناس وتقوية
امرهم وجماعتهم* وحفظ نفوسهم عند الضعف* وتقديف رعيهم في الأعداء* وتخصيب عزتهم
وغلبتهم* وتمكينهم من الأرض* ولا يستأهل هذا المقام قوم أصلاً في هذه الدنيا حتى استقاموا
في سعيهم وسعوا لوصولها سعيًا متتابعًا لئلا ينهاروا* وإداموا ما داموا في الأرض فأولئك هم المفلحون
ولاشك في أن كل هذا هو مما يفعل الوحوش الطيور والدواب والأنعام وغيرها من المخلوقات السفلى
في مساكنها بقدر استطاعتها وحدامكانها وهم الذين يسجدون لسنة الله وللأصول التي دعى الله
في جبلتهم وشتم في طينتهم بل ادعى في خلقهم* فأنهم يدافعون عن انفسهم الأعداء حين البأس ويتخذون
بيوتًا من الجبال ليحفظوا انفسهم ويجاهدون ويهاجرون في ديارهم ويسعون سعيًا متواترًا ليخرجوا
أعدائهم من الأرض وليجروها عليهم حتى لا ينسأ* وليستخلفوا انفسهم فيها على ارض من الله* وليستأطوا
على صعيداتها وجرزها وسهولها وصخرها* وعلى ما فوق الأرض ما تحت السماء* وعلى سطح البحر وفي قعرها
على كره منه* ويحفظون أعدائهم خطفة كاملة فيقتلون ويقتلون (١١١: ٩) ليحفظوا انفسهم* ويقتلون
أعدائهم كافة حيث وجدهم* ويقتلونهم جميعًا حتى لا تكون فتنة* ولا يكون الذين كلف الله (٣٩: ٨)
أن كانوا قادرين* ولا شك أن كل هذا الدرس والوحى من الله فانه علمهم ولم يعلمهم احد غير
ولم يقدر على تسوية خلقهم او يحيط على فعالهم سواء* ولا شك أنهم له ساجدون* ولذلك
قال الله فيهم والله يسجد ما في السموات وما في الأرض من كائنة والملائكة وهم لا يستكبرون يخافون
ربهم من قوتهم ويفعلون ما يؤمرون (١١٢: ٢٩-٤٠) فهذا سجودهم وركوعهم لرب العالمين* و
هذه ما يؤمرون بها وهذه ما يفعلون* ومن ذلك قال الله في احدهم وأوحى ربك إلى النحل أن

مستقيم والطير صفت مبتغين * والشجر من الاصل والفرع منظرين * كحلياته ملحقين *
 لا مرتبهم ساجدين * فاعلين بل فعالين * جاذبين مياههم من الارض فمقسمين * وبالهم
 مستقيين * مساحين بينهم بل متطاولين * مصالحين بل متوافقين * ثم الموعود
 المثمرون * فضاحكون وامنون * لانهم كانوا لا ينقضون عهد الله من بعد ميثاقه (٢٤: ٢٢) ولا
 يقطعون ما امر الله به ان يوصى (٢٤: ٢٢) ولا يفسدون * رفع الله فوقهم ميثاقه الجبل العظيم *
 فساهم عز وكرمه معرضين * اخذ من ما اتهم ربهم (١٦: ٥١) بقرة وذاكرين ما فيه لعلمهم يغلبون *
 ومن اطاع واصلح فاولئك من الصالحين * واولئك من الذين لا خوف عليهم ولا هم يحزنون *
 في جنت الارض وعيونهم * على رغم العادين * لانهم كانوا عابدين * ولقد كتبنا في الزبور من
 بعد الذكر ان الارض يرثها عبادي الصالحون . ان في هذا للبكا لقوم عبيد (١٠٥: ١٢-١٠٦) فمن
 تنظم وتطوع فاولئك هم العابدين * واولئك هم الساجدون * والمصلون * والمستحيون *
 وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون (٥٦: ٥١) * فالعابدون هم الطائعون الفاعلون الذين
 هم في صلواتهم موحدون * والذين هم على صلواتهم يحافظون (٩: ٢٣) * وسياحون و
 يرابطون * والذين يجهلون في تقوية جماعتهم مبشرين ومصححين * يخافون عذاب بهم من
 فوقهم ويطمعون ان يكونوا من الغالبين * تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفاً و
 طمعاً ومما رزقهم ينفقون . فلا تعلم نفس الا نحن لهم من قرّة اعين جزاء بما كانوا
 يعملون (١٤-١٦: ١٣٢) * افعلتم ما في هذه الارض من قرّة اعين للمتقين المصلين * ارا المتقين
 في جنت وعيون اخذ من ما اتهم ربهم كانوا قبل ذلك محسنين * كانوا قليلاً من اليسل ما
 يهجعون . وبالاشارهم يستغفرون (١٨-١٥: ٥١) * والموسعة قلوبهم فهم الذين لا يمنعون احدًا

ثم الاشارة الى قوله وجل ذكر اخذنا قلوبنا فذكرناهم والظن وحسن واما انفسكم يفتقروا (٩٣: ٢) و (٩٣: ٢) اعطى كل علم القردة التي اعطاها
 الله على جبل الطور فعملهم الله الودع العظيم بميثاقه بل رفع فرق رؤوسهم جلا عظمتهم بعلما خذوا بقرّة ويستشهد على هذه العاني قوله وركعتا فرقهم
 الظن رجعنا فيهم وقلنا لهم ادخلوا الباب سجداً وقلنا لهم لا تعدوا في التسبيح اخذنا منهم وقلنا قائلنا (١٥: ٢) فما كان ميثاقهم الا ان يجعل رفرقهم ١٣

ما يستطيعون ❦ ولن يستقيم صلواتكم ايها الضالون المشرعون ❦ تركعون وتسجدون ليريكما الناس
 وانتم لربكم لا تسجدون ❦ قَوْلُكَ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ
 وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ (١١٠-١١١) ❦ فهل نبشكم بما الصلوة في قرآنكم ايها الساهون ❦ الصلوة هي
 التي تنهكم عن فحشاء البخل ومنكر النفاق وَلِذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ (١١٩) ❦
 فوالله ان الانسان خلق هلوًا اذا امسه الشر جروًا واذا امسه الخير منوًا **إِلَّا الْمُصَلِّينَ**
 الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ (١٩٠-١٩١) ❦ المداومون وحديثهم والموسعون عطاياهم للساكنين
 والمحرومين ❦ الذين ان تقضوا حاجاتهم فتنفعوا جماعتكم وتكونوا من الغالبين ❦ لا الذين
 يستلوث الناس لمخفين ❦ فما الصلوة بما انتم ترعون ❦ ما هي الا التظم والسق ووحدة الامة
 واطاعة الامير وتاليف القلوب حفاظة النفس الجهاد والغلظة على الاعداء والحسبان الميزان
 لو كنتم تعلمون ❦ والتمكين من بر الارض وبحرها كالذآب ومن جوار السماء كالطيط ومن مضى البحر
 كالحيتان فيما لكم لا تصلون ولا تفعلون ❦ والمغربيتون كلهم قد علموا صلواتهم وخطفوا الارض
 من فوقها ومن تحتها واتخذوا بيوتًا من سهولها وحضرها وينامساكن مراكب في برها وبحرها ليستجوا
 لله ويحجوه وهم الذين هملوا الصراط المستقيم ❦ صراط الذين انعم الله عليهم غير المغضوب
 عليهم ولا الضالين (١١٠-١١١) ❦ وما علمتم ما الصراط المستقيم ايها الجاهلون ❦ وقد قال
 الله لكم في الكتاب المبين * في موسى وهرون * اللذان ابغنا قومهما على مقام أمين ❦ واولاهم
 جنت الارض وعيون ❦ التي تركوها قوم اخرون ❦ ولقد امتنا على موسى وهرون * ونجيناهما وقومهما
 من الكروب العظيم ونصرهم فكانوا هم الغالبين * وانيناهما الكروب المستبين * وهذا ينهما

ثم الاشارة الى قوله تعالى اَنْلُ مَا اَوْحَى إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَتِ الصَّلَاةَ وَآتِ الزَّكَاةَ وَلِذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ
 (١١٩: ٢٥) قد بينت في كتاب التذكرة على صفحات ١٣٥-١٥١ (بحث الدين) ان الله عني بلفظ المنكر النفاق والتفريق في الامة وعلى صفحات ٢٠٤-٢٠٩
 (بحث المات) منه الله عني بلفظ التحيات البخل في انفاق المال والمشاخرة وضيقه القلوب غيرها من السيئات التي تتمتع الرجال عن الملائكة والمواصلة
 والمواخاة بينهم * ولا شك في ان الصلوة في المساجد المحافظة لله اذ الله بها والملائكة بين المصلين هي التي تمنى الرجال عن الغرب والخراب بل توسع قلوبهم وتلينها
 وليمنظر القاري الى صفحات ٢٥١-٢٥٢ من كتاب المتن كونه للتشريح (الزبد) ❦ سبق تفصيل ما عني الله جل جلاله على صفحات ١٣٩-١٤٠ من هذه الاختصاصية *

الضراط المستقيم؛ وَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ: سَلَّمَ عَلَى مُوسَى وَهَارُونَ. إِنْكَارُكَ نَجْرِي
 الْمُحْسِنِينَ. إِنْهُمْ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ. (١٣٥-١١٢-١١٣) * وَإِنْ كَانَ التَّسْبِيحُ تَكَرُّرَ كَرَامَاتِهِ عَلَى
 سُبْحَانِهَا الْجَهْلُونَ! هـ فَمَا اسْتَعْلَ رَسُولُكُمْ هَذَا السَّلَامَ الْعَجِيبَ الْغَرِيبَ فِي حَيَاتِهِ قَطْلِي كَوْنٍ مِنْ
 الْمَفْلُحِينَ * فَمَا لَكُمْ لَا تَتَذَبَّرُونَ وَتَجْهَلُونَ * وَتُخَرِّفُونَ مَقَاصِدَ كِتَابِ اللَّهِ فَتُخَنِّدُونَ *
 وَعَلَى كُلِّ مَا تَفْقَهُ الْعُلَمَاءُ الطَّبْعِيُّونَ وَالْحُكَمَاءُ الْغَرِيبُونَ مِنْ تَسْبِيحِ الطَّيُورِ وَالذِّبَابِ الْمَلِكَةِ
 وَصَلْوَةِ الْأَشْيَاءِ وَخِفَتِهَا وَرُكُوعِهَا وَسُجُودِهَا وَعَلَى كُلِّ مَا تَفَكَّرُوا فِي قَانُونٍ غَيْرِ مَحْوُولِ الَّذِي
 يَكُونُ بِأَشْيَاءِ الْفِطْرَةِ سَرِيَّةً تَأْتِي قَدْ ذَهَبَ إِلَى أَنْ دُرِّسَتْ أَشْيَاءُ الطَّبِيعَةِ وَمَخْلُوقَاتُهَا وَحَقَائِقُهَا وَعَوَائِدُهَا
 لَا تَخْلُو عَنْ التَّقَاتُصِ الْعُيُوبِ لِأَنَّ الْأَصُولَ وَالْفُرُوعَ الَّتِي تَخْرُجُ مِنْ هَذِهِ الْمَطَالَعَةِ أَنْ تُصَدَّرَ مِنْ
 دِرَاسَةِ حَقَائِقِ الْأَشْيَاءِ لَا تَطَابِقُ فِي كَثَرِ الْأَحْوَالِ بِعَوَائِدِ الْإِنْسَانِ وَفِطْرَتِهِ وَلِذَا لَا يَجُوزُ لِلْإِنْسَانِ
 أَنْ يَتَّبِعَهَا تَبَاعًا تَامًّا وَمِنْ هَذَا اعْتَرَفَ الْغَرِيبُونَ بِأَنْ مَبْلَغَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ الَّذِي دُرِّسَ فِي كُتُبِهِمْ
 لَا يَكَادِي بِحَتْوَى عَلَى مَا يَكْفِي الْإِنْسَانَ لِفَلَاحِهِ وَبِقَاءِ نَسْلِهِ وَتَدْوِيمِ قُوَّتِهِ وَتَمَكِّنِهِ مِنَ الْأَرْضِ فَصَرَفُوا
 عَنْ هَذَا السَّبِيلِ لِيَكْمُلُوا عِلْمَهُمْ بِدِرَاسَةِ أَحْوَالِ التَّوَارِيخِ وَأَسْبَابِ ارْتِقَاءِ الْأَقْوَامِ وَمَطَالَعَةِ السِّيَاسَةِ
 الْخَالِيَةِ وَسِيَاسَةِ الْمَدِينِ الْمُتَمَدِّدَةِ الْمَاضِيَةِ وَبِاخْتِصَاصٍ فِي أَثَارِ الصَّنَائِدِ أَحْوَالِ الْأُمَمِ وَتَدْوِينِ
 أَصُولِهَا فِي الْمَعَاشِ تَبْيِينَ فِهْرِسِ الْأَعْدَادِ وَغَيْرِهَا مِنْ عُلُومِ التَّوَارِيخِ الَّتِي أَشَارَ اللَّهُ إِلَيْهَا فِي قَوْلِهِ
 إِنْ أَنْتُمْ لَا تُؤْنَسُوا عَلَى أَهْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ رَجُزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ. وَلَقَدْ رَكَّنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً
 لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (١٣٥-١٣٢-١٣١) فَلَا شَكَّ فِي أَنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ يَعْقِلُونَ سُنَّتَهُ وَيَفْقَهُونَ عَادَتَهُ بِأَصْرَاطِ
 مِنَ الْمَفْلُحِينَ * وَنَظَرَ إِلَى كُلِّ مَا نَقَدَّ مِنْ اجْتِهَادِهِمْ فِي أَشْيَاءِ الْفِطْرَةِ وَمَبْلَغِهِمْ مِنْ عَادَةِ اللَّهِ اسْتِقْصَاءَهُمْ
 فِي قَانُونِهِ وَاسْتِقْرَآئَهُمْ سُنَّتَهُ الْقَوْلُ الْحَقُّ الَّذِي لَا يَشَكُّ فِيهِ هُوَ أَنَّ كُلَّ هَذِهِ مَا ذَهَبَ إِلَيْهَا الْغَرَبُ مِنْ

هُمْ فَيَصْدَرُ مِنْ هَذِهِ الْآيَاتِ الْحِكْمَةُ أَنَّ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ مُوسَى هَرَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ سَلَامَةِ الصَّطْرِ الْمُسْتَقِيمِ وَهُوَ الَّذِي عَبَدَ رَبَّهُ حَقَّ عِبَادَتِهِ بِإِلْهَامٍ
 بِهِ حَقَّ إِيْمَانِهِ لَا نَسَاهُ عِبَادَتَنَا الْمُؤْمِنِينَ هَذَا الْعِبَادَةُ الْأَسْوَدُ كَمَا سَبَلَ رَبَّهُ وَاتَّبَعَ كَمَا قَالُوا لَنَقُصُّكُمْ فِي اللَّيْلِ وَلَنَكُونُنَّ فِي يَمِينِ الْمَغْلِبِينَ رَوَاهُ الْخَطُّ عَزَّ وَجَلَّ
 فِي آتِي مَرْغَمٍ فِي الْقُرْآنِ أَنَّ صَرِاطَ مُسْتَقِيمٍ بِالْأَلْفِ وَالْأَلْفِ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ (صَرِاطًا عَادًا) فِي سُورَةِ الْعَاقِبَةِ وَلِذَا كَانَ مَا قَصَدَ اللَّهُ مِنْ قَوْلِهِ إِنْ هَذَا الصَّطْرُ الْمُسْتَقِيمُ مِثْرَاطُ (الْبَاقِي)

اصول الاسلام بل دينه تعالى بل فطرت الله التي فطر الناس عليها والذين الذي صوبه النبيون
لا تهم افكوا هذا القانون واصلحو بالهم هذا المسنون ومن اتقى واصلى فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون
(١٥٣) * واقفا الاختلاف بين القرآن وبينهم في اساليب نفاذها وطريق اتباعها فهم من الفروع
ليس باصل الدين ولذلك يحزنهم الله بما كسبوا ويستخلفهم في الارض ويمكن لهم دينهم الذي انزل
لهم (١٥٣) ان الله لا يضيع اجر المحسنين (١٩٠) * فيا من تجهلون لا تعقلون! انبتوا في بسا
استنبطتم من القرآن العظيم * وما القانون المتفق عليه الذي استخرجتم منه فانتم له تسبحون *
استنبطتم من القرآن انه من اعترف بلسانه بان الله خالق السموات والارض فهو المسلم عنده
وهو الذي دخل في دينه * او امن بتوحيد تعالى * فلا شك في ان كثير من العرب قبل ظهور الاسلام
والاعراب والنصارى واليهود والمنفقين وغيرهم من معاصري النبي اكثرهم كانوا
يقرون بلسانهم انه خالق السموات والارض وما كادوا يعتقدون بعقيدة غيرها
لو كنتم تعلمون * فلذلك قال الله فيهم ولين سألهم من خلق السموات والارض
ليقولن الله قل الحمد لله بل اكثرهم لا يعلمون (١٣١) * فما كان
قولهم من دون العلم واليقين الا ما انتم تقولون الان بافواهكم بغير علم * فلما لا ادخلهم
الله في زمرة المسلمين بل سماهم المشركين * ولا شك في ان اكثرهم كانوا يقولون انه سخر
الشمس والقمر كما تافكون بالسنتكم لانه قال فيهم ولين سألهم من خلق السموات والارض
وسخر الشمس والقمر ليقولن الله فاني يؤفكون (١٣٩) * ولا شك في انهم كانوا يعتقدون
بافواههم بغير تعقل وعلم ان الله منزل الماء من السماء * وانه هو حي الارض بعد موتها كما
تعتقدون الان * فانه قال فيهم ولين سألهم من نزل من السماء ماء فاجيبوا الارض من بعد

في ان العلم يصد
من التوحيد و
يولج فيه -

(البقرة من صفحة ١٥) الذين انعمت عليهم (٥١١-٥١٢) الا فلاح القوم ونعمة الغلبة في الدنيا ولان لك عنى بالمتطوعين عليهم والضايقين الذين هلكوا من فساد
حكم في الدنيا وقد بينت ما عني الله بلفظ نعمة في كتاب التذكرة على صفحات (٢١١-٢١٢) فليدبر القاري اليها للتشريح المنبسط وسياق تفصيل ما صراط مستقيم بل ما
الصراط المستقيم على صفحات (١٣٩-١٣٨) من هذه الاستنتاجية بين لكم ما الاعمال التي تلزم الانسان منه فالمراد منها هو ان الضلوة هي التي قد يكمل اليها (البقرة)

مَرَّتْهَا لِيَقُولَنَّ اللَّهُ قُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (٦٣:٢٩) * ولا شك في أن كثيرا
منهم كانوا يقرّون بالسنتهم أو صافه تعالى وأسمائه كأنكرونها لأن ليلاً ونهاراً * فأنه قال ولين
سألهم من خلق السموات والأرض ليقولن خلقهم العزيز الحكيم (٩: ٣٣) * ولا شك
في أن معاصري النبي أكثرهم كانوا يعترفون بأن الله خلقهم من دون الشمس والقمر والسموات
والأرض كما تعترفون وتلاسنون بينكم وتافكون بأقوالكم في زماننا هذا كرهة بعد مئة * لانه
قال ولين سألهم من خلقهم ليقولن الله فاني يوقن فكون (١٤: ٣٣) * فان كان
الترجيد قولكم بأفواهكم أو أفكم بالسنتكم انه خالق السموات والأرض أو خالقكم أو خالق الشمس
والقمر أو منزل الماء من السماء * وإن لم يدخل في هذا الأقرار علم خلقه ولعقل ملكوته * وتذكر
سمواته وأرضه * ومعرفته بداسة اعماله * وتفتيش سنته وعادته بالتفكر في مخلوقاته * فليما
لا سمى الله معاصري النبي المسلمين الموحدين * وليما سماهم المشركين الكافرين * بل لا شيء أرسل
الرسول ليهديهم * ولما قال فيهم على أقرارهم باللسان بكونه خالقاً بل أكثرهم لا يعلمون
(٢٥: ٣١) * وبَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (٩: ٣٣) * ولا شيء فاعز وتفتخر * وفخر وتفتخر * بل فخر
نفسه على سائر الخلق والكاذبة وقال أروني ماذا خلقوا من الأرض أم لهم شرك في السموات (٣٥: ٣٥)
وقال هذا خلق الله فأروني ماذا خلق الذين من دونه (١١: ٣١) * وقال ادعوا الذين زعمتم من دون
الله لا يملكون مثقال ذرة في السموات ولا في الأرض ما لهم من شيء مما من شرك وماله منهم من شيء
(٢٢: ٣٣) * بل لا شيء استكبر وتكابر في سمائه وأرضه وقال والسماء بين يدينا أيدياً وإنا لآولون سحون * و
الأرض فرسنا فما في نعم الماهدون (٢٨: ٥١) * ولا شيء استدلل الرسول بل ذلكم على محمل قلبه
لمعرفته * واشهدكم على خلقه لتحصيل قربه وذكره وقال ومن كل شيء خلقنا زوجين لعلكم

(البقية من صفحة ٦٦) الصراط المستقيم والصراط هو الذي يهديكم في الدنيا فليست بالقاري هذه الآيات أشد تدبراً

فصل من كل هذه الآيات أن معاصري النبي كلهم أو أكثرهم من أهل الكذب الكفار وغيرهم كانوا يعتقدون بالسنتهم بالله كما يعتقدون المسلمين في زماننا هذا ولكنه صلعم
جاءهم ليشبه علمهم تنافهم ولينبتروا من هو وما قدر وعظمته جلالة مكانته بل يصرفوا آياتهم بالله بالجهل بسبيل طاعة الحق والحق أن القول ليس بشيء وما صدق الله عز وجل في قوله

تَذَكَّرُونَ فَخُذُوا إِلَى اللَّهِ إِنَّ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرًا مُّبِينًا * وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ (٥١-٥٩) * وإن كان التوحيد اقراكم بالسنتكم انه احد او خالق كل شئ * او عزير فوق كل ذي عزة * او عليم فوق كل ذي علم كما قال الكفار في عهد النبي * وان لم يشتمل عليه تعبته في العمل * وطاعة امره * والتباعد لقانونه * وشدة حبه * وترك ما سواه * وان لم ينافه اتخاذكم اربابا من دونهم عملا ومعنا * وعبادتكم اولياءكم وكبراءكم * وتوكلكم في حكامكم واعزاءكم * وعبادة الله تعالى والذات * والتخف بالمال والاولاد * والاعتناء بكل ما يعجبكم او يشغلكم عن احكام الله * واوثان القلوب التي تعبدن بها من دون الله * والتي كان الكفار يعبدونها قبلكم * فلما لا صبر الله على اقوالهم الظاهرة * ولما ساء ما افلت وقال فأتى يؤفكون (١٣٣-١٣٤) * وهو الذي قال فيهم وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّيهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ (١٣٩-١٤٠) * وإن كان التوحيد كله لفظيا فلما لا دخل لله اليهود في زمرة المسلمين واكثرهم كانوا يعتقدون بالله لفظيا * الا قليل منهم قالوا عزير ابن الله (١٩: ٣٠) بأقوالهم * ولما قال فيهم اهلهم الجن والانس والجانك ورهبانهم اربابا من دون الله (١٩: ٣١) * ولم يستهم احد اربابه بلسانه * فتدبروا وانتم قوم يتفكرون * فما التوحيد الا بالعمل * وصاركم الله عليه لتعلموا ربكم بوساطة اعماله وتعقلوا سنته * وصاركم على العلم والتعقل للشيء والاشياء * وصاركم على تسخيرها لمعرفته * ومعرفة قانونه * ولتكونوا في الدنيا من الغالبين * وما التوحيد بان تجروا الاجار خاصة وتعبدوا ساكن الاصنام الباطنة التي تشغلكم عن السعي او تعكفكم عن العمل * بل صاركم الله عليه لتوحلوا وانفسكم به * وتالفوا بين قلوبكم بوساطته * ولتجهدوا في هذه الارض اشد جهدكم مجتهدين * شاغلين عن كل ما يضعف

هم اي ساروا الى الايمان بالله وبتوحده لانه ما كان لاحد ان يخلق مثله شيئا * فالتفكر في اعمال الله وتدبر مخلوقاته هو الذي يهدينا الى معرفته وما كان لاحد ان يعرف الله معكفا في بيته وهذا توكل الصوفياء في ما عني الله بمعرفته توجلا عظيما بالاعتكاف في بيوتهم ولذلك ما عرفوا حق معرفته قط بل لم يطلعوا على عاداتهم وسنتهم اصلا *

قُلْ لَكُمْ مَنْظَرٌ وَمَعَاوِينَ بَيْنَكُمْ لَتَكُونُوا فِي الْأَرْضِ مِنَ الْغَالِبِينَ * وَمَنْ جَاهِدْ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ
 لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (٢٩: ٢٦) * وهو غني عن ان تسموه احدا او اثنين او ثلاث
 الآله من اتخذ الها غيره في العمل وظل له عاكفا فلم خزي في الحيو الدنيا ماداموا مشركين *
 فوالله ما جاهد قوم في زماننا هذا في التوحيد قط مثل ما جاهد الغرب لا تتم جاهد في رتبهم بعلمهم
 وعقلهم * وطهر اقل بهم من رجز الاوثان عملا ومعنا * ولم تخلفوا انكافا فواهم واقلهم *
 بل هم الذين راوا في زماننا هذا ما هن بكشفت ضرة * او مسكت رحمتهم * وما رايتهم هذه قط
 فصرتم من الاخيرين * فما شمل القرآن بسجودكم للاصنام المحجرة خاصة ايها المسلمون الجاهلون *
 ان هو الا قولكم يا فواهم انه احد وعلى هذا شغلكم باصنام القلوب واعتكا فكم لها * وعبادتكم
 اولياءكم وكبراءكم * واتخاذكم احباركم ورهبانكم اربابا من دون الله * وافكم بلسانكم انه ربكم
 ورازقكم وعلى هذا عبادتكم حكامكم والهيتمكم من الارض * وشغفكم يا وثن القلوب وسجداكم فيها
 وشغلكم عن الجهاد في الله واحكامه * ونفرتكم من السعي والعمل في سبيله * وكونكم من الذين لا يعقلون
 (٢٥: ١٣١) سموتهم وارضيه * وكونكم من الذين لا يعقلون (٢٣: ١٢٩) ملكوته وقانونه * وعدم معرفته
 بداسة صحيفة الفطرة * وعدم تسخيركم اشياء الطبيعة * بل جعلكم عن مشيئته * ومجادلتكم
 فيه بغير علم * وسلوككم سبيله بغير هدى * وقولكم يا فواهم بغير عمل * وهجركم بكتاب
 الله ومع هذا ادعاءكم انكم تعلمونه * وكونكم من الذين يؤفكون (٢٤: ٢٣) باقوا الهما لهم يعبدونه
 يسلمون له * لو كنتم تعلمون * ولذلك قال الله لكم اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَوَاتِ مَا فِي
 الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى
 وَلَا كِتَابٍ مُّبِينٍ ۖ وَإِذْ قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَشْبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا مَا وَكُنَّا

هم قد بينت على صفحة ٢٥ من هذه الافتتاحية ان العلم في لغة القرآن هو الذي يصدر من دلالة احوال الطبيعة الذي يصدر من استعمال السمع والبصر الفؤاد من بعد
 المشاهدة والخبرة فهذا ما علم الله بالعلم وهذه الآية وما الله بغير علم ولا يستدركه العلم الذي يتركه قلب الانسان من بعد علم فأنه نقلا واما الكتب من غير قول القانون التي جاءت به الانبياء
 من ربهم والله سبحانه الله المكشفي في القرآن. او هو صحيفة الفطرة التي هي بين ايديكم .

الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ وَمَنْ يَسْلَمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ
 الْوُثْقَىٰ وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزَنُكَ كُفْرُهُ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا إِنَّ
 اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ عَلِيْظٍ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (٢١-٢٥) * فَيَا مَنْ
 لَا يَعْلَمُونَ رَتَبَهُمْ بِوَسْاطَةِ خَلْقِهِ ! وَيَا مَنْ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ مَا التَّوْحِيدُ بِمَا
 أَنْتُمْ تَزْعُمُونَ * إِنْ هُوَ إِلَّا عِلْمُكُمْ أَعْمَالُ رَبِّكُمْ * وَهَرَكَمُ كُلُّ مَا يَشْغَلُكُمْ عَنِ السَّعْيِ * وَالْإِسْتِقَامَةِ
 إِلَيْهِ * لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ * وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا تَسْرُونَ وَمَا تَعْلَنُونَ * لَا تَسْلُمُونَ وَجْهَكُمْ إِلَى اللَّهِ وَ
 لَا تَحْسِنُونَ * وَلَا تَحْزَنُونَ لَا نَفْسُكُمْ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ * وَلَا تَسْبَحُونَ عَلَيْهِمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً
 وَبَاطِنَةً بَلْ تُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ * وَهَدَىٰ * وَقَانُونَ * وَلَا تَسْتَمْسِكُونَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ * بَلْ
 تَتَّبِعُونَ مَا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ فَلَنْ تَكُونَ بِمَتْعَتِ اللَّهِ قَلِيلًا فِي هَذِهِ الْأَرْضِ لِيَقْطَعَ دَابِرَكُمْ مَبْلَسِينَ *
 فَإِذَا جَاءَ أَجْلُكُمْ لَا تَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ * فَلَا شَيْءَ فِي أَنْتُمْ فِي تَوْحِيدِكُمْ تَعْمَلُونَ * بَلْ
 تَتَّبِعَ أَهْلُونَ * وَلَا تَعْلَمُونَ وَلَا تَعْقِلُونَ * وَتَحْتَفُونَ الْقُرْآنَ لِتَجْعَلُوا آيَاتِ الْكُفْرِ فَتَحْتَلُونَ * فَيَا مَنْ لَا يَتَذَكَّرُ
 الْقُرْآنَ أَمَا قَالَ نَبِيُّكُمْ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ (٤٠-٤٢) * وَمَا هِيَ إِلَّا التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ
 لَهَا عَاكِفُونَ (٥٢-٥٣) * أَمَا كُنْتُمْ هَذِهِ التَّمَاثِيلَ إِلَّا أَصْنَامُهُمُ الَّتِي كَانَتْ تَشْغَلُهُمْ عَنِ السَّعْيِ
 الْعَمَلِ بَلْ تَفَرِّقُهُمْ وَتَقْطَعُهُمْ عَنِ الْعَمَلِ * أَصْنَامُ الْمَالِ وَالْبَنِينَ * وَأَوْتَانُ الْمَلَاحِي وَالْمُلَاحِبِ *
 وَالْهَيْمَةُ النَّفْعِ وَالرَّحِمِ * مَنْ دُونَ مَا صَنَعُوا مِنَ الْحُجَرِ الْبَاوُؤُهُمْ أَقْدَمُونَ (٤٤-٤٦) * لِيَمِزَّ قَوْمَهُمْ كُلَّ مَرْقٍ
 وَيَهْدِيَهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ الْجَحِيمِ * فَلَنْ تَكُونَ إِلَّا إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّهُمْ عَلَىٰ قَوْلِي الْأَرْبَابُ الْعُلَمَاءُ (٤٧-٤٨) *
 وَلَنْ تَكُونَ دَعَارِيهَ يَارَبِّ لَا تَخْزِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ * يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ (٤٩-٥٠) * الَّتِي كَانَتْ

هم يجوز للمفسر ان يرد بانه هذه الآيات اشترطت بانه فانه حرض الناس فيها على تفصيل العلم من دلالة الطبيعة ليهيئ لهم الى القانون الذي يجرى في العادة وليسلوا بوجوه
 له ومن بعد ذلك منى الله الناس عن تقليد آباءهم كالنعمان بل امرنا ان نتقدم الى العلم والحق بوجوهنا صراحة فاعطى المفسر من آباءنا من الكذب والظلم ومكر اللسان ومكر
 الاقوال من دون السعي والعمل بيقين وامرنا فانزله تعالى كما صنع علماء اقمنا في زماننا هذا - ولان لك قال في معاصري الفقيه صلى الله عليه وسلم انهم يعتقدون
 بانهم هم بالله ولكن ما لهم يقانونه وعادته من علم * اي يبعث الله الاكابر والآباء والازواج وسائر الارباب يوم القيمة لكونوا شهداء على ما كانوا انما يسيرون به

الناس يظنون لها عكفاين * (٤١: ١٢٦) * والذين كانوا لا يسمعونهم اذ يدعون * ولا ينفعونهم اَوْ
يَضُرُّونَ * (٤٣: ١٢٦) * اَلَا مَنْ اَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ * (٨٩: ١٢٦) * بالذي يسلم وجهه له صرافع الباقين
من المعبوين * والذى يطيعه ولا يطيع احدا من العلين * والذى لا يسجد للمال البدين * ليجاهد
الناس في سبيل الله باموالهم وانفسهم وليكونوا من الغلبين * ولذلك دعا ابراهيم ربه قال رَبِّ
هَبْ لِي حُكْمًا وَارْحَمْنِي بِالصَّالِحِينَ * (٨٣: ١٢٦) * بالذين يرثون الارض فان الارض يرثها
عباده الصالحون * وقال واجعل لى لسان صدق في الاخرين * (٨٢: ١٢٦) * ليصل الناس
عليه يسلموا عليه مادامت السموات والارض مسلمين * وقال واجعلنى من رزقة جنات النعيم *
(٨٥: ١٢٦) * فان الجنة لاولى جنت الارض من عيون * وزرع ومقام كريم * (٢٥: ١٢٦-٢٦) * وماهى
الا للذين قالوا الحمد لله الذى صدقنا وعده واورثنا الارض نشاء من الجنة حيث نشاء
فهم اجر العالين * (٨٢: ١٢٦) * لان الارض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين *
(١٢٨: ٤) * ولذلك قال ابراهيم وازلفت الجنة للمتقين * (٩٠: ١٢٦) * وبرزت الجحيم للغوين *
(٩١: ١٢٦) * للضالين الذين لم يرثوا من الارض قطعة وكانوا مستضعفين * ومن كان في هذه
اعشى فهو في الآخرة اعشى * (٤٢: ١٢٦) * ولذلك دعا ابراهيم ربه وقال واغفر لى
انك كان من الضالين * (٨٦: ١٢٦) * من الذين لم يسلكوا صراطك المستقيم * صراط الذين انعمت
عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين * (١٠١: ١٢٦) * فالضالون هم الذين لم يقدروا على انهم هم في
هذه الدنيا واولئك هم المغضوبون * والمغضوبون هم الذين لم يرثوا من الارض قطعة فصارت
مستضعفين * والمستضعفون هم الهاكون المغضوبون * فانه قال ومن يحلل عليه غصبي
فقد هوى * (٨١: ١٢٦) * وصار من الهاكين * فسلم على المتقين * الذين يرثون جنت الارض ثم

هم اى ما تعبوا من احسانكم فكفينا لها فكم لا يستطيعون ان يذكروكم نفعنا اوصنا والله هو الذى يملك لهم خيرا بل شرا * لما اتوا ابراهيم ربه هب
لى حكما (٨٣: ١٢٦) فيصد ربه انه عليه السلام كان يحث قومه على التوحيد عملا ومثالا ليداد اصنام القلوب على ما صنعوا من الحجر فيسعون الى الدنيا سعيا
لبيعا ليسطروا على الارض +

يتبعون من الجنة حيث يشاءون ﴿١١١﴾ فنعم اجر العاملين السالحين الموحدين المستقين ﴿١١٢﴾ والحمد لله

رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١١٣﴾

فما الشِّرْكُ الا ما يشغلكم عن السَّعْيِ اِيَّاهَا الظَّالِمُ الْغَضُوبُونَ ! وكل ما يصرفكم عن حدة
الامَّة والاتحاد الى الاشتات والافتراق هو الشِّرْكُ لو كنتم تعلمون ﴿١١٤﴾ ولذلك قال الله لكم ان اَقِيَمُوا
الَّذِينَ لَا تَقْرَءُونَ عَلَيْهِمْ كُتُبَ الشَّرْكِ كَيْفَ تَدْعُوهُمْ اِلَيْهِ ﴿١١٥﴾ لان الشِّرْكَ يكفهم عن الصَّلَامِ و
الاتحاد والمشاركة هم الذين يفسدون في الارض ولا يرايطون ولا يصلحون ﴿١١٦﴾ كل

فان وحدة الامَّة
قيل في التوحيد
وتصدر منه وما
الشِّرْكُ الا ما ينافي
التوحيد

واحد منهم يشتغل بضمه ويفرح بما لديه صرفاً عن الباقيين ﴿١١٧﴾ والله يوحدهم
ويجمع بينهم ويقويكم لو كنتم تعلمون ﴿١١٨﴾ وان من قوم في هذه الارض اتحدوا ثم اختلفوا
الا انهم ظهروا اقلوبهم من اوثان الاهواء والذات فالتف بينهم الله وصاروا من
الموحدين ﴿١١٩﴾ ولذلك قال الله لكم ولا تكونوا من المشركين من الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعاء كُلٌّ حِزْبٌ مِمَّا
لِلَّذِينَ هُمْ يَحْبُوتُونَ ﴿١٢٠﴾ ومن اشرك تقطع فصا من المدينين ﴿١٢١﴾ ولذلك قال الله لكم فلا تدع
مع الله الهاً اخر فتكون من المعدلين ﴿١٢٢﴾ ولذلك قال الله لكم ان هذه اممكم اممَةٌ وَاحِدَةٌ
وَاَن اَرْكَبُكُمْ فاعبدون ﴿١٢٣﴾ فما التوحيد الا وحدة الامَّة لو كنتم تعلمون ﴿١٢٤﴾ وكل من يؤمن

بالله ويحجج رجز الشيطان ويظهر قلبه من الاوثان ويركي نفسه ولا يدخل في جوف قلبه الا التوحيد
يتيسر له لتقوية قومه الجهاد بالمال لانه لا يصلم المال ولا يتخذ الهة من دون الله لا يشرك

ولا يلبس ايمانه بظلم ويؤمن بالله سوف يوفي اجرة من عنده ﴿١٢٥﴾ ولذلك قال الله
لنبييه قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَى اِلَيَّ الْاَمْرُ الْهَكُمُ اِلَهُ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا اِلَيْهِ
وَاسْتَغْفِرُوهُ وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ ۚ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿١٢٦﴾

فان الجهاد بالمال
والجهاد بالنفس
الجهاد ضد النفس
وتوحيده

ومن يؤمن بالله ويتوجه به يتيسر له الجهاد بالنفس والهجرة لانه من يؤمن به عملاً ومعناً

فلا يجب نفسه من الله فالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (١٦٥: ١٦٤) ٥ وَلَئِنْ قَالَ اللَّهُ فِيهِمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا
 وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَانصَرَوْا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ
 وَزِيَادَةٌ كَرِيمَةٌ (٤٧: ١٨) ٥ فما التوحيد إلا الجهاد والهجرة من دون ما تغدّم إيتا المسلمون المتوحدون
 وما يؤمن أحدٌ عنده حتى جاهد ما جرت تقوية قومه بل هجر كل ما يشغله عن السعي في العمل من
 يفعل ذلك فأُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ ٥ حَقًّا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ ٥ صرغاً عما قال القائلون في كذب
 الكذّابون ٥ ومن يؤمن بالله وتوحيده ويزكي قلبه يتيسر له اطاعة أميره لا أنه لا يجد في
 قلبه شيئاً يأمره بشيءٍ آخر أو ينهاه عنه فلذلك قال الله لكم يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ
 أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ
 بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (٢٤: ٥٩) ٥ ولا تظنوا أن اطاعة الرسول في زماننا هذا

هي ما هجر به فقهاءكم الجاهلون ٥ الذين قالوا انتمأهي اتباعاً لحديث النبي ليعكروا
 فيها مثل ما كروا في القرآن ٥ وليحرفوها مثل ما حرفوه عملاً ومعناً ٥ ويضربوا بعضها
 بعضها ٥ وليضربوها بكتب الله ٥ فيمشوا في الأرض جامدين صابرين وقائلين متعدين ٥
 شاكرين بأن الله ما جعل عليهم في الدين من حرج وبأنهم هم المفلحون ٥ بل طاعة

الرسول هي طاعة ما كان الرسول يأمر المؤمنين في عهد يوم ما فيوماً مشافهةً ومواجهةً
 من كونه أميراً على جماعتهم وسيتلهم ليظهرهم على أعدائهم ٥ وما كان يدعوهم لما يحبهم
 أو يخرجهم من الظلمت إلى النور ٥ لينصروا على أعدائهم غالبين ٥ ومن كان بطبعه أو يستجيب لأحكام
 من فور في عهد النبوة فهو الذي قد طاعه ٥ ومن يطيع الرسول فقد أطاع الله (١٠: ٢٤) وما
 كان للرسول أن يأتي بأمر غير ما أمركم الله ٥ أو يحكم بينكم إلا بما أنزل الله ٥ فما طاعة الرسول
 إلا أن الأاطاعة أميركم ٥ والاستجابة لصاحب الأمر منكم ٥ أول من خلف من بعدك ليأمركم أول من

فإن طاعة الأمير
 ضد من التوحيد
 وتوحيده وما
 طاعة الرسول
 إلا طاعة
 أولى الأمر منكم

قام مقام الرسول فيكم • بل من قام مقام اميركم فيكم • ولذا لك قال الله لكم ان اطيعوا اولي الامر
منكم فالطاعة هي المقصود منه • لانه من اطاع اميره فقد اطاع الله وازوا في هذه الدنيا • ولا
شك في انهم في الآخرة من المفلحين • ولذا لك قال الله عز وجل لعاصي النبي ومن يطع الله ورسوله
ويخش الله ويقتضه فاولئك هم الغالبون (٥٢: ٢٣) • ولذا لك قال الله لهم وما ارسلنا من رسول
الا ليطاع باذن الله (٦٣: ٢٤) • والطاعة هي التي يريد الله منكم اجمعين • فلا تيسروا دينكم
بالمكر والتاويل ولا تقسموا طاعة معروفة • وان الله خبير بما تعملون (٥٣: ٢٣) • امركم الله ان
تطيعوا في الامور منكم • ولا تعصوه في اى حال واشكال • وان اختلفتم في شئ من امرنا رجعتم
فلا تزلوا تتبعوه • وردوا نزعكم الى الخليفة الرسول ليحكم بينكم بما انزل الله • او ما كان الرسول
يفعل في عهد • وليؤخذ به بما فعل وبما سبه • فهذا ما عني الله بقوله فردوه الى الله والرسول
ان كنتم تؤمنون بالله (٥٩: ١٣) • لان الفتنة اشد من القتل (١٩١: ١٢) • وما يريد بكم الله من شئ
الا ان تطيعوا اميركم طائعين • ولذلك ذهب السلف من علماء الدين الى انه من اطاع
السلطان فقد اطاع الرحمن • لان الطاعة هي التي بنى عليها نظام العالم • وهي التي يهد الامن
منها في هذه الدنيا • ولين لم يسجد لله من في السموات والارض طوعا وكرها لفسلت السموات و
الارض • ولو كان فيها الهة الا الله لفسدتا (٢٢: ١٢) • ولذا لك قال الله للسماء والارض اثنيان طوعا
او كرها • قالتا اتينا طائعين (١١: ١٣) • فما الايمان الا اطاعة الامير من دون ما تقدم
بل التوحيد الا ان تنظموا انفسكم بسجدين وخالعين • ولذا لك قال الله لعاصي النبي فاقنوا
الله واصطحبوا ذات بينكم واطيعوا الله ورسوله ان كنتم مؤمنين (١: ٥) • ومن يخش الله الا الله
يجعل في جوف قلبه الها غيره • وهذا ما ينفي التوحيد وما يناقض الايمان • فلذا لك قال الله

• هي لا تثبت رعاي رسولكم بالامر ولا تقسموا بالطاعة هي التي لا تخفى على احد ان تطيعوا بالتبعية من انفسكم فلا حاجة لكم ان تقسموا بالله الاثنيان •
• هم هذا ما كتب السلطان من خلق ومن خلف بعده على سيكتهم نظر الى تشديد ملكهم وتقوية حكمهم في الهند فلا شك في ان المسلمين في عهدهم كانوا يعبدون الله
الله من طاعته ولا شك في انهم كانوا يعلمون ان اطاعة الرسول انما هي اطاعة السلطان •

أَخْشَوْهُمْ فَقَالَ اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تُخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (١٣: ١٩) ﴿١﴾ فَمَا الْإِيمَانُ وَالْإِتْقَانُ وَالتَّوْحِيدُ
 الْأَشْيُ وَاحِدٌ فِي الْأَصْلِ يَصْدُرُ مِنْ أَنْ يَطَهَّرَ الْإِنْسَانُ قَلْبَهُ مِنْ رَجْزِ الْأَوْتَانِ * وَلَا شَكَّ أَنَّ طَاعَةَ
 الْأَمِيرِ فَرْعٌ مِنْ فُرُوعِ الْإِيمَانِ * وَمَا هِيَ إِلَّا التَّوْحِيدُ جِدْلًا وَاعْمَالًا لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢﴾ وَهَذِهِ مَا وَجَّهَ
 بِهِ كُلُّ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِ نَبِيِّنَا صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدِّينِ الَّذِي شَرَعَ اللَّهُ لَنَا * وَالْفَطَرَتِ الَّتِي فُطِرَ
 اللَّهُ النَّاسَ عَلَيْهَا * لِأَنَّ الْأَنْبِيَاءَ نَاوِحًا وَهُودًا وَصَلَحًا وَلُوطًا وَشُعَيْبًا وَعِيسَى عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالُوا لَا تَقْرَأُوا الْقُرْآنَ
 إِلَّا تَتَّقُونَ ۚ إِنَّي لَكُمُ رَسُولٌ أَمِينٌ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاطِيعُونَ ۚ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ
 رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاطِيعُونَ ﴿٣﴾ ﴿١٠٦-١٠٧-١٠٨﴾ ﴿٣﴾ فَمَا أَصْرُ الْأَعْلَى تَقَاءُ اللَّهِ طَاعَةُ الْأَمِيرِ * لِأَنَّ الطَّاعَةَ سِرُّ
 الْفَلَاحِ وَالْأَمْنِ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا * وَالْإِتْقَانُ سِرُّ الْإِيمَانِ وَالتَّوْحِيدِ * وَالتَّقْوَى وَالطَّاعَةُ هُمُ الْأَمْنُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمَفْلُحُونَ
 وَلِنُظَرُ إِلَى كُلِّ مَا تَقَدَّمَ فِي شَرْحِ التَّوْحِيدِ الْقَوْلَ الْحَقُّ الَّذِي لَا يَشَكُّ فِيهِ هَوَاتِ
 كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ أَصُولِ الْإِسْلَامِ الَّتِي تَقَدَّمَ ذِكْرُهَا أَعْنَى وَحْدَةِ الْأَمَّةِ وَطَاعَةَ الْأَمِيرِ وَلِهَذَا بَالَغُوا فِي
 الْجِهَادِ بِالْمَالِ وَالْهَجْرَةِ وَالِاسْتِقَامَةِ فِي السَّعْيِ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ وَالْعِلْمِ وَالْإِيمَانِ بِالْآخِرَةِ يُولِجُ فِي أَصْلِ التَّوْحِيدِ
 لِأَنَّ كُلَّ هَذِهِ الْأَعْمَالِ يَصْدُرُ مِنَ الْقَلْبِ الَّذِي لَا يَتَّخِذُ إِلَّا غَايَةً * وَلَا يَعْبُدُ إِلَّا طَاعَتَهُ * وَلَا يَصْنَعُ
 نَفْسَهُ * وَلَا يَجِبُ شَيْئًا غَيْرَهُ * وَلَا يَخْشَى أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ * وَالَّذِي يَسْعَى فِي الدُّنْيَا سَعْيًا بَلِيغًا لِيَعْرِفَهُ
 وَالَّذِي لَا يَسْئَلُ عَلَى مَا يَفْعَلُ مِنْ أَجْرِ الْأَعْلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤﴾ وَمَا يَفْعَلُ كُلُّ هَذِهِ إِلَّا الَّذِينَ
 يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَقُلُوبُهُمْ وَجَلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ﴿٥﴾ ﴿١٠٦: ٢٣﴾ وَمَنْ يَفْعَلُ هَذِهِ
 الْأَعْمَالِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ * فِي هَذِهِ الدُّنْيَا أَيْنَمَا نَظَرُوا ﴿٦﴾ صِرَافًا يَقُولُونَ وَيَعْتَقِدُونَ
 فَلَا شَكَّ فِي أَنَّ التَّوْحِيدَ فِي الْعَمَلِ هُوَ الَّذِي بُنِيَ عَلَيْهِ الْإِسْلَامُ * بَلِ الَّذِي قَطَعَهُ عَلَى النَّاسِ * بَلِ مَا
 خُلِقَتْ عَلَيْهِ الْجِنَّ وَالْإِنْسُ فَلِذَلِكَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لَعَلِّي

﴿١﴾ فَيَصْدُرُ مِنْ هَذِهِ الْأَبَاتِ الْجَمْلَةُ النَّافِعَةُ أَنَّ الْإِتْقَانَ وَطَاعَةَ الْأَمِيرِ هُوَ أَيْدِي اللَّهِ مِنَ النَّاسِ سِيَّاقَ تَفْصِيلِ مَا لَا تَقْدَرُ عَلَى التَّصْفِيحَاتِ الْأَتَمَّةِ (١٠٦-١٠٧-١٠٨) مِنْ خِلَافِ
 الْإِتْقَانِ فَيُتَبَيَّنُ لَكُمْ أَنَّ الْإِتْقَانَ هُوَ الْإِيمَانُ بِبَيِّنَاتٍ لَمْ يَكُنْ اللَّهُ مِنْ فَعْلِ أَعْمَالِ الْإِتْقَانِ وَطَاعَةِ الْأَمِيرِ فَقَدْ أَفْهَمَ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا وَهُمْ الَّذِينَ يَبْذُلُ اللَّهُ خَوْفَهُمَا مِنْهُمْ وَضَعَهُمْ قَوْلَهُ فَلِذَلِكَ قَالَ
 الْأَنْبِيَاءُ لَا تَقْرَأُوا الْقُرْآنَ إِلَّا تَتَّقُونَ ﴿٢﴾ إِنَّي لَكُمُ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿٣﴾ ﴿١٠٦: ٢٣﴾ أَيْ جَعَلَكُمْ بِالْعَاقِرِ الَّذِي يَبْذُلُ خَوْفَهُمَا مِنْهُمَا لَمْ يَكُنْ أَكْثَرُ النَّاسِ مِنْهُمَا عَنِ جَنَّتِهِمْ بِأَمَانَةٍ فَيُؤَلِّسُ بِهِمْ

لِيَعْبُدُونَهُ (٥٧: ٥٨) وكل من يصرف عن هذه الاعمال يصرف عن التوحيد * ويشرك بالله *
 بل يظلم نفسه * فاولئك هم الهالكون * في الدنيا ايما تنظرون * ولا شك انهم في الآخرة
 من الخذلان * والذين يعبدون الله مخلصين له الدين * ولا يتخذون اربابا غيره علماء ومعنا
 في قلوبهم ابدل * ويسعون في توحيدهم سعيًا بليغًا لئلا يغلوا * ويستفتون على
 اعدائهم بتوحيدهم * فاولئك هم الغالبون * تجافي جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفًا
 وطمعًا ومما رزقهم ينفقون (١٦: ١٣) * قليلا من الليل ما يهجعون (١٤: ٥١) * ليجاهدوا في
 سبيلهم بايديهم وارجلهم حتى جهادهم وليغيروا ما بانفسهم جاهدين * ولا يسألكم استغفرهم
 (١٨: ٥٨) * ليغفر الله لهم ما تقدم من ذنبهم وغفلتهم وما تاخر * وليرجعوا اليه مضاعفين سعيهم
 مقدرين * هم الذين قالوا ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا * (في مساعينا ربنا ولا تحمل علينا
 اصرا كما حملته على الذين من قبلنا * لنستغفر على اعدائنا ربنا ولا تحمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ * وَاعْفُ عَنَّا
) نظر الى وسع انفسنا * وقلة حيلتنا * واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين *
 (٢٨٩: ٢) * لهم البشرى في الحياة الدنيا وفي الآخرة لا تبديل لكلمات الله ذلك هو الفوز العظيم *
 (٦٣: ١١) * افرء يتكلم ان انكم عذاب الله بغتة او جهرة هل يهلك الا القوم الظالمون (١٧: ٢٤)
 المشركون * ورايتهم انه من امن ولم يلبس ايمانه بظلم او ليك لهم الامن * وهم هتدون (٨٣: ١٧)
 فيا من يزعمون انه ما العبادة الا اعتكافكم في بيوتكم او مساجدكم متصرفين عن خلق الله
 راغبين عما خلق الله في السموات والارض وما بينهما بالحق * حاسبين خلقه باطلا وعبتا * مكررين
 اسمائه بالها وهزلا * ما العبادة بها زعمتم * وما هي بجمود في زواياكم الذي يستحكم
 الى الدالة والمسكنة * او عزلة تضعف قلوبكم وتفشلكم * فتقولوا ما انزل الله علينا
 في القرآن من شيء * وما هو شيء يصلم بالناس في الدنيا بل يحزننا ويحببنا * بل هو الذي

في الله ما العبادة
 الا طاعة احكامه
 تعالى والسعي والعمل
 وما هي بهيانية

يشيع الذلة والمسكنة فينا * وما هذا إلا أساطير الأولين ❦ بل هُكم الله عن هذه الرهبانية
 أيها الجاهلون ❦ ابتدعوا رهبانكم وأخباركم وأصفياءكم ليصلحوا بالانفسهم ويخربوكم * أو يكيدوا
 الله * ما كتبها الله عليكم قط إلا ابتغاء رضوان الله فمادعوا حق رعايتهم (٢٤: ٥٤) أفلا تعقلون ❦
 إِنَّ أَنْتُمْ الْأَمُفَرُونَ * (٥٠: ١١) * على الله فأنكم تقولون على الله ما لا تعلمون ❦ ما يريد الله من
 تعبدكم من شيء بل ما عبادة الله من شيء إلا أن تسعوا في الأرض جاہدين ❦ وما ابتغاء رضوان
 إلا أن تعملوا وتستقيموا إليه وتصبروا وتوكلوا عليه مبشرين ومصبيين ❦ لتبتغوا فضلا
 منه ورحمة ونعمة فمن ابتغى نعمته وسعى لها سعيها فهو الذي ابتغى وجهه باليقين ❦ وما
 لأحد عنده من نعمة تجزي إلا ابتغاء وجه ربه الأعلى (٢٠: ١٩) أفلا تدبرون ❦ وما يريد
 الله من عبادكم من شيء إلا أن تصبوا شيئا في جهادكم فتقلبوا خسران ❦ وإن لا تأخذوا شيئا
 رباً لكم فظنوا عليه عاكفين ❦ شاغلين عن سعيكم فتكونوا من الخائبين ❦ وإن تقروا عليه لتقروا
 عما خلاه * ولتذهبوا له لتذهبوا عتاسوا ذاهبين ❦ لتروا الأرض فأنه من ورث الأرض فأولئك
 قوم عابدون ❦ وأولئك عبادة الصالحين ❦ فلذلك قال الله لكم لعبادوا الذين آمنوا بالآخرة
 واسعة فآياتي فأعبدون (٥٦: ١٢٩) بوردانة الأرض الواسعة فآياتي بركت الأرض (٢٠: ١١٩)
 ونورثها من نشاء من عبادنا الصالحين ❦ فما العبادة إلا أن تستميتوا في أرضه الواسعة فآتين
 وإن تسعوا في منابها غالبين ❦ فأنه قال كل نفس أشفة الموت فمنا ترجعون * والذين آمنوا
 وعملوا الصالحات لننبؤنهم من الجنة عراً فآياتي من تحتها الأنهار جلدان فيها نعم أجر العاملين الذين
 صابروا وعلى ربهم يتوكلون (٥٩: ٥٤) في نتائج سعيهم (الله لا يضيع أجر المحسنين ر ٩٠: ١٢٠) فإيمان
 لا يعلمون (٢٥: ٢١) ولا يعقلون ❦ ما العبادة إلا ما ومتكم على التوحيد ما زلتكم وتعبدكم
 له ما استطعتم * واستقامتكم إليه ليلاً ونهاراً لتسعوا في الأرض جاہدين ❦ ليؤخذكم ويقوكم

ويغلبكم على العالمين ﴿١٥٥﴾ ويحييكم يا حياء قواكم ﴿١٥٦﴾ ويلين قلوبكم بتركيب نفوسكم ﴿١٥٧﴾ ويشرح صدوركم
باجلاء الاوثان منكم ﴿١٥٨﴾ فتمشوا في الارض قاهرين ﴿١٥٩﴾ مرسلين انعم ربكم على انفسكم مدبرا كالسماء
والكلين من فوقكم ومن تحت ارجلكم فرحين ﴿١٦٠﴾ ولذلك قال هو لقوله يقوم اعبد الله ما لكم من
الله غيره ان انتم الا مفسدون ﴿١٦١﴾ يقوم لا استلتم عليكم اجرام ان اجري الا على الذي فطرني اولا
تعملون ﴿١٦٢﴾ ويقوم استغفر واربعكم ثم توبوا اليه يرسل السماء عليكم قدرا ويزيدكم قوة الى
قوتكم ولا تتولوا الجحيمين ﴿١٦٣﴾ ولذلك قال فوج لقوله يقوم اني لكم نذير مبين ارا عبدوا
الله واتقوا واطيعون ﴿١٦٤﴾ واستغفر واربعكم ﴿١٦٥﴾ الله كان عفا راء يرسل السماء عليكم
مدا رارا ومزيدكم باموال وبنين ويجعل لكم جنت ويجعل لكم انهارا ﴿١٦٦﴾ ولذلك
قال لله عز وجل ان الذين قالوا ربنا الله ثم استغفوا تنزل عليهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا
وانبشروا بالجنة التي كنتم توعدون نحن اوليوكم في الحياة الدنيا وفي الآخرة ولكم فيها ما
نشتهى انفسكم ولكم فيها ما تدعون ﴿١٦٧﴾ نزلا من غفور رحيم ﴿١٦٨﴾ فما العباد
الا ما يزيدكم قوة ويضعنكم نعمة ايها الضالون المفلتون الراهبون ﴿١٦٩﴾ والذي يجعل لكم جنت
في هذه الارض ويجعلكم مالكي الانهار والعيون ﴿١٧٠﴾ والذي يمدكم باموال وبنين والذي يبدل
خوفكم امنا ويستخلفكم في الارض ويبشركم في الحياة الدنيا ليكون لكم فيها ما تشتهون ﴿١٧١﴾ ومن
اظكم مبين اف ترى على الله كذبا ﴿١٧٢﴾ وقال ان هذا القرآن لا يفلحني ولا يهديني ﴿١٧٣﴾ كذا ان هذا
القرآن يهدي للتي هي اقوم ويبشّر المؤمنين الذين يعملون الصالحات ان لهم اجرا كبيرا ﴿١٧٤﴾
افلا تنكرون ﴿١٧٥﴾ ومن اجل بعذاب الله لا تكم لا تعلمون كتابه او تحفون معناه الا انفسكم فخذون
والله لا اجل في كل ما جرى في القرن الاولى في عهد نبينا صلعم صلوته غير هذه الصلوة او توحيد غير

هو فصد من الخوض في هذه الآيات الله تعالى ما عليه بقل جنت غير من جنتها الا انهم لا جنت الارض وعبودها لا الجنة الآخرة قط كما فهم كل الشارحين علماء
الدين منه - فاصدح رجل منه في اى مقام الا الاستخفاف في الارض والتمكين من ربها وجرها ويؤيد هذا القول قوله تعالى في هذه الآيات يزيدكم
قوتكم الى قوتكم وقرانه باموال وبنين وقوله يرسل السماء عليكم قدرا ويزيدكم قوة الى قوتكم فافهم علماءنا من لفظ جنت الجنة الآخرة الا بالملك والملك

هذا التوحيد او عبادة غير هذه العبادة التي كانت تنصرهم على عدائهم غالبين ولا اجزى
 كلامه تعالى من اقله الى اخره مسحة من خبر الا انه ارسل رسوله بالهدى ودين الحق
 ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون (٢٣١٩) فهل انتم تؤمنون بهذا القراء
 من هذه القبيل لتظهر اعلی اعدائكم عابدين وبذا الصلوة لتخطوا كقار الارض مهلدين
 وبذا التوحيد لتقبضوا على الارض راهبين وبذا العبادة لتعبدوا اقوام الارض ساجدين
 ومن اطاع الله يطوع له جنت الارض ايها الغفلون فلستم بمؤمنين به ولستم له عابدين
 او مصلين او موحدين وما اكثر الناس ولو حرصت بمؤمنين وما نبأهم عليه من اجر
 ان هو الا ذكرا للعلمين وكان من آية في السموات والارض يبرون عليها وهم عنها معرضون
 وما يؤمن من اكثرهم بالله الا وهم مشركون افامنوا ان تأتيهم غاشية من عذاب الله اولئك لهم
 الساعة بغتة وهم لا يشعرون قل هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني و
 سبحن الله وما انا من المشركين وما ارسلنا من قبلك الا رجا لا تؤجى اليهم من اهل القرى
 اقلهم يسيرا في الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم ولذا الاخرة خير للذين
 اتقوا افلا تعقلون حتى اذا استأنس الرسل وطمئنا انهم قد كن بواجاء هم نصرنا ففتح من
 السماء ولا يرد بأسنا عن القوم المجرمين لقد كان في قصصهم عبرة للاولى الاكباب ما كان
 حديثا يقترأ ولكن تصديق الذي بين يديك وتقصيل كل شئ وهدى رحمة
 لقوم يؤمنون (١٠٣١-١١١)

ولا شك في ان كل واحد من اصول الاسلام اعنى التوحيد في العمل ووحدة الامة واطاعة
 الامير والجهاد بالمال والجهاد بالانفس والهجرة والاستقامة الى السعي ومكارم الاخلاق و

(البقية من صفة) بتعريف كلمات الله عن مواضعها وتهديل مقاصد القرآن ليجعلوا يسرا لانفسهم وقد بينت في كتابي تذكرة ان الله قصد
 من لفظ جنت جنت الارض بالاستشفاء على انه جاء في هذا المعنى في القرآن في مواضع شتى صراحة فليرجع القارى الى صفحات ١١٥-١١٦-
 تحت المتن للتفصيل المزيد في هذا القرآن يقض عليكم كل ما جرى في الحادثة يوما فيوما لتعبروا

العلم والایمان بالآخرة التي تقدم ذكرها من لوازم الايمان بل شرائطه التي ما كانت لها
 ان تُفك عن الايمان ٥ فمن لزمها استقام في ايمانه ٥ ومن صرف عنها سقط ايمانه ٥ فتدبروا ان
 انتم قومٌ تتفكرون ٥ فاما التوحيد في العمل او تعبده تعالى فلا يخلو اعماله عن كل الخلق
 لقا باشد خشية واثقائه ٥ او باشد حبه وابغائه وحبه ٥ حمل الله كلاهما على الايمان وقال
 في خشيتهم: **الْخَشْيَةُ لَهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** (١٣: ١٩) ٥ وفي آثاقه: **اتَّقُوا اللَّهَ**
إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (١١٢: ١٥) ٥ وفي حبه والذين **آمَنُوا آمَنُوا بِحَبْلِ اللَّهِ** (١٢٥: ١٦) ٥ فلا يدخلون في
 جوف قلوبهم احدا من العالين ٥ واما وحدة الامة فجلها الله على الايمان بل الزمها علينا
 بقوله **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ**
 (١٠: ١٢٩) ٥ وبقوله **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ**
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (١٩٩: ١٣) ٥ وبقوله **فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا إِذْ أَبَّتْ بَيْنَكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ**
وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (١١٠: ١١) ٥ واما طاعة المير فدل على كونها من الايمان قوله
 تعالى **لِمَاعَصَى التَّجِبَ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا إِذْ أَبَّتْ بَيْنَكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** (١١٠: ١١) ٥ وقوله
مَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا لِلْمُؤْمِنَاتِ إِذَا افْتَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُبِينًا (٣٦: ٣٣) ٥ بل قوله **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا**
الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَادَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (٥٩: ٢٣) ٥ وقوله **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا**
كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوا مِنْهُ (١٦: ١٦) ٥ وان الذين يستأذنونك اولئك الذين يؤمنونك
 بالله ورسوله ٥ فاذا استأذنتهم فاعض شأنيهم فاذا نزل من شئيتهم واستغفروا لهم الله ان الله غفور
 رحيم (٦٢: ١٢) ٥ واما الجهاد بالمال والجهاد بالنفس والهجرة فجلها كلها على

في اية واحدة
 واطاعة الاخير
 من لوازم الايمان

الايمان ويؤيد هذا القول قوله **إِنَّهَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَ**

جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٦٣٩﴾ وقوله **وَالَّذِينَ آمَنُوا**

وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَانْتَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ

كَرِيمٌ ﴿١٦٤٠﴾ وقوله **آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ**

فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ وَمَالَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

يَدْعُوكُمْ لَتُقْبَلُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٦٤١﴾ وقوله **كُفِيَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ**

الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿١٦٤٢﴾ وَأَمَّا **الاستقامة في العمل** مع التوكل في النتائج فعملها

على الايمان بقوله **وَلَا تَهْجُرُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** ﴿١٦٤٣﴾

﴿١٦٤٣﴾ وقوله **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَاصْبِرُوا وَارْطَبُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** ﴿١٦٤٤﴾

وبقوله **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى**

رَبِّهِمْ يُتَوَكَّلُونَ الَّذِينَ يَفْقَهُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ

عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٢١٨﴾ وبقوله تعالى في بني اسرائيل قال رجل من الذين

يَخْلُقُونَ أَعْمَالَهُمْ عَلَيْهِمْ مَا أَذْخَلْنَاهُمْ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَانْكُرُوا عَلَيْهِمْ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ

مُؤْمِنِينَ ﴿٢٣١٥﴾ وبقوله **يَقُولُونَ كُنْتُمْ أَتَمِّتْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ** ﴿٢٣١٦﴾

وأما **مكارم الاخلاق** اعني السعي للعمال لاخرة من ذل الاعمال العاجلة التي تؤدى اليكم اجوركم

من فود وما تبقى لكم من ثواب الله الى يوم القيامة الاعذابا فعملها الله على الايمان في قول شعيب **وَلَا**

تَنْفُسُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنْ إِيَّانَا أَنْتُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُجِيطٍ وَيَقُولُونَ

أَكْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَتَّبِعُوا النَّاسَ فِي شَيْءٍ هُمْ وَلَا تَعْتَوْنَ فِي الْأَرْضِ مُقْسِدِينَ بَقِيتُ اللَّهُ

خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٨٣﴾ وفي قوله **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا**

فإن المهاد بالمال و
الانفس والهجرة من
الايمان

فإن الاستقامة في
العمل من الايمان

فإن مكارم الاخلاق
من الايمان

(١٥٠:١٢) ۞ وَفِي قَوْلِهِ الزَّائِيَةُ وَالزَّائِي فَأَجْلَدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ
 وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا دَافِعُيْ دِينِ اللَّهِ إِنَّ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيْشِهْدُ عَلَيْكُمْ ظَافِعُ
 مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (١٥١:٢٣) ۞ وَإِنَّا الْإِيمَانُ بِالْآخِرَةِ فَمَعْظَمُ الْقُرْآنِ يَشْهَدُ عَلَى اللَّهِ مِنْ عَمَلِ الْأَعْمَالِ
 الْعَاجِلَةِ لِيَأْخُذَ أَجْرَهُ مِنْ فَوْقِ * وَلَمْ يَكُنْ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ * وَلَمْ يَرْجِعْ لِقَائِهِ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَمَةِ * وَلَمْ يَرِدْ
 إِلَّا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا * وَقَالَ مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ (١٥٢:٢٣) * وَامْرُ
 نَفْسُهُ بِالسَّوْءِ لِيَهْلِكَ قَوْمُهُ * فَلَمْ يَكُنْ مِنْ عِنْدِ * وَلَمْ يَسْلَمْ وَجْهَهُ * فَلَمَّا قَالَ اللَّهُ مَنْ كَانَ
 يَرْيَدُ الْعَاجِلَةَ جَعَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَدْمُومًا مَّا دُحُورًا وَمَنْ
 أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا (١٥٣:١٨-١٩) * وَلَمَّا قَالَ إِنَّ النَّارَ
 أَلَّا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا فِيهَا وَلَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ * أُولَئِكَ مَاؤُهُمُ النَّارُ
 بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (١٥٤:١١) ۞ فَلَا شَكَّ أَنَّ الْإِيمَانُ بِالْآخِرَةِ فَرَعٌ مِنْ فُرُوعِ الْإِيمَانِ الَّتِي مَا كَانَتْ لَهَا
 أَنْ تَفُكَّ عَنْهُ وَيَشْهَدُ عَلَى ذَلِكَ قَوْلُهُ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ (١٥٥:٢٠) * الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ
 مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (١٥٦:٢٠) ۞ مَعَ قَوْلِهِ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (١٥٧:١١٢) ۞
 وَإِنَّمَا الْعِلْمُ فَحْمِلَ اللَّهُ تَحْصِيلَهُ عَلَى الْإِيمَانِ وَقَالَ إِنَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ
 لِلَّذِينَ يَتَذَكَّرُونَ (١٥٨:٣١) * وَقَالَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِلَّذِينَ يَتَذَكَّرُونَ (١٥٩:٣٢)
 وَقَالَ وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ
 وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ * أَلَمْ يَرْوِ إِلَى الظَّالِمِينَ سُخْرِي فِي جَوِّ السَّمَاءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا
 اللَّهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (١٦٠:٤٩-٥٠) ۞ وَمَا كَانَ لِلْعِلْمِ أَنْ يَفُكَّ عَنْ
 الْإِيمَانِ وَيَشْهَدُ عَلَى ذَلِكَ قَوْلُهُ وَمَنْ النَّارِ الدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ فَخُتِلِفَ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ ثُمَّ لَحِقَ اللَّهُ
 مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ (١٦١:٢٨) ۞ مَعَ قَوْلِهِ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (١٦٢:١١٢) ۞

فَإِنَّ الْإِيمَانَ بِالْآخِرَةِ
 مِنَ الْإِيمَانِ

فَإِنَّ الْعِلْمَ وَاللَّهُ يَسُدُّ
 مِنَ الْإِيمَانِ بِلَهُوِّ لَوَائِظِهِ
 وَمَا الْعِلْمُ إِلَّا مِرْاعَالُ
 اللَّهِ وَمَطْلَعَةُ حِكْمَتِهِ
 الْفَطْرَةِ -

فلا شك في ان العلم هو الذي يصل من دراسة اشياء الطبيعة ومطالعة صحيفة الفطرة باستعمال
 السمع والابصار والافدة * ومن علم اعماله تعالى مشاهد ومواجهة * ودرس كتاب الله
 الذي هو بين يديه شاهدا عليه فهو الذي قد علم ربه * وهو الذي عرفه حق معرفته * بل خشية
 حق خشيته * فالعلماء هم الذين يتقون بالله بالحق واولئك الذين يؤمنون به اينما ينظرون
 تقشع من درسه جلوه هم ثم تلين قلن لهم الى ذكر الله (٣٩: ٢٣) * لا تهم شهد اعماله العظيمة
 الجليلة باعينهم بل شهد وامليكته وجوده التي لا يعلم وسعها وعدتها الا هو بسمعهم وابصارهم
 فلما عجزوا شهد واته هو العزيز الحكيم الباري الفاطر الجبار القهار الذي لا اله الا هو وهو على كل
 شئ قدير * فلذلك شهد الله رعلى نفسه بعظمة اعماله انه لا اله الا هو * ولكليكة رشهد اعليه
 بقدر رتهم ووسعتهم * واولو العلم قائما بالقسط شهد اعلى وحدته وعظمته بمشاهداتهم انه
 لا اله الا هو العزيز الحكيم (٣: ١٤) * فلا شك ان اولي العلم هم الذين يؤمنهم الانبياء في زماننا
 هذا * لا تهم يرون علمهم ونباهم بعد ختم الانبياء * بل ياتون بالنبا العظيم الذي جاء به الانبياء
 من قبل نبينا منه * ليهدوا القوامهم قايدين بالقسط الى صراط مستقيم * وهم الذين يعرفون
 ربهم بوساطة قانونه * ويطمعون ان يبتغوا وجهه باتباع مسنونه * ويخافونه ليرجوا ثوابه *
 وينهون رجا عنهم عن البغي والتفاد ليتقوا عذابه * ويسجدون له عملا ومعنا ليتبعوا افضله * بل
 يصلون صلاوة التمجيد والتشكر لينظموا رجا عنهم * ويجاهدون باموالهم وانفسهم ليهديا
 قومهم * وهدى رهم بعلمهم لعالمهم يعلمون * ولذلك قال الله لكم ان الذين ياتون ككتاب الله
 راي صحيفة الفطرة * واکاموا الصلوة وانفقوا مما رزقناهم سرا وعلانية يرجون تجارة لن تبور
 ليوفيهم اجورهم ويزيدهم من فضله الله غفور شكور * والذين اوحينا اليك من الكتاب هو
 الحق مصدقا لما بين يدينا ان الله بعباده خير بصير (٣٥: ٢٩-٣١) * فلا شك في ان

* وليطير القارئ الى صفحة ١٣٠ * لتتبع هذه الصلوة * اي ما تضمنت لك من القانون من صحيفة الفطرة وما اوحيت اليك منه فهو معتق ما يجزي بين يديه *

القرآن هو الفطرة * بل هو الذي تُخَصُّ فيه روح من امره تعالى * ولا شك في أن قانون ذلك الكتاب هو ما يصل من دراسة كتب الله اعنى صحيفه الفطرة * ولا شك في أن قانونه يصدق لما يجري في العادة وما يجري بين يديه يوماً فيوماً * فمن فاز في هذه الدنيا فقد فلح بهذا القانون * ومن هلك هلك عن بينة (٣٢: ٨) منه * فتدبروا انتم قوم يمد برون * ونظر الى كل ما تقدم من قوله تعالى في حقيقة العلم القول الفيصل الذي لا يشك فيه هو ان علماء الطبيعة هم الذين يؤمنون بتوحيد الله تعالى بالحق * بل يؤمنون بكتب الله الذي عرضة السموات والارض بالحق * بل بالكتب الذي اوحا الله الى نبيينا صلعم * فانه قال بل هو ايت بيئت في صدور الذين اوتوا العلم وما يحد باليتنا الا الظالمون (٣٩: ٢٩) فما العلم الا فرع من فروع الايمان التي ما كانت لها ان تفك عنه * ومن علم اعماله تعالى بجد وسعه وبلغ فيه اشد مبلغه فهو الذي قد امن به * فلذلك قال الله فيهم نظرا الى سجد هم ليلاد ونهاد الاحكامه وخيفتهم عذابه ورجاءهم رحمتهم بل قيامهم بالقسط ليحدوا القوامهم من عاقبة امرهم في الدنيا والعقبى * آمن هو قانت انا النيل ساجداً وقائماً يحدوا الآخرة وبرجوارحه ربه قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون انما يتن كروا اولوا الايات (٩١: ٣٩) * ومما الله العلماء اولوا الايات لكونهم متفكرين في خلق سمواته وارضه ليعلموا قانونه ويدركوا مشيئته * وليفهموا ما يريد الله منهم ومن قومهم * وليتقوا عذابه فيؤمنوا به ويفعلوا ما يؤمرون * فلذلك قال الله فيهم ان في خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار لآيات لمن اوتى الايات الذين يذكرون الله قياماً وقعوداً وعلى جنوبهم ويتفكرون في خلق السموات والارض ربنا ما خلقنا هذا باطلاً سبحناك فقنا عذاب النار ربنا انك من تدخل النار فقد اخزيتنا وما للظالمين من انصار ربنا اننا سمعنا منادياً ينادي للإيمان ان امنوا بربكم فامنوا ربنا فاعف عنا ذنوبنا وكفرنا عما كنا ننسب لآبائنا وكفونا مع الابكار ربنا وانما ما وعدنا على رسلنا ولا تخزننا يوم القيمة انك لا تخلف الميعاد

فَأَسْجَابَ لَهُمْ رُؤُوسُهُمْ أَنْ لَا يُصِيعُ عَمَلَ عَابِلٍ مِنْكُمْ مَنْ ذَكَرَ أَوْ أَتَى بِبَعْضِكُمْ مِنْ بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا
وَأَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَادُّوا فِي سَبِيلِي وَقَاتِلُوا أَوْ قُتِلُوا لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَ جَنَّاتٍ
تَجْرَى مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ تُوَافَى مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَ هَؤُلَاءِ الْتَوَابِ لَا يَغْرُرُكَ تَغْلِبُ الَّذِينَ كَفَرُوا
فِي الْبِلَادِ مَنَافِعَ قَلِيلٍ ثُمَّ مَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ وَيَسْرُ الْمِهَادَةُ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرَى
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا تُوَافَى مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِلْآبِرَارِ ﴿١٨٩-١٩٤﴾ ❦ فلا شك
في أن علماء الطبيعة وأولى الألباب الذين يتفكرون في خلق السموات والأرض هم الذين يدركون
الله قياماً وقعوداً وعلى جنوبهم ❦ لأنهم يفكرون خلقه ليلاً ونهاراً يعرفوا قانونه ❦ ويخوفون
قومهم عداً به ليتبعوا سنته ❦ ويؤمنون بالقرآن عملاً ومعناً ليكفر عنهم سيئاتهم في الدنيا ❦ و
يعلموا الأعمال الآخرة ليدلوا خوفهم أمناً ❦ وبها جرون ويخرجون من ديارهم ويؤذون في سبيله و
ويقتلون ويقتلون ليدخلوا جنت الأرض خالدين ❦ وكل هذا ما يفعل الغربيون الصغار في
في زماننا هذا علماء وعلماء لا تعلمون قانونه ويعلمون الصلح والفضل في جنت الأرض يعلمون
تفكرهم ❦ ولا يغفرهم تغلبكم في بلادكم الباقية لأنهم يعلمون أنهم لا تتمتعون فيها إلا قليلاً لا تموتون
وتخرجون ❦ فهذا أثرهم من عند الله على هذه الأرض لأنهم يخرجونكم من دار إلى دار فيمضون في جناتهم
أمين ❦ بعلمهم صحيفة الفطرة وبإيمانهم بكتب الله الذي هو بين أيديهم ❦ بل بإيمانهم بالقرآن
الذي هو بين أيديهم ❦ ولا شك في أنهم هم الأبرار الذين آمنوا وعملوا الصالحات في هذه الأرض زماننا
هذا ❦ ولا شك أنهم هم المفلحون ❦ ولا تظنوا الله ما كان للتصرائين الغربيين المعاصرين أن
يؤمنوا بقرائنكم هذا وإن لم يروا أريد سوء كل سكر ❦ والله شهيد على إيمانهم به وعلمهم في القرآن في ما يلي
الآيات التي تقدم ذكرها وقال وإن من أهل الكتاب من يؤمن بالله وما أنزل إليكم وما أنزل
إليهم خاشعين لله لا يشتركون بأيت الله شيئاً قلنا أولئك لهم أجرهم عند ربهم وإن الله سريع

❦ في فصل من قوله من غير الشك أن العجوة والتمر من الجنة لا يفسد ❦ قال بعد ذلك ❦ فإنا جعلنا الله في الآخرة هو خير من ❦ أي أجروهم في الدنيا لأنه سريع الحساب ❦

الْحَسَابِ (١٩٨:٣) ❦ بل شهد على إيمان علماء اليهود به في القرن الخالية حين كانوا يأكلون من
 فوقهم ومن تحت أرجلهم لكونهم مقيميهِ وقال والله لتُنزِلَ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزْلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ
 عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَزِيزٍ مُبِينٍ وَلَئِنَّ لَفِي زُجْرِ الْأَوَّلِينَ أَوَّلَ مَكِّنٍ لَهُمْ آيَةٌ
 أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَءِيلَ (١٩٢:٣-١٩٤) ❦ بل قال فيكم نظرًا إلى فقدان علمكم وعملكم وإيمانكم به
 في زماننا هذا وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَى بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهٖ مُؤْمِنِينَ كَذَلِكَ سَلَكْنَاهُ
 فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ فَيَأْتِيهِمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ فَيَقُولُوا
 هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُونَ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ
 مَا أَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَمْتَعُونَ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَوْمٍ إِلَّا لَهُا مُنْذِرُونَ ذِكْرُنَّ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ
 (١٩٨:٣٦-٢٠٩) ❦ فلا شك في أنكم لا تعلمون القرآن ولا تؤمنون به أيها الأعجمون الجرمون المالكون
 وما يغني عنكم ما أنتم تمتعون في الدنيا عد سنين ❦ فأنه هوات ما أنتم به توعدون ❦ وما أنتم
 بمؤمنين بالقرآن حتى ترأو العذاب الأليم ❦ أفعذاب ربكم تستعجلون ❦ فيأتيكم بغتة وأنتم
 لا تشعرون ❦ والمغربيتون هم الذين يؤمنون بالقرآن العظيم ❦ بعلمهم وعملهم
 في زماننا هذا ولو كرم المسلمون المرتسمون ❦ لأنهم هم الذين خاضوا في السموات والأرض شذا
 خصوصًا في هذا الزمان واستنبطوا من هذا الكتاب الجليل المبين آيات الله الباهرة النافعة التي
 هم بها مستمسكون ❦ فلا شك في أنهم هم المؤمنون ❦ فأنه من آمن بسموته وأرضه التي خلقها
 الله بالحق وعمل صالحًا فهو الذي قد آمن به بالحق ❦ وهو الذي شهد على وحدته وقانونه
 بل أي ملكوت السموات والأرض بعينه ❦ وهو الذي آمن بقرانه واسلم وجهه له وتنظم وأصله
 فتقوى ❦ واتقى عذابه ❦ وأولئك من المتقين المصلحين ❦ ولذلك قال الله لكم وما خلقنا السماء
 والأرض وما بينهما باطلاً ذلك ظن الذين كفروا فويل للذين كفروا من النار أم نجعل الذين آمنوا

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ حَسِبُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ (٢٨: ٢٨-٢٩) ومن بعد ذلك اشارة الى
 كتابه ليتدبره اولوا الالباب الذين يتفكرون في خلقه نظر الى استنباط قانونه منه ويتبعون فيخلقوا
 وقال كتب انزلناه اليك مبصرة ليدبروا آياته وليتذكر اولوا الالباب (٣٨: ٢٩) ولذلك حذر الله
 الناس على مشاهدة خلقه وقال تَخْلُقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ لَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا الْمُسِيءُ قَلِيلًا
 مَّا تَتَذَكَّرُونَ (٥٨: ٥٨-٥٩) بل لذلك اثنى الله على انبياءه وحمل عليهم وتفكرهم في خلقه و
 استعملهم اشياء الطبيعة ومواليدها اشد مصرفها على الايمان وقال وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ
 عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا
 النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ (١٥١: ١٥٢) فما كان
 منطق الطير هذا الا ما جهد سلاطين عليه السلام في استعمال الطيور واستخدموها لاجراء حكمه من بلد
 الى بلد * او لا يلاغرسلته حين الياس الجهاد في سبيل الله مثل ما استخدم داود وسليمان الشجعان
 والابطال وغيرها من الذين كانوا يعوذون في غيابات الجبال والسواحل * من الميئاء والغواص والتمال
 والصنم * ستمهم بنوا اسرائيل الجحش والشيطين لفظاتهم وكونهم صُنْعِي الايدي في اعمالهم * و
 الذين كانوا يهاجرون الى ملك بني اسرائيل ويأتون من كل فج عميق ليخدموهم * وليبنوا مصانع لهم
 ويرفعوا مساكنهم ومساجدهم * ويحرقوا طبقات الجبال لهم * ويسوقوا امراكبهم على البر والبحر نظرا
 الى تسخيرهم للريح * ويعدنوا الاحجار والمعادن لهم نظرا الى تسخيرهم الجبال لاقطاع الارض * كما يعبدكم
 او يستخذكم المغربون الان لطلب النفع منكم * وليستخروا ما خلق الله في السموات والارض جميعا لهم
 ومع هذا يسمونكم تسمية الفقراء والحفوة بل يقرّونكم في الاصفاد لتعبدوهم فتوزعوا لهم فلذلك
 قال الله فيهم وَحُشِرَ لِسُلَيمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِبِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ (١٥: ٢٤) ولذلك اثنى

عليهما لتسخيرهم اشياء الطبيعة * وسعيهم لاجراء الصنعة والتجارة والعلوم في ملكهم وقال داود
وسليمان اذ يحكمين في محراب اذ نفشت فيه غنم القوم وكنا لحكمهم شهدين ففقهناهم باسليمن * و
كلامنا حكما وعلمنا وسخرنا مع داود الجبال يسبحن والطير وكنا فاعلين وعلمنا صنعة لبوس
لكنم لخصوصكم من باسكم فقل انتم شاكرون * وسليمان الريح عاصفة تجري بامرة الى الارض التي
بركنا فيها وكنا بكل شيء عليين (٨١: ٤٨: ٢١) وقال في تسخير سليمان البحر واجراء حكمه عليه
فسخر ناله الريح تجري بامره رجاء حيث اصاب والسيوف يطير كل بناء وغواصين واخرين موقنين
في الانهار فقاد هذا عطاونا فامننا او امسك بغير حساب وان له عندنا لزلزلي وحسن ما يب
(٣٨: ٣٦ - ٢٠) وسبحى الله داود الاوليد لكونه عمالا وبناء في ملكه * ولانه عمارة اشده عمارة *
ومن المداين * واشاء العمان في ملكه وسخر الجبال الطير لتقوية قومه وتشديد ملكه فقال اذكر عبدنا داود
دا الاوليد انه اواب انا سخرنا الجبال معه يسبحن بالعشي والاشراق والطير محشورة كل له اواب وشكرنا
ملكه وابينه الحكمة وفصل الخطاب (٣٨: ١٤: ٢٠) * واشئى عليه اشد ثناء لانه بلغه اشد مبلغه فصنعة الحكمة
وعمل السبغت وتقدير السر * وثنى عليهما كل تشية وحيد لهما اسألهما الارض عيوننا من الحن والقطر من الجبال
التي سخرها بواسطة البحر والسيوف حمل كل هذا على الصلوات والامان عباد الله شكره وقدره حتى قدمه وقال
ولقد ابينا داود منا فضلا يجبال اوتى معه والطير والنداء له الحريد ان اعمل سبغت فكل
في السرور واعملوا صالحا ما اتي بها تعملون بصيرة وسليمان الريح غدوها شهرا ورواحها شهرا
واسلنا له عين القطر ومن الحن من يعمل بين يديه باذن ربه ومن يزرع منهم عن امرنا نزلته
من عذاب السعيرة يعملون له ما يشاء من محاريب وتماثيل وجفان كالجواب قد وردت سبغت
اعملوا آل داود شكرا وقليل من عبادي الشكور (١٠١: ١٣: ١٢) فهذا ما كان لهم بها
من علم ومن عقل وفكر في مخلوقاته وهذا ما كانوا يعملون * ليعملوا صالحا في الدنيا وليكونوا

في الآخرة من الصالحين ❦ فنبشرونهم بما صالحوهم في هذه الدنيا أيها الغافلون الجاهلون ❦ و
 بما تشترون فجاءكم في العقبي أن كنتم صدقين ❦ فالغريبيون هم الذين آمنوا بالله على علمهم
 وعملوا الصالحات بأيديهم وأرجلهم بالحق فأولئك هم المفلحون ❦ وقد قال الله لكم في أمم
 خلت من قبلكم ولقد فجئنا بني إسرائيل من العذاب المهين من فرعون الله كان علياً من الشرفين
 ولقد اخترهم على علم على العالمين ❦ (٣٢-٣٠، ٣٣) ❦ وقد قال الله لكم وسخر لكم ما في السموات وما في الأرض
 جميعاً منه وإن في ذلك لآيات لقوم يتفكرون ❦ قل للذين آمنوا يغفروا للذين لا يرجون
 أيام الله ليجزي قوماً بما كانوا يكسبون ❦ من عمل صالحاً فلنقبله ومن أساء فعليه ما ذكرنا إلى ربكم
 ترجعون ❦ ولقد أنينا بني إسرائيل الكتب والحكم والنسوة ورسر قلوبهم من الطغيان فضلناهم
 على العالمين ❦ (١٢-١٣، ١٢٥) ❦ فما فضلوا إلا أنهم تفكروا في خلق السموات والأرض ❦ وسخروا
 لأنفسهم ما فيهم وما بينهم وما عليها نبذاً منه ❦ وآمنوا بالذي خلقه الله بالحق وعملوا الصالحات
 بالقطر والحد يد فجزاهم الله بما كانوا يكسبون ❦ وأنتم لا ترجون أيام الله ولا تبتغون فضلاً منه لكم
 لا تؤمنون ولا تصلحون بل تؤمنون بالظن من دون العلم وتؤمنون بأباطيلكم الشرعية المفرقة ❦ و
 ظننكم المملكة المعطلة ❦ ومساءلكم الفقهية الواهية ❦ ما نزل الله بها من سلطان فينة ❦ تحبون
 خلقه عبثاً وباطلاً ولتخذوا آية سخرأوهزلاً ❦ تكون في نحركم وبإعتكم وشعركم أنكم أولو علم
 وتعتقدون بالجان والقبور والاولياء لتفعلوا بهم ❦ وتخذون الهة من الأرض لتكروا في توحيدكم
 فلا والله أنتم قوم تجهلون ❦ وقد قال الله لكم والذين آمنوا بالباطل وكفروا بالله أولئك هم
 الخسيفون ❦ (٥٢، ١٢٩) ❦ وقد قال أم حسب الذين اجترحوا السيئات أن نجعلهم كالذين آمنوا أو
 عملوا الصالحات سواء محيياهم ومماتهم ساء ما يحكمون ❦ وخلق الله السموات والأرض بالحق والنجاة
 كل نفس بما كسبت وهم لا يظلمون ❦ (٢٢-٢١، ٢٥) ❦ وقد تبهم الله في صفة العلم بقوله ولا تقف ما ليس

لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (٣٧: ١٤) افلا تدرون
 فيما العلم إلا ما يصد من استعمال السمع والبصر والفؤاد وما العلم إلا ما تشهد من بأبصاركم وتسمعون بسمعكم
 وتجربون به ليلًا ونهارًا بفؤادكم والذي لم تشهد عليه سمعكم وبصركم وفؤادكم هو الظن فما تتبعون
 إلا الظن وان انتم إلا تظنون ﴿١١٨﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ
 ﴿١١٩﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يُجْزَى الَّذِينَ إِسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيُجْزَى الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى
 ﴿١٢٠﴾ افلا تعقلون ﴿١٢١﴾ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَاحْسَنُوا أَعْمَالَهُمْ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ وَلَمْ يَسْأَلُوا إِلَّا الْعِلْمَ وَلَمْ
 يُؤْمِنُوا إِلَّا بِالْحَقِّ يُجْزَوْنَ بِالْحُسْنَى وَيُفْلَحُونَ ﴿١٢٢﴾ وَإِنَّكُمْ لَا تَصْلَحُونَ وَلَا تَوْفُونَ فَاذْجِرُوا إِلَّا مَا تَكْسِبُونَ
 وَقَدْ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ
 مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي
 لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١٢٣﴾ فَلِمَ لَا يَسْتَخْلِفُكُمْ
 اللَّهُ وَلِمَ لَا يَبْدِلْ خَوْفَكُمْ أَمْنًا وَهُمْ يَخْلِفُونَ ﴿١٢٤﴾ وَتُبَدَّلُونَ بِقَوْمٍ غَيْرَكُمْ فَتُضْرَرُونَ ﴿١٢٥﴾ وَلَنْ يَخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ
 أَبَدًا افلا تسمعون ﴿١٢٦﴾ فَلَا شَكَّ أَنْكُمْ لَا تَوْفُونَ وَلَا تَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ لَا تَعْبُدُونَهُ بَلْ
 تَشْرِكُونَ بِهِ وَكَذَّبْتُمْ الْفَاسِقُونَ ﴿١٢٧﴾ وَالْمُغْرِبِينَ هُمُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي زَمَانِهَا
 فَيَسْتَخْلِفُهُمُ اللَّهُ وَيَسْدُلْ جُحْمَ مَنْ حَيْثُ لَا تَعْمَلُونَ ﴿١٢٨﴾ أَكْرَهُ كُلَّ هَذَا أَوَلَا تَكْرَهُوْا وَسُبُّوا قَاتِلَهُ أَوَلَا تَسْبِقُ
 لَكُمْ لَهَا لَكُونُ ﴿١٢٩﴾ فَإِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا تَسْمَعُ الصَّامِتِينَ الذَّاعِينَ إِذَا أَوْثَرُوا مُدْبِرِينَ وَمَا أَنْتَ بِهَذَا الْعَمِيِّ
 عَنْ صَلَاتِهِمْ إِنَّ تَسْمَعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ﴿١٣٠﴾ وَحَرَامٌ عَلَى قُرْبَاةٍ
 أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٣١﴾ ﴿٩٥: ١١﴾

فيا معشر الهالكين! ويا زحمة الميتين المستهلكين! المتعارفين في زماننا هذا بالمسلمين
 المؤمنين! ما لكم لا تتبعون الرسول النبي الذي يضع عنكم أصركم والغلال التي تقيدكم فالذين

أَمْوَالِهِمْ وَعَزَّوْرُهُ وَلِأَعْبَادِ النَّورِ الَّذِينَ أَنْزَلَ مَعَهُ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٤﴾ ۞ يَدْعُوكُمْ
 لِمَا يُحْيِيكُمْ بِالْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَمَا اسْلَافُكُمْ إِلَّا الْعِلْمُ وَالْعَمَلُ بِلِ مَا إِيْمَانُهُ بِشَيْءٍ آخَرَ فَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ
 تَهْتَدُونَ ﴿١٥٥﴾ ۞ وَمَنْ قَوْمٌ عِيسَى أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَيَبْغِي لَوْ أَنَّ لَهُمْ كِذِبًا ۖ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ
 لَا تَصْلَحُونَ ۞ النَّصْرَ إِنِّي قَدْ بَلَّغْتُ الشَّدَّ مَبْلَغُهُمْ فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَمَا لَكُمْ لَا تَعْلَمُونَ وَلَا تَعْمَلُونَ ۞ لَقَدْ
 وَرَّثُوا الْأَرْضَ صَعِيدَهَا وَجَزْرها وَبُحْرَهَا فَصَارُوا مِنْ عِبَادَةِ الصَّالِحِينَ ۞ لَقَدْ آمَنُوا بِالْوَحْدِ عَمَّا
 وَعَمَّا ۚ عَلَيَّ قَوْلُهُمْ إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۖ وَلَقَدْ اتَّهَمُوا عَمَّا كَانُوا يَقُولُونَ فَاسْتَحَقَّ اللَّهُ مِنْهُمُ الْعَذَابَ
 بِلِ صَارُوا مِنَ الْمُحْجُوبِينَ ۞ وَمَا لَكُمْ لَا تَحْطَفُونَ أَرْضَهُمْ بِلِ تَخْرِجُونَهُمْ مِنْ أَرْضِهِمْ وَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ
 إِنْ آمَنْتُمْ إِنْ يَدْرُكُمْ فِي مَا بَقِيَ مِنْ دِيَارِكُمْ آمِنِينَ وَقَدْ قَبَضُوا عَلَى أَرْضِ مَكَتِكُمْ بِالْبَيْتِ الْمُقَدَّسِ
 مَهْلِكِينَ ۞ أَوْ آمَنْتُمْ إِنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ غَفِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۞ وَكَمْ مِنْ أُمَّةٍ ذَاتِ
 قُوَّةٍ أَهَكَ اللَّهُ مِنْ قَبْلِ وَمَا بَلَغَتْ مَعِشَارُ مَا بَلَغُوا مِنْ قَبْلِ تَحْسَبُونَ مِنْهُمْ مِنْ أَحَادٍ وَتَسْمَعُونَ لَهُمْ رِكْرًا
 سَاطِحِينَ ۞ فَالْحَقُّ أَنْتُمْ لَا تَسْمَعُونَ أَذْذَ عَوْنٍ ۞ تَبْكُونَ فِي زَوَايَاكُمْ كِرْبَاتِ الْحِجَالِ فَلِمَا لَا تَحْلُونَ
 مِنْ أَسَاوَرٍ مِنْ ذَهَبٍ وَلَوْ لَوَّلُوكُمْ بَكَوْا عَلَى قِسْمَتِكُمْ مَشْتَمِي قُلُوبِكُمْ صَاكِينَ ۞ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ يَدَاوِلُهَا
 اللَّهُ بَيْنَ النَّاسِ لِيُخَصَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَتُحَقِّقَ الْكُفْرَ ۚ لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ
 وَلَوْ كَرِهَ الْجَاهِلُونَ ﴿١٥٨﴾ ۞ وَإِنْ أَنْتُمْ تَكْرَهُونَ كُلَّ هَذَا فَلِمَا لَا تَرْجِعُونَ ۞ أَوْ تَتُوبُونَ ۞ وَلَمْ
 تَقُولُوا مَكَرَآتِهِ لَغُفُورٌ رَحِيمٌ ۞ فَوَاللَّهِ إِنْ رَدَّكُمْ لَيْسَ لَكُمْ بَعْضُ تَرْجِيمٍ ۞ فَآلَهُ قَالَ وَالَّذِينَ يَعْمَلُونَ
 السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِهَا وَآمَنُوا أَنْ رَبَّهُمْ مِنْ بَعْدِهَا لَيْسَ بِشَيْءٍ رَحِيمٍ ﴿١٥٩﴾ ۞ بَلِ قَالَ ثُمَّ إِنَّ
 رَبَّهُ لِلَّذِينَ يَحْمِلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَيْسَ بِشَيْءٍ رَحِيمٍ
 ﴿١٦٠﴾ ۞ وَقَالَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٦١﴾ ۞ وَقَالَ إِلَّا مَنْ

١٥٤-١٥٥-١٥٦-١٥٧-١٥٨-١٥٩-١٦٠-١٦١-١٦٢-١٦٣-١٦٤-١٦٥-١٦٦-١٦٧-١٦٨-١٦٩-١٧٠-١٧١-١٧٢-١٧٣-١٧٤-١٧٥-١٧٦-١٧٧-١٧٨-١٧٩-١٨٠-١٨١-١٨٢-١٨٣-١٨٤-١٨٥-١٨٦-١٨٧-١٨٨-١٨٩-١٩٠-١٩١-١٩٢-١٩٣-١٩٤-١٩٥-١٩٦-١٩٧-١٩٨-١٩٩-٢٠٠-٢٠١-٢٠٢-٢٠٣-٢٠٤-٢٠٥-٢٠٦-٢٠٧-٢٠٨-٢٠٩-٢١٠-٢١١-٢١٢-٢١٣-٢١٤-٢١٥-٢١٦-٢١٧-٢١٨-٢١٩-٢٢٠-٢٢١-٢٢٢-٢٢٣-٢٢٤-٢٢٥-٢٢٦-٢٢٧-٢٢٨-٢٢٩-٢٣٠-٢٣١-٢٣٢-٢٣٣-٢٣٤-٢٣٥-٢٣٦-٢٣٧-٢٣٨-٢٣٩-٢٤٠-٢٤١-٢٤٢-٢٤٣-٢٤٤-٢٤٥-٢٤٦-٢٤٧-٢٤٨-٢٤٩-٢٥٠-٢٥١-٢٥٢-٢٥٣-٢٥٤-٢٥٥-٢٥٦-٢٥٧-٢٥٨-٢٥٩-٢٦٠-٢٦١-٢٦٢-٢٦٣-٢٦٤-٢٦٥-٢٦٦-٢٦٧-٢٦٨-٢٦٩-٢٧٠-٢٧١-٢٧٢-٢٧٣-٢٧٤-٢٧٥-٢٧٦-٢٧٧-٢٧٨-٢٧٩-٢٨٠-٢٨١-٢٨٢-٢٨٣-٢٨٤-٢٨٥-٢٨٦-٢٨٧-٢٨٨-٢٨٩-٢٩٠-٢٩١-٢٩٢-٢٩٣-٢٩٤-٢٩٥-٢٩٦-٢٩٧-٢٩٨-٢٩٩-٣٠٠-٣٠١-٣٠٢-٣٠٣-٣٠٤-٣٠٥-٣٠٦-٣٠٧-٣٠٨-٣٠٩-٣١٠-٣١١-٣١٢-٣١٣-٣١٤-٣١٥-٣١٦-٣١٧-٣١٨-٣١٩-٣٢٠-٣٢١-٣٢٢-٣٢٣-٣٢٤-٣٢٥-٣٢٦-٣٢٧-٣٢٨-٣٢٩-٣٣٠-٣٣١-٣٣٢-٣٣٣-٣٣٤-٣٣٥-٣٣٦-٣٣٧-٣٣٨-٣٣٩-٣٤٠-٣٤١-٣٤٢-٣٤٣-٣٤٤-٣٤٥-٣٤٦-٣٤٧-٣٤٨-٣٤٩-٣٥٠-٣٥١-٣٥٢-٣٥٣-٣٥٤-٣٥٥-٣٥٦-٣٥٧-٣٥٨-٣٥٩-٣٦٠-٣٦١-٣٦٢-٣٦٣-٣٦٤-٣٦٥-٣٦٦-٣٦٧-٣٦٨-٣٦٩-٣٧٠-٣٧١-٣٧٢-٣٧٣-٣٧٤-٣٧٥-٣٧٦-٣٧٧-٣٧٨-٣٧٩-٣٨٠-٣٨١-٣٨٢-٣٨٣-٣٨٤-٣٨٥-٣٨٦-٣٨٧-٣٨٨-٣٨٩-٣٩٠-٣٩١-٣٩٢-٣٩٣-٣٩٤-٣٩٥-٣٩٦-٣٩٧-٣٩٨-٣٩٩-٤٠٠-٤٠١-٤٠٢-٤٠٣-٤٠٤-٤٠٥-٤٠٦-٤٠٧-٤٠٨-٤٠٩-٤١٠-٤١١-٤١٢-٤١٣-٤١٤-٤١٥-٤١٦-٤١٧-٤١٨-٤١٩-٤٢٠-٤٢١-٤٢٢-٤٢٣-٤٢٤-٤٢٥-٤٢٦-٤٢٧-٤٢٨-٤٢٩-٤٣٠-٤٣١-٤٣٢-٤٣٣-٤٣٤-٤٣٥-٤٣٦-٤٣٧-٤٣٨-٤٣٩-٤٤٠-٤٤١-٤٤٢-٤٤٣-٤٤٤-٤٤٥-٤٤٦-٤٤٧-٤٤٨-٤٤٩-٤٥٠-٤٥١-٤٥٢-٤٥٣-٤٥٤-٤٥٥-٤٥٦-٤٥٧-٤٥٨-٤٥٩-٤٦٠-٤٦١-٤٦٢-٤٦٣-٤٦٤-٤٦٥-٤٦٦-٤٦٧-٤٦٨-٤٦٩-٤٧٠-٤٧١-٤٧٢-٤٧٣-٤٧٤-٤٧٥-٤٧٦-٤٧٧-٤٧٨-٤٧٩-٤٨٠-٤٨١-٤٨٢-٤٨٣-٤٨٤-٤٨٥-٤٨٦-٤٨٧-٤٨٨-٤٨٩-٤٩٠-٤٩١-٤٩٢-٤٩٣-٤٩٤-٤٩٥-٤٩٦-٤٩٧-٤٩٨-٤٩٩-٥٠٠-٥٠١-٥٠٢-٥٠٣-٥٠٤-٥٠٥-٥٠٦-٥٠٧-٥٠٨-٥٠٩-٥١٠-٥١١-٥١٢-٥١٣-٥١٤-٥١٥-٥١٦-٥١٧-٥١٨-٥١٩-٥٢٠-٥٢١-٥٢٢-٥٢٣-٥٢٤-٥٢٥-٥٢٦-٥٢٧-٥٢٨-٥٢٩-٥٣٠-٥٣١-٥٣٢-٥٣٣-٥٣٤-٥٣٥-٥٣٦-٥٣٧-٥٣٨-٥٣٩-٥٤٠-٥٤١-٥٤٢-٥٤٣-٥٤٤-٥٤٥-٥٤٦-٥٤٧-٥٤٨-٥٤٩-٥٥٠-٥٥١-٥٥٢-٥٥٣-٥٥٤-٥٥٥-٥٥٦-٥٥٧-٥٥٨-٥٥٩-٥٦٠-٥٦١-٥٦٢-٥٦٣-٥٦٤-٥٦٥-٥٦٦-٥٦٧-٥٦٨-٥٦٩-٥٧٠-٥٧١-٥٧٢-٥٧٣-٥٧٤-٥٧٥-٥٧٦-٥٧٧-٥٧٨-٥٧٩-٥٨٠-٥٨١-٥٨٢-٥٨٣-٥٨٤-٥٨٥-٥٨٦-٥٨٧-٥٨٨-٥٨٩-٥٩٠-٥٩١-٥٩٢-٥٩٣-٥٩٤-٥٩٥-٥٩٦-٥٩٧-٥٩٨-٥٩٩-٦٠٠-٦٠١-٦٠٢-٦٠٣-٦٠٤-٦٠٥-٦٠٦-٦٠٧-٦٠٨-٦٠٩-٦١٠-٦١١-٦١٢-٦١٣-٦١٤-٦١٥-٦١٦-٦١٧-٦١٨-٦١٩-٦٢٠-٦٢١-٦٢٢-٦٢٣-٦٢٤-٦٢٥-٦٢٦-٦٢٧-٦٢٨-٦٢٩-٦٣٠-٦٣١-٦٣٢-٦٣٣-٦٣٤-٦٣٥-٦٣٦-٦٣٧-٦٣٨-٦٣٩-٦٤٠-٦٤١-٦٤٢-٦٤٣-٦٤٤-٦٤٥-٦٤٦-٦٤٧-٦٤٨-٦٤٩-٦٥٠-٦٥١-٦٥٢-٦٥٣-٦٥٤-٦٥٥-٦٥٦-٦٥٧-٦٥٨-٦٥٩-٦٦٠-٦٦١-٦٦٢-٦٦٣-٦٦٤-٦٦٥-٦٦٦-٦٦٧-٦٦٨-٦٦٩-٦٧٠-٦٧١-٦٧٢-٦٧٣-٦٧٤-٦٧٥-٦٧٦-٦٧٧-٦٧٨-٦٧٩-٦٨٠-٦٨١-٦٨٢-٦٨٣-٦٨٤-٦٨٥-٦٨٦-٦٨٧-٦٨٨-٦٨٩-٦٩٠-٦٩١-٦٩٢-٦٩٣-٦٩٤-٦٩٥-٦٩٦-٦٩٧-٦٩٨-٦٩٩-٧٠٠-٧٠١-٧٠٢-٧٠٣-٧٠٤-٧٠٥-٧٠٦-٧٠٧-٧٠٨-٧٠٩-٧١٠-٧١١-٧١٢-٧١٣-٧١٤-٧١٥-٧١٦-٧١٧-٧١٨-٧١٩-٧٢٠-٧٢١-٧٢٢-٧٢٣-٧٢٤-٧٢٥-٧٢٦-٧٢٧-٧٢٨-٧٢٩-٧٣٠-٧٣١-٧٣٢-٧٣٣-٧٣٤-٧٣٥-٧٣٦-٧٣٧-٧٣٨-٧٣٩-٧٤٠-٧٤١-٧٤٢-٧٤٣-٧٤٤-٧٤٥-٧٤٦-٧٤٧-٧٤٨-٧٤٩-٧٥٠-٧٥١-٧٥٢-٧٥٣-٧٥٤-٧٥٥-٧٥٦-٧٥٧-٧٥٨-٧٥٩-٧٦٠-٧٦١-٧٦٢-٧٦٣-٧٦٤-٧٦٥-٧٦٦-٧٦٧-٧٦٨-٧٦٩-٧٧٠-٧٧١-٧٧٢-٧٧٣-٧٧٤-٧٧٥-٧٧٦-٧٧٧-٧٧٨-٧٧٩-٧٨٠-٧٨١-٧٨٢-٧٨٣-٧٨٤-٧٨٥-٧٨٦-٧٨٧-٧٨٨-٧٨٩-٧٩٠-٧٩١-٧٩٢-٧٩٣-٧٩٤-٧٩٥-٧٩٦-٧٩٧-٧٩٨-٧٩٩-٨٠٠-٨٠١-٨٠٢-٨٠٣-٨٠٤-٨٠٥-٨٠٦-٨٠٧-٨٠٨-٨٠٩-٨١٠-٨١١-٨١٢-٨١٣-٨١٤-٨١٥-٨١٦-٨١٧-٨١٨-٨١٩-٨٢٠-٨٢١-٨٢٢-٨٢٣-٨٢٤-٨٢٥-٨٢٦-٨٢٧-٨٢٨-٨٢٩-٨٣٠-٨٣١-٨٣٢-٨٣٣-٨٣٤-٨٣٥-٨٣٦-٨٣٧-٨٣٨-٨٣٩-٨٤٠-٨٤١-٨٤٢-٨٤٣-٨٤٤-٨٤٥-٨٤٦-٨٤٧-٨٤٨-٨٤٩-٨٥٠-٨٥١-٨٥٢-٨٥٣-٨٥٤-٨٥٥-٨٥٦-٨٥٧-٨٥٨-٨٥٩-٨٦٠-٨٦١-٨٦٢-٨٦٣-٨٦٤-٨٦٥-٨٦٦-٨٦٧-٨٦٨-٨٦٩-٨٧٠-٨٧١-٨٧٢-٨٧٣-٨٧٤-٨٧٥-٨٧٦-٨٧٧-٨٧٨-٨٧٩-٨٨٠-٨٨١-٨٨٢-٨٨٣-٨٨٤-٨٨٥-٨٨٦-٨٨٧-٨٨٨-٨٨٩-٨٩٠-٨٩١-٨٩٢-٨٩٣-٨٩٤-٨٩٥-٨٩٦-٨٩٧-٨٩٨-٨٩٩-٩٠٠-٩٠١-٩٠٢-٩٠٣-٩٠٤-٩٠٥-٩٠٦-٩٠٧-٩٠٨-٩٠٩-٩١٠-٩١١-٩١٢-٩١٣-٩١٤-٩١٥-٩١٦-٩١٧-٩١٨-٩١٩-٩٢٠-٩٢١-٩٢٢-٩٢٣-٩٢٤-٩٢٥-٩٢٦-٩٢٧-٩٢٨-٩٢٩-٩٣٠-٩٣١-٩٣٢-٩٣٣-٩٣٤-٩٣٥-٩٣٦-٩٣٧-٩٣٨-٩٣٩-٩٤٠-٩٤١-٩٤٢-٩٤٣-٩٤٤-٩٤٥-٩٤٦-٩٤٧-٩٤٨-٩٤٩-٩٥٠-٩٥١-٩٥٢-٩٥٣-٩٥٤-٩٥٥-٩٥٦-٩٥٧-٩٥٨-٩٥٩-٩٦٠-٩٦١-٩٦٢-٩٦٣-٩٦٤-٩٦٥-٩٦٦-٩٦٧-٩٦٨-٩٦٩-٩٧٠-٩٧١-٩٧٢-٩٧٣-٩٧٤-٩٧٥-٩٧٦-٩٧٧-٩٧٨-٩٧٩-٩٨٠-٩٨١-٩٨٢-٩٨٣-٩٨٤-٩٨٥-٩٨٦-٩٨٧-٩٨٨-٩٨٩-٩٩٠-٩٩١-٩٩٢-٩٩٣-٩٩٤-٩٩٥-٩٩٦-٩٩٧-٩٩٨-٩٩٩-١٠٠٠-١٠٠١-١٠٠٢-١٠٠٣-١٠٠٤-١٠٠٥-١٠٠٦-١٠٠٧-١٠٠٨-١٠٠٩-١٠١٠-١٠١١-١٠١٢-١٠١٣-١٠١٤-١٠١٥-١٠١٦-١٠١٧-١٠١٨-١٠١٩-١٠٢٠-١٠٢١-١٠٢٢-١٠٢٣-١٠٢٤-١٠٢٥-١٠٢٦-١٠٢٧-١٠٢٨-١٠٢٩-١٠٣٠-١٠٣١-١٠٣٢-١٠٣٣-١٠٣٤-١٠٣٥-١٠٣٦-١٠٣٧-١٠٣٨-١٠٣٩-١٠٤٠-١٠٤١-١٠٤٢-١٠٤٣-١٠٤٤-١٠٤٥-١٠٤٦-١٠٤٧-١٠٤٨-١٠٤٩-١٠٥٠-١٠٥١-١٠٥٢-١٠٥٣-١٠٥٤-١٠٥٥-١٠٥٦-١٠٥٧-١٠٥٨-١٠٥٩-١٠٦٠-١٠٦١-١٠٦٢-١٠٦٣-١٠٦٤-١٠٦٥-١٠٦٦-١٠٦٧-١٠٦٨-١٠٦٩-١٠٧٠-١٠٧١-١٠٧٢-١٠٧٣-١٠٧٤-١٠٧٥-١٠٧٦-١٠٧٧-١٠٧٨-١٠٧٩-١٠٨٠-١٠٨١-١٠٨٢-١٠٨٣-١٠٨٤-١٠٨٥-١٠٨٦-١٠٨٧-١٠٨٨-١٠٨٩-١٠٩٠-١٠٩١-١٠٩٢-١٠٩٣-١٠٩٤-١٠٩٥-١٠٩٦-١٠٩٧-١٠٩٨-١٠٩٩-١١٠٠-١١٠١-١١٠٢-١١٠٣-١١٠٤-١١٠٥-١١٠٦-١١٠٧-١١٠٨-١١٠٩-١١١٠-١١١١-١١١٢-١١١٣-١١١٤-١١١٥-١١١٦-١١١٧-١١١٨-١١١٩-١١٢٠-١١٢١-١١٢٢-١١٢٣-١١٢٤-١١٢٥-١١٢٦-١١٢٧-١١٢٨-١١٢٩-١١٣٠-١١٣١-١١٣٢-١١٣٣-١١٣٤-١١٣٥-١١٣٦-١١٣٧-١١٣٨-١١٣٩-١١٤٠-١١٤١-١١٤٢-١١٤٣-١١٤٤-١١٤٥-١١٤٦-١١٤٧-١١٤٨-١١٤٩-١١٥٠-١١٥١-١١٥٢-١١٥٣-١١٥٤-١١٥٥-١١٥٦-١١٥٧-١١٥٨-١١٥٩-١١٦٠-١١٦١-١١٦٢-١١٦٣-١١٦٤-١١٦٥-١١٦٦-١١٦٧-١١٦٨-١١٦٩-١١٧٠-١١٧١-١١٧٢-١١٧٣-١١٧٤-١١٧٥-١١٧٦-١١٧٧-١١٧٨-١١٧٩-١١٨٠-١١٨١-١١٨٢-١١٨٣-١١٨٤-١١٨٥-١١٨٦-١١٨٧-١١٨٨-١١٨٩-١١٩٠-١١٩١-١١٩٢-١١٩٣-١١٩٤-١١٩٥-١١٩٦-١١٩٧-١١٩٨-١١٩٩-١٢٠٠-١٢٠١-١٢٠٢-١٢٠٣-١٢٠٤-١٢٠٥-١٢٠٦-١٢٠٧-١٢٠٨-١٢٠٩-١٢١٠-١٢١١-١٢١٢-١٢١٣-١٢١٤-١٢١٥-١٢١٦-١٢١٧-١٢١٨-١٢١٩-١٢٢٠-١٢٢١-١٢٢٢-١٢٢٣-١٢٢٤-١٢٢٥-١٢٢٦-١٢٢٧-١٢٢٨-١٢٢٩-١٢٣٠-١٢٣١-١٢٣٢-١٢٣٣-١٢٣٤-١٢٣٥-١٢٣٦-١٢٣٧-١٢٣٨-١٢٣٩-١٢٤٠-١٢٤١-١٢٤٢-١٢٤٣-١٢٤٤-١٢٤٥-١٢٤٦-١٢٤٧-١٢٤٨-١٢٤٩-١٢٥٠-١٢٥١-١٢٥٢-١٢٥٣-١٢٥٤-١٢٥٥-١٢٥٦-١٢٥٧-١٢٥٨-١٢٥٩-١٢٦٠-١٢٦١-١٢٦٢-١٢٦٣-١٢٦٤-١٢٦٥-١٢٦٦-١٢٦٧-١٢٦٨-١٢٦٩-١٢٧٠-١٢٧١-١٢٧٢-١٢٧٣-١٢٧٤-١٢٧٥-١٢٧٦-١٢٧٧-١٢٧٨-١٢٧٩-١٢٨٠-١٢٨١-١٢٨٢-١٢٨٣-١٢٨٤-١٢٨٥-١٢٨٦-١٢٨٧-١٢٨٨-١٢٨٩-١٢٩٠-١٢٩١-١٢٩٢-١٢٩٣-١٢٩٤-١٢٩٥-١٢٩٦-١٢٩٧-١٢٩٨-١٢٩٩-١٣٠٠-١٣٠١-١٣٠٢-١٣٠٣-١٣٠٤-١٣٠٥-١٣٠٦-١٣٠٧-١٣٠٨-١٣٠٩-١٣١٠-١٣١١-١٣١٢-١٣١٣-١٣١٤-١٣١٥-١٣١٦-١٣١٧-١٣١٨-١٣١٩-١٣٢٠-١٣٢١-١٣٢٢-١٣٢٣-١٣٢٤-١٣٢٥-١٣٢٦-١٣٢٧-١٣٢٨-١٣٢٩-١٣٣٠-١٣٣١-١٣٣٢-١٣٣٣-١٣٣٤-١٣٣٥-١٣٣٦-١٣٣٧-١٣٣٨-١٣٣٩-١٣٤٠-١٣٤١-١٣٤٢-١٣٤٣-١٣٤٤-١٣٤٥-١٣٤٦-١٣٤٧-١٣٤٨-١٣٤٩-١٣٥٠-١٣٥١-١٣٥٢-١٣٥٣-١٣٥٤-١٣٥٥-١٣٥٦-١٣٥٧-١٣٥٨-١٣٥٩-١٣٦٠-١٣٦١-١٣٦٢-١٣٦٣-١٣٦٤-١٣٦٥-١٣٦٦-١٣٦٧-١٣٦٨-١٣٦٩-١٣٧٠-١٣٧١-١٣٧٢-١٣٧٣-١٣٧٤-١٣٧٥-١٣٧٦-١٣٧٧-١٣٧٨-١٣٧٩-١٣٨٠-١٣٨١-١٣٨٢-١٣٨٣-١٣٨٤-١٣٨٥-١٣٨٦-١٣٨٧-١٣٨٨-١٣٨٩-١٣٩٠-١٣٩١-١٣٩٢-١٣٩٣-١٣٩٤-١٣٩٥-١٣٩٦-١٣٩٧-١٣٩٨-١٣٩٩-١٤٠٠-١٤٠١-١٤٠٢-١٤٠٣-١٤٠٤-١٤٠٥-١٤٠٦-١٤٠٧-١٤٠٨-١٤٠٩-١٤١٠-١٤١١-١٤١٢-١٤١٣-١٤١٤-١٤١٥-١٤١٦-١٤١٧-١٤١٨-١٤١٩-١٤٢٠-١٤٢١-١٤٢٢-١٤٢٣-١٤٢٤-١٤٢٥-١٤٢٦-١٤٢٧-١٤٢٨-١٤٢٩-١٤٣٠-١٤٣١-١٤٣٢-١٤٣٣-١٤٣٤-١٤٣٥-١٤٣٦-١٤٣٧-١٤٣٨-١٤٣٩-١٤٤٠-١٤٤١-١٤٤٢-١٤٤٣-١٤٤٤-١٤٤٥-١٤٤٦-١٤٤٧-١٤٤٨-١٤٤٩-١٤٥٠-١٤٥١-١٤٥٢-١٤٥٣-١٤٥٤-١٤٥٥-١٤٥٦-١٤٥٧-١٤٥٨-١٤٥٩-١٤٦٠-١٤٦١-١٤٦٢-١٤٦٣-١٤٦٤-١٤٦٥-١٤٦٦-١٤٦٧-١٤٦٨-١٤٦٩-١٤٧٠-١٤٧١-١٤٧٢-١٤٧٣-١٤٧٤-١٤٧٥-١٤٧٦-١٤٧٧-١٤٧٨-١٤٧٩-١٤٨٠-١٤٨١-١٤٨٢-١٤٨٣-١٤٨٤-١٤٨٥-١٤٨٦-١٤٨٧-١٤٨٨-١٤٨٩-١٤٩٠-١٤٩١-١٤٩٢-١٤٩٣-١٤٩٤-١٤٩٥-١٤٩٦-١٤٩٧-١٤٩٨-١٤٩٩-١٥٠٠-١٥٠١-١٥٠٢-١٥٠٣-١٥٠٤-١٥٠٥-١٥٠٦-١٥٠٧-١٥٠٨-١٥٠٩-١٥١٠-١٥١١-١٥١٢-١٥١٣-١٥١٤-١٥١٥-١٥١٦-١٥١٧-١٥١٨-١٥١٩-١٥٢٠-١٥٢١-١٥٢٢-١٥٢٣-١٥٢٤-١٥٢٥-١٥٢٦-١٥٢٧-١٥٢٨-١٥٢٩-١٥٣٠-١٥٣١-١٥٣٢-١٥٣٣-١٥٣٤-١٥٣٥-١٥٣٦-١٥٣٧-١٥٣٨-١٥٣٩-١٥٤٠-١٥٤١-١٥٤٢-١٥٤٣-١٥٤٤-١٥٤٥-١٥٤٦-١٥٤٧-١٥٤٨-١٥٤٩-١٥٥٠-١٥٥١-١٥٥٢-١٥٥٣-١٥٥٤-١٥٥٥-١٥٥٦-١٥٥٧-١٥٥٨-١٥٥٩-١٥٦٠-١٥٦١-١٥٦٢-١٥٦٣-١٥٦٤-١٥٦٥-١٥٦٦-١٥٦٧-١٥٦٨-١٥٦٩-١٥٧٠-١٥٧١-١٥٧٢-١٥٧٣-١٥٧٤-١٥٧٥-١٥٧٦-١٥٧

تَابَ وَأَمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا وَمَنْ تَابَ
 وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ﴿١٠٢﴾ وقال إله الذين تابوا وأصلحوا أو يتوبوا فأولئك
 اتوب عليهم وأنا إليهم راجع ﴿١٠٣﴾ فما أنتم تعلمون السيئات بجهالة * وما أنتم بتائبين إلى الله
 وما تؤمنون * وما تصلحون * وما تعملون الصالحات * وما تبتنونون بل تكمون شهادة الله * فكيف يبدل
 الله سيئاتكم حسنات * وكيف يكفر عنكم بالكم السيئة * ويغفر لكم بظلم وأنتم ظالموا أنفسكم بهيكم * وعلمكم
 عمل الكافرين * فإنه قال وإني لغفار لمن تاب وأمن وعمل صالحًا ثم اهتدى ﴿١٠٤﴾ أفلا تعلقون
 بل قال يئس عبادي إني أنا الغفور الرحيم وإن عد إلى هو العذاب الأليم ﴿١٠٥﴾ وقال الغفورا
 أن الله شدد يد العقاب أن الله غفور رحيم ﴿١٠٦﴾ وقال رفع بعضكم فوق بعض رجب ليلهم
 في ما أنتم وإن ربكم سميع عليم والعقاب وإنه الغفور الرحيم ﴿١٠٧﴾ فما هو إلا أنه يرفع بعضكم على
 بعض بعد أن ابتلاكم في انتمكم التي أنتمكم * فمن يكفر بانه يظلم نفسه فإنه يعد بهم * ومن يشكر يغفر له
 بل يزددهم فضلا ورحمة * فإنه قال لمن شكر ثم لا يزيد نكركم ﴿١٠٨﴾ وما ربكم بظالم للعالمين فمن
 تاب من بعد ظلمه وأصلح فإن الله يتوب عليه وإن الله غفور رحيم ﴿١٠٩﴾ وإنما التوبة على الله
 للذين يعملون السيئات ثم يتوبون من قريب فأولئك يتوب الله عليهم ﴿١١٠﴾ والله بصير
 بما تعملون وليست التوبة للذين يعملون السيئات حتى إذا حضر أحدهم الموت قال إني تبت الآن
 ولا الذين يموتون وهم كفار ﴿١١١﴾ فمن آمن وأصلح من قريب غير باغ ولا عاد * ومن يعمل سوء
 أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله ينج الله غفورا رحيما ﴿١١٢﴾ ومن اضطر غير باغ ولا عاد فلا إثم
 عليه إن الله غفور رحيم ﴿١١٣﴾ وليس عليكم جناح فيما أخطأتم به ولكن ما تعمدت قلوبكم
 وكان الله غفورا رحيما ﴿١١٤﴾ أفلا تستعملون بتوبكم خشعين * يؤخذكم بما كسبت قلوبكم
 ﴿١١٥﴾ فإن تبتم يتوب الله من بعد ذلك على من يشاء وهو لطيف خبير ﴿١١٦﴾ إن الله

(البقرة من صفح ٩١) الاعظم لا يخلو على الاعلان في حجر الاجاد الذي يستأمن فيه ويشاركون في ما بعد عام نظرا الى ابلانهم وبنهم اتنا ومن معتلا لا تفتن بالوهيت ليهي (البقرة)

عَفْوٌ رَحِيمٌ (٢٤١) ﴿٢٤١﴾ فَيَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ اتَّجَاهِلُوا الْمَعَاصِرَ! وَيَا أَيُّهَا الْمُسَاهِرُونَ الْمَاغُونَ
 الْعَادُونَ! الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ بِالْتَّعَدِّ وَمَا هُمْ بِمُضْطَرِّينَ ﴿٢٤٢﴾ وَالَّذِينَ لَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ
 وَاللَّهُ عَفْوٌ رَحِيمٌ (٢٤٢) ﴿٢٤٢﴾ الْأَخْبَثُونَ أَتُغْفِرُ اللَّهُ لَهُمْ وَاللَّهُ عَفْوٌ رَحِيمٌ (٢٤٣) ﴿٢٤٣﴾ مَا كَانَ لِلَّهِ
 أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ وَلَسْتَ تَأْمِنُ بِهِ مِنْ فَوْرٍ بَلْ تَنْتَظِرُونَ * أَنْ يَحْلَ عَلَيْهِمْ غَضَبُهُ وَمَنْ يَحْلُ عَلَيْهِ
 غَضَبُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ هَالِكُونَ ﴿٢٤٤﴾ وَكَيْفَ تَرْجُونَ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ لَكُمْ غَفُورًا رَحِيمًا وَلَسْتَ بِفَاعِلِينَ
 مَا يَأْمُرُكُمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٤٥﴾ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرٍ لِلنَّاسِ عَلَى ظُلْمِهِمْ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ
 (٢٤٥: ١٣) أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٢٤٦﴾ فَوَاللَّهِ مَا دَبَّكُمْ لَكُمْ بِغُفُورٍ رَحِيمٍ ﴿٢٤٦﴾ أَنْ هُوَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ النَّاسِ إِنَّ رَبَّكَ
 لَذُو فَهْمٍ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٢٤٧﴾ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ فِي زَمَانِنَا هَذَا عَلَى جَهَادِهِمُ بِالسَّيْفِ فِي الْأَنْفُسِ لِيَكْفُوا إِلَهُ الْعَالَمِينَ
 عَنْهُمْ * وَالَّذِينَ يَهْجُرُونَ مَنْ مَلَكَ إِلَى مَلَكَ لِقْوَتُهُ قَوْمُهُمْ وَالَّذِينَ يَصْبِرُونَ فِي سَعْيِهِمْ صَبْرًا
 تَامًا فَإِنَّهُ قَالَ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا قُتِلُوا أَنْ تَجَاهِدُوا وَأَوْصَابُوا أَنَّ رَبَّكَ مِنْ
 بَعْدِهَا يَغْفِرُ رَحِيمٌ (١١٠: ١١٤) * وَقَالَ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 أُولَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَفْوٌ رَحِيمٌ (٢٤٨) ﴿٢٤٨﴾ وَمَا هُوَ بِغَافِرٍ لِأَحَدٍ أَوْ رَاحِمٍ إِلَّا بِالَّذِينَ يَدْعُونَ
 عَلَى جَهَادِهِمُ بِالْمَالِ وَالْإِيمَانِ بِالْآخِرَةِ وَالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَعَلَى تَوْحِيدِهِمْ عَمَلًا وَمَعْنًا فَإِنَّهُ قَالَ
 وَمِنْ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَخُذُ مَا يُبْعَثُ قُرْبَىٰ عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ أَلَا إِنَّهَا
 قُرْبَىٰ لَهُمْ سَيَدْخُلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ إِنَّ اللَّهَ عَفْوٌ رَحِيمٌ (٩٩: ٩) ﴿٩٩﴾ وَمَا يَغْفِرُ إِلَّا لِلَّذِينَ لَمْ
 يَتَفَرَّقُوا أَوْ لَمْ يَمُوتُوا وَاعْلَى التَّفَاقُّ بَلْ دَاوَمُوا عَلَى وَحْدَةِ الْأُمَّةِ فَإِنَّهُ قَالَ وَمَنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ
 مُنَافِقُونَ * وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ نَشْرَكَتُ دَاوَمُوا عَلَى التَّفَاقُّ لَا تَعْلَمُهُمْ حَتَّىٰ تَعْلَمَهُمُ سَنَعَلَىٰ بِهِمْ قُرْبَتَيْنِ ثُمَّ
 يَرْدُونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ * وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرًا سَيِّئًا وَنَسُوا اللَّهَ أَنْ يَتُوبَ
 عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَفْوٌ رَحِيمٌ (١٠٢: ١٠١) ﴿١٠١﴾ وَلِلَّذِينَ دَاوَمُوا عَلَىٰ اطَاعَةِ أُمِيرِهِمْ وَأَمْنَابِهِ

(البقية من ص ٩٢) (٩) (١٠٢: ١٠١) (١٠١) (١٠٢: ١٠١) (١٠٢: ١٠١) (١٠٢: ١٠١) (١٠٢: ١٠١) (١٠٢: ١٠١) (١٠٢: ١٠١) (١٠٢: ١٠١) (١٠٢: ١٠١)

ما داموا في الأرض فاولئك الذين يحبهم الله ويغفر لهم ذنوبهم ويؤيد هذا قوله لمعاصر النبي
 قُلْ اَرَأَيْتُمْ يُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ قُلْ اطِيعُوا
 اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (٣١-٣٠-٣١) والذين يستأذنون اميرهم
 لبعض شأنهم واذا كانوا معاً على امر جامع لم يذنبوا حتى يستأذنه وغضوا اصواتهم عنه ولم يرفعوا
 اصواتهم فوق صوته فاولئك الذين يغفر الله لهم فانه قال اَلَيْسَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ رَسُولِهِ
 وَآذَوْا مُعَاذَةً عَلَى امْرِجَامٍ لَمْ يَذْنِبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ اِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ اُولَئِكَ الَّذِينَ
 يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَاِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنٍ مِّنْ شَأْنِ مَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ اللَّهُ
 اِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ ذُنُوبَكُمْ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَا غَفُورٌ رَّحِيمٌ (٢٢-٢١-٢٢) وما هو بغفور رحيم الا الذين يجهلون جهداً بليغاً في مكارم
 الاخلاق ويسعون ان يزلوا النفس منهم عن رجز الشيطان فانه قال يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ
 الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْعِصْيَانِ وَالنَّكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ
 مَا كُنْتُمْ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُكِنِّي مِنْ شَيْءٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ وَلَا يَأْتِلُ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ
 وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ
 أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (٢٣-٢٢-٢٣) بل يغفر للذين يدارسون صحيفة الفطرة
 ويستنبطون منها قانونه وعلمه فيشكرهم وينبذهم من فضله ورحمته فانه قال وَمَنْ
 التَّاسِئَ الدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ اَلَيْسَ بِخَشْيَةِ اللَّهِ مِنْ عِبَادِهِ الَّذِينَ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
 عَفْوُهُ اِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ
 تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ لِيُوفِّيَهُمْ أَجْرَهُمْ وَبَرَزِيلُ هُم مِّنْ فَضْلِهِ اِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (٣٥-٣٤-٣٥)

فيا من لا يعلمون ولا يعملون ! ويا من حق عليهم القول انهم لها لكون ! والله ما ربكم لكم يغفور
 هم فليعلموا انه من يدرس اعمال الله والكتب التي هي بين يديه فيغفر له بل يزيده من فضله كما اذا الله المتصانين علماء وفضلاً وحكماً في زماننا هذا وقد
 جاء في ما عظم الله به هذه الايات المخلقة البليغة على صفحة ٨ من هذه الاختصاصية " وسبق في تشبيته في كتاب التلخيص كذا بعد مرة - وقاموله
 تعالى شكراً لفصل من يشكر الله يضاعف اجره ثم يقولون لا يزداد الا حسداً وكرهية بل الله بل اسمة صحيفة الفطر

رَجَائِمٌ ۖ اِنْ هُوَ يَغْفِرُ الْاِلَازِينَ يَتَّبِعُونَ الْعَشْرَةَ الْمُبَشِّرَةَ مِنْ اَصُولِ الْاِسْلَامِ عَمَلًا وَمَعْنًا وَمِنْ تَتَبِعَهَا
 فَاُولَئِكَ هُمُ الْمَفْلُحُونَ ۖ وَمِنْ صَرَفَ عَنْهَا فَمِنْهُمْ لَا يَسْتَبْعَتُونَ ۖ لَا فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ اِيْمَانًا
 تَنْظُرُونَ ۖ وَاِنْ تَسْتَغْفِرُ الْاَنْفُسَ سَبْعِينَ مَرَّةً ۖ اَوْ تَتُوبُ اِلَيْهِ اَكْثَرُ مِنْهُ بِاَقْوَامِكُمْ اَوْ كَمَا تَكُمُ السَّغْفَرُ
 فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ذَلِكَ بِاَنَّكُمْ كَفَرْتُمْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۙ (٨٠:٩) ۖ وَاِنْ
 تَعْمَلُوا وَتَعْلَمُوا فَاِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۖ يُؤْتِيكُمْ اِجْرَكُمْ مِنْ فَوْرِ اللَّهِ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۖ يَسْتَخْلِفُكُمْ
 فِي الْاَرْضِ لِتَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهَا وَمِنْ ثَمَرِهَا اَرْجُلُكُمْ خَالِدِينَ ۖ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ هَذَا لَا اِلَهَ اِلَّا الْبَاطِلُ الْمُبِينُ ۖ
 وَعَلَيْكُمْ اِسْرَافُكُمْ اِنْ اَصْحَقْتُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ ذَلِكَ ۖ وَاِنَّهٗ قَالَ لَكُمْ لِيُعْبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ
 رَّحْمَةِ اللَّهِ اِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۖ وَاَنْبِئُوْا اِلَى رَبِّكُمْ وَاسْلَمُوْا اِلَيْهِ مِنْ
 قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَكُمْ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصِرُوْنَ ۖ وَاتَّبِعُوا اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَكُمْ
 الْعَذَابُ بَغْتَةً ۚ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۙ (٨٥:٣٩-٨٥) ۖ وَاِنْ لَمْ يَسْتَحْيِ اللَّهُ مِنْ اَنْ يَهْلِكَ قَوْمٌ نُّوحٌ وَاِبْرَاهِيْمُ
 صَالِحٌ وَّلُوطٌ وَشُعَيْبٌ مَوْسٰى غَيْرُهُمْ مِنْ اَنْبِيَآئِهِ فَلَيْسَ يَسْتَحْيِ مِنْ اَنْ يَهْلِكَ اُمَّةٌ مِّمَّنْ اَفَلَا
 تَعْقِلُونَ ۖ وَقَدْ قَالَ لَكُمْ وَاَكْمَ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ ۙ (١١٤:١٤) مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۖ
 (الشُّعْرَاءُ) ۖ وَقَالَ اَوَلَمْ يَهْدِ اِهْلُكُمْ اَكْمَ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُونَ فِي مَسْكِنتِهِمْ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً
 اَفَلَا يَسْمَعُونَ ۙ (٢٦١:٣٢) ۖ وَقَالَ اَلَمْ يَرَوْا اَكْمَ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُوْنِ اَتَنْهَوْنَهُمْ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهُمْ اَلِيَهُمْ (٢٦١:٣٢) ۖ
 وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۙ (١١٤:١١) ۖ فَاِيَّاهَا الْمُسْلِمُونَ ۙ تَوْبُوا اِلَى اللَّهِ
 مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَكُمْ الْيَقِيْنَ ۖ فَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِ مِنْكُمْ مِنَ الْعَالَمِيْنَ ۖ وَاِنَّهٗ هُوَ الَّذِيْ مَرَدُّ الْقُرْآنِ
 الْمَتِيْنَ ۖ وَاَعْلَمُوْا اَنْ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْكُمْ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْمَاخُوْذِيْنَ ۖ يُوَاخِذُكُمْ فَرَادًى اَوْ اِرَادًى
 وَلَوْ نَدَّاهُمْ هُنَا اِجْرَكُمْ مَجْمُوْعِيْنَ ۖ لَثَلَا تَقُوْلُوْا لَعَلَّ اللَّهَ يَغْفِرُ لَكُمْ اَوْ يَغَادِرُنِيْ فَاَكُوْنُ مِنَ الْمَفْلَحِيْنَ ۖ
 فَاِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۚ لَيْسَ لَوْفَعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۚ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۙ (٨٥:٣١-٨٥) ۖ وَسُوْرَتِ الْجَبَالِ وَتُرَى

٨٥:١٦ اِنْ قَوْلَهُ تَعَالٰى اَسْتَغْفِرُ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ

الْأَرْضَ بَارِزَةً ﴿٢٤:١٨﴾ وَعَرَضَ النَّاسَ عَلَى رَبِّهِمْ صُفُوفًا مَسُوبَةً ﴿٢٤:١٩﴾ فَقِيلَ لِنَفْسٍ ائْتِنِي بِمَا
 كُنْتَ تَفْعَلِينَ فِي الدُّنْيَا فَرَدَّ امْفَرَدَةً ﴿٢٤:٢٠﴾ لَاقَهُ مَا كَانَتْ الدُّنْيَا الْأَمْرَعَةَ لِلْآخِرَةِ ﴿٢٤:٢١﴾ ائْتِنِي
 بِمَا كُنْتَ تَشْرَاكِينَ بِاللَّهِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً ﴿٢٤:٢٢﴾ فَانْ عَلِيكَ مَا كُنْتَ تَفْعَلِينَهُ وَعَلَيْنَا مَا نَفْعَلُهُ ﴿٢٤:٢٣﴾ وَاهْلُ
 بَكَاءٍ وَتَعْزِيَةٍ ﴿٢٤:٢٤﴾ فَعَلَتْ لِرِضَى قَلْبِكَ وَتَجْعَلِي سِرًّا لَكَ فَالْآنَ نَفْعَلْ مَا رَضِينَا وَتَرْضِيهِ ﴿٢٤:٢٥﴾
 ادْخُلِي فَإِنَّ لَكُمْ نَارَ حَامِيَةٍ ﴿٢٤:٢٦﴾ لَا تَكُمُ كُنْتُمْ تَسْتَحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَتَذَرُونَ الْعَاقِبَةَ ﴿٢٤:٢٧﴾ وَ
 مَا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ مَا مَرَكُمُ لَتَكُونُوا فِي الدُّنْيَا فِي عَيْشَةٍ رَاضِيَةٍ ﴿٢٤:٢٨﴾ مَتَّكِينَ عَلَى سُرٍّ مُتَقَابِلَةٍ ﴿٢٤:٢٩﴾ فَادْخُلَا
 نَارَ اللَّهِ الْمَوْقُودَةَ ﴿٢٤:٣٠﴾ فِيهَا ظُلُمٌ أَوْعَىٰ وَنَصَبٌ وَتَصْلِيَةٌ ﴿٢٤:٣١﴾ خَالِدَةٌ بِأَقِيَّةٍ ﴿٢٤:٣٢﴾ فَيَا ائْتِيهَا النَّفْسُ اهْلِي
 جَزَعًا وَفَزَعًا ﴿٢٤:٣٣﴾ **وَأَرْقِصْنِي إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا** ﴿٢٤:٣٤﴾ فَانْتَهَى
 قَالَ وَخَشَرَتُهُمْ فَلَمْ يَعَاذِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ﴿٢٤:٣٥﴾ لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَرُدُّوهُنَّ أَفْرَادًا ﴿٢٤:٣٦﴾
 بَلْ زَعَمْتُمْ أَنَّا نَجْعَلُ لَكُمْ مَوْعِدًا ﴿٢٤:٣٧﴾ فَيَا سَاقِطَةً عِجْبًا مَا كُنْتُمْ تَشْرَكُونَ بِاللَّهِ وَلَا تَصْلَحُونَ ﴿٢٤:٣٨﴾ وَتَقُولُونَ
 وَلَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٤:٣٩﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٤:٤٠﴾ افْعَلُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
 رَحِيمٌ ﴿٢٤:٤١﴾ وَاتَّخِذْ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٤:٤٢﴾ الرَّحْمَنَ الرَّحِيمَ ﴿٢٤:٤٣﴾ مَلِكَ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٤:٤٤﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ
 نَسْتَعِينُ ﴿٢٤:٤٥﴾ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٢٤:٤٦﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴿٢٤:٤٧﴾ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٢٤:٤٨﴾
 ونظرا إلى كل ما تقدم في لوازم الإيمان وشروطه القول الفيصل الذي لا يرتاب به هوان
 كل هذه العشرة من أصول الإسلام هي الإيمان * فمن عرف عنها في أي زمان ومكان
 سقط إيمانهم بالله بل كفر وابه اشد كفرًا * ومن سعى لها سعيًا تامًا ليلا ونهارًا فهم الذين
 أسلموا بل آمنوا عند * وأولئك الذين يغفر الله لهم ويرحمهم في الدنيا والآخرة من جزاء العلمين
 وما الإيمان بأن تقولوا آمنا بأفواهكم بل ان تصدقوا بما في قلوبكم بالجهد والعمل في سبيله لو كنتم
 تعلمون * وما الإيمان أصلاً إلا ان تفعلوا ما انتم به قوامون * فوالله ما من مؤمن واحد

حتى اسلم وجهه له * ولم يقبل منه قوله حتى اعتصم بأمره وقانونه * ومن اعتصم بسو لاه
 ثم استقام فلا شك في أنه كان من الماجدين * ووالله ما يفعل أحد كل هذه العشرة حتى فعله
 إلا من اشعر نفسه التوحيد * واستعبر الله قلبه من دون سائر الآلهة * وشهر صدره للعمل
 ليشاكل قوله فعله * ومن قدّم لنفسه هذه الأعمال الآخرة برؤسائه إلى معاد ومن افاز قومه
 بها فاولئك من الصالحين * وما هذه العشرة إلا قانون مولدكم الله في هذه الارض وستة *
 وستة كل امّة مسلمة التي اصلحت ثم افلحت في الدنيا * بل سنة الله في الذين خولوا من قبله
 وَلَنْ يَخْدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (١٣٣: ٦٢) افلا تدرون * وان منكم من يؤمن بحكمة هذا
 القانون على علمه فيهدي قومه على بصيرة من ربه * وان منكم من يعتقد بهذا القانون مرتسمًا
 فيتبعه اتباعًا لكبرائه * وان منكم من يتبع بعلمه ومن يتبع بعلمه * ومنكم من يطيع بأبيه
 وارجله ومن يطاع بسمعته وبصوره وفؤاده * ومنكم سابق بالخيرات ومقتصد * ومن هو ظالم
 لنفسه * فيا معشر الجن والانس ان استطيعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض لتنفروا
 من هذا القانون فانفذوا لا تنفذوا (الاي سلطان) منه فاتته ما خلق الجن والانس
 الا ليعبدوه وله اسلم من في السموات والارض طوعًا وكرهًا * وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ (١٢: ٣) * ارجعوا يا ايها
 الثقلان من قبل ان ياتيكم اليقين * وانيبوا الى ربكم ان اردتم ان تكونوا من المفلحين *
 انيبوا لان الله لا يعزب ما يقوم حتى يعزبوا ما بانفسهم (١٣: ١١) * وحرام على قرية اهلكتم بانفسهم
 لا يرجعون (٢١: ٩٥) * وذروا شركاء الجن الهكم التي تشغلكم عن السعي والعمل كالأوقاطبة
 ان كنتم مؤمنين * ارجعوا افرادًا وارجعوا جميعًا فانكم الى ربكم لتحشرون * ووالله لا يفلم
 أحد منكم في الآخرة حتى يفلم قومه في الدنيا ومن افلم قومه وانتصر بعد ظلمه (٢٢: ٢١) وشركه
 فاولئك من المفلحين * ومن يفعل كل هذه العشرة وما يليها من الامور ويصدق بانها بالعلم

فهم الذين يفلحون في هذه الدنيا اينما تنظرون * وهم الذين يدومون ماداموا في الارض عالمين *
ومن صرف عنها وكذب فاولئك من الهالكين * فمن امن امن * ومن اسلم وجهه له سلم * واولئك
هم المسلمون المؤمنون حقاً صوافعاً قال القائلون وكذب الكاذبون * لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ
بَيِّنَةٍ وَيَحْيَى مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ (٨: ٢٢) وان الله ليس بظالم للعالمين * ولذلك قال الله لكم في
الامم الهالكة التي خلت من قبلكم فكدَّبُوا فَاَهْلَكْتَهُمْ اِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ
(١٣٩: ٢٤) * فاما الايمان الا ان تمشوا في ارض امنين * لتصلحوا بالكم في الدنيا ولتكونوا
في الآخرة من المامونين * ويوم يحشركم جميعاً فيقول بحسبكم واولياءكم الذين قالوا لكم
ان الذين هودى القال والقيل * ليضلواكم عن سواء السبيل * يمشى الحين * فاستكثروهم من الناس
(١٢٩: ١٧) لتصلحوا بال انفسكم في الدنيا وخرتم عبادى فانهم كانوا قوما لا يفقهون * فداستمتعتم
من عبادى الذين لم يعبدونى وكانوا يعبدونكم بحجة ما لم استمتع منهم * ولم ارد منهم من ذرى ولم
ارد منهم ان يطعمون * فداستنفعتم منهم كذراً لانهم كانوا يريدونكم ولم يريدونى * وكانوا
يعودون بكم ولم يعودوا بى * وصاروا امرئ بكم ولم يصيروا امرئ بى * وكانوا يحبونكم اشد حباً
ولم يحبونى معشراً حبهم لكم * فانهم كانوا يفعلون ما امرتهم وما كادوا يفعلون ما امرتهم * يرضوننى
قرضاً سئياً ويقرضونكم قرضاً حسناً * يجعلون لله متادراً من الحرج والالتعازل (١٣٤: ١٧) والمال نصيباً
خبيثاً ويجعلون لكم نصيباً طيباً * بل يجعلون لله البينات سبحة (٥٤: ١٧) ولكم ما تشتهون *
واذ ابشر احدكم بالانقضى ظل وجهه مسوداً وهو كظيم (٥٨: ١٧) * وكنتم تتجرون اذ بالكم على الارض
من التثنع * وتتخذون بيوتكم من الذهب الفضة * وكنتم تخرجون * وكنتم تخرجون
انفسكم منهم ليعبدكم اشد عبادة ولو كنتم غائباً عنهم فغشيت السماء والارض فلم يعبدونى * وكانوا
ينفقون فى سبيلكم ليعلموا الغيب منكم وكنتم اعلم الغيب فلم ينفقوا حجة خردل فى سبيلى * بل

كانوا يقيمون دينكم ليحذوا ولم يقيموا ديني ولو اتهموا قاموا ديني لا كانوا من فرقهم ومن تحت أرجلهم
 (٢٦: ٥) * فقال أولئك هم من الأرض ربنا استمتع بعضنا ببعض فبلغنا أجلنا الذي أجلت لنا قال النار
 مثواكم خلودين فيها إلا ما شاء الله إن ربك حكيم عليم وكذلك نولي بعض الظالمين بعضا مما كانوا
 يكسبون يستعشرون الجحيم والأرض أمة ياتكم رسل فتكم بقضون عليكم إني وبنوكم لقاء يومكم
 هذا قالوا أشهدنا على أنفسنا وعثر بهم الحيوة الدنيا وشهدوا على أنفسهم أنهم كانوا كافرين ذلك أن
 لم يكن ربك مهلك القرى بظلم أهلها عفلون ولعل درجت مما عملوا وما ربك بغير عتنا
 يعملون وربك الغني ذو الرحمة إن يشاء يذهبكم ويستخلف من بعدهم ثمانية عشر كما أنشأكم من ذرية
 قوم آخرين إن ما توعدن لآت وما أنتم بمحجزين قل يقوموا عملوا على مكانتكم إني عامل فسوف
 تعلمون من تكون له عاقبة الدار إني لا يفلح الظالمون (١٣٦-١٣٩: ١٧) * ولقد ذرانا لهم كثيرا
 من الجن والأرض لهم قلوب لا يفقهون بهاد ولهم أعين لا يبصرون بهاد ولهم آذان لا يسمعون
 بهاد أولئك كالأنعام بل هم أضل أولئك هم الغفلون (١٤٩: ١٧) * ويوم تقلب وجوههم في النار
 يقولون يا ليتنا أطعنا الله وأطعنا الرسول وقاؤنا ربنا أننا أطعنا سادتنا وكبراءنا فاضلونا السبيلا ربنا إنهم ضعفين
 من العذاب العنهم لعنا كبيرا (١٥٠: ١٦) * وقال الذين كفروا ربنا إنا الذين أضلنا من الجن والأشياء من قبلها سمحت
 أقدمنا ليكنونا من الأسفلين (١٥١: ٢٩) كما جعلونا أسافل له وضعا في آثا ورثيا في آياتها الغفلون
 من الجن والأرض لما لا تسمعون هذا القرآن الذي يهديكم إلى الرش يهديكم صراطا مستقيما
 ويأمر بآء الخلق من الجن وأجبار الأسلام لم تستكثرون من الأرض أفواجا ويجمعون وراء ظهوركم
 أحزابا فلتقطعوا قلوبكم وتفترقوا دينكم فريقا فليتنسوا بالله فاته قال ولا تكونوا من المشركين
 من الذين فترقوا دينهم وكانوا شيعا (١٥٢: ٣١-٣٢) * لما لا يجمعون الذين يجمعون ولا ينسوا الذين ينسوا
 لا تهدمهم طريقا سوييا كبراء الخلق من الأمم الأخرى الجنة يهدون آثا بهم إلى العلاء والفضل لهم

وانتم تضعفونهم ليفشلواهم ومن يحقوا بهم جميعاً * العاقبة من الناس يؤمنون بهم لهنهم يعلمكم
ونبأكم وفتانكم * وهم لا يزالون يستمسكون بأذيالكم ويظنون بكم ظنوناً ليفلحوا في الدنيا بوساطة
التور الذي يسعى في اذهانكم والنار التي تسرى في اعضاءكم وطينتكُم وانتم تستعملون نوزكم وناركم
لتصلوهم صلباً مقضياً * خلق الانس من طين وعجل حياء وانتم خلقتهم من نار ونور ونبأ * كافكم
اعلام في رأسها نار لعاقمة الهداة بكم * ولكن شيطانيكم من السادات والاحبار والرهبان يفسقون عن
امريهم ويجعلون للناس فحواً ومصالحاً ليضلوهم ضلالاً مبيناً * ما للناس اتخذوا رباً من
دول الله وما لكم تشركون بالله وتحتجز الناس على عبادتكم لتجمعوا خير الا انفسكم ولتجمعوا شر الههم وما
لكم تدعون انكم تملكون لهم ضميراً ورشداً * تدعون ان تجبروهم من عذاب الله وتعلمون الغيب
لست كنز ولا انفسكم من الخير ولتتبعوا سبياً * ام عندكم خزائن ربكم ام انتم المصيطرون في الارض
منصبها ونسباً * ام لكم سُلُوكٌ (٣٨: ٥٢) لستم عوز فيه سراً تتركهم فليات مستمعكم بسلطان مبين من
العرش هبطاً * وقد نبأ الله رسولكم السيّد الامير الذي لم يكن مثله في الدهر ابداً * نبأه انه
يبلغ رسلته فقط ولا يدعى من دونه شيئاً * وقال قل انهم ادعوا ربّي ولا انشركم به احد اقل
اني لا امالك لكم ضميراً ولا رشداً * قل اني اني يجيرني من الله احداه وكن احد من ومنه ملتحداً
الا بلغا من الله ورسلته ومن يعص الله ورسوله فان له نارجهم خلدن فيها ابداً حتى اذا راوا ما
يوعدون فسيعلمون من اضعف ناصراً واقل عدداً * قل ان ادري اقرب ما توعدون ام يجعل له ربي
امراً * علم الغيب فلا يظنهم على عيبه احداه الا من انقض من رسول فانه يسلك من بين يديه
ومن خلفه رصداً * لم يعلم ان قد ابلغوا رسلهم واحاط بما لديهم واحصى كل شئ عدداً (٢٠: ٢٨) *
فما لكم لا تبلغون رسلت ربكم لزيادة ولا نقصاً * ولا يجبرون انفسكم منه باتباع سنته معاً وعلاً
وما لكم تكلمون ما انزل الله من البينات والهدى من بعد ما بيناه للناس في الكتاب (١٥٩: ٢) وتقولون ما لكم بالله

علينا القتال والهجرة والجهاد بالمال * وما كتب علينا اطاعة الامير والاستقامة في الافعال * ووحدة
الامة وتوحيد في الاعمال * والايمان بالآخرة ومكارم الاخلاق وعلم السموات والارض والجهال *
بل ما كتب على الاخلاق الا العقائد والاقوال * فالذين يكتُمون ما أنزل الله من الكتاب يشترون به
ثمنًا قليلًا أولئك ما ياكلون في بطونهم الا النار ولا يكلمهم الله يوم القيمة ولا يزيكهم * (١٤٢: ١٢) و
اعد الله لهم عذابًا نكرا * وان استطعتم يعشروا الحن ان تنفذوا من اقطار السموات والارض لتقروا
من قانونه تعالى او تعجزوه هربا لا تجزونه فراذا وعدا * ولولست السماء هاتين بغرا من ملكوته و
حكمه لكونكم اولى علم ونيا وفطنة في زعمكم لو جدتموها ملئت حرسا شديدا وشهباء * (١٤٢: ١٢) فلماذا
كتب الله عليكم القتال وسائر مخلوقاته من الذبابة والطيور والانعام وغيرها يقتلون ويقتلون ليحفظوا
انفسهم من اعدائهم حفظا * والى اى حيوان او نبات نظرتم وجدتموه حافظا لنفسه شوكا ومنقلا
او اسنانا وقرنا * وفى اى ثمرة او فرع او اصل تنظرون تجدونه جاهدا في سبيله سعيًا وعملًا * و
الجم تجدونه سالكًا سبل ربه طوعًا وذلًا * افتركتم صنع كل هذا من شركاءكم واولياءكم احدا
سوى * افهم يسجدون لحكمكم ام لاحد سواكم الجبار المهيم الاعلى * ام لكم شرك في السموات
فتقولوا نحن نصر في حيث نشاء ملكوته الادنى * ام كان لكم علم بالملا الا على فتعجزوا نحن نصر في
سنته في الارض ليكون للانسان ما يرضى * فتبرك الذى يسجد له كل من خلق ولا يسجد لاحد سواه
اصلا * ولما لا كتب الله عليكم التوحيد في العمل من دون ما تذكرونه قولًا ولفظًا * فالعلمون
والحفظون والطائعون هم الذين يؤتون من عند ربهم اجرا حسنا * فى زماننا هذا اينما تنظرون اليه
نظرا * والقائلون لا يبالى بهم الله نقرأ ابدا * وان وجب على معاصرو التبين القتال ونسخ لكم فهل
تحتسبون فى سنة الله بدلا * ام كنتم تقعدون من السماء مقاعد التمتع حين يد الله كلمته وقد قال ما
يبدل القول لذى (٢٩: ٥٠) ولا ابدل وعدا * وان لم يكن للانبياء ان يقاتلوا الكفار والاعداء للدفاع

وحين البأس كما تقولون فلما ارسل سليمان الى امرأة سبأ كتابا والحق عليها قوله لا غلظا ﴿٣١:٢٤﴾ ألا تعملوا عليّ
وأنتي مسلمة ﴿٣١:٢٤﴾ تذكرن في بيوتكم وجناتكم حفظا وامنا ﴿٣١:٢٤﴾ وان لم تنتهوا اعد بكم عذابا
بئسا ﴿٣١:٢٤﴾ فيا معشر الحق والانس لم تفترون على الله كذبا وهجرا ﴿٣١:٢٤﴾ وتقولون انما الاعمال للذين خلوا
وان لنا ما نقول نظرا وعقدا ﴿٣١:٢٤﴾ وان كان الاسلام قولكم بافواهكم فلما قال نبيكم للذي سئل ما الاسلام
انما هو التمسك بالطاعة والجهاد بالسيف والهجرة والايمان بالله سعيًا وعملاً ﴿٣١:٢٤﴾ ولما قال كيف انتم فيه
احدا وان لا تشرك به حجرا ﴿٣١:٢٤﴾ والله كان في عهد النبي من اليهود رجالا مثلكم من الحق يستعاضون
برجال من الانس وكانوا يجيرونهم كما يعوذ الناس بكم وتجيرونهم الان ﴿٣١:٢٤﴾ وينتجون الناس بالغيب فيزعمون
كما تفعلون باحزابكم ﴿٣١:٢٤﴾ ويلسوا السماء ليفروا من الله او يحجزوه بكمهم ويتخريفهم سنة الله ﴿٣١:٢٤﴾ وينزعون
الهم الخلة وفي السماء مقاعد السمعة كما ترعون الان لتخدعوا الناس ﴿٣١:٢٤﴾ صدقوا الى رسولنا يستمعون القرآن
فلما حضروه قالوا انصبوا فلما قضى ولوا الى قومهم منذرين ﴿٣١:٢٤﴾ كلا ﴿٣١:٢٤﴾ قالوا ايقومنا انما سمعنا
كثبا انزل من بعد موسى مصدقا لما بين يديه يهدى الى الحق ﴿٣١:٢٤﴾ ولما سمعنا قرآنا عجبا يهدى الى
الرشد فامتابه ولن نشرنك برتبنا احدا ﴿٣١:٢٤﴾ يصدق ما يجري بين يديه في العادة و
ويؤيد ما يجري بين يديكم من سنة الله نظرا وعملاً ﴿٣١:٢٤﴾ يقومنا اجبو ادعى الله واموابه يغفر لكم
من ذنوبكم ويحجزكم من عذاب البعير ﴿٣١:٢٤﴾ من دون ما يجيركم كذبا ومكرا ﴿٣١:٢٤﴾ ومن لا يحب ادعى الله
فليس ومعه حجر في الارض وليس له من دونه اولياء ﴿٣١:٢٤﴾ فبئس ما اتخذتمونا اولياءكم واربابا لكم
وبئسا نزعنا ان نعجز الله هربا ﴿٣١:٢٤﴾ والله تعالى جدير بما اتخذنا صاحبة ولا ولد له والله كان يقول
سفيها على الله شططا ﴿٣١:٢٤﴾ وانا امتنا قولكم واحبطنا اعمالكم بالشرك والظلم فلا نقدر
الان ان نبعثكم حيا ﴿٣١:٢٤﴾ بل جعلنا قلوبكم قسية ان لن نبعث الله الى يوم القيمة احدا ﴿٣١:٢٤﴾ فلا يبعثكم
الان بعد موتكم شيئا الا ان لا تشركوا بربكم احدا اصلا ﴿٣١:٢٤﴾ اولم يروا ان الله الذي خلق السموات و

الارض ولم يعي خلقهم بقدر على ان يخرج الموتى (٣٣: ١٧) بل ان ربنا يقدر على كل شيء جلا * و
اذا قلنا ان لن نقول الا بشئ وان شئنا الله اذناه وانه كان رجال من الانس يعوذون برجال من الجن
فازادوهم رهقا وانهم ظنوا كما ظننهم ان لن يبعث الله احدا (وقالوا) انا لسناس السماء فوجدناهم ملتق
حرسا شديدا وشهبا واننا كنا نفعد منها مقامعا للشعر فمن استمع الا نسمعه له شهبا باصدا واننا
لا ندرى اشر اريد من في الارض ام اراد بهم ربهم رشدا وانما الصالحون هم الذين ذكروا في كتابنا
طريقا قديما وانما قلنا ان لن يخرج الله في الارض ولن يخرج هويها وانما لئلا نسوينا الهدى امنا به
فمن يؤمن بربه فلا يخاف بخسا ولا رهقا وانما من المسلمين ومن القاسطون فمن اسلم فاولئك
هم المرشدون وانما القاسطون فكانوا لجهنم حطبا وان لو استقاموا على الطريقة لاسقينهم ماء
عذبا لننطق بهم فيه ومن يعرض عن ذكر ربه يسلكه عدا باصدا وان المسجد لله فلا تدعوا معه الله
احدا وانه لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا (١٩: ٥٤) فيا معش الجح
العاصرون لم تتخذون مساجد الناس لكم ليلادوهم اذ التماروا انكم تستقيمون على الطريقة وقد قال الله
واقيموا وجوهكم عند كل مسجد وادعوا لخلقهم له الدين (٢٩: ٤) وادعوا خوفا وطمعا (٥٧: ٥) *
ولما قضيت لكم قرناء فزينوا لكم ما بين ايديكم وما خلفكم من عذاب ربكم جهلا وبها فانها قد حق
عليهم القول في امرهم قد خلت من قبلهم من الجن والانس (٢٥: ١٣) وقد اتي عليكم ربكم عذابا نكرا *
ولوا انكم اقمتم دين الله وسنته لا كلمت انتم ومن تبعكم من فوقكم ومن تحت ارجلكم من
اعينكم جلا * فتعالى الله الملك الحق (١١: ١٢) وقولوا لا نشرك لربنا احدا * وقولوا لا نشرك لربنا

ولاشك في ان كل واحد من العشرة المبشرة التي تقدم ذكرها من لوازم الاتقاء من
دون الايمان فمن اتبعها عملاً ومعناً وسعى لها سعيًا بليغاً فاولئك هم المتقون * صرّفًا
عنا قال فقهاءكم الذين لا يعلمون * الذين قالوا الله من نعتمهم اوتناذر مثل ما
نعتموا وتناذروا وارسلوا نحاهم فاولئك من المتقين * فاذا التوحيد والعمل
فعله الله على الاتقاء وقال يا ايها الناس اعبدوا الذي خلقكم والذين من

في ان العشرة
المبشرة من اصول
الاسلام تصدق
من الاتقاء
وما الاتقاء
الا اتباع هذه
الاصول +

قبلكم لعلمكم بيقين (٢١١) * لانه من يتق ربّه اشد خشية فهو الذي يعبد الله بالحق ومن يعبد
بالحق فهو الذي يتقيه من ورع العلمين * واما قوله في التصدق من الاتقاء الله خاصة ويدل على
هذا قوله وان هذه امة واحدة واحدة وان انا ربكم فالتقون (٥٢١٣) * لانه من يتق ربّه حق تقته
فلا يكادون ان يتنازعوا بينهم من خوف عذابه لانه قال فيهم يا ايها الذين امنوا اتقوا الله حتى تقبلوه
ولا تؤمنوا الا وانتم مسلمون واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا واذكروا نعمت الله عليكم اذ
كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمة اخوانا وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم
منها كذلك يبين الله لكم آياته لعلمكم تهتدون (١٠٢-١١٣) * ولذلك قال انما المؤمنون اخوة
فاصلحو بين اخويكم واتقوا الله لعلمكم ترجحون (١٠١٣٩) * واما طاعة الامير فهي التي تصدق
ايضاً من الاتقاء ويشهد عليه قوله فاتقوا الله واصلحوا ذات بينكم واطيعوا الله ورسوله ان كنتم
مؤمنين (١٠٨) وقوله للاعراب اذ كان الرسول يامر عليهم ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله
اولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى لهم مغفرة واجر عظيم (٣: ٢٩) * لانه من يتق اميره
يتق الله ويخاف عذابه الذي يصد من عصيان الامير فلذلك قال الله عز وجل يا ايها الذين امنوا
استجبوا لله وللرسول اذ دعاكم لما يحْييكم واعلموا ان الله يحول بين المرء وقلبه والله اليم عليم
واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة واعلموا ان شديد العقاب (٢٥-٢٨) *

(البقية من صفحة ١٠٣) كنتم تكذبون (١٠٨-١٠٩) وليرحم القاري ان قوله تعالى (٢١: ١١٣) و (٢٤: ٢٤) على ما سلف على صفحات ١٥-١٦ تحت المتن (الباقى)

وأما الجهاد بالمال والانس والهجرة فحلمها الله كلها على الاتقاء ويؤيد هذا قوله
 تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ
 الْمُتَّقِينَ ﴿١٢٣:٩﴾ * وقوله وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ
 ﴿٣٦:٩﴾ * وقوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
 ﴿٣٥:٥﴾ * وقوله لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَنْفُسُهُمْ لِلَّهِ
 عَلَيْهِمْ يَوْمَئِذٍ سَلْطَانٌ ۖ وَقوله وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ
 لِلْمُتَّقِينَ ۚ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ
 الْحَسَنِينَ ﴿١٣٢:٣٩-١٣٣﴾ * وأما الاستقامة في السعي فحلمها الله على الاتقاء ويعينني
 عليه قوله تعالى وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ
 الْمُتَّقُونَ ﴿٤٤:١٣﴾ * وقوله فَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ ۗ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَفْزَعَ أَعْمَالُكُمْ
 إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوَ الْوَلِيُّ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ يَأْتِكُمْ جُنُودُكُمْ وَلَا يَسْأَلُكُمْ أَمْوَالُكُمْ ﴿٢٤٥:٣٤-٣٦﴾ * وقوله
 قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ
 ﴿١٢٨:٤﴾ * وقوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ
 أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١:٥﴾ * وأما مكارم الاخلاق
 فحلم الله معظمها على الاتقاء ويشهد على هذا قوله في التصديق بالعمل والذي جاء بالصدق صدق
 به أولئك هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿٣٣:٣٩﴾ * وقوله فِي إِيفَاءِ الْعَهْدِ بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ
 ﴿٥:١٣﴾ * وقوله فِي إِيفَاءِ الْعَهْدِ بِالْعَدَاءِ أَلَا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ
 يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوْا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٢٤:٩﴾ * وقوله فِي
 التَّصَدِيقِ بِالْعَمَلِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿١١٩:٩﴾ * وقوله وَلِيُخْصِرَ

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةٌ ضِعْفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (٩: ١٢) *
 وقوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (٤٠: ١٣) * وقوله وَالرِّبَا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
 لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُتَعَدَّةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (١٢٩: ١٣) * وقوله فِي الْعَدْلِ يَا أَيُّهَا
 الَّذِينَ آمَنُوا أَلَا تَتْلُونَ قَوْلَ اللَّهِ شَهِدًا بِالْأَنفُسِ لَا يُجَرِّمُكُمْ شَيْئٌ شَانٍ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدُوا أَعْدَاءَ اللَّهِ
 هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى ذَاتُ الْقُوَّةِ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (٨: ٥) * وقوله فِي الْقِصَاصِ فَمَنْ عُدُوْكُمْ فَكُلُّوا
 مَا عَدُوْكُمْ يَحِلُّ مَا عُدُوْكُمْ عَلَيْهِمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (١٩٢: ٢) * وغيرها
 من الأقوال التي لم يذكرهم فيها خوف الطوالة * **وَأَمَّا الْعِلْمُ** فحله الله على الاتِّقَاء واستند عليه
 قوله إِنَّ فِي الْخَلْقِ لَآيَاتٍ لِلِّ الَّذِينَ يَتَذَكَّرُونَ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ (٦: ١١٠) * وقوله
 وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذَلِكَ ظُنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ
 أَمْ جَعَلُوا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ جَعَلُوا الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ (٣٥: ٢٠-٢٨) *
 لأنه من حسب خلقه باطلا ولم يستمتع منه فقد كفر وفجر ومن طلب العلم منه فأولئك هم المتقون *
 ويشهد على هذا قوله إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (٢٨: ٣٥) فالعلماء هم الذين يعرفونه
 حقا وبه يتقون * **وَأَمَّا الْإِيمَانُ بِالْآخِرَةِ** فحله الله على الاتِّقَاء بقوله ذَلِكَ الْكِتَابُ
 لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُوْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ
 وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَإِلَاخِرَةٌ لَهُمْ يُوْقِنُونَ (٢: ٢-٤) * وما
 يؤمن أحدكم بالغيب حتى يتقى ربه بالغيب فلذلك قال الله وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى
 هَرُونَ الْقُرْآنَ وَضِيَاءً وَذَكَرَ لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ هُمْ مِنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ
 (٢١: ٢٨-٢٩) وغيرها من الأقوال التي لم يذكرهم فيها فتدبروا إن أنتم قومٌ يتفكرون * ولا شك في
 أن كل هذه الأعمال التي تصد من الاتِّقَاء من لوازم الإيمان لأنه قال فَاِتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ

مُؤْمِنِينَ (٥٤:١٥) * ومن يتق الله حق تقاته ويفعل كل هذه الاعمال لتصديقه لا بد لهم من ان يغلبوا في هذه الدنيا ماداموا في الارض ولا بد لهم من ان ينصرون * ولذلك قال الله عز وجل فيهم ولئن اهل القرى امنوا واتقوا اففتحنا عليهم بركاتنا من السماء والارض ولكن كذبوا ادا بالعل، فاخذتهم بياكنا ثم ايكسبونها (٩٦:٤) * وقال قل يعبد الذين امنوا الله والتقوا ربكم الذين احسنوا في هذه الدنيا احسناء وارضل الله واسعا انما يوفي الصبرون اجرهم بغير حساب (١٠١:٣) * ومن يتق الله مثل هذا في هذه الدنيا لا بد لهم من ان يبذل الله مكانهم السيئة الحسنة ويكفر عنهم سيئاتهم في هذه الدنيا ويفضلهم على العالمين * فلذلك قال الله فيهم يا ايها الذين امنوا ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا ويكفر عنكم سيئاتكم ويغفر لكم والله ذو الفضل العظيم (١٩:١٨) * ومن يتق لا بد لهم من ان يورثه الله الارض فلذلك قال الله فيهم فاوحى اليهم ربهم لنهلكن الظالمين ونسكنكم الارض من بعدهم ذلك لمن خاف وقيما في حياتهم وعييت واستفتحوا واخاب كل جبار عبيد (١٥:١١٣) * ومن يتق الله بفعل هذه الاعمال لا بد لهم من ان يصير في هذه الدنيا من الغايزين * فلذلك قال الله فيهم ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب ومن يتوكل على الله فهو حسبه ان الله بالغ امره قد جعل الله لكل شئ قدرا (٢٠:٢٥-٣٠) * وقال من يتق الله يجعل له من امره يسرا وذلك امر الله انزله اليكم ومن يتق الله يكفر عنه سيئاته ويعظم له اجرا (٢٥:٣٠-٣٥) * ومن يتق الله مثل هذا لا بد لهم من ان يكون لهم في هذه الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة فلذلك قال الله فيهم وقيل للذين اتقوا ماذا ائزل ربكم قالوا خيرا الذين احسنوا في هذه الدنيا حسنة ولدار الآخرة خيرا ولنعيم دار المقربين جنات عدن يدخلونها تجري من تحتها الانهار لهم فيها ما يشاءون ط كذلك يجري الله اليقين (٣١:٣١-٣١) * وقال والدار الآخرة خير للذين يتقون افلا تعقلون (١٢٩:٤)

ولذلك قال ولين خاف مقام ربه **جَنَّتْ** * (٢٧: ٥٥) وقال إن المتقين في جنّات وعيرون
 اخذين ما انهم ربهم واتهم كانوا قبل ذلك محسنين * (١٥: ٥١-١٦) وقال إن المتقين في جنّات
 وتعيون فكهين ما انهم ربهم ووقهم ربهم عذاب الجحيم كانوا واشربوا هنيئا بما كنتم تعلمون
 متكين على سرر مصفوفة وزوجهم بحور عين * (١٤: ٥٢-٢٠) وقال إن المتقين في جنّات وعيرون
 ادخلوها يسلموا آمين * (٣٥: ١١٥-٢٧) وقال إن المتقين في مقاموا **إفين** في جنّات وعيرون *
 يلبسون من سندس واستبرق متقابلين * كذلك وزوجهم بحور عين يدعون فيها بكل
 فاكهة آمين لا يدعون فيها الموت الا الموت الاولى ووقهم عذاب الجحيم فضلا من ربك
 ذلك هو الفوز العظيم * (٥٤: ٣٢-٥٤) وقال في بالهم في الآخرة وسبق الذين اتقوا ربهم والجنة
 زمرا حتى اذا جاءوها وفتحت ابوابها وقال لهم خزنتها سلم عليكم ربهم فادخلوها خالدين وقالوا
 الحمد لله الذي صدقنا وعده واورثنا الارض **من قيل** اتقوا من الجنة حيث نشاء ربهم اجر العبد لمن
 وترى الملكة حافين من حول العرش يستحون بحمد ربهم وقضى بينهم بالحق وقيل الحمد لله رب
 العالمين * (٣٩: ٤٥-٤٥) * فتدبروا يا ايها الفقهاء الجهلون المعاصرون * مال التقاء
 بما زعمتم وما بالذي انتم به تعجبون * ان انتم الا تقولون على الله ما لا تعلمون * وما
 تفرقتم الا من بعد جاءكم العلم **بغيا** بينكم ان ربك يقضى بينكم يوم القيمة فيما كنتم فيه تختلفون *
 وقال الرسول يرب ان قومي اتخذوا هذا القرآن مهجورا * (٢٥: ٣٠) افلا تدكرون * وقالوا انما الاتقاء
هو عاتم وتسايير والاقوال والاسماء والحما واساليب الاستنجاء والالبسة وغسل الجنابة وكلمات
 الكفر والتوافل وحفظ القرآن كاللبغاء من وز الأعمال ما انزل الله بها من سلطان * (٥٣: ٢٣) فسيق الاصل
 الجحيم * افلم ينبروا القول ام جاءهم ما لم يات اباؤهم الاولين * ام لم يعرفوا رسولهم فهم له

١٠ اي جنّات الارض والجنة الآخرة - وادار الله عز وجل في كل ما يله هذه الآية (اي الآيات ١٥: ٥١-١٦) و(٢٠-١٤: ٥٢) و(٢٧-٣٥: ١١٥) و(٢٧: ٥٥) الى جنّات الارض والجنة الآخرة. وفي قوله (٣٩: ٤٥-٤٥) الى الجنة الآخرة وورثة الارض واما قوله (٢٥: ٣٠) فجنّات وعيرون في الآيات الباقية على هذه
 الاشارة الى قوله تعالى وانهم يومئذ يفرحون بما هم فيها امينون ان ربك يقضى بينهم يوم القيمة فيما كانوا فيهم مختلفين * (١٤: ٣٥)

مُنْكَرُونَ أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَكَثُرُوا الْحَقُّ كَرِهُوا * فَوَاللَّهِ
مَا قَالَ رَسُولُكُمْ لَكُمْ أَنْ تَحْفَظُوا الْفَاطَةَ الْفَرَانَ فِي صَدْرِكُمْ كَالْبَغَاءِ وَتَحْمِلُوهَا مِثْلَ الْحَارِ بِحَمْلِ اسْفَارِهَا
بَلْ أَصْرَعُوا عَلَى أَنْ تَحْفَظُوا مَطَالِبَهَا وَمَقَاصِدَهَا وَأَوَامِرَهَا وَنَوَاهِيَهَا لِتَبَيَّنَ لَكُمْ مَا الْإِتْقَانُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا
شَرَّ أَطْعَمَهُ وَلَوْ أَمَرَهُ مِثْلَ مَا تَقَدَّمَ * وَلَعَنَ كُرُوا فِي أَنْفُسِكُمْ مَا الْإِيمَانُ وَلَوْ أَمَرَهُ وَكَيْفِيَّتُهُ وَكَيْفِيَّتُهُ
وَأَوَامِرُهُ وَاجْرِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ كَمَا ذَكَرَ اللَّهُ بِهَا فِي الْكُتُبِ * فَتَجَاهِدُوا فِيهَا حَتَّى تَهْلِكَ أَوْ تَكُونُوا
فَتَكُونُوا مِنَ الْمَغْلُوبِينَ * فَمَا هِيَ إِلَّا أَنْتُمْ فَرِيقٌ مِنَ دِينِ الْأَعْمَالِ وَالْإِشْكَالِ إِلَى دِينِ الْكَلِمَاتِ
وَالْأَقْوَالِ لِتَيْسَرَ إِبَالُ أَنْفُسِكُمْ وَأَصْرُكُمْ عَلَى الْبَغْيِ وَالْعَصْيَانِ لِتَفْرَ وَأَمِنْ اللَّهُ فَاعْلَمُوا مَا أَنْتُمْ بِمَجْزِي
اللَّهُ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ هَرَبًا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا خَشِرُونَ * فَذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِكُمْ وَجَعَلَ صَدْرَكُمْ ضَيْقَةً وَ
أَنْفُسَكُمْ مَا كُنْتُمْ عَلَيْهِ بَلْ أَنْفُسَكُمْ نَفْسَهُ وَأَقْنَى قُلُوبَكُمْ وَقُلُوبَ تَابِعِيكُمْ فِيهِ كَالْحَجَارَةِ أَوْ أَشَدَّ قَسْوَةً
وَأَنَّ مِنَ الْحَجَارَةِ لَمَّا يَنْفَجِرُ مِنْهُ الْأَمَّاءُ وَالرَّصَمُ الْمَالُ يَشْفَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَأَنَّ مِنْهَا لَمَّا يَهْبِطُ
مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (٢: ٢٤) فَلْتَعْمَلُوا أَوْ زَارَكُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَنْ أَوْزَارَ
الَّذِينَ تَصْلَوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَسَاءُ مَا تَزِدُونَ * أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ
رَبِّهِ فَوَيْلٌ لِلْقُوسِيَّةِ لِقَوْلِ بَعْضِهِمْ مَنْ ذَكَرَ اللَّهُ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (٢٢: ٣٩) * فَمَنْ يَرُدُّ اللَّهَ عَنْ عِبَادِهِ
يُشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يَرُدُّ عَنْ بَيْتِهِ لِيُجْعَلَ صَدْرُهُ ضَيْقًا حَرَجًا كَالْمَاءِ يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ
كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ (١٢٧: ١٢٧) * فَهَلْ نَمُرُّ تَائِبُونَ مِنْ هَذِهِ أَيْهَا الْجَاهِلُونَ *

وَأَنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَانْظُرُوا إِلَى مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ❦

وَيَا أَيُّهَا الْمُفْتَتُونَ الْمُعَاظِرُونَ! الَّذِينَ يَتَفَاتَى النَّاسَ إِلَيْهِمْ فَيُرْسِلُونَ فَنَأْوِيهِمْ كَالسَّاءِ

مَدَارًا أَلَيْسَ بِوَأَيُّهَا مَنْ يَشَاءُونَ ❦ وَالَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ هُمُ الْمُصِيطَرُونَ فِي الْأَرْضِ لِيَحْلُوا غَضَبَ اللَّهِ

(الْبَقِيَّةُ مِنْ صَفْحَةِ ١٠٨) (٢٠: ٥٢) وَ (٥٢: ٢٧) فَمَا عَنِ اللَّهِ بِهَذَا شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَأْتِيَ مَطَرٌ فَحَسَدُ الْوَجْهِ بِيَعْنَهُ الْجُلْدُ الَّذِي رَوَّجَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ بَعْدِ تَكْوِينِهِمْ
مِنْ الْأَرْضِ + وَلَمْ يَكُنْ عَنْهُ وَجَلٌ قَطُّ فِي أَيْ مَوْضِعٍ فِي الْقُلُوبِ فِي تَوْصِيْفِ الْجَنَّةِ إِلَّا أَنَّهُ أَشَارَ إِلَيْهَا فِي تَوْصِيْفِ جَنَّةٍ كَثْرَةً بَعْدَ تَوْصِيْفِهَا فَتَدْرِكُ
فِيهِ الْأَشَادَةُ إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى لِيُحْمَلُوا أَثْقَالَهُمْ كَأَثْقَالٍ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَتَمَرُّ أَنْزَارُ الَّذِينَ يُصَلُّونَ بِكُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَسَاءُ مَا يُرِيدُونَ (٢٥: ١١٦)

على الناس برسالة لهم لعبين ❖ اذ علمتم انكم تعلمون كتب الله وقانونه ولو علمتموه لخرتم على
 اذ قالتم خاشعين ❖ متصدعين من خشية الله وكسرتهم اقالكم ومزقتهم فراطيسكم كل متفرق
 تأثمين ❖ تعاندون بينهم وتعاجزون لتضعفوا قواء امتكم فتقتلوا واذن هب رنجكم (٢٧١٨) ما ترونكم
 على ظهر الارض من نفر سونكم الا اتهمتموه بالكفر والفسق والشرك فهل عندكم من سلطان انزل الله اليكم
 بكفرهم او بايمانكم ان كنتم صدقين ❖ وان اخرجتم كل المسلمين من جماعتكم وانفض الناس
 من حولكم فمن يستفتيكم من بعد الا تبصرون ❖ وان تفلحون من بعد ذلك على ان يعول الناس
 عليكم لتمشوا في الارض كافرين ❖ افترعون انكم مسلمون من دون الناس المسلمين من مسلم المسلمين
 من يده ولسانه عند سولكم والمؤمنون المؤمنات يظنون بانفسهم خير (١٢: ٢٣) عند الله افلا تذكرون
 وقد قال لكم يا ايها الذين امنوا اجتنبوا كثير من الظن ان بعض الظن اثم ولا يحسبوا ولا يغتاب
 بعضكم بعضا يحب احدكم ان ياكل لحم اخيه ميتا فكرهتموه واثقوا بالله وان الله ثواب رحيم
 (١٢: ٢٩) وقد قال لكم انتم المؤمنون اخوة فاصبروا بين اخويكم واثقوا بالله لعلكم ترحمون (١١: ١٠٩)
 وان صار الناس مسلمين عندكم بلحاهم والبستم وعماهم وصاروا كفريين بتركهم البستم وعماهم كما
 مسائلكم التي ابدعتم في دينكم بغير علم وسلطين فاروق بماذا انتم تحكمون ❖ تستشهدون منكم بشكم
 الفقهاء وابطالكم الشريعة الخيرة التي لا يجوز لاحد ان يثق بها * وتنبذون كتب الله وراء ظهوركم
 لتتخذوه مهجورا * وتتساندون الى آراء اسلافكم وقياسات كبراءكم ووطنون جملاءكم الذين تتقونهم
 العلماء لتحرفوا دينكم وتبدلوا كلمت الله * وتحكمون بما جاء من غير الله * ما كرين ان القرآن لم يقصد
 لكم من آيات الله حق تفصيلها ولم يبين لكم من كلماته حق تبينها * فما لكم لا تتقون الله قال لكم
 ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الظالمون (٢٥: ٥) بل قال ومن لم يحكم بما انزل الله
 فاولئك هم الفاسقون (٢٥: ٥) وقضى بكم انه من لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكافرون (٢٥: ٥)

اخبر الله تبغون حكماً وهو الذي أنزل اليكم الكتاب **مُفَصَّلًا** (١١٥:١٢) والذين ألهم الله الكتاب
 يعلمون أنه منزل من ربك بالحق (١١٥:١٢) فلا تكونن من الممترين * فالحق انكم ما انتم اوتيتهم كتابه
 ولا انتم تعلمونه باليقين * وهو الذي قال لكم وملت كلمت ربك صدقا وعدلا لا
مُبدل لكلمته وهو السميع العليم (١١٦:١٢) * وهو الذي نبه رسولكم نظر الى ما انتم تفعلون
 الان وقال وان طعم اكثر من في الارض يضلونك عن سبيل الله ان يتبعون الا الظن وان هم
 لا يحصون * ان ربك هو اعلم من يضل عن سبيله وهو اعلم بالمهتدين (١١٨:١٢) * وقد قاله
 وكثر لنا عليك الكتاب تبيا لكل شئى وهدى ورحمة وبشرى للمسلمين (١١٩:١٢) * فقد كفرتم
 وفسقتم في فتاؤكم ايها المفتيون الجاهلون المعاصرون * وقد ظلمتم انفسكم باخذكم
 ما وجدتم عليه اباكم * وبتقليدكم ما ظنوا واخترعوا من الشرع من انفسهم * ولم تؤمنوا باية
 كلمت ربكم قد تمت في القرآن صدقا وعدلا فحسبنا كتابه * بل طعم اكثر من في الارض يضلوا
 الناس عن سبيل الله * والتبتم الظن من دون العلم الذي جاءكم في الكتاب المبين * افما
 قال الله لرجال مثلكم الذين لم يؤمنوا بالقرآن حق ايمانه او لم يكفهم انا انزلنا عليك الكتاب تبلي
 عليهم ان في ذلك لرحمة وذكرى لقوم يؤمنون (١٢١:١٢) * فالحق انكم ما استنبطتم من
 الكتاب من ذكروا من رحمة * بل ما امنتم به * ولو امنتم به وقرأت اياته حق قرأته لصبرتم
 من المفلحين * في الدنيا ابدا وفي الآخرة ابدا انه لا يضيع اجر المحسنين * وقد قال لكم
 الذين اتينهم الكتاب يتلونك حق تلاوته اولئك يؤمنون به ومن يكفر به فاولئك هم
 الخسرون (١٢١:١٢) * فلا والله ما امنتم بالقرآن حق ايمانه وما درستموه حق درسه وتلاوته
 بل كفرتم فصرتم من الاخيرين * احسبتم ان الكفر هو اقول لكم وكلماتكم * ونسيانكم
 اساليب الغسل والظهارة التي ابدعتم من انفسكم * ونسيانكم مسائل الحيض والتفاس ونسيانكم

الفاظ القرآن واعرابها حين التكرار * او سجرات الشهور في صلاتكم * او توجهكم الى الكعبة في
 الفاظكم * او تصرفكم في مناجي التعميم والتأثر * او اعتقادكم اللفظية * وغيرها من الاباطيل
 التي يستهزئ بها الناس التي لا تعد ولا تحصى * وانتم تتخذون الله هزواً ودينه لهواً ولعباً ايها
 الجاهلون ! * وان كان الكفر مثل هذه اودين الله مثل هذا اللغو فاقوا بشهادة حكمكم في الكتب
 ان كنتم صدقين * انما الكفر نسيانكم لدرس الله * وتتبعكم اراءكم الشتي * واستمساكم
 مذاهبكم المختلفة * واتباعكم ظنونكم الواهية * بل اتيانكم بانفسكم بالكبر والجهل لو كنتم
 تعلمون * وانما الكفر هو الاعمال من دون الكلمات الاقوال * بل ما انتم تكسبون بايديكم
 وارجلكم ايها الغفلون ! * فانه قال لكل امرئ منهم ما اكتسب من الاثم (١١: ٢٣) وكل امرئ
 بما كسب رهين * * وان ليس للإنسان الا ما سعى (٣٩: ٥٣) فهل يجزون الا ما انتم
 تكسبون * وانما الاعمال بالنيات * فلا يؤخذكم الله باللغو في اقوالكم بل يؤخذكم بما كسبت
 قلوبكم (٢٢: ٥١) * بل بما كسبت ايديكم وارجلكم بالتصديق من قلوبكم باعين عن احكام
 الله وفطرته ايها الجاهلون ! * وهو الذي قال وذُرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَهَوًّا وَغَرَّتْهُمُ
 الْحَيَوةُ الدُّنْيَا وَذُكِّرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ أَنْ تَبْغِلَ نَفْسٌ مِمَّا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ
 وَإِنْ تَعْدِلْ كُلُّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا أُولَئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِهَاسِبُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ
 أَلِيمٌ مِمَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ (٤٠: ١٦) * فغرتكم الحياة الدنيا حين اتخذتم دينكم لعباً ولهواً
 بل كفرتم * لانكم صرفتم عن دين الاعمال والاشكال الى دين الكلمات والاقوال * وقلتم على
 الله ما لا علمتم * وطفقتم تقولون ما لا تفعلون (٢١: ٦١) لتيسروا دينكم جامدين * كبر مقتداً
 عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون (٣١: ٦١) * فما الكفر بما نعمة ايها الزاعمون الجاهلون ! * انما
 هو اعمالكم واعمال امتكم السيئة التي تهديكم الى الضعف والخوف * وتكذبكم بايات الله بالعل * و

نكذبكم رسوله بجهنم وقيادته قلوبكم لو كنتم تعلمون ﴿١﴾ ولو علمتم كتب الله لما هجرتم
 مثل هذا بل ما قلتم لمن القى اليكم قولاً لست مؤمناً ﴿٢٤٠: ٢٤١﴾ ابداً ﴿٢﴾ الا من كفر ربه بالعمل ﴿٣﴾ و
 عصاه عملاً ومعناً ﴿٤﴾ ومن لم يعتصم بجعله وصار من الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعاً كل حزب
 يسالك دينهم فرحون ﴿٥٢: ٥٣﴾ ﴿٥﴾ وان كنتم على بينة من ربكم في فتاؤكم من الكفر والفسق و
 الشر والنجس او ترسلونها على بصيرة منه فاقوني بشهادة حكمكم ان كنتم صدقين ﴿٦﴾ و
 ان لم تفعلوا اولن تفعلوا ﴿٧٢: ٧٣﴾ فقفوا اثبت لكم ما الكفر بما جاء في القرآن المبين ﴿٨﴾ افما قال
 الله لكم في الكتب افسن هو قاييم على كل نفس بما كسبت ﴿٩﴾ ان تؤدى النفس اجرها بما قالت
 ولا فعلت ﴿١٠﴾ وكر الناس جعلوا لله شركاء في اعمالهم باخوانهم ارباباً واولياء من وده عملاً ومعناً
 على قولهم انهم يؤمنون بالله بافواههم قل سموهم ﴿١١﴾ وبيئوا الى ما لهم من شرك في السموات والارض
 فيكونوا اجددين له ﴿١٢﴾ ام يتبوءونه بما لا يعلم في الارض ام رتسون ان تحادوا الله ﴿١٣﴾ بظاهر من
 القول لا توكلوا مكرابا فواهم والسنتكم بل زين للذين كفروا مكرهم وصدوا عن السبيل
 ومن يضلل الله فماله من هاد لهم عذاب في الحياة الدنيا ولعذاب الآخرة اشق ﴿١٤﴾ وما لهم
 من الله من وفاق ﴿١٥﴾ ﴿١٦﴾ قد مكر الذين من قبلهم فليله المكر جميعاً يعلم ما تكسب
 كل نفس وسيعلم الكفر لمن عقى الدار ﴿١٧﴾ ﴿١٨﴾ فسا الكفر الاماتصفون بالسنتكم
 من الكذب وظاهر من القول في الله ﴿١٩﴾ بل ما تحثون الناس عليه من الكلمات الا قول اليك
 انهم امنوا واتخذوا لعل الايمان في قلوبكم ﴿٢٠﴾ ﴿٢١﴾ ايها القائلون الجاهلون ﴿٢٢﴾ وما الكفر الا ان
 تقولوا في الله ما لا تفعلون ﴿٢٣﴾ فانه لا يؤمن احد عند الا من صدى في ايمانه بالعمل
 ولا يؤخذ احد الا بما يسيون ﴿٢٤﴾ فانه يعلم ما سررون وما يعلنون ﴿٢٥﴾ ﴿٢٦﴾ وانما مكر
 الماكرين ﴿٢٧﴾ يحول بين المرء وقليه ﴿٢٨﴾ ويعلم ما يفعل وما تصنعون ﴿٢٩﴾ وما الكفر الا

﴿٣٠﴾ وان لك سمي الله الذين كانوا ايمانهم بالعمل الكفر في قوله ليسل الصديقين عن جنتهم واعاد للكفر ان عاينوا ﴿٣١﴾

عبادكم اولادكم واموالكم * وشغفكم ببنيكم وبناتكم * واتخاذكم اولياءكم اربابا لكم * واتخاذكم
 مساكنكم وحكامكم اصناما لكم * وحبكم للقناطر المقنطرة من الذهب الفضة * لتحلوا قومكم
 دار الذل والمسكنة * وتكفروا من شدة عذابه وتذروا عاقبة قومكم والاخرة * فانه قال الله الذين
 له ما في السموات وما في الارض وويل للكافرين من عذاب شديد الذين يستحبون
 الحياة الدنيا على الاخرة ويصدون عن سبيل الله ويخون بها عوفا اولئك في ضلال بعيد
 وقال من شر ربا لكفر بهذا فعليه غضب من الله ولهم عذاب عظيم * ذلك بانكم
 استحبوا الحياة الدنيا على الاخرة وان الله لا يهدي القوم الكافرين اولئك الذين
 طبع الله على قلوبهم وسمعهم وابصارهم واولئك هم الغفلون لاجرم انهم في الاخرة هم
 الخسرون * وقال يا ايها الناس ان وعد الله حق فلا تغربكم الحياة الدنيا
 ولا يغربكم بالله الغرور ان الشيطان لكم عدو فاتخذوه عدوا وانما يدعو الى حزبه ليكونوا من
 اصحاب السعير الذين كفروا لهم عذاب شديد والذين امنوا وعملوا الصالحات لهم مغفرة
 واجر كبير * فما الكفر الا اعراضكم عن التوحيد عما وعدها وعبادتكم الشيطان
 وانفسكم وصدركم ايها القائلون وما الكفر الا عدم ملامتكم على التوحيد ليلا ونهارا
 واتخاذكم اصناما لكم من امتعة الحياة الدنيا يومافوما واستعماركم قلوبكم الشهوات واللذات
 كربة بعد مرة * لتشركوا بالله وتشغلوا عن ذكره واحكامه عملا ومعنا فانه قال واذا امرت الانسان
 فارد عاربه منيبا اليه ثم اذا اخوله نعمة منه نسي ما كان يدعوا اليه من قبل وجعل لله اذنك
 ليضل عن سبيله * قل سمع بكفرك قليلا اذ انت من اصحاب النار * وقال اذا عشيهم
 موج كالظلل دعوا الله مخلصين له الدين * فلما لجأهم الى البر فبينهم مقتصد * وما يجدوا بيننا
 (اي احكامنا) الا كل ختار كفور * وقال واذا امرتكم الضم في البحر ضل من تدعون

في ان الكفر
 الاعراض عن
 التوحيد

* وفي موضع اخر حل الله الاعراض عن التوحيد على الكفر وقال ومن يزل مع الله اليها اخره لا يرفاه له يوم فاما حسابه عند ربك فانه لا يقدر الكفر من (١١٤: ١٢٣)

الْأَيَّاهُ ۖ فَلَمَّا جَاءَكُمْ إِلَى الذِّبَاعِ عَرْضَكُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا (١١٥-١١٦) ۖ بل قال في بال المشركين

مثلكم الى يوم القيمة الذين يقولون الان لا ندعو الا الله بالسنتنا وفي صلواتنا شريك لهم ان كما

كنتم تشركون من دون الله قالوا اصلوا اعتابك لم تكن تدعوا من قبل شيئا كذلك يضل الله

الكافرين (١١٦-١١٧) ۖ وقال في المشركين الكفار الذين اتخذوا الحبارهم اصفياهم

وابراهم اربابا من دونهم ليعربوهم الى الله زلفى في زعمهم وليقطعوا قومهم فريقا فريقا ويصيروا

شيعا متخلفة مختلفة والذين اتخذوا من دونهم اولياء ليختلفوا وليعلم من بينهم وبين الناس فيقطعهم

يقولون لكونهم في زعمهم عابدى الله كذا وكذا ما نعبد هم الا ليعربوونا الى الله زلفى ان الله يحكم

بينهم في ما هم فيه يخضعون لله ان الله لا يهدي من هو كذاب كفار (١١٧-١١٨) ۖ فما الكفر الا

اختلافكم بينكم بظلمكم وشرككم واعراضكم عن **وَحِيلَ الْإِيمَانِ** ايها الغفلون

وما الكفر الا بخلكم بالمال لتقوية قومكم من اتخاذكم المال وثناكم فانه قال الذين

يُخَالُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ

عَذَابًا مُهِينًا (١١٨-١١٩) ۖ بل ما الكفر الا انفاقكم اموالكم في سبيل حكمكم الذين

بعثهم الله عليكم ليعذبوكم ويضعفوا قواكم فكم فديروكم فانه قال ان الذين كفروا ايتفقوا اموالهم

لِيُؤْتُوا رِجَالًا غَيْرًا لِلَّهِ فَسَيُفْقَرُونَ لَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى

جَهَنَّمَ يُخْشَرُونَ ۗ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ فَيَرْكَبُ جَمِيعًا

فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ ۗ أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (١١٩-١٢٠) ۖ وما الكفر الا انفاقكم اموالكم في سبيل الله

بالاكرال لجمعوا خيرا لانفسكم وشرا لامتنعكم فانه نبه رسولكم وقال وما منعهم ان تقبل منهم

نقمتهم الا انهم كفروا بالله وبرسوله ولا ياتون الصلوة الا وهم كسالى ولا ينفقون الا وهم

كاذبون ۖ فلا ينجح اموالهم ولا اولادهم انما يريد الله ليعذبهم بما في الحبوكة الدنيا ورضوا انفسهم

فان الكفر هيا
الاعراض عن
الالهة والجهاد
بالمال

وَمَنْ كَفَرَ مِنْكُمْ ^(٥٥-٥٦: ١٩) وَقَالَ فِي اتِّخَاذِهِمُ الدِّنَارَ وَنَالَهُمْ لِيُشْرَكَوا بِاللَّهِ فَيَسْتَغْنَوْا عَنْ عَاقِبَةِ قَوْمِهِمْ

وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ^(٦١: ٢١-٢٢) فَمَا الْكَفَرُ إِلَّا عَمَلٌ

عَنِ الْجَهْلِ بِالْمَالِ إِنَّهَا الْمُفْتَنُونَ الْعَاصِرِينَ ^(٢٣: ٢٤) وَمَا الْكَفَرُ إِلَّا فِرَارُكُمْ بِالِاسْتِغْنَاءِ مِنْ أَمْرِ أَمِيرِكُمْ

اعْتَدِلْ أَرْكَمَ عَنْ طَاعَتِهِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ^(٢٤: ٢٥) وَأَعْرَاضُكُمْ عَنِ اسْتِجَابَةِ الْخَلِيفَةِ الرَّسُولِ مِنْكُمْ

إِذَا ذَكَرَكُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ أَوْ دَعَاكُمْ لِيَوْمِ النِّفَارِ ^(٢٥: ٢٦) فَإِنَّهُ قَالَ فِي الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَأْذِنُونَ الرَّسُولَ فَوَلَدُوا مِنَ الْمَوْتِ

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَتَدْعُنِي إِلَى الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَكُيُطَاةٌ

بِالْكَافِرِينَ ^(٢٦: ٢٧) فَمَا الْكَفَرُ إِلَّا عَمَلٌ عَنِ الْجَهْلِ بِالْمَالِ وَأَعْرَاضُكُمْ عَنْ طَاعَتِهِ لَوْ كُنْتُمْ

تَعْلَمُونَ ^(٢٧: ٢٨) وَمَنْ لَا يَهْجُرْ كُلَّ مَا يَشْغَلُهُ عَنِ السَّعْيِ وَالْعَمَلِ لِقُوَّةِ قَوْمِهِ

فَهُوَ الَّذِي كَفَرَ عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ^(٢٨: ٢٩) فَإِنَّهُ قَالَ فِي مَنَافِقِ الْقُرُونِ الْأُولَى وَذَوَا

لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَكَفَرُوا سَوَاءٌ فَلَا تَسْتَعِدُّوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّى يَخْرُجُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنْ

تَوَلَّوْا فَنُحِذِرُكُمْ وَقَاتِلُواهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا تَسْتَدِّدُوا مِنْهُمْ وَهِيَ الْوَلِيَّةُ وَلَا تُصَيِّرُوا ^(٢٩: ٣٠) فَمَا الْكَفَرُ

إِلَّا أَعْرَاضُكُمْ عَنِ الْحُجَّةِ لِقُوَّةِ قَوْمِهِمْ أَوْ مَدَافِعُهُمْ أَنْفُسُكُمْ أَيُّهَا الْمُضْعَفُونَ الْعَالُونَ

وَمَنْ لَا يَقَاتِلْ أَعْدَاءَهُ حَتَّى اسْتَطَاعَتْهُ حِيلُ الْبِئْسَ لِكَيْفِ أَيْدِي النَّاسِ عَنْ قَوْمِهِ

وَمَنْ فَرَّ مِنَ الْمَوْتِ فَتَنًا وَجُبْنًا ^(٣١: ٣٢) وَاعْتَدِلْ إِلَى أَمِيرِهِ لِيُخَالِفَ وَمِنْ صِدْقِ النَّاسِ عَنْ

الْجِهَادِ شَوْفًا وَتَرْهِيًا فَهُوَ الَّذِي كَفَرَ عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ^(٣٢: ٣٣) فَإِنَّهُ قَالَ لِمُؤْمِنِي الْقُرُونِ

الْأُولَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا

غُرًى أَوْ كَانُوا عِندَ نَاصِيحَتِهِمْ أَوْ قَاتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ يُحْيِي وَمُيِّتُ وَاللَّهُ

بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ^(٣٣: ٣٤) بَلْ قَالَ لَهُمْ دَمَا صَابَكُمْ يَوْمَ النِّفَارِ الْجَمْعُ فَبَاذِلُ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنُونَ

لَهُمْ وَلِذَلِكَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي قَارُونَ إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى فَبَغَى عَلَيْهِمْ وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ

وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ

وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ

فإن الكفر هو
الأعراض عن
طاعة الأمير

فإن الكفر هو
عن الهجرة والجهاد
بالسيف

وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَأَنبَأَهُ أَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ

وَلْيَعْلَمِ الَّذِينَ نَافَقُوا وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ ادْعُوا قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا
اتَّبَعْنَاكُمْ هُمْ لِلْكَفَرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ
أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ الَّذِينَ قَالُوا لِلْآخِرَةِ هُمْ وَوَعْدُ الْوَاطِعُونَ مَا قَاتِلُوا قُلْ قَادِرٌ وَعَزَّ الشُّعْرُ وَاللَّهُ
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٦٤-١٦٥﴾ وقال في سألهم يوم خرجوا من ديارهم إلى بدر الصغرى الذين قال
لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ فَانْقَلَبُوا
بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَمْ تَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانِ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ إِنَّمَا ذُكِرَ الشَّيْطَانُ
يُخَوِّتُ أَوْلِيَائِهِ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَلَا يَحِزُّكَ الَّذِينَ يَسَارِعُونَ فِي الْكَفْرِ
إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ الْأَيُّ حَاجِلٍ لَهُمْ حَقٌّ فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرُوا
الْكَفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٦٦-١٦٧﴾ وقال في موضع آخر في متسلة
الْقُرُونِ الْأُولَى وَالْمُنَافِقِينَ مِنْهُمْ فَإِنْ رَجَعْتَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ لَنْ
تُخْرَجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ وَلَا
تُصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَمَّا أُولَهُمْ فَمِنْهُمْ
وَلَا تُحِبُّكَ أَمْوَالُهُمْ وَأُولَاؤُهُمْ إِنَّهَا رِيدَ اللَّهِ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِمَا فِي الدُّنْيَا وَتَرْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ
﴿٨٥-٨٦﴾ وفي المَعْدِنِ مِنْهُمْ وَجَاءَ الْمَعْدِنِ رُؤُونٌ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذِنَ لَهُمْ وَقَعْدَ الَّذِينَ كَذَبُوا
اللَّهَ وَرَسُولَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابُ أَلِيمٌ ﴿٩٠-٩١﴾ وفي المَعْقُوقِينَ مِنْهُمْ قَدْ نَعِمَ
اللَّهُ الْمَعْقُوقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِآخِرَتِهِمْ هَلْ لَنَا مِنَ الْيَمِينِ وَلَا يَأْتِيَنَّكَ السَّيِّئَاتُ فَاصْبِرْ عَلَى شَيْءٍ
فَإِذَا جَاءَ السَّخَفُ رَأَيْتَهُمْ بِنَظَرٍ وَإِنَّكَ تَدُورُ أَعْيُنُكُمْ كَالَّذِي يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَإِذَا ذُهِبَ الْحُوفُ
سَلَقُوكُمْ بِالْأَسِنَّةِ جُلَدًا شَدِيدًا عَلَى الْخَيْرِ أُولَئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذَلِكَ
عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٨٠-١٨١﴾ وفي الْخَالِفِينَ الْمُنَافِقِينَ الْمَعْدِنِ مِنْهُمْ سَيَقُولُ لَكَ الْخَالِفُونَ مِنْ

اللَّهُ تَبْدِيلًا ﴿٢٣٨: ٢٣٢﴾ وَقَالَ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا اسْتَغْلِبُونَ وَخَشَرُونَ الْخِشْمَ
 وَبُئْسَ الْبِهَادُ ﴿١٣: ١١﴾ إِنَّهُ لَا يَفْقَهُ الْكَافِرُونَ ﴿١١٤: ٢٢﴾ فَأَحَقُّ أَنْ الْكَافِرِينَ هُمُ الَّذِينَ يُغْلِبُونَ فِي
 هَذِهِ الدُّنْيَا إِنَّمَا تَنْظُرُونَ ﴿٢٣٨: ٢٣٢﴾ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ خُلِقَ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ فَامْغْلِبُونَ
 هُمُ الْكَافِرُونَ أَبَدًا وَالْمُؤْمِنُونَ لَهُمُ الْمَنُصُّورُونَ أَبَدًا وَإِنْ جُنْدُهُمُ لَهُمُ الْغُلْبُونَ ﴿١٤٢: ٢٥﴾ وَلَنْ تَجِدَا
 فِي سُنَّتِهِ تَبْدِيلًا وَلَوْ حَرَصْتُمْ عَلَيْهَا الْجَاهِلُونَ ﴿٢٣٨: ٢٣٢﴾ تَحْتَبُونَ أَنْ تَبْدِيلَهُ بِمَكْرَمٍ وَقَدْ قَالَ مَا يَهْدِي الْقَوْمُ
 لَكَ نَى ﴿٢٣٨: ٢٣٢﴾ إِنَّهَا الْمَأْكُونُ ﴿٢٣٨: ٢٣٢﴾ فَهَذِهِ سُنَّتُهُ الْآنَ وَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٨: ١٨﴾
 فَالْكَافِرُونَ هُمُ الَّذِينَ يُولُونَ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَتَصَرَّحُونَ ﴿٢٣٨: ٢٣٢﴾ يُغْلِبُونَ لَكُنْهُمْ مُوْهِنِينَ فِي أَمْرِهِمْ وَ
 مُسْتَضْعَفِينَ فِي سَعْيِهِمْ بَلْ يَأْسِينُ مِنْ حِمَّتِهِ فِي جَهْدِهِمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ وَلَا يَخْشَوْنَ اللَّهَ أَعْبُدْهُمْ
 حَقَّ خَشْيَتِهِمْ خَشْيَتَهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٣٨: ٥٩﴾ وَالْمُؤْمِنُونَ
 أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿١٣٨: ٥٩﴾ يَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا
 يَرْجِي الْكَافِرُونَ وَإِنْ يَكُنْ مِنْهُمْ قِبَاةٌ يُغْلِبُوا أَفَلَا يَنْفَكُونَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّهِ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ
 ﴿٢٣٨: ٢٣٢﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَنْتَظِرُوا وَيَنْظُرُوا أَنفُسَهُمْ
 فِي الْآخِرَةِ وَيَعَانِدُونَ بَيْنَهُمْ وَيَخَافُونَ وَيُؤْكَلُونَ فِي تَدْبِيرِ أَمْرِهِمْ وَيَسْتَغْنُونَ عَنْ عَاقِبَةِ أَلْهَمِهِمْ
 وَآخِرَةِ سَعْيِهِمْ بَلْ يَنْكَرُونَ عَنْ أَجْرِ الْآخِرَةِ فَلِذَاكَ يَحْبِطُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ وَيَضِلُّ سَعْيُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ
 وَيُجَاهِلُهُمُ مِنَ الْآخِرِينَ ﴿٢٣٨: ٢٣٢﴾ وَلِذَاكَ قَالَ اللَّهُ فِيهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَصْحَابُ
 الْهَمِيمِ ﴿١٣٨: ٥٩﴾ وَالَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ سَبِيلُهُمْ وَيُصْلِحُ بِاللَّهِ
 ﴿٢٣٨: ٥٩﴾ وَقَالَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعَسَّ أَعْمَالُهُمْ وَأُضِلَّتْ أَعْمَالُهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ اللَّهُ
 (مِنْ سُنَّتِهِ) فَاحْبِطْ أَعْمَالَهُمْ ﴿٢٣٨: ٥٩﴾ وَقَالَ فِي مَا يَلِي هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ لِيرِنَا كَيْفَ يَحْبِطُ اللَّهُ
 أَعْمَالَهُمْ فِي الدُّنْيَا بِتَدْبِيرِ حَكْمِهِمْ وَسَلْبِ قُوَّتِهِمْ وَمَلَكِهِمْ أَفَلَا يَسِيرُونَ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ

عَافِيَةِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَرَأَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا
 وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ (١٠٤: ١١) بل قال في ما يلي هاتين الآيتين ليساناً ما اجر المؤمنين
 في هذه الدنيا وما بال الكافرين فيها ان الله يدخل الذين آمنوا وعملوا الصالحات جنت تجري
 من تحتها الأنهار والذين كفروا لنكونن ويا كلون كما تكونن الأنعام والنار مثوى لهم (١٠٥)
 (١١) فالحق ان الكافرين هم الذين لا يعلمون سنة الله في هذه الأرض هم الذين لا يؤمنون بها
 نزل على محمد (٢١: ٢٤) فلذلك لا يكفر الله عنهم سيئاتهم ويذرهم يمتنعوا في الأرض كالأنعام خاسئين
 لا يسعون في الدنيا سعيًا بليغًا ولا يعملون الصالحات لا يوحون انفسهم ولا ينظرون جماعتهم بل يقدر
 ما كسبوا على شيء ويحسبون انهم يحسنون صنعًا غافلين * فلذلك قال الله فيهم مثل الذين
 كفروا بآياتهم انما لهم كرماد اشتدت به الرية في يوم عاصف لا يقدرون مما كسبوا على شيء
 ذلك هو الضلل البعيد (١١٧: ١٨) وقال والذين كفروا انما لهم كسراب بقيعة يحسبه الظان ماء
 حتى اذا جاءه لم يجده شيئًا ووجد الله عنده فوفيه حسابه والله سريع الحساب او ظلمت
 في الجحيم يحسبها موج من فوقه موج من فوقه سحاب ظلمت بعضهم فوق بعض اذا اخرجهم يده
 لم يكذب بها ومن لم يجعل الله له نوراً فما له من نور (١٢٢: ١٢٩) افلا تتقون * وهم الذين
 يجادلون في آيت الله (اي احكامه) ليحرفوا مقاصدها ويجادلون بالظن ليدحضوا به العلم
 وليجعلوا يسر لانفسهم ما كرين * فلذلك قال الله فيهم ما يجادل في آيت الله الا الذين كفروا ولا
 يغركم تقلبهم في السالكه كذبت قبلهم قوم نوح والاحزاب من بعدهم وهايت كل امة رسولهم
 ليأخذوه وجادلوا بالباطل ليدحضوا به الحق فآخذهم فكيف كان عقاب ذلك حقت كلمت
 ربك على الذين كفروا انهم اصحاب النار (١٢٩: ١٣٠) وقال ما رسل المرسلين الا مبشرين و
 منذرين والذين كفروا بالباطل ليدحضوا به الحق واتخذوا آياتهم زورا (١٣١: ١٣٦) افلا تعقلون

ولذلك قال في عدم قدرتهم وقلت حيلهم وتوهمهم في الدنيا له دعوة الحق والذين يدعون من دونه
لا يستجيبون لهم شيء إلا كباسط كفيه إلى الماء ليبلغ فاه وما هو ببالغه فاه وما هو ببالغه فاه وما هو ببالغه فاه
الآ في ضلل (١٢: ١٣) افلا تبصرون * فما الكفر الا عدم استيفاءكم في العمل واعراضكم

عن النظم المشوق بل تحرككم من شرككم وعبادتكم اولادكم واهواءكم وشهواتكم
ومن تعبدكم كبراءكم واوليائكم ومن استمساكم باخباركم و
رهبانكم ومن ظلمكم انفسكم من السعي والعمل في الدنيا لتغلبوا

في ان الكفر هو الاعراض
عن الاستقامة في العمل
والاعراض عن النظم
والشوق

ايها الفقهاء المتجاهلون المعاصرون! * وما الكفر الا ضلال سعيكم
في الحياة الدنيا * وحبوط اعمالكم فيها * وسوء بآلكم في الارض * ومتمتعكم كانعام على
ظهورها * وعدم قدرتكم وفقدان حكمكم في هذه * من توهمكم ونقص ايمانكم وسوء
اعمالكم وتعبدكم انفسكم وعبادتكم الطاغوت لو كنتم تعلمون * فانه قال انحسب الذين
كفروا ان يتخذوا عبادي من دوني اولياء * انا اعتدنا جهنم للكافرين نزلا * قل هل ينبتكم
بالاخرين اعمالا الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون
صنعا * اولئك الذين كفروا بايت ربهم ولقايتهم فحبطت اعمالهم راى في الدنيا فلا نفيع
لهم يوم القيمة وزنا * ذلك جزاؤهم بما كفروا واتخذوا التي ورسلهم هزوا * ان الذين
امنوا وعملوا الصالحات كانت لهم جنات الفردوس نزلا * خلد في فيها لا يبغون عنها حولا * (١٢: ١٨)
افلا ترجعون * وقال الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله زدناهم عذابا في الدنيا فوق
العذاب راى عذاب الآخرة بما كانوا يفسدون * (١٢: ٢٠) وقال في بني اسرائيل حين فسدوا
علوا في الارض وافضل الله حكمهم في الدنيا وقضينا الى بني اسرائيل في الكذب لئلا يفسدون في الارض
فترين ولتعلمن علوا كبراءه فاذا جاء وعد اولهما بعثنا عليكم عبادنا اولي باس منكم فجاسوا

خَلَّ الدِّيَارُ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاهُمْ
 أَكْثَرَ تَفْئِيرًا إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لَا تَنْفُسَكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءَ أَسْوَ
 وَجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا عَسَىٰ أَنْ يَرْجَحَكُمْ
 وَإِنْ عُدْتُمْ عَدُنَا م وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ﴿١٤﴾ ١٥-١٨ ﴿١٨﴾ فلا تفتروا على الله كذبًا ولا
 تقولوا إنَّ وعدَ الآخرة لم يَجِئْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَيْسَ وَجْهُ الْكَافِرِ وَبَيَضَ جُوهُكُمْ فَانَّهُ قَدْ جَاءَ كَمَا إِنْ
 وَقَدْ أَسَاءَ وَجُوهَكُمْ وَلَا تَقُولُوا فِي قُلُوبِكُمْ إِنْ الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّذِي هِيَ الْمَسْكَنَةُ أَوِ الْعُمَمُ وَالنَّسَائِمُ
 بِمَكْرِهِمْ قُلْ إِنْ هَذَا الْقُرْآنُ يَهْدِي لِلَّذِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُثَبِّتُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ
 الصَّالِحَاتِ إِنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ﴿١٩﴾ ٢٠-٢١ ﴿١٩﴾ فَيَا أَيُّهَا الْمَفْتِيرُونَ الْمَعَاصِرُونَ! أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا
 تَعْلَمُونَ ﴿٢٠﴾ ٢١-٢٢ ﴿٢١﴾ قُلْ إِنْ الَّذِينَ يَنْفَعُرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يَعْلَمُونَ مَتَىٰ فِي الدِّينِ نِجَاتُ الَّذِينَ
 مَرَّجُوهُمْ ثُمَّ نَنْزِلُ فِيهِمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٢٢﴾ ٢٣-٢٤ ﴿٢٣﴾ وَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ كُمْ
 بِحُدُودِ هَذِهِ الْآيَاتِ وَكَمُتُمْ شَهَادَتَهَا وَمَا قَدْ مَتَمَّ شَيْءٌ مِنَ السَّعْيِ الْعَمَلِ لِتَجْعَلُوا لِنَفْسِكُمْ
 مَا أَنْتُمْ بِالْكَتَابِ حَقِّ إِيْمَانِهِ * بَلْ كَفَرْتُمْ * قَالَتِ الَّذِينَ اتَّبَعْتُمُ الْكِتَابَ يُؤْفِقُونَ بِهِ وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ
 يُؤْمِنُ بِهِ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ ﴿٢٤﴾ ٢٥-٢٦ ﴿٢٥﴾ أَفَلَمْ يَقُلْ لَكُمْ فِي الْكِتَابِ خَلَقَ اللَّهُ
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٦﴾ ٢٧-٢٨ ﴿٢٧﴾ أَوَلَمْ تَتَوَجَّهُوا إِلَى قَوْلِ
 وَاللَّهُ أَحْرَبُكُمْ مِنْ نَبُوءِ أَمْهَلِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ نَبِيَّيَاهُ ﴿٢٨﴾ ٢٩-٣٠ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا
 مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٣٠﴾ ٣١-٣٢ ﴿٣١﴾ وَقَوْلُهُ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا
 يَعْلَمُونَ ﴿٣٢﴾ ٣٣-٣٤ ﴿٣٣﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَالْمَسْكِينُ وَالْمَغْنَىٰ
 تَتَذَكَّرُونَ ﴿٣٤﴾ ٣٥-٣٦ ﴿٣٥﴾ ثُمَّ إِلَى قَوْلِهِ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بِطُلُوحٍ ذَلِكَ ظَنُّ
 الَّذِينَ كَفَرُوا قَوْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ النَّارِ ﴿٣٦﴾ ٣٧-٣٨ ﴿٣٧﴾ فَلَا شَكَّ فِي أَقْدَارِهِ تَعَالَىٰ حَرَضْنَا فِي هَذِهِ الْآيَاتِ

* هذا القول على الآية التي تقدم ذكرها فتدبره * ثم اعلموا أن الآية لا تطلب العلم منها ومن طلب العلم منها فهم الذين آمنوا به وعملوا بها

على استعمال سمعنا وابصارنا وافيدتنا لنرى ملكوته ولنطلب العلم من اعماله من دون الظن و
 لنؤمن بسموته وارضاه وما بينهما اشد ايمانا ولنؤمن بالحق متصرفين عن الباطل فانه قال
 وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٥٢﴾ وقال الَّذِينَ كَفَرُوا
 اتَّبِعُوا الْبَاطِلَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّكُمْ ﴿٣٢﴾ وقال أَفَبِالْبَاطِلِ يُعْمَلُونَ
 وَبِغَيْرِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ ﴿٦٤﴾ فما الكفر الا اعراضكم عن العلم انها الجهلون ﴿٦٥﴾

لتحلقوا قلوبكم دار الذلة والمسكنة بجهلكم ولتنكروا النعم زكروا ولا تقدروها
 حق قدرها وشكرها فانه قال أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَحَرَقُوا قُلُوبَهُمْ
 دَارَ الْبُورَةِ ﴿٢٨﴾ وقال يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يَنْكُرُونَهَا وَكَثُرَ هُمُ

في ان الكفر هو الاعراض
 عن العلم وعن درس
 اعماله تعالى

الْكُفْرُونَ ﴿٨٣﴾ فمن قدر انعم ربه حق قدرها وطلب العمل منها وخاض فيها
 اشد خوصنا وسلك سبل ربه ليدلوم عليها فاولئك هم المؤمنون ﴿٨٤﴾ واولئك هم المفلحون
 في الدنيا اينما تنظرون ﴿٨٥﴾ وما كان لله ان يجيب الذين يطردون انعمه بالاستحقاق او يكرهون
 ما خلق السموات والارض ايها الغفلون ﴿٨٦﴾ فلا شك في انكم في اسلامكم الضالون ﴿٨٧﴾ ومن اعرض
 عن مِكَارِمِ الْإِخْلَاقِ ولم يسع لها سعيها فاولئك هم الكفرون ﴿٨٨﴾ فاقا الايقان بالهوى فقال

إِنَّمَا تَرَكُوا بِإِتِّفَاقٍ الَّذِي كَفَرُوا بِهِمْ لَا يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنْهُمْ ثُمَّ يَقْضُونَ عَنْهُمْ
 فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾ واما الاسراف في المال فقال وَلَا مَبْدِيَّ رَتْبِي

في ان الكفر هو الاعراض
 عن مكارم الاخلاق

إِنَّ الْمُبْدِيَّ كَأَن لَّوَالِئِهِ الْوَالِدُ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ﴿٢٦﴾ وغيرها من
 الأقوال التي لم اذكر هنا من خوف الطوالة فتدبروا ان كنتم قوما يتفكرون ﴿٢٧﴾ ولا شك في انه
 من لم يؤمن باليوم الآخر عملا ومعنا ولم يسع له سعيًا بليغا ولم يهتد به نفسه بل لم يرد الا الحيلة الدنيا
 فقد كفر عند ربه فانه قال مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّشْتَبِهٍ وَالَّذِينَ

كَفَرُوا عَمَّا أَنْزَلْنَا مِنْ مَعْرُضُونَ ﴿٣١﴾ وَقَالَ أَقْتُمُوا بِاللَّهِ جَهْدًا يَبَارِزُكُمْ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَنْ يَمُوتُ
 بَلَى وَعَلَىٰ عَلَيْهِ حَقًّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ لَيَبْيَنَّ لَهُمُ الَّذِي يُخْتَلَفُونَ فِيهِ وَلَيَعْلَمَ الَّذِينَ
 كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَذِبِينَ ﴿٣٢﴾ وَقَالُوا إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ
 بَلْ هُمْ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ ﴿٣٣﴾ ۝ فَاكْفُرُوا أَعْرَاضَكُمْ عَنِ الْإِيمَانِ
 بِالْآخِرَةِ عَمَلًا وَمَعْنًا لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَلَا تَجِدُ أَمِنْ قَوْلِكَ أَمْ تُوَعِّدُونَ
 بِالْآخِرَةِ بِأَقْوَالِكُمْ وَالسَّنَنَةِ وَكَلِمَاتِكُمْ الشَّهَادَةِ فَإِلْقَاؤُكُمْ لَيْسَ شَيْءٌ عِنْدَ اللَّهِ
 يَحِبُّ الْعَمَلِينَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَهُمْ
 مُؤْمِنُونَ ﴿٣٤﴾ ۝ فاعملوا واجهدوا وارجحوا لقاء ربكم واستميتوا الفوزوا في الدنيا فأنه لا
 يكاد ان يغفر لكم يوم القيمة حتى تموتوا جاهدين ۝ وان تشاءون ان تبغوا ولا الله و
 حبه فلا تبغونه ابدا حتى تعرضوا انفسكم عليه وموتوا الموت في سبيله لتكونوا في
 الدنيا من الغلبين ۝ فانه نبهكم بقوله ولنبأوكم حتى تعلموا الجاهدين منكم والصابرين
 ونبأوا اخباركم ﴿٣٥﴾ وقضى الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفا كانوا هم سيان
 مرقصه ﴿٣٦﴾ افلاتنكرون ۝ وان زعمتم ان تصيرون اولياء الله بعمائمكم وسبكم
 اقوالكم او باعتكا فكم في البيوت والمساجد فرارا من الموت فاكرب انكم تعبدون الله وتحبونه
 فساء ما ترمعون ۝ وقد كانت اليهود تفر من الموت مثلكم على هذا تظن بانفسهم ظنونا كما
 تظنون فدعاهم ربهم بقوله يا ايها الذين هادوا ان زعمتم انكم اولياء الله فليبعث الله من دوز الناس فماتوا
 اموت ان كنتم صديقين ۝ ولا يمتنونه ابدا بما قد مت ايديهم والله عليهم بالظالمين ۝ قل
 ان الموت الذي تقررون منه فانه ملفيكم ثم تردون الى علم الغيب والشهادة فينبئكم بما كنتم
 تعملون ﴿٣٧﴾ بل عامر والقي اليكم قولا غليظا بقوله ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما

فان الكفر هو الاعراض
 عن ايمان بالآخرة

يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمُ الصَّابِرِينَ . وَلَقَدْ كُنْتُمْ يَتُوبُونَ الْمُتَوَيْتِينَ مِنْ قَبْلُ أَنْ
تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ . (١٢٢-١٢١: ١٢٢) ﴿١﴾ فَمَا لَنْ مَطْلُوبٌ لَطَالِبٌ وَوَلَدُهُ حَتَّى
لَا حِلَّ لَهُ أَنَّهُ يَعْزُضُ نَفْسَهُ عَلَيْهِ وَيَتَمَنَّى الْمَوْتَ فِي سَبِيلِهِ لَا تَبْصُرُونَ ﴿٢﴾ وَمَا لِي أَحَدًا أَحَدًا
حَتَّى فَتَنَهُ وَعِلْمُهُ أَنَّهُ يَصِدَّقُ قَوْلُهُ بِالْعَمَلِ مِنْ صِدْقٍ فَأُولَئِكَ مِنَ الْمَحْبُوبِينَ ﴿٣﴾ وَلَئِنْ قَالَ
رَبُّكُمْ لَكُمْ احْسِبِ النَّاسَ أَنْ يَمُرُّوا أَنْ يَقُولُوا أَمَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ . وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
فَكَفَعَلْنَا اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَافِرِينَ (٢١٩-٢١٨: ٢١٩) ﴿٤﴾ وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ
إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (٢١٩: ٢١٩) ﴿٥﴾ يُجَاهِدُ لِيُغْلِبَ نَفْسَهُ عَلَى الْعَدَاءِ وَلِيَكُونَ فِي الدُّنْيَا مِنَ
الَّذِينَ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦﴾ فَيَا كِبْرَاءَ الْخَلْقِ مِنَ النَّاسِ اعْمَلُوا وَعَامِلُوا وَاصْبِرُوا
وَاصْبِرُوا وَلَا تَقْرُوا مِنَ الْمَوْتِ وَلَا تَقْنَطُوا ثُمَّ اعْمَلُوا بِأَيْدِيكُمْ وَارْجِلِكُمْ وَتَحَسَّسُوا مِنْ تَمَكُّنِكُمْ مِنْ
الْأَرْضِ وَالْغَلْبَةِ وَالْأَمْنِ الَّذِي سَلَبَكُمْ اللَّهُ بِكُفْرِكُمْ وَلَا تَأْسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَأْتِيَنَّكُمْ رَوْحُ
اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (١١٣: ١١٣) ﴿٧﴾ وَلَا تَطْمِئِنُّوا بِالْكَافِرِ السَّوءِ فِي زَعَمِكُمْ أَنَّهُ سَيَغْفِرْ لَكُمْ فَإِنَّهُ
قَالَ إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِهِمْ غَفَلُونَ
أُولَئِكَ مَا لَهُمْ مِنَ النَّارِ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَتِهِمْ
جُزْءًا مِنْ حَسَنَاتِهِمْ أَلَا تَهْتَفُونَ فِي حَسَنَاتِ النَّعِيمِ (١١٠: ١٠٩) ﴿٨﴾ وَقَالَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ
اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَنْتَهِوْا عَنْ أَنْ يَخْرُجُوا كَمَا يَكُونُ الْكَافَرُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ (١١٢: ١١٢) ﴿٩﴾ وَلَا تَكْفُرُوا بِآيَاتِ
اللَّهِ عَلَاءً وَلَا تَكْذِبُوا بِهَا بَلِ اسْجُدُوا لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْعَلِيِّ وَلَا تَقُولُوا كَمَا كَفَرُوا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا
الْقُرْآنِ وَالْغَوَافِلِ بِهِ رِيفَتُهُمْ وَاحَادِيثُكُمْ وَجَهْلُكُمْ وَأَيُّ طِيلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ (٢١٩: ٢١٩) ﴿١٠﴾ فَالَّذِينَ
كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَئِكَ يَكُونُونَ مِنْ خَسِرَتِي وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابُ أَلِيمٌ (٢١٩: ٢١٩) ﴿١١﴾ وَالْكَافَرُ
هُمُ الَّذِينَ إِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿١٢﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكْذِبُونَ (٢١: ٢١: ٢١) ﴿١٣﴾

وَإِذْ نُنْتَلَىٰ عَلَيْهِمُ الْآيَاتِ بَيَّنَّتْ نَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ يَكَادُونَ يَسْطُونُ بِالَّذِينَ
يَنْتَلُونَ عَلَيْهِمُ الْآيَاتِ قُلْ أَفَأَنْتُمْ تُبْشِرُونَ ذُلَّكُمْ النَّارَ وَعَذَابَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ بَشِّرِ الْمُصْذِرَةَ
(٢٢٢: ٢٢٢) أَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴿٢٢٢﴾ فَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ زَعَمُوا أَنَّمَا اسْبَغُوا الْوَسْطَانِ وَاسْكُتُوا عِنْدَهُ فَلَا
جِبَالَ لَكُمْ إِنْ تَعْرَوْنَ وَامْنُتُمْ بِحَادِلِينَ ﴿٢٢٣﴾ هَذَا بَصَرُ الْبَرِّ مِنْ رَبِّكُمْ وَهَذَا فِي رَحْمَةِ الْقَوْمِ يُؤْمِنُونَ
وَإِذْ أُفْرِقَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٢٢٤﴾ وَلَمَّا اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ
الْحِينَ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا (٢٢٥: ٢٢٥)
أَفَلَا تُؤْمِنُونَ ﴿٢٢٦﴾ وَلَوْ أَنْزَلَ اللَّهُ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ
اللَّهِ (٢٢٧: ٢٢٧) أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٢٨﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ سَأَلُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ
الْفَاسِقُونَ (٢٢٩: ٢٢٩) وَلَا تَقُولُوا لِلْعَابِعِمْ وَمَنْ يَسْتَفْتِيكُمْ أَتَبِعُوا سَبِيلَنَا لَنَقُولُ أَمَّا فَإِنَّهُ
قَالَ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا الَّذِينَ آمَنُوا أَتَبِعُوا سَبِيلَنَا وَلَنَحْمِلَ خَطِيئَتَهُمْ وَمَا هُمْ بِحَادِلِينَ مِنْ خَطِئَتِهِمْ
مِنْ شَيْءٍ ؕ إِنَّهُمْ لَكَذِبُونَ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ أَفَلَا تَعْلَمُونَ أَنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا
يَفْتَرُونَ (٢٣٠: ٢٣٠) وَاهْجُرُوا الشِّرْكَ وَالْكَفْرَ هَجْرًا مَهْجُورًا عَنْ قُلُوبِكُمْ وَعَمْرُؤُا مَسِيحٌ - اللَّهُ
بِالتَّوْحِيدِ وَصَلُوا صُلُوةَ الْجَمْعِ وَالشُّجْرِ وَانْقُوا وَلَا تَسْتَكْبِرُوا مِنَ الْخَيْرِ وَاتَّقُوا اللَّهَ فَإِنَّهُ
قَالَ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكَفْرِ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ
أَعْمَالُهُمْ فِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ (٢٣١: ٢٣١) إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ
وَأَتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَحْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُتَّقِينَ (٢٣٢: ٢٣٢) هَلْ يَنْظُرُونَ
إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنَّى لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ تَهْمٌ (٢٣٣: ٢٣٣)
مَبْلِسِينَ ﴿٢٣٤﴾ فَلَا تَنْظُرُوا بِأَسْبَاطِكُمْ وَلَا تَنْتَظِرُوا أَوْ لَا تَرْتَبُوا أَوْ تَفْرَحُوا بِمَا عِنْدَكُمْ مِنْ
الْعِلْمِ لِأَنَّهُ إِذَا جَاءَ كَمُ الْعَذَابِ فَانْتُمْ لَا تَنْظُرُونَ ﴿٢٣٥﴾ فَإِنَّهُ قَالَ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ

قَرَحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَفْهِرُونَ. فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا
 قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكُفِّرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ. فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا
 سُنَّتِ اللَّهُ الَّتِي قَدْ حَلَّتْ فِي عِبَادَةٍ وَخَسِرَ هُنَاكَ الْكَافِرُونَ. (٨٥-٨٣-٨٢) فَقُولُوا الْحَمْدُ
 لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ. مَلِكُ يَوْمِ الدِّينِ. إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ. اهْدِنَا
 الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ. (١١١-١٠٠)
 وان حُرِّثَ الفاظ القرآن اشدَّ حرثاً او غصتم عنه اشدَّ غصاً ايها المفتيوز المعاصرون
 فلن تجدوا فيه كفراً غير هذا الكفر بالافعال * او انكاراً غير هذا الانكار بالاعمال *
 ولن تجدوا فيه كفراً بالاقوال * او ايماناً بمكر اللسان والكلمات والامال * او اسلاماً بالاعمال
 واللبسة والسر بال * الا الله من جاء بكلمة سيئة تتعمل ليشاكل قوله فعلة ثم استدلم عليه و
 احاطت به خطيئته (٨١: ٢) ومن صرف عن آيات ربه عملاً ومعنى ليشغل عنه بما خلاه تعظيماً وتكرماً
 فقد كفر عند ربه * ولا يكفر احد عند الله حتى بلغ في اشتغاله مبلغ العباداة * او توغل في
 حبه عاكفاً * او تعدى حد الحب ليشرك بالله * فلذلك قال الله عز وجل في النصرتين
 الا قد ميز الذين كانوا يعبدون المسيح اشدَّ عبادة عملاً ومعنى ومعه هذا كانوا يقولون بافهامهم انه ابن
 الله كما يقولون الان رواجاً وعادة: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ
 يَسَى اسْرَأَيْلُ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا وُجِدَ النَّارُ وَاِنَّ
 مَا لَظَالِمِينَ مِّنْ اَصْحَابٍ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللَّهَ ثَلَاثٌ ثَلَاثَةٌ وَمَا مِنْ اِلَهٍ اِلَّا اِلَهٌ وَاحِدٌ وَاِنَّكُمْ
 يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ (٤٣-٤٢: ٥) فما كان قولهم هذا الا ما
 كان يحشونه على عبادة المسيح عملاً ومعنى فاعز احكامه تعالى فلذلك ما اختص عز وجل كلهم بالعذاب
 الا من كفر منهم بالعلل لذلك حتى قولهم المضاهاة بالافواه وقال: وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزِّيْرُ ابْنُ اللَّهِ وَ

وَقَالَتِ النَّصْرَى الْمَسِيحِيَّةُ إِنَّ اللَّهَ ذَاكَ قَوْلُهُمْ بِأَقْوَامِهِمْ يُضَاهِيهِمْ قَوْلُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ فَأَنشَأَهُمُ
 اللَّهُ أَنْ يُوَفَّقُونَ^(٣٠:٩) ومن بعد ذلك قال نظر إلى عبادتهم أفعالهم وعبادتهم في العمل والعبادة
 أحداً أباه بلسانه وحمل هذا الفعل على الشرك بقوله اتخذوا أحوالهم وعبادتهم أرباباً من دون الله
 وَالْمَسِيحِيُّانَ مَنَافِرَهُمَا وَالَّذِينَ يَكْفُرُونَ^(٣١:٩) فَتَدَبَّرُوا
 يَا أَيُّهَا الْفَقَهَاءُ الْقَوْلُونَ[❦] مَا الْكُفْرُ مَا ظَنَنْتُمْ مِنْ أَلْقَائِهِمْ قَوْلًا بَلْ هُوَ مَا أَنْتُمْ تَفْعَلُونَ وَمَا أَنْتُمْ تُكْسِبُونَ[❦]
 وَمَا أَنْتُمْ تَقُولُونَ بِأَقْوَامِهِمْ لَتَفَرَّقُوا بَيْنَ النَّاسِ وَتَخْصِمُوا بَيْنَكُمْ فَصَدِّقُوا شَيْعَا فَرَحِينَ بِمَا لَكُمْ مِنْ قَوْلِ الْكُفْرِ
 كُلَّمَا تَكَلَّمُوا الْكُفْرَ[❦] لَأَنَّهُ مِنْ لَمِ يَتَّصِفُ بِحُجَلِ اللَّهِ وَلَمْ يَصِلْ بَيْنَ النَّاسِ لَمْ يَرِاطِبْ بَيْنَ أَحْزَابِهِمْ فَهُوَ الَّذِي قَدْ
 كَفَرَ عِنْدَ اللَّهِ أَشَدَّ كُفْرًا بَلْ وَلَيْكَ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ بِرِسَالِهِ بِتَوْحِيدِهِ وَبِكُتُبِهِ أَوَّلًا مِنَ الْمُعَذِّبِينَ[❦] فَانْهَ
 مِنْ أَمْنِ بِاللَّهِ وَبِتَوْحِيدِهِ حَقًّا إِيْمَانَهُ فَقَدْ أَمِنَ بِالْإِثْمِ بَيْنَ النَّاسِ[❦] وَهُوَ الَّذِي قَدْ أَمِنَ بِالسَّوَادَةِ وَالْمَصَالِحَةِ وَ
 الْمَوَاحِدَةِ بَيْنَهُمْ[❦] وَهُوَ الَّذِي قَدْ أَمِنَ بِاللَّهِ لَا يَرَى فِي الْعِبَادَةِ الْأَشْيَاءَ الْأَفْتَرَاءَ بَلْ يَرْضَى أَنْ يَكُونَ النَّاسُ قَوْلًا وَاحِدًا
 وَمِنْ أَمْنِ بِاللَّهِ حَقًّا إِيْمَانَهُ فَهُوَ الَّذِي قَدْ أَمِنَ قَوْلًا وَفَعَلًا بَابَ الرِّسَالَةِ قَبْلَهُ وَمِنْ تَهْمِ كِتَابِ أَحَدٍ[❦] بَلْ جَاءَ وَالْيَصْحَاحُ
 بَيْنَ النَّاسِ لِيَرِاطِبُوا وَيَعْدُوا وَجْهًا بَيْنَهُمْ فَيَكُونُوا سَوَاءً[❦] وَمِنْ أَمْنِ بِاللَّهِ حَقًّا إِيْمَانَهُ فَهُوَ الَّذِي لَا يَفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ
 الرِّسَالِ بِلِسَانِهِ لَأَنَّهُ يَجِبُ أَنْ يُوَحَّدَ بَيْنَ تَابِعِيهِمْ بَلْ يَقْصِدُ مِنْ رِسَالَتِهِمْ شَيْئًا إِلَّا الْإِصْلَاحَ وَالْإِتِّحَادَ فَلِذَا تَحَقَّقَ
 اللَّهُ الَّذِينَ يَزِيدُ الْأَشْيَاءَ بَيْنَ النَّاسِ بِأَقْوَامِهِمْ الْوَاهِيَةَ الْكُفْرَ بِحَقِّهَا وَقَالَ إِنْ أَتَيْتُمْ كُفْرًا بِاللَّهِ فَسَلِّمُوا
 وَيُرِيدُونَ أَنْ يُبَيِّنَ قَوْلَ اللَّهِ رُسُلَهُ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُبَيِّنَ قَوْلَ اللَّهِ
 سِينَةً أُولَئِكَ هُمُ الْكُفْرُ وَحَقِّقُوا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُعَذِّبًا وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا
 بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجْرُهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا^(١٥٠:١٥٢) فَارْكَانِ الْقَوْلَ مِنْ
 كُفْرٍ عِنْدَ اللَّهِ فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ تَقُولُوا تَفَرَّقُوا بَيْنَ النَّاسِ[❦] أَوْ تَقُولُوا اتَّخَذُوا[❦] أَوْ تَقُولُوا تَفَرَّقُوا وَتَخْصِمُوا[❦] أَوْ
 تَقُولُوا التَّسَاتُوتُ[❦] وَمَنْ يَقُلْ مِنْكُمْ شَيْئًا مِنْ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ بَيْنَ النَّاسِ فَاوْلَاهُمْ الْكُفْرُ[❦] وَأَنْ كَانَ الْكُفْرُ
 مِنْ أَطْرَافِ اللَّهِ فَهَذَا مِنْ هَذَا الْقَوْلِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمِنْ دُونِ الْمَسِيحِيِّينَ إِنَّهُمْ لَا يَسْمَعُونَ مِنْهُمْ أَيْ يَسْمَعُونَ مِنْ أَجْزَائِهِمْ وَرَبِّهَا مِنْ عَمَلٍ وَمَعْنَى قَوْلِهِمْ وَالْبَاقِي

قول او كلمه عند الله فما هو الا ان تقولوا با فواهم انكم لا تؤمنون بكتب من عند الله غير هذا القرآن • او
تقولوا ان الرسل قد جاءوا من عند ربهم برسالت شئى • لا بالكتب الواحد الذى هو بين ايديكم • وتقولوا
ما كتب الله في الصحف التي جاءوا بها ما كتب الله لنا في القرآن ففقر قوا بين الله ورسوله وتزيد الناس شتاتا لانه قال
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ وَالسُّورَةَ الَّتِي كُنَّا نُنزِلُ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ
بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ يَوْمَ الْأَخِيرِ فَقَدْ حَبِطَ حَبْلُ الْوَيْدِ (١٣٦: ٨) • فما الكفر الا ما ينهكم عن الاتحاد بما
يكفر عن التوحيد بين الناس ايها المتفرقون المشتتون ! فقولوا انما نحن نعبد ولا نعبد الا الله ولا نشرك به شئيا
ولا يتخذ احدا من رسول ربنا لنا تعظيما او تكريما وقلوا انما نحن له مسلمون (١٣٦: ٨) • وما الايمان الا ان تكونوا
عيسويين او موسويين او محمديين خاصة بل ان تكونوا حنفا لله مسلمين له غير مشركين به احدا من العالمين • فقولوا
أَحْمَدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الْحَمْدُ الرَّحْمَنُ مَالِكُ يَوْمِ الدِّينِ إِنَّا إِلَهُ نَعْبُدُهُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ هَذَا الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ صِرَاطُ
الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (١١٠: ٤) •

وما فتمم ما الصراط المستقيم ايها الضالون • بل ما الذي ينعم الله عليكم به ان كنتم به متمسكين •
وما الذي تسألونكم لئلا ونهارا فصولا تكم ازهدكم اليه متغافلين • وما الذي ستمه المتقدمون من العلماء
اضيق من الشعر واحد من السيف في لغتهم وزعم الجهلاء منكم انه معبر على حفرة جهنم لتدخلوا الجنة وتركين على
ظهور غنمكم بقركم فحين • وازار خص الله لكم الجنة بلحومكم ودماءكم ونلتما اجوركم من هذه القبيل فهل نسركم
كل الدين • ام تتخذون دينكم هو اولعبا ايها اللعبون • وما هو الا انكم تتلعبون بانفسكم فما موافقكم
ايها الغفلون • تتجاهلون لتخدعوا الله وما تتخذون الا انفسكم وما تشعرون • فما الصراط
المستقيم ما انتم تجهلون • ان هو الا تعبدكم بربكم في العمل • واعراضكم عن الطاعات والرجال •
واشعاركم انفسكم بالثبوت • وما امتكم عليه بكرة واصيلا • فانه قال ألم أعهد اليكم بيني
أَمْ أَنْ لَا تَعْبُدُونَ الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ • وَأَنْ أَعْبُدُ وَفِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ (١١٠: ٢٠-٢١) •

(البقرة من صفحة ١٣٨) يقولون با فواهم ان السجرات لله او الله هو الله وهذا ما يوافق بقوله عز وجل في آية (١٠٩: ٣٠) فقد برز

وَقَالَ قُلُوبِي هَذَا بَشَرٌ أَلِىَّ خَصِرَاطٍ فَاسْتَقِيمْ ۖ وَبِأَقِيمَ آتَمَلُهُ أَبْرَهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَكَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَبِذَلِكَ

أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝ (١٦٣-١٦٢-١٦١) ۖ وَقَالَ إِنْ أَبْرَهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ

حَنِيفًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۖ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ ۖ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الصَّالِحِينَ ۖ (١٦٢-١٦١-١٦٠) ۖ وَقَالَ

إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ (١٦٣-١٦٢) ۖ وَقَالَ فُتَيْمِلَةُ عَمَلًا وَمَعْنَى

وَالْأَعْرَاضُ عَنْ عِبَادَةِ الطَّاغُوتِ وَأَتَّبِعُونَ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۖ وَلَا يَصُدُّكُمْ الشَّيْطَانُ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ

عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝ (١٦٣-١٦٢-١٦١) ۖ وَمَا صِرَاطُ رَبِّكُمْ السَّعِيدِ إِلَّا مَدَامُكُمْ عَلَى وَجْهِ الْأَمْسَلِ

وَأَعْرَاضُكُمْ عَنِ الْاِخْتِلَافِ وَالْاِفْتِرَاقِ بَيْنَكُمْ وَفِي كِتَابِ اللَّهِ ۖ بَلْ فِي الْكُتُبِ

الَّذِي جَاءَ بِهِ كُلُّ الْأَنْبِيَاءِ ۖ وَأَعْرَاضُكُمْ عَنْ كُنُوفِكُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ ۖ وَالْعَتَمَةُ

بِحَبْلِ اللَّهِ ۖ وَالْأَصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ ۖ فَانَّهُ قَالَ وَمَنْ يَتَّخِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۖ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ ۖ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۖ وَأَعْتَصِمُوا

بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً ۖ فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

فَأَصْبَحْتُمْ بَيْنَهُمْ إِخْوَانًا ۖ وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ

آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ (١٦٣-١٦٢-١٦١) ۖ وَقَالَ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ فَمَنْعَتْ اللَّهُ السَّبِيلَ

مُسْتَقِيمًا ۖ وَمِنْ دَارَيْنِ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيُحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۖ وَمَا اخْتَلَفَ

فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أَزْوَاجُ ۖ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا

اِخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۖ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (١٦٣-١٦٢) ۖ وَمَا

صِرَاطُ رَبِّكُمْ السَّعِيدِ إِلَّا اجْتِمَاعُكُمْ عَلَى نَقْطَةٍ وَاحِدَةٍ وَرُجُوعُكُمْ إِلَيْهَا التَّوْحِيدُ وَالنَّفْسُ وَالتَّخَذُّ وَالْاِجْمَاعُ

فِي أَنْ الْمَدَامَةُ عَلَى
التَّوْحِيدِ هِيَ مَا
عَنِ اللَّهِ بِصِرَاطٍ
مُسْتَقِيمٍ

فِي أَنْ وَحْدَةُ الْأُمَّةِ
هِيَ مَا عَنِ اللَّهِ بِصِرَاطٍ
مُسْتَقِيمٍ

وَجَهْمَةٌ وَمِنْهَا جَاعَ مِنْهَا هِجْرُ اَعْدَاءِكُمْ لَنُظَرَ اِلَى وَحْدَةِ اَمَّتِكُمْ فَانَّهُ قَالَ سَيَقُولُ الشُّكَّاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَهُمْ عَزَّ قِيْلَهُمُ الَّذِي كَانُوا عَلَيْهِمْ اَقْلُ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (١٣٢: ٢) وَمَا صِرَاطُ رَبِّكُمُ السَّتَقِيمُ اِلَّا اِطَاعَتُكُمْ اَمِيرَكُمْ بِالْعَدْلِ

فِي اَن مَادَا مَتَنَا عَلَى
اطاعة الامير و
الجهاد بالسيف
والجهاد بالمال و
الهجرة هو ما عني الله
بصراط مستقيم

وَحُجَّةٌ وَاتِّبَاعُهُ فِي اَيِّ حَالٍ وَاشْكَالٍ وَعَرْضُكُمْ عَلَيْهِ اَمْوَالِكُمْ وَانْفُسُكُمْ بِرَبِّكُمْ بِاللَّسِيفِ مَعَ اَعْدَاءِكُمْ وَجِهَادُكُمْ بِالْمَالِ وَالْهَجْرَةِ لَتَشْتَبُوْا اَمَّتَكُمْ اَشَدَّ تَشَبُّتًا فِي الدُّنْيَا وَلَتَكُونُوا فِيهَا وَفِي الْاٰخِرَةِ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَتَكُونُوا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ * فَانَّهُ قَالَ وَلَوْ اَنَّ كُنْتُمْ عَلَيْهِمْ اَنْ اَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اَوْ اَخْرَجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ اَنَّكُمْ فَعَلُوْا مَا يُوعِظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهٖمْ وَاَشَدَّ تَشَبُّتًا * وَازَّالَ اَنَامِيَهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا

اَجْرًا عَظِيْمًا * وَلَهَدَيْنَهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا * وَمَنْ يُطِيعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَرْحَمُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالشّٰهِيْدَةِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسَنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيقًا * ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا * (٢٢: ٢٧-٢٨) وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ اٰخَرَ فِي اطاعة الامير والافتراق بين الناس و
اعراضهم عن التوحيد عملاً ومعناً وَلَمَّا جَاءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلَآ بَيِّنَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ فِي سَخِرَافُوْنَ فَيَقِيْلُوْنَ فَاَتَقُوْا اللّٰهَ وَاطِيعُوْنَ * اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ * هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ * فَاجْتَلَفَتِ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ قَوْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوا مِنْ عَدَاِبِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ (١٣٣: ١٣-١٥)

فَاِنَّ اَلَا سَتَقَامَةً
فِي الْعَمَلِ هُوَ عَنِ اللّٰهِ
بصراط مستقيم

وَمَا صِرَاطُ رَبِّكُمُ السَّتَقِيمُ اِلَّا اِسْتِقَامَتُكُمْ فِي السَّعْيِ الْعَمَلِ لِنَفْسِكُمْ اَوْ الدُّنْيَا وَصَبْرُكُمْ عَلَى مَصَابِيْكُمْ بِالْحَدِّ وَالْجَهْدِ وَتَوْحُّدُكُمْ عَلَى اللّٰهِ فِي التَّائِبِ وَجِهَادِكُمْ فِي مَا اَصَابَكُمْ اَشَدَّ الْجِهَادِ لَتَكْفُرَ وَاعَنِ اَنْفُسِكُمُ الشَّيَاطِ فَانَّهُ قَالَ وَمَا لَنَا اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰى سَبِيْلَنَا * وَلَتَنْبَغِيْ عَلٰى مَا اَذِيْتُمُوْا نَاوَعِلَ اللّٰهُ فَيَنْوِيْزَ كُلَّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ * (١٣٤: ١٢) وَقَالَ

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾ وقال إِنْ تَوَلَّيْتُمْ عَلَىٰ
رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هِيَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِكُمْ يَادُّنَ رَبِّي عَلَىٰ خُرَاطٍ مِّنْهُنَّ ﴿٧٠﴾ وما هو
إِلَّا غُلَّتْكُمْ عَلَىٰ أَعْدَائِكُمْ وَحَفِظَكُم أَنْفُسَكُمْ مِنْهُمْ لَتَمِيلُوا عَلَيْهِمْ مِيلَةً وَاحِدَةً فَتَقْتُلُوهُمْ أَسْدَثْتُمْ
بِاسْتِقَامَتِكُمْ فِي السَّعْيِ الْعَمَلِ فَاتَهُ قَالَ وَعَلَّكُمْ اللَّهُ مَعَانِيَكُمْ كَثِيرَةً تَأْخُذُ مِنْهَا فَجَلَّ لَكُمْ هَذِهِ وَ
كَفَّ أَيْدِي النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿٧١﴾ وقال تَا
فَعَنَّا لَكَ فِي حَقِّ مِثْقَلِهَا لِيُغْفَرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ
صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿٧٢﴾ وما صار طريقكم المستقيم إلا مدد أوتكم على
مَكَارِهِ الْأَخْلَاقِ وأعرضكم عن الفواحش ما ظهر منها وما بطن واجتنبكم
مناحر الله عليكم من كبائر الآثام صرغاً عما يجر بها علماءكم من الذميمة والمنجفة
والطبيحة متوغلين في ما أنزل الله لقمشوا في مناكب الأرض آمين ﴿٧٣﴾ ولتعقلوا
مستة الله في الأرض وستة من بقي على ظهرها آمناً ولتكنوا في الدنيا ما دمتم غالبيين ﴿٧٤﴾ فانه
عن رجل قال قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي عَلَيْكُمْ الْأَشْهُارَ كَوَائِدَ شَيْئًا وَيَا لَوِ الدِّينُ إِحْسَانًا ۖ وَلَا
تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ أَمَلٍ فِي نَفْسٍ نَزَّرْنَا لَهُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَضَعَتْ بِهِ لَعْنَكُمْ تَعْقِلُونَ ۖ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ
الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَاللِّيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ لَا تَكِلِفُ نَفْسًا
إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدُوا ۖ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَضَعَتْ بِهِ لَعْنَكُمْ
تَذَكَّرُونَ ۖ وَإِنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ
ذَلِكُمْ وَضَعَتْ بِهِ لَعْنَكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥٢﴾ وما صار طريقكم المستقيم إلا دراستكم
أعمال ربكم وتحصيل العلم من صحيفة الله التي عرضها السموات والأرض ۖ ودراستكم أحوال

في أن المدد أوتكم
على مكار الأخلاق
هي ما عني الله بصراط
مستقيم

في اية حصيل العلم
من مطالعة اعمال الله
وانبأه هو ما عني
الله بصراط مستقيم

الطبيعة واحوال مخلوقاتها السفلية لتعرفوهم • ومن عرفهم فقد عرف
نفسه وربه • فانه عز وجل ذكرنا بها خلق على ظهرا الارض من مخلوقاته
الحيوانية • ووحق نسلا وتكوينها من ماء واحد • فخر الانسان
على دراسة احوالها • وحمل مطالعتها على استقامة الصراط وقال والله خلق كل دابة
من ماء • (راى يصدون من اصل واحد) فمنهم من يمشي على بطنه (مثل الحيتان) ومنهم من
يمشي على رجلين (راى الطيور) ومنهم من يمشي على اربعة ركالانعام والانسان) يخلق الله ما يشاء
ان الله على كل شيء قدير (٢٣: ٢٥) وبعد ذلك قال لقد انزلنا آيات مبينات راى الى
تتبين لكم من اين خلق كل هذه فتدسوا احوال مخلوقاته لتعرفوا من انتم انى خلقتم ومن اين
جئتم والله يهتدي من يشاء الى صراط مستقيم (٢٦: ٢٧) فاشعركم ربكم في هاتين الآيتين
بانه خلق كل شيء من ماء واحد واصدا هم من اصل واحد ونسب كما قال الحكماء الغربيون
في توصيفهم مسألة الارتقاء ورضكم على الاعتراف بهذه الحقيقة العجيبة الغريبة
لتعرفوا انفسكم ولتقدروا ربكم حق قدره ولتقدروا عظمته وجلاله ووسعة قدرته وحمل كل
هذه الدراسة على صراط مستقيم • وما صراطكم المستقيم الا طلبكم العلم وتبعية
ما شهدت عليه سمعكم وبصركم وفؤادكم من دون الكذب الظن فانه قال في موضع اخر في
الذين كانوا يتبعون الظن مثلكم في عهد النبي صلى الله عليه وسلم: وما لهم به من علم ان يتبعون الا الظن
وان الظن لا يغني من الحق شيئا فاعرض عن من تولى عن ذكرنا ولم يرد الا السجدة الدنيا
ذلك مبطلهم من العلم ان ربك هو اعلم من كل شيء عن سبيلك (راى صراطه المستقيم) وهو اعلم من
اهتدأ (٥٣: ٢٨-٢٩) وفي موضع اخر قال النبي وان تطعموا اكثر من في الارض يضلوا عن سبيل الله
راى صراطه المستقيم ان يتبعون الا الظن ومن دون العلم وان هم الا يخبر صرون ان ربك هو

أَعْلَمُ مَنْ يُضِلُّ عَنْ صَبَاطِ الْبِرِّ رَأَى صِرَاطَهُ الْمُسْتَقِيمَ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ٥ (١١٨: ١١٤) ﴿ فَمَا
 صِرَاطُكُمْ الْمُسْتَقِيمَ ۝ الْأَخْصِيَامُ الْعِلْمُ ۝ وَتَرْكُكُمْ مَا يَبْعُدُ فِي الْعَادَةِ ۝ وَاتِّخَاذُكُمْ مَا يَجْرِي فِيهَا ۝ وَ
 اسْتِمْسَاكُكُمْ بِسُنَّةِ اللَّهِ الْجَارِيَةِ ۝ وَدِرَاسَتُكُمْ أَحْوَالِ مَخْلُوقَاتِهِ ۝ وَمَعْرِفَتُكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۝ وَغَلَبَتُكُمْ عَلَى
 أَعْدَائِكُمْ ۝ وَتَمَكُّنُكُمْ مِنَ الْأَرْضِ بِوَسَاطَةِ الْعِلْمِ بَلْ تَبَيِّنُكُمْ حِكْمَةً مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ بِوَسَاطَةِ
 التَّوْرَةِ الَّتِي يُصَدِّقُهَا مِنْهُ ۝ وَتَصْدِيقُكُمْ عِلْمَ الْقُرْآنِ وَحِكْمَتَهُ وَمَوْعِظَتَهُ عَلَى النَّصَرَةِ زَيْدِ الْبُيُوتِ وَغَيْرِهِمْ
 مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ بِالَّذِي يَجْرِي فِي الْعَادَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَلَى رِءُوسِ الْأَشْهَادِ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَمَا
 كَانَ لَكُمْ أَنْ تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ فِيهِمْ بِالَّذِي تَتَّامَةُ الْمُتَعَدِّيَةِ الَّتِي تَسْرِعُ فِي إِذْهَانِكُمْ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ۝
 وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُجَادِلُوا أَبْصَرَ فِكْمَ وَفُحُومَ أَوْ شَعْرَكُمْ وَصُنَائِعَكُمْ وَبِدَائِعَكُمْ أَوْ سُبُحَكُمْ وَعِمَائِكُمْ فَاتَّقُوا
 اللَّهَ مَعْضُومُونَ ۝ (١٢٣: ١٢٣) ﴿ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تَمِيلُوهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ أَوْ تَدْخُلُوهُمْ فِي زَمَرَتِكُمْ حَتَّى تَعْلَمُوا
 مِثْلَ مَا يَعْلَمُونَ ۝ وَتُجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مِثْلَ الْجَاهِدُونَ ۝ فَاتَّقُوا مَا يَقُولُونَ لَكُمْ إِذَا جَادَلْتُمُوهُمْ
 بِمِثْلِكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا تَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ٥ (١٢٨: ١٢٨) ﴿ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا
 عَنْهُ ٥ (١٢٨: ١٢٨) ﴿ فَالْمُؤْمِنُونَ هُمُ الَّذِينَ إِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ٥ (١٢٨: ١٢٨) ﴿ وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ
 قَالُوا سَلَامٌ ٥ (١٢٨: ١٢٨) ﴿ مَعْرِضِينَ ۝ يَعْلَمُونَ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ بِالْحَقِّ وَيَفْعَلُونَ مَا يُبْدِي اللَّهُ بِهِمْ
 وَيَتَّبِعُونَ الْعِلْمَ مِنْ دُونِ الظَّنِّ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ مِنْ شَيْءٍ وَلَا تَعْلَمُونَ ۝ بَلْ تَخْشَوْنَ وُجْهَهُمْ وَتَخْشَوْنَ
 فَلَوْلَا يَجْزِي اللَّهُ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِأَحْسَنِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ (١٢٨: ١٢٨) ﴿ وَأَنْتُمْ تَخْلَوْنَ ۝ وَلَوْلَا
 قَالَ اللَّهُ لَكُمْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ ادْعُوا إِلَى سَبِيلِ رَبِّكُم بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلُوا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ
 (١٢٨: ١٢٨) ﴿ أَيْ بِوَسَاطَةِ الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ مِنْ وَنِ الظَّنِّ لِيَعْلَمَ الَّذِينَ أَوْفُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ
 مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ٥ (١٢٨: ١٢٨) ﴿
 وَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ صَلَّيْتُ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ٥ (١٢٨: ١٢٨) ﴿ فَمَا صِرَاطُكُمْ
 ٥ أَلَا شَارِدٌ إِلَى فِرَاقِهِ تَعَالَى وَلَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يَجْزِي الَّذِينَ اسْتَأْذَنُوا بِأَعْمَالِهِمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْحُسْنَى ٥ (١٢٨: ١٢٨) ﴿ هَذَا مَا يَلِيكَ إِلَهًا تَعَالَى فَتَعَالَى

المستقيم الا تعلمكم حكمة القرآن وتبينكم موعظته ايها الغفلون الجادلون: ﴿ بل هو لا
 اجباركم الناس على حقيقته وصدقته وعدله وهدايته ونوره وبنارته ورحمته وحكمته وعظمته
 وشفاءه بعلمكم وشهادكم لا تكذب به يعلمكم لو كنتم تعلمون ﴾ فانه يهدي الناس الى السلم
 والحفظ والامن ليكونوا في الدنيا من الذين لا خوف عليهم ولا هم يحزنون ﴿ وليكونوا في
 الآخرة من المكرمين ﴾ ولما لا يفهم ان نزل الله اليكم كتابا يبدل خوفهم امنا ابدا وبشرهم
 بنعيم مقيم ان يتنموا بعلمكم بل اكرمتموهم بدهانكم على ان يدخلوا في دينكم افواجا ساجدين ﴿
 فانه قال بل هو ايتى بآية في صدور الذين اوتوا العلم وما يحجده بآيتنا الا الظالمون ﴾ (٢٩: ٢٩)
 وبما لا يستسلمون للقران ان يتنموا هم نور لا اكرمتموهم بنبأه وعلمه بعلمكم وبما لا يستجيبون لكم
 ان اخرجتموهم من ظلماتهم وهديتهم بالحق الى صراط مستقيم ﴿ فانه قال في كتابكم ان الله
 انتم خير امة اخرجت للناس قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين ﴿ يهدي الله به الله من الله رضوانه
 سبيل للسلام ويخرجهم من الظلمات الى النور يا ذرية وهدى بهم الى صراط مستقيم ﴾ (١١٥-١١٤)
 يخرجهم من ظلمات الخوف الحزن الى نور السلام الامن بواسطة التوحيد والايان لتكونوا
 في الدنيا من الغالبين ﴿ في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وذلك جزاء المسلمين ﴾ والله
 يدعوا الى دار السلام ويهدي من يشاء الى صراط مستقيم ﴾ (٢٥١: ٢٥٠) ﴿ فاصراطكم المستقيم
 الا ان تسلكوا سبيل المستسلم في الدنيا ايها الهالكون: ﴿ وان تسلكوا ما اوحى الله اليكم من قانون
 مبينين ومصيبين ﴾ فانه قال فاستمسك بالذي اوحى اليك انك على صراط مستقيم ﴿
 (٢٣٣: ٢٣٣) ﴿ وان تشعروا قلوبكم بالايان ولوازمه واعماله وبروح من الله فانه قال لنبيكم
 راذلهم يحط علمه بالقانون الذي يجري في العادة وكذلك اوحينا اليك روحا من امرنا ما كنت
 تدري ما الكتاب ولا الايمان ولكن جعلناه نورا تهدي به من شاء من عبادنا وانك لنهتدي الى

﴿۵۲﴾ وَقَالَ إِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۵۳﴾ وَمَا

انتم بمقبي الصراط او سالكمه حتى تتقوا الله حثفت به بل تفعلوا اعمال الاتقاء التي تقدم ذكرها وحتى

تطيعوا أميركم بل تعبدوا الله عملاً ومعناً فإنه كان نبياً رعيين من أنبياءكم قال لقوا يقوم فاقفوا

اللَّهُ وَاصِعُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوا اللَّهَ خَالِقَ هَٰذَا الْبَاطِنِ وَالْبَاطِنِ ۖ (٣٣-٣٤-٣٥) وَلَنْ

تَشْكُرُوا سُبُلَ رَبِّكُمْ وَأَقِيمُوا صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمِ ابْدَأْ حَتَّى تَقُومُوا بِالسَّاعَةِ أَشَدَّ

إيمانًا وتكونوا شهداء على الناس لها جهادكم في الله أشدَّ جهادًا وحتى تبينوا لهم

بِعَلْمِكُمْ وَعِلْمُكَ إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ ۖ (١٥: ١٠) يَكَادُ يُخَفِّفُهَا اللَّهُ لِلَّذِي كُلُّ نَفْسٍ عَالِمَةٌ بِهَا (١٥: ١١)

وحتى تكونوا شهداء على اعين الناس برهاننا لهم ووليهم علماء عندكم بانكم

لَا تَسْأَلُوهُمْ عَلَى مَا تَفْعَلُونَ لَهُمْ مِنْ أَجْرٍ وَتَوْضُؤُونَ بَأْسَكُمْ تَوْدُونَ أَجْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

فانه كان نبيًا من انبياءكم عيسى قد صار لقومه علمًا ليوم القيمة ودليلاً عليهم بشدة اطاعته و

جهادة في الله وخدمة العباد فاشغى عليه ربه اشد ثناء وقال **وَاِنَّهُ لَعَلَمٌ لِلسَّاعَةِ** فلا تمترؤا

وَمَا وَاتَّبَعُونَ هَذَا جِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَسْلُكُوا صِرَاطَكُمْ الْمُسْتَقِيمَ

حتى تحيوا أنفسكم وتخرجوا قومكم من الظلمات إلى النور (٥: ١٣) وتذكروهم يا أيها الله (٥: ١٤) مثل

مَا فَعَلَ مُوسَىٰ وَتَمَشَّوْا فِي النَّاسِ بَنُو إِسْرَءِيلَ ۖ وَتَشْرَحُوا صُدُورَكُمْ لِلنَّاسِ ۖ وَتَوَسَّعُوا قُلُوبَكُمْ

الجهاد والجهاد لئلا يكون عليكم في دين الله من حرج • مرجز لقاء ربكم الى يوم القيمة • محسنين

نفسكم من إيمانكم بالآخرة • مصلحين عاقبة قومكم جاہدين • فانه قال او من كان ميتا

فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ وَالنَّاسُ كَثُرَ مِثْلَهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ

لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ. وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرَهُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ. وَمَا يَكْفُرُوا إِلَّا

١١٣٣) فما كان هذا إلا من أجل أن الأخت والعملة والاستدراج في الأرض والركن من أن أساطنة الحجاز إلى اليمن، فندوة إلى البحر

شعوبه (۱۳۲) و ما من هذا الخبر الى العهد الا بكونه عليه والاستحسان في الارض والميلين منها بواسطة الاجهاد بالسيف فشد برؤوسهم

لقادى الى كنان نكره صفحه ٢٦٣ للشريخ الزيد.

نقادی الی کتابی تذکرہ صفحہ ۲۶۳ للتشریح الترمذی +

بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿١٢٣: ١٢٢﴾ ۞ فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَهْدِهِ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ
يُرِدْ أَنْ يَضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى
الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَهَٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۚ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۚ لَهُمْ ذِكْرُ
الْبَيْتِ الْعَمِيدِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢٨: ١٢٦﴾ ۞ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْرِفُوا مَا اللَّهُ
وَمَا دِينَ اللَّهِ وَمَا افْطَرَّتْ اللَّهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا حَتَّى تَوَحَّدَ وَالنَّفْسُكُمْ ۚ وَتَصْلَحُوا بَيْنَ النَّاسِ
وَتَسَاعُوا بَيْنَكُمْ ۚ وَتَرَابُطُوا بَيْنَ أَخْبَابِكُمْ ۚ وَتَصْبِرُوا وَتَصَابِرُوا وَتَتَّخِذُوا ۚ وَحَتَّى تَسْتَسْكِبُوا
مِنْ أَمْرِ تَعَالَى عَنْ الظَّوَاهِرِ وَالْمَنَاسِكِ لِمَا تَنَازَعُوا وَتُخْتَلَفُوا بَيْنَكُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ وَحَتَّى تَتَوَسَّعُوا حُدُودَ
الْإِسْلَامِ أَسَدًا تَوْسِيعًا لِلْعُغْلَبِ ۚ فَإِنَّهُ قَالَ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا لَهُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا تَبَارِعُوا عَنَّا
فِي الْأَمْرِ وَادْعُوا إِلَى رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مَقْسُوفٍ ۚ وَإِنْ جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۚ اللَّهُ
يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿١٢٢: ١٢١﴾ ۞ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تَسْلُكُوا
الضَّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ خَاصًّا مَخْتَصًّا الَّذِي سَمَّاهُ رَبُّكُمْ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ
عَلَيْهِمْ (١٢١) ۚ وَالْقُرْآنَ حَتَّى تَفْعَلُوا مِثْلَ مَا فَعَلَ مُوسَىٰ وَهَارُونَ بِقَوْمِهِمَا وَتَنْصَبُوا وَالنَّفْسُكُمْ مِثْلَ مَا نَصَرَاهُم
وَتَنْجُوا قَوْمَكُمْ مِنْ فِرَاعِيْنِكُمْ مِثْلَ مَا نَجَّيَاهُمْ وَتَكُونُوا غُلَبِينَ مِثْلَ مَا غُلِبُوا فَإِنَّهُ قَالَ وَلَقَدْ مَنَّ عَلَىٰ
مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَجَعَلْنَاهُمَا قَوْمًا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۚ وَنَصَرْنَاهُم فَمَا كَانُوا مِنَ الْغُلَبِينَ ۚ وَآتَيْنَاهُمَا
الْكِتَابَ الْمُسْتَقِيمَ ۚ وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۚ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ سَلَامًا عَلَىٰ
مُوسَىٰ وَهَارُونَ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٢٢: ١٢١﴾ ۞ هَٰذَا
هُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ ۚ وَهَٰذَا هُوَ الْهُدَىٰ وَدِينُ الْحَقِّ الَّذِي أَرْسَلَ بِهِ سُلُوكَنَا لِيُظْهِرَهُ
عَلَىٰ الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿١٢١: ١٢٠﴾ ۞ وَهَٰذَا هُوَ صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ
وَالضُّمِدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ﴿١٢١: ١٢٠﴾ ۚ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿١٢١: ١٢٠﴾ ۞ وَ

ان حرمتم الفاظ القرآن اشد حرثاً لنجد افيه الصراط المستقيم غير هذا بل لنجد ولا الا في
 هذه الايات افلا تسمعون ﴿ فبا الصراط الا ان تغلبوا في الدنيا وتمشوا في الارض امنين ﴾
 وما الصراط الا ان تكونوا على في الارض وانتم الاعلى ان كنتم مؤمنين ﴿ (١٣٨: ٣) ﴾ و
 لهذه تركون وتجدون في صلواتكم ايها الساهون! ﴿﴾

فيا ايها المسلمون الغفلون! ما صراط ربكم المستقيم الا ان تستقيموا الى العشرة المبشرة
 من اصول الاسلام لتمشوا في الارض غلبين ﴿ وهذه صراط الذين ينعم الله عليهم في زماننا
 هذا وهذه صراط غير المغضوب عليهم ولا الضالين ﴿ (١١٤) ﴾ يغلبهم ايها المتظلمون ﴿ و
 يمكنهم من الارض ويستخلفهم في منابكها على رغبتهم امنين ﴾ وانتم نسيتم صراطكم ايها الناسيون
 نسيتم ولو تكرروا في صلواتكم مرات مبهلدين ﴿ نسيتم ولو ابتداء الله كتابه به وعرض عليكم
 ان الدين هو ابتغاء نعمته وانما هو هذا وان تبتغوا وجهه لتبتغوا من فضله ورحمته غلبين ﴿
 فمن صرف عن هذه الصراط يحل عليه غضبه وصار من الهالكين ﴿ ومن رغب عنه فاولئك
 من الضالين ﴿ ولو كانوا المسلمين المرتحمين المعاصرين ﴿ وما عفى الله بالنعمة غير هذه
 النعمة ايها الغفلون! ﴿ وان تحرفوا الفاظ القرآن اشد حرثاً لنجد افيه نعمة في غير هذه
 المعاني او نعمة عن نعمة الحيوة الدنيا وما يزرقون ﴿ فلله علمكم رسولكم ان تركوا وسجوا
 لربكم في صلواتكم متضرعين وخاشعين لتلينوا قلب الله لكم فيزيدكم نعمة ورحمة وفضلاً من فور
 فانه قال ولين شكرتم لازيدنكم ﴿ (١١٧) ﴾ وقال وادعوا خوفاً وطمعا ان رحمة الله قريب
 من المحسنين ﴿ (٥٦: ٥) ﴾ وقال فاما الذين امنوا بالله واعتصموا به فسيدخلهم في رحمة
 منه وفضل ويهديهم اليه صراطاً مستقيماً ﴿ (١٤٦: ٣) ﴾ افلا تتدبرون ﴿ فما دعاءكم في الصلوة
 للصراط المستقيم الا ان يغلبكم الله في الدنيا من فور ولهذا تركون ولهذا تجدون ﴿ لتعلموا

الحاقاً كالغفراء واعتصاماً به ولخافوا ان لا يهلكهم الله بها فعل المبطلون (١٤٣: ٤) * فها هذا
 الاية ينكركم بالروح من امره تعالى يوماً فيوماً ويعرض عليكم ليلاً ونهاراً كل ما جاء في
 الكتب المبين * وما الصراط المستقيم الا الله جُمع فيه كل ما كتب عليكم احكم الحكمين *
 ولان لك قال الله لنبيه ولقد اتيتك سبعا من المثاني والقرآن العظيم (٨٤: ١٥) *
 لان المثاني تدرككم بالصراط المستقيم والنعمة وتحذركم بغضب الله والضلالات القلار بينتكم
 بها الصراط المستقيم * وبها النعمة ومنون المغضوبون عليهم ومنون الضالون * ويوضح
 لكم كيف تسلكوا الصراط وكيف تهتدون * وانه لاحد من السيف واضيق من الشعر لو كنتم
 تعلمون * وان ضللت عنه مقدار عرض شعر لكتبتم على وجوهكم في النار انتم والغاؤون * وان
 نسيتم دروسكم يا ثباعتكم جهلاءكم وكبراءكم فزيدكم بركة بعد الا تبصرون * فاذا مات
 رسولكم انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا (١٧٣: ٣) افلا ترجعون *
 وان تكفروا انتم ومن في الارض جميعاً (٨١: ١٣) فان الله غني عن العالمين (٩٦: ٣) * وسيعلم الذين
 ظلموا اي منقلب ينقلبون (٢٢٤: ٢٦) *

فيا ايها المسامون المعاصرون ! الا انتم في اسلامكم الضالون * وفي نعمتكم المغضوبون *
 الا تحبون ان يغفر الله لكم والله غفور رحيم (٢٢: ٣٢) * يغفر لكم ما تقدم من ذنبكم وما تأخر
 ويتم نعمته عليكم ويهديكم الى صراط مستقيم * الم تروا انكم تخطفون عن كل مكان امنين *
 وتسلمون وتفقدون * صافات عليكم الارض بما رحبت (٢٥: ١٩) وانتم غفلون * السارق قد
 ذهب باث بيتكم وانتم نائمون * فهل تتركون في ما ههنا امنين (١٢٦: ٢٦) * بل هل تحسروا
 فيكم من نعمة ومن فضيل ومن رحمة لتزعموا انكم لمنظرون * افلم يهلك الله قبلكم من القرون
 وان هلكوا انهم الدائمون * اخلاق الله السموات والارض لعباً فتسخر وامنه لعبين *

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ * أَمْ كُلُّ هَذِهِ أَمْرُهُنَّ فَيَكُونُ لَكُمْ
 مَا تَشَاءُونَ * وَإِنْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ عَلَيْكُمْ طَوْعًا أَوْ كَرْهًا كُلَّ يَوْمٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَلَسْتُمْ بِمُجْرِبِينَ *
 وَإِنْ كَانَ لِلْقَمَرِ دِينًا وَمُسْلِكًا يَتَّبِعُهُ كُلَّ لَيْلٍ فَهَلْ يُنْصَرِّحُ لَكُمْ كُلُّ الدِّينِ * وَإِنْ تَنْزِيلُ النُّجُومِ
 مِنْ بَعْدِ صُعُودِهَا فِي جِوِّ السَّمَاءِ أَبَدًا فَلَسْتُمْ بِأَفْلِينَ * وَإِنْ لَمْ يَتَبَدَّلِ الْمَاءُ سِيلًا وَإِذَا التَّارُ
 تُشِقُّ وَالرِّيحُ جَرِيَانًا مَنْ أَوَّلَ يَوْمٍ خَلَقْتُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْتَحْسِنُونَ * وَمَنْ يَسْأَلْكُمْ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
 أَنْ تَقْرُونَ كُلَّ مَنْ فِيهِ مَالُهُ فَانْتَبِهْ * مُشْتَغِلِينَ بِمَا عَلَيْهِمْ مُسْتَغْنِينَ * مَدَاوِينَ عَلَى الْجُلُومِ
 وَخَلْقِهِمْ غَيْرَ مُحْوَلِينَ عَوَائِدُهُمْ مِنْ أَوَّلِ سَاعَةٍ فَلِمَا تَزْعُمُونَ أَنْ أَنْتُمْ تُبَدِّلُونَ * وَإِنْ تَقْدِرُوا
 كُلَّ مَنْ خُلِقَ حَقًّا لِلَّهِ فَلِمَا لَا تَرْكَبُونَ * وَلَا تَمِيلُونَ وَلَا تَرْكَبُونَ * فَتَبَارَكَ الَّذِي مَالٌ لِيهِ
 وَلَا يَمِيلُ وَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴿١١٦﴾ * إِلَهَ الْخَلْقِ وَالْأَمْرِ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ
 ﴿١١٧﴾ * وَإِنْ لَا تَسْتَطِيعُونَ أَنْ تَكْسِبُوا هَهُنَا لِنَفْسِكُمْ حَبَّةً مِنْ خَزَلٍ أَوْ مِنْ نَقِيرٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ
 جَهْدِكُمْ بِأَيْدِيكُمْ وَارْحَامِكُمْ فَهَلْ تَشْتَرُونَ جَنَّتَكُمْ بِالْأَقْوَالِ وَالْكَلِمَاتِ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ * أَفَأَعَدُّ
 مِنْ دُونِ اللَّهِ يَأْمُرُ عَلَيْكُمْ هَهُنَا قَبْلَ يَوْمِ الدِّينِ * أَمْ يُبَدِّلُ اللَّهُ عَادَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِيَجْعَلَ لَكُمْ مَا
 تَشْتَهُونَ * أَمْ لَمْ تَعُدْ تَعْنِدِ التَّحْنُ مِنْ عَهْدٍ لَيْزٍ وَجَنَّتْكُمْ بِجُورَعِينَ * وَإِنْ أَعْرَضْتُمْ عَنْ كِتَابِ اللَّهِ
 مَا أَرْسَلَ بِهِ خَاتَمَ الْأَنْبِيَاءِ وَنَسِيتُمْ دَرَسَهُ فَتَعَالَوْا إِلَى الْبَيْتِ الْعَمِيِّ الْمُنِيرِ * يَبَيِّنُ لَكُمْ مَا نَزَلَ اللَّهُ
 إِلَيْكُمْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ * لَتَتَذَكَّرُوا آيَاتَهُ وَلَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ * وَيُوضِّحُ لَكُمْ طَرِيقًا لِدُخُلِهَا فِي
 زَمْرَةِ الْأَحْيَاءِ فِي الدُّنْيَا وَلِتَكُونُوا فِي الْعَقَبِ مِنَ الْمُفْلِحِينَ * وَلَكِنْ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ
 يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴿١١٨﴾ * أَفَلَا تَذَكَّرُونَ * وَمَا أَنَا
 مِنْ نَبِيِّ أَوْعَالٍ أَوْ مَزُولٍ أَوْ فَقِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ وَلَكِنْ أَخْبَرْتُكُمْ لَهَا كَوْنٌ * فَصَبِرْ خَامِسَةَ أَوْ اقْرُبْ مِنْهُ بِالْيَقِينِ
 إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَآمَنُوا وَاتَّقَوْا فَسَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ يَتُوبُ عَلَيْهِمْ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١١٩﴾ * فَاطَّقِ رَبِّي

لسان شرح لي صدق وتباني سما جاء في القرآن العظيم ﴿ فشعت في تصنيف كتابي تِلْكَ كِتَابُ ﴾
 لا بين للناس ما نزل اليهم العشرة المبشرة ﴿ وغيرها من حجة الله البالغة النافعة ﴾ وبينته وعشر
 مجلدات متتابعة ﴿ وابتدأته بهذه الافتتاحية البلاغية ﴾ لا شرع لهم ما عظمة صحيفه الله وما هي
 وما كنت ادمى ما الكتب لا الايمان فجعله ربي نوراً في صدري لارى قومي طريقهم فاتهم قوم
 لا يعلمون ﴿ فتعالوا الى القرآن العظيم ﴿ وتعالوا الى ليلته المبين ﴿ ولا تنظروا الى من قال كل هذا
 بل انظروا الى ما قال فاقنا انا الظالم المخطئ الاثم ﴿ اظلم لنفسي ليلا ونهارا واعبدوا لا بخليل نكرة و
 اصيلا لرفقي ﴿ ولا اعبدوا بى ليرزقنى من لدنه ﴿ واكذب القرآن يوما فيوما ﴿ ولا يستطيعون ان اداوم على
 التوحيد بل صنع لنفسي مكر بعد مكر ﴿ واسارع الى الشرك كربة بعد مربة ﴿ فلا تنظروا الى بل انظروا الى
 ما اقول ولولا افعل شفاوة لعلكم تفعلون ﴿ وقولوا رب اجعل لنا مقيمه ومستقي اليه واجله
 قائله مقيمه وارزقنا من لدنك انك انت خير الرزقين ﴿ ربنا ظلمنا انفسنا ولان لم تغفر لنا وترحمنا
 لنكونن من الخاسرين ﴿ ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا نزلنا والحق علينا اضراما كما حملته
 على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا
 على القوم الكافرين ﴿ ربنا انك التيت فرعون وملاة رينة واموالا في الحياة الدنيا ربنا ليضلنا
 عن سبيلك ربنا اظمس على اموالهم واشد على قلوبهم فلا يؤمنوا حتى يروا العذاب الاليم ﴿ (١٨١:١٥) ﴿
 ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظالمين ﴿ ونجنا برحمتك من القوم الكافرين ﴿ (٨٦:١٥-٨٧) ﴿ ربنا اغفر
 لنا ذنوبنا واسرنا في قلوبنا واغفر لنا وارحمنا ﴿ (١٢٦:١٣) ﴿ واقرع علينا صبرا وثبت اقل منا وانصرنا على القوم الكافرين ﴿
 (٢٥٠:١٢) ﴿ واهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا
 الضالين ﴿ (١:٥-١٠) ﴿

ويا ملوك المسلمين ! ويا اهل القوم الظالمين ! الاتضعون ان يغفر الله لكم

افلم تؤمنوا من بعد ما بينت لكم ههنا بان الاسلام هو النظم والنسق والحدة والجمهه
 والسعى والعمل والقوة والاتحاد والغلبة والامن والاستبقاء من الله
 بل هو في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة * وانما هو هذه * بل كله هذه *
 لا بشئ من دون ذلك * ولا ما يجربه علماءكم الجاهلون * وان هو الا ان تؤمنوا بالتوجه
 لتوحدوا انفسكم * وتصلوا لتنظمو انفسكم * وتصوموا لتصابروا وتصابروا * وتجتوا
 لترابطوا وتحاطوا * وتنقروا لتقووا قومكم وتعاضدوا بينكم طلبين * فما لكم
 لا تؤمنون بالله مواحدين * ولا تصلون منظمين * ولا تصومون مغلظين *
 ولا تجتون مخوفين * ولا تؤتون الزكوة فاعلين بل فتالين * ولا تأخذن
 حذركم لقميوا على اعداءكم ميلة واحدة باذنين * ولا انفسكم لا تعدن قومكم الى الضراط المستقيم *
 فانكم انتم اقرأء المؤمنين * وما لكم لا تؤمنون ولا تصلحون * والذين آمنوا وعملوا
 الصالحات قالهم اجر غير ممنون (٧١٩هـ) * وما لكم لا تواحدون ولا ترابطون لا تشاورون
 بينكم لتقذفوا في قلوب اعداءكم الرعب ولتنشقوا منكم وما لكم كيف تحكمون * وما لكم
 ساء ما تصنعون * فالذين آمنوا امرهم شؤراى بينهم (٣٨١٣٢) واذا اصابهم البغي
 هم ينتصرون (٣٩١٣٢) * وما لكم لا تتخذون منكم اميرا ان الله بسطة في العلم والجسم
 (١٢٤١٣) ليامر عليكم وليقوم مقام الرسول فيكم بالحق علما ومعا لتعصموا به * فالذين
 اعصموا باميرهم واطاعوه حواطعته اولئك هم المفلحون * وما لكم تفرقون دينكم
 بينكم فمنكم شافعي ومنكم حنفي ومنكم حنبلتي ومنكم مالكيون * ووهابيون واهل
 الحديث واهل القرآن وغيرهما يصنعون * وانصتوا انتم كل هذه الاصفياء والابرار
 لتفرقوا دينكم وتشركو بالله فليات شريك من شركاءكم لخالصنا من هذه المصيبة اويا تقا

مجتمعين ❦ فذروا ما انتم عليه واجهروا الشراك والاشتات وقولوا لما نحن مسلمون
 واعصوا الا فتراق اشد محوًا فانه قال ان الذين قتلوا فيهم وكانوا شيعة لست منهم في شيء
 انما امرهم الى الله ثم ينبئهم بما كانوا يفعلون ❦ (١٧٠:١٧١) واعلموا انكم وتعبدون من دون الله
 حصصًا لهم ❦ (١٧١:١٧٢) فهل يحبون ان تدخلوا صفياءكم في النار اذ اخرجون ❦ وارتضوا وتسبحوا و
 تنفخوا وتحموا وتؤمنوا وتشهدوا امثل ما انتم عليه ان ابدلنا يغفر الله لكم ابدلًا ولن يكفر عنكم سيئاتكم
 ابدلًا ما كان لكم ان تفعلوا ابدلًا الا سلام ولو انتم تشبهون ❦ واني لا اخافكم ومن انتم عليه ولكن اخاف
 عليكم عذاب يوم عظيم ❦ لا تكلموا امرأ المسلمين ❦ المرجعون اليهم للهدى والمعوّلين عليهم
 للدين المستقيم ❦ فلتضلوا وازاركم مع اوزار الذين هددوهم بامرهم الا ثقل ما تزررون ❦ و
 عظم ما تحملون ❦ وان ظننتم ان تفعلون في الدنيا باعاضكم عن دين الاسلام وتخلون تفوزون
 بهجركم كتاب الله وبتهوينه ❦ او باعزاكم عن جماعتكم وتشبهكم بقوم آخر ❦ او بتقليدكم سائليكم لا في
 ولا بخليفتكم وعميانا ❦ او باثباتكم طرقهم تضهينها وتشبهينها ❦ او بترككم عصبيّة قومكم وامتكم ❦
 فاعلموا انكم ساء ما تزعمون ❦ وبئس ما تشتررون ❦ ولن تستطيعوا ان تفعلوا ابدلًا الشبهة ابدلًا
 ولو حرصتم كل الحرص فانقلبوا خاسرين ❦ فاعتصموا بحبل الله جميعًا ولا تفرقوا وجاهدوا
 لتظهروا ادينكم على دين التصري ولو كرهوا اجمعون ❦ واغلظوا عليهم اشتد غلظة بل كونوا قوامين
 عليهم رحاء بينكم واذ القيمتهم فضرّب الرقاب حتى اذا اخنتموهم فشدّ الوثاق فاما منابغهم
 واما فداؤهم حتى تضع الحرب اوزارها ❦ (١٧٢:١٧٣) واعلموا انهم يحبون ان يقطعوا ابركم مصابين ❦ فقولوا
 الحمد لله رب العالمين الحمد للرحمن ربك يوم الدين اياك نعبد واياك نستعين اهدنا الصراط المستقيم
 صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين ❦ (١٧٣:١٧٤)

وانا للفتقر الى الله الرحمن

محل عناية الله خان الشرقي

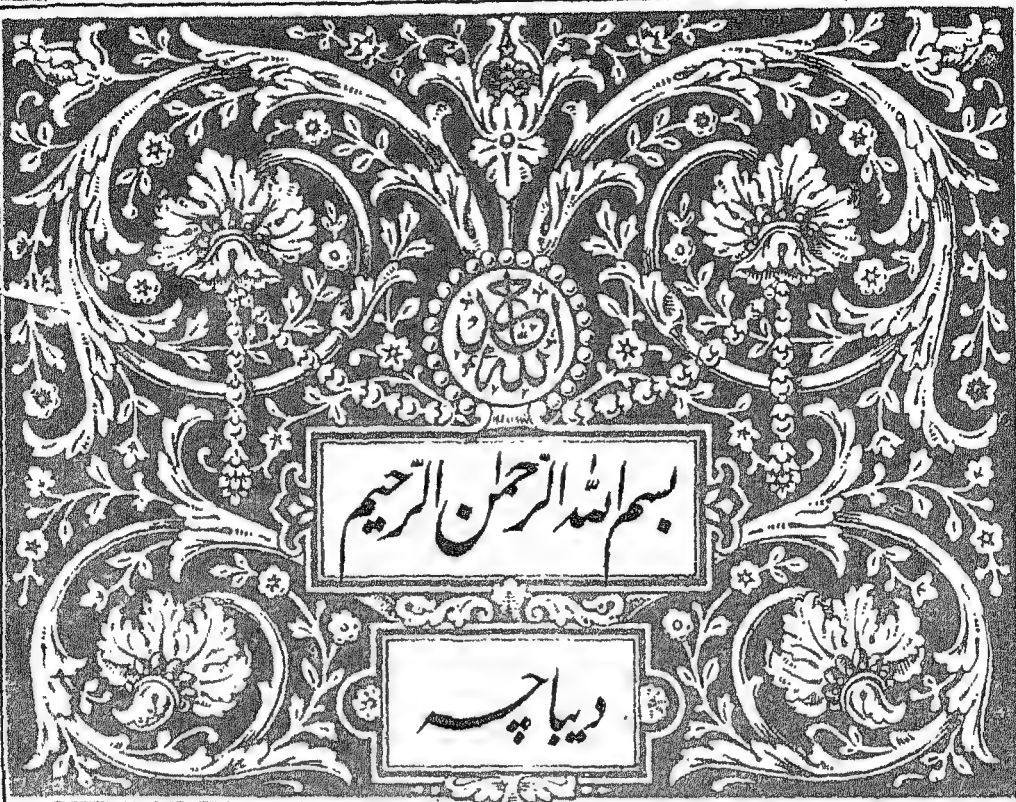
صحب المسلمين ورفيقهم

محمد

ادارة الاشاعة للتذكير

رقمه ببلدة امرت سر الهند

١٠ - رجب المرجب ١٣٣٥ هـ



الحمد لله العالی العظیم * والصلوة علی التبی الکریم * وعلی انبیائہ اجمعین * وعلی من سلك صراط المستقیم

دنیا کی سب مسلم اور مروج اشیا میں سے سب بڑا زبردست ہے۔ یہ پوچھنا کیا ہے؟ یہ جھگڑنا کیوں ہے؟ یہ رسمی عقائد اور شرعی مراسم یہ برہمن کے رشتے اور بت پرست کی مورتیاں، مسلم کی قربانیاں اور ہندو کے چڑھاوے کیوں ہیں؟ گہر کی شعلہ نوازی کیوں ہے؟ عیسائی کا ابن خدا کیا ہے؟ تسبیحوں کے بار، حج کے مناسک، جاترے، نماز، پیٹا، پن، دان، خیرات، صدقات، نذر نیاز، لمبی داڑھیاں، منتشر چہرے، تعویذ، عطباغ، ہون، اشنان، وغیرہ وغیرہ سب مذہبی مراسم مشق و رواج کے وہ اسرار جاری ہیں کہ انکی لم تک پونچھا عوام کے نزدیک کچھ ضرر نہیں باایں ہمہ ہر شخص ان کو نہایت عقیدت اور التزام سے کرتا ہے، انکے سچ یا جھوٹ، روایا اور اہمیت کے متعلق ایک حرف زبان پر نہیں لاتا۔ جاہل اور عالم، کم فہم اور عاقل سب اس مشق نامعلوم میں حصہ لے رہے ہیں، اور ان کو حسب توفیق نیا ہتہ رہنا زندگی کا منستہائے اہم سمجھتے ہیں۔ انسان کی تمام داستان فرض یقین میں، نہیں بلکہ اسکی اکثر روئداد سعی و عمل میں مذہب ہی وہ ہمہ گیر اور خاموش

حامل ہے کہ اس کا حیرت انگیز اثر کم و بیش ہر فرد پر نمایاں ہے؛ اور مذہب ہی وہ بحث ہے منفک حیطہ دلیل سے خارج، اور اب جدی وہ اثر متواتر ہے کہ ہر شخص اُس پر بے چون و چرا قابض رہنا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے۔

تعب یہ کہ مذہب کی طرف اس عام میلان کے باوجود ابتدائے آفرینش سے آج تک قطعی فیصلہ نہ ہو سکا کہ کونسا مذہب سچا ہے، کونسا شارع کائنات کے منشا کے عین مطابق ہے، مذہب کی سچائی کا معیار کیا ہے، نہیں بلکہ خود مذہب کیا شے ہے، اور اس کا مقصود بالذات تعب نہ کیا ہے؟ خود خدا کی ہستی اور اُس کے صحیح منشا کے متعلق آج تک کوئی حتمی اور متفق علیہ دلیل نہیں مل سکی، ہنستہائے حیات کا عظیم بالکل ناتلاش کردہ پڑا ہے، موت کا حجاب کب راب در راب انسانوں کی موت کے باوجود قطعاً ناقابلِ درک ہو! علم حساب کی صداقتوں پر آج سب انسان متفق ہیں، اسکی کسی ایک شق کے بارے میں شائبہ اختلاف پیدا نہیں ہوتا۔ علم الطبعیات کے حقائق پر سارا جہان متحد ہے، اُن کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہے، اُن سے طلب عمل کر رہا ہے، اُن سے نتائج اخذ کر کے قوت کی راہیں پار رہا ہے! نہیں زمین کی محور کی حرکت یا سورج کے اضافی سکون پر بھی سب دنیا بالآخر متفق ہو گئی ہے، سب کے سب عینی شہادت کو فریب نظر سمجھ کر دم بخود ہو گئے ہیں۔ سکون زمین کے متعلق ارسطو کے غلط مذہب کا آج ایک پتہ و نظر نہیں آتا، اگلے وقتوں کے سب غلط علمی نظریے نسبتاً منہ پرچکے ہیں لیکن ہندو اور بدھ اگرچہ بہرین عیسائی اور مسلمان کے درمیان اختلاف بدستور قائم ہے! مذہب کو ساکنان زمین نے کیوں ایسی شے فرض کر لیا ہے کہ اسکی سچائی کے مابین یہ بُعد المشرقین قائم ہے؟ صداقت کی جامع الناس کیفیت کیوں ان سب کو کسی مشترک حقیقت پر جمع نہیں کرتی؟ یہ کیوں ہے کہ سب کی نظروں میں اپنا مذہب سچ ہے اور باقی سب غلط ہیں حالانکہ نظامِ سب کے درمیان تضاد قطبیں ہے۔ اگر سب اپنی اپنی جگہ سچ ہیں تو اختلاف کیوں ہے، اور جب اختلاف قائم ہے تو سچائی کا ادا کیا ہے؟

یہ سوالات ایسے ہیں کہ صاحب نظر انسان کو وحشہ حیرت میں ڈال دیتے ہیں! تاہم نسل انسانی کی اجتماعی بہتری کے لیے اُن کے قطعی طور پر حل ہو جانے کی عالم آراء اہمیت ایسے ہے کہ روئے زمین کی اکثر خونریزیاں، اُسکے سب سے زیادہ ہولناک جنگ، اسکے بڑے سے بڑے محاربے اور مہلتے اکثر اختلاف مذاہب کے باعث پیدا ہوئے ہیں۔ ایک قوم نے دوسری قوم کو اکثر اسی وجہ سے کاٹ کھایا جو کہ اس کا مذہب جدا تھا، اس کا عقائد الگ تھا، اس کا خدا دوسرا تھا، اس کا پیغام بے راہ اور رہنما اور تھا! اگر فی الحقیقت یہ تمام خونریزیاں اور فساد، یہ خانہ جنگیاں اور مجاہدے انسانی رہنماؤں کے ایما اور اُن کے پیغام کے باہمی اختلاف یا بالارادہ تباین کے باعث شروع ہوئے تھے، اور قرنہا قرن تک اسی نمط پر ہوتے رہیں گے تو نسل انسانی کا ایک نہ یک نہ لڑکر کالعدم ہو جانا، یا ابداً اسی طرح پر لڑتے رہنا منشا ہے۔ اس منشا غالب کے ہوتے ہوئے اُن میں باہمی اشتراک و اتحاد محال ہے، اُن کے لیے امن کی مشترک سطح پیدا کرنا امتنعاً طبعی سے ہو۔ لیکن اگر نوع انسانی فی حقیقت ایک ہی نسل ہے، اس کا بے حد ایک ہی، اس کو پیدا کرنے والی محرک طاقت ایک ہی، اگر وہ حقیقت ایک ہی مطلب کے لیے پیدا ہوا اور ایک ہی منشا کی طرف لوٹ رہا ہے تو یہ سب باہمی فساد و غیر فساد ہی ہے، منشا طبعیت کے برخلاف، خود کشی اور استہلاک ہے، ظلم عظیم اور جہالت کی موت ہی!

میر یقین ہے کہ دنیا کے مختلف پیغام بے راہ جہاں سے آئے تھے ایک ہی پیغام لاتے تھے۔ انہوں نے اس کا رخانہ جہاں کو ایک ہی چشم تحیر سے دیکھا تھا، وہ انسان کی حیران کن مخلوق کو ایک ہی مقام بلند سے دیکھ کر ٹپ اٹھے تھے! حیرت کی بکیاں، اور علم و خبر کی سنسنیاں اُن کے بدنوں میں ایک ہی راہ سے داخل ہوتی تھیں! وہ اس سوال میں محو تھے کہ یہ سب کچھ کیا ہے اور کیوں ہے؟ اس محتیت اور عشق کے پردہ شکن غلط راہ میں حجاب آراء حقیقی نے چلن کی آڑ میں جھٹک دکھلائی اور کچھ کھسک بھر اوجھل ہو گیا، لیکن جو کہا وہ سب ایک تھا! نوائے ساز ایک تھی! بوسہ بہ پیغام ایک تھا! چپٹک ناز ایک تھی!

کلمہ راز ایک تھا! جب تک مجسم اسرار لوگ اس دنیا میں رہے اس راز کو برملا کہتے رہے، سولی پر چڑھ
 چڑھ کر اور رسوا ہو کر خلق خدا کو آمادہ عمل کرتے رہے، سب کو ایک نصب العین اور ایک قانون پر متحد
 کرتے رہے! لیکن جب ناحقیت شناس اور ناجلوه آشنا لوگوں نے اس کام کو منہجالاتو لوگوں کو آپس
 میں فکرے فکرے کر دیا، پیغام خدا غلط سن کر اپنے پیچھے صفیں کھڑی کر دیں! آج سطح زمین پر خدائے قادر
 کا مستقامہ عذاب اکثر اسی ضد اور بغاوت سے ہے۔ یہ تنگ نظر فی کی چڑ اور نابلد بینی کی ضد ہی ہے
 جس نے دنیا کو اکثر قضا ب خانہ بنا رکھا ہے اور اگر چندے یہی حال رہا تو نسل انسانی کا خدا حافظ ہے!
 پس مذہب کی ضد فی الحقیقت جہالت اور ناشناسی کی ضد ہے، کم نگہی اور تنگ حوصلگی کی ضد ہے،
 نسیان درس اور انسانیت کی ضد ہے، علم اور نبوت کی ضد قاطبہ نہیں! علم جہاں ہوتا ہے اتحاد و
 اشتراک پیدا کر دیتا ہے، حفظ و امن اور سعی و عمل پیدا کر دیتا ہے، اس کے بالمقابل مخالف کو دم مارنے کی مجال
 نہیں ہوتی، اسکے ہوتے ہوئے جدال ناممکن ہے، شقاق متعذر ہے، جمود محال ہے۔ دو مخالف نسریق
 آج تک اس بات پر نہیں لڑے کہ پانی ستیاں نہیں، آگ ٹھنڈی ہے، یا بوجھل شے آسمان کی طرف گرتی
 ہے ایسے کہ سب کے ان کے متعلق علم ہے، سب نے حقیقت کو برائی لعین دیکھا ہے، سب انکے اثر کو ہر وقت اور
 ہر حال مشاہدہ کر رہے ہیں۔ بعینہ اسی طرح اگر روئے زمین کے تمام مذاہب علم کی کسوٹی پر پرکھے جائیں، اگر
 انکی اصلیت اور تسلیم بھی علم کے معیار پر آزمائے ماکرالم نشر کر دی جائے اگر ان پر سے بھی وہ تمام رسمی خلاف جو جہل
 نسیان سے لوگوں نے ڈال کر ان کی حقیقت کو منہج کر رکھا ہے الٹ دیے جائیں، اور اس مشترک اساس، اس
 حقیقت مجرورہ، اور اس نفس الامری طرف رجوع کیا جائے جو فی الحقیقت ادیان عالم کی سنام اور ان کا
 صدق بیض ہے، جس پر ہر جا اور ہر حال عمل ہو رہا ہے، جسکو ہر شخص سچشم خود دیکھ رہا ہے، جسکو علم نبوت نے
 عیاں کر کے سب کو متفق علیہ کر دیا تھا، تو آج ہی نسل انسانی متحد اور متفق العمل اسطرح پھر ہو سکتی ہے جیسا کہ
 ابتدائے آفرینش میں تھی، آج ہی سب مقاتلے پھر بند ہو سکتے ہیں، زمین کی سب بگڑی پھر بن سکتی ہو!

دنیا کے ہر شعبہ تلاش و تحقیق میں علم کا پردہ کشا اثر انسانی اعمال و آرا پر اس شدت سے مصلح ہو کہ اس کے بعد کم از کم اُس شق میں فستراق معتد ہے۔ علم کا منہائے نظر ہر جگہ ملانا ہے، خلیج فاروق کو حتی الوسع کم کرنا چاہئے۔ مشترک سطح پیدا کر کے سب کو مجبور یقین کر دینا ہے! لیکن شرط یہ ہے کہ علم علم ہوسیع و بصیر کی شہادت ہو، وہی اعتقاد نہ ہو، "فرضی یقین" نہ ہو، دل کو دھوکا نہ ہو اگر یہ بات کسی جگہ حاصل ہو گئی ہے توجیر مقابلہ اور جرثقیل کی طرح سب دنیا اسکے ماننے پر مجبور بلکہ مجبول ہے! ۱۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ پیغام بنفسہ کیا تھا، وہ صدق بیسوط اور نفس الامر کیا تھا؟ اسکی نوعیت کیا تھی؟ اسکا علم کیا تھا؟ وہ کیا تھا جو بن بن کے بگڑا اور جیتک پیغام بر آتے رہے پھر بتا رہا؟ اگر انسان کی حس مشترک اس اہم اور وسیع سوال کو لاگ لپیٹ کے بدون کسی بلند مقام نظر سے حل کر سکتی ہو تو جواب یہ ہے کہ اُس مالک کو کون و مکان اور جہاں پناہ بے نشان نے بے نیازی کی شان میں ان دل باختہ لوگوں سے اگر کچھ کہا تو یقیناً انسان کی اپنی ہی بہتری کے لئے کہا، اُسی کی بہبودی کو پیش نظر رکھ کر کہا! یہی ہو گا اور قطعاً ہے کہ اولاد آدم اس کار گاہ جہاں کے اندر کیونکر رہے؟ اور جو انوں کے بالمقابل فطرت کی یہ اتنی اور جاہل مخلوق کیا کرے؟ اور کیسے چلے؟ وہ کیا ہے جس سے نسل انسانی کو زندگی اس تگاپوسے دامد میں امن حاصل ہو، حفظ و ارتقا حاصل ہو، بقا اور رضا حاصل ہو! یہی اس نبیاً عظیم کا بُت باب تھا جو محکم قضا و قدر کے استثناء علیت سے نبیوں کو ملی، اور یہی سچی نبوت ہو، یہی انتہائے علم و خبر ہے، کمال کشف و انکشاف ہو۔ اس علم کے بالمقابل سب ماسوا کا علم ایچ ہے، سب کمتر معاملوں کی خبر ایچ ہے، علم حقائق الاشیا صفر ہے، علم موالید جہاں ایچ ہے! بڑی سے بڑی اور نفع مند خبر جو انسان کو مل سکتی ہو یہ ہے کہ اس زمین و آسمان کی ملکوت کیا ہے، حکم قضا و قدر کیونکر ہے، الہی فیصلے کس اصول اور قانون کے مطابق ہیں، اُمتیں کیوں فلک الافلاک چرچرھ جاتی ہیں، تو میں کیوں تحت الشرع میں گرتی ہیں، سزا کس معیار کو دیکھ کر آتی ہے، جزا کس دستور کو نباہ کر ملتی ہے؟ یہی وہ مہتمم بالشان سوال ہیں جو نسل انسانی کیلئے موت

حیات کے سوال ہیں۔ ان کے بالمقابل کسی فرد کی بہبودی کا سوال ہیج ہے، شخصی افراط کی تلاش ہیج ہے، انفرادی تفریط کا خیال ہیج ہے۔ جو بات حتمی اور قطعی ہے یہ ہے کہ زمین کا یہ کارگاہ جلیل کمال عدل انصاف چل رہا ہے، صحت اور توازن سے چل رہا ہے، دھڑلے اور تکنت سے، قوت اور زور سے چل رہا ہے۔ سہیں جو بات ہو رہی ہے نقد و نظر سے ہو رہی ہے، انتخاب انتظام سے ہو رہی ہے، نظم و نسق سے اور غور و خوض سے ہو رہی ہے۔ اس کا محسوس چل و چل وہ مالک سمیع و بصیر ہے جو ہر شے کو بغیر تمام دیکھ رہا ہے، پہنائے زمین کو دیکھ رہا ہے، نسل انسانی کو دیکھ رہا ہے، اُنتوں کے اعمال کو دیکھ رہا ہے، افراد کے سعی و عمل کو دیکھ رہا ہے، بددینک کو، کہ دیر کو، شاہ و گدا کو، بالا و پست کو دیکھ رہا ہے، اس منظم اور مضبوط، اس لڑنے لگنے اور صبح حکومت کے اندر استبداد کی بوجھ قطعاً نہیں، قطعاً نہیں، افراط و تفریط قطعاً نہیں، ثواب کی لالچاً نہیں اصلاً نہیں! میرا یقین ہے کہ ملکوت جہان کی اسی اہم شق کا علم سب انبیائے کرام کو ملا، اور اسی آئین جزا و سزا کی خبر انہوں نے ڈنکے کی چوٹ دی۔ انہوں نے انسان کو اس زمین پر خوش اسلوبی سے رہنے کا ڈھنگ سکھلایا، انہوں نے اجتماعی بقا کی راہ دکھلائی، انہوں نے اقوام کے مدوجرز کے اصول بیان کیے حکومت خدا کو ظلم سے قطعاً بری ثابت کر کے دنیاوی سزا کی تعمین کی، اُخروی جزا و سزا کی تبیین کی، افراط کے طرز عمل کو ظاہر کیا، اُنتوں کو راہِ راست پر چلا کر صدیوں تک ممکن اور دوام دے گئے، نافرمانوں کو ان آنکھوں سے سزا ملتی ہوئی دکھا گئے! یہی اُن کا لایا ہوا دین تھا، اور اسی دین (طرز عمل) پر چلنے کا خدا مسمیٰ تھا۔ اگر انسان کے اس دنیا میں چلنے کا فی الحقیقت کوئی مقرر دستور نہیں، اگر اُس کا اس جہان میں طریق عمل سب ان اپنا اپنا سٹاپ اور اثنا سٹاپ ہے، اگر اسکی نسل کے متعلق شادی و غم، عسرویر، سزا و جزا، فنا و دوام کے سب فیصلے کسی صحت اور التزام سے نہیں ہوتے، اگر زمین و آسمان کے اس کارگاہ عظیم میں انسان ہی وہ بدبخت و بدو ہے جس کا اس دنیا میں طرز عمل کسی اصول کے ماتحت نہیں، اسکا کوئی دین مقرر نہیں، دراصل لیکہ ادنیٰ مخلوق حیوانی اور نباتاتی سب کی سب اپنی اپنی راہ اور مذہب پر لگی ہے، مقرر

فرض ادا کر رہی ہے، نہیں، جب سوچ کا دین سے پیرہ لاکھٹنا بڑا کرہ بھی اس شان و اہمیت کے باوجود
 اس صحت اور التزام سے اپنے وقت پر نکلتا ہے، ساکنانِ زمین کو نور دے رہا ہے، کسی نیم نالِ حاکم کے حکم پر
 مجبور ہے، کسی ہیبت انگیز اور لرزہ خیز قانون کو نباہ رہا ہے، اگر یہ اوروں کے حق میں سب کچھ ہو اور انسان
 کے حق میں کچھ بھی نہیں تو اس نیا کے اندر سزا و جزا سب ظلم ہے، شادی و غم ظلم ہے، فنا و بقا ظلم ہے
 شانِ کبریا سے بعید ہے، حکومت کی ساکھ کے خلاف ہے، سنت اللہ اور عادت رب العالمین کی نفی ہے اگر
 اس کا رخانے کی بنا انسان کے حق میں ظلم ہے تو یہ زمین اُس کے رہنے کے لائق نہ تھیں اور اگر عالمِ آراء نے زمین و
 آسمان نے انبیاء کو کم از کم یہ طریق عمل، یہ آئینِ بشر، یہ دینِ متین، نہیں بتلایا تو حقیقت کچھ نہیں کہا!
 پس انسان کا اس دنیا میں صحیح طرز عمل ہی فی الحقیقت اس کا دین ہے اور امتوں کی سزا و جزا کا
 اہل دستور سمجھ لینا اس کا فرض عین ہے، اسی کا علم **علم الاولیاء** ہے، اسی دین کی قطعی ضرورت ہر فرد
 بشر کو ہے، اسی نکل کے مختلف اجزاء و تمام و کمال ہمہ سرانِ جہان مختلف موقعوں پر لائے اور تہذیبوں تک
 لوگوں کو اُس بتائی ہوئی راہ پر چلاتے رہے۔ نیکی اور بدی، سچ اور غلط، راستی اور کجی کا تاثر احساسِ نا بلدا
 حیوانِ ناسا انسان میں اسی علم کے باعث پھیلا۔ وہ اجتماعی خوبیاں اور صلاحِ عمل جو روزِ اول سے ہر زندہ قوم کے
 افراد کی طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہیں، سب کی سب اسی تعلیم سے ماخوذ اور اسی علم کا جزوِ قلیل ہیں۔ وہ اصولِ بقا
 و دوام جن پر سب مرتقی آتے ہیں آج بدرجہ اتم عامل ہیں اسی علمِ جلیل کے بقیہ آثار ہیں! نسبتاً کو فطرت کے اس حکم
 کبرے کا علم ان کی بے مثال بصیرت کے باعث ملا! اس کا رگاہ جہان کو بحیثیت مجموعی اور اجتماعی نقطے پر دیکھ
 ملا! کمالِ غور و انہماک سے ملا! وسیع نظری اور بلند بینی سے ملا! تعلیم کے بامِ بلند، اور تہذیب کے افاقِ اعلیٰ پر
 چڑھ کر ملا! زمین سے کئی منزلیں بلند ہو کر بلکہ **ستاروں** کی حد گاہوں پر پونچھ کر ملا! نہیں، آسمان
 سے اور آسمان پر بسنے والے خدا سے ملا! وحی اور نبوت سے، عجز اور عشق سے، تدبیر اور حکم سے ملا! انبیاء

کی نبوت اُس کے اپنے زمانے میں وہ لرزہ فگن اور سکون برانداز شے تھی کہ جو گروہ اُن کے حلقہ اثر میں آجاتا تھا اُن کے کہے پر یکسر عامل ہو جاتا، وہ رہنمائے جلیل اپنے گردوں شکافِ علم اور سپہمِ عمل سے، اپنی یقین انگیز تعلیم اور جوصلہ افزا تدبیر سے، اپنی پردہ کشائیں و تلقین سے قانونِ خدا اور اُس کے اسن افزا نتائج کو ہر مصاحب کی نظروں میں ڈو اور دو چار کر بیسج عیاں کر دیتا، پھر عالموں کا جم غفیر پروانہ وار اُس کے گرد جمع ہو جاتا، اقلِ قلیل مدت میں وہ اُمت کامیاب اور فائز المرام ہو جاتی، اور سچی عمل کے اس دارالحسنہ میں آئندہ نسلوں کو مدتوں عمل کی راہ دکھلاتی! انسانی امتیں اس الٰہی درس کو بار بار بھولتی رہیں، بار بار اُن کے عزم میں تزلزل اور علم میں کمی واقع ہوتی رہی۔ کچھ مردِ وقت کے باعث، کچھ غلط تبلیغ سے، کچھ ناشناسوں کی کج بینی اور غلط رہنمائی سے، کچھ انسان کے اپنے مکرو تاویل سے، کچھ خوش اعتقادوں کی حُسن نیت سے، کچھ مکاروں کی بدبستی اور نفس پسندی سے لوگ اُس محمدِ خداوندی کو بار بار بھولتے رہے لیکن انبیائے کرام نے پھر ایک ت کے بعد اس سبق کی تجدید کی، قانونِ الٰہی کو دہرا کر پھر عمل پیدا کیا، قرون کے جُبن و انحطاط کو مردی اور بامردی میں بدلتے رہے۔ پہلے سبق میں کچھ اور ہلکا کر ہدایت کو بیش از بیش مکمل کیا، نئے احوال کے باعث نئے اوزار حاصل وضع کیئے۔ پُرانی روشوں کو جسے اصل قانون اور نفسِ دین پر کچھ اثر نہ پڑتا تھا، بے اثر یا غیر ضروری سمجھ کر متروک کر دیا، نئے اور مؤثر طریقے اُس اصل اصول کے لئے اختیار کیئے۔ الغرض جس صورت اور رنگ میں اس تعلیم کا ظہور ہوا، اُنکے ذریعے سے **صل دین** ہی کی تجدید بلکہ تکمیل ہوتی رہی۔ کوئی مخالف راہ عمل، کوئی نیا دین یا جدا نہب دنیا کے کسی نئی نے حتماً قائم نہیں کیا۔ وہ سب کے سب اُس ایک اصل اساس ہی کو اُسی حقیقت مفردہ اور صدق بسیط کو، اُس **دینِ فطرت** اور قانونِ خدا ہی کو باز سر نو عیاں کرتے رہے جو عصیان کار اور فطرت سے باغی انسانی امتیں دس دم بھولتی رہیں، اور دردناک سزائیں پاپا کر ہلاک ہوتی رہیں۔ الغرض انہوں نے اُسی ناقابلِ بدل آئین پر اپنے تمام عقائد کی، اعمال و افعال کی، مراسم و شرائع کی تعمیر کی۔ لوگوں نے بعد میں دینِ فطرت کے ان تمام ظواہر و مناسک جو قانونِ خدا پر چلنے کے صرف خارجی

وسائل تھے، اساس دین سمجھ لیا، فروعات کو عین شریعت سمجھ کر اصل سے غافل ہو گئے، انکی سطحی اور سی
 نباہ پر ہی اپنا سارا زور صرف کر کے نتائج سے بے پروا ہو گئے! ادھر امتوں نے اپنے رہنماؤں سے ذاتی عقیدت
 اور نیاز مندی ظاہر کرنے اور حسب مطلب احکام کو ضرورت سے زیادہ اہم سمجھنے میں ناروا غلطو کیا، ایک پیغمبر کے ظواہر
 و شعائر سے ہٹ کر نئے رہنما کی ملت میں شامل ہونا تو ہیں سمجھا، پھر لوگ نبیؐ کی وساطت سے قانون خدا
 کی تعمیل کرنے، اور اسکو ذریعہ علم سمجھنے کی بجائے اُن کے پیچھے لگ کر فرقہ بندی بن گئے، خدا کو تسلیم کرنے اور
 مُسْلِم بننے کی بجائے موسوی، اور گوتی، عیسائی اور محمدی بن گئے۔ اُسی کو سراہنا، اُن کو اپنے اعمال و
 افعال میں بُت بنالینا جہز و دین جانا، نفعانیت اور ضد کی اس کشاکش میں صلیت سرتاپا مسخ ہو گئی، قانون خدا
 نگاہوں سے اوجھل ہو گیا! مذہب صرف جذبے اثر رسوم اور بے سبب رواجوں کا نام رہ گیا، انکی لم کیسٹ غائب
 ہو گئی۔ ہندو نے گائے کے احترام میں ناروا تو قیل کر کے اُسکی پرستش شروع کر دی، اوصاف خدا کو ظاہری
 اہمیت دینے کے بہانے سے ہر وصف کا علمیہ منظر دیوتا کی صورت میں وضع کیا، عیسائی مسیح کو سچ مچ
 ابن خدا کہنے لگے، مسلمانوں نے دائیوں اور تہمدوں، مسواکوں اور ڈھیلوں کو اسلام سمجھ لیا، یہودی
 تسیحوں کے پیچھے لگ گئے، بدھ چلہ کشی میں محو ہو گئے، گبر نے نور آتش کو خدا سمجھ لیا، پھر حج، جاترے،
 نماز، زکوٰۃ، روزے، برت وغیرہ وغیرہ سب کے سب بے مطلب سوم اور بے نتیجہ شعار ہو گئے، مذہب بے دلیل
 شے بن گیا، ذہن اور منطق سے اسکا کچھ واسطہ نہ رہا، خدا کے بنائے ہوئے آئین عمل اور نبیؐ کے لائے
 ہوئے علم نے خدا کے دیئے ہوئے ذہن کو قطعاً بے دخل کر دیا! آج مذہب اور علم کے مابین جنبتیت،
 اور اُحم عالم کے مابین سب داخلی اور خارجی فرقہ بندی اکثر اسی سیان درس اور غلو فی الدین کا
 نتیجہ ہے!

آج دنیا کے نئے اور پرانے سب مذہب حیطہ دلیل سے اصلاً خارج ہو چکے ہیں، لوگوں نے اُن کے
 بارے میں استدلال کرنا، اُن کی حکمت اور فہم پر غور کرنا، اُن سے نتائج اخذ کرنا، الہامی کتابوں کا بغور تمام

مطالعہ کر کے الٰہی دلیل کی تہ تک پہنچنا کٹھن سمجھ لیا ہے۔ ساکنان زمین کا یقین ہو چکا ہے کہ مالکِ مین
 آسمان کے احکام آنکھیں میچکرانے کے ہیں، اُن میں کوئی دنیاوی حکمت مضمر نہیں، اُن کا کوئی مستقل مطنظر
 نہیں، کچھ دنیاوی پہلو نہیں، کچھ فوری غرض و مطلب نہیں! اس طسستانی جہان اور گارخانہ کائنات کا قہر
 اور گوشہ اُس خلاق عظیم کی حکمت کاملہ اور حجت بالغہ کی روشن دلیل ہے، انسان فطرت کے بحر بیکران سے ہی
 کچھ صدف ریزے چن چن کر بادلوں میں اڑ رہا ہے، زمین پر لکڑی کے گھوڑے اور پانی پر لوہے کے مگرچھوڑا
 رہا ہے، کھرباکی حیرت انگیز طاقت مشرق اور مغرب، شمال اور جنوب کو ایک کر رہی ہے، ہزاروں میل پر
 بھی ہوئی بات چشم زدن میں کان سن لیتا ہے، حرکت، حرارت، نور، مادہ سب اپنی مخفی ممکنات کو عیاں
 کر کے دنیا کو دم بخود کر رہے ہیں، یہ سب کچھ اس خدائے عظیم کے کیئے ہوئے کام سے اخذ ہو رہا ہے مگر اُس کا
 کلام الیاذ بانثد بے معنی ہے، ناقابل التفات ہے، بے نتیجہ اور بے مطلب ہے، اُس میں کچھ علم و حکمت موجود
 نہیں، کچھ خبر و نبوت نہیں! **مغرب** کے دارثان علم بھی آج اپنی تمام تحقیق و تدقیق کو اشیائے فطرت
 کے خواص اور اجسام کائنات کے حقائق کی تلماش میں وقف کر رہے ہیں، وہ اپنا سب زور اسی میں صرف
 کر رہے ہیں کہ اہدیان کا صحیح علم حاصل کریں، اور اُسکی وساطت سے ترقی کے بام فریب پر چڑھیں۔ اُن کا
 علم آج فلک افلاک کی بلندیوں اور تحت الثرے کی گہرائیوں تک ہاتھ پیر مار رہا ہے۔ فطرت کی صحت اور وقت
 اشیاء کی لاستناہی ممکنات اور امن منسہ کیفیات پر اُن کو یہ صبر گسل یقین ہے کہ کائنات کے ہر جز بلا تخریب
 کے اندر انکو ایک پہاڑ پوشیدہ ہونے کا امکان نظر آ رہا ہے۔ وہ اس موشگافی اور دقیقہ آرائی میں عمریں صرف
 کر رہے ہیں، جانیں فدا کر رہے ہیں، حیرت انگیز اضعا فی قوت کی دور بینیں اور خورد بینیں، دقیقہ رس آلات
 اور مینر اینس اس اعجوبہ گاہ فطرت کے ہر ذرے کو بغور تمام پرکھ رہی ہیں، لیکن خدا کے کئے ہوئے الفاظ
 اُن کے نزدیک کچھ لائق التفات نہیں، کچھ قابل تفتیش نہیں، کچھ محمل اور حامل المعانی نہیں، کچھ وقت نظر
 کے محتاج نہیں، کچھ دور بینی اور غور و بینی امتحان کے اہل نہیں! **علم الابدان** سے مغرب کو یہ انتہائی

شنف ہو لیکن علم الادیان کی طرف یہ بے توجہی ہے! نسل انسانی کو چند لمحوں کے لیے قوی تر بنادینا
 اُن کے نزدیک اس قدر ضروری ہے لیکن جماعتی بقا کے لیے محکمہ قضا و قدر کی ٹوہ لگانا کچھ ضروری نہیں
 وہ حفظ و آرام کے فوری سامان پیدا کرنا ناگزیر سمجھتے ہیں لیکن دوام اُمم کے اصول کو نظر انداز کر رہے ہیں
 اشخاص کی نفس رادی صحت کا انکو بے حد خیال ہے مگر اقوام کی اجتماعی موت سے کچھ سروکار نہیں، گھر کی آرائش
 کا یہ خاص الخاص اہتمام ہے مگر گھر میں دیر تک رہنے کا کچھ فکر نہیں! صد ہا امتیں دیکھتے دیکھتے اس روئے
 زمین سے محو ہو گئی ہیں، اُن کے عہد عروج کے حیرت انگیز کارنامے آج صرف افسانوں میں باقی ہیں، ہلاکت
 کا حکم خسروی کئی ایک کے بارے میں نافذ ہو چکا ہے یا ہو رہا ہے، مگر اُن کے اسباب فساد و انحطاط، اُن کے
 اس دنیا میں بُرے طرز عمل، انکے بُرے دین، اور غلط مذہب کا علم حاصل کرنا کچھ ضروری نہیں! **الممانیہ**
 اپنے بے نظیم علم حقائق الاشیاء، فقید المثال عسکریت، اور محسوس العقول قوت هجوم کے باوجود
 حال کے محاربہ عظمیٰ میں شکست فاش کھا چکا ہے مگر اس دہشت انگیز آبی فیصلے کی لم کو جاننا، فریقین کے اعمال
 کی مثل کا اضافی اور مکمل مطالعہ کرنا، انگریز کی مجموعی صلاحیت اور المانی کی اجتماعی عدم صلاحیت کی تہ تک پہنچنا مغربی
 مفتش کی نگاہ میں چنداں ضروری نہیں۔ خود انگریز کا اگلارعب و وقار اسکی اپنی مستعمرات پر چند برسوں
 سے اس تیزی سے مٹ رہا ہے، مشرقی مقبوضات پر اسکی گرفت استعد بے ثبات اور ڈھیلی ہو رہی ہے کہ اتنی
 عجائب نمایوں اور تماشہ آرائیوں کو دیکھ کر بدن کے رونچھے کھڑے ہو رہے، لیکن انگریز کی گمراہی، انس کی
 بُرے راہ روی اور اُسکے غلط مذہب کا صحیح علم رکھنا یا اسکی تدبیری عدم صلاحیت کے باعث کو مدون کرنا کچھ لائق توجہ
 نہیں رہا! کیا انسان کے لیے اس دنیا کی ہر شے کو دریافت کرنا، اُن کی داخلی ترکیب و ترتیب کے درپے رہ کر
 اُن سے طلب عمل کرنا تو ثواب ہے مگر خود اپنے بارے میں اس بات کا علم رکھنا کہ دنیا کے اس ناپید کن محیط اوکا زار
 جہان کی اس حیران کن گادوں میں وہ صحیح حل رہا ہے یا غلط حل رہا ہے، فنا یا بقا کی طرف جارہا ہے، اسکی مجموعی روش
 بعینہ کیا ہو، نکتہ اور اس کیونکر ہو، حفظ و دوام کس طرح حاصل ہو، غالب اور فائز المرام کیسے ہے، فی الحقیقت جرم عظیم ہے

کیا آج مغربی حکیم صرف اس بات پر مطمئن ہو گیا ہے کہ ڈارون کے اپنے زعم میں فیصلہ کن قول کے مطابق دنیا میں اسی گروہ کو بقا میسر ہے جو اصلاح ہے، وہی قائم رہا ہے جو عیشت کے پیہم تنازعے میں گونے سبقت لیجا رہا ہے، اور جب تک مسابقت قائم رکھ سکے بے خوف و خطر ہی؟ کیا بدہیتیات کی اس نادون شق کو مدون کر لینے کے بعد پہلا اور آخری سوال یہ نہیں رہتا کہ اصلاح فی الحقیقت کیا شے ہے، وہ کس نامعلوم ملک کا نام ہے، اس کا مکمل اور صحیح مفہوم از روئے قانون طبیعت کیا ہے؟ بلکہ شرط قضا و قدر کی وہ کتاب تفسیرات کہا ہے جس میں اسکی تعریف لکھی رکھی ہے، جس میں اسکی سبب ثقیں بالتفصیل درج ہیں، جس میں اسکے ہر ممکن کیف حال کو اس طرح پر عیاں کر دیا ہے کہ بعد ازاں غلط عمل اور شک کی گنجائش قطعاً نہ رہے؟ اگر اس بیچ در بیچ سوال کا حل حکماء مغرب کے ایک عام اجلاس میں طے ہونا قرار پائے اور دس میں یا دس ہزار حکیم بھی اپنے علمی تجربہ اور ذاتی تجربہ بات کو ایک مرکز پر جمع کر کے اصلاح کی ایک تعریف وضع کر لیں، اور بعد ازاں تاریخ زمین کو سامنے رکھ کر دنیا کی سب غیر صالح مخلوق اور فنا شدہ اقوام کے نامہ ہائے اعمال کو اپنی وضع کی ہوئی تعریف سے منطبق ثابت کر دیں، تو بھی انسانی قیاسات اور منطقات کی اس دلچسپ اور گراں گزشت میں آخری اعتراض ہی وارد رہے گا کہ اصلاح کی اس سلسلہ تعریف کی اصل اور حتمی سند کیا ہے، اس کے کامل اور حاوی ہونے کی کیا شہادت ہے؟ اسکی اتنی اور کٹری تصدیق کہاں ہے، اس پر محکمہ قضا و قدر کی ٹھکر کدھر ہے، اس پر شخصہ حکومت کے کہاں دستخط ہیں؟ یہ کیا سخن پوین ہے کہ مجرم یا معمول علیہ رعیت کے منہراد کا ایک گروہ خود ہی کتاب تفسیرات کی ایک دفعہ کو لیلے، اور بعد ازاں اپنے چند ایک بہائی بند مجرموں کی روئے ادب سے اس کو سامنے رکھ کر اس دفعہ کی قانونی مصطلحات کی ایک لگتی ہوئی تعریف وضع کر لے، اور تصدیق شدہ ہدایت سے بے نیاز ہو جائے! ایسی ناقص اور خود ساختہ تعریف منشاءے حاکم کو بعینہ کیوں نہاد کر سکتی ہے؟ نہیں، بلکہ حاکم وقت کی غیرت اور قدرت، اس کے علم و فضل، اسکی مصلحت شناسی اور ہمہ بینی کو مد نظر رکھ کر رعیت کا اس تعریف کو حاکم سے

من وعن قبلوا لیسنا کیونکر ممکن ہے؟ پس سزا و سزا کے معیار و سبب کی کامل تعیین حاکم اعلیٰ اور مقتن اول ہی کر سکتا ہے۔ یہ اسی کا منصب ہے کہ مصلح حکومت کو پیش نظر رکھ کر ایک قانون بنائے، اور پھر اس قانون کی جس طرح پر مناسب سمجھے تشریح و تبیین کر دے، اسکے بنانے کیلئے اسالیب عمل مقرر کرے، جو وضع کرے دس پچاس بلکہ سو قدم آگے کو دیکھ کر وضع کرے، جو کئے اس میں رعیت کی دائمی بہبودی نظر ہو، چین اور آرام پیش نہاد ہو۔ نابلد اور کوتاہ نظر رعایا کا مقام نہیں کہ ایک لامتناہی وسعت اور ناپیدائنا علم و خبر کے بالمقابل اپنی محدود نقد و نظر کے مست رفتار گھوڑے دھڑائے، یا حاکم کا صحیح اور مکمل غدیہ محکوم کے وقتی اور مقامی احوال کو دیکھ کر اخذ کرے۔ اس طریق استقرار و استنباط سے جو کچھ اخذ ہوگا اقلًا مکمل ہوگا، اکثر قیاس رائے ہوگا، تخمین و گمان ہوگا، اٹکل کے لگ بھگ ہوگا، وہ علم و ثبوت کے بلند مقام تک ہرگز نہیں پونچ سکتا، گو کہ مجوزین نے اپنے زعم میں اسکی اکثر بنا مشاہدے اور تجربے پر رکھی ہو اور سب نتائج حوادث خالیہ یا احوال جاریہ کو دیکھ کر ہی مرتب کیوں نہ کیے ہوں۔ *

میرا یقین ہے کہ انسان کو وحی کی ضرورت اُسکے اسی مفتقر اور محتاج ہونیکے باعث سے ہے، کم نہیں اور کوتاہ نظر ہونیکے سبب سے ہے، تنگ فہم اور نارسا ہونے کی وجہ سے ہے۔ نہیں، بلکہ علم الابدان کے مبادیات کے بعد انسانی راہ عمل اور دین کے علم حلیل کی ابتدا یہیں سے ہے! کائنات فطرت کی اس ناپیدائنا کثرت و فضا میں جہاں جہاں انسان کا بدنی علم پونچ رہا ہے اسکو بالآخر اسواختیر کے کچھ ہاتھ نہیں لگتا، وہ آنکھیں پھاڑ چکا ہو دیکھتا ہے مگر آخر کار رہ جاتا ہے، کان لگا لگا کر سنتا ہے مگر سٹپٹا جاتا ہے، وہ سمجھنے کی سعی بالابطاق کرتا ہے مگر پھر کچھ نہیں سمجھتا کہ وہ خود کیا ہے اور کہاں سے کہہ کر کو جا رہا ہے! ایسے گارخانہ چین اور سختی زار عالم میں جہاں اسکو ابھی اسسما اور ابدان سے پوری واقفیت نہیں ہوئی، جہاں اسکو زمین سے نزدیک ترین سیارے تک کی مخلوق کا حال معلوم نہیں ہوا، جہاں وہ زمین کی مخلوق کا صحیح اندازہ کرنے میں حاوی ہونے کا ادعا نہیں کر سکتا، وہاں اسکا انسانی اہتوں کے بقا و فنا کی خفیہ مسئلہ پر حاوی ہو جانا از بس متعذر ہے! اقوام عالم کے بارے میں وہ سب

تذہیر اور جو محکمہ قضاوت در اکثر اوقات ہزاروں برس میں کرتا ہے، جس کا سبب بے کشادہ عاجز اور ہچمپیہ ز
انسان کے دست نارسا سے ختم ہوتا ہے، جس کے دریائے علم و اہمیت میں انسان یا اس کے رساترین ذہن کی ہستی
ایک تھکے سے زیادہ وقت نہیں رکھتی، جس کے صحیح بے پایاں کی ہولناں ذریعوں میں اس کی بڑی سے بڑی
اُزنت پرواز گس سے زیادہ بلند تر نہیں ہو سکتی، ایسے تدبیر امر کی کہ نہ وہ اہمیت دریافت کر چکے لیکن انسان کے
ظاہری اور باطنی حواس اور یہ اقل قلیل علم ان میں عاجز نہیں، اس کے لئے کوئی یقینی استقصا بے سود ہے،
استقرار عیث ہے، استنباط محال ہے۔ انسان اس دنیا کے اندر اپنی بہتری کے لئے سب کچھ کر سکتا ہے، اپنے
استعمال کے لئے ہر شے مستحق کر سکتا ہے، موالید و عناصر کو اپنا طبع بنا سکتا ہے، آب و آتش پر، بر و بحر پر،
بالا و پست پر قابض ہو سکتا ہے، اپنے حواس ظاہری کو اشیائے فطرت کی مدد سے بیدار و دور رس
کر سکتا ہے، لیکن اپنی موت و حیات کے سوال کو اس تھوڑے سے علم کی مدد سے آپ حل نہیں کر سکتا
اس کے کل قانون کا علم لامحالہ اس قدر نواز اور غریب پرورد خدا کی مومہیت کی برہی ہی ہو سکتا ہے جس نے
اس زمین و آسمان کو پیدا کیا، اس سے کمزرات کی طرف سے اس کا اذعان ہونا محال ہے، جس قوم کو نعمت غیر مشترکہ
ماہل ہو گئی ہے، اور جو قوم اس قانون کو دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت فی الحقیقت سمجھ کر اس صحیح معنوں میں عمل پیرا
ہے وہی صالح ہے، وہی نورا اور ناز قابل ضرر ہے، وہی دائم اور قائم ہے، اسی پر زمین و آسمان کے دروازے
بلاشبہ کھل چکے ہیں اور جب تک اس صحیح عمل سے یک سرہ تفاوت اور تجاوز نہیں ہوتا اس دنیا میں پیچوف
خطر ہو کر رہنا اسی کا حصہ ہے!

مغربی حکمائے کلام وحی کو قطعاً اس نظر سے نہیں دیکھا جیسا کہ اس کا حق تھا۔ وہ ادیان عالم کے باہمی تضاد
اور اصولی تضاد کو دیکھ کر اس سے یکسر متنفر ہو گئے، وہ اقوام جہان کے اس کے متعلق مضحکہ خیز عمل کو دیکھ کر ہنسنے لگے،
جو دیکھا اس کے متعلق کھنکھار دیا، جو پایا اس سے فی الجملہ خاموش اعراض کیا، تین خداؤں کا ہونا اور پھر ایک کا ہونا،
خدا کے ہاں بیٹے کا پیدا ہونا، اس کا چند سپاہیوں کے ہاتھ سے مصلوب ہونا، اس کی عدالت پر متکثر خدا کا

بندوں کو اپنے غیظ و غضب سے بچانے کیلئے کاٹھ کی سولی پر جان دینا، اسکا ٹروہ ہو کر جی اٹھنا، اس کا بن باپ کے
 لیکن ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا، ہندو کا ایک حیوان کو خدا سمجھنا، پتھر کے اپنے ماتھے سے تراشے ہوئے بتوں
 کے آگے ماتھا ٹیکنا، دریاؤں اور آبِ رام فلکی کو خدا سمجھنا، گبر کا لگ کے سامنے سجدہ کرنا، مسلم کا خدا کو مٹھ سے
 ایک ایک پتے رہنا، کلمے اور لاول پڑھ پڑھ کر جنت کے حقدار بننا، قرآن کا ایک ایک حرف پڑھ کر دس
 نیکیوں کے مستحق رہنا، پیروں کی پرستش، قبروں کی زیارت، پھونکا پھانکی اور استنجاؤں کو دین سمجھنا وغیرہ
 وغیرہ، فی الحقیقت ایسی مضحکہ انگیز، ناکار برآر اور بے دلیل باتیں تھیں کہ ہر سلیم الذہن شخص کو ان سے اعراض کر لینے
 سوا چارہ نہ تھا۔ انہوں نے فسادِ عقل کے اس تمام کدِ بستانِ اعتقاد میں نہ علم دیکھا، نہ سمجھ بوجھ کی شہادت
علمِ فطرت کی حقیقت کشا، نفع مند اور نتیجہ خیز تعلیم کے ہوتے ہوئے ان کو حالت کی ان فہمہ خیز
 کار فرمایوں میں نہ مسلم کی اقوال ہی توحید پسندی نہ عیسائی کا قبیلہ ساز شرک! وہ اسی دھن میں
 لگے رہے کہ اعتقادات کو یکسر خیر باد کہہ کر قیسیات کی طرف اپنی ساری توجہ صرف کر دیں اور مذہب کے اپنے
 دائرہ تحقیق سے یکسر خارج کر دیں! یہ دلیل کہ ایک خدا کی طرف سے ایک بنی نوع انسان کی طرف ایک لاکھ پیغمبر
 کی وساطت سے بھیجا ہوا پیغام بھی ایک ہی ہو سکتا تھا بجائے خود اس قدر کارگر تھی کہ عیسائی اور ہندو اور یہودی
 اور مسلمان کی اپنے اپنے مذہب کی سچائی کے متعلق ایک ہزار دلیلیں بھی اُسکے بالمقابل جتنا نہ ٹھیس سکتی تھیں، لیکن
 انسانی ابداع و اختراع کی اس ظلمت انگیز دروغبانی میں مغربی عالم نے اس امر کی طرف توجہ نہیں کی کہ طوطا
 علم کا فرض نفسِ حقیقت اور اصل پیغام کی طرف متوجہ ہونا ہے، عوام کی اس پیغام کے بارے میں بنائی ہوئی
 محبت سے اُسکو چنپ داں بحث نہیں۔ یہ سوال کہ کیا سب ہنایانِ خلق اور اجلۃ الناس جو اپنی مدۃ العمر میں
 عمل کے بعد خلق خدا کو ایک راہ پر لگا گئے تھے، جو اپنی دھن کے اس قدر پکے تھے کہ گروہیں کٹوا گئے مگر اپنی بات کو
 نہ چھوڑا، کیا یہ سب العیاذ باللہ جھوٹے اور دغا باز جاہل تھے؟ کیا ان کا تانا ہوا سب تانا کمزور فریب کا جال ہی تھا
 جو لوگوں کو بھانسنے کی غرض سے بچایا گیا تھا؟ کیا ان سب کو نفس نے اس قدر دھوکا دے رکھا تھا کہ دھوکے میں

جیتے رہے ، دھوکے میں کتے رہے ، دھوکے میں قوموں کو فلاح و امن کے فلک الافلاک تک پہنچا گئے ،
 اور دھوکے میں مر گئے ؟ یہ سب سوالات بذات خود اس نمط کے تھے کہ ادنیٰ تا ثل کے بعد مغربی مفقش کو ان کے
 لانے ہوئے نفس پیغام کی طرف متوجہ کر نیکیے لیے بس تھے ، اور یہی تلاش وحی کی سچی ترغیب تھی ! کیا موسیٰ
 فی الحقیقت ایک بے علم ، بدحواس ، اک دھنا اور مختل الحواس مجنون تھا جو فرعون کی طاغوتی حکومت کے برخلاف
 برسوں تک علانیہ برسرِ پیکار رہا ، جو اپنی بے سرو سامانی کے باوجود علی الاعلان اُسکو ہلاکت کا اٹل پیغام سناتا
 رہا ، جس نے ڈنکے کی چوٹ اُسکو اور انکی قوم کو عذاب کی دھکیاں دیں ، جو عذاب کو انکھوں سے اتا ہوا دکھا
 چل نکلا ، اور بنی اسرائیل کے ایک جم غفیر کو خدائے مصر کی سب نہاں دانی کے باوجود بے آبِ رزق جنگل میں
 لیجا کر چالینس برس تک ڈیرہ ڈلے رہا ، اور بالآخر اس خشتِ پزاور ننگے اور سیاہ بدن پر چمڑے کے گڈے سے
 ہوئے کوڑے کھانے والی قوم کو بادشاہ بنا کر چھوڑا ! کیا علیہ السلام و صل ایک مرتجان و مرنج ، ایک ساؤ
 لوح اور خالی الذہن ، ایک نیا و ما فیہا سے نابلد اور بھیڑوں کا چرانے والا گڈیا تھا جس پر صیر و روم نے فترا
 اندھکر اُسکو سلطنت کا باغی اور واجبِ قتل ترار دیا تھا ، جکے ساتھ ساتھ محکوم یہودیوں کو خوش کر نیکیے
 بہانے سے حکومت وقت کے خفیہ کارندے لگے رہتے تھے جو انکی دن بھر کی کار گذاری روزِ نامچوں کی صوت
 میں پہنچاتے تھے ، اور جسکی بابت ایک سرکاری کارکن نے بادشاہ وقت کو اطلاع دی تھی کہ "اسکی سخیہ انکھوں میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق حال میں ایک عجیب و غریب شہادت دستیاب ہوئی جو اس اولوالعزم نبی کی حیثیت کو صحیح طور پر سمجھنے میں بہت کچھ مدد دیتی ہے۔ یہ شہادت ایک لوح کتوب میں درج ہے جو حضرت کے ایک ہم عصر اور واقعہ صلیب کے عینی شاہد نے اپنے سلسلے کے احباب کو مصر میں لکھا، اور جو سکندریہ کے ایک پُرانے مکان میں ٹک جیش (دالی سینیا) کی ایک تجارتی شرکت کے رکون کو دروازہ سیاحت میں ملا۔ حکمتِ تبارک و تبارک یہ مصر نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ یہ پُرانا مکان زمانہ قدیم میں اسیری فرشتہ کا مسکن تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علمائے فطرت کا ایک مقتصد، باخدا اور باطل خفیہ گروہ تھا۔ اسی مکان کے اندر اس فرشتے کا اواجی کتب خانہ بھی تھا اور یہ پتھر پر انسی کتب خانے کا مقبرہ جو لوح و لفظ بظاہر غیر مشکوک اور اصل ہے۔ آج یہ لوح فری میں من جماعت کی وساطت سے المانیہ (جرمنی) کی ایک علی انجن کے قبضے میں ہے۔ اور چونکہ اسے اندر حضرت عیسیٰ کے صلیب پر جان دینے اور تمام عالم کے گناہوں کے کفارہ ہونے کے عیسائی عقائد کی تقلید ہوتی ہے۔ ایسے عیسائی پاجھیوں کی دست و پست فی الجملہ معذور ہے۔ مکتوب میں راقم نے اس امر کو درج و عرض کیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کے معصوب ہو چکے وقت عیسیٰ شاہد تھا، حضرت کو یہود کے سامنے پلاطوس حاکم کیلیل کے سزوان کے مطابق صلیب دی گئی۔ لیکن چونکہ یومِ بہت کی رات ہونے کی وجہ سے اُن کو سر شام چند گھنٹوں کے بعد صلیب کے اتار دیا گیا اور اُن کی ہڈیاں ہی نہیں ٹوٹی گئیں، اس لیے وہ مرے نہیں اگرچہ یہود کو اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ مر گئے ہیں اور یہود اسے بھی اس امر کی تصدیق کر دی تھی۔ جلد و سپاہیوں کا حضرت عیسیٰ کے بدن میں بچھ کر چھوٹا اور اس سے خون اور پانی کا کھلنا بھی اس کا نادرہ ثبوت ہے۔ اس امر کی تصدیق کر کے حضرت واصل مرے نہیں تھے۔ لیکن یہ کہ کو مانا ہو گیا تھا کہ وہ مر گئے ہیں۔ وقرآن مجیم میں اس واقعہ کی حیرت انگیز نظر تصدیق ہوتی ہے۔ اور یہ مورس کے بعد اس کا ایک ہم عصر شہادت سے مصدق ہونا صاحبِ نظر کے لیے قرآن کے انسانی کلام میں نہونے کی ایک بہترین دلیل ہے، وَ قَوْلُهُمْ لَا تَمْلِكُنَا لِلسَّحَرِ عَيْنٌ إِنَّ مَرْئِمَ رَسُولِ اللَّهِ وَمَا قُلُوهُ وَمَا صَلُّوهُ وَلَكِنْ نَسِيتُ الْهَوَىٰ وَارْتَأَيْنَ الْإِنِّ احْتَكَمُوا فَبِئْسَ لِقَیِّ شَائِرِ قَدَرٍ مَا كَلَّمَهُمْ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا أَيْتَامَ الظُّلَمِ وَمَا قُلُوهُ يَحْيٰیٰ ۙ (النملہ)

ایک ہیئت اور خوف نظر آتا ہے، اسکی آنکھیں آفتاب کی شعاعوں طرح روشن ہیں، ان کا نور ایسا تیز ہے کہ اسکی وجہ سے ممکن نہیں کہ کوئی شخص اسکے چہرے کو نظر بھر کر دیکھ سکے۔" تحصیل علوم میں شخص سارے شہر پر ظلم کیلئے تعجب اور حیرت کا منظر ہے۔ اُس نے بظاہر کہیں تسلیم نہیں پائی لیکن بے غل و غش تمام علوم جانتا ہے، "اکیا پھر علیہ الرحمۃ و السلام جیسا با کمال شخص جسکے رہی پیروں کی تعداد آج دنیا کے سب سے اور پرانے مذاہب کے ماننے والوں سے بڑھ کر ہے اور جسکی نام لیا اُمت کا حتم غیبر اسوقت باشندگان زمین کی نصف تعداد سے کچھ ہی کم ہے، جس نے کیشن کی بے راہ رو اگیتا کو بھولی ہوئی اُمت کو صدیوں کے بعد روحانیت کا زلزلہ انگیز سبق دیکر پھر زندہ کر دیا تھا، فی الحقیقت ایک چمک اور نفس کش، ایک خشک مغز اور سیوسٹ آگین اہری تھا جس نے تحت سلطنت کولات مار کر باشندگان زمین کو راہ راست پر لانیکے لئے وہ اندوہناک مشقتیں جھیلیں کہ سطح زمین کیسر کپکپا اٹھی، قرونوں تک اس لرزش کا اثر چارواںگ عالم میں باقی رہا اور صدیوں تک

(دقیقہ صفحہ ۱۶) راقم مکتوب اس امر پر زور دیتا ہے کہ نقاد میں حکیم نے جو سیری فرمے کا ایک اعلیٰ رکن تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مناسب علاج سے یوسف کے باغ قبر میں اچھا کیا، وہ تیسرے دن اسی جسم بدن سے اٹھ کھڑے ہوئے اور باوجود انہماکی نقابت کے اپنے حواریوں سے لئے وغیرہ وغیرہ جو فرشتے سفید لباس میں اس اشار میں لائے گئے انہیں قہر کی مخالفت کرتے رہے وہ بھی اسیری فرمے کے خفیہ قربان بن گئے جو ان کی تیار داری پر تعجب کیلئے تو راقم کتاب کے یہ خیال سے لکھا گیا ہے کہ وہ اختلاف جو حضرت کی وفات کے متعلق عوام میں چرکیا ہے اور جس کی وجہ سے طے طرح کے اور نام باطلہ اور خرق عادت کے فتنوں جہلا میں پھیل گئے ہیں وہ دہو جانیں، قرآن الکریم اخذ کلوا فیہ لعلیٰ تلتوا فیہ ذلک جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔

لیکن اس حکایت سے قطع نظر جسکے جزئیات کا انہیں کے بیان سے حیرت انگیز طور پر ظاہر ہے جو متعلق سبق اس مکتوب سے اخذ ہوتا ہے یہ ہے کہ یہ اسیری فرمے جس کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مقتدر رکن تھے۔ علم حقائق الاشیاء میں حیرت انگیز طور پر مہر اور قانون فطرت سے بڑا خبر گزرتا تھا۔ خدمت عباد کے عمل کا جزو اعظم تھا۔ روئے زمین کے ہر قریب میں اس کے راز سے موجود تھے۔ ان کے باضابطہ اجلاس ہوتے تھے کسی برس کے سلسلے میں عمل اور علمی محاذوں کے بن ایک شخص کو اسکا کئی اعلیٰ مقاصب ہوتا تھا۔ اکثر باطل لوگ اس خفیہ اخوت کے ساتھ ہمدی رکتے تھے خود پلاطون اسکی طرف مائل تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کو سبت سے ایک نئے پہلے صلیب دینا اور ان کی لاش کا یوسف کے سپرد کر دینا بھی اسکو جو سبت تھا۔ اگرچہ اس فرمے کا بظاہر ادعا یہی تھا (امدیہ مکتوب بھی اسی پر زور دیتا ہے) کہ حکومت وقت کی سیاسیات میں دخل نہ دے مگر قانون فطرت سے باخبر اور صاحب علم ہونے کی وجہ سے حکومت اس زبردست اخوت سے ہر دم خوفزدہ رہتی تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام سے خوفزدہ رہنا چنانچہ ہیرو جوس تھا۔ صلیب سے لے کر فنا میں ہی جو پانچویں پلاطون نے حکومت وقت کے ایما سے جاری کیا حضرت پر غامدی، مغربی علی اللہ اور کتاب ہونیکے علاوہ باطنی حکومت اور پیری قوانین و آئین کے دشمن۔ ۵۔ نے کا الزام لگایا تھا۔ اور صلیب کی اہلی وجہ ختمی بھی ہی محکوم ہو دیوں کو خوش کرنا اسقدر ضروری نہ تھا۔ علاوہ ازیں عوام میں مسیح کے دیادہی بادشاہت کا کوئی شک

انسانیت کے چہرے کے موم نگہ پر چہرہ کا مصلحت ہے جو ہر صاحب نظر پر عیاں ہے۔ اسی مکتوب میں درج ہے کہ مسیح علیہ السلام نے ہماری ہرست مصر کی طرف کوچ کرنے اور عوام کی نظروں میں فرشتوں کی سمیت میں بادلوں میں غائب ہو جانے سے پہلے حواریوں کے سامنے کہا کہ میرا کام یہ ہے کہ تم لوگ اکی باوشاہت زمین پر قائم کروں، چنانچہ یہ روحانی بادشاہت کا قیام ہی قصہ روم کو چین سے سٹو نہیں دیتا تھا۔ اسی ہزاری پھر فرشتے اپنے طے کے حواریوں کو حکوم فطرت کا آخری سبق دیا۔ علم تحت امراض، علم نفس غواص معذنیات و نباتات و ادویہ، علم تربیت حیوانات اور علم ترقی و معیات کے (سراسر سکھانے، علم معاشرت کے اصول نکٹن کیے۔ کئی دن تک تعلیم دیتا رہا۔ فرقہ سیری کے لوگوں نے شکار گاہ کو کہا کہ تمام دنیا میں پہل جاؤ۔ ایمان پر ثابت قدم رہو اور دنیا کو ایک اخوت میں جکڑو۔ مگر یہ کہ بعض مہموں اور ست الٹ گزرنے کے لوگ جواب بھی دینا میں سب طرف نظر آتے ہیں (مثلاً سیاستی فرقہ ہندوستان میں) اسی اسیری فرمے کا ایک نتیجہ ہوں جاگزیہ مکتوب پہلی جگہ اس امر کی روشن شہادت موجود ہے کہ لکھا کہ قانون مذہب کے لئے اہل علم و تحقیق کے لئے کے لئے علم سے تھے، اسی پر باخیر ہر ناجائز موت جو نہیں بلکہ اس پر غرت انگیز سبق جو ہر کو کھنٹ عیسیٰ کی موت ہی، اسی مذہب کے مطابق واقعہ یعنی حقیقت کی بات ہے، اسی واقعہ کی کچھ کچھ باتیں ہیں۔

لوگ اُس سے متاثر ہوتے رہے! نہیں، کیا وہ سالارِ نبیاء اور ختمِ رسل **محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام** جسکے آسمان شگاف علم و عمل کو دیکھ کر رحمتِ ایزدی کا موسلا دھار مینہ روئے زمین کو ابد الابد تک تربہ تر کرتا رہے گا، جسکے قانون بقا و فنا کی نیلین کو پا کر بزبحر اور شمس و قمر اُس پر سلام بھیجتے رہیں گے، جسکی قوت تغیر و انقلاب کا اندازہ کر کے مسخام کو کندن بننے کی دائمی آرزو رہے گی، کیا وہ سرورِ عالم فی الحقیقت ایک گنج نشین اور کلی پوش، ایک بی علم اُمی اور نارازدان زاہد، ایک نماز گزار متوکل اور فادہ کش متقی ہی تھا جس نے ایک اقل قلیل مدت میں عرب کی بے نام و نشان اور جمود زدہ قوم سے علم و عمل کے وہ آتشیں ثور سے اکنافِ عالم میں رواں کیے کہ دنیا ہمیشہ تک اُن کے کارناموں کو سن کر سر و ہنسا کرے گی! کیا یہ سب کبرائے خلق اور پیشوایانِ زمان العیاذ باللہ چھوٹے تھے؟ کیا انکی دی ہوئی تسلیم میں کوئی شے فی الحقیقت آموز اور تہیج خیز نہ تھی؟ کیا انکی اس دنیا میں مہتمم بالشان کامیابی، کروڑ در کروڑ ساکنانِ زمین کی اُن سے صدیوں تک عقیدہ مندی، اُنکے لگائے ہوئے پودوں کا اس قدر پھیلاؤ، انکی پیدا کی ہوئی تحریک کا اس قدر دوام و استقامت خود اس امر کی دلیل نہیں کہ یہ لوگ فطرت کے محکمہ تدبیر میں قضا و قدر کی سبت و کشاد کے مستقل کارندے تھے، وہ ملکوتِ زمین کے متعلق الکی تجویز کے مقرر شدہ کارکن تھے کیا آج ایک یاڈل یاڈل ہزار بڑے سے بڑے طبعی حکماء اور فلسفیوں کی مجلسِ بیسیوں برس کے متفقہ سعی و عمل سے ساکنانِ زمین پر وہ تسلی اور اجتماعی اثر، وہ ذوقِ یقین، وہ لطفِ اعتقاد، وہ حرکت اور تموج، وہ بات پیدا کر سکتی ہے جو ان رہنمایانِ زمین میں سے کسی ایک فرد نے پیدا کی؟

میر تقی میر ہے کہ یہ اولو العزمی اور کامیابی ہی بہ مثالِ شخص کو اس طرف توجہ کر دیتی ہے کہ ہم سمجھیں کہ وہ کیا پیغام تھا جو یہ بزرگ اعمال اشخاص لائے، کس مضبوط پناہ پشت پر انکی یہ مثال جساتیں تھیں، وہ کیا اور **سیدنا محمد** صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ گروں شگاف طاقت انکو بے کسی اور مخالفت میں بے خوف و خطر بولنے اور بے دھڑک عمل کرنے میں اس قدر ذہنوں میں کیا تجویزیں بن رہی تھیں، کیا علم تھا، کیا کاشفِ غطا **یقین** تھا، کیا عینی شہادت، اور براہِ راست تصدیق تھی کیا لائحہ عمل اور صراطِ مستقیم تھا، وہ کیا تھا جس کی بابت ایک اولو العزم پیغمبر نے کہہ دیا

کہ ”میں نے سمجھ لیا اور راز کو پالیا“ اور جب کو پیش نظر رکھ کر عرب کا آخری پیغمبر بول اُٹھا کہ ”اگر سورج میرے
ایک ہاتھ پر کھدیا جائے اور چاند دوسرے ہاتھ پر تو میں اپنی بات سے باز نہ آؤں گا“ لہذا آفریش سے آج تک
حکماء گندے ہیں انہوں نے اس رازدروں کو بہ تمام و کمال سمجھنے میں کوئی قابل ذکر کوشش نہیں کی، اور باوجودیکہ
ہر نبی نے کم از کم اپنی مدت حیات میں اس اسی سبق کو لوگوں پر دوا و دواچار کی طرح روشن کرنے میں کوئی
دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہوگا لیکن وہ کیفیت اور ماحول جو انہوں نے ہمصر امتوں کے افراد میں پیدا کیا تھا
خود اس قدر ناممکن البیان را کہ بسا اوقات پہلی پشت ہی اس تخیل کو اگلی پشت تک صحیح و سالم پہنچانے میں ختم
ناکام رہی۔ یہی وجہ ہے کہ جب اصلیت نظروں سے اوجھل ہو گئی تو ناشناس لوگوں نے مذہب کو وہ کچھ بنایا
جو وہ آجکل ہے بلکہ اسکی اصلیت یہاں تک مسخ کر گئے کہ پرنے خط و خال کا پہچانا قطعاً محال ہو گیا۔ ویدوں اور گیتا
کی صحیح تعلیم کے متعلق تحقیق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اسکا صحیح اثر کتنی دیر تک ہندومت میں برقرار رہا مگر اسلام
کے بارے میں جو مذاہب عالم میں سے سب سے زیادہ یہیے و ثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ عرب کی امت اسلام کے
آئی اور نبوی تخیل پر فلسفہ برس سے زیادہ قائم نہ رہ سکی! خلفائے راشدین کے بعد جو عروج مسلمانوں کو نصیب ہوا
وہ صرف اُس آئی دین کو جسے جتہ یاد رکھنے کا نتیجہ تھا لیکن تشریف ساری سبق کا ایک اہم حصہ اُس وقت وہیںوں قطعاً
نکل چکا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری غالب ہے کہ اُسکے آئی تخیل کو سرے سے اخذ ہی نہ کر سکے ہوں، اُن کا
بہت جلد اپنے نبی کی ناروا تعظیم یا پطرس کا اُسکی ناروا تکفیر میں مشغول ہو جانا ہی اس دامانگی کی صحیح دلیل
ہے، مگر پطرس کی استقامت اور عیسائیت کا بعد از وقت فروغ ایک حد تک اس امر کی تائید کرتا ہے کہ پیغام
خدا کا وہ اہل دین جس کو عیسیٰ علیہ السلام دیتے دیتے اور نتائج کا انتظار کیے بغیر چل بے تھے، کم از کم پطرس
نے صحیح طور پر جذب کر لیا تھا۔ بدھ مذہب کو ہندوستان میں بے انتہا شوکت نصیب ہوئی تھی لیکن آریوں کے
اپنے صدیوں کے بھولے ہوئے سبق کو دہرائینے اور بدھوں کے دوسری پشت میں ہی اُسکو بھول جانے نے اُس
شوکت کو جلد تر تباہ کر دیا، اور بالآخر اس عظیم الشان مت کا اثر بھی ساکنان زمین پر فی الجملہ جلد ناپید ہو گیا۔

آج اگرچہ تمام علمی دنیا ان پیشوایان مذاہب کی عظمت کی اعتقادی طور پر خاموش قائل ہے لیکن انکی تعلیم ان کی عظمت کی ماہیت، انکے علم کا صدق، بیط ماہر علم جدید کے دائرہ تحقیق و بحث سے اس قدر خارج ہے کہ وہ دیکھتا، سنا دے، تورات، انجیل، قرآن وغیرہ وغیرہ سب مقدس کتابیں محکمہ علم و تحقیق جدید کی مینر پگھلی ہونے کی بجائے اسکے عجائب خانے میں بطور ایک تاریخی تیرک کے لپیٹی پڑی ہیں، مغربی حکیم انکی طرف تاریخی ندرت اور غربت کی نظر سے دیکھتا ہے، اُن کو ایک کونے سے اٹھا کر دیکھتا ہے اور باہت سیاط تمام پھر لپیٹ کر کھڑکھٹاتا اس میں شک نہیں کہ علم کی مذہب کی طرف سے یہ تمام بے رخی اُسکے دائرہ تحقیق و تحقیق سے خارج ہو نیکے عام یقین کی وجہ سے ہے۔ اگرچہ یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نبی کی ہم عصرا مت ہزار نے اپنے پیشوا کی دی ہوئی تعلیم کو اس قدر برحق، اس قدر مدلل، اس قدر رسا، اور بلحاظ نتائج اس قدر نفع مند، روشن اور بین یقین کرتی رہی ہے کہ آفتاب کی کرنیں اور مہتاب کی شعاعیں بھی اُسکے بالمقابل وہ نور وضیعا نہیں رکھتی تھیں، اور انسانی سعی و عمل کا دستوبھی روز اول سے ہی رہا ہے کہ کوئی شخص کسی امر کے متعلق دس قدم اٹھانا گوارا نہیں کرتا جب تک اُس دس قدم اٹھانے کی دلیل شمس و قمر کی طرح سامنے موجود نہ ہو اور نتائج عین یقین سے نہ دیکھ لیتے جائیں، تاہم مذہب کی حقیقت کو مسخ کرنے والی ناشناس اور نااہل، بے عمل اور جمود زدہ خوالف امتوں کا عقیدہ کبھی رہا ہے کہ مذہب کے بتائے ہوئے اصول کسی دلیل کے متحمل نہیں، اُن میں استدلال کرنا یا عقل کو دوڑانا شرعاً ناجائز ہے، انکی سب باتیں باطل طبیعی اور فوق الدلیل ہیں، اسکے متعلق تدبیر کرنا الحاد و کفر ہے یہی خیال کسی نہ کسی رنگ میں حکمائے مغرب کو بھی تحقیق مذہب کے باز رکھتا رہا ہے اگرچہ اس سے باز رہنے کی وجہ یہ اوپری دلیل اور اعتقادی شان ختم نہ ہو لیکن ان امور کے علاوہ جو اہم مشکلات اس راہ میں عصر جدید کے واژین علم کو پیش آتی رہی ہیں، یہ ہیں کہ اُن کے پاس ختم کوئی ایسی آسمانی کتاب موجود نہ تھی جو انسانی تصرف اور تبدل سے کامل طور پر محفوظ رہی ہو۔ تورات، زبور، انجیل سب کی سب موجودہ حالت میں اپنی اصل زبانوں سے مجزؤ شدہ ہیں حتیٰ کہ اُن کے اصل نسخوں کے متعلق یہ بھی معلوم نہیں رہا کہ وہ کس زبان میں تھے، اور مطالب کا وہ ناقابل

فساد جو ترجمے اور بالخصوص لفظی ترجموں سے پیدا ہوتا ہے منشاءً وحی کی صحیح صلیت تک پہنچنے میں سہ
 اسکندری کا حکم رکھتا ہے۔ ایک توفیق تحریر بجائے خود کسی شخص کے حقیقی خیالات اور ان کے صحیح کیف کو ادا
 کرنے کا از بس ناقص اور نامکمل منظر ہے اور نبی کی آسمان سے لائی ہوئی وحی بسا اوقات امر و نہی کے صحیح کیف
 حال کے ادا کرنے میں اسی وقت اور صوری رہ گئی ہے جب اُس لرزہ فگن انکشاف کو لوگوں کی عام ہدایت کیلئے
 معرض تحریر میں لایا گیا ہے، لیکن بعد ازیں اگر اصلی مصنف کی وہ نص مبین بھی انسانوں کی مدد سے ترجمہ و ترجمہ
 کر دیجائے تو حقیقت کے جس جزو صغیر کا اُس ترجمے میں باقی رہ جانا ممکن ہے، ظاہر ہے۔ اکثر اور صحیفے بھی جنگی
 بابت انسان کا ادعا ہے کہ وہ آسمانی تھے اسی تحول و تبدل میں نیسا مٹیا ہو گئے، ان کے مطالب اور مفاد
 محرف ہو چکے ہیں، الفاظ بدل چکے ہیں، کتابت کی غلطیاں، مطالب کی نا فہمیاں، ذاتی اغراض و مفاد،
 زمانے کی دستبرد وغیرہ وغیرہ سب کے سب ان کی صلیت کو چپانے میں مؤید ہوئے ہیں۔ روئے زمین کے
 آسمانی کتب خانے میں لے دیکر صرف ایک قرآن ہے جو سب انسانی تصرف سے محفوظ رہا ہے، ان میں ایک
 حرف کے برابر یکس تبدیلی نہیں ہوئی، الفاظ کی ترتیب میں، آیتوں کے الفاظ میں، سورتوں کی آیتوں میں
 یہ کتاب بعینہ وہی ہے جو پیغمبر آخر الزمان نے دنیا کو دی۔ کوئی تساہل، کوئی کوتاہ نظری، ہر دیانتی، یا
 غرض مند ہی اس کو پہلے دن سے نقل کرنے میں نہیں ہوئی، نہیں بلکہ اسکے ایک پرانے نسخے کے متعلق جاڑ
 انکشاف جو حال میں ہوا ہے اُسے حکماً اور علماً ثابت کر دیا ہے کہ یہ وہی ہے جو پہلے تھی، وہی ترتیب ہے جو ایک
 دفعہ مقرر ہو چکی تھی۔ وہی نص ہے، وہی الفاظ ہیں، سینوں کے جوف میں ہے تو وہی ہے، اور کاغذ کے
 میدان پر ہے تو وہی ہے!

ایسی محفوظ اور مصون کتاب کے مضامین سے مغربی حکیم اگر چاہتا تو بہت کچھ اخذ کر سکتا تھا، اُس کو کم از کم
 ایک مذہب کی صحیح اساس قرار دے سکتا تھا، ایک مستقل اور قائم مذہب کی صلیت تک پہنچ کر اُس کو روضہ

۱۰ ایک نامعروف الاسم ازنی عیسائی (رونگا نام) نے مال میں قرآن حکیم کے ایک پرانے نسخے کے بعض فقرہوں کا انکشاف کیا ہے جو بعینہ وہی ہیں جو آج کل سناج ہیں +

کی طرح سچ یا غلط ثابت کر سکتا تھا۔ ایک سے فلغ ہو کر پھر انہی اصول پر اور مذاہب کو لے سکتا تھا، اور اس طرح پر دنیا میں مذہب کے معرطیم کا پول کیسے کھول کر سب کو ایک حقیقت کے لئے پر متفق عمل یا ایک کذب عظیم سے متنفذ کر سکتا تھا، جو ثقیل یا علم حساب کی طرح سب تفرقوں کو مٹا کر دنیا میں ایک عصبت، ایک مت، ایک امت، ایک اخوت قائم کر سکتا تھا، نہیں بلکہ ابد الابد تک مذہب کے متعلق سب جھگڑے، سب جنگ جمل، سب نیریزیا سرے سے محو کر کے دنیا کا باو آدم بدل سکتا تھا۔ اس طریق عمل سے مذاہب عالم کے شرعی رہنماؤں کا تعصب بھی ایک بیک بے اثر ہو جاتا، لوگ بے دلیل اور مضحکہ انگیز باتوں کو شدہ شدہ چوڑ کر حقیقت کی طرف لپک لپک کر پونچتے، اور علمی نظریات کی طرح ان کے غلط مذہب کا حامی بالآخر ایک باقی نہ رہتا! سب بلا استثنائے احد سے ایک مذہب اور ایک مسلک پر قائم ہو جاتے یا سب لامذہب بن کر ایک ہو جاتے! لیکن بد قسمتی سے قرآن مغرب کے لئے روز اول سے ممنوعہ درخت کی مانند رہا، عیسائی پادریوں نے جنکو اسکے کارناموں سے خاص طور پر چپڑ پٹتی، جن کی تبلیغی مساعی بلکہ بسا اوقات سیاسی منصوبوں کو اسنے خاص طور پر روک کر اکث کو کالعدم کر دیا تھا اسکے کذب افتراموں کے متعلق بے ستر پافسانے بنائیے۔ انہوں نے مشہور کر دیا کہ قرآن بت پرستی کا بڑا مبلغ ہے! ”مہوند“ (یعنی مسند) کو خدا کہتے! عرب پیغمبر کے شانے پر ایک کبوتر بیٹھا رہا کرتا تھا جس کے ذریعے سے وہ شعبدہ بازیاں کیا کرتا تھا! اسلام نے عورتوں کو عام جائداد قرار دیا ہے، اب شخص انکی عصمت کا وارث ہے!۔ بعض زیادہ سکار اور ہوشمند اور معاند فہم دشمنوں نے اڑادی کہ ”مٹھ کو صرع کی بیماری تھی جس کو وہ جبریل کی وحی قرار دیتا تھا!“ قرآن میں فاش تاریخی اغلاط موجود ہیں۔ ”وہ ایک کتاب ہے جکا مخذورات اور انجیل“ اسکے سب افسانے یہودیوں کی غیر مستند روایات سے لئے گئے ہیں! ”وہ ستر پاپے رابطہ ہے اور کسی جنون زدہ شخص کا کلام معلوم ہوتا ہے!“ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب الزامات اس غلط کے تھے کہ ان کے بعد کسی شہنشاہ شخص کا اس کتاب کی طرف متوجہ ہونا ہی دور از بحث تھا، ان نقائص کے ہوتے ہوئے اسکا خالص المتن ہونا یا تحریف لفظی سے محفوظ رہنا بھی کچھ قابل توجہ نہ ہو سکتا تھا۔ انگلستان کے ایک مشہور فلسفی (کارلائل) نے بالآخر

اس کذب و افتراء پر سے نقاب اُٹھا، ان الزامات کو مسیحی پادریوں کی صریح بد معاشی قرار دے کر عیسائیت کو قرآن اور پیغمبر قرآن کے متعلق غلط نشر و تبلیغ کرنے کی شہم دلائی، عرب کے آخری پیغمبر کو **بطل** نہایت سیار کا خطاب دے کر اُسکی اولوالعزمیوں کو سزا، اُسکو خدا کی طرف سے پتھری ہونے کی سند اپنے زعم میں اپنی طرف سے دی، مگر مذہبی تعصب اور تجربہ کا اثر اس علم و شہادت کے زمانے میں بھی انسان کے ہر گ و پے میں اس قدر سرایت کر چکا ہے کہ اس فلسفی نے بھی عرب رسول کی بحث کے ضمن میں تمہید کے طور پر یہ کہہ دیا کہ ہم نے اس پیغمبر کو **بطل** نہایت سیار کے طور پر بالخصوص اسلئے منتخب کیا ہے کہ ہم اسکے حسن و تسبیح پر دگویا بالمقابل عیسیٰ علیہ السلام زیادہ آزادانہ طور پر بحث کر سکیں گے، ادویوں تو ہم میں سے کسی شخص کے عیسائیت کو چھوڑ کر مسلمان بن جانے کا امکان نہیں! اس اقرار نما انکاری حالت میں ظاہر ہے کہ کسی بڑی سے بڑی مع سرائی کا کیا اثر ہو سکتا تھا، لوگ اسکو علم ادب کے نکاحات کا ایک منظر بھمکے خاموش ہو گئے، بہتہ چند ایک اہم الزامات کی دشمنی کی اپنے منہ سے تردید ہو گئی اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

الغرض یہ وجوہات تھیں جنکی بنا پر قرآن بھی مذہب کے متعلق کسی فیصلہ کن علمی تحقیقات کی اساس نہ بن سکا۔ لوگوں نے مذہب کو ایک مابعد الطبیعی اور ناقابل درک شے قرار دیا تھا، علمائے مغرب نے بھی جن کے علم کی بنیاد بیکن کے مشہور عالم مسئلہ مستقر^۱ کے بعد سے یکسر مشاہدے اور تجربے پر ہی ہے، اور جو سمع و بصر اور قلب سلیم کی شہادت کے بدون کسی شے کو علم کا بلند مرتبہ نہیں دیتے، یہی سمجھ لیا کہ مذہب مابعد الطبیعی ہے، فہم سے بالاتر ہے، کسی تختیل زدہ لوگوں کی عالم خیال کے جوش میں بنائی ہوئی شے ہی، اسلئے اسکو کسی صورت سے چھیڑ کر جہلا میں ایک ہنگامہ عظیم برپا کر دینا روا نہیں۔ جوں جوں علم کا اثر دنیا کے اکناف اطراف میں وسیع ہوتا جائے گا لوگ خود بخود اسکی بے حقیقت باتوں سے متنفر ہو کر اسکو چھوڑ جائیں گے، اور اس حقیقت کشا اور پردہ در علم کی طرف خود بخود راغب ہونگے جو اس کار کاہ فطرت کے مطالعے

۱۔ مسئلہ مستقر (۱۹۲۹ء) ان مال انگیز مسئلوں میں سے ہے جس کے نتیجے میں مغرب کو آج تمدن کے فلک الافلاک پر چوڑھا دیا ہے۔ (دیکھو مہل کتاب بحث مہلین صفحہ ۸۳) +

اختہ ہوتا ہے اور صحیح معنوں میں واقع الامر ہے۔ مذہب جاریہ کی اعتقادی اور بنیہ تصویرت نے
 اُنکو اس حقیقت تک ہرگز نہ پہنچنے دیا کہ مذہب فی الحقیقت اس دنیا میں خوش اسلوبی سے رہنے کا طریق عمل تھا
 جسکو آج مروجہ مذہب اور دستور زمانہ نے اعتقادی رنگ دیکر مسخ کر دیا، وہ نہ سمجھے کہ کلام وحی کو فنا و بقائے
 اقوام اور موت و حیات اُمم کے سوال سے ایک گہرا، طبعی، اور ناقابلِ حُکب لگاؤ ہے، اور انبیائے
 جہان بھی محض اسی غرض کے لئے مبعوث ہوئے تھے کہ کم ہیں، ناشناس، اور کوتاہ نظر انسان کو قیاسات
 اور آرا کی اس ظلمت انگیز رستخیز میں قانون الہی سے صحیح طور پر واقف کئے اُن کو بقا کے صراطِ مستقیم کی طرف
 لیجائیں۔ وہ اس راز کو حتماً نہیں سمجھے کہ بلا استثناسب انبیاء اپنی اپنی جماعت کو اپنی حیات میں قوت
 اور اس کی راہ پر لگا گئے، اُنکو قمرِ عزل و جدوسے نکال کر اربع سعی و امن پر بلا واسطہ مشرف کر گئے۔ یہی اُن کے آنے
 کی وحی غرض تھی، اور اسی مطلب کے حاصل کرنے کے لئے انکا بے مثال سعی و عمل تھا۔ **نشارۃ الثانیہ**
 کے اوائل میں طبعیوں کا سارا زور اسی میں صرف ہوا کہ مسئلہ استقرار کو اساس قرار دیکر خالق الاشیاء کی طرف
 متوجہ ہوں اور اُن سے صحیح نتائج مستنبط کر کے فطرت کے خزانہ عامہ کو اپنے استعمال میں لائیں لیکن جب اشیا کے
 مطالعے سے ظلمتِ شب دور ہوئی، نور کے درز یک بیک کھلتے گئے، انسان کو سقفِ آسمان کے نیچے اپنی ہستی کا
 رضائی احساس ہوا، وہ آسمان کی ہولناک دوریوں کو سمجھا، اس قدر مقدار زمین کا اندازہ لگایا، جب اُس نے مولید
 زمین کی تدوین کی، اجناس حیوانات کی تقسیم کی، اقوام خالیہ کے بقیہ آثار کو دیکھا، بے شمار محوشہ حیوانی
 انواع کا ملاحظہ انگشتِ بدن ادا ہو کر کیا، اپنی کمال بے بسی اور صانعِ فطرت کی کمال قدرت کا اندازہ کیا، اور ہر گاہ گاہ
 زمین و آسمان کے بارے میں وہ سب قیاسی خیالات حرفِ غلط ثابت ہوئے، تو پہلا سوال طبعاً ہی پیدا ہوا
 کہ اس صحنک زمین پر اجتماعی بقا و فنا کا راز کیا ہے، وہ کیا قانون ہے جسپر چکرِ قوت اور امن ہی راحت

۴۔ اس کتاب کا اہم طبع نظرِ مدبر اسی امر کو ثابت تک پہنچانا، اور تہذیبِ تمام نبوت کی صحیح غرض غایت کو منکشف کرنا ہے۔ اس دیباچے کے صفحہ ۶۶-۶۷ پر اس مضامین پر
 ہرگز ہر گاہ لکھا ہے اور اس کی قرآنی شہادت ایک مذہب کی ہے لیکن مکمل شہادت اصل کتاب میں چاہیے گی۔ اگر انبیائے کرام کے مبعوث ہونے کا پیش نہاد اپنی اپنی امتوں کو قانونِ خدا
 سے آگاہ کر کے قوت اور امن کی راہ دکھائے انہیں تہذیب سے نزدیک و دور ملے وہ کوئی پیغام نہیں لائے اور نہ اُن کے پاس فی الحقیقت کوئی علم تھا۔ مذہب کی اعتقادی صورت خواہ کچھ ہی
 بن جائے لیکن فطرت کے طالب علم کو اس حقیقت کے اعتراف کے سوا چارہ نہیں۔

اور بخت ہی، خلد و دوام ہے، بقا و ارتقا ہے؟ ایک اُمت کیوں اس روئے زمین سے چشم زدن میں مستحالی ہے؟ دوسری اُسکی جگہ کیوں اور کس استعداد پر لیتی ہے؟ یہ کیا رسمِ مِداولت ہی کیا رعشہ برانگیز قانون ہے جو اس قوت اور زور کے ساتھ اس دنیا میں نافذ ہے۔ اسکا تھل بیڑ کہاں ہے، اسکا سر بھر راز کیا ہے؟ معرفتِ نفس کی یہ وہ پہلی منزل تھی جو مغرب کو فطرت کے پیہم شاہدے اور استقصا کے بعد ملی، اور اسکے بارے میں آج تک وہ شبانہ روز سعی و تلاش کے باوجود کمالِ تحیر میں ہیں۔ انگلستان کے مشہور طبیعی ڈارون نے اور حکماء کی معیت میں مدۃ العمر سعی و جدل کے بعد اس سوال کے جواب میں بقائے اصلح کے عالمِ انگیرسن کے پیش کیا، انہوں نے حیوانی اُمتوں کے مدو جزر کے بارے میں بہت کچھ چھان بین کی، اصلحیت کے چند موٹے موٹے اصول بیان کیے، قانونِ موت و حیات کی ایک لگتی ہوئی تعریف وضع کی، مگر جب اس کا اسحاقِ انسانی اُمتوں پر کیا گیا، تو اصلح کی تعریف میں حیرت و مانگیں، بے اندازہ مشکلات، ناپیش دید رکائیں پیش آئیں۔ وہی تعریفِ اصلح جو حیوانی اُمتوں کے بارے میں بادیِ الرائے میں فیصلہ کن معلوم دیتی تھی، انسانی اقوام کے رُوسے از بس نامکمل، بیحد نارسا و ناقص بلکہ اکثر اوقات غلط نظر آئی۔ انسانی فطرت کا ہر تن اونٹنی حیوانی جبلت پر مجبور ہونا بھی بجائے خود ایک مشکوک مسئلہ تھا جس کے نتیجے میں مغرب نے ناروا غلو کیا، اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب کی تمام تہذیب میں ہیبت، وحشیت، درندہ پن اور نوعی انحطاط کے آثار نمایاں ہونے لگے، بایں ہمہ مغرب نے آج تک کلامِ وحی کی طرف رجوع نہیں کیا، انہوں نے اعمالِ خدا کے مطالعے کو چھوڑ کر الفاظِ خدا کے مطالعے کی طرف توجہ نہیں کی، اُن کا ذہن اس طرف منتقل ہی نہیں ہوا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام نے اپنی بلند اجتماعی نظریے سے وہ بات ختم پالی تھی جس تک انکی دور بینیں قطعاً نہیں پہنچ سکتیں۔ اُن کا علم اُنکو نقدِ نظر کے اس اُفقِ اعلیٰ تک لیگیا تھا جہاں آج بھی کسی بڑے سے بڑے وسیعِ انظرِ طبعی کا پونچھنا محال ہے! وہ آئے تھے اور اپنے ساتھ زورِ عمل لائے تھے! آسمانِ شگاف علم لائے تھے! اُمتوں کو آسمان تک اٹھا دینے کے پیرم لائے تھے! زمین کو تہ و بالا کر دینے کے کُدا ل لائے تھے! انکی وقتِ نظر میں آسمان

اُن کی پشت پناہ تھا۔ خلاقِ ارض و سماں کی تائید میں تھا! زمین اُنکے علم و غم کے آگے پانی کی طرح بہ جاتی تھی! ہر کجسہ اُن کے حوصلوں اور یقین کو دیکھ کر سپر ڈال دیتے تھے! جب تک انسانی ہنسراہیں اس طاقتِ عمل، اس قدوسیِ علم، اس آئی ایمان اور یقین، اس روحانیت، اس لازوال غم کا جس نہ قلیل موجود نہ رہے، امتیں کیونکر اس دنیا میں دوام حاصل کر سکتی ہیں۔ صلاحیت ہی ہے کہ انسانی چلن انسانی فطرت پر قائم رہے، بغلی تغیر قبول نہ کر سکے، بہتر اور قائم تر فطرت کی طرف رجوع کرے، ادنیٰ جہالت کی طرف رغبت نہ ہو، اُمت فی الجملہ امن میں ہو، اسکے ہر عضو میں بیداری اور تڑپ برقرار ہو، سب اعضا متناسب ہوں، ہر حصہ گھٹے نہ ہوں، اسکے کسی شعبے میں نقص پیدا نہ ہو، اگر کوئی قوم کسی ایک حصہ عمل میں بے اندازہ طور پر پڑھ گئی ہو، در انحالیکہ باقی حصے بے نشوونما پڑے ہیں تو وہ حقیقتِ صلیح نہیں، وہ ایک بیڈول پیدائش ہے مہضتہ بے ہنگم ہے، عجوبہ خلقت ہو! ایسی شکل اُمت کا اس متناسب اور خوبصورت دنیا میں کسی پر مدت تک رہنا محال ہے!

یہی وجہ ہے کہ حکمائے مغرب نے صلاح کی صحیح تعریف وضع کرنے میں بے اندازہ دامانِ گدیاں بلکہ فاش غلطیاں کی ہیں، انہوں نے احوالِ تاریخ کو یا اپنے سے اوٹی مخلوق کے فطری عوائد کو ہی علم الدین کا صحیح ماخذ قرار دے کر انسانی اخلاق کی تعمیر اُن احوال و عوائد پر کی، اور جس قدر قضا و قدر کے فیصلہ جات سمجھنے میں ایک حصہ ارادہ خدگی مشیت اور صاحب ارادہ انسان کے اہم ترین عناصر کو بیدخل کر دیا، وہ اس ناروا تجزیل میں لگے کہ مدوجز اقوام کے قانون کی تدوین بھی لامحالہ اُسی انداز پر ہے جس پر بشر ثقیل یا علم حساب کے قواعد مرتب کر دیئے جاتے ہیں، اور حسبِ سطح پر خواص الاشیاء کے معلوم کر لینے سے مرکبات کے خواص کی طرف ہنمائی ہوتی ہے۔ سطح جاتے جاتے ہیں، افراد کے مطالعے سے اقوام، اور عام حیوانی مخلوق کے مطالعے سے خاص انسانی مخلوق کی طبیعت اور فطری میلان کا کمال تہ لگ سکتا ہے۔ بیطرز خیال بجائے خود آج اس قدر کم نفع مند ثابت ہوا ہے کہ جہاں صلاحیت کا صحیح تجزیل نہ ہو، مادی ترقی کے مدارج اعلیٰ پر چڑھ جانے میں بیش از بیش کامیاب ہوا ہے، وہاں اُسکا غلط مفہوم اس کو حسنِ اخلاق

اخطاط کے درک اسل کی طرف نہایت تیزی سے گھسٹ رہا ہے۔ وہ آج سب کے سب اپنی 'مادیت' پر خوش ہوئی بجائے اپنے فقدانِ 'روحانیت' کا ماتم کر رہے ہیں۔ سیاست کا صحیح علم اگر کہیں انکو ایک گز ابھار رہا ہے تو روحانیت سے کم علمی دوسری جگہ انکو دو گز دبا دیتی ہے۔ وہی تمدن جو اپنی حیرت انگیز قوتِ استنفاع کے باعث دنیا کے ہر گوشے کو آباد اور پر رونق کر رہا ہے، اُن کے اپنے گہروں کو دردناک طور پر اُجاڑ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اشیائے فطرت کے بمثالِ علم اور ابدانِ عالم کے متعلق صحیح خبر کے باوجود مغرب کا روئے زمین پر دو اہم ازس مشتبہ امر ہے! وہ 'علم الدین' سے کما حقہ بہت کم واقف ہیں، انکو اس دنیا کے اندر 'صراطِ مستقیم' کے ایک اہم حصے کی کچھ خبر نہیں رہی۔ سیاست اور مادیت کے ناروا غلو نے نامعلوم طور پر یہ بات انکی گھٹی میں ڈال دی ہے کہ اس دنیا کے اندر 'صلحیت' محض جہانی زور اور مادی طاقت ہی ہے، یہی کمتر مخلوق کے اخلاق کا جزوِ عظیم ہے، اسی کے اندر بقائے انواع کا راز ہے! وہ اس مادی زور کو بدرجہ اتم حاصل کرنے کے لئے سب ممکن اشیائے فطرت کو کرایہ پر لے رہے ہیں۔ اور اُن کی وساطت سے زور آور بنتے ہیں۔ لیکن افراد کی روحانی صلاحیت اور تہذیبِ نفس کے آسمان شکن زور کی اُن کو کچھ خبر نہیں، وہ اپنی باطنی ملکوتی طاقتوں کو مادیت کی بیجان قربان گاہ پر چڑھا رہے ہیں۔ اور جیسے زمانے کے ہاتھوں جلد مٹ رہے ہیں! اسی غیر روحانی اور کرایہ پر لیے ہوئے زور کا اشتداد شریذِ مبلغ المانیہ کی بے مثال 'جندیت' تھی جس کا بیشتر حصہ حال کے محاربہ عظمیٰ میں تباہ ہوا اور اسی خواہش کا ادنیٰ منظر انگیزی کی تشریفانہ 'جمع الارض' اور اسکا حکمانہ استیلاء جو آج اسکی اجتماعی بیخ و بن بیا د کو کھوکھلا کر رہا ہے!

مغربی اقوام کے بالمقابل مشرقی اقوام میں صلاحیت کا مادی اور روحانی تنمیل دونوں صلاً مفقود ہو چکے ہیں اُنکے نزدیک فطرت کا یہ کارگاہِ عظیم اصلاً بیکار اور باطل ہے، اس میں کچھ شے لائقِ تفتیش نہیں کچھ سعی و عمل کی اہل نہیں۔ دنیا کو غائر نظر سے دیکھنا اُن کی نظموں میں عبت ہے۔ اس جہان میں خوش اسلوبی اور زور سے رہنا انکی نگاہوں میں نقشِ بر آب پیدا کرنے کی سعی کرنا ہے۔ وہ خدا کی اس عظیم الشان صنعت پر لات مارنا

خوشنودی خدایتھے ہیں، اور آخرت کے دوام و بقا کے دل خوش کن تصور میں غرق ہیں! روحانیت اُن کے عالم خیال میں ایک بے ہمہ زندگی ہے جس کا نتیجہ بیکاری اور جمود ہے، فطرت کے عطائے ہوئے اعضا کا انحال ہے بے نتیجہ مجاہدے اور پیکار اعمال میں، ایک کم از کم ایک کارآمد زہد و تورع ہے جس کا حلقہ اثر دس قدم تک سجت نہیں رکھتا! صلاحیت کا وہ مصلح جماعت، مقلب القلوب اور انقلاب انگیز تخیل جو نبیائے کرام نے کسی زمانہ میں رواں کیا تھا۔ آج مشرق میں حرف غلط کی طرح مٹ چکا ہے، اور اس کی کائنات شطر و حجر اور عمل و سعی عمل میں بیکار بن کر دکھ پانا انکا شیوہ اعتقاد ہو گیا ہے! مذہب و سیاست اُن کے ہاں ایک دوسرے سے اس قدر الگ ہو چکے ہیں کہ گویا اُن کے مابین کوئی مابہ الاشتراک قطعاً نہ تھا۔ وہ سیاست جو روحانیت کے زور اثر پر قوم عالم کو نبیاری کی وساطت سے ملی تھی اُن کی آخرت کیلئے مدون ہو گئی ہے! گبر و برہمن، بدھ اور سلم، سب اس سعی نامشکور میں مصروف ہیں کہ دنیا کے نقد کو غیر کے ہاتھ دے کر آخرت کے لیے کو بزم خود خرید لیں، اور کم از کم اس دنیا کے لیے مذہب کا ہونا بیکار ثابت کر دیں۔ الغرض جہاں نقد پسند مغرب صلاحیت کے جسمانی قوت کی پیدائی ہوئی سیاست کے ماسوا کچھ اور سمجھنا گناہ سمجھتا ہے، اور مذہب کے بضبی اور ناخوش آئینہ دما کو اُسکے اصلی وطن (ایشیا) میں دھکیل کر، زور کی اگر پر اس دنیا میں دوام کی لاطائف سعی کر رہا ہے وہاں مشرق کا نیہ پسند بلکہ روحانیت کے اصلی مفہوم کو خیر و کھلم کر موری اور جمود کی پک پکاری اور ہنس موشی سے ہی اپنے آپ کو مصلح سمجھتا ہے اور اپنے ہاتھوں آپٹ رہنے میں بقا کا راز عبت ٹٹول رہا ہے!

میرالیقین ہے کہ سعی و سکون کے یہ دونوں مناظر افراط و تفریط کے مناظر ہیں، قنات و استہلاک کے مناظر ہیں، خط و امن کے مناظر نہیں! اس دنیا کی چار دیواری میں رہ کر کسی قوم کا سچا مذہب اُسکے دوام و بقا کا مذہب ہی ہے اور یہی سچی سیاست اور سچی صلاحیت ہے۔ دوام کے لیے جہاں اشتد شدید زور کی قطعی ضرورت ہو وہاں اس زور کو ہتھار رکھنے کے لیے انتہائی تزکیہ نفس واحد اور آخری وسیلہ ہے۔ بہت ممکن ہے کہ گراہ پر لیے ہوئے انسانوں یا زور کے منتظر مزدوروں کی ایک جماعت اس دنیا کے اندر

چند لمحوں کیلئے زور پیدا کر دے، اُس میں سب لازماً غلبہ و استیلا کے موجود ہوں، اُس میں جو بات ہو بلاوجہ اور بے مثال نظر آئے، زور آوروں میں اشد زور ہو، کمزوروں میں اشد کمزوری ہو، ایک طرف کمال بخت و انبساط ہو، دوسری طرف انتہائے عجز ہو، لیکن ایسے زرخیز زور کو وہ اہم قطعاً نہیں! اس میں صلاح کی باطنی استقامت نہیں، اس میں تلور کی انکساری صلاوت موجود ہے، لیکن فولاد کی اندفاعی لچک قطعاً نہیں ایسی بنا کی مثال ایک مکڑی کے جالے کی ہے جس کو بادِ تند کا فدا سا جھونکا کا عدم کر دیتا ہے، اور بعد ازاں اُس نل کو تھمیر کا نشان تک باقی نہیں رہتا۔ یورپ کے تمدن کا جو غرور اُس اسی کمزوری اور نادور بینی پر مبنی ہے۔ اقوام کے اس دنیا میں بقا کیلئے ضروری ہے کہ اسکے افراد کا تعلق حتی الوسع صلح فطرت کے اخلاق سے مائل ہو، اشرف المخلوق انسان سے کسی برتر مخلوق بننے کا تہیہ ہو، نہ یہ کہ مغلی پیدائش سے ارتقا کیا ہو انسان پھر اُسی درجہ سفل کی طرف لوٹ آئے۔ ایسی تہذیب اپنے پاؤں پر آپ بھر رہی ہے گو کہ اپنے زور کے نشے میں وہ فی الحال استقامت ہو کہ اس خودکشی کا کچھ اندازہ نہ کر سکے!

میر یاقین ہے کہ مغرب کو ایک ایک اعمالِ خدا کے مشابہے کو کچھ بہت کیلئے ملتے ہی کر کے الفاظِ خدا کے مطالعے کی طرف آنا پڑے گا! اُس من انکی سب حیرت اور مذہب حالت تیش میں بدل جائے گی، فطر مستقیم کے بارے میں ان کے سب شکوک رفع ہو جائیں گے، اصلاح کا کثرت غلط تخیل درست ہو ہو کر مکمل ہو جائیگا، ان کے علم فطرت سے مستنبط کیئے ہوئے اکثر معاشری اور تہذیبی اصول کی تائید ہزاروں برس پیشتر کے کہے ہوئے الفاظ سے جبرت انگیز طور پر ہوگی! ان کو نبیاء کے اس دنیا میں علمی مقام کا صحیح اندازہ ہو جائے گا، اپنی غلط روی کے متعلق صحیح اور تہذیبی چیز معلومات ملیں گی، صحیح روی کی الہی اور سکری بند مل جائے گی، پھر ان کا فطر مزین آسمان سے یہ تجاہل عارفانہ بھی نہ رہ سکیگا! منکرے بنکر ہر رنگ متناہستین کے مصداق نہ رہ سکیں گے! اُس حکیم علی الاطلاق کی حکمت پر کھلا اور بے حجابانہ یقین، اُس کے اعمال پر محققانہ نظر اُس کے الفاظ کی خداانہ مستند انکی حیرت کی بے محابا متنائیں اور تقدیم کے بڑے ہوئے حوصلے اس کثرتِ زراعت کو بہری بھری کر دیں گے پھر انسان

بھی ایک دوسرے سے اُفت سے رہ کرے گا۔ آئے دن کے مقابلوں کا بہتم اُسکی معاشری ہیئت کے بہشت کو کچھ منقص نہ کرے گا۔ اگر مغرب اور مشرق نے فی الحقیقت مذہب کو علم کی نظر سے دیکھا، اور علم نے بھی اسکو اپنی آغوشِ لطف و رحمت میں لیکر کلامِ خدا کو از سر نو انسان کا مشترک صراطِ مستقیم اُسکا واحد دستور العمل، رب العالمین کا ایک اور اُثل پیغام، اسکا ایک اور ناقابلِ بدل قانون بلکہ انسان کا لمحائے وحید اور اودائے فرید ثابت کر دیا، اور اگر ساکنانِ زمین نے بھی دانشمندی اور تدبیر سے کام لیکر پیغمبرانِ جہان کی ذاتیات پر بحث کرنے کی بجائے خدا عظیم کے نفسِ الامم کی طرف توجہ کی، سب فروعات اور ظواہر کو بالائے طاق کھسک کر اصل قانون کو اپنا پیوہ عمل بنایا، تو جہنم کے سب دروازے یک بیک بند ہو جائیں گے! اس دنیا میں پُرکار شیطان کا کچھ کام نہیں رہے گا، اور بد قسمت زمین پر اُسکے مستقر ہونے کی بجائے اُسکو کسی اور آسمانی کُرے کی طرف ہانکنا پڑے گا!

وحی کی صحیح حقیقت اور عظمت بھی آج ہی نسلِ انسانی پر عیاں ہو سکتی ہے جب کہ اُسکا علم اوجِ کمال پر پہنچ رہا ہے، جب اُسکو ہر شے سے ہمکلام ہونے کی آزدی ہے، جب اُسکے سمع و بصر کی حکومت باہم آسمان تک پہنچ چکی ہے، جب اُسکا ساز و دھن اس سحرستانِ کائنات کو اجماعی نظر سے دیکھ رہا ہے، جب اُمتوں کے فنا و بقا کی مکمل تصویر ان کی آنکھوں کے سامنے موجود ہے! جاہل اور کوتاہ نظر اُمتوں نے جو آج سے پہلے ہو گزری ہیں اُس مالکِ سمع و بصر اور علامہِ مطلق خدا کے کلام کو کیا سمجھا ہوگا، اُسکے ناپید اکنارِ علم کی کیا قدر کی ہوگی، اُسکے عاجز و نوازا احکام کی کیا لہم سوچی ہوگی، درِ اُخالیہ کہ وہ سمجھتے رہے کہ زمین کا چورس ٹکڑا بیل کے سینک پر پڑ چکا رکھا رہا ہے، اور بیل مچھلی کی کمر پڑکا ہے! وہ کیا سمجھتے ہو گئے کہ اس مالکِ زمین و آسمان نے کیا کہا؟ کس غرض و مطلب کے سوچ کر کہا؟ کس مستہائے جلیل کو پیشِ نظر رکھ کر کہا؟ توحید پر اصرار کیوں ہے؟ شیطان سے احراز کیا ہے؟ ایمان کا کیا مطلب ہے؟ اتفاق سے کیا مقصود ہے؟ تفریق کیوں منع ہے؟ اتحاد کی تشویق کیسی ہے؟ بہشت اور دوزخ کیا ہیں؟ جاتروں کی کیوں تاکید ہے؟ تزکیہ نفس کی ترغیب کیوں کر ہے؟ پُن دان، نکو کاری کا کیسا

مذہب اور غیر وغیرہ! آج اس علم و شہادت کے زمانے میں ہی مذہب کے اوامر و نواہی اپنے صحیح اور اصلی رنگ میں ظاہر ہو سکتے ہیں، اُن کے مقاصد کی صحیح تعین ہو سکتی ہے، اُن سے مستقل نتائج اخذ ہو سکتے ہیں، اُن سے قانون خدا اور امر رب العالمین کا پتہ چل سکتا ہے، نوکر کو اُف کا صحیح عندیہ اور اُقا کو نوکر سے سچی رسم و راہ پیدا ہو سکتی ہے، فرائض اور تعصبات، سب غلو فی الدین اور منہراط و تلفریط قطعاً نابود ہو سکتے ہیں، اس امر کا وثوق کے ساتھ فیصلہ ہو سکتا ہے کہ پیغام فی الحقیقت ایک ہی تھا، صرف اُس پر عمل کرنے کے مظاہر جد جبرائیلؑ، مقصود بالذات اصل دین ہی ہے، قانون فطرت ہی ہے، عادت خدا کو سمجھنا ہی ہے، افروغات اور ظواہر اصل مذہب تھا نہیں! انہیں بلکہ جوہر اصل کو پکڑے ہوئے ہے وہی اُس کے خزانہ عامر سے انعام پاری ہے، جس نے روح کو، نفس الامر کو، صدق بسیط کو چوڑ دیا وہی ہلاک ہو رہی ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب اتحاد عالم کا نصب العین بنیں، ایشیاء معرض عمل میں آ سکتا ہے، جب ہینس دان زمین کی ایک موثر علم کی شعل کو ماتھے میں لیس کر دنیا کو ایک راہ پر لگا سکتی ہے جب مذہب کا افواہی اور قوی شعبہ حرف غلط بکمرٹ سکتا ہے، جب اسکا عملی اور اتحادی پہلو ذہنوں پر پھیر کی کیر و برکتا ہو، جب اسکے حزبی اور خست لانی، بغاوتی اور حسدی اثر کے کا عدم ہونے کا امکان ہے، جب آئین بالبحر اور آئین بالخفی کی سب مضحکہ انگیز بحثیں طرفۃ العین میں بند ہو سکتی ہیں، جب بیچ اور جھوٹ، روا اور ناروا کا تصفیہ لمحۃ البصر میں ہو سکتا ہے! وحی کی سچی قدر، اُس پر سچا اور بے ریا یقین، اُس پر مسلسل اور تہیجہ خیر عمل، اُس پر کامل اور لاینفک اتحاد و حقیقت علم ہی سے ہو سکتا ہو، اور وہی صراط مستقیم صحیح معنوں میں بقا انگیز اور تقدم خیر ہے جس کے مسئلہ اصول کی تائید براہ راست وحی سے ہوئی۔ دنیا کی سب سے آخری کتاب وحی (یعنی قرآن) نے نوع انسان کی موجودہ تفریق راہ صواب بلکہ مذہب کی ماہیت کا فیصلہ یک قلم اس بنا پر کر دیا ہے کہ مناسک اور ظواہر اور فتنے میں اور اہر اور چیز ہے: لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَارِعُ عَنْكَ فِي الْاَهْوَاءِ وَانْعِ إِلَىٰ رَبِّكَ اِنَّكَ لَعَلَّ هٰذَا مَسْتَقِيمٌ (سج ۱۲)

گو یا مناسک کو بنائے نزع سمجھ کر قانون رب العالمین میں جگہ پیدا کرنا ہی صراط مستقیم اور مذہب پر ہے ہٹنا ہی!

لیکن علمائے جہان کی تذکرہ صد و نو ترے قطع نظر ہوشمند اشخاص اپنی اپنی مطالعہ گاہوں میں بیٹھے ہوئے بطور خود
 اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دنیا کے سب مروجہ آسمانی صحائف کے اندر انکی اس محسوس شدہ صورت میں بھی
 وحدت پیام کی ایک نہر سببیل و ڈری ہے، سب کا بین الطورینہ عا وینستہا دی ہے، مطیع نظر ایک ہے، ہر
 ایک ہے، اگرچہ ظواہر اور مناسک اکثر حالات میں الگ الگ ہیں۔ اگر کہیں کوئی اختلاف اس اعظم پر عمل
 کرنے میں رونما ہوا ہے تو وہ صرف نقطہ نظر کا اختلاف ہے، منظر تصویر کا اختلاف ہی، رویائے قلب کا اختلاف
 ہرگز نہیں۔ یہی باعث ہے کہ دنیا میں جب قدر پیغامبر آئے اپنے سے پہلے پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں،
 بدھ نے کرشن کی تائید کی، موسیٰ نے ابراہیم کی تصدیق کی، عیسیٰ نے موسیٰ شریعت کو بنا قرار دیا، محمد صلیم
 نے سب انبیاء کو بلکہ ہر قوم کے ہادی کو، ہر قریب کے بذکر کو، ہر امت کے رسول کو مانا، حتیٰ کہ سکھ اُمت کے
 پیشوا ناناک علیہ الرحمۃ نے بھی ختم رسل اور باقی سب ایلچیوں کو برابر سمجھا! یہ تصدیق بذات خود اس امر کی
 تصدیق ہے کہ یہ سب لوگ آپس میں راز و اس تھے، ایک ہی قانون سے واقف تھے، ایک ہی امر مسمیٰ سے
 آشنا تھے، گویا سب سیانے تھے اور ایک ہی مسمیٰ رکھتے تھے! بلند بینی اور وسیع نظری کے باعث ان کے
 ذہن اس قدر رسا اور انکی تعلیم اس قدر حقیقت کشاں گئی تھی کہ ظواہر اور شعار کا اختلاف انکو کچھ اختلاف دکھائی نہ دیتا
 تھا! انکی نگاہیں اس قانون، اس نفس الامر، اس دین فطرت کی طرف لگی تھیں جس پر چکر ہر جا امن ہے
 قوموں اور قبیلوں کا امن ہے، گہروں اور افراد کا امن ہے! مثال کے طور پر عرب کے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی آسمانی کتاب ابراہیم، موسیٰ، داؤد، عیسیٰ، وغیرہم علیہم السلام سب انبیاء کی اپنے اپنے وقت میں مروجہ نمازوں
 کو اسی ایک لفظ الصلوٰۃ سے تعبیر کرتی ہے، وہی الزکوٰۃ کا لفظ سب کے بارے میں موجود ہے، صوم کے بارے میں
 وہی لگا کتب علی الذین منکرم لکھا ہے، حج، جاد، ہجرت، سب ادا امر کی توصیف میں جو آج ایک مختص
 شریعت سے مخصوص ہو کر اس مذہب کے شعار بن چکے ہیں، وہی مشترک الفاظ ہیں، سب کے لئے یکساں ثواب اور برابری کا
 عذاب متعین ہے، حالانکہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ان سب کے ظواہر الگ الگ تھے، نماز کے وہ کو ع و بچو نہ تھے،

زکوٰۃ کے وہ تھے بخرے نہ تھے، صوم کیلئے وہ ماہ رمضان نہ تھا وہ اوقات نہ تھے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اس لیے کہ قرآن کو نفس الامر کے بیان کر نیسے غرض ہے، کسی اہمیت کی سطحیات سے اسکو کچھ بحث نہیں۔ اسکے نزدیک آج بھی الصلوٰۃ وہ شے ہے جو دہی تحیف دل، وہ نتیجہ خیر اطاعت، وہ سبب نفس، وہ توقیت عمل، وہ اخلاق اور موالات، وہ تعاون اور محافظت پیدا کر دے، جو ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے لئے ہوئے پیغام میں مقصود تھی، مٹھی نماز کے ظواہر اور ارکان سے اسکو کچھ سروکار نہیں۔ اور جس طرح بھی نتائج پیدا ہو جائیں اسکی نظروں میں بارگاہ خدا میں تسبیل ہیں۔ نہیں بلکہ اگر کسی نماز سے وہ بات پیدا نہیں ہوتی تو قرآن کی مطلق لغت میں ظواہر کا وہ بے روح پیکر الصلوٰۃ کہلانے کا اہل نہیں۔ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے قانون خدا کو بعینہ اسی نقطہ نگاہ سے دیکھا، اور اسی لیے سب ایک دیکھا، سب نے صہلیت اور حقیقت کو پایا۔ اور اگر آج بھی صحیف آسمانی کا مطالعہ اس مقام نظر سے کیا جائے تو پیغام خدا کی حقیقت کو پالینا اور تمام عالم کا ایک نقطہ وجود پر متفق ہو جانا کچھ مستعد نہیں۔ لہٰذا اس غرض و مطلب کے لیے، ماخذ ایان ملت کا قانون خدا کے بحر فاعل علم و ہمت کی عینکے دیکھنا لازمی ہے، جہالت کی تنگ چٹنی اس صراطِ مستقیم کا کچھ فیصلہ نہیں کر سکتی!

مجھے یقین ہو چکا ہے کہ اس قانون خدا اور امر رب العالمین کی حقیقت تک تمام و کمال پہنچنے کیلئے قرآن حکیم سے بہتر کامل تر، واضح تر اور صحیح تر آسمانی کتاب اس دنیا میں کہیں جو نہیں سب آسمانی صحیفے اپنے اپنے وقت نزول سے آج تک کم و بیش لفظی تحریف کا شکار ہو چکے ہیں، ان میں سے کثرت الفاظ و وحی روئے زمین سے کلیتہً ناپید ہیں، اکثر میں مرد و وقت کے باعث رد و بدل وارد ہو چکا ہے حتیٰ کہ خود حاملان وحی کو اس حقیقت کا اعتراف ہے، لیکن لفظی تحریف کا گناہ عظیم انسان نے کم از کم اس کتاب کے بارے میں تمنا نہیں کیا۔ قرآن حکیم کے مطالب اور مقاصد میں اگرچہ بے حد معنوی تحریف ہو چکی ہے، اُس کا اصلی اور نبوی منشا جہلا اور علما کی متفقہ تاویل کے باعث اکثر ضبط ہو گیا ہے، اُسکے معانی پر حید شرعی اور فحشی خلاف پڑ چکے ہیں، اُسکے کسی ایک

امر ہم کا اتنی مفہوم صحیح طور پر سمجھنا ان عالم کے ذہنوں میں باقی نہیں رہا، اُسکے اوامر و نواہی پر اعتقاد کج صرف اقوال اور افواہ تک محدود رہ گیا ہے، اُسکو لوگ جو کچھ مان رہے ہیں مومنوں اور لفظوں، پھونکوں اور استخاروں مان رہے ہیں، لیکن اسکے الفاظ بعینہ اور باصلہ موجود ہیں۔ انسان کا بڑے سے بڑا فریب بھی اب اُنکو بدل نہیں سکتا یا انکی کچھ تریبوت نہیں کر سکتا۔ محقق کیلئے اس کتاب کا رے دین پر موجود ہونا ایک غیر متوقع نعمت اسلیئے ہو کہ صفحہ آسمانی کے ضلانی مطالبہ میں قرآن حکیم کے الفاظ اور تحقیق شدہ مطالب کی رہنمائی صحیح نشانے خدا کی طرف پہنچی رہ سکتی ہے۔ جہاں اور سب کُتب آسمانی اپنی موجودہ حالت میں کسی ایک امر کے بارے میں کوئی حکمی فیصلہ نہیں کر سکتیں، وہاں قرآن اُس امر کے متعلق اپنا قطعی اور آسمانی فیصلہ دے سکتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ جو مشترک باتیں آسمانی صحائف میں اسوقت پائی جاتی ہیں، اور جن کا وجود اس آخری کتاب بھی ثابت ہے، اُن سب کا قرآن صحیح معنوں میں مُصدّق بن جاتا ہے۔ اس مقام پر اگر کسی مغمومہ آسمانی کتاب کے اکثر مضامین اور تران کے مابین کوئی ماہ الا شترک ثابت ہو گیا ہے تو اُس مغمومہ کتاب کا اُسکے اپنے عہد نزول میں منجانب اللہ ہونا بھی متحقق ہے۔ الغرض یہ کہ کو علم کے بلند درجے تک پہنچانیکے لیئے یہ گویہ نایاب ازبس بے بہا اور گرانا میہ ہے۔ طالب حقیقت کی انتہائی خوش قسمتی ہے کہ اُن کے پاس کم از کم ایک ایسی کتاب موجود ہے جسکو خدا کے ہاں سے بڑا رہت ہوئے کا اذعا ہے، اور جو آپ نامحرف اور بے غل و غش خالص ہے، اسکا کام اب صرف اتنا ہے کہ اسکو علم کی کسوٹی پر چکھ کر دیکھ کر سوتا ثابت کر دے، یا اگر وہ اس محک پر پوری نہیں اتر سکتی تو اسکا ناقص عیار ہونا علی الاعلان ثابت کر کے دنیا کو مذہب کے قریب عظیم سے کیسے نجات دلوادے!

یہ وہ خیالات ہیں جنکی بنا پر میں اس کتاب کو ساکنان زمین کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ مجھے یقین ہو چکا ہے کہ قرآن حکیم اپنی جامعیت اور مانعیت میں، اپنی حجت اور حکمت میں، اپنے علم و خبر میں وہ فقید المثال کتاب ہے کہ اسکا علم انسانی دانست کے ہر ممکن معراج سے بالاتر ہے۔ سب آسمانی کتابیں قانون خدا اور دین فطرت کے صرف بعض یا اکثر حصوں کو پیش کرتی ہیں مگر یہ نادر الوجود حسیفہ اسکو بہ تمام و کمال پیش کر رہا ہے۔ انسانی معاشرے

اور تمدن، دنیاوی بخت اور امن، علمی تقدم اور عمران، علی فوقیت اور تمام کا کوئی شعبہ نہیں جسکو حاصل اور برسر رکھنے کیلئے اسکے اندر کچل اور معنی خیز اشارات نہ موجود ہوں۔ تہذیب کے ہر مرحلے میں، عمران کی ہر منزل میں، تقدم کے ہر قدم پر یہ کتاب انسان کیلئے سچی رہنما ہے۔ اسکی انگشت زہنار لامحالہ اسی طرف اشارہ کر رہی ہے جس طرف بالآخر نقصان ہے، اجتماعی ضعف ہے، مجموعی موت ہے! اسکا بخوف خطر حکم اسی صراطِ مستقیم کی طرف ہے جس پر چل کر امن ہے، غلہ و بقا ہے، نعمت اور عزت ہے! اسکا اہم ترین مطمح نظر امتوں کی اجتماعی حالت کی اصلاح ہے، لیکن اسی مجموعی بہت کشادہ کے ضمن میں اسنے افراد کی شخصی فلاح کا اٹل دستور العمل بھی پیش کر دیا ہے۔ اسکو روئے زمین پر بھیجے والا وہ صاحب علم و خبر، وہ مالک سمع و بصر، اور وہ عالم الغیب الشہادۃ کہ بنی نوع انسان کے انتہائی ارتقا کو ہزاروں بلکہ لاکھوں برس پہلے دیکھ رہا ہے! صد ہا برس کے گزشتہ واقعات کی سند پیش کر رہا ہے، امن کے لازماًت کی طرف اشارہ کر رہا ہے، خوف کے مقامات سے ڈرا رہا ہے، الغرض جو کہہ رہا ہے قوت اور زور سے کہہ رہا ہے، یقین اور وثوق سے کہہ رہا ہے، غنا اور بے نیازی سے کہہ رہا ہے! اسکا قانون اس قدر مکمل ہے کہ نارسانا نظریں اسیں عیب نگا لیتی ہیں، اسیں کچی دیکھتی ہیں، اسکے متعلق شکوک پیدا ہوتے ہیں مگر علم کی وسعت اور بلند بینی پھر ان شکوک کو مشکوک کر دیتی ہے! ہر شاکہ کے متعلق نئے احوال، نئی معلومات، نئے مقام نظر آئے دن ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور مشکوک کو بالآخر درماندہ اور سپر انداختہ کر دیتے ہیں، مقام نثار، تعدد از دواج، ممانعت خمر، معاشری مساوات وغیرہ وغیرہ چند در چند ایسے مسئلے ہیں جنکے متعلق دنیا تمدن کے اس مرحلے میں مشکل سے ایک رائے و یک زبان ہو سکے گی، انپر جب تک انسانی فطرت کا علم نامکمل ہے بحث کا سلسلہ جاری رہ سکے گا مگر ان مباحثِ دقیقہ کے متعلق قرآن کے قطعی اور کسی فیصلے وہی ہیں جنہر دنیا کی عام رائے کا اہم ترین حصہ نامحسوس طور پر متفق ہو رہا ہے! وہ وہی ہیں جو تلخ تجربوں، فطری گناہ کی سزاؤں، پستی غفلتوں کے سم آلود نتیجوں، افراط و تفریط کے مہلک اور قاطع النسل اثرات اور ترقی علم سے اخذ ہو کر دنیا کو نئی راہوں پر لگا رہے ہیں! دنیا کسی شش و پنج میں گرفتار ہے، صراطِ مستقیم کی تلاش میں یہ غلط اور وہ صحیح بار بار کہتی رہے، زید سے ہٹ کر عمرو کی طرف

اور عروس بکر کی طرف راجع ہو، مگر قرآنی محاکمے ناقابلِ بدل اسلئے ہیں کہ بالآخر انسانی طبیعت انہی کی طرف
 مائل ہو کر رہے گی۔ اپنی فطرت سے بچ کر انسان انہی پر مچھپول ہے، انہی سے ہٹ کر شکست و ریخت ہے، انہی پر چلکر
 حفظ و اس ہے! جہاں انفرادی ہے اسی کے عصیان سے ہے، جہاں بالمش ہے اسی کو مان کر ہے۔ قرآن کا بتایا ہوا
 اسلام ایک فطرت ہے جس پر نسل انسانی بلا امتیاز رنگ ملک مخلوق ہے، اس میں کوئی تبدل و تحول
 اصلاً اور طبعاً نہیں ہو سکتا! یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جسے سوا کوئی دوسرا خط مستقیم پرستہ ممکن نہیں بہتہ اگر
 لوگ اسکی تلاش میں ایک راہ سے ہٹ کر دوسری راہ پر چل رہے ہیں تو اسکی وجہ کمی علم ہے جس نے فطرت انسانی کا
 علم مکمل ہو جائے گا صراطِ مستقیم سورج کی کرنوں اور مہتاب کی شعاعوں سے زیادہ روشن تر حقیقت ہو جائے گی یہی
 بنا پر قرآن نے اپنے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم کے بارے میں کہا ہے: **فُطِرَتِ اللّٰهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا**
لَا تَبْدِيلَ لِمَآ خَلَقَ اللّٰهُ ذَٰلِكَ الدِّينَ الْقَيِّمُ وَلٰكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (الزمر: ۶۰)

قانونِ خدا کے متعلق قرآن حکیم کے اجمال اور کمی علم کے باعث بسا اوقات اُسکے یہی اغلاق کے باوجود اس کا
 بیان کردہ آئین اہل نظر کی نگاہوں میں اس قدر تین ہے کہ کسی ایسی مختصر کتاب کا اس سے زیادہ امین اور کامل ہونا محال ہے!
 وہ بظاہر ایک از بس مختصر صحیفہ ہے مگر اس کا دعویٰ اپنے مطلق تَبَيَّنَا نَا لِكُلِّ شَيْءٍ ہے! اجمال کے لئے اغلاق
 لازمی اسے مگر اُسکے وحی کرنے والے کا دعویٰ اس کے بارے میں **يَسِّرْ لَّهِ دِلْسَانَكَ** ہوا لوگ اُسکو عیاں کرنے کی
 سعی میں قرونوں سے تفسیر کے طومار باندھ رہے ہیں مگر اُسکا اپنا اَوْعَا الْكِتَابِ الْمُبِينِ ہی ہے! شرعی علماء اُسکی
 ایک ایک آیت کو لاتق شرح و بیان بتاتے ہیں مگر اُسکا اپنا محاکمہ الْكِتَابِ مُفَصَّلًا اور تَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ ہے! اُجکل کے
 مولوی اُسکی حکمت میں استدلال کرنا گناہ سمجھتے ہیں مگر یہ آپ **أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ** اور **لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ** کی صلائے
 عام دے رہا ہے! حدیث کے شیعہ اُنکی کسی ایک آیت کو صحاح ستہ سے بے نیاز نہیں سمجھتے مگر اُسکا اپنا فیصلہ
أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُكَ أَنْتُمْ رَحْمَةً بَعْدَ ذِكْرِهِمْ اور اُسکے ایک شیعہ اُنکی (حضرت عمرؓ) کا فیصلہ **حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ**
 کُفْتُ وَلَمْ يَكُنْ لِي حُجَّةٌ كَتَمْتُ هِيَ مگر اُسکے بڑے سمجھنے والے اور اسپر بڑے علّٰی کر نیوالے دو سو برس تک اسکو کفوت کے

بدون سمجھتے رہے! اسلامی دنیا اسکی ادبی خوبیوں اور شنیدہ فصاحت پر سر دھنتی رہی ہے مگر اسکا اپنا اعلان
 مَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ اور فَاَتُوا بِكِتَابٍ... اُھل دی ہی رہا ہے! اسکے اکثر حامل پچھلی کئی متصل قرونوں سے وہی لوگ رہے
 جو اعمال خدا اور فطرت کے علم سے فی الجملہ نا بلد اور تقنیسیات سے اکثر متنفر رہے مگر اسکا روئے سخن بہر نفع لفظ
 يَعْلَمُونَ اور لَقَوْا يَوْمَ يَوْمٍ ہی رہا ہے! اسکے دشمن پکار پکار کر اور دوست دبی آواز سے کہہ رہے ہیں کہ قرآن کے
 اندر ربط کا کچھ تہہ نہیں لگتا مگر اسنے اپنی بے ربطی کا الزامی جواب الَّذِي جَعَلَهُ الْقُرْآنَ عِصْمِينَ ہی دیا ہے!
 الغرض عقیدت مند لوگوں کی اسکے متعلق سخن آرائیوں سے صرف نظر کر کے جو قیسی بات قرآن حکیم کے بغور اور
 پیہم مطالعے کے بعد اخذ ہوتی ہے یہ ہے کہ وہ فی الحقیقت ایک نہایت عمیق اور بلیغ کتاب ہے، اسکے اندر انسانی
 نسل کی اجتماعی مرفہ الحالی کا پورا اور دائمی سامان موجود ہے، انہیں کمال تدبیر اور انتہائی غور و فکر کی پوری
 گنجائش ہے، وہ اپنے دائرے کے اندر مکمل ہے، قیاسات اور آرا کے سب انسانی مجموعوں سے بے نیاز ہے
 وہ آپ صحیح معنوں میں اپنی تفسیر ہے، وہ سب انسان کی بنائی ہوئی اور قابل بدل لغات سے مستغنی ہے،
 اسکی اپنی اور ناقابل تغیر لغت خود اسیکے اندر ہے، اسکا داخلی طریق تسمیہ اسکے اپنے مقرر کیے ہوئے محدود ذہنی کواد
 کرنیکے لئے استقرار کافی ہے کہ کسی خارجی مدد کی اسکو محتاج ضرورت نہیں، اسکی سب قانونی مصطلحات و آئینی متعارفات
 خود اسکے ضمن میں اس صحت اور وقت، اس سلامتی اور کمال سے واضح کر دی گئی ہیں کہ اسکے بعد کسی ایک حصے کے
 مطالب کی صحیح تعین میں شک و اشتباہ کا گمان تک نہیں گذر سکتا! اسکے ہر لفظ کے صحیح مطلب اور صاحب القرآن
 کے اس لفظ کے متعلق صحیح عندیہ میں وہ حیرت انگیز استقلال ہے کہ اول سے آخر تک اسکا وہی ایک پیش نہاد
 اجماع امت یا تاویل یا انسان کا نفسانی کر کے مقصود کو قطعاً نہیں بدل سکتا۔ اسکی ایک آیت کے صرف ایک معانی
 میں، اسکے متعلق طرز عمل ایک ہو، پیش نہاد ایک ہے، محاکمہ اور عندیہ ایک ہے، سیاق کلام ایک ہے، سابق ایک
 ہے! اسی بنا پر قرآن حکیم اختلاف باحثو کے ہذا انسانی عیرے قطعاً مبر ہے! جہاں کہیں اسکی آیتوں کے
 اندر تناقض کا گمان یا تکرار و تخالف کا شائبہ نظر آتا ہے وہیں ان کے الٹی مطالب سمجھنے میں کسر رہ گئی ہے، وہ کہیں

مقامات اور موٹے موٹے جزئیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ لوگ اس طرز بیان کے شہسازانوں ہوتے ہیں اور بادی نظریں ان کے باطنی ربط کو نہیں دیکھتے، وہ نہیں دیکھ سکتے کہ ان سب بیانات کی تہ میں ایسا قابل التفکاک تعلق ہے، ان کے نیچے ایک مشترک اور مضبوط زمین ہے، ایک طبعی اور غیر منقطع منطقی تسلسل ہی پہاڑوں کی سرسبز ٹھکان چوٹیاں علیحدہ علیحدہ نظر آ رہی ہیں مگر ان کے واسن اور وادیاں انکی بنیادیں اور مشترک قواعد ان کے عمیق علم کے محیط میں غرق ہیں۔ وہ خود انکو بے گمان طور پر دیکھ رہا ہے، مگر لوگ اپنی نظریں کے باعث جلد مضطر ہو جاتے ہیں! عیسیٰ علیہ السلام کا پہاڑی پردیا ہوا وعظ آج تک کے ربط نظر آتا ہے، اُس کے اندر فی الجملہ کوئی منطوق اور ترتیب نظر نہیں آتی، اُس کے سب محاکے بادی الزائے میں متفرق اور غیر تعلق دکھائی دیتے ہیں، ان سے کوئی مستقل نتیجہ قانون خدا کی ماہیت کے بارے میں ترتیب نہیں ہوتا، تاہم یہ بات ہر عیسائی اور غیر عیسائی کے نزدیک مسلم ہے کہ پہاڑی کا وعظ اس اولو المعزم نہی کا سب سے مشہور، سب سے مکمل اور سب سے زیادہ پیچیدہ و عظیم تھا! نہیں بلکہ نصاریٰ کا شنیدہ اعتقاد صدیوں سے اُس کے متعلق یہ رہا ہے کہ عیسائیت کی روحانی تعلیم بہ تمام و کمال سی وعظ کے اندر مضمر ہے۔ لوگ آج تک اکثر نہ سمجھ سکے کہ دل کے غریب، بعینہ کون لوگ ہیں اور آسمان کی بادشاہت کیا ہے اور کیونکر انکی ہو؟ حلیم کون اشخاص ہیں اور زمین کی دراشت کیونکر انکو مل رہی ہے؟ پاک دل ہونے سے کیا مراد ہے اور خدا کا دیدار کیونکر انکی کا حصہ ہے؟ مسیح نے تورات یا پہلے کتابوں کی کتاب کو کیونکر منسوخ ہی نہ کیا، بلکہ مکمل کیا حالانکہ عیسائی اور یہودی ہیں آج کوئی بات مشترک نظر نہیں آتی، ڈھنڈے گال پر طمانچے والی تعلیم سے کیا مراد ہے، شمول سے پیار کرنا کیونکر دین فطرت ہو سکتا ہے، کل کی فکر نہ کرو کیونکہ کل اپنی چیزوں کی آپ ہی منکر کر لینگا، کس طرح پر ایک باعل اور وارث زمین بنائے شخص کی تعلیم ہو سکتی ہے! وغیرہ وغیرہ۔ جہاں تک ایک سطحی نظر سے تمام کو دیکھا جائے اس کے اندر کوئی منطوق کوئی متفق علیہ دلیل، کوئی تسلسل، کوئی صغریٰ کبریٰ ثابت نہیں ہوتا۔ بڑے سے بڑا نتیجہ جو ایک نتیجہ کس شخص اس سے نکال سکتا ہے یہ ہے کہ یہ ایک مذہبی اور انفرادی تعلیم ہے جو دنیا کو رہبانیت کی طرف ایجا رہی ہے ایک نیا دانشمندانہ اس سے چنداں متمتع ہونا اس میں متعذر ہے۔ لیکن ابھی دو پرس نہیں گزرے کہ

اسی طمانچے والی حلیم بنانیوالی تعلیم کے ایک جزو قلیل کو ستریزین ہند ایک مقتدر اور با عمل سیاسی رہنما نے صحیح طور پر لیا، اور اگرچہ اسکی تمام منطق کو سمجھنے سے وہ فی الجملہ قاصر رہا لیکن اُسپر کما حقہ عمل پیدا کرنے کی سعی کی، اور لوگوں کو اُس اہل روحانیت کی ترغیب اور وراثت زمین کا نصب العین پیش کر کے چند مہینوں کے اندر وہ ماحول پیدا کر دیا کہ انگریزی حکومت کے اوسان خطا ہو گئے! لیکن نئی تعلیم کا یہ لشکر انگیز در ربط اور اسکا ضابطہ مستقیم صرف اسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جسکی نظر بحد وسیع ہو، تعصب کی تنگ نظری اسکے ربط کو نہیں دیکھ سکتی!

انبیاء کی تبلیغ ایک طرف، دنیا کے اور بڑے معلوم کا کلام بھی بسا اوقات سطحی نظروں میں بے ربط معلوم دیتا ہو۔ بسکین کی کثرت فلسفیانہ تصانیف اور مضامین میں ایک غلاق ہے جسکے حل کرنے کے لیے ذہن کو ناگوار تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے۔ مولانا روم کی مثنوی کے اشعار میں مصنوعی لگاؤ کا معلوم کر لینا بھی آسان بتا نہیں، وہ سب کے سب نظم و متیوں کی طرح لڑھکتے دکھائی دیتے ہیں اور بہت کم انخاص مصنف کے صحیح عندیے کی تشریح کر سکتے ہیں! خود کار لائل جس نے عرب پیغمبر کے لائے ہوئے قرآن کو پریشان خیالات، کہہ کر اسکی تخفیف کرنی چاہی ہے، اکثر اوقات اپنی تصنیفات میں اسی عظمت کا مصنوعی رنگ پیدا کرنا چاہتا ہے، اگرچہ آپ کسی بڑے پائے کا معلم ہیں اور دینی زبان سے معترف بھی ہے کہ اسی پریشان خیالات کے مجموعے نے عرب کو تہذیب کے فلک الافلاک تک پہنچا دیا تھا! اسطرح کے اکثر اقوال مطلق ہیں، بلکہ اسکے مسلسل مضامین بھی کئی کئی بار پڑھنے کے بعد سمجھ میں آتے ہیں، غالب کے دوسرے عربوں کے درمیان بعض اوقات ربط ٹھیک طور پر قائم نہیں ہوتا، نیوٹنی استدلال کے دو متصل مراحل میں مبتدی کو اکثر اوقات دشواریاں پیش آتی ہیں۔ الغرض جہاں جہاں کسی مقتدر تصنیف میں کوئی غلاق نظر آتا ہے، جہاں الفاظ کی بے انتہا کمی اور مضمون کی بے انتہا کثرت ہے، جہاں منطق پر بلاغت اور عمق مطالب نے پردہ ڈال رکھا ہے، جہاں واقعات اور نتائج کو اسقدر اہمیت ہے کہ دلیل ایک ثانوی اور تابع شے بن چکی ہے، جہاں علم کا پیدا کیا ہوا استغنا جمل کے متفقہ عجز و احتجاج کی پروا نہیں کرتا، اور سچائی کے

زور پر تسلیل و تشبیح سے بے نیاز ہو چکا ہے، وہیں حقیقت کی پردہ نشین عروس جلوہ گر ہے! وہیں سچا اور لازوال حسنِ مستور ہے! انہی بندہ نما اور مخلوق دیرپوں کی ادب میں حسنی کی شرمسار معشوقہ حجاب آرا ہے! اصلی اور بے مثال حسن کو کمال نش اور اعلان کی ضرورت ہرگز نہیں ہوتی، اسکی آبت تابا و مجربیت ہی مجربیت میں ہے، انہیں دعوت اور تشہیر نفس کا اچھا پن قطعاً نہیں ہوتا، انکا ستور رہنما ہی نقاد نظروں کے لئے ہلا کی دعوت ہے! بہترین میٹج ہے! پیام وصال ہے! بوسہ پیغام ہے! نہیں بلکہ بسا اوقات نظر انتقاد کی تائیں بھی حجاب بن بنکر اسکو چھپا لیتی ہیں اور ظاہر ہو جانے کی خفت کو برداشت نہیں کر سکتیں!

قرآن اگر اُس خالقِ زمین و آسمان کا کلام ہے، اگر وہ اُس مالکِ شمس و قمر کے عرب پیغمبر کے قلب پر نازل کیے ہوئے الفاظ ہیں، اگر وہ فی الحقیقت اُس معلمِ اول اور اُس ادب آموز ازل کا ساکنانِ زمین کو آخری درس ہو تو سیکھ کی نظروں میں اسکا غیر مربوط و مزایا کی بری سے بڑی خوبی ہے۔ وہ اگر مربوط ہو سکتا ہے تو اُن فیہوں کے اندر جنہوں نے اس کائناتِ عظیم کے چپے چپے کو دیکھ مارا ہے، جنکو اس صحیفہِ فطرت کے راز و دروں کا اکثر علم ہو چکا ہے، جنکو علم کی بلند نگاہی اور حقیقت کی وسیع نظری آسمانوں اور ستاروں کے افق اعلیٰ پرے گئی ہے، جو عقلی منطق کے صغیرے و کبرے سے بے نیاز ہو کر واقع الامر کی قطعیت تک پہنچنے کے درپے ہیں، جو شرط و جزا، سبب اثر، اور علت و معلول کے اس عظیم الشان موسیقی ساز میں ایجاب قبول کی تحفید سروں اور قضا و قدر کی پوشیدہ نواؤں کے محرم ہیں، جنکو اس بظاہر بے ڈیل ڈول، بے مرشد، نامنظم، استبداد سے بھری اور افراط و تفریط سے پر دنیا کے اندر ایک حیرت انگیز توازن، ایک محیر العقول عدل و تسویر، ایک بہتر تقویم اور تنظیم نظر آرہی ہے! خدائے زمین و آسمان اپنے کلام میں اس امر کا تحمل ہو نہیں سکتا کہ مبنیوں کی طرح انسان کو حروف ہجا سکھائے، پھر حرفوں اور جملوں کو آپہنیں جوڑے، پھر جملوں اور فقروں میں ربط و کھلاتا پھرے، اُس کا کمال عاطفت یہی ہے کہ اعلان کر دیا کہ یہ کتاب مکمل ہے، مفصل ہے، گنجینہ علم و حکمت ہے، انسان سے اسکا شیل پیدا ہونا محال ہے، آسان ہے، مبین ہے، اختلاف سے مبرا ہے، صاحب علم و فکر قوم

کے لئے ہو، ہدایت اور رحمت ہے، نور و شفا ہے، مربوط ہے! یہ امور بجائے خود اسکی حقیقت کو اظہر من الشمس کے ہیں، اب انسان کا فرض ہے کہ اس میں یہ خوبیاں دیکھنے کی سعی والا یطاق کرے، علم کی محاک پر آزمائے، حکمت کے معیار پر آزمائے، مربوط المطالب بنانے کی سعی کرے، اول سے آخر تک واحد المطلب ثابت کرے، والا اسکو مسترد کر دے! بڑی سے بڑی اور ناقابل انکار دلیل اسکے مربوط اور نتیجہ خیز ہونے کی یہ ہے کہ دنیا کے ایک انسان نے اسکو لیا، قیامتیں برس کی زہرہ گداز تکلیف کے بعد اسکی تعلیم کو لوگوں پر اظہر من الشمس کر کے اسکے ایک ایک حرف، جملے اور فقرے کے اندر وہ ناقابل انشقاق ربط، وہ منطقی تسلسل، وہ شرط و جزا کا قطعی اور عملی ماحول پیدا کیا کہ ایک نیا اسکو دیکھ کر انگشت ہندیاں رہ گئی، اگر آج علتہ و معلول کا وہ آسمانی پیکر، وہ خدائی برہان کا مجسمہ کبر ہے، وہ محجۃ اللہ الیہ العہدہ وہ مشیت ایزدی کا ناقابل ہل مرتفع انسان کے نسیان و فرس کے باعث بے دلیل اور بے ربط بن چکا ہو تو اس میں آسمانی صحافت کی ادارت کا کیا گناہ ہے؟

خدا کے کہے ہوئے الفاظ اگر عاتقہ الناس اور جہلا کی نظروں میں پریشان اور بے ربط رہے ہیں تو خدا کی بنائی ہوئی فطرت ابتدائے آفرینش سے آج تک عوام کی نگاہوں میں اس سے کہیں زیادہ بے ربط رہی ہو؟ معلوم آج بھی خدا کی بنائی ہوئی آتش چیزوں کے درمیان کوئی ربط نہیں دیکھتا، اسکو اکثر مخلوق بے لہم اور بے سبب نظر آ رہی ہے! اکثر حشو اور بے سلیقہ ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اکثر کے بدون کام کل سکتا ہے، اکثر کے نہ ہوتے ہوئے انتظام اور آرام بہتر ہو سکتا ہے۔ درخت کی شاخوں میں ایک ناخوش آئینہ بنی ہوئی ہے، دریا کی پچ و پچ راہوں میں تکلیف دہ کچی جو جنگل کے درخت ہمسدر کی بے پایاں مخلوق، موسمی حشرات الارض، آسمان پر بکھرے ہوئے تارے اسکے نزدیک سب وائے ہیں، وہ چٹھرے فی الجملہ ناخوش ہے، کتنی کو دخل در معقولات سمجھتا ہے، بلی کا خوب صورت کتبہ کو لگانا اسکے نزدیک ظلم ہے، مرغ کا کوڑے کو بے ڈکار ہضم کر لینا گناہ ہے، مادر زاد اندھا اسکو کچکا دیتا ہے، یتیم کی زہرہ گداز آئیں، جوان کی ناگماں موت، جنیبل سے گلی ہوئی ڈانگ، نکو کار کی موت آلودہ گودھی، زنا کار کے سر بفلک محلات میں اسے اول سے آخر تک ایک نامور تقسیم، ایک بے مطلب فساد، ایک بے سبب ظلم

ایک نا ضروری تشدد، ایک ناقابل انکار استبداد نظر آ رہا ہے۔ نظم و نسق، مساوات اور عدل، صلح و فساد، فقر اور ایجاد کے مسئلہ اصول کے مطابق بادی النظر میں اُسے اس دنیا کے اندر کوئی سلیقہ، کوئی تدبیر، کوئی تجویز نظر نہیں آتی۔ وہ اس دنیا کی طرف آرائیوں اور بدنائیوں کو دیکھ کر ہر اوقات اسکے اندر کسی چھوڑا علی کے وجود سے بھی انکار کر گیا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ سب کچھ جو سامنے نظر آ رہا ہے حُسن اتفاق کا ایک حیران کن اور دلربا منظر، یا سورہ تدبیر کا ایک مکروہ اور فساد آرا منظر ہے مگر توازن اور ربط اسکے اندر قطعاً نہیں، منطقی دلیل قطعاً نہیں، علت و معلول کشش نہیں! یہی باعث ہے کہ علم و جبل کے مختلف مرحلوں میں انسان کا خیال خدائے واحد کے وجود سے ہٹ کر متفرق خداؤں کی طرف پیشتر گیا ہے۔ جو شے بذات خود حیران کن تھی بجائے خود خدا بن گئی، کہیں سورج ایک دیوتا تصور ہونے لگا، کہیں کوئی دریا خدا بن گیا، کہیں آگ منظر اللہ بن گئی، کہیں برہمن میں تقسیم ہو گئی، پیاریاں جٹوں اور ہوتلوں سے متعلق ہو گئیں، آفتوں اور آسیبوں کے الگ علم پرور مقرر ہو گئے، جہاں معلول کے تپو ہوئے علت ناپید تھی وہاں علت بنالی گئی، جہاں علت موجود تھی معلول فرض کر لیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر جبل کی ذہنی طوائف الملوکی نے انسان کو مدتوں تک یہ توفیق نہ دی کہ وہ ان سب ظواہر فطرت کو اپنے دماغ میں مناسب مقام دیکر انکو سب سے پہلے ایک طبعی ترتیب دے، پھر ان سب کے درمیان ایک علت و معلول، ایک شرط و جزا، ایک علت و توازن قائم کر کے ان سب کو ایک علت **لعل** کے ماتحت لائے اور کائنات فطرت کے اس ہنگامہ عظیم کو واحد **بالذات** ثابت کر دے۔ اب بھی جہاں جہاں حالت کی حکومت قائم ہے فطرت کی یہ ظاہری بے ربطی خداؤں کو الگ کر رہی ہے اور اگرچہ خدا کا کلام آہنگ بند لوگاں فیہما آلہما **إِلَّا اللَّهُ لَعَسَ أَنْ تَكُونَ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ** پکار رہا ہے مگر جب تک جاہل کو ابن نیا کے اندر فساد کی صورت نظر آ رہی ہے، جب تک علم کی روشنی مشرق اور مغرب کے، شمال اور جنوب کے، آسمان اور زمین کے درمیان، نہیں بلکہ پانی اور آگ کے درمیان، کتھی اور پھول کے درمیان ایک ناطق اتحاد اور فیصلہ کن تعاون نہیں قائم کرتی، جب تک نظم و عدل کا سفلی اور تنگ تنخل آسمانی وسعت سے ہم آغوش ہو کر نار و کوکب سرودا، غلط کو کیس سرسج، اور زمین کو آسمان کا ایک چُڑ ثابت نہیں کرتا تب تک کائنات فطرت کا ہر لوطہ نظر آتا یا اسکے باعث اول کا ایک

دیکھ سکتیں، اسکو دیکھ کر کھسیانی اور پیرا ہو جاتی ہیں، جاہل نے اُسکے ٹکروں کو الگ الگ کر دیا ہے، کم ہیں اُس کے اکثر الفاظ کو حشو اور زوائد سمجھ رہا ہے، مولوی اسکو علی الحساب رواں پڑھ لیتا ہے، حافظ اسکو الگ بڑبڑا دیتا ہے، کوتاہ نظروں نے اُسکے حصوں کو ایک کر الگ الگ بت کھڑے کر دیے ہیں، صوفی اُسکے ایک ٹکڑے میں تو غل عظیم کر رہا ہے، عاکف اُسکے ایک حصے کو سیاق سے الگ کر کے کاتقربوا الصلوٰۃ کا منظر پیدا کر رہا ہے، نوازندہوں کی شہو حکایت کی طرح کوئی اس باقی کو چھت کا ستون کہہ رہا ہے، کوئی ٹکڑے سے تشبیہ دے رہا ہے، کوئی دیوار یقین کر رہا ہے! الغرض ہر قرآن کا بیسنے والا خدا الگ ہے، ہر سورۃ اور آیت کا خدا الگ ہے، ایک حصہ دوسرے حصے کے بالمقابل صف آرہے، قدم قدم پر اختلاف پیدا ہے، بات بات پر تفرق ظاہر ہے۔ ایک تجویز، ایک لائحہ عمل، ایک تدبیر، ایک منہ تائے عمل، ایک بطو تسلسل، ایک راہ قرآن کی کسی شے سے ثابت نہیں ہوتا یہی باعث ہو کہ اس کتاب عظیم کے نامہ حرامونیہ آج فیصدی مسلمان انکاری ہیں، دل میں انکار موجود ہے، ذہن باغی ہے، اعضا سن ہیں، زبانی استہرار لاکھ ہو مگر اُسکے کبے پر منہ قدم چلنا سچ مج چلنا گوارا نہیں یہ سب کچھ بے علمی کا ایک درخشاں منظر ہے، جمالت کا تملکہ انگیز جمود ہے مگر اسکی کسیر علم کے ماسوا کچھ نہیں۔ قرآن حکیم نے اپنے مرن جانب اللہ ہونے کی سکت دلیل بھی اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْفُتُورَانَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا یہی دی ہے مگر عدم تدبر اور کمی علم نے اختلاف کثیر اسقدر پیدا کر دیا ہے کہ آج صحیح معنوں میں اُسکے مرن جانب اللہ ہونے پر شک ہو، اُسکے احکام کی قطعیت پر شک ہے، اُنکی نافعیت پر شک ہے، مزدکار پر شک ہے، نفس امر پر شک ہے! وہی **لَقَدْ كَذَبْنَا** والی دلیل جو قرآن حکیم نے آسمان وزمین کو ایک صناع عظیم کی صنعت بتا کرنے میں دی تھی یہاں بھی اپنا اثا کام کر رہی ہے۔ جب مطالب میں فساو ہے، جب ایک آیت دوسری آیت سے علانیہ برسر پیکار ہے، جب قرآن کے اندر کُرام مجاہد ہے، تو قرآن کا بنانے والا کیوں ایک ہو، ہر آیت کا خدا الگ کیوں نہ ہو، فرقہ بندیوں کیوں نہ ہوں، جمود اعضا اور فساد ذہن کیوں نہ ہو، نہیں باطنی انکار کیوں نہ ہو! قرآن کو سمجھنے کے لئے انتہائی تدبر اور علم کی ضرورت کسی زمانے میں استقر تھی، اسکو تمام و کمال لیکر

اسکے ہرگز سے پرچشیت مجموعی غور و فکر کرنا اس قدر درکار تھا، ہر ایک حصے کو سب سے منطبق اور سب کے ساتھ متوافق کر کے ایک لائحہ عمل اور ایک صراطِ مستقیم مستنبط کرنا اس قدر اہم تھا کہ خود صاحبِ امتِ قرآن نے سرور کائنات کو تنبیہ کی کہ اُسکے مطالب سمجھنے میں جلد بازی مت کرو، بات کے پورا ہونے پہلے اور اُسکے تمام و کمال وحی ہونے سے پیشتر اپنے تخیل کے گھوڑے مت دوڑاؤ، یہ خدائے زمین و آسمان کا کلام ہے، اثباتات نہیں، علم کا کمال ہی تم کو اسکی انتہائی حکمت پر پونچھائے گا، اسی کو اپنے اندر زیادہ کرو اور اسیکی زیادتی کی دعا مانگا کرو، وَلَا تَجْعَلْ بِالْعُرْوَةِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْفُضَ إِلَيْكَ وَحْيَهُ ذَوْقُ رَبِّ ذَذْنِ عِلْمَاءِ یہی وجہ تھی کہ تینیس برس میں جستہ جستہ اُتار اور رسولِ عظیم کے قلب پر ایک ایک آیت اس طرح کا نقش فی الحجب کر دی کہ اُس یقین کا ہیجان صدیوں تک قائم رہا، مسلمان جو کچھ سمجھتے ہیں سمجھتے رہیں، اسکو ایک رات کے اندر سو سو بار پڑھ کر مُردوں کو ثواب پہنچاتے رہیں، اسکو خزانوں اور غلافوں میں لپیٹ کر کرے چوستے چاٹتے رہیں، بالائے طاق رکھیں یا انکھوں پر لگائیں اور کام کے وقت اسکے لیے دس قدم نہ چلیں مگر یہ وہ کلام ہے جسکو اس زمین پر پہنچنے سے پیشتر خدای (معاذ اللہ) تینیس برس تک سوچتا رہا، جسکے سمجھنے کیلئے اُسکا رسول تینیس برس تک ذذنی عِلْمَاءِ کی دعا مانگتا رہا، جس علم کے وارث قرونِ آؤں میں وہ علم سارے جن کا علم بنی اسرائیل کے نبی ہارے کے علم کے برابر تھا جو فطرت کی طرح خوبصورت ہے پیکرِ ان ہے منظم ہے ہمیشہ شال ہے قطعی اور آخری ہے، اور جو آج جہلا کے منہ چڑھ کر وہ پیش پا افتادہ بات بن گئی ہے کہ زمین و آسمان اس ناقدر شناسی کو دیکھ کر لرز رہے ہیں، وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كُنَّا نَزَّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنَ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا (الفراغ)

کسی قانون کے شایانِ شان یہی ہے کہ واحد المعانی ہو، متوافق لمطالب ہو، اسکی کسی ایک دفعہ سے ایک اور صرف ایک مطلب نکل سکتا ہو، اُنہیں تاویل اور مکر کی گنجائش قطعاً نہ ہو، اسکو جس صورت اور نظر سے دیکھا جائے اُسی ایک پہلو پر ٹھیک بیٹھ سکے والا وہ قانون قانون نہیں مجتہدِ فساد ہے، محشرِ ستانِ خلافِ ہر کشت زارِ نزاع قانون میں تاویل کا ممکن ہونا اتحادِ عمل کو توڑ دیتا ہے، لوگ اپنی اپنی پسند کے پروانوں کو دلیکمرست ہو جاتے ہیں

ایسی ناکر سو رہے ہیں یا ایک دوسرے کے خلاف علم نصب کر لیتے ہیں، پہلے بیسندہ وہ مطلب جو اجڑے قانون
 سے پیش نظر ہوتا ہے کیسے خبط ہو جاتا ہے، اور وہ پیکر کر دیا کسی معنوں میں قانون نہیں رہتا؛ رعیت کے کسی
 فریق نے آج تک حکومت وقت کے بنائے ہوئے قانون کی تاویل نہیں کی، کوئی انہیں اس غرض
 سے منعقد نہیں ہوئی کہ اپنے ملک کی کتاب تعزیرات یا اسکے نظام نامے کی کسی دفعہ کو لیکر اُس کے آسان اور سبب
 معافی تجویز کرے اور اس طرح پر بادشاہ وقت کو اپنا ہم آہنگ کر سکے۔ ایسے ستم ظریف گروہ کی مثال سادہ لوح
 کبوتر کی ہے جو بلی کو آتے ہوئے دیکھ کر انھیں بچ لیتا ہے اور چند لمحے آرام کے گذار کر موت کے منہ میں جا پڑتا
 ہے! بہر منتظم اور مقتدر حکومت کا قانون اصلاً ایک ناقابل تاویل شے ہے، اُس کا صحیح اور واحد عندیہ خود اسی کے
 الفاظ کے اندر ہے، اُسکی مطلق اور شرح طلب اصطلاحوں کی تشریح وہیں موجود ہے، کسی شخص کے ذاتی قیاس
 یا رائے کو اسکی تبیین میں قطعاً کچھ دخل نہیں! گناہ کی نوعیت یہ تو وہیں ہے، فرد جرم ہے تو وہیں ہے، سزا ہے
 تو وہیں لکھی ہے۔ مجرم اس سزا سے گریز کرنے یا اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کی ایک لاکھ سبیلیں پیدا کرے
 لیکن حاکم وقت کے فیصلے پر ہلکی تاویلوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا، کوئی کیسل یا پیروکار اس امر کا جواز نہیں سکتا کہ
 مجرم کو سچائی کے لئے نفس قانون کے معافی بدل دے یا اسکا مقصود اور پیش نظر اپنے منشا کے مطابق تسلیم کر لے
 اگر شہادت اور حالات سے ثابت ہو کہ جرم ہو چکا ہے تو سزا اٹل ہے، اسکو آئی ہوئی نہ سمجھنا یا اُسکے بارے میں
 عبث امیدیں اور لاطائل مکر کرنا بچا لٹ ہے۔ پس قانون خدا کی تبیین و تشریح میں نہ کوئی اجمال انت
 مفید ہو سکتا ہے، نہ ذاتی قیاس و رائے، نہ تاویل سے کام چل سکتا ہے۔ نہ علمائے قانون کے انفرادی یا متفقہ
 فتاویٰ مفید ہیں۔ وہ بذات خود اسقدر محکم اسقدر اٹل، اسقدر ناقابل بدل اور ناممکن التحریف شے ہونی چاہیے کہ
 فاطر زمین و آسمان بھی اسکو بدلنا نہ چاہے۔ وہ اسکی مشیت کے عین مطابق اسقدر ہو کہ اس میں تبدیلی محال ہو، اس قدر
 سوچ بچار کے بعد نافذ کیا گیا ہو کہ اُس پر نظر ثانی یا منہج کی ضرورت نہ پیدا ہو، اسقدر مقرر و متعین شے ہو کہ اس میں
 گھٹاؤ اور بڑھاؤ کی گنجائش باقی نہ رہی ہو، اسقدر مطابق اور متوافق ہو کہ سب کا سب ایک ہی مقصد و منشا کی طرف

قرآن حکیم کا اپنے بارے میں یہ حیرت انگیز اعلان فی حقیقت اس امر کی بالواسطہ دلیل ہے کہ وہ سب کا سب واحد المعانی ہے، فاطر زمین و آسمان کا عندیہ اسکے ایک ایک حرف اور ایک جملے کے متعلق ایک ہی ہے، لا مبدل لہ وجہ نہ ہو، یہ فی حقیقت انسانی علم کی کمی ہے جو اسکے مطالب کو مشکوک یا مستعد کر رہی ہے، ایک سلامت رو آیت اسکے مطالب کی صحیح حفاظت ایسی سچ ہو سکتی ہے کہ کسی ایک زمانے کی تشابہ آیات کو اپنے دائرہ بحث سے بکیر خارج کر دے لیکن اعمال خدا اور صحیفہ کائنات کے علم کو حتی الامکان وسیع کرتی رہے، پھر اگر علم کی وسعت کے باعث نور کے درز اس قدر کھل گئے ہیں کہ وہ حقیقت جو الفاظ کے اندر چھپی بیٹھی تھی خود بخود عیاں ہو رہی ہے تو ایسی علم و قدرت کے نور پر اس کو الم نشرح کرے اور پھر معاً اس کو محکمات میں داخل کر کے اسپر عمل پیرا ہو جائے۔ مثال کے طور پر اگر کسی زمانے کے حکماء کا ناقص علم فطرت سورج کے عظیم الشان گرے کو فضائے اثیری میں ساکن متصور کر رہا ہے درآخی البیکہ قرآن حکیم کا اٹل محاکمہ اس امر کے متعلق وَالشَّمْسُ بَجَرٍّ مِّنْ سِغَرٍ لَّهَا ذُرِّيَّتٌ مِّمَّا تَدْفَعُونَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ موجود ہے تو یہ آیت بلاشبہ اُس زمانے کی مشابہات میں سے ہے، اسکے متعلق کسی قسم کی تاویل کرنا حتماً ناجائز ہے، علماء فطرت کے متبع میں یا اُنکے دعاوی کو صحیح مان کر رد و بدل کرنا یا تحریف پیدا کرنا انسانی دیوانت ہے، اسلامی اُمت کا فرض ضرر اس قدر ہے کہ اس آیت کے صحیح مطالب کی تشریح سے یکسر سراض کرے اور سورج کی کسی متفرک طرف حرکت کے بارے میں پیہم مشاہدے کرے، اسکے متعلق ناقابل انکار معلومات فراہم ہوں، اس مننتی کی طرف قرون اور صدیوں تک لگی رہے، شبانہ روز تجربے اور معائنے ہو کریں، اُمت کے مختلف اہل گروہ اس حقیقت کو سچ کر نیچے درپے ہو جائیں، یا اگر اس تفحص کے ضمن میں اس آیت کے کوئی اور مطالب منکشف ہوں تو اپنی توجہ اوپر منعطف کر دیں مگر جب تک سورج کی کسی متفرک طرف فضائی حرکت کے متعلق وہی اکتشاف نہ کر لیں جس کو بالآخر مغرب کے ایک حکیم ہرشل نے تمام عمر کے مسلسل مشاہدے کے بعد کیا، اُمت کے سر سے اس آیت کے بارے میں گراں فرض نہیں ٹل سکتا، اور نہ وہ آیت اُس وقت تک محکمات میں داخل ہو سکتی ہے۔ اس مقام تک

۴ زمین کی حرکت، سورج کے اضافی سکون، اور منور الذکر کی فضائی حرکت کے متعلق ایک تاریخی بحث اہل کتاب صفحہ ۲۱-۲۳ تحت اہل حق میں آگے چلا کر رہی ہے۔ وہ ان پر ہر سرام ساری اور بالخصوص زمین کی حرکت کے متعلق قرآنی شہادت ہی درج کر دی ہے۔ یہ شہادت اس قدر قطعی اور ناظر ہے کہ اس کے بعد کسی شہادت کی ضرورت نہیں رہتی۔

متشابہات کا کتاب الہی کے اندر موجود ہونا انسان کے لئے تحقیق و تلاش کی ایک بہیم راہ عمل و انگلی
 وجہ سے افراد امت کا ازہرہ مختلف یافتہ بہد بنجائے مقصود نہیں۔ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآيٰتٍ
 لِلَّذِيْنَ اٰتٰنَا حُكْمًا (الانبیاء ۲۲) کا الہی محاکمہ قرآن پڑھنے والے صاحب ایمان لوگوں کو جب تک زمین و آسمان قائم ہیں
 بروز نئی راہ عمل دکھاتا رہے گا، وہ الہی صراطِ صلاح میں صاحب ایمان بننے کی لازوال ترغیب پر آیاتِ خدا کی تلاش
 میں کائناتِ فطرت کا ہر گوشہ دیکھتے رہیں گے، بہت ممکن ہے کہ اس آیتِ جلیلہ کی کامل تفسیر اور صاحب القرآن کا
 اسکے بارے میں مکمل عنبرِ روضہ قیامت تک معلوم نہ ہو سکے، اور صحیح معنوں میں یہ آیت ابد الابد تک
 متشابہات میں داخل رہے۔ مگر اعمالِ خدا کی تلاش کو جزو ایمان قرار دیکر سعی و عمل کا ہیجانِ عظیم
 کروینا ہی اس آیتِ جلیلہ کا واحد و انتہائی نظریہ ہے، یہی اسکا واحد اور ناقابلِ بدل مطلب ہے، مقصود ہی
 ایک ہے، یہ نہیں کہ سوال پیدا کر دیا جائے کہ آسمان و زمین میں آیاتِ خدا کس نوعیت کی ہیں، اور خدا کی مروت و عینہ
 انکی کوئی شق سمجھیں؟ اور پھر ان سوالات کو بنائے نزاع قرار دیکر دوا دینا و تفریق بنجائیں جو ایک دوسرے
 کی رائے کو منطقی اور کاغذی اجتہاد سے روکتے ہیں، لیکن اس آیتِ کریمہ کے اصل مقصود کی طرف ایک قدم
 جنبش تک نہ ہوا

مثلاً **شیانِ فطرت** کا دستور بھی اکثر اسی انداز پر رہا ہے، علمِ حقائق الاشیاء کے ماہر سمیع و بصیر
 اور قلبِ سلیم کی شہادت پر ایک نظریہ مرتب کرتے ہیں، اسکو اساس قرار دیکر مشاہداتِ طبیعت کی توجہیں اخذ
 کرتے ہیں، توجہات کی مجموعی شہادت کو اُس نظریے کی صحت کا مزید ثبوت یقین کرتے ہیں، سب سے اُس پر
 مستحقِ علیہ ہو کر اسکو علم کے معیار پر آزماتے ہیں، پھر جوں جوں نظریہ عمل کے صحیح معیار پر پورا اترتا ہے،
 جوں جوں اسکے ذریعے سے نئی مشکلات یا مظاہر کا حل ہوتا ہے وہ بذاتِ خود واقع الامر اور حقیقت بنتا جاتا
 ہے، والا سب سے سب اسکو مسترد کر کے کسی دوسری غالب حقیقت کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں اور اپنی تعمیر
 شروع کر دیتے ہیں۔ علم کی حیرت انگیز ترقی اور حقائق الاشیاء کا مجر العقول انکشاف دنیا میں اسی باہمی تکرار و تسلسل

اسی شفقہ رد قبول سے ہوا ہے۔ نہیں بلکہ ایک وقت معین تک کسی غلط نظریے پر بالاتفاق قائم رہنے کا نتیجہ بھی اکثر اوقات یہی ہوا ہے کہ اس شفقہ طرز عمل کے باعث نئے راہ عمل کھل گئے ہیں، غلط راہوں پر ٹھوکریں لگنے سے صحیح راہیں ابھی کشادہ اور حقیقت نامیل گئی ہیں جنکا اس سے پہلے سان گمان نہ تھا۔ الغرض علم حقائق الاشیا کی ترقی میں حکما کا باہمی اتفاق عمل اٹلن کا سلامت و ہونامی نمایاں طور پر معاون رہا ہے، انہوں نے ضد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر اکثر کوئی فرقہ بندی نہیں کی، جہاں جہاں اختلاف رونما ہوا ہے، جزوی اور عارضی طور پر ہوا ہے، کم سے کم مدت اور بحث مباحثے کے بعد حکمائے فطرت خود بخود ایک مشترک حقیقت پر متفق ہو گئے ہیں۔ علم نے ان کے وقتی اور مقامی اختلافات کو جلد سے جلد مٹا دیا ہے، اور وہ پہر باہم گریصافحہ کر کے طبیعت کے اس بحر سیکراں کی تلاش میں مصروف ہو گئے ہیں جو فی الحقیقت ان کا منتہائے نظر و توان حکیم کے حقائق عالیہ کے ساتھ بھی علمائے دین کا بعینہ ہی سلوک ہونا چاہیے تھا؛ مثلاً کون کون مکان کے ہیجے ہوئے الفاظ بھی اُسی پیمانے پر مغلط اور فرار غرر اعتنا و انہماک، حیرت انگیز اور تحقیق طلب، جامع الناس اور سیکراں ہونے چاہیے تھے، جس قدر کہ اسکی بنائی ہوئی فطرت ان آنکھوں کے سامنے نظر آ رہی ہے، ان کے اندر بھی وہی ناپید کنارہ تبصر، وہی حقیقت کشا افق، وہی بے نیازی کی شان اور استغنا کا سکوت، وہی منفعت بخش ہونے کا اخلاق و اشتباہ اور عزیز القدر ہونے کا عشر حصول ہونا ضروری تھا جو ہر صلی اور اصولی تحریر کا جزو لا ینفک ہے مگر افسوس کہ اسلامی علماء اور متکلمین نے اشحا و عمل کو قطعاً نظر انداز کر دیا، وہ جو کچھ اُنکے محدود، وقتی اور مقامی علم سے بن پڑا اس نادر الوجود کتاب کی تشریحیں کر گئے، اعتقادی طور پر اپنی اپنی شرح قطعی اور آخری قرار دیکر لوگوں کو اپنے اپنے پیچھے لگا لیا اور باہمی ضد اور ہٹ دھرمی سے فرقہ بندی بنا کر کلام خدا کی حقیقت کو نظروں سے نہا کر دیا، وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ اُولَئِكَ الْكِتَابِ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَيِّنَاتٍ لَّهُمْ ذٰلِكَ عَرَضَ لِمَنْ اُولَئِكَ اَنْزِلَتْ اَوْفَوْهُ مَنْ بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَيِّنَاتٍ لَّهُمْ ذٰلِكَ عَرَضَ لِمَنْ اُولَئِكَ اَنْزِلَتْ اَوْفَوْهُ مَنْ بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَيِّنَاتٍ لَّهُمْ ذٰلِكَ عَرَضَ لِمَنْ اُولَئِكَ اَنْزِلَتْ اَوْفَوْهُ مَنْ بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَيِّنَاتٍ لَّهُمْ ذٰلِكَ عَرَضَ لِمَنْ اُولَئِكَ اَنْزِلَتْ اَوْفَوْهُ

يَقْنَعِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (المجادہ ۴۷)۔ انہوں نے آج تک کلام خدا کی تفسیر کے کوئی مشترک علمی اصول مقرر نہیں کیے، کوئی مشترک اساس بحث و تنقید کی پیدا نہیں کی، کلام خدا کے عظیم الشان اعجوبہ گاہ کے اندر کوئی صحیح اور مرتبی افق نظر قائم نہیں کیا، کوئی ربط اور تسلسل کوئی حتمی دلیل اور حجت واضح نہیں کی عیسیٰ با ہے کہ قرآن کا صحیح علم اور اس کی عظیم الشان حکمت آج نظروں سے اکثر نہاں ہو چکی ہے، اسکا پڑھایا ہوا سبب لگاؤں بھی بھولا جا چکا ہے، وہ آپ سب کا سب ایک ناقابل التفات اور بے معنی شے بن گیا ہے، لوگ آج اس کے الفاظ کو دیکھ کر کچھ متعجب نہیں ہوتے، اس کے احکام کو سن کر اپنے میں کچھ متحرک نہیں پاتے، اس کی حکمت کو پا کر کچھ ترپ نہیں اٹھتے، وہ مستور حقیقت جسکی ستوریت اور دلربائی بجائے خود ایک عالم کو محو تلاش اور نعل درآتش کر نیکیے لیے ابدالآباد تک کافی تھی، آج بے حس اور بے اثر بن چکی ہے، وہ آیات خدا جس کے مطالب کی جستجو ہر کارگاہ جہان کے سازا من دراحت پر بجائے خود ایک پیہم مضرب عمل تھی، آج انسان کی ضد اور جہالت، نا اہلیت و سستی اور ناقدر دانی کے باعث جمود و عصیان، فرقہ بندی اور ضعف کے محور بن چکی ہیں۔ غلط اعتقاد اور ناراضا مایوں کا زنگار انہر جم کر امت کی ہی طاقت کو کھار رہا ہے۔ علمائے دین اور شارحین اپنی اپنی ڈیڑھ انیٹ کی مسجد جدا کر گئے ہیں، ہر شخص اپنے اپنے پردانے کو لیے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا ہے اور موت کے انتظار میں حلالہ محری کی طرح ٹٹا کر اپنی زندگی کا سہلی ثبوت دے رہا ہے، يُصِلُّ بِهِ كَثِيرًا مِّنْ هَدًى يَدُلُّ بِهِ كَثِيرًا مِّنْ ضَلَالٍ وَمَا يَصِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ (شعرا)

کسی قانون کے شلج کا فرض میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ اسکی سبب و فعات کو بحیثیت مجموعی ایک مقصد اور ایک منہائے اعلیٰ کی طرف جاتا ہوا ثابت کرے، نظام حکومت کو پیش نظر رکھ کر و فعات کے صحیح مقاصد کی تبیین کرے، و فعات کے مطالب کی تعیین کر کے نظام حکومت کو واضح کرنے کی سعی کرے، ہر امر و نہی کا منہائے حید رعیت کا امن حاصل کرنا ثابت کر دے، انکار کے نتائج واضح ہوں تبمیل کا انعام ظاہر ہو، حکومت کی طاقت کا نقشہ روز روشن کی طرح سامنے ہو، جزا و سزا کا واقع ہونا آنکھوں کے سامنے صاف دکھائی دے، نہیں، بلکہ اوامرو نواہی کی اساسی حکمت عملی کی تہ میں ایک زوال قسط و عدل، ایک تین انگیز منطق، ایک برہان قاطع اور

حجتہ بالغہ، ایک مہیج اعضا علم کا موجود ہونا ثابت کرے، جو اس قانون پر عمل کرنے والوں میں ایک عالم گیر انجنت اور
 اضطراب عمل چارو ناچار پیدا کر دے۔ وہ اس مدلل اور قائم، اس طاقتور اور عادل حکومت کے اندر مشروط و
 جزا، علت و معلول اور سبب اثر کا آپس میں ایک لاینفک تعلق دیکھیں، اور اس شرط و علت کو طوعاً و کرہاً اپنا شعار
 عمل بنالیں۔ میرا یقین ہے کہ نبیائے کرام نے قانون الہی کو اپنی امتوں پر عینہ اسی طرح پر واضح کیا، اسی نے
 انکا بے مثال عمل تھا، اور یہی ایمان کی پہلی اور ختمی منزل ہے! جو تفسیر کلام خدا کو اس طرح پر عیاں نہیں کر سکتی
 وہ ایک بے روح جسد ہے جسکا ہونا نہ ہونا برابر ہے، اور جو ایمان اس عینی یقین کے متبے تک نہیں پہنچا
 وہ ایک بے روح پیکر ہے جسکا اس دنیا کے اندر بیکار ہونا ظاہر ہے۔ انسان کے کالبد کی چھوٹی سی ادارت کے
 اندر اسپرٹز حکومت کرنے والا عضو ذہن ہے، باقی اعضا کے تمام اعمال و محسوسات کی پہلی طالع اسی کو
 پہنچتی ہے، یہی عضو اسپرٹز کی چھان بین کرتا ہے، انکو صحیح یا غلط قرار دیتا ہے، اسکو حوصلوں یا مادیوں
 کی کمک پہنچتا ہے، اور یہی وہ امارت عظیم ہے جسکے حکم پر سب اعضا ملتے اور کام کرتے ہیں۔ جب تک ذہن
 کسی شے کو تسلیم نہ کرے، اعضا کا اس شے کے بارے میں حرکت کرنا، اسکو بحال عمل بنالینا انہیں متعذر ہے۔
 پس قانون خدا کی کوئی تشبیح جب تک ذہن کو اپنا مؤید اور قلب سلیم کو اپنا حمایتی نہ بنائے کسی شخص کے اندر سچی عمل کا
 ہیجان یا ایمان کا عالم انگیز نور پیدا نہیں کر سکتی۔ یہی باعث ہو کہ ظہور اسلام سے لیکر آج تک کلام خدا کی تئیں تشبیح
 کے متعلق مسلسل سعی کے باوجود اسکی کوئی تفسیر حتماً اس ایمان، اس لشکر انگیز یقین، اس نہر و گداز عمل کا کر ڈھانچہ
 نہ پیدا کر سکی جو نبی خاتم الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تئیں برس کی بالمشاذ تشبیح کے بعد پیدا کیا تھا، اور جس کا پھر
 پیدا ہونا عملی نقطہ نظر سے آج محالات سے شمار ہو رہا ہے۔ نہیں بلکہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ قرآن کے ہزار ہزار
 شارحین میں سے ایک متنفس بھی اپنے قارئین میں سے کسی ایک کے ذہن کو اس طرح پر نہ مناسکا کہ وہ عضو تئیں
 علی الاطلاق باقی سب اعضا کو وقف عمل کم از کم ایک عمر کے لیے کر دیتا۔ ہر منہنی کا آخری سوال اسکے والد یا علیہ کو
 پڑھ لینے کے بعد بھی مشہور قصے کی طرح ہی رہا کہ زلیخا مروتی یا عورت۔ قرآن کی تسلیم کا حاصل کیا ہے، انہیں کیا

لکھا ہے، اسیں اللہ صاحب نے چند الفاظ میں کیا حکم دیا ہے، اسیں دہشتے کہاں ہے جس نے عرب کی تمام قوم کو چند
 برسوں کے اندر اندر سرکھن اور پاپر کا بک کر دیا تھا، وہ بات کہہ رہے جس نے چوٹوں اور بڑوں کے، جاہل اور
 عاقل کے، مدعی اور مضیع کے، غریب اور امیر کے دل میں وہ سکوں سوداگ لگا دی تھی جو قرون تک بچھائے بچھے
 جس نے سیکڑوں برس تک ایک پوری امت کے اعمال و افعال، عادات و حسنات میں، معاملات و تعلقات
 میں وہ مدِ عظیم پیدا کر دیا تھا کہ آج اس تہیج کو پھر دیکھنے کے لیے آنکھیں ترس رہی ہیں! آج اگر کوئی طالبِ حقیقت اپنی
 بچی ہوئی آگ کو سلگانے کی نیت سے کسی بڑی سے بڑی تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہے تو پہلا ورق کو دہکتے ہی نہیں
 انسانی ہٹل آرائی اور غلط گوئی، داستانِ سرائی اور حقیقت پوشی، آسمانِ سواہی اور ریماںِ جوابی کی وہ جیسا سوز
 بدعنوانیاں دیکھتا ہے کہ اس قصابِ زمانہ فہم و عقل کو دیکھ کر روح کا نپ اٹھتی ہے۔ کہیں اُسے اندر صرف منہ کے
 مستقل مقالے ہیں، کہیں اعراب کے رفع و نصب پر لمبی چڑی بکھینچیں کہیں اسالیبِ فصاحت چربسجِ وقیع ہے۔
 کہیں ظن و قیاس کے ظلمت انگیز مناظرے ہیں، کہیں حدِ ثناء اور قالِ قال کا بے سُر راگ ہے، کہیں فرضی اور بنے
 قصوں کا طومار ہے، کہیں بے ربطیاں میلوں تک ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں! بہرِ ایت سیاق سے الگ، سابق سے
 علیحدہ، اندر سے ٹکڑے ٹکڑے، باہر سے بے مطلب اور بے نتیجہ بن گئی ہے! جہاں ربطِ روز روشن کی طرح عیاں ہے
 وہاں طفلانہ نہالیش ہے، جہاں بے ربطی کی خلیجِ عظیم اور تندہ اور علم کی ضرورت ہے وہاں آئیں بائیں شائیں بنے!
 نہ اصولِ مطلب سے بحث ہو، نہ نتائجِ نظر سے، نہ علم کی تلاش ہے، نہ حکمت کی جستجو ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شائع
 کو خدائی دیسل کی آسمان تک پہنچانے والی شاہِ راہ کے ہوتے ہوئے اطرافِ راہ کی اپنی پیدا کی ہوئی
 الجھنوں اور خاکِ کشیموں کے باعث راہ نہیں ملتی، اسکو گس کی مانند درختوں کی کثرت کے باعث جنگلِ نظر نہیں آتا،
 وہ خار و درجھاڑیوں میں خود گم ہوتا ہے اور قدم قدم پر دامن کو کاٹتوں سے چھڑاتے چھڑاتے اپنا سچا لٹے کیا ہوا
 رستہ بھی جھول جاتا ہے، بالآخر جب مُکر و دیکھنے سے ہاتھ پٹے کچھ نہیں بڑھتا تو پارِ دُعا چار منہ اٹھائے ہوئے جدھر
 بن پڑتا ہے اپنے آپ کو دھکیلتا جاتا ہے۔ کسی مفسرِ قرآن کی اکثر نظر آج تک اس بات پر نہیں رہی کہ تفسیر کے

ناظر کا بڑا مدعا الہی پیغام کی ماہیت کو سمجھنا ہے، یہی اُسکے اس ضخیم کتاب کو کھول کر پڑھنے کا واحد مطلب ہے، نیز مقصد کیلئے اُس نے ایک محل اور معلق کتاب کو چھوڑ کر اپنے زعم میں ایک سہل اور مفصل کتاب کی طرف رجوع کیا ہے اور بعینہ اسی بنا پر، مفسر کے کلام خدا کے بارے میں حُسن اعتقاد کی تمام طومار نویسیوں اور حاشیہ آرائیوں کے باوجود ناظر کا مدعا وہی ہے کہ قرآن کا **نفسِ پیغام** کیا ہے، چند الفاظ میں اُسکے اندر کیا لکھا ہے، چند جملوں میں وہ کیا اصول ہیں جن پر عمل چاہئے، انکی الہی حکمت کیا ہے، انکی دستوری سند کیا ہے، وہ کیوں **ذِکْرٌ لِلْعَالَمِیْنَ** ہے کیوں **هُدًى رَحْمَةً** ہے۔ بعینہ ہی باتیں ہیں جو ہر تفسیر اور ترجمے میں کالعدم ہیں، اسی مدعا کو دل میں ٹھان کر لوگ تفسیر میں پڑھتے ہیں اور ایکس ہو کر جاتے ہیں کوئی مستقل اصول، کوئی مختصر کوئی کارگر بات جو وہ تفاسیر سے اُن کے ماتھے پر تے نہیں پڑتی الغرض تفسیر یا ترجمہ قرآن کا مطالعہ تلاشیِ علم کے لئے مدتِ مدید سے وہ بے نتیجہ اور ناموافق شے رہا ہے کہ ایمان کے شعلے کو آسمان سا کرنے کی بجائے معتقد کی اُس خفیف سی سنگلتی ہوئی چنگاری کو بھی بجھا دیتا ہے جو ہر مسلمان کے دلیں رہا یا خلقاً موجود ہے اور بار بار ایسا ہوا ہے کہ ایک شیونہ اور سلیم الدین شخص ان تشریحوں اور ترجموں کو دیکھ کر دین اسلام سے یکسر متنفر ہو گیا ہے اور وہ رہی سہی عصیبت جو اُسکے دل میں مسلمان ہونے کے باعث موجزن تھی ہمیشہ کے لئے ساکن ہوتے ہوئے کالعدم ہو گئی ہے!

ایک مغربی نقاد نے حُسن اعتقاد کی ان ہلاکت انگیز باطل آرائیوں کی ایک دلچسپ اور معنی خیز مثال انگلستان کے ایک مشہور شاعر کے کلام کی بے شمار مزید تشریحوں کو پیش نظر رکھ کر اس طرح پر دی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ پاپائے ریتو الکبر کے مقتدیوں (رومن کیتھولک) کے ہاں دستور ہے کہ اپنے راہبوں اور اولیاءوں کی تصویریں گرجاؤں میں بطور تبرک کے لٹکا دیتے ہیں، پھر لوگ اپنے اعتقاد کے مطابق اُن تصویروں کے نیچے برتھیاں اس نیت سے جلاتے ہیں کہ اُن کی روشنی اُسکے چہروں کو منور کر دے اور وہ آؤ بھی پر رونق نظر آئیں۔ جتنے اعتقاد کی شدت کسی کی نسبت لوگوں کو ہے، اس قدر شمعیں اُسکے نیچے جلتی ہیں اور اس قدر عوام کی نگاہوں میں وہ شخص بزرگ شمار ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی حیثیت کے مطابق چسپراغ جلاتا ہے، کوئی موم پتی کا صقیل کیا ہوا شمعہ ان لاکر رکھ دیتا ہے تو کوئی روئی کی پتی کا

پرانی وضع کا تیل سے بھرا ہوا دیا نہایت ارادت سے نکال دیتا ہے۔ مگر اس تمام عقیدت آرائی کا مجموعی اثر اُس تصویر پر یہ ہوتا ہے کہ بستیوں کا پیچ و پیچ اور چکنا چٹ سے بھرا ہوا دھواں اُس دلی کے چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے، چہرے کے تمام خط و خال رفتہ رفتہ مسخ ہو جاتے ہیں، تیل کے دماغ لگ لگ کر تمام تصویر چمکٹ ہو جاتی ہے اور بالآخر وہ بزرگ منش کسی بھوت کی ڈراونی شکل بن جاتا ہے۔ شاعر کے بارے میں نقاد لکھتا ہے کہ وہ ہزار و ہزار تشریحیں جو شکسپیر کے مذاہن نے اُسکی تصنیفات کو روشن کرنے کی غرض سے لکھی ہیں، بجائے خود اسکے منش کی اصلی تصویر کو سیاہ کر رہی ہیں، خوش اعتقاد مفسروں نے اُسکے کلام کے ایک ایک جُملے کے متعلق معانی کے وہ بے سرو پا افسانے بنائے ہیں جو کھتے وقت شاید مصنف کے دہم و گمان میں نہ تھے۔ ایک شاعر کے بے نفع و ضرر ادب نے سیجھ کلام کے متعلق عقیدہ مند لوگوں کا یحسَن ظن ممکن ہے دنیا کے ایک فرد پر بھی فی الحقیقت کوئی مضر اثر نہ ڈال سکا ہو۔ اسکے دس معتقدوں کا بھی صحیح معنوں میں شاہین کی اس تمام کذب آرائی سے بال تک بیکانہ ہوا ہو لیکن مالکِ زمین و آسمان کے کلام کے مطالب میں اسلامی مفسروں کی صدیوں سے رطبِے یا بس سب، رائے زنیوں اور قیاس رانیاں ایک عالمگیر قوم کی تاریخِ نفع و انعام میں وہ ناقابلِ تلافی نقصان، اُسکے اعمال میں وہ ناپید اِشمال شرارتیں، اُسکے اخلاق میں وہ موت انگیز بیماریاں، اور اُسکے سعی و عمل میں وہ ملامت انگیز دامانِ گدیاں پیدا کر گئی ہیں کہ نعتِ سلاب کی اس موجِ فرسا حکایت، اور انسانی اقوال کی اس مضرت انگیز اور علل بر انداز روند کو سُنکر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں! قرآن حکیم کے صحیح مقاصد کی سب موبہی موت سترِ پاسبیہ ہو چکی ہے، اسکے اصلی اور حیات پرور حسن کا ایک خط و خال ظاہر نہیں رہا، ایک ایک آیت، جُملے اور اصطلاح بلکہ اکثر اوقات الفاظ اور نشانات کے مطالب بگڑ چکے ہیں، تعلیم کے بگڑ چکی ہے، نصب العین بگڑ چکا ہے، نہیں نتیجہ نہیں بگڑ گئی ہیں، حوصلے بدل گئے ہیں، دل اور جگر بدل گئے ہیں! غلط نقد و نظر اور بے محابا تاویل کی پے در پے گھٹا ٹوپ بدلیوں نے معانی پر سیاہ دھوئیں کی کئی ایک تہیں جمادی ہیں، پھر اُن تہوں پر عادت اور تہصب کا سیاہ روغن بنجھ منجھ کر اس قدر چمکیلا اور پُرانا ہو گیا ہے کہ آج کسی متنفذ کو اصلی تصویر کے موجود ہونے کا اعتراف تک نہیں رہا، ذیائے اسلام ایک روح پرور، دلولہ انگیز اور دلربا

صورت کے بدلے ایک میل سے چیکٹ چوکٹے پر اپنا اعتقاد جاری ہے اور سن کی لٹ کر انگریز ٹرپ کے نہ ہوتے ہوئے
فرض و گمان کے جمود میں نامردی اور موت کی طرف آہستہ آہستہ گھسٹ رہی ہے!

کیا تفسیر کے اس ظلمت انگیز چراغِ اُغال کے ہوتے ہوئے میں بھی فی الحقیقت آئندہ اوراق میں اپنی خوش
اعتقادی کا ایک اور دُعا خیز دیالے آیا ہوں، اور اس طرح پر قرآن کو اور سیاہ کرنے کا مجرم بنا ہوں، اس کا
فیصلہ زمانہ آپ کرتا رہے گا، مگر حسن نیت کے دلوں میں اور شارحین کی طرح غالباً مجھے بھی حق حاصل ہے کہ ظاہر
کردوں کہ کلامِ الہی کی اس تبیین میں میں نے جان بوجھ کر کوئی بددیانتی نہیں کی۔ کوئی تاویل، کوئی تکریمیں، کوئی فرائی
قیاس یا رائے جس سے اپنے زعم میں میرا اپنا چمٹکارا ہو سکتا تھا میں نے ختمائش نہیں کی میں نے صرف علم اور صحیح
ملکی برقی مشعل کو قرآن حکیم کے سامنے لا کر رکھ دیا ہے، اسکی دروں اس حقیقت کشا اور برق شعاعیں کلامِ خدا
کے مطالب کی اہلی اور پہلی تہ تک پہنچا دی، انسان کے اُس پر اپنے ہاتھوں کیے ہوئے بدنما رنگ و روغن کے نیچے
حقیقت کی پردہ نشین لہتاب گسل جس سے مزین اور تجلی سے بے نیاز عروس کی ایک جھلک دکھلا دی ہے، کم از کم
یہ رک لگا دی ہے کہ الفاظ کے انہی مستعمل، بے قدر و قیمت اور دیدہ آتشنا جھروکوں کی آڑ میں انسانی فلاح کی وہ
آسمان تاب عقیفہ، اور سیاہ پاش عصمت مآب بیٹھی ہے جسکو قرونوں سے کسی جن و انش نے چھوا تک نہ تھا اور ہی اس
قدوسی کلام کے اندر سچی مطلوب ہے! وہی طلحہ قصو ہے! اسی کو پالینے سے تو میں عشق و نیاز کی اس جاں گداز منزل
میں فائز المرام ہو جاتی ہیں، اُسی سے بے نیاز ہو کر عالم اسلام پر ڈل و مسکن کے بادل آج چھا رہے ہیں غضب
الہی کا تشویر و جوش مار رہا ہے، انعام یک بیک چینیے جارہے ہیں، موت سامنے نظر آ رہی ہے! اسی و تلاش کے اسی
حوصلہ زاتقدم میں میں نے جو کہا ہے بخوفِ خطر کہہ دیا ہے، کسی رسم و رواج کی رعایت، کسی اجماع امت کا فیصلہ،
کسی ضعیف مسئلے کی پیروی، کسی شاہ و گدا سے ارادت، کوئی کفر کے رُملائی فتوے، کسی حکومت وقت کا خوف، مقاصد
قرآن کے متعلق میری تحقیق پر کچھ اثر نہیں کر سکا، قانونِ خدا کے متعلق جو بات واقع الامر ہے اُسکو سچ کہہ دیا ہے
جو چھوٹ ہے اُسکو چپا کر نہیں رکھا، جو شہادت ہے اُسکو من و عن کھول کر رکھ دیا ہے، جو مکر ہے اُس کے

یا اُنت سے مخصوص نہیں، یہ ایک قانون ہے جس میں تاویل کی قطعاً گنجائش نہیں، اسکی سب آیات آیات بینات ہیں، مستقل اور ناقابل انکار حقائق کی طرف ایجا رہی ہیں، جہاں تشابہ ہے کمی علم کی وجہ سے ہے، وہیں میری طرف سے جمل کا علانیہ اصرار ہے! اگلی ہر تکرار میں تشریح ہے کسی نئے علم کا اضافہ ہے، کوئی توکید فرمید ہے، یہ رب زمین و آسمان کی طرف سے انسان کے نام ایک مکتوب ہے، پیامِ عمل ہے، فرمانِ خسروی ہے، حکمائہ خدا ہے، اسلئے اسکا ایک ایک حرف قابلِ اہمک ہے، یہ فطرت کی طرح وسیع ہے اسلئے اسکے تمام لائحہ عمل پر حاوی ہو جانا، ایک قرن، ایک فیض، یا ایک اُنت کا کام نہیں۔ انہی امور کو پیش نظر رکھ کر میں نے قرآن حکیم کے بارے میں اُنکے صحیح ہونے کا بلا واسطہ علمی ثبوت دیا ہے، پیش از وقت ارادت یا عقیدت کو اس تحقیق و تلاش میں خلل کر دینا قطعاً گوارا نہیں کیا۔ میرا مقصود تمام آئندہ بحث و تمحیص سے کتاب خدا کی خوبی کو ثابت کرنا ہے، مسلمانانِ عالم کو ایک قطعی اور نفع مند ایک مختصر اور حیرت انگیز راہِ عمل کی طرف پھر اشارہ کرنا ہے، اُس سبق کو پھر یاد دلانا ہے جو کبھی اس طفل کم سواد کو خوب از بر تھا مگر آج قطعاً ہولنا جا چکا ہے، قرآن سے نا آشنا اور فطرت سے باخبر مغرب پر ثابت کر دینا ہے کہ اگلی تمام سیاست و تدبیر ان کا سب علمی استقصا اور تقدیم، انکی سب قطعی شہادت و بصیرت، اُنکے تمام نظریے اور علینے قرآن کے ہو شر یا علم اور ہر گز انکشاف کے بالمقابل، بیچ ہیں، اپنے علم کی برتری جتلانا، اپنی مسابقت ظاہر کرنا، یا کسی نئے راہِ عمل کی داغ بیل لگا کر فرقہ بندی بنانا قطعاً نہیں۔ میرا استہا اتحاد اور خالصۃ اتحاد ہے، اسلام کی ہلاکت انگیز داخلی فرقہ بندی کو حتی الوسع مٹانا ہے، سب کے لئے ایک صراطِ مستقیم کو صحیح ثابت کر دینا ہے، ہر فرقہ بند اُنت یا فرد کو جہنم کا کینہ سرور دیکر سب کو ایک مشترک سطح پر لانا ہے، دُعا ہے بِہُمْ کا وہی قرنِ اول کا ماحول پھر پیدا کرنا ہے، اسی اتحاد کو دین اسلام کا رکن رکین، اسکی سب حکمت کا مدد کی اساس اول، اسکی حُجۃ بالغہ کا محورِ عمل، اسکی فلاح و نجات کی علتِ اولیٰ ثابت کر دینا ہے، اسکے ماسوا کچھ نہیں! شیعہ اور سنی، حنفی اور شافعی، مقلد اور غیر مقلد، صوفی اور ربانی وغیرہ وغیرہ میرے نزدیک کچھ شے نہیں، یہ سب جہنم کی تیاری ہے، خود کشی اور سہلاک ہے، موت کے ساتھ لہو دہے، اس زمین و آسمان کی چار دیواری کے اندر اگر کوئی

اسی قانون کسی جگہ نافذ ہے تو وہ خالص اتحاد اور خالص اتحاد ہے، عملاً اتحاد ہے، طوعاً و کرہاً اتحاد ہے، مدافعتاً بلکہ جارحانہ اتحاد ہے، روز و شب کا اتحاد ہے، صلاً اور فرعاً اتحاد ہے، کمزور سے قوی تک یہ کہنا کہ اصولاً اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور پھر فرقہ بند بکراجل زندہ اُمت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، انکی رہی سہی طاقت کو اور سلب کر دینا، اُن میں اشتتات عمل، طوائف الملوک اور موت کے سامان پیدا کر دینا، اور پھر اپنے یا سب فرقوں کو بھی جنت کا مکین سمجھنا میرے نزدیک پرے درجے کی فریب کاری ہے، خدا سے ٹکر ہے، آشوب چشم ہے، سودائے سر ہے۔ اُمت کے کسی موجودہ یا گذشتہ قائد یا مدعی قیادت کو، کسی پیر یا امام کو، کسی بزرگ یا ولی کو، کسی سجادہ نشین اور مرشد کو، کسی فراریا خانقاہ کو پیش نظر رکھ کر اُن کا اتباع کرنا، اُن سے تعبد اختیار کرنا، عام جماعت سے الگ ہو کر اتحادِ عمل میں رخنہ ڈالنا، میرے نزدیک اگر کابا تین دُورِ اللہ کو پکڑنا ہے، عبادتِ ماسوا ہے، شکر ہے، ظلمِ عظیم ہے، اس دنیا میں موت کی تیاری ہے، آگے چل کر جہنم کی لکڑیاں بننا ہے، اُن بیچاروں کو دوزخ کا ایندھن بنانا ہے۔ اسلام کے داخلی اتحاد اور اسکی ماہیت کے بارے میں میرا یہ فیصلہ اس قدر مضبوط ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی مخالفت یا منطوق میرے اس غم کو متسزل نہیں کر سکتی میں اسلامی جماعت کے اندر سب نظری اور اعتقادی، سب اتوالی اور اعمالی، سب اتباعی اور غیر اتباعی، سب شرعی اور فقہی تفرقے کے برخلاف ہوں، سب کو علانیہ مٹانا چاہتا ہوں، سب مطیعوں اور مطاعوں مریدوں اور مرادوں کو خدا کی سزائش کا قطعی اہل اور عذابِ آخرت کا قطعی مستوجب سمجھتا ہوں لیکن باہنگہ کوئی شخص یا جماعت اس کتاب کے کامل مطالعے کے بعد عقیدۂ یا عملاً مجھ کو اسلام کے کسی نئے فرقے کا رہنا تصور کرے تو وہ میری دانست میں نہ صرف مجھے صوبِ جہنم بنا رہی ہے بلکہ آگے چل کر جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں ابدالاً باذکر جلتے رہنا اُس کا حصہ ہے!

اسلام میرے نزدیک سب اولیاء و اصفیاء کے گندہ صرف محمد (صلعم) کی پیروی ہے، نہیں اُس کے لئے ہوئے قانون کی پیروی ہے، انبیاء کے لئے ہوئے طریقِ عمل (دین) کی پیروی ہے، قانونِ خدا کی پیروی ہے!

یہی ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُکْفَرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُعْزِزُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَیَقُوْلُوْنَ نَحْنُ مِنْ بَعْضِ الَّذِیْنَ یُکْفَرُوْنَ
بَعْضٌ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۚ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا
وَالَّذِیْنَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ یُعْزِزُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ اٰیٰتِکَ سَوَفَ یُؤْتِیْهِمْ جَاوِزًا هُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا
(النساء: ۴۶) پس اس دین میں کارکن عظیم میرے نزدیک اتحاد ہے، لا تمقرقوا فیہ ہے، افریقہ لا عدل بینکم ہے
اللہ ربنا وکعبہ ہے، لنا اعمالنا وکم اعمالکم ہے، لا حجة بیننا وبینکم ہے، اللہ بجمع بیننا ہے، تعالوا
الی کلمۃ سواہ بیننا وبینکم الا تعبدوا الا اللہ ہے، نحن لہ مسلمین ہے، نحن لہ عیدون ہے، لا یخفی بعضنا
بعضنا اذنا بآئین دون اللہ ہے، لا نفرق بین احد منہم ہے، ہمیں یہود کے موسیٰ علیہ السلام کو مان کر یہود کو
اپنی طرف جذب کر لینا ہے، نصاریٰ کے مسیح علیہ السلام کو تسلیم کر کے نصاریٰ کو کہنچنا ہے، ہندو کے کرشن علیہ
السلام کے مقرب ہو کر ہندو کو مرجا کر لینا ہے، گہر و برہمن کو بڑھ اور شہدہ کو، افریقہ کے جن پرست اور قطب کے
اسکیمو کو، امریکہ کے ہندوئے احمر اور مردم غر وحشی کو، ساکن براؤں میں جس کو اپنی آغوش لطف و مرجا میں
لیکر اسلامی جماعت کو اس قدر تنومند، اس قدر غالب، اس قدر عالمگیر اور وسیع، اس قدر چھانسان
کر دینا ہے کہ دشمن کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کا یا رائہ رہے! میرے نزدیک اصل اسلام یہی ہے، یہی قرآن کا اسلام ہے
یہی قرن اول کا اسلام تھا، مگر وحاستر کا ناہل اور ناشناس لوگوں نے اس کو اس قدر تنگ کر دیا! باہر سے راہ مسدود
کر دی، اندر سے ٹکڑے ٹکڑے کر گئے، ہر شخص مدعی تجدید بنکر ٹھٹھی بھر لوگوں کو اپنے اپنے پیچھے لگا گیا، خلق خدا کے
وسیع دائرے سے نفرت پیدا کر گیا، اشاعت اسلام ستر پا رک گئی، امت کمزور ہوتی چلی گئی، پھر اعلوٰں رہ کر
مومن بننے کا نصب العین بھی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا، مسلمان دنیا سے کیسے متفرق ہوتے گئے، بعض ریل کو
مانا بعضوں سے انکار پیدا کر کے خلق خدا سے عداوت اور تنگ چشمی مول لے لی، پھر خدائے زمین و آسمان نے بھی

ہم یہ آیت سورہ آل عمران میں اس طرح ہے: قُلْ یَا اَهْلَ الْکِتٰبِ تَقَالُوْا اِلٰی حِلْمٍ سَوَآءٌ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ وَلَا حَظْرًا لِّہٖ سَبْحًا وَلَا یَسْجُدًا ۚ بَعْضُنَا اَرْبَابًا بَیْنَ دُوْنِ
اللّٰهِ کَانَ کُوْلُوْا فَکُوْلُوا لِمَا تَمْسَلُوْنَ ۚ (قرآن مجید) ۱۰ آیت سورہ بقرہ میں اس طرح ہے: قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اَنْزَلَ اِلَیْنَا مِنْ اَنْزَلٍ اِلٰی اَرْوَاحِنَا وَنُحْمِیْلُوْا
اِنْ نَحْنُ وَیَعْقُوبُ وَلَا سَبَاطٌ وَّمَا اَوْفٰی مُوْسٰی وَیَسٰی وَمَا اٰتٰی النَّبِیِّیْنَ مِنْ دَیْنٍ ۚ لَا نَفَرِقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ۚ (بقرہ: ۱۰)
علم تمام قرآن کے طول و عرض میں انکھار و کھفائے انظار و کسی امر کے متعلق حتمی استمال نہیں کیے گئے۔ گویا از دہن اسلام سب سے بڑا کافر خدا کے نزدیک وہی ہے جو دنیا کے کلام
میں اسلام پر تفریق پیدا کرتا ہے! بعض کرامت ہے، بعض کفر ہے، ان کو فرقہ بندی ہے، اور اس طرح اسلام کی اہمیت کو دیکھ نہیں رہے ہیں۔

اس صریح کفر کی پاداش میں عذاب نہیں بھیجا، اور اس الکتاب کے آخری وارثین سے جی بھر کر بدلہ لیا جب
 اسلام کے پیش نظر خارجی اتحاد اس قدر ہے تو بعینہ اسی بنا پر ختم رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اسلامی جماعت کے
 اندر کوئی ذرا سی تفریق پیدا کرنا بھی میرے نزدیک صحیح معنوں میں کفر ہے، جو بدعتی ہے کفر کا مترکیب ہے، فخر کی
 تفریق، شریعت کی تفریق، مسئلہ مسائل کی تفریق، طریقت اور سلسلوں کی تفریق، پیروں اور سجادہ نشینوں
 اولیاء اور خانہ نشینوں کی تفریق، مزار پرستی اور اولیا پرستی کی تفریق سب کفر ہیں، سب الکا خد ہے، سب
 عبادت طاغوت ہے، سب اکبریا بائیں دوزخ لکھنا ہے، سب شرک جلی ہے، شرک محض ہے
 شرک اکبر ہے، وہ ظلم عظیم ہے جسکی بخشش کی حما کوئی آس نہیں، وہ بدعتی ہے جسکی پاداش جہنم ہے، وَاَلَا
 تَكُونُوا مِنَ الْمَشْرِكِينَ ۚ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا اَدْبَارُ اُمُورٍ كَالْاَدْبَارِ ۚ فَرِحُوا بِمَقَرِّهِمْ ۚ (الزمر ۲۵) قرآن میری
 نگاہوں میں علم ہے، آیات بینات ہے، قانون خدا ہے، راز زمین و آسمان ہے: قُلْ اِنَّ لَہٗ الْاٰلٰہَ الْاَحَدَیَ
 الْغَیْبِیَّ فِی السَّمٰوٰتِ ۚ لَا اَدْرِیْ (مفہوم)، فطرت اللہ الخ فطر الناس علیٰ حاشیہ، ایسے علم ایسی روشن حقیقت
 ایسے راز، ایسی فطرت کا منتہا ہر جگہ اتحاد چاہیے، اس میں بنی نوع انسان کو اپنے میں جذب کر لینے کی وسعت چاہیے
 نہ یہ کہ خارجی توسیع تو یک طرفہ خود گھر میں فساد پیدا کر لیا جائے، امت اس علم کو لیکر آپ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے
 ایسی فرستہ بندی میری دانست میں اسکی سب سے بڑی ناقہ رشناسی ہے، اس سے پورا جہل ہے، آپس میں انتہائی
 بغاوت کا نتیجہ ہے، ناقابل عفو گناہ ہے، جہنم کی تیاری ہے۔ جو قوم علم کے ہوتے ہوئے متحد نہ ہو سکی اسکا
 کسی اور طاقت نے متحد ہو جانا خیال محال ہے: وَاتَّبِعْتُمْ بِزَیْنَتٍ مِنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْلَفُوْا اِلَّا مَنْ بَعْدَ مَا جَاءَهُمْ
 الْعِلْمُ ۚ بَغْیًا ۚ بَيْنَهُمْ اَنْ رَّبَّكَ یَفْضِلُ بَيْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَمَا کَانَ اَوْفٰیہٗ یُخْلِفُوْنَ ۚ ثُمَّ جَعَلْنَاکَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ
 فَاَتَّبِعْہَا وَلَا تُصِغْ اَهْوَاءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (البقرہ ۱۷۵) رسول خدا کی تمہیں کے بعد چونکہ کتاب خدا علم نہیں رہی کسی تنفس نے
 اسکی کسی حصے کو علم ثابت نہیں کیا، سب کے سب جہالت اور قیاس و ظن اور رائے، اعتقاد اور اقوال کی ظلمتوں میں پے
 ٹاٹک ٹوٹے رہے، اسی لیے یہ دردناک اختلاف ہے، اسی لیے ہلاکت انگیز فرقہ بندیوں ہیں، اسی لیے کل

جَزْبًا مِّنْكَ لَا يَهُتْمُ فِرْعَوْنُ بِمَوْتِهِ هُوَ اِيْسِي سچا اور اصلی شرک ہے۔ جس دن کتاب خدا پھر علم ثابت ہو گئی، پھر زمین و آسمان کی ملکوت کا سر عظیم بن گئی، پھر ساکنانِ زمین کی جبلت اور طینت قرار پائی، پھر یہ یقین ہو گیا کہ اسی کے علم کو مان کر امن مل رہا ہے، ہر قوم کو، ہر امت کو، ہر ملک کو، ہر شے کو اس دنیائے کسبِ عمل کے ہر گوشے میں امن مل رہا ہے، ان آنکھوں کے سامنے امن مل رہا ہے، انعام مل رہے ہیں، ملک مل رہے ہیں، دولت اور سلطنتیں قدموں پر نثار کیا جا رہی ہیں، رحمت الہی کا دریا سب طرف موجیں مار رہا، جسدِ تصدیق ہو گیا کہ اسی کے علم سے ہٹ کر اسلام کو ذل و سکنت نصیب ہو رہی ہے، شکستوں چھستیں مل رہی ہیں، ملک یک بیک چھینے جا رہے ہیں، طاعون اور قحط، خون اور پیپ، جُویں اور چھتھرے مل رہے ہیں، آگ مل رہی ہے، اُسیدن یہ سب اختلاف مٹ جائے گا، سب فرقہ بندیاں فنا ہو جائیں گی، سب ارضی حادوم واکر بہاگ جائیں گے، حَذَّ عَنْهُمْ لَمَّا كَانُوا يَفْزَوْنَ (انہما) کا سامان بندھ جائے گا، سب اولیاد اصفیا، پیر و فقیر عرش سے گر کر فرشِ زمین پر آجائیں گے، طاغوت کی پرستش ماند پڑ جائے گی، جہنم و اس میں مساوات ہو جائے گی، سب کا خدا پھر ایک بن جائے گا، پھر اُس دن اس علم سے منقرض بھی مشکل نظر آئے گا، طوعاً و کرہاً لوگ پھر تہران کو حسبِنا پکارا آئیں گے، سب اعتقادی کتابیں جنہوں نے فیتنہ عظیم بپا کر رکھا ہے فی النار و التقریر دیا جائیں گی، سب جلکد خاک سیاہ ہو جائیں گی۔ یہ فی الحقیقت کئی خداؤں نے ہی فساد ڈالا ہوا ہے، عَلَا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ (موتنا) کے صدق بن رہے ہیں، لَفْسَاكَ نَا کا منظر پیدا ہو رہا ہے، جمالت کا فقر ہے، ورنہ جہاں علم ہے وہاں اتحاد ہے اور وہیں سچی اور اصلی اے لا الہ الا اے ریاضِ توحید بھی ہے!

ہاں قرآن کو میں سترِ پا علم ثابت کرنا چاہتا ہوں مگر سلام میرے نزدیک سترِ پا عمل ہے، اس کی توحیدِ عمل ہے، اس کا ایمان عمل ہے، اس کا اتقاعل ہے، اس کی عبادت عمل ہے، اس کا صراطِ مستقیم عمل ہے، اس کا شرک بدکاری ہے، اس کا کفر بد نظمی ہے، اس کا فسق بد عملی ہے، اس کا عمل امت کا اجتماعی عمل ہے، متحلی و منفقہ عمل ہے، ہاتھوں اور پیروں کا عمل ہے، دلوں اور جگر دلوں کا عمل ہے، طاقت اور زور کا

(وَأَذِّنْ لِلْعِبَادِ أَنَّ أَوَّلَ مَا يَلْبَسُونَ الْقُلُوبُ وَأَوَّلُ مَا يَلْبَسُونَ الْقُلُوبُ) ! سُنْدَةٌ تَامِلُكُمْ أَوْ أَلْبَسَتْكُمْ الْحِكْمَةَ (مَنْ) کہا، اَلْبَسْنَاكُمْ وَأَلْبَسْنَاكُمْ

کہا۔ سلیمان علیہ السلام کو اپنا بہترین بندہ اور نعم العبد کہا، اقباب کے الہی لقب سے فرسہ لکھیا، فرمایا کہ ان کو ہمارے ہاں بڑا تقرب اور بہترین مقام حاصل ہو (وَأَن لَّكَ عِنْدَ النَّاسِ لُفَى وَحُسْنُ مَا يَلْبَسُونَ)۔ اس عظیم الشان نبی کی دعا

کا انداز بھی مدۃ العمر ہی رہا کہ بار خدایا! وہ عظیم الشان سلطنت، وہ شوکت اور اہمیت، وہ بے مثال جاہ و جلال، منصب

فرما کہ کسی کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کا یا رائے نہ رہے (قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مَلَكًا لَا يُنْفِقُ إِلَّا حَيْثُ يَشَاءُ) (مَنْ)۔ ملکہ سا کو گورنر بیٹھے

خط لکھا کہ مطیع ہو کر رہو گی تو خیر میناؤ گی ورنہ وجہ شرار شکرے کر آؤ ہم کوں گا کہ تمہارے اوسان خطا ہو جائینگے،

مقابلے کی تاب ہرگز نہ لاسکو گی اور ذلیل و خوار ہو کر رہ جاؤ گی، (أَلَا تَعْلَمُونَ أَنَّكُمْ تُرَاوَدُّونَ مِنْ أَيْنَ لَا تَشْعُرُونَ) (مَنْ)۔ اِنْجَمَ النَّفْسُ

فَلَمَّا نَبَتْهُمْ لَمْ يَجْعَلْ لَهُمْ لَهْجًا وَلَا يُنْفِقُ جَنَّتْهُمْ مِنْهَا أَذْلًا وَهُمْ صَاغِرُونَ (مَنْ)۔ یہ سب کچھ اس ابدی سلطنت

کو محفوظ رکھنے کی تدبیریں تھیں لیکن ارضی تصرف کے یہ والمانہ انداز کچھ داؤد اور سلیمان علیہما السلام سے مخصوص تھے،

سب انبیائے کرام بلا استثنائے احد سے اسی رنگ میں رنگے آئے اور اسی منظر پر اپنی امتوں کو امن کے معراج

تک پہنچا کر یا اسکا مستقل سامان پیدا کر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کو بارگاہ الہی سے جب قانون ملا تو قوم کو اسی عجیب

شکست و سختی، اسی غلامی اور جمود کی ظلمتوں سے قوت اور امن کی روشنیوں کی طرف نکالنے کا تھا، محکومیت

کے اذہیے کو بادشاہت کے اُجالے میں بدلنے کا تھا، ناعاقبت شناسیوں اور ناانجام بینیوں کی سیاحت کی

طاقت اور دوام کے نور سے اُچک لینے کا تھا، کابل اور شہر مہرہ، غافل اور کاچور دلوں کے بچھے ہوئے اور سیاہ

جُحروں کو روشن اور منور، محشر انگیز اور زلزلہ خیز میدانوں سے بدل دینے کا تھا (وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ

قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ) (برسہیم)۔ اس سکون پذیر اور مائل جمود نسل انسانی کے اندر ایک عالم انگیز حرکت، ایک

لازوال بالمش، ایک متواتر سعی و عمل پھر پیدا کرنے کا تھا، نہیں خدا سے آگاہ کر کے پھر وہی ایام خدا کو واپس لے آئیگا

تھا، ایک مظلوم اور اجل زندہ قوم کو پھر سرسبز زندہ کر دینے کا تھا، الغرض غلامی کی لعنت اُتار پھینکنے کا تھا، وراثت

زمین کا تھا، تیرا تلو اور کا تھا، توپ اور تفنگ کا تھا! (وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ

الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكَرَهُمْ بِآيَاتِهِمُ اللَّهُ (ابراہیم)۔ وراثت زمین کا مستقل نصب العین نبوت کے ہر طبقے میں
ہر نبی کے پیش پیش روز اول سے اس قدر رہا کہ وارث زمین آسمان تعالیٰ نے صالحیت اور صلاحیت کا صحیح
معیار بھی سب آسمانی کتابوں میں بادشاہت زمین ہی سے لے کر دیا (وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرْثُهَا
عِبَادِي الصَّالِحُونَ) (انبیاء)۔ یہی وہ بڑا پیغام، بڑی بشارت، بڑی خبر تھی جو اسی کے عظام ہر عبادت گزار، ہر گرفتار
خدا، ہر ملازم اور پابند قانون خدا، ہر سرکراسوا، قوم کے لئے لائے (لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ غَيْرِ ذِي زُلْمٍ
اسی بنا پر اگر ابراہیم علیہ السلام کو کوئی ترپ تھی تو اسی وراثت زمین کی تھی، وارث زمین ہو کر صالح بننے کی تھی (وَرِثَ
هَبَ لِي حُكْمًا وَأَنْتَ خَفِيٌّ بِالْمُنْجِبِينَ) (الشعرا)۔ اس کا رخا نہ جان کی ملکوت کا علم حاصل کر کے اپنی قوم کو بقا کی
راہ پر لی جانے کی تھی (وَكُنْ لَكَ نَبِيُّ إِبْرَاهِيمَ مَكْتُوبٌ السَّمُوتِ وَالْكَافِرِ وَلَكِنْ كُنْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) (انعام)۔ اخلاف میں فخر
ہونیکے باعث زندہ رہنے کی تھی (وَأَجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ) (الشعرا)۔ اسی بنا پر مالک زمین و آسمان کی بڑی
سے بڑی آزمائش کے بعد حضرت کو بڑے سے بڑا انعام (إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا) (نساء) کا ملا، ان کی اپنی اولاد
کے بارے میں درخواست بھی اسی نعمت کے دوام کی تھی (قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ) (مذہب)۔
وہ جب تک صاحب علم و عمل رہے اس موہبت کبرے کے وارث رہے، اُس علامہ مطلق خدا سے اولو الایہ
والایصار کا خطاب حاصل کرتے رہے (وَاذْكُرْ عِدَّتُنَا إِبْرَاهِيمَ وَاسْحَقِي وَيَعْقُوبَ أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ) (مذہب)۔
جب علم و عمل نہ رہا، ظالم بن گئے! آل ابراہیم کو بھی یہی انعام ملا (لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ سَاعَةَ) (النساء)۔ اُسٹیل، الیسع، یونس، لوط علیہم السلام اور
اُنکے آبا و جداد، بہائی بند اور اولاد سب کو یہی بے مثال فضیلت دی (وَأَسْمِعِلْ وَالْيَسْمَعُ وَيُؤْنَسُ وَلُوطًا وَكَوْنًا
فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ) (انعام)۔ نوح، صالح، ہود علیہم السلام کی قوموں پر بھی یہی فضائل کی ہلاکت اور وراثت زمین کی
وحی نازل ہوئی (لَقَدْ كُنَّا لِلظَّالِمِينَ) وَلَكِنْ كُنَّا كَوَالِدِمْ مِنْ بَعْدِهِمْ (ابراہیم)۔ بالآخر ان کو دریاؤں سے سیراب
اور سرسبز جنات زمین میں داخل کر دیا (وَأَدْخِلْ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ) (ابراہیم)۔

(تیسرے صفحہ ۶۸) میں پھر وہی اہی سلطنت کا جو اور کتاب اول ملاطین باب ۹-۱ آیت ۹-۱ میں اس سلطنت کو چھین لینے کی جگہ بھی دی۔ ابراہیم سے قبل سے ظاہر ہے کہ مسلمانان عالم نے نبی کے نقطہ نظر سے

عام اور قطعی محاکمہ دے دیا کہ ایمان اور عمل صالح کا اٹل نتیجہ بادشاہت زمین ہے (وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ) (انسار)، ابدی سلطنت ہو، خلد مرحمت ہو (خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعَنْ اللَّهِ
حَقًّا قَدْ آمَنَ أَصْدُقُ مِنَ اللَّهِ فَيَلْزَمُ) (انسار)، نہیں بلکہ صاف، غیر مشکوک اور ناقابل تاویل الفاظ میں کہہ دیا کہ اگر قانون خدا
منہ پہر لوگ تو اجتماعی ہلاکت قطعی ہے، يَسْتَخْلِفُ رِيقِي قَوْمًا غَيْرَكُمْ (ہود) کا مذاہم، محکومیت کا جہنم ہے
غلامی کا طوق لعنت ہو، خوفِ عزّز ہے، عجز اور بے بسی ہے، دنیا خراب اور جو آگے چل کر ملنا ہے وہ اس سے
کسیں بڑھ چڑھ کر ہے (هَٰذَا نَقُولُ أَنْتُمْ أَتْلُوهُنَّ مَا أَزْهَمَكَ الْيَهُودُ وَيَسْتَخْلِفُ رِيقِي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَقْرُونَهُ
شَيْئًا إِنْ رِيقِي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَافِظٌ) (ہود)، بر خلاف اسکے اگر نبی کے لئے ہوئے قانون کی پیروی کرو گے تو اس کا
اٹل نتیجہ یہ ہے کہ دشمن عن قریب ہلاک ہو جائے گا، تم خود اسکی زمین کے وارث بن جاؤ گے، يَسْتَخْلِفُ فِي الْأَرْضِ
ہونے کا مقام حاصل ہو گا اور بعد ازاں جو کچھ ہے تمہارے اعمال منجھ سے اگر اسی طرح عمل کرتے رہو گے تو جب تک
زمین و آسمان قائم ہیں بادشاہ زمین بنے رہو گے ورنہ اس خوب صورت اور منظم، اس باسلیقہ اور خدا کی اپنی حفاظت
میں لی ہوئی زمین سے تمہارا بیک بینی و دو گوش نکال دیا جانا قطعی ہے! (قَالَ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ عَدُوٌّكُمْ
يَسْتَخْلِفُكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرْ كَيْفَ تَعْمَلُونَ) (مراد)۔ یہ دنیا دار لجن ہے، اس میں جو شے پائدار ہے سچی عمل ہے محنت
اور تکلیف برداری ہے، بے عمل اور جمود زدہ قوم کا یہاں پر حلاً اور طبعاً گذارہ نہیں!

الغرض وراثت زمین اور ممکن فی الارض کا اہم منصب بعین نشار آفرینش سے اسلاف نبیہ کے پیش نظر
بلا شرکت غیر سے رہا، وہ تمام عمر اسی بات کے دہرے رہے کہ اپنی امتوں کو اس لازوال قانون، اس اٹل آئین عمل،
اس اہم رب العالمین، اس العلم کے آگاہ کر کے عمل پر اکریں جس کا نتیجہ اجتماعی بقا ہے۔ دوام فی الارض ہے
بادشاہت اور غلبہ ہے۔ یہی اٹلا لایا ہوا دین تھا، اور نسا وراثت کا اسی طرز عمل کو تسلیم کر کے اس پر عمل پیرا ہونا نبیہ
کے مذہب کو ماننے کے مترادف تھا، یہی اپنا ایمان، لایکے معنی تھے، یہی ایمان کا لازمہ بلکہ بذات خود ایمان تھا۔
اسی بنا پر رسول کا اس دنیا میں منظر و منظر ہونا لازمہ رسالت تھا، اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ (صفت) کا مصداق بننا

نہ صرف مجزودین، یا عین ایمان، بلکہ تمام دین تھا، اِنْ جُنَدْنَا لَهُمُ الْعِلْمُ (صفت) نہ صرف ایمان والوں کی علامت یا مومنوں کا نشان سیما تھا بلکہ غالب بننا تابع بنی امتوں کا واحد مطلق تھا۔ دشمن قوم کی ہاکت بھی اسوجہ سے ہوتی تھی کہ وہ نبی کے لئے ہونے قانون پر عمل پیرا نہ ہوتے تھے، بیخ اور محنت میں اپنے تن بدن کو ڈالنا پسند نہ کرتے تھے، احکام سے گریز کرتے تھے، یہی انکو شہ ماننے کے مترادف تھا، یہی کفر تھا، یہی کفر رسول تھی۔ اور اسی بنا پر نبی کی تابع امت سرگروہ پر غلبہ حاصل کر جاتی تھی۔ قرآن حکیم نے ایمان اور کفر کی اسی عملی کیفیت کو کسی قوم کی صلاحیت یا عدم صلاحیت کا صحیح معیار قرار دیکر یہ قطعی لازم ال اور اٹل محاکمہ پیش کر دیا کہ صاحب ایمان قوم کے کافر قوم سے قتال کا نتیجہ ہر نوع اور ہر حال یہ ہے کہ ایمان والی قوم اس برائی زمین کبھی ہٹچھ نہیں پھیرتی، جب ہٹچھ پھیرینگے کافر ہی پھیرینگے۔ روز ازل سے یہ ایک طے امر ہے، قانون خدا جو روز افریش سے برابر چلا آیا ہے اور جب تک زمین آسمان قائم ہیں برقرار رہیگا، وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوْا اِلَّا بَاذَنَّةٍ لَا يَجِدُونَ وِلْيَةً وَلَا نَصِيرًا سُبْحَانَ اللَّهِ الَّذِي قَدْ فَخَّرَكَ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ يَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (النح)۔ گویا جہاں فتح و ظفر کا چرچم لہرا رہا ہے، جہاں ایک قوم کو دوسرے گروہ پر غلبہ حاصل ہے، جہاں ایک طرف عجز اور بے بسی، اور دوسری طرف قوت اور استیلا قائم ہے، وہیں ایک قوم نبی کے خدا کے ماں سے لائے ہوئے مشترک قانون کی صحیح معنوں میں مومن ہے، اُس العلم کے کسی نہ کسی اہم حصے پر عمل کر رہی ہے، نہیں اس علم و عمل کی وجہ سے ہی کامیاب ہو رہی ہے، وہیں دوسرا گروہ اس قانون خدا سے کفر کر رہا ہے، اس کا علماً منکر ہے۔ یا اُس کی کما حقہ تعمیل کرنے میں کسر رہ گئی ہے، یا مخالف فریق اسپر بہتر اور با حسن جوہ عمل کر رہا ہے۔ فتح و نصرت کا سلسلہ جیتک قائم ہے، کفر و ایمان کا یہ محاکمہ قطعاً پورا ہوتا رہیگا۔ خدا کے قانون کی پہلی اور آخری فہم یہی ہے کہ ایمان بہ نوح و فتح و نصرت کے مترادف اور کفر بہر حال شکست اور زوال کے ہم معنی ہے۔

اسلاف نبی سے قطع نظر غوثی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واحد مطلق نظریہ زمین پر غلبہ حاصل کرنا اور امت عرب کو بقا و دوام کے معراج پر پہنچانا تھا، یہی ان کے مبعوث ہونے کی اہم اور صریح غرض

تھی (مَنْ آتَىٰ أَرْضَهُ بِالْحَقِّ وَدِينَ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ) (سُورۃ اٰلِ اٰمِیْن)۔
 بلکہ اسی غالب ہو کر رہنے کے علم کو حاصل کر کے اُس پر عامل ہو جانا عین اسلام اور عین دین بلکہ تمام اسلام اور تمام مذہب
 تھا۔ سرور کائنات اگر کوئی پیغام بشارت اپنی قوم کے لیے لاتے تو یہی یمَّعُکُمْ مَّتَّعًا حَسَنًا (ہو) کا لائے، نَصْرٌ
 مِنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ (سُورۃ اٰلِ اٰمِیْن) کا لائے، لَیْسَ خَلْقُکُمْ فِی الْاَرْضِ رَیْبًا (سُورۃ اٰلِ اٰمِیْن) کا لائے، لَیْسَ لَکُمْ مِّنْهُمۡ بَعْدَ حَوْضِهِمْ اَمْنٌ (سُورۃ اٰلِ اٰمِیْن)
 کا لائے، هُمْ الْعَالَمُونَ (سُورۃ اٰلِ اٰمِیْن) اور اَنْتُمْ الْاَعْلَوْنَ (سُورۃ اٰلِ اٰمِیْن) کا لائے، قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا سَعْلَةٌ مِّنْ اَرْضِ اللّٰهِ
 بَعْضُهَا اِیْرَ الْکَافِرِیْنَ (سُورۃ اٰلِ اٰمِیْن) کا لائے، اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّتَضَعُّوْنَ فِی الْاَرْضِ اور مَتَّعُوْنَ اَنْ یَّخْلُقَ لَکُمُ النَّاسَ کے
 بعد فَاُولَٰئِکَ کُتِبَ عَلَیْهِمْ (سُورۃ اٰلِ اٰمِیْن) کا لائے، وارث زمین بنا کر خدا کی نظروں میں صلح اور عابد بن جائیں
 کا لائے رَوَّلَکُمْ لَکُنَّ فِی الرَّیْبِ مِنْ بَعْدِ الَّذِیْ کُنَّ اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُونَ اِنَّ فِیْ هٰذَا لَآیٰتًا لِّقَوْمٍ
 عٰمِلِیْنَ (سُورۃ اٰلِ اٰمِیْن) نہیں بنی نوع انسان کو مستحکم فی الارض کر کے حفظ و امن دینے آئے، دوام اور بقا دینے آئے
 خوف کی ظلمتوں سے نکال کر امن کے نور کی طرف لے آئے (کُنْتُ اَنْزَلْتُ اِلَیْکَ الْخُبْرَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی الْنُّوْرِ
 یَا دِیْنَ رَیْعُوْهُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (سُورۃ اٰلِ اٰمِیْن))، دشمنوں سے ناک گر کر اُس نور کو پورا کرنے آئے (وَاللّٰهُ مُتَعَدِّ قُوَّةٍ
 وَلَوْ کَرِهَ الْکَافِرُونَ) (سُورۃ اٰلِ اٰمِیْن) متحد کر کے قوی اور بے خوف و خطر کرنے آئے! اسی نقطہ نظر سے وہ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (سُورۃ اٰلِ اٰمِیْن)
 تھے، صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ پر تھے، فرستادہ خدا تھے، بشیر اور نذیر تھے۔ اس نیک سیرت نبی نے اگر اپنی قوم
 کو کسی فوری عذاب سے ڈرایا: تو اسی اجتماعی ہلاکت کے جہنم سے ڈرایا، مجموعی راحت اور نیوی امن کی شاہ راہ
 دکھلا کر شک و خطا ط کے یوم کین سے ڈرایا (مَعِیْکُمْ مَّتَّعًا حَسَنًا اِلٰی اَجَلٍ مُّضَیٍّ وَیُؤْتِ کُلَّ ذِی فَضْلٍ فَضْلَهُ
 وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ (ہو))، غیر قوم کے عرب پر مسلط ہوجانے کے عذاب الیم سے ڈرایا
 (اَلَا تَنْفَرُوْا یَعِیْزُکُمْ عَنَّا اَبَا الْاِیْمٰہِ وَیَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَیْرَکُمْ (نہی))، محکومیت اور غلامی کے سعیر سے ڈرایا (وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا

مذہب و ملت مستقیم کے انہی مفہوم کے متعلق ایک مختصر اور مفید تذکرہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں جو ۱۱۹-۱۲۰ ہجری تک ہے۔ اور اس کتاب پر مضمون ۱۲۳ پر پڑھیں لیکن یہاں سرور رب کی چند نہایت سخی خیر اور حقیقت کش آیتوں
 کو پیش کر دیا جائے جن میں صراط مستقیم کے الفاظ واضح ہوئے ہیں اور جن سے حقیقت اور ہی واضح ہو جاتی ہے کہ دشمن پر برزخ غالب ہو کر رہتا، اُنکے وسائل دفاع اور مال و شائع کو لوٹ لوٹ کر لوٹ کر لوٹ
 سب سے دست و پا کر دیا اور اپنی جانت کو انکے دست تقدیر سے حق اویس بجائے رکھنا ہی خدا کی نظروں میں اس دنیا میں رہنے کا راہ راست اور صراط مستقیم ہے۔ بہت رضوان کے ذکر میں شاد
 اسی ہے: لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یَاۡمَعُوْذُکُمْ حَتّٰی اَشْجَعُوْا فِیْہِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِمْ وَاَنۡاۡہُمۡ فِیۡہِمْ اَقْرَبَۃَ وَاَمَّا ذِہِہُمَا وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا
 حَکِیْمًا وَعَلَّمَ اللّٰہُ مَعَالِیْمَ کَثِیْرًا وَّاَخَذَ دَہَمًا فِیۡہِمْ لَکُھُمۡ وَاَمَّا ذِہِہُمَا وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا حَکِیْمًا وَلَیْسَ لَکُمْ صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمًا
 (سُورۃ اٰلِ اٰمِیْن) کے یہی ہے کہ یہاں یہ مضمون ۱۲۳ کو دیکھا جائے +

یَسْتَبْدِلُ قَوْمًا بِقَوْمٍ فَهُمْ لَا يُلْقُونَكَ مِنَ الْكَفْرِ (ممتد)، صَبَّحَتْ عَلَيْهِمُ الرِّالَةُ وَالسَّكِينَةُ (بقرا) سے ڈرایا، فَزَيَّنُوا
 حَقَّ يَوْمَ يَكُونُ لِلَّهِ بِأَمْرِهِ (۱) کھڑ دیا، اجتماعی زوال کی آسمانی بجلی سے ڈرایا، (۲) کَافَهُمْ يَوْمَ يَوْمٍ مَا يَؤُودُونَ لَوْ يَكُونُ إِلَّا سَاعَةً
 مِنْ نَهَارٍ بَلَمَّ، فَهَلْ يَهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ (اعاش) اگر کچھ قوم کے پیش نظر کر دیا تو یہی دنیاوی حالت کی بہتری
 کر دی (سَيَهْدِيهِمْ وَيُضِلُّهُمُ بِالْهَمَّةِ (ممتد)، اجتماعی زہنوں حالی کے دور کرنے کا وعدہ کیا (كَفَرَهُمْ سَيَهْدِيهِمْ وَ
 اضِلُّهُمُ بِالْهَمَّةِ (ممتد)، جنات زمین پیش کر دیئے، منکروں کی خستہ حالی کا سماں باندھ دیا (إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ
 آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَنَبَّهُونَ وَيَاكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ مَرْءٍ
 أَوْ ذَكَرٌ أَوْ نَسَاءٌ يَأْكُلُونَ مِنْ ثَمَرِهِمْ وَمَا يَخْتَصِمُونَ (۱) (۲) (۳) کا احسان جت لایا، فَذَكَرَ فِي قُلُوبِهِمُ النَّعْبَ (۱) اور وعدہ کر
 اللَّهُ مَخْلُوعًا كَذِبًا (۲) کا انعام بتایا، الغرض جس رنگ میں آسمانی پیغام دیا اس کا مستہائے طلیل ہی اجتماعی
 تکلن اور وراثت زمین ہی رہا۔ قرون اولیٰ کی اسلامی زندگی کے تمام عملی ماحول کو پیش نظر رکھ کر دقیقہ رس و حقیقت
 شناس شخص کیلئے آج بھی اس امر کا اعتراف کچھ متعذر نہیں کہ عہد رسالت میں اور اس کے کئی برس بعد تک مسلمان
 کی زندگی اسی واحد نصب العین کے لئے وقف رہی، ہر فرد اسی 'الاعلون' بن کر رہنے کو عین اسلام
 بلکہ تمام ایمان سمجھتا رہا۔ ہر شخص کا مستہائے عمل، اسکا اٹھنا اور بیٹھنا، اسکی زندگی اور موت اسی امر کے
 درپے رہی کہ یا اسلامی اخوت اپنی مسامت کے زور پر خود بخود مسخ و وسیع ہوتی جائے کہ دشمن ایک باقی نہ رہے
 یا منکرین یا منہا کر دیئے جائیں کہ سب طرف یَكُونُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَكَ (۱) (۲) کا سماں بندھ کر رہے! چپھڑے کے
 پرتلوں میں حائل کی ہوئی تلواریں اور رسیوں سے مرمت کیئے ہوئے نیزے اس عہد نبوت میں جزو اسلام
 تھے، سرکف اور تیغ بہر مجاہد ہو کر رہنا نچے مسلمان بننے کی نشانی تھی، زخموں پر پٹیاں باندھنے اور بزدل
 خاوندوں سے ناراض رہنے والی بیبیاں صحیح معنوں میں مومنات نہیں۔ یہ وہ اسلام اور وہ ایمان تھا جس کے
 باعث سرور کائنات کی وفات کے بعد بارہ برس کے اندر اندر عرب مسلمانوں نے سطح زمین کے چھتیس ہزار شہر و
 قلعے سر کر لئے تھے، چار ہزار ہیکلوں اور تھانوں کو پیوند زمین کر دیا تھا، صد ہا گرجے مسجدوں میں تبدیل کر دیئے

تو بریں کے اندر اندر اس اولوالعزم نبی کے اولوالعزم پیروانہ کی برائی چوٹیوں اور فرسے کے سرسبز میدانوں میں
جادو کے! افریقہ کے تپتے ہوئے بیابانوں کو چشم زدن میں طے کر کے جات زمین کی تلاش میں لگ گئے، خدا کی
زمین خدا والوں نے شیطان والوں سے جبراً اور کرنا چھین لی، کسے کی غفلت کو ملیا میٹ کر دیا، قیصر کے
تخت کی بنیادیں ہلا دیں، فرعون کی کھوپری پر گھوڑے دوڑائے، ادھیراج ہمارا بے رام رام پکار اٹھے، یوہا
کے بلند نشینوں کو فرش پر گرا دیا! مذہب اسلام لہجہ میں خواہ کچھ کا کچھ بن گیا ہو، اسکی یہ منزل الاض صورت
نا حقیقت شناس لوگوں کی متفقہ تاویل سے یا عوام کے متفقہ مکر کے باعث کچھ کی کچھ بن گئی ہو، سعی و عمل کی
وہ لشکر انگیز اور کارکن تڑپ اُتوال اور اعتقاد کی آرام دہ اور ناکارہ صورت میں بدل چکی ہو، مگر قرآن حکیم کے
طالب العلم اور مذہب کی تہ کو پہنچنے والے دقیقہ رس کے لیے، نہیں بلکہ پیام خدا کو ابتدائے آفرینش سے
اخیر دم تک ایک یقین کرنے والے حقیقت شناس کے لیے اس واقع الامر سے انکار کرنا محال ہے کہ
خاتم النبیین کا لایا ہوا اسلام دراصل ہی **قرن اول** کا اسلام تھا، وہی ابو بکرؓ اور عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ والا اسلام
تھا، خالدؓ اور طارقؓ، مسلمؓ اور ابوعبیدہؓ والا اسلام تھا، غالب بنکر رہنے اور پیچھے نہ پھرنے والا اسلام تھا،
دوست کو آغوش لطف و مرحبا میں لیکر تنویر مند کر دینے والا اسلام تھا، دشمن کو ہمت دے کر نیرت و نابود کرنے
والا اسلام تھا، سب بنی نوع انسان کو سطح زمین کی تحدید، بے روک ٹوک اور بے خوف خطر بادشاہت پر
خاتم کر کے، نسل انسانی کو باہم فساد سے پاک اور ایک کر دینے والا اسلام تھا (حاشیہ) لَا تَكُونُ فِتْنَةً
وَيَكُونَنَّ الَّذِينَ كَلَّمَ اللَّهُ زُفَرَانًا، نہیں گمراہی، یہود اور عیسائی، آتش پرست اور گور پرست کے سب مادیوں اور
پیغمبروں، سب رہنماؤں اور رسولوں کو اسی الاسلام کے حامل قرار دے کر، وہی وارث زمین اور متحد
بنانے والے پیغام کے مبلغ یقین کر کے، اسی مذہب اسی جائے ذباب اور اسی راہ عمل کے ناشر مانکر سب کے
درمیان **تفرقہ** اور مخالفت مٹا دینے والا اسلام تھا! سب انسانوں کو ایک خدا کے مشترک بندے، ایک
باپ کے ہم مرتبہ بیٹے، ایک نوع اور ایک جنس کے یکساں اور مساوی افراد یقین کر کے ان کے درمیان دُعا و بیعت کا

ماحول پیدا کرنے والا اسلام تھا! اس اسلام میں شدت تھی (اَلْبَيْتُ اَوْ عَلٰی الْكُفَّارِ (فتح))، اس میں سختی اور
 غلاظت تھی (وَاَعْلَظْ عَلَيْهِمْ (زبور))، اس میں دعوت اور اضطراب تھا، انانیت اور اعتصاب بھی تھا (اِنَّ الدِّينَ
 عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران))، فاتحانہ تجبہ اور فاعلانہ محکم تھا (لَا يَخْذِلُ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرُوْنَ اُولَٰئِكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران))
 اس میں حیت اور عصبيت بھی مگر تعصب قطعاً نہ تھا، مذہبی اور اعتقادی تجسید گز نہ تھی، یہود سے یہود
 ہونیکے باعث نفرت نہ تھی، عیسائی سے عیسائی ہونیکے باعث جہت ناث تھا، یہود سے کشرن علیہ السلام کی
 وجہ سے مخالفت نہ تھی، پارسی سے زرتشت علیہ الرحمۃ کی پر حاش نہ تھی، نہیں اسلام سے محمد مصل علیہ
 الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے امت نہ تھا (وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُولٌۭ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهٖ الْاَنْبِيَاءُ ۚ اَوَّلَٰئِكَ نَمَاتُ
 قَبْلِ اَنْ تَقْلِبْنٰمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰی عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَّصُرَ اللّٰهُ شَيْئًا ۚ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّكِرِيْنَ (آل عمران))، دین
 خدا سے دین مٹھ ہونے کے باعث محبت نہ تھی۔ سرور کائنات علیہ التھیۃ والسلام کی وفات کے بعد جب
 حضرت عمرؓ نے تلوار ہاتھ میں لیکر اراد کیا مصلحتاً لوگوں سے کہا کہ رسول خدا مرے نہیں تو حضرت ابو بکرؓ
 نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ لوگو! اگر رسول خدا کی تلاش میں ہو تو وہ تو انتقال کر گئے لیکن خدا زندہ ہے اور اس کو موت ہرگز
 نہیں۔ یہ سب اس لیے کہ اُس اسلام کو محمدؐ سے بحث نہ تھی، اس کو اُس جسم اطہر سے غرض نہ تھی جو مٹی میں ملکر مٹی ہو جانیو والا
 تھا، اُن کو بنی نوع انسان کی طرف خدا کے بھیجے ہوئے قاصد کو بُت بنانا نہ نظر نہ تھا، اُن کو سچا م خدا
 غرض تھی، نامہ رب العالمین سے بحث تھی، بنی نوع انسان کی طرف خالق زمین و آسمان کے بھیجے ہوئے خط کی
 بیتابی تھی، مکتوب کو چوڑ کر نامہ بر کی آؤ بھگت کرنا کچھ نہ نظر نہ تھا! وہ اس بات کے درپے تھے کہ حکمانہ
 خدا کی تعمیل ہو، مشیتِ ایزدی پوری ہو کر رہے، جو شے وہ بادشاہوں کا بادشاہ چاہتا ہے اُس کی تعمیل
 ہو، جو نفس پیغام ہے اُس کی طرف توجہ ہو، یہ دین خدا کا ہیجا ہوا دین ہے، سب انبیاء کا لایا ہوا دین ہے، محمد (صلی
 کا بنایا ہوا دین مگر نہ نہیں! یہود اور نصاریٰ سے تجرذ بھی اسی عدم تعمیل کی بنا پر تھا، وہ اس نصب العین کے
 درپے تھے کہ رب زمین و آسمان اپنے سب بندوں کے ساتھ مساوات اور اتحاد چاہتا ہے، نسل انسانی کا دو دم

بقا چاہتا ہے۔ انسان کو اس زمین پر صحیح معنوں میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہے [اِنَّ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً] کی تکمیل چاہتا ہے۔ لاکھوں امین فو قہم و مریحہ کج لہو (انہ) چاہتا ہے، سطح ارض پر ایک متحد قومیت کا تسلط چاہتا ہے (وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَاحِدَةً رُبُّوْا)، مشرق اور مغرب کا، شمال اور جنوب کا، بر و بحر کے مکر کے آپس میں کامل اتفاق عمل چاہتا ہے، فساد سے فی الجملہ ناخوش ہے، زمین کی متحدہ خلافت کا نصب العین بنیں کر کے سب کا ایک طرز عمل، ایک دین، ایک صراطِ مستقیم، ایک ملت چاہتا ہے، سب نبیاً کو اسی پیغام کا حامل، اسی اہم دستور العمل کا مبلغ، اسی غیر الحصول آماجگاہ کا مشاق قرار دیتا ہے، ہر انسان سے یہ بات قبلہ کر سب کو ایک کر دینا چاہتا ہے، ظَلَمَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ مَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ (روم) کے ہاتھ اگلیز منظر کو یک قلم دور کر کے خَلِیْفَیْنِ فِیْہَا مَا دَامَتِ السَّمَوْتُ وَالْاَرْضُ (ہود) کا امن نسرا ماعل پیدا کرنا چاہتا ہے، اِنَّ یَکَایْنِدُھِمْ کُفْرًا وَّ یَاۤتِیْہُمْ مِّنْ لَّدُنْہِمْ اٰیٰتٍ لَّا یَعْقِلُوْنَ کے محشر انگیز سے کو حتی الامکان پیدا کرنا نہیں چاہتا! یہی وجہ تھی کہ صدر اسلام میں ختمِ نسل کا لایا ہوا دین صرف ایک جمہوریت تھا، ایک بنی نوع انسان کا بلا امتیاز رنگ و نسل اور بلا اختلاف قوم و مذہب بھائی چارہ تھا، ایک بردست اور عالمگیر اخوت تھا، ایک اٹل اور غالب عصبت، ایک محرک اعتصاب شرکت تھا، دوسری قوموں کو ناسحق چڑھا کر، اُنکے مقدس غنیمتوں کو گالیاں دیکر، اُنکے خوف یا محض دین کو برا بھلا کسکر اپنا دشمن بنا لیں اس اسلام کا نصب العین ہرگز نہ تھا! اسی مساحت اور بلند نگاہی کے باعث اس دین میں مقناطیس کی جاذبی کشش پیدا ہو گئی تھی، یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَوْ اَجَاہِدُوْا فِیْہِ سَابِقَ الذِّیْنَ اٰمَنُوْا لَیْسَ لَکُمْ اَمْرٌ شَیْءٌ مِّنْہُمْ اَوْ اَمْرٌ مِّنْہُمْ لَیْسَ لَہُمْ اَمْرٌ شَیْءٌ مِّنْکُمْ (آل عمران) کا اس میں منشا کے عین مطابق قائم ہو گئی تھی، دوست مال جائے بہائی کی طرح بغلیگیر ہوتے تھے، دشمن موت کے انتظار میں دم بخود تھے۔ امن اور بادشاہت تھی، اگر اہ اور اجار نہیں تھا، دین کو لوگ فرقہ بندی نہ سمجھتے تھے، اہل نبوی اور یہودیوں کے بالمقابل محمدی بننا کشر نہ جانتے تھے، اُن کے پیش نظر صرف قانون خدا کا علامہ طبع بننا تھا، مسلم بننا تھا، خدا کے بھیجے ہوئے دستور العمل کو پیہم سہی و عمل سے نباہنا تھا، خدا کے آخری رسول کو بُت بنا کر

اُن کے پیچھے صف آرا ہو جانا نہ تھا! یہی سچی اور بے لاگ توحیدِ رقی، یہی توحید فی الرسالت کی صحیح معنی تھی! (مَا كَانَ لِلرُّهْنِ يَهْدِيَهُمْ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْصُرُهُم بَنَاتُكَ وَ لَكِنَّ كَانَتْ حَقِيقَةً مُّسْلِمًا زَالِ عَرَن) ! آج جو قومیں اِس الاسلام اس دینِ محمدؐ، اِس مذہبِ خدا اور راہِ مالک الملک کے عشرِ شیر پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہیں جو وراثتِ زمین کو انسان کا صحیح معنوں میں واحد نصب العین اور یکتا مذہبِ عمل یقین کر کے اِس رہنمائی میں دن رات لگی ہیں، جو لاشریک با و شامت کو خدائے بے ہمتا کا واحد حکم سمجھ کر اِس حکم کو فعل میں لانے کی سعی کر رہی ہیں، جو مالکِ زمین و آسمان کو قوی و عزیز سمجھ کر قوت اور عزت حاصل کرنے کے درپے ہیں، جو اسکو سمیع اور بصیر اور علیم یقین کر کے تخلقوا باخلاق اللہ کے کسی حصے پر عامل ہیں، نہیں جو وراثتِ زمین کو اپنا دین و ایمان، اپنا تپاؤ اور مسلک یقین کر کے اور سب دینوں کے مستغنی ہیں، عیسویت اور موسیویت، ہندویت اور مجہریت کی سب اعتقادی ہول بھلیوں سے بے نیاز ہیں، اپنی جماعت کے اندر ایک اٹل عصبت ایک عالمِ آرا وحدت، ایک دشمن کش اتحاد پیدا کر کے عاجز کو اور عاجز کر رہی ہیں، اَشِدُّ اَعْلٰی الْاَعْقَابِ اور رَجَاءُ بَیِّنٌ کی سچی تصویر ہیں نہیں جو قومیں اُس مسئلے بمثال کے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے کیڑوں اور کوڑوں، پرندوں اور حیوانوں کے اعمال و عادات، معمولات اور اخلاق کا صحیح مطالعہ کر کے انہی کی طرح اِس زمین کے برعکس پر اُسکے بلا و پست پر اُسکے جبل و سہل پر، اُسکے تحت الثری میں، تحت البحر میں اور جو فِ آسمان پر ہر کن طریقے سے قابض ہونا چاہتی ہیں، انہی کی طرح کے ایک قطع کے اشیاء نے، ایک رنگ کا لباس، ایک طرزِ بایش، ایک دستورِ العمل، ایک شکل و صورت، ایک نصب العین، ایک قاعدہ اور طریقہ، ایک دین، ایک مذہب، اپنے افراد کے اندر قائم اور دائم کر کے ایک اٹل عصبت اور جہاں شکن زور اپنے اندر پیدا کر رہی ہیں۔ ہاں جو قومیں اُس دینِ فطرت پر چل رہی ہیں جو ہر صاحبِ مع و بصر کو ہر جا اور ہر وقت اِن آنکھیں کے سامنے نظر آتا ہے جو فطرَ النَّاسِ عَلَیْہَا رُتَبًا کا صحیح مصداق ہے، جو قومیں اِس طرح پر اپنے پا جاموں اور گپڑیوں، اپنی داڑھیوں اور مونچھوں کو جزو دین سمجھتی ہیں، اور اِس اٹل زور اور اتحاد کو، اِس یگانگت اور یک رنگی کو، اِس تنگن اور یکتائی کو، اِس لاشریک

بادشاہت زمین کو، اس لایمیرک فی حکمہ احکا رکشا کے الٰہی حلاق کو، اس سخن بڑے لاکھ (مہم) کی
 ربانی صفت کو، اس لیز الملک الیوم (موت) کی کبر بانی خاصیت کو اپنا واحد شعار اور ایک مذہب سمجھتی ہیں اور
 اسکے سوا کسی انسان کے من گھڑت مذہب، کسی خود ساختہ شریعت، کسی لمبی وارھیوں اور مسواکوں، کئی ٹھیلوں
 اور استخافوں، کسی گڑبڑوں اور پاجاموں کو استخاؤ کے نصب العین سے علحدہ کر کے نہیں جانتیں، وہی آج فطرت کے
 خزانہ عامر سے العام پابری ہیں انعمت علیکم (خدا) کی مصداق ہیں، انہی پر رحمت ایزدی کا موسلا دھاتیہ
 لگا مارا ہوا ہے۔ اور جب تک اس صراط مستقیم پر ہیں لگاتار برستار ہے گا بظاہر و باطن نے اسی دین
 فطرت کی ماہیت کو کوتاہ نظر اور نابالید انسان پر واضح کرنے کی غرض سے اعلان کر دیا تھا کہ اگر اس دنیا کے
 اندر صراط مستقیم چاہتے ہو تو یہ سمجھ لو کہ سب حیوانی اہتیں اور سفلی مخلوق تمہاری ہی طرح کی اہتیں ہیں جو
 وہ کر رہی ہیں وہی منشائے خدا ہے، جو کچھ اُنکو سکھلادیا ہے میری ہی مشیت ہو، ہم نے اس کتاب
 عظیم کے اندر جو کتنا تاکہ دیا ہے اب ذمہ داری اور جواب دہی کا بوجھ تمہاری گردن پر ہے۔ سمع و بصر اور قلب
 سلیم تمہیں ارزانی ہے، اب جان بوجھ کر گونگے اور بہرے اور اندھے بن جاؤ تو اسکی سزا آپ بھگتا کرو گے، وَمَا
 مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا ظَلِيفٍ يَنْظُرُ بِحَسْبِهِ إِلَّا أَمَّ أَمَّا لَكُمْ مَا فَطَنَّا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ
 يُخْشَرُونَ۔ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُوبُوا بِكُمُ فِي الظُّلُمَاتِ مِنْ يَسَارَ اللَّهُ يُضِلُّهُ وَمَنْ يَشَاءُ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ
 (انعام)۔ چھپر کا نیش مار کر اپنے آپ کو اعلوں، ثابت کرنا یا زمین کے ایک بڑے سے بڑے ٹکڑے پر قبضہ کر کے انسان
 کو مار بگا نامیٹری ہی بنائی ہوئی فطرت ہو، مجھے اُس بال ایمان وجود کی مثال بیان کرتے ہوئے کچھ شرم نہیں آتی۔
 کیونکہ وہ بہر نوع مومن ہے، اور اپنی ذرا سی بساط کے مطابق اعلوں رہنے کی سعی کرتا ہے، خدا کے روزاقل سے
 باندھے ہوئے عہد کو توڑتا نہیں، إِنْ أَرَادَ اللَّهُ لَا يَسْتَكْمِلَ أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا لِمَا يَعُوضُهُ فَمَا قَوْمُهُ فَأَمَّا الَّذِينَ يُرَامُونَ
 فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا هُمْ يُضِلُّونَ بِهِ كَثِيرًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ
 وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَ

يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَكِنَّكُمْ أَنتُمُ الْخَائِرُونَ. (بقرہ)، میری سب مخلوق اپنی فطرت اور ہدایت پر روزِ آفرینش سے چل رہی ہے، ایک سرِ نمو اور ہر آدم نہیں بنتی (اعطیٰ کل شیء خلقہ ففہدایٰ) (طہ)، مگر انسان اپنی جبلت کو بہولِ بھول کر اپنے آپ کو دکھ میں ڈال رہا ہے اور لَقَدْ عَمِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ فَكَيَّ وَكُنَّا خَدًّا لَهُ عِزْمًا (طہ)۔ بارِ باغیبست لاری
دینِ فطرت کو لائے، مگر ہمیں اپنی جبلت پر چلتے رہنے کا عزم نہ تھا۔ میں لا شریک خدا ہوں کسی دوسرے خدا کا اس زمین و آسمان کے اندر ہونا مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا، اگر اس کائنات کے اندر میرے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو یہ زمین و آسمان کبھی کے بگڑ گئے ہوتے (لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلَهِةَ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا) (انبیاء)، میں خود اپنی فوج سمیت اُس چرپرانی کر دیتا اور اس کو سچھا کر دیتا (وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ إِلَهٍ إِذْ أَذَلَّ هَبْ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ) (الدھن)، تم بھی اس طرح اس میری بنائی ہوئی زمین پر لا شریک رہو، کسی کو اپنے مقابلے میں آنے نہ دو، وہ غالب بن کر ہو کہ زمین پر فساد کی کوئی صورت باقی نہ رہے؛ یاد رکھو کہ میں خدا ہوں لیکن تم **منظہر** رہو، اوصافِ الٰہی کا مجسمہ صغریٰ ہو، میری طرح سب اور صبر ہو (فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا) (ہجر)، قلبِ سلیم رکھتے ہو، صاحبِ ست قدرت ہو، مالکِ ارادہ ہو، اُور لی اَکْثَرُ وَالْأَبْصَارُ (مرا)، بن سکتے ہو، میں نے تمہاری جبلت کے اندر اپنی لازوال اوصاف کا ایک جزو صغیر ڈال رکھا ہے، اپنی رُوح تم میں پھونک دی ہے (فَنفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي ذَا جَبَلٍ)؛ یہ اسلئے کہ میں تم سے وہی چاہتا ہوں جو میں خود ہوں، وہی کہتا ہوں جو کر رہا ہوں۔ میں خود قوی اور عزیز ہوں، تمہاری بھی قوت اور عزت چاہتا ہوں۔ جبار اور قہار ہوں تم سے بھی جبر اور قہر چاہتا ہوں۔ رحیم اور رحمن ہوں تم سے بھی مسامت اور رواداری کا متمنی ہوں۔
کُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (عن) کا مصداق ہوں تم سے بھی انتہائی سعی و عمل چاہتا ہوں، خلاقِ عظیم ہوں، تم سے بھی بڑی بڑی ایجادات اور اختراعات کا متوقع ہوں، تم اس زمین پر میرے قائم مقام ہو، خلیفہ خدا ہو، مرشدوں کی مرضی کے برخلاف تم کو یہ مقام سب مل چکا ہے (وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَيَنْحَرُ شَيْئًا يَسْتَحْسِنُ ۖ قَالَ أَلَمْ أَعْلَمَ

مَلَائِكَتُهُمْ (یعنی) اپنے ان کے طعنہ آمیز قول کے مطابق اس زمین پر فساد پیدا نہ کرو! میری ہی بحسبِ اعلیٰ میں گھے رہو، نہیں اسلئے متاڑ کیا گیا ہے کہ تم میں علم ہے، علم اسماء اور علم حقائق الاشیاء کی کامل استعداد رکھ دی گئی ہے، ان بچائے فرشتوں میں یہ بات اصلاً نہیں: وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۖ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ مَا عَلَّمْتَنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۚ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ ۖ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَوَلَمْ تَكُنْ لِي آيَةً أَنْ عَلَّمَكَ غَيْبَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاعْلَمَ مَا تَبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ (یعنی)، یہی علم عمل تم کو اس دنیا میں سرسبز کرے گا، یہی خلیفہ خدا ہونے کا سچا اہل بنائے گا، یہ سب ملائکہ بھی تمہارے ہی خادم ہیں، تمہارے ہی مطیع بن کر رہیں گے، تمہیں ہی سجدہ کرتے رہیں گے، یہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے تمہارے لیے ہی مسخر کر رکھا ہے (وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا بِإِذْنِهِ) (۱۴)، تمہاری ہی اطاعت اور تمہارے ہی استعمال کے لیے ہے بشرطیکہ تم اس کے اہل بنو، اگر کہیں کوئی شے تم سے برتر تہ ہو کر رہے گی تو وہ شیطان ہے۔ اُس پر غالب آنا تمہارا کام ہے، وہی تم سے اگر اگر کر رہے گا اور طمع بنا حتی الامکان گوارا نہ کر سکے گا۔ پس اس خلافتِ خدا کے اہل بن کر دکھاؤ، لا شریک اور قومی بن کر دکھاؤ، عالم اور عامل بن کر دکھاؤ، یہ دنیا دارِ احسن ہے، اس میں بے علم اور بے عمل قوم کا طبعاً کچھ گذارہ نہیں!

قانونِ خدا کا یہ وہ حیرت انگیز اور حقیقت کشا علم تھا جسکو تین برس کی جاں گز اور روحِ فسیلِ محنت کے بعد پھر عرب کی امی اور اجد، بے ہتیار اور بے زر قوم نے نئے زمین کے چتیں ہزار شہر باور برس کے اند اندر سر کر لیے تھے۔ زمین پر حفظ و امن کی ایک غیر منقطع صورت پیدا کر دی تھی! باغ کی مروجائی ہوئی کھیتیاں یکدم لہلہا اٹھی تھیں، سرد سمن و جدیں آگئے تھے، یہی وہ معرفتِ نفس کی پردہ شکن اور تاب گسل منزل تھی کہ اعمالِ خدا کے علم کا حامل کرنا ہر مسلمان کا طفرائے استیاز ہو گیا تھا۔ اسکی تلاش میں چین اور روم ایک کر دیئے تھے، مرد اور عورت سب اسی رنگ میں رنگے گئے تھے۔ خدا کی بنائی ہوئی اشیاء طلبِ عمل کرنا، اُن کا علم حاصل کرنا جو ایمان بن گیا تھا،

کہتے ہیں، انھیں ہوہو کر نہ دیکھیں، کانوں سے کسٹیں، ذہنوں کو استعمال میں نہ لائیں اور کرکی مینڈیں
 لے لے کر اسلامی اُمت کو اور رسوا و ذلیل کر دیں مگر قرآن کا بتایا ہوا اسلام ہر صاحبِ حظ کی نگاہ میں وہ روشن اور
 نالائق جو حقیقت ہے کہ دس لاکھ علماء کی متفقہ تائیل یا دس ہزار اُمتوں کا پورا اجماع بھی اُسکے بتائے ہوئے قانون
 کو بدل نہیں سکتا! جتنک اور جس شدت سے، جس وقت اور جس اُمت میں وہی قرن اول کا اسلام عملاً اور معنیاً
 موجود ہوگا، جو قوم اُس قانون خدا کا اتباع اپنے تن بدن کو دکھ میں ڈال کر کرے گی، ہاتھوں اور پیروں کو
 محنت اور تکلیف برداری کا جو گرینا کر اس کشت زار کرب و غل میں، نہیں اس فرزعتہ الآفرۃ کی چین خیز سز میں
 چند دانے سخی و غل کے بو کر انکی مناسب طور پر آبھاری کرتی رہے گی، اور سر بھٹک دخت اُگنے کے والہانہ
 انتظار میں خوشدل باغبان بنے رہنے کو اپنی زندگی کا وہ خد مال سمجھ گی، وہی اُس جفا طلب و صبر آزما
 خدا سے کچھ لیکر رہے گی۔ وہی اسکی صحیح معنوں میں محبوب اور منظور نظر اُسکی اُمت اور عابد بن جائے گی۔ اگر
 اس دنیا میں غالب بن کر رہنا مسلمانی اور ایمان کی شرط ہے اگر خلیفہ خدا املاک زمین بننا عین اسلام
 اور تمام تر اُن ہے تو یہ سب کچھ عمل اور صرف عمل سے ہو سکتا ہے، پیہم اور شبانہ روز تکلیف سے ہو سکتا ہو
 آرام طلبی کے نئے ڈھنگ نکال کر اور قانون خدا میں آسانیاں وضع کر کے اس مقام جلیل کے برسرِ رہنے کی امید
 کرنا ہوشمند قوم کا کام نہیں۔ لفظوں اور عقیدوں، کلموں اور قولوں پر اکتفا کر کے شرعی پا جائے اور با عزت گڑیا
 پن لینا اور اس طرح پر اپنے آپ کو مسلمان بنائے رکھنا کا چھوڑ اور نا پیکار اُمت کا شیوہ ہے۔ اُس دن آج
 نہان و آشکارا کو عبث دہوکا دینا ہے۔ خیر الما کرین کے ساتھ مکر کرنا ہے۔ ایک چھوٹے سے چوٹا آقا بھی اس
 زبانی جمعِ حسیج اور لفظی عبادت کی کچھ پردہ نہیں کرتا، کاچور نوکر کی صرف زبانی آؤ بہکت کو دیکھ کر مارا
 سے چشم زدن میں رخصت کر دیتا ہے، پہر آقائے شمس و قمر سے اس کام پر اجرت یا نعمت کی امید رکھنا پوری
 جہالت ہو اور جو قوم کی اس حقیقت کی معترف بننے سے انکاری ہے یا مستتر بننے کے بعد عمل سے گریز کرتی ہے
 اسکی زندگی کے دن اس سطحِ زمین پر قطعاً گئے جا چکے ہیں!

پس میری دانست میں اگر ایک شخص اپنے لفظی اور زبانی عقیدے پر عامل نہیں تو اس کا عقیدہ خدا کی نظروں میں محض کچھ شے نہیں، اگرچہ وہ کہہ رہا ہے اس کے مطابق عمل نہیں کرتا تو یہ کہنا بھی کچھ نہیں، نہیں بلکہ کہنا اور کہہ کر بہر نہ کرنا سچی منافقت ہے، اصلی بدعاشی ہے، ایمان کی ضد ہو: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ** (ص ۱۰۰)۔ **قرآن کا گناہ کبیرہ** ہے: **(كَبُرَ مَقْنَعًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ)**۔ (ص ۱۰۱) ایسے شخص کے لئے ایمان کا دعوے دار بننا حقیقت کا منہ چڑانا ہے، کم از کم خدا کے نزدیک اس قول کی کچھ قیمت نہیں، وہ خدا کو دھوکا دینے کی سعی کر رہا ہے، اور خدا کو دھوکا دیا دراصل اپنے نفس کو مکر کر رہا ہے: **وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ يَخُذُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِمَّا يَتَخَذُونَ لِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ** (بقرة)۔ برخلاف اسکے جو شخص عمل کر رہا ہے، کسی حکم خدا پر عامل ہو کر اپنے تن بدن کو تکلیف میں ڈال رہا ہے، اس کا عقیدہ بھی درست ہو نہیں بلکہ وہی عقیدے کا صحیح معنوں میں مدعی ہے، اُسی کے دل میں عقیدت اور یقین کا ایک لازوال ہیجان موجود ہے، وہی اس حکم خدا کی نافرمانیت کا سچا قائل ہے، وہی اُس کے حاکم علیٰ ہونے پر سچا ایمان رکھتا ہے، وہی اُس کو صحیح معنوں میں مان رہا ہے، وہی اُس کو دل سے آقا تسلیم کرتا رہا، وہی مسلم اور مومن ہے۔ کسی نوکر سے ملازمت آج کل منہ کے کہے سے نہیں ہوتی، زبانی عقیدے یا کسی کلمے کو دہرا کر گز نہیں ہوتی، وہی صحیح معنوں میں نوکر ہے جو کام کر رہا ہے جو کہاں رہا ہے، وہی تنخواہ بھی لے رہا ہے، وہی آقا کو آقا مان رہا ہے اور وہی اُس کے حاکم ہونے کا مستحق بھی ہے! چہروں کو نگین بنا بنا کر اور لبے سانس بھر بھر کر یہ کہتے رہنا کہ ہم خدا کے قائل ہیں، ہم اُس کو وحدہ لا شریک سمجھتے ہیں، ہم اُس کو ایک مانتے ہیں، ہم اُس کے وجود پر شہادت دیتے ہیں، ہم اُس کے ہونے کو تسلیم کرتے ہیں، ہم مسلمان اور مومن ہیں اور ساتھ ہی اُس کے ہوئے حکموں پر عمل نہ کرنا، انکو پرکھنے کے برابر نہ سمجھنا، توفیق نہ ہونے کا شیطانی عزائم کرنا دنیا اور باوجود اسکے عقیدہ درست رکھنے کا طاغوتی اصل کرنا میرے نزدیک پرے درجے کی فریب کاری ہے، انتہائی ریاوی، ملائی جہالت اور ایسی تجاہل ہے! کسی فرد واحد نے آج تک کسی شہر کے حاکم کو اس طرح پر نہیں مانا، کوئی تن واحد اس

مالک نفع و ضرر کا اس پنج پر قائل نہیں ہوا، کسی نے اُسکو اس طور پر تسلیم نہیں کیا، اُسکو ماننا، اُسکو تسلیم کرنا، اُسکو حاکم سمجھنا، اُسکا معتقد ہونا ہر جگہ اور ہر شخص کے نزدیک ہمیشہ سے ہی رہا ہے کہ اُسکے احکام کی ہر نوع اور ہر حال تعمیل کی جائے، اُسکے حکم کو فرگ مفاجات، سمجھ چارو ناچار مانا جائے، اُسکے مروج قانون کی حدود سے باہر نہ نکلا جائے، شب و روز اور سپہم تعمیل ہو، طوعاً و کرہاً تعمیل ہو، توفیق ہو نہ ہو مگر حکم کے برخلاف کچھ نہ ہونے پائے۔ اور اگر کوئی ستم ظریف حکم عدولیاں کر نیکیے بعد بھی حاکم شہر کو یہ سنار رہا ہے کہ وہ اُسکو کم از کم منہ سے مان رہا ہے، وہ اُس کو نوصہ لاشریک کہتا ہے، وہ اُسکے وجود کا زبان سے شاہد ہے، تو حاکم کیلئے اس سحرے کے دماغ کو درست کرنے کی اس سے بہتر کوئی سبیل نہیں کہ اُسکو پاگل خانے بھیج دیا جائے، یا جو کچھ منوانا ہے بنوک سنگین منو کر شہر پر کرنا یا جائے! زبانی عقیدہ اطاعت اور عمل کے بدون کچھ شے نہیں، نہ اس سے اس عالم اسباب و علل و رکائات شرط و جزا کے اندر سلطنتیں مل سکتی ہیں نہ غلبہ قائم رہ سکتا ہے، اور جب عمل موجود ہو اور کسی شخص کے ماتھے پاؤں آقا کی ملازمت کے سپہم گواہ بنجائیں تو زبانی عقیدہ کی بھول بھلیوں میں پڑنا محض بیکار ہے۔ مسلمانوں کی کامچو اور کم ہمت قوم نے آج اطاعت کی تکلیف وہ صورت کو خیر باد کہہ کر عقائد کی آرام دہ منکاری پر اپنے دین کا تامہ سمجھ لیا ہے۔ اور اس مکر کے اندر ایک نیا مکر یہ پیدا کر لیا ہے کہ نہایت عقیدہ مندی سے اس بات کے دے پڑتے ہیں کہ خدا کو خوش کر نیکیے لے عقائد کو درست کیا جائے اعمال کے درست ہونے پر بحث قطعاً بند ہو چکی ہے، گویا ملک اسیلے چینیے جارہے کہ اُس حاکم زمین و آسمان کو اس لاٹولی اُمت کے مفوضات پسند نہیں رہے، اور جب تک اقوال کو درست نہ کیا جائے زمین و آسمان کی اس قول پسند ملکوت کے اندر خدا کو خوش کر لینا محال ہے، وَاَلَا تَرَىٰ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ اَكْبَادًا فَجَعَلْنَاهُمْ اِلٰهًا مِّمَّا يَكْفُرُوْنَ اَلَا بِاَقْلُسِهِمْ وَمَا يُنْشَرُوْنَ (انعام) *

میں اس کتاب کو پہلی یا بوجھارت قطعاً نہیں بنانا چاہتا۔ میرے نزدیک وہ وقت اب گزر چکا ہے کہ اسلام کی اہل زدہ اُمت کو پوری کنس جلدوں کا انتظار کر کر مذہب اسلام کے سر بھر لڑ کو آہستہ آہستہ کہولیاں یا جب تک مباویات پر ختم اور فیصلہ کن بحثیں نہ ہو چکیں اور انکو سن و عن قبلوانے کے لیے زمین تیار کر لوں مہتیاں

ایک قطعی اور آخری فیصلہ پیش از وقت دینے سے محنت زریہوں۔ میرے نزدیک اسلام کی اس پُر آشوب حالت میں مصنف کے اپنی تصنیف کے بارے میں طبعی تخیل کا وقت گزر چکا ہے۔ ایک مارگریہ اُمت کیلئے عراق سے تریاق منگولنے کی تجویز کرنا اب لاعمل ہے۔ یہ تکلفات پُر امن اور فرصت کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں، آج وہ زمانہ ہے کہ مسلمانانِ عالم کیلئے چند لمحوں کے لیے بھی کسی مستقل اور یقین انگیز کسی نفع مند اور مختصر راہِ عمل کی طرف نہ آنا فوری ہلاکت کا سامنا کرنا ہے۔ دلیلیں اور بحثیں اہل کتاب کے آئندہ اوراق میں ہوتی رہیں گی، میں نے اُن اوراق میں اس بات کا التزام کر لیا ہے کہ کسی امر کے متعلق ایک حرف بے دلیل نہ کہا جائے اور ایک قدم آگے نہ بڑھا جائے جب تک کہ اتنی حجت کو پیش کر کے پچھلے قدم کو قطعاً مضبوط اور غیر متزلزل نہ کر لیا جائے لیکن میں نے جلدوں کا انتظار ناظر کتاب اور بالخصوص قرآن سے آشنا شخص کیلئے نہایت تکلیف دہ ہے، اور طوالت میں اصل مطلب کا ضبط ہو جانا بھی بسا اوقات امر غالب ہے۔ اس امر کو مدنظر رکھ کر میں نے عربی فہمستحیہ میں جو کچھ کہنا تھا حتیٰ الوسع کہہ دیا ہے۔ مسلمانانِ عہدِ حاضر کو ایک قطعی اور مختصر راہِ عمل کی طرف عام فہم الفاظ میں پھر اشارہ کر دیا ہے ایمان کے لازماً پیش کر دیئے ہیں، توحید کا سچا اور اصلی مفہوم بتا دیا ہے، اَللّٰہ کے اعمال و فیض کر دیئے ہیں، شرک کی مابیت کو کھول دیا ہے، کفر کی مستوحش حقیقت کے بخیے اُدھیڑ دیئے ہیں، صراطِ مستقیم کو اظہر من الشمس کر دیا ہے، قانونِ خدا کا وہ علی اور بتدائی، وہ اہم اور اہل حصہ پیش کر دیا ہے جس پر حکمِ ہر قوم کو ہر امت کو، ہر قریہ اور محلے کو ہر وقت اور ہر جگہ اس دنیائے کسبِ عمل کے اندر امن مل رہا ہے۔ وہ دُشمنِ عظیمِ انسانِ اصول غیر شکوک اور واضح الفاظ میں پیش کر دیئے ہیں جنکو پاکر اُمتِ محمدیہ کو چند لمحوں کے اندر بادشاہتِ زمین مل سکتی ہے، جن پر دینِ اسلام کا تمام صرب ہے، جن پر خاتم الانبیاء کے لئے ہوئے قانون کی ساری بنیاد رکھی ہے، نہیں بلکہ جو ہر بادشاہِ قوم کا واحد اور دائم مدبر ہے، اور جتنا کہ زمین و آسمان موجود ہیں یہی طرزِ عمل رہیگا۔ اس مختصر فائدہ کتاب کے اندر حتیٰ الامکان اتنی سنجیدگی بدرجہ ہے، ایک ناقابلِ رنج و محنت کو قرآنِ عظیم سے لیکر تاویل کی فریب کاری اور عقائد کی بد معاشی کو جوڑے لکھ دیا ہے

برہان خدا کی بے رحم کلہاڑی کو انسان کے اپنی کامجوری اور غفلت سے آگائے ہوئے جنگل پر یہ بیدار ہونے لگا
 کیا ہے کہ ہر صاحب کو اس مہلک اور قاطع نمونہ، اس بیکار اور ناخوش آئند گاہ و گیارہ کے نیچے اسلام کے شونا
 اور شرف و پودے کی شکل پر نظر آجائے۔ بے خوف خطر یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ اسلام عمل اور صرف عمل ہے،
 جو عامل ہے اسکا عقیدہ بھی درست ہے۔ نہیں بلکہ اسکو کسی عقیدے یا زبانی قول کی ضرورت ہی نہیں۔
 جو قائل ہے وہ بہر نوع کچھ نہیں، آج کچھ نہیں، کل کچھ نہیں، ابد الابد تک کچھ نہیں۔ نہیں بلکہ اس دعویٰ
 کی اتنی سند بھی ایک حد تک پیش کر دی ہے۔ قطعی اور نصی، ناقابل تاویل اور نالائق جو دو شہادتیں
 پیش کی ہیں، جو کچھ کھول دیا ہے اس امر کو پیش نظر رکھ کر کیا ہے کہ ناظر کتاب کو مذہب اسلام کے متعلق میرا
 عندیہ پہلے سے واضح ہو جائے، ابتدا سے اُسپر یہ امر روشن ہو جائے کہ میں مذہب کو کیا سمجھ رہا ہوں، کس بات
 کی طرف جا رہا ہوں، میری دانست میں قرآن کا کیا لائحہ عمل ہے، دین کیا شے تھا اور کیا کا کیا بن چکا ہے، اس
 کتاب کے سیاق و موضوع کے متعلق اُسکے پڑھنے والے کی تڑپ کو پہلے سے دور کر دینا چاہتا ہوں، اُسکو جو کچھ
 میں نے بالآخر اور بتدریج تمام کہنا ہے اول کہہ کر جلد جلد ورق گردانی کے اضطراب کو دور کرنا چاہتا ہوں۔ قاری
 کو چند الفاظ کے اندر سب کچھ بتلا کر آئندہ ادراک پر نہایت ٹنڈے دل سے غور کا خواہاں ہوں۔ الفاظ وحی کے
 مطالب کے متعلق سب پڑانے اور وقیانوسی، سب ناکارہ اور بے نتیجہ خیالات پر سبلی گرا کر قرآن عظیم کو نئے سرے
 سے پھر پڑھوانا چاہتا ہوں! میں چاہتا ہوں کہ اُس کتاب حلیل کے ایک ایک لفظ پر غور ہو، اُسکے بارے
 میں صاحب القرآن کے واحد اور صحیح عندیے کا کھوج لگایا جائے، نہ کو پونہچکر ایک مستقل راہ عمل پر پونہچا جائے،
 اتنی دلیل اور قرآنی سند سے باہر سبکی تمام پونہچایا جائے، اسو کے اقوال کو یکسر نظر انداز کر کے مفہوم خدا کی تلاش کی جائے
 لیکن اقلیدس کے مقالوں کی طرح دعاوی کو پہلے بیان کر دیا جائے۔ قرآن سے آشنا شخص یا گروہ کیلئے
 اس طریق کار میں یک گونہ سہولت ہو، وہ ممکن ہے پہلے ہی اپنی نتائج پر پونہچ چکا ہو اور ظاہر کرنے کی فرصت یا
 ہمت نہ رکھتا ہو۔ مذہب کیلئے سوچنے کا کھلا موقع ہے، انا آشنا کے لئے ایک چوکا دینے والا انتخاف ہے

متلاشی حقیقت کیلئے مقصود کا پالینا اور عامل کے لئے ایک اہم کام کا سرست پیش ہو جانا ہے! اس ترکیب سے مسلمانوں کے سامنے صدیوں کا ہموں ہوا قرآن پر پیش نظر ہو جائے گا، ایک کامل صحیح یا کامل غلط راہ پیش پیش ہو جائے گی، وہ اس پر صحیح عمل معاشرے کے نیکے قابل ہو جائینگے یا کم از کم اسکو فوراً غلط قرار دے کر دس تجربات کی طباعت کے انتظار میں پریشان قلب ہو نیسے چیں گے!

میرے نزدیک قرآن کی توحید یہ ہے کہ دل کے اندر کسی ماسوا سے تعلق نہ رہے کسی ناپائی شے سے اس قدر عتسانہ بڑھے کہ غیر خدا کو خدا پر ترجیح دیجائے، قلب کے اندر اولاد کا بُت نہ ہو، گھوڑوں اور کالوں زمینوں اور بیویوں کے بُت نہ ہوں، باپ اور ماں کی اقربا اور اعزاء کی محبت کا بُت نہ ہو، پیر و فقیر اولیاء و اصفیاء کی ارادت کے بُت نہ ہوں، حکام سے غرضندی کے بُت نہ ہوں، طمع و حرص کے بُت نہ ہوں، نفس پسندی کا بُت نہ ہو، تن آسانی کا بُت نہ ہو، حُب جاہ کا بُت نہ ہو، الغرض شیطان کا کچھ غلبہ نہ کوئی شے سوائے خدا کے دل پر حکمران نہ رہے، کسی بُت کے دل آسا اور آرام دہ حکم کو خدا کے سعی طلب اور صبر آزمائے حکموں پر کسی وقت ترجیح نہ دیجائے۔ یہ توحید ہے، یہی اصل ایمان ہے، یہی پتھر موحّد بنیادی وَالَّذِينَ آمَنُوا أَكْبَرُ اللَّهُ (سۃ)۔ جو شخص چوبیس گھنٹے اس توحید کو نہا رہا ہے، ہر لمحہ جو کچھ کر رہا ہے خدا کا کام کر رہا ہے، شیطان کی ملازمت نہیں کرتا، اسکی فوری اجرت اور نقد مزدوری کا خیال نہ کر کے خدا کے اخروی اجر کو نہیں اس عالم طلاق کے وعدے کیسے کو، اسکے ذہن اور اوصار کو بہتر سمجھ کر شیطان کی ابلہ فریب ترغیب پر نہیں جلتا، وہ اس چوبیس گھنٹے تک موحّد ہے، مومن خدا ہے، منکر شیطان ہے، ملازم حکم اکملین ہے، اللہ کا نوکر ہے، عباد خدا ہے! جسوقت اسنے حکم خدا کو چھوڑ کر کوئی بت اپنے دل کے اندر پیدا کر لیا کسی ماسوا کے حکم کو ترجیح دی، کوئی تن آسانی کا مکر بنایا، کسی فوری نفع کے پیچھے لگ گیا، اسیوقت سے اسکا ایمان ساقط ہے، اسکی توحید زائل ہے، وہ مومن نہیں رہا، مسلم قطعاً نہیں، عبادت گزار نہیں، ملازم خدا نہیں۔ نہیں بلکہ وہ صحیح معنوں میں مشرک ہے، منکر خدا ہے، کافر رب العالمین ہے! یہی میری

نگاہوں میں سچی عبادت ہے، یہی لفظ عبادت کا آتی اور قرآنی، سچا اور اصلی مفہوم ہے۔ منہ سے 'اللہ اللہ' پکارتے رہنا، زبان سے احدا حد کہتے رہنا، اور دل کے اندر تین سو ساٹھ تہوں کا ایک صمدیہ جگہ رکھنا، اور کام کے وقت توفیق نہ ہونے کا ایسی عند ثمان لینا میرے نزدیک بدعاشی ہے، پوری بے ایمانی اور انتہائی کفر ہے، مگر عظیم ہے! کسی ملازم نے آج تک اپنے آقا کو ایک ایک کر کے نہیں پکارا! کسی تنگ دل سے تنگ دل آقا نے اپنے نوکر کو اس بات پر متعین نہیں کیا کہ وہ اسکو روز و شب ایک ایک کر پکارتا رہے! ایسا حکم ازب مضحکہ انگیز ہے، ایسا عمل ازب اہلمانہ ہے! آقا کی توحید یہی ہے کہ نوکر کسی ہمایئے کا کام نہ کرتا ہے، کسی دشمن کا ملازم نہ بنے، جس سے امیدوار فرد ہو اسی کا حکم مانے، نہ یہ کہ منہ سے تو اس کا رگ الاپتا ہے مگر کام غیروں کا کرے اور تنخواہ کے وقت آ حاضر ہو۔ نہیں بلکہ جو شخص آقا کے اذن میں ہے، خوش دل فرد ہے، تنہی سے اسکے احکام کی تعمیل کرتا ہے، اسکی خاطر اپنی جان جو کھوں میں ڈال رہا ہے، شبانہ روز اطاعت میں مصروف ہے، اسکے لیے آقا کو دہم دم سرتے رہنا بھی ضروری نہیں، اسکو لمحے لمحے کے بعد سلام کرنا بھی محل عبادت ہے، اسکا ہر وقت کلمہ پڑھتے رہنا بھی ملازمت میں مایج ہے، اسکو ایک ایک کہتے رہنا بھی عبت ہے، مضحکہ انگیز ہے اسخو پن ہے، اسکے ہاتھ پاؤں کی حرکت، اسکے گھر کی جہاز پونچھ، اسکا آقا کی اشیا کو درست رکھنا، اسکی تنگ و دو، دوڑ دھوپ وغیرہ وغیرہ سب اس بات کی حتمی نشا ہد ہیں کہ وہ ایک خواجہ ملازم ہے، ائمہ دین کا مولیٰ الہی کا مصداق ہے۔ اس سے بڑھ کر اس آقا کی توحید کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں! ارادت با عقیدت کے اظہار کے لئے احیاناً نوکر کا سلام کرنا بھی ضروری ہے اسکے حضور میں حاضر ہو کر نہایت بجز اور محبت سے، اخلاص اور ولولے سے کچھ منہ سے کہہ دینا بھی ضروری ہے، یہ بھی سچ خدمت ہے، محکم اخلاص تھا، تنگے دو کے حوصلے بڑھاتا ہے، آقا سے ارادت پیدا کرتا ہے، اسکو آفر خوش کرنے کا ایک عجیب غریب نسخہ ہے، نہیں یہ بھی ایک نقطہ نظر سے اس نوکر کی ملازمت اور بندگی، اسکی غلامی اور عبادت کا ایک جزو خفیف ہے، ادنیٰ سا مگر ہر نوع ضروری حصہ ہے مگر یہ سلام سلام ہی حقیقت تھا ہے جب کہ نوکر اپنے مالک کے پیروں میں

دن رات اُس کا کام کرتا ہے، اُسی کی خدمت کرتے کرتے لگتے ہاتھ چند لمحوں کے لیے غریب پرورد اور بندہ نواز بھی کہہ جائے۔ کاچور اور حراخوڑ نوکر کے لیے یہ ہر وقت سلام کرتے رہنا، یہ دہم دم ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جانا یا سوتو سرو قد ہو جانا پرے درجے کی گستاخی اور بد معاشی ہے، نہیں بلکہ غلام کارکن ہو یا ناکارہ کوئی اتنا اس سپہم سلام کو قطعاً پسند نہیں کرتا اور بسا اوقات کام کو سلام پر چند در چند ترجیح دیتا ہے، اُسی شخص کو بہتر سمجھتا ہے جس کا کام اُس کے زبانی جمع خرچ سے کئی گنا زیادہ ہو، جو کرنا رہے اور کم گو ہو۔ مالک زمین و آسمان کی توحید کا بھی بعینہ یہی انداز ہے، قطعاً یہی رنگ ہے، یہی ابتدا اور یہی انتہا ہے۔ یہ اُسکی ملازمت میں ہاتھ پاؤں کا عمل کرتے رہنا ہی سچی عبادت ہے، یہی اُس عَبْدُ وَادِّكَ (۱۳) کے صحیح معنی ہیں، یہی شَهِدَاءُ عَلَى النَّارِ (۱۴) بننا ہے، یہی اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کا واحد مطلب ہے، یہ اُسکی اطاعت میں دیکھنا ناہی سچا دین ہے، یہی فَاَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (۱۵) کا سچا مفہوم ہے، یہی جَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادٍ (۱۶) کے ٹھیک معنی ہیں، نہیں یہ خوش دل مزدور بنے رہنا اور ماتھے پر بل نہ لانا ہی مَا جَعَلَ عَلَيْكَ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (۱۷) کا واحد مقصود ہے، یہی سَلِّمْ اَوْ طَسِّعْ بننا ہے، یہی اِسْلَام اور ایمان ہے! مُصَلِّاؤُنْ پر ٹھیک اللہ اللہ جیتے رہنا، کمبلیاں اوڑھ کر گوشوں میں اونگھنا اور تکلیف دہ احکام سے تجاہل عارفانہ کر کے اُن کو ٹالے رہنا، ہاتھوں اور پیروں کے عمل سے گریز کرنا، اور دل کے اندر ایک لاکھ بتوں کی انجمن لگائے رکھنا میرے نزدیک قطعاً کوئی عبادت نہیں، کوئی توحید نہیں، عبادت کا دسواں بلکہ لاکھواں حصہ نہیں، نہیں بلکہ ریاکاری اور تکاری سے، شرک اور کفر ہے، خدا کو قطعاً ناپسند ہے، کاچوری کے ڈھنگ میں نفس کو دھوکا دینا ہے: وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوْهَا مَا لَكُم بِهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا الْاِنْبِيَاءُ رَضُوْا بِاللّٰهِ فَمَارَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (۱۸) خدا کو انسان کی وہی حاضری پسند ہے جو کسی نتیجہ خیز عمل کے بعد ظہور میں آتی ہو، وہی اِنْبِيَاءُ رَضُوْا بِاللّٰهِ کے تحت میں آسکتی ہے جو کسی کام کر لینے کے بعد واقع ہوئی ہو۔ جو نعمت اور انعام کے حصول کے لیے ہو، جو شاباش لینے کی تڑپ میں از خود پیدا ہوگئی ہو، ناکارہ اور بے عمل، ہنگوڑا اور کابل الوجود نوکر آقا کے حضور میں کس منہ سے جائیگا، وہ کس

۱۳۔ اِنْبِيَاءُ رَضُوْا بِاللّٰهِ: انبیاء کا تشبیہ قرآن مجید نے ایک دوسرے پر اس طرح کی ہے: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكَ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (۱۷) اِنْبِيَاءُ رَضُوْا بِاللّٰهِ: انبیاء کو خدا نے جو عبادت کے لیے کسی کو سختی کوئی نعمت (میں) قطعاً نہیں لکھ کر رکھا ہے (۱۷) اگر کہ وہ انعام اُس شخص کو اپنے رب کا ناسخ رہنا اور ابتلائے دہ کے حصول میں مادی و معنوی شامیں قرآن کے بتائے ہوئے مسنون عبادت میں غمیرے نزدیک اس آیت شریفہ میں ایک عام حکم چھپا کر رکھا ہے کہ اُس دنیا کے اندر جو انعام یا نعمت کسی کو مل رہی ہے تو شہودی خدا کے حصے میں مل رہی ہے۔ اِنْبِيَاءُ رَضُوْا بِاللّٰهِ: انبیاء کے خدا کی اس تعظیم کو پیش نظر رکھ کر یہی نظروں میں سورتہ حدیث کی یہ بحث آیت کا یہ مطلب ہے کہ وہی رہبانیت (وہی) بنیاد ہے۔ نبی سے جتنی وجہ جات دنیا کے قطعاً حق، وہی ایک دنیا ہونا خدا کو پسند ہے۔ چنانچہ حصول (دینی برکت) (۱۸)

شیخی پر منہ دکھلاتا پھرے گا۔ اگر اس نے کچھ کام نہیں کیا تو اسکی حاضری بھی عبث ہے، اسکی رہبانیت بھی لاطانی، مالک کی رضا جوئی کے لیے قطعاً نہیں، نہیں بلکہ اسکو انطاطیش میں لانے کا عمدہ بہانہ ہے! قرآن کی اُصلوۃ صرف ایک نوکر کا پنجوقتہ سلام ہے، ایک کارکن خادم کی اچاننا اپنے مالک کے حضور میں حاضری ہے، ایک نعمتِ حصول کی عرضداشت ہو (اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم) (ماخوذ)، کسی ترقی تنخواہ کی عرض معروض ہے، کچھ قرب شاہ کے باعث حوصلہ افزائی کا سامان ہے، کچھ خدمت کے سوائے ہوئے جذبے کو محرک کرینکا وسیلہ ہے، کچھ تھکے ہوئے اعضا کو پھر تروتازہ کرنے کا ذریعہ ہے، کچھ آقائے نامدار کے ساتھ اپنی ارادت کو تکرین کا اوزار ہے، یہ سب کچھ ہے مگر عبادت قطعاً نہیں۔ خدا کی عبادت فی الحقیقت ان پانچ وقتوں کے بعد سے شروع ہوتی ہے، وہ اسوقت ہو رہی ہے جب مصلّاؤں سے اٹھکر لوگ احکام خدا کی تعمیل میں لگ جاتے ہیں جب ہاتھ اور پاؤں سچی و عمل (۱) میں مصروف ہوتے ہیں، جب تن آسانی کے بُت کو توڑ کر تنگ دو کی جاتی ہے، جب وراثت زمین کے نصب العین کو پیش نظر رکھکر سب اعضا وقفِ عمل ہو جاتے ہیں، جب نفس کے بُت کو زیر کر کے نامدار کے ساتھ احسان کیا جاتا ہے، جب محبت مال کے بُت کی پروا نہ کر کے خدا کی راہ میں جہاد و المال (۲) ہوتا ہے، جب بُتِ اولاد کے بُت سے بے نیاز ہو کر حکم خدا سے سفر ہوتا ہے، جب مکانوں اور باغیچوں کے بُتوں سے تعلق توڑ کر خدا کے اشارے پر ہجرت ہو کر تہی ہے، جب نفس پسندی کے بُت کو توڑ کر جہاد و بالسیف (۳) کیا جاتا ہے، جان کچھ کھچکر خلق تک پہنچتی ہے اور خدا یاد آ جاتا ہے، جب کبر و نخوت کے دیو کو رام کر کے مسمر کر جاتا کی اطاعت (۴) میں سر جھک جاتے ہیں، جب فرقہ پسندی کے طاغوت اور خود رائی کے دجال کو جہنم میں جہنم کے لوگ متحد ہو جاتے ہیں، توحید کو عملاً مان کر اُمت میں وحدت (۵) اور یکسوئی ہو جاتی ہے۔ یُدْعٰی بَیِّنٰتُکُمُ الْعَدَاوۃَ وَالْبَغْضَاءَ (۶) کا شیطانی دسوسہ اللہ اَلْفَ بَیِّنٰتُکُمْ (۷) کے ربانی عمل سے بدل جاتا ہے، شرک کی پیدا کی ہوئی تفریق توحید (۸) کی پیدا کی ہوئی توحید سے بدل جاتی ہے! عبادت خدا کا وقت و حقیقت وہ وقت ہے جب اعمال خدا کے علم (۸) کی تلاش میں مشرق اور مغرب ایک کر دیئے جاتے ہیں، جب خدا کو جاننے اسکی

عظمت اور حکمت کا برای عین اندازہ لگانے، اسکی معرفت اور شناسائی کے مدارج علیاً تک پہنچنے کے لیے اسکی بنائی ہوئی اشیاء کی معرفت جزو دین بن جاتی ہے، جب **حسنِ سلاق** (۹) اور مسامت، عدل اور احسان، ایفائے عہد اور اخوت، رحم اور رافت کی ربانی بزرگیاں ہنسنفس کا عین ایمان اور عین اسلام بن جاتی ہیں، ہاں خدا کی عبادت فی الحقیقت اُس وقت ہو رہی ہے جب درجہ کے یقین پر اور یوم آخرت (۱۰) پر ایمان کے باعث بندہ خدا اپنے تن کو من کو، دھن کو اُس آقائے نامدار اور اُس مملکتِ یوم الدین کی خوشنودی اور خدمت میں قربان کر دیتا ہے مینے کے اخیر پر تنخواہ ملنے کی امید میں مدینہ ہر جان لڑا دیتا ہے، نہیں اس چار دن کی زندگی کے ختم ہونے پر اہل آباد تک الجنۃ کے حصار ہونے کی توقع میں اپنے آپ کو پیہم دکھ، مسلسل تکلیف اور متواتر سعی و عمل میں مشغول رکھتا ہے عبادت کا سچا اور صحیح مفہوم یہ ہے، یہی توحید ہے، یہی **اَلَا تُعْبَدُ اِلَّا اللّٰهُ** (۱۱) کے ناقابلِ کار معانی ہیں یہی **لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا** (۱۲) کا واحد مطلب ہے، اسی عبادت وقت اور مقام، قوموں اور قعدوں، رکعتوں اور رکنوں سے قطعاً مستغنی ہے، فجر اور ظہر، عصر اور مغرب، عشاء یا اشراق، مسجد یا خانقاہ سے اسکو کچھ واسطہ نہیں یہ ایک پیہم اور مسلسل عمل ہے، چند لمحوں تک کھڑا ہونا یا بیٹھ جانا اسکو ادا کرنے کا اسلوب نہیں۔ قرآن کی بتائی ہوئی الصلوٰۃ اگر کسی معنوں میں داخل عبادت ہو تو ایسے کہ یہ بھی اُور بیسیوں حکموں میں سے خدا کا ایک حکم ہے اور بنا بریں اس فرض کا ادا کرنا بھی اور حکموں کی طرح شامل خدمت ہو یا اگر وہ داخل عبادت ہو سکتی ہے تو اسطرح پر جسطرح کہ ایک تجارت یا معیار کا اپنے اقداروں کو چند لمحوں کے لیے تیز کر لینا دن بھر کی مزدوری میں شامل ہے۔ اگر چہ مستاجر کی اصلی غرض ہمارے مکان تیار کروانے کی ہے اس سے کتر کچہ نہیں، وہ اسی بات کو پیش نظر رکھ کر اقداروں کو تیز کرنا بھی ملازمت اور مزدوری میں شامل کر لیتا ہے۔ اور اسکو نوکری کا ایک جز سمجھتا ہے۔ لیکن جو تجارت تمام من تنہا تیز کرنے میں صرف کر دے اور کام کر نیسے گریز کرے، ایک کیل نہ ٹھونکے، ایک تختے کو صاف نہ کرے، ایک شیشہ کو موقع پر دنگائے، وہ مستاجر کے نزدیک کچھ جوری کر رہا ہے بلکہ اس بدعاشی کی اجرت مانگنا ہی گستاخی ہے۔

۹۔ یہ دو قسمیں ہیں جن پر نیک بحث فرمنا چاہئے کتاب میں جو پہلی ہے۔ دین اسلام کا اصل یہی غرض ہے۔ اسی پر ایمان کا تمام دار و مدار ہے (دیکھو: افستاجیہ صفحہ ۶۹-۷۰) دین پاکیزہ جمل بحث عن قربانے کی +

پس میرے نزدیک اصل عبادت عمل اور صرف عمل ہے۔ نری پنجوقتہ نماز پڑھ لیتا قطعاً کوئی عبادت نہیں! آفاقی ملاذ اور عبادت کا پہلا محرک آقا سے تعلق لگائے رکھنا ہے، اور اس تعلق کو مستحکم کرنے کا عمدہ ذریعہ الصلوٰۃ ہے۔ پس اگر کوئی نماز خدائے لگاؤ پیدا کر کے اُسکی خدمت اور عبادت نہ کرائے، اُس کا ذکر، اس کا کہنا، اُسکی یاد، اُسپر پڑھنا یقیناً، اُسپر ایمان بالغیب پیدا کر کے اُسکے دیئے ہوئے حکموں کی تعمیل پیہم نہ کراتی رہے تو وہ ایک ہیکار ہتیار ہے، نہیں بلکہ اُس کا **فَرْسِ کَافِر** اور ڈر کا پیدا ہو جانا ہی اصل مقصود ہے: **لَإِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ** (عنکبوت)۔ نماز بجائے خود مقصود بالذات نہیں۔ الصلوٰۃ صرف اُسوقت ایک مژدہ اور بکار آمد ہتیار ہے جب اُسکو پنجوقتہ ادا کر نیسے دلوں کے تنگ اور بغض سے بہرے ہوئے حجر پہنائے زمین و آسمان کی طرح منسوخ ہوتے جائیں، جب سب نمازیوں کے دلوں میں محبت اور اخلاص کی ایک نہر بسبیل پیہم دوڑتی رہے، جب مسلمانوں کی عالم آرا اُمت میں باہمی اشتیاق کی مشترک جنبشیں اور خوفِ خدا کی مشترک لرزشیں برآں پیدا ہوں، جب مساوات اور اخوت کا آسمان شکن زور اُمت کے ہر گڑے میں ہر وقت جاری رہے، جب اطاعتِ امام کو دراصل اطاعتِ میر کی ایک پیہم یاد دہانی سمجھ کر پوری اُمت ایک امیر کے اذن میں سرکوب اور تیغ بہر پہرتی رہے، جب اس پنجوقتہ اجتماع کو آگہی فوج کی اپنے سپہ سالار کے حضور میں پنجوقتہ پیشی سمجھ کر ہر مسلمان ہر وقت سپاہی بنائے، جب تمام جماعت کے متفقہ رکوع و سجود کو نظم و نسق کا خدائی سبق اور اطاعتِ اولوالامر کا غریبی حکم سمجھ کر ہر مسلمان کی گردنیں رسولِ خدا کے سچے نشان اور اُمتِ محمدیہ کے سچے قائدِ اعظم کے آگے ہر دم جھکی رہیں۔ ہاں الصلوٰۃ صرف اُسی وقت الصلوٰۃ ہے جب اس سے انہماک الفحشاء والمنکر ہوتا رہے، جب خدا کے نزدیک انسان کی سب سے بڑی یعنی تقویٰ و نفاق کی بدی (المنکر) کا نام و نشان باقی نہ رہے، جب اس پنجوقتہ صحبت کو اتحادِ عمل کا ایزدی سبق یقین کر کے عداوت اور بغضِ خدا کا طاغوتی بُت ہر لحظہ ٹوٹتا رہے، جب خدا کے نزدیک انسان کا سب سے بڑا یعنی تنگیِ قلب و تنگیِ اور بغل کا عیب (الفحشاء) دلوں سے معدوم ہوتا رہے، کوئی شے، کوئی مانگ نہ کسی مسلمان سے دریغ نہ کرے، بُری سے

بڑی سماعت، بڑے سے بڑا ایثار، بڑی سے بڑی رواداری بھی کسی سرپرگراں نہ گذرے۔ نہ یہ کہ نماز پڑھ چکے
 اور ریپا کر کے دل اس قدر تنگ، خیالات اس قدر کینے اور وصلے اس قدر پست ہو جائیں کہ یَنْعُزْنَ الْمَاعُونُ (اعون
 کا مصداق بنے) (قَوْلُ الْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ وَيَعُزُّ الْمَاعُونُ)
 قرآن کی الصلوٰۃ ان سب بیماریوں کی قاطع ہے، ان سب مزن اور متعدی طبعی اور جبلی امراض کیلئے کسیر عظمیٰ
 انسانی اخلاق کی اس دل آویز تعمیر کے لیے بہترین اوند ہے: اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزَعًا
 وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا اِلَّا الْمُصَلِّينَ (سج)۔ نہیں جئات زمین کی بادشاہت حاصل کرنے کا
 عمرہ ذریعہ، اَوْ لَقَدْ اخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ بَنِي اِسْرَآءِیْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَبِیًّا وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ وَاِنْ
 اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّوْتُمْ دَارَ صَلٰتِیْ وَفَضَلْتُمُ اللّٰهَ قَرۡبًا حَسَنًا لَّا تَكْفُرَ عَنْ مَا نَدَّیْکُمْ وَلَا دَخَلْتُمُ
 جَنَّتِ الْجَنَّتِیْ مِنْ تَحْتِهَا اِلَّا نَهَرٌۢ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْکُمْ فَقَدْ سَوَّآءَ السَّوْءِ السَّیۡئِلِ فَبِمَا تَقُوۡمُوۡنَ مِنْۢهَا فَمِنْۢهَا قَدِّمُوا لَعَنَهُمُ
 وَجَعَلْنَا قُلُوۡبَهُمْ قَسِیۡۃً یَّجۡرِفُوۡنَ الْکَیۡمَ عَنْ مَوَاضِعِہٖ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُکِّرُوۡا بِہٖ وَلَا تَرٰ اِنَّ لِّظُلُمٍ عَلٰی حَآجِیۡہِ
 مِنْہُمْ اِلَّا کَلِیۡلًا مِّمَّا کَانَتْ عَلَیۡہِمْ فَاَعۡفُ عَنْہُمْ وَاَصۡفَحْ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحۡسِنِیۡنَ (مائدہ)۔ اسکا پیدا کیا ہوا ملکوتی اسحاق، اس کے ذریعے
 سے پائی ہوئی قوت، اسکی وساطت سے حاصل کیا ہوا غلبہ بلاشبہ عبادت ہے، خدا کی نوکرمی ہے،
 رب العالمین کی بندگی ہے، مگر وہ آپ دخل عبادت نہیں۔ اوڑار کو مزدور کے دن بہر کا کام بھنا یا اوڑار کا
 مستاجر سے اجرت طلب کرنا حماقت ہی، بیکار اوڑار یا کاچور مزدور سے اجرت کمانے کی امید کرنا عبث ہی، اور
 جو تو نماز کی روزانہ چند اٹھ بیٹھکیں یا بے روح رکوع و سجود کر کے اپنے آپ کو عابد خدا تصور کر رہی ہے اسکی کم عقلی
 اور نا خدا دانی کا جعفر ماتم کہا جائے کم ہے!

بہینہ یہی حال میری دانت میں اور اسلامی مناسک کا ہو۔ زکوٰۃ، حج، صوم، کلمہ شہادت سب کا یہی منہ
 ہے، یہی غرض و غایت اور یہی پیش نہاد ہے۔ زکوٰۃ میرے نزدیک صرف جہاد بالمال ہے، پیہم جہاد
 مال ہے، اُنت کی تقویت کیلئے جہاد بالمال ہے، قوم کی بہتری کے لیے جہاد مال ہے، کسی اہم غرض

و مقصد کے لئے جہاد مال ہے، شبانہ روز جہاد مال ہے، حتیٰ الوسع جہاد مال ہے: رَسَلْتُكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۚ قُلِ الْعَفْوَ (بقرة)، نہیں کامل جہاد مال ہے: (اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ يَّكُوْنُوْا لِحُبِّ اللّٰهِ تَجِدُوْنَ)، ابو بکر صدیق کا پورا جہاد مال ہے، عمر کا آدھا جہاد مال ہے، تصدق دل اور تشبیت نفس کا پیدا کیا ہوا جہاد مال ہے، صدق قلب اور رضائے خدا کا پیدا کیا ہوا صدقہ مال ہے، اُمت کے نوخیز جن کی محبت اور محنت سے آبیاری کر کے روکشِ جان بنا دینے والا جہاد مال ہے: (وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِبَتِّغَاءِ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَشْيِئَاتِنَا قُلْ اَنْفُسُهُمْ كَمَثَلِ جَذَةٍ بِرِيْوَةٍ اَصَابَهَا وَاِبِلٌ فَاَتَتْ اَكْثَهَا ضَعْفَيْنِ ۖ فَاِنْ لَّمْ يَظْهَرْ وَاِبِلٌ فَاَبْلٌ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (بقرة)۔ خدا پر مبنی و احسان رکھ کر دیا ہوا یا بعد میں دل کے اندر رکھ اور اوتھت محسوس کرنے والا اور پچھتاوے سے دیا ہوا جہاد مال نہیں: (الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُشْعُرُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا اَمْثَلُ وَاَذْوٰى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (بقرة)، صرف ماہِ رجب کا جہاد مال نہیں، نوافلتی اور شرعی چالیسویں حصے والا جہاد مال نہیں، بھگت اور کاجھوروں کو نفع دینے والا جہاد مال نہیں۔ ماں نرکوۃ میرے نزدیک بیت المال میں جمع ہونی والا جہاد مال ہے، منتظم اور مرتب جہاد مال ہے، توپوں اور تلواروں، ہمازوں اور طیاروں والا جہاد مال ہے، مجاہد کو ستر پالیس رکھنے والا، اُن کو گدی گر نہ بنانے والا، انکو سولی بننے سے مستغنی کرنے والا، اُمت کے ہر طبقے سے مسکنت کو دور کر کے مسکین کو توند بنانے والا، مسافر کی ادبگت کر کے عالم آراخت پیدا کرنے والا، غلاموں کو آزاد بنانے والا، مقررہ ضوں کو بے عزت نہ کرنے والا، دشمن سے جہاد بالسیف کر کے دنیا میں غالب رکھنے والا جہاد مال ہے، اُمت خاک کی طرح ہوا میں کھیر دینے والا، اور گھر ٹھونک تماشہ دیکھنے والا جہاد مال ہرگز نہیں! (اِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالسَّكِيْنِ وَالتَّوْبِلِيْنَ عَلَيْهِمُ وَالْمَوْلَاةُ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ الْعَامِلِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَرِضْةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (التوبة)۔ اتفاق مال کے لئے میری نگاہوں میں وقت اور مقدار کی قطعاً کوئی بندش نہیں، وہ بھی اور عبادات کی طرح کی ایک پیہم عمل ہے، تطہیر قلب اور تزکیہ نفس کا

بڑا ذریعہ ہے (حَدَّثَنَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا) تو یہ مال کے لم نیل اور لامیوت بہت کو
توڑتے رہنے کا عمدہ اوزار ہے! جو شخص اسکو حتی الامکان اور ہر آن نباہ رہا ہے وہ فی الحقیقت توحید کو نباہ رہا
جو اس سے گریز کر رہا ہے وہ دراصل اپنے قلب کے اندر شرک کا ناقابل عفو شاہد پیدا کر رہا ہے، قوم کی بری
عاقبت اور بد انجام سے غافل ہے، روزِ آخرت کے نیک اجر سے منکر ہے، (يُوحِي لِي أَنَّمَا إِلَهُ الْكَوْكَبَاتِ
وَاحِدٌ فَاسْتَفِيدُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ذُنُوبَكُمْ لِمَنِ الْعِلْمُ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ
(م المؤمنون))۔ اُمت کی اجتماعی شکست اور کمزورتی کے روزِ بد سے بے نیاز ہو چکا ہے، اپنے آپ سے دراصل نخل کے
اپنی جماعت کو میوت کے گھاٹ اتار رہا ہے، (هَلْ أَنتُمْ هَؤُلَاءِ لَدُّعُونَ لِمَنْ تَدْعُونَ لِيُغْفِرَ لَكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ كُنْتُمْ مِّنْ خَلْقٍ
وَمَنْ يَخْلُقُ فَلَا تَمْلِكُ عَنْ نَفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا
يَكُونُوا أَمْثَلَكُمْ) (معدن)۔ شرعی ماحول اس اسلامی شعائے گرد گرد کچھ کا کچھ پیدا ہو جائے، لیکن زکوٰۃ بہر نوع
مسلمان قوم کی اپنی ہی بہتری اور حفاظت کے لیے ہی، خدا اس روپے پیسے سے قطعاً بے نیاز ہے۔
حجج کا اسلامی شعائری نگاہوں میں صرف وحدتِ اُمت اور اتحاد کا ایک عظیم الشان منظر ہے، صرف تمرکز
اور اجتماع کا ایک بینال پیکر ہے، اِنَّمَا تَكُونُوا آيَاتٍ يَكْرِهُهُ اللَّهُ جَمِيعًا (نبو) کو عمل میں لانے کا صحیح اور کارگر
ذریعہ ہے، يَا تَوَلَّيْ... مِنْ كُلِّ فِرْعَوْنِي (رج) کے ولولہ انگیز منظر کو پیدا کرنے کا واحد وسیلہ ہے، مشترک آقا کے
مشترک خوف کو اُمت کی ہر گ روپے میں جاری کر کے سب کو ایک کرنے کا مشورہ اور (لَنْ يَنَالَ اللَّهُ الْكُفْرُ مَا وَكَلَا
دِمَاؤُهُمْ) وَلَكِنْ يَنَالَهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ (رج) اس سے کتر بازادہ تر کچھ نہیں۔ خدا کی نظروں میں مشرق اور مغرب
سب ایک ہیں (قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ) (نبو)، اسکی نگاہوں میں روئے زمین کی ہر اُمت کا کوئی نہ کوئی مرکز ہے
(وَلِكُلِّ دِينٍ جَهَنَّمُ هُوَ مَوْلَايَا) (نبو)، کوئی نہ کوئی مرجع، اور ایک نہ ایک مآب ضرور ہے، انہیں بلکہ ہر قوم کا اپنے خدا کے
تعبد اور تعلق کا طریقہ انہار بھی خود اُسی نے مقرر کیا ہے، (لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهَا) (رج)، پس اگر حج
سے میری نظروں میں دراصل کچھ مقصود ہے تو یہی لازوال عصیت اور ناقابل شکست اتحاد ہے، یہی اس سے یقین

غالب اور لاشریک بن کر رہنا ہے، یہی اس واقعہ غیور فی ذرّہ کو بیچنی الیہ نمازات کل شیعہ (تھیں) کا ہرمانے میں مصداق بنا کر رکھنا ہے، ایک بے آباد اور بے آب سترزمین کو مالک بنیں آسمان کا مقرر کردہ مرکز قرار دیکر پروانہ و اسکے گروہوں رہنا، اور زہر و گداز سعی و عمل سے اسکو رشک ام بنا کر یوں رکھنا ہے کہ لندن اور پیرس بھی اسکی شان و اہمت اسکے جاہ و جلال کے بالمقابل عرق شرم میں پڑے ڈوبتے رہیں۔ اگر مسلمانان عالم نے اس خدا کے مقرر کیے ہوئے مرکز کو آسمان شکن اعضا کے زور پر یہ کچھ نہیں بنایا تو انہوں نے فی الحقیقت حج کے اتنی مقصود کو نظر انداز کر دیا، وہ "کاستبقوا الخیرات" کی اتنی برمان اور آسمانی منطق تک کچھ نہیں پونچھے، وہ منعم لم یزل کے بہترین اجتماعی انعامات (الخیرات) کی طرف ہرگز نہیں لپکے، انہوں نے "خوفاً من الله" کے لاپرواہی فلسفے کو قطعاً نہیں پایا، انہوں نے حظ و ان کی شکر انگیز تڑپ کچھ پیدا نہیں کی، یہی وجہ ہے کہ آج وہ بلند امین ان سے چین کر لندن اور پیرس کے ستھی عالموں کو دیا جا رہا ہے، ایک عالم آرائت کی آبرو، جیا، شرم، غت، موت، حیات الغرض سب کچھ اب غمیر کے ہاتھ میں ہے۔ یستبدل قوماً غیرک کثر لثقل لا یکنونوا امنا لکھو عہدہ کا الٹا منظر پیدا ہو چکا ہے، ایک عصمت آب خاتون کی عفت پر دوسروں کا قبضہ ہے۔ اس نصب العین پرے ہٹ کر حج کے فریضے کو علی الحساب ادا کرنا، یا حجبہ اسود کو چوسنے کی خاطر چرنا میرے نزدیک فی الحقیقت بت پرستی ہے، ایک عبت اور بے نتیجہ کام ہے، اگر وڈر وڈر ستیاروں کے مالک خدا کو بیت الحرام کا لیکن سمجھ کر اسکی حفاظت نہ کرنا، اسکو فی الحقیقت بدامین نہ بنانا، یحفظ الناس من حولہم و عبودت کے منظر کو پیش نظر رکھ کر اسکو کم از کم اسقدر مامون و مسمون نہ بنا دینا جسقدر کہ لندن اور برلن ہے اور با اینہم عمر کے آخری تھے میں اپنے بلغم سے بہرے ہوئے دجو کو عصا کے سہارے استناہ خدا پر پونچا کر حج کے فرائض کو ادا کیا ہو سمجھنا، میری نگاہوں میں پرکاش کے برابر عمل نہیں، عبادت قطعاً نہیں، توحید قطعاً نہیں۔ صوم بھی میرے نزدیک صرف ایک جہاد نفس ہے۔ صرف نفس اتار کے دیو کو تین دن تک تکلیف دے کر سال بہر کیلئے کمزور کرنا ہے، صرف خواہشات نفسانی کے زور کو کم کر کے زور آور بننا ہے، محض صبر و استغلا ہے، خدا کے

مشترک خوف کو دلیں جاگزیں کر کے متحد بنے رہنا ہے لکھتے علیکم الصلوات کما لکبت علی الذین من قبلكم
 لعلکم تتقون (۱) لہذا کھانوں کے بت کو توڑنا ہے، جوع البقر کے ویو کو رام کرنا ہی، ہاں توحید کی طرف ایک قدم
 لا الہ الا اللہ پر عمل ہے۔ کوئی آسمانی تقدس، کوئی دم مزین حکمت، کوئی لب کشا راز اس کے ماسوا اس عمل کی
 تہ میں مخفی نہیں۔ اس نیا سے سعی و عمل اور کائنات شریطہ جزا کے اندر ایک قدم کی قوتوں کو جبر سرار رکھنے، انکو
 موصد بنا کر زور آور اور غالب بنانے کا عمدہ ذریعہ اور بہترین اوزار ہے۔ جو قوم ان عظیم الشان اسلامی شعائر کو
 عظیم الشان حکمت کا حامل سمجھ کر اس پر عمل کر رہی ہے وہی اصل دین اور قانون خدا کو پکڑے ہوئے ہے،
 وہی حقیقت کے راہِ راست پر جا رہی ہے، وہی صراطِ مستقیم پر ہے، صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ، سب کے سب اگر
 ارکانِ اسلام ہیں تو فقط انہی معنوں میں ہیں، انہی معنوں میں قانون خدا کی عظیم الشان عمارت کو تعمیر
 رہے ہیں، انہی معنوں میں دین فطرت کے قواعد ہیں، توحید کے علم بردار اور جنات زمین حاصل کرنے کے
 اوزار ہیں۔ اس کے ماسوا ان کی کچھ غرض و غایت خدا کے نزدیک ہرگز نہیں!

پس اصل دین میرے نزدیک توحید ہے اور توحید قلوب کے اندر پیہم بت شکنی کرتے رہنا ہے، یہی عبادت خدا
 صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ کو رسماً اور عادتاً یا تعظیماً ادا کر لینا یا کلمہ شہادت کو بصحت تمام پڑھ لینا میرے نزدیک
 قطعاً کوئی عبادت نہیں۔ عبادت میری سمجھ میں اسی کی ہو رہی ہے جس کے لئے عمل ہو رہا ہے، جسکی خاطر تکلیف
 اٹھانی جا رہی ہے! اگر ایک شخص کے ہاتھ پاؤں کسی نفسانی غرض کی خاطر حرکت میں آ رہے ہیں، اگر کسی شے
 کی لڑا سقد لگی ہے کہ اُس کے لئے ہر طرح کی تکلیف گوارا ہے، نیند حرام ہو گئی ہے، شبانہ روز مضطرب ہے، اگر ایک
 شخص کسی پیر یا ولی کے پیچھے لگا ہے، اُس سے ارادت یا تعبد ہے، اُس کے حکم پر اٹھنا بیٹھنا ہے، اُس کے اشاروں پر
 عمل کرتا ہے یا اولاد کی محبت میں متفرق ہے، دن رات انکی خدمت میں مصروف ہی، یا انگریز سے اعتنا کرتا ہی
 اور اُس سے بیم و رجا کے لوازم پیدا کرنے میں تو میری دست میں وہ شخص اُس نفسانی غرض، اُس شے، اُس پیر
 اُس انگریز کی عبادت کر رہا ہے: (وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّبِعُ مَن دُونِ اللَّهِ أَتَادًا يُحِبُّهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا

اَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (بیشتر)، وہ انکو خدا کے بالمقابل تندر اور شریک بنائے ہوئے ہو۔ زمین پر رکھ کر انکے آگے
 سجدہ کرنا عبادت کے مقرر ہونیکے لئے کچھ ضروری نہیں۔ خود اس کے ہاتھ پاؤں، اٹھنا بیٹھنا، محنت اور تکلیف اس
 امر کے پیغم گواہ ہیں کہ اس کا معبود و مخدوم وہی ہے، اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْهَوَاَءَ هَوَاً وَاَضَلَّ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ
 وَخَفَرَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غَشَاةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ اَفَلَا تَنصَرُّونَ (دعاۃ)، وہی اسکا
 الہ ہے، وہی حقیقت میں خدا ہے، اس حالت میں خدا نے عزوجل کی پنجوقتہ نماز پڑھ لینا یا حج، صوم، زکوٰۃ کا
 چھٹا سا اتار دینا بھی کچھ معنی نہیں رکھتا۔ سجدہ اسیکا ہے جس کا تعبد ہو رہا ہے۔ دل یا بین یا ایک تسبیحوں کا
 آسان عمل چند لمحوں کے لئے کر کے باقی وقت غیروں کی اطاعت میں صرف کر دینا اور بعد ازاں عبودیت خدا کا
 دعوے کرنا میری نگاہ میں از بس مضحکہ انگیز ہے۔ نہیں بلکہ ایسا سجدہ فی نفسہ بے معنی ہے، ایسی نماز ہو یا نہ ہو خدا
 نزدیک کچھ وقعت نہیں کہتی بعینہ اسی بنا پر اگر کوئی فرد یا قوم اپنے اعمال میں خدا کے احکام پر چل رہی ہے، اسکے
 قانون کی عملاً مطیع ہے لیکن رستما یا عادتاً یا رواجاً کسی بہت، کسی تھپسہ، کسی شمس و قمر کے آگے ماتھا ٹیکے ہی ہو
 تو وہ حقیقت خدا کی عابد ہے اگرچہ اس کا اس تھپسہ کے آگے ماتھا ٹیکنا ایک فعل عبث ہے، اور عابد خدا قوم کیلئے
 یہ ظاہری سجدہ بھی فی الحقیقت اُسی خدا کے آگے ہونا چاہیئے، لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي
 خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاكَ تَعْبُدُونَ (ذم السجۃ)۔ پھر کی رسی پر تیش یا خدا کے آگے رسی سجدے کر لینے سے
 کسی قوم یا فرد کے عابد خدا یا عابد ماسوا ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، اسکے مشرک یا موحد بن جانے کا محاکمہ
 نہیں ہو سکتا۔ عبادت کا فیصلہ عمل اور صرف عمل پر ہے۔ اس بات کو دیکھنا ہے کہ کس کے احکام کی
 تعمیل ہو رہی ہے، پہر جسکے حکموں پر چل ہو رہا ہے، اُسیکی عبادت ہو رہی ہے! اگر خدا معبود ہے تو وہ قوم خود
 ہے اگرچہ رستما تھپسوں کو کیوں نہ پوج رہی ہو، یا قولاً خدا کو تین یا دس یا دس ہزار کہہ رہی ہو۔ اگر ماسوا کی عبادت
 میں لگی ہے تو وہ قوم مشرک اور کافر ہے اگرچہ رستما اور عادتاً خدا کے آگے سجدوں کے انبار لگا کر مگر کر رہی ہو۔
 اس دنیا کے کسبِ عمل کے اندر جو شے ضائع نہیں ہوتی وہ عمل ہے: اِنِّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلًا عَلٰی مَنْکَرٍ مِّنْ ذِکْرِ اَوْ اُنْشٰی (توبہ)

تمازاوند کوۃ، اور سچ اور درے رہنا اور کر کے اور عتاشیطان کی عبادت کر کے ضائع ہو سکتے ہیں: (تختلف من بعدہم خلف اصناعوا الضلوة واتبعوا الشهوة فسوف يلقون عقاباً دریم)، مگر صحیح یا غلط عمل ایک درے کے لیے ضائع نہیں ہوتا! (فمن يعمل مثقال ذرة خيراً يره ومن يعمل مثقال ذرة شراً يره)۔ ظاہری قول اس زمین و آسمان کے اندر ہر نوع کچھ شے نہیں، اور جو قوم صرف ظاہر کو کپڑے ہوئے ہو اور باطن کو اپنے آرام کی نظر انداز کر رہی ہے وہ حقیقت خدا سے مکر رہی ہے۔ نہیں بلکہ اس کے کافر اور مشرک خدا ہونے میں شک شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، (اممن هو قايماً على كل نفس بما كسبت وجعلوا لله شركاء قل سمعنا أم نستعبدكم بما لا يعلم في الارض أم بظاہر من القول بل دين اللذين كفروا مكرهم وصدة عن السبيل ومن يضلل الله فما له من هاد لهم عذاب في الحيرة الدنيا ولعذاب الآخرة أشق وما لهما من الله من نازق درندہ) وقد مكر الذين من قبلهم فليلك المكر جميعاً يعلم ما تكسب كل نفس وسيعلم الكفار لمن عقبه الدارۃ (الزمرۃ)۔

اس عبادت خدا، اس توحید، اس ملازمت رب العالمین کا واحد منتہا میری نگاہوں میں بنی نوع انسان کی اپنی ہی بہتری ہے، سب سے پہلے اس دنیا کے اندر بہتری ہے، قومی اور اجتماعی بہتری ہے، سیاسی اور اقتصادی بہتری ہے، ممکن فی الارض ہے، جنات زمین کی بادشاہت اور غلبہ ہے، اختلاف فی الارض اور بقا ہے۔ آگے چلکر ضروری بہتری بھی ہے، الجنتہ بھی ہے مگر اس دنیا کے اندر اس کے ماسوا یا اکثریت کچھ نہیں، جو قوم شبہ روز اس عبادت خدا میں مشغول ہے، چوبیس گھنٹے ماسوا کے بتوں کو توڑ کر خدا کی طرف متوجہ ہے، چوبیس گھنٹے اس قانون پر چل رہی ہے جو خدا نے بتایا ہے، چوبیس گھنٹے کسی غیر خدا، کسی طاغوت، کسی شیطان، کسی بت، کسی صنم، کا آرام دہ حکم نہیں مانتی، چوبیس گھنٹے ان حکموں پر نہیں چلتی جن میں فوری مزہ نقد فائدہ، یک سخت اجر، مقارحت، لیکن بالآخر نقصان اور آخرت کی تکلیف اور ہر خط ان احکام پر عمل پیرا ہے جن میں فوری تکلیف اور بالآخر راحت ہو، جن میں گھڑیوں کا بیج اور گھنٹوں کا اسن ہے،

وہ توحید پر بلاشبہ عامل ہے، وہ لا الہ الا هو (بند) پر عمل کر رہی ہے، وہ الا تعبدوا الا الله (بند) پر صحیح معنوں میں عمل کر رہی ہے، عابد خدا ہے۔ ایسی قوم کا اس دنیا میں قوت اور زور سے رہنا اٹل ہے، ممکن فی الارض رہنا اٹل ہے، ستخلف فی الارض ہونا اٹل ہے، ہر مشرک اور آرام پسند، ہر کابل اور شیطان پرست قوم پر غلبہ پانا اٹل ہے، ایسی قوم کے لئے اتحاد و امت، اطاعت امیر، ہمد و بالمال، ہمد و بالتیغ، ہجرت، ایمان بالآخرۃ، علم، استقلال وغیرہ وغیرہ سب احکام خدا فی الحقیقت توحید کے لوازم ہیں، کسی نہ کسی بہت شکنجی کی تمبی ہیں، اور جو امت ان احکام پر تن دی سے عمل پیر ہے اس کا وارث زمین بخانا قطعی ہے۔ اگر نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کسی عبادت کیلئے کہا تو اسی وارث زمین بنانے والی عبادت اور انہی معنوں میں تعبد خدا کے لئے کہا **اِنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيعُوْهُ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُخْرِجْكُمْ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَدَّدٍ** (دفعہ)، اسی سیاسی ممکن اور اقتصادی نفع دینے والی ملازمت کے لئے کہا: **يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ أَنْهَارًا** (دفعہ)، اگر یہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو کسی عبادت کی طرف متوجہ کیا تو انہی معنوں میں تعبد خدا اختیار کرنے کے لئے کہا، اسی رحمت ایزدی کے مو سلاو حار میں نہ بسانے والی چاکری کے لئے کہا، اسی نفع مند، اسی نتیجہ خیز، اسی قوت افزا اور غلبہ اندوز توحید پر زور دیا: **(وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرُهُ .. . يَقَوْمِ اسْتَغْفِرُكُمْ وَأُذَوِّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ)** (ہود)۔ اگر نبی آخر الزمان نے عرب قوم کو کسی عبادت خدا، کسی توحید، کسی اسلوب تعبد، کی طرف راجع کیا تو مشرک خدا کی اُسی مشرک عبودیت کی طرف کیا جس کا نتیجہ وحدت امت ہے، اس دنیا میں قوت اور زور سے رہنا ہے: **إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ** (نبی صلی اللہ علیہ وسلم)، اسی دنیاوی حالت کو بہتر بنانے والی، افضل خدا کو روز افزوں کرنے والی، بقا نصیب کرنے والی اور اجتماعی ہلاکت سے بخوف و خطر کرنے والی عبادت کی طرف مائل کیا، اُسی قوت انگیز

اہم رن کا نقش اثر کمزور اور نیروان کی محرک اعضا حکومت دلوں پر ستوار ہوتی گئی ہے۔ میں خلافت زمین کا
 انعام بارگاہ ایزدی سے بے دہرک متارہا ہے! جہاں شیطان نے اپنے قدم جاکر اُمت کے تولدے عالم کینو
 کر دیئے ہیں، افراد کے اعضا میں آرام کا قاطع لٹل چسکہ لگا کر انکو محنت سے متنفر کر دیا ہے وہیں حکومت اور ہلاکت
 کے انگارے پڑے دکھ رہے ہیں۔ دنیا کے اس کارگاہ پنج و من میں ہی دو پڑی طاقتیں ہیں جو ایک دوسرے
 پیہم نبرد آزما میں مصروف ہیں۔ شیطان کا ستم اور خدا سے برگشتہ ملک ہر جگہ اپنے طاغوتی کروہیل سے انسان
 کو نقد اجرت کی طمع دے دیکر اپنے دام میں پھنسانا چاہتا ہے، بنی آدم کی ضعیف الخلق سپید پیش کو فوری آرام کی
 مہلک اعضا ترغیب و تحریص پیش کر کے تھپک تھپک کر سنانے کے درپے ہو، اسکے قلب کے اندر دلفریب بتوں کی
 ایک بہری محفل لگا کر خدا اور اسکے محرک اعضا احکام سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے کبھی نگے سے آتا ہے، کبھی پیچھے
 سے آکر کتا ہے، کبھی دائیں سے آکھتا ہے، کبھی بائیں سے آماضر ہوتا ہے اور سعی و عمل کے صراط مستقیم سے
 ورغلا تا رہتا ہے، ممنوعہ درخت کی طرف بلا کر اسکو غلط واسن کے الجھن لے کے کھانا چاہتا ہے: قَالَ فِيمَا
 أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِمْ عِلْمًا إِنَّهُمْ كَانُوا خَالِفِينَ وَمِنْ خَلْقِهِمْ وَكَانَ إِيَّاهُمْ
 وَكَانَ اللَّهُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِمْ عِلْمًا إِنَّهُمْ كَانُوا خَالِفِينَ (اعراف)۔ یہی وہ لازوال طاغوتی طاقت ہے جو ہر وقت اور ہر لحظہ
 انسان کے درپے ہے، اسکو ہر دم اور ہر آن بہکا رہی ہے، لمحے لمحے کے بعد نیابت پیدا کر رہی ہے، توڑے ہوئے
 بتوں کو چشم زون میں پر چڑھتی ہے، نئی نئی اور دلفریب موتیں از سر نو پیش کر کے خدا کے بتائے ہوئے صراط
 مستقیم میں لاخل مشکلات، لازوال رکاوٹیں، قدم قدم پر تھیر جانے اور خدا تکٹ پونچنے کے سامان پیدا کر دیتی ہے
 خدا کی راہ پر چلنے والے اور اسکی عبادت اختیار کرنے والے شخص کیلئے شیطان کا اس زمین پر موجود ہونا ایک ابتلا
 عظیم ہے، بلائے مسلسل ہے، شبانہ روز امتحان ہے! اسکے لئے اُس کا مطلب اور صبر آزما خدا کو خوش کرنے کی
 سبیل ہی ہے کہ ہر دم اس مرد و خدا ملک کے بنائے ہوئے بتوں کو توڑتا رہے، راہ خدا میں اس قسط طرہ
 کے آراستہ کیئے ہوئے منظروں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے، اسکی البفریب آراستہ ہوں کا کچھ خیال نہ کرے،

اسکے عمل کے خوف و ترس بتوں کی پس پردہ چشموں کو دھیان میں نہ لائے، (اِنَّكَ يَرُوكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْهُمْ) اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ اَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ (مراءف)، راہ خدا میں اسکی یاد دلائی ہوئی تکلیفوں کی کچھ پردہ نہ کر کے منزل مقصود تک پہنچنے کی سعی کرے، پیہم سعی و عمل کئے اس نیا کے اندر عز و تمکنت سے رہے، خلیفہ خدا بنے، بادشاہ زمین بنے، تَفَكَّرْتُ فِيْهِ مِنْ دُوْحَى كَا مُصَدِّقٍ هُوَ، تَخْلُقُوْا بِاِخْلَاقِ اللّٰهِ پُر عمل کر کے اپنے آپ کو خدا کا مائثل ثابت کرے، سجدہ ملائک ہو، مخدوم انام ہو، معبود انعام ہو۔ الغرض اس دربارِ احکم الحاکمین کی کسی صف نعال میں ٹھینے کے قابل ہو جائے، ابنہ خدا اور عابد رب العلیین تو م کا اس زمین پر یہی کام ہے، یہی صراط مستقیم ہے: قَالَ رَبِّ اِنَّا اَعُوْذُ بِكَ لَا تَزِیْنْ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَا تَعُوْذْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ؕ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُتَخَصِّصِیْنَ۔ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلٰی مُسْتَقِیْمٍ اِنْ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیِّیْنَ۔ وَ اِنْ جَهَنَّمَ لَمَوْءِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ (حجر: ۱۵) جو قوم اس عبادت خدا اس توحید کے صراط مستقیم اس تلوار سے تیار اور بال سے سوا باریک راہ سے ادھر اُدھر ہٹی اسکے لیے اس دنیا میں اجتماعی جہنم ہے، محکومیت کا دوزخ ہے، غلامی کا سعیر ہے اور آگے چلکر ایک ایک کو جہنم ہے۔ قَالَ فِیْ عِزِّكَ لَا تَعُوْذْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ؕ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُتَخَصِّصِیْنَ۔ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ اَقُوْلُ ؕ لَا مَمْلَکَ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَتَّبِعُكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ (مراءف) عبد مخلص بن کر رہنا، اپنی تمام ارادت اور عقیدت کو خالصتہ اُسی کے لیے وقف کر کے اُس کے تکلیف دہ احکام پُر عمل ہو جانا، محنت طلب خدا کو شبانہ روز محنت کر کے خوش رکنا ہی وہ صراط مستقیم ہے جسکے سوال اس دنیا کے اندر کوئی دوسرا راہ بہت موجود نہیں اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْا هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِیْمٌ (زمر: ۱۶) وَلَا یَصِلُ اِلَیْکُمُ الشَّیْطٰنُ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (زمر: ۲۵) اُس کا رکن اور کارِ نر خدا کے لیے نہیں اُس شاید امتحان طلب کے لیے اُسکے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے اشرف المخلوق انسان کی ارادت اور محبت، اسکی اطاعت اور عبادت کی آزمائش کی اس سے بہتر کوئی سبیل نہیں کہ ایک لاموت اولم نزلِ طاعنی طاقت پید کر کے اس زمین پر عہد اکھلی چھوڑ دے، جو اُسکے دیئے ہوئے احکام سے انسان کو ہر دم و غلاتی رہے، جو اُسکی راہ میں پیہم حامل ہو،

جو لمحے لمحے کے بعد اسکے قدموں کو تیز کر دیتی رہے! ایک مطلوب کے لیے طالب کی محبت کے امتحان کا اس سے
 بہتر کوئی اسلوب نہیں، جذبہ دل کی تصدیق کا اس سے صحیح تر کوئی معیار نہیں، کہہ اور کھوٹا پہچاننے کی اس سے بہتر
 کوئی محک نہیں! صرف زبانی دعووں سے اطاعت اور ارادت، عشق اور وصال کا مقام قطعاً حاصل نہیں ہو سکتا!
 احِبَّ النَّاسَ أَنْ يُدْرَكَ أَنَّ يُقْبَلُوا أَمَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ
 صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ (عنکبوت)۔ اسکے لیے پیہم جہاد شرط ہے، بیان کی پیشکش شرط ہے صبر
 اور استقلال شرط ہے: (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَجْزَاءَكُمْ) (مائدہ، ممتحنین)
 موت شرط ہے: قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَتُّوا الْمَوْتَ
 إِنَّ كَيْدَ فُصِّلَ قَيْنَ (جمعہ) اُس صبر آزماء اور فتنہ شعار خدا نے اپنی راہ رضا میں تاب گسل اور بلبلہ نسیب ہتوں کا
 ایک جہم غصہ کھڑا کر دیا ہے، اپنے اور انسان کے درمیان ہزار در ہزار حجاب آراستہ کر کے ہر پردے پر ایک عیار
 اور عشوہ گر حاجب بٹھا دیا ہے، ہر حاجب کو اشارہ کر دیا ہے کہ انسان کو حتی الوسع اُس حجاب آراستے حقیقی اور اُس
 منزل مقصود تک پہنچنے نہ دے۔ وحدت اُمت کے حکم کے بالمقابل عداوت اور بغض کا بُت، اطاعت امیر کے
 بالمقابل خود رائی کا بُت، جہاد بالنیف کے مقابلے میں نفس پسندی کا بُت، جہاد بالمال کے مقابلے میں حُب
 مال کا بُت، ترک دُطن کے بالمقابل ہجر اولاد کا بُت، الغرض ہر امر و نہی کے برخلاف ایک بُر دست اور لازول
 مخالفت کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ شیطان کو نفس تارہ کے اندر اس قدر شکن کر دیا ہے کہ قدم قدم پر پلنزش کا
 سامنا ہے، انسان کو سمع و بصر اور قلب سلیم کی امانت عطا فرما کر اسکے لیے اس دنیا میں صحیح طور پر
 رہنا وہ دشوار کر دیا ہے کہ آسمان و زمین اس امانت کے بوجھ کو دیکھ کر لرز رہے ہیں، تعقل اور ارادہ
 ارزانی فرما کر اسکے لیے یہ موت انگیز الجھنیں، یہ الناک دشواریاں، یہ گمراہ کن نادور بنیاں، یہ ہلاکت خیز
 انجام شناسیاں پیدا کر دی ہیں کہ ہر قدم پر لڑکھڑکھٹ ہے۔ بے تعقل اور بے ارادہ سوچ کا زمین سے تیر
 لاکھ گنا بڑا کرہ تو روزِ اول سے اسی صحت اور اطاعت سے اپنے صراطِ مستقیم پر چل رہا ہے جو اسکے لیے ایک دفعہ

ایک دوسرے کو کاٹ کاٹ کر کھا رہے ہیں، ادنیٰ مخلوق کی ہر امت کا ایک مذہب، ایک راہِ عمل، ایک ملک ایک رہنمائے عظیم ہے، مگر یہاں ایک نوع میں ہزار در ہزار امتیں، ہر طرف ایک علمِ درہنما، ہر جگہ ایک نیابت، اور گمراہ فطیری، اور خمیری کا جگڑا ہے! ظہر الفساد فی الدنیا والآخریہ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِنَفْسِیْ لَیْذِیْ یَقْمُ بَعْضُ الَّذِیْ عَمِلُوا الْعَالَمُ یَرْجَوْنَ۔ قُلْ سَیُوفُیْ فِی الْاٰخِرِ قَانِظٌ وَاَكْبَفْ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ كَانَ اَكْذٰهُمُ مُشْرِكِیْنَ۔ (روم)۔ الغرض یہ سب کچھ عبادتِ شیطان کا ظور ہے، اُس معلوم ملکوت کی ادنیٰ کافرانی ہے ورنہ نبی آدم و حوا حقیقت ایک ہی امت ہیں: كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً (مفہوم) ایک نوع، ایک نسل، ایک خاندان، ایک اہلِ جہاد، ایک تقویم، ایک خدا اور ایک ہی کافر سرکاری رعیت ہیں۔ شیطان کا تعبد اور خدا سے برگشتگی لاکھ ہوتی رہے مگر اُس چارہ فرما تے جہان اور بدیع زمین و آسمان نے بھی انسان کا ڈھانچا تیار کرتے وقت پہلا معنوی عہد جو اسکی جبلت اور طبیعت پر لیا یہی تھا کہ اس دنیا کے اندر خوش اسلوبی اور زور سے رہنے کا صراطِ مستقیم ہی ہے کہ شیطان سے تعبد قطعاً نہ ہونے پائے، جس کی مخلوق ہو، اُسی کے حکموں پر چلنا تمہاری فطرت میں داخل کر دیا ہے، اُس بتائے کون و مکان نے یہ بات تمہاری مہیبتِ اجتماعی کی ہر ممکن حالت تمہاری چال ڈال، تمہاری سیرت اور عین، تمہارے اندازِ معاشرت، تمہارے تمدن، تمہاری تکوین میں نہیں بلکہ تمہارے بقا و فنا کے ہر شعبہ سعی و عمل میں رفا و اول سے رکھ دی ہے کہ غیر خدا کی ملازمت سرے سے نہ ہو:

اَلَمْ اَعْمَلْ لَیْکُمْ یٰبَنِیْ اٰدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۚ وَاِنْ اَعْبُدُوْنِیْ فَاِنَّیْ فَاَصْلَحْ صِرَاطٌ مُسْتَقِیْمٌ وَاَقَدْ اَخْلَصْتُ لَیْکُمْ جِلَاسًا کَثِیْرًا ۚ اَفَلَا تَذٰکُرُوْنَ ۚ (ہود)۔ توحید تمہاری مٹی میں خمیر کی گئی ہے۔ تمہاری طبیعت اور جبلت میں مختل ہے۔ جس نے تمہیں پہلے دن بنایا تھا اُس نے اپنی ملازمت کے عنصر کو تمہارے ہیو میں گوندھ دیا تھا، اُس کو بناتے وقت اس قدر سوچ ضرور تھی کہ یہ سرکشی کا پتلا اور آگ کا پر کالا، یہ خود رائے اور صاحبِ مضغہ گوشت، یہ کبر و ادعا کا نطفہ مٹی، یہ انانیت اور شیطنیت کا پیکر کبر، یہ صاحبِ ست و قدرت، یہ اوصافِ خدا کا مجسمہ صغیر ہے زمین پر پر کبر اس قدر شیطنیت یا اس قدر کبر پائی نہ کرتا پھرے کہ خدا کی خدائی سے نکل باہر ہو، اُس کے

دارہ عبودیت کو مسترد کر دے، جس جس رنگ میں روئے زمین پر یہ اپنا اجتماع و استعمار کرتا پھرے گا، رب زمین و آسمان کے قانون کی پابندی، اُسکے حلقہ عبودیت کے اندر ہو کر رہنا اُسکے ہر کہ و مہر پر، شاہ و گدا پر، مطیع و مطاع پر، مرید و مراد پر، کبیر و صغیر پر، جن و انس پر فرض رہیگا: (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادَتِي) (ذاریات)۔ اگر اس تعبد سے نکل کر اُس نے شیطان کی ملازمت اختیار کی، توحید سے گریختہ ہو گیا، زمین و آسمان کے اس عالم آرا اصل اصول سے عملاً بگڑ بٹھا تو کچھ پرواہ نہیں، اُنکی جہالت میں یہ بات پہلے سے معلومیت رکھ دی گئی ہے کہ اس خصوصیت کے ہوتے ہوئے اسکی اس زمین پر کچھ دل نہ گل سکیگی شکست اور انتشار کے جہنم میں پڑا جتا رہے گا، فقر و فلاس، واما ندگی اور بچا رگی، محکومیت اور جوتیاں، چیتھرے اور جوئیں، قحط اور وبائیں، ہر آن اُسکے دست گیر راکرینگی، مَا لَهُمْ بِمَا يَخْلَعُونَ مِنَ النَّارِ (بقرہ) کا منظر مرقم پیش پیش ہوگا، لَا مَلَكَيْنِ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (ہود) کا قول پورا ہو کر رہے گا، یہاں ہر جماعی جہنم اور آگے چل کر ایک ایک غلط کار کو آخری جہنم نصیب ہوگا! موجود زمین و آسمان ہو کر مجھ سے یہ توقع رکھنا کہ میں نے اپنی ملکیت کے اندر انسان کو اپنے سے محض جو تعلق پیدا کیا ہے، یا اُسکو ہولے سے مختار بنا کر اپنا اختیار کھو دیا ہے محض عبث اور طفل تسلیاں ہیں! شیطان کا اگر اس زمین پر غلبہ ہے تو یہ بھی میری مشیت اور قضا سے ہو رہا ہے، یہ بھی میرے ہی قانون فنا کی ایک شق ہے، میری ہی امتحان پسند عادت کا ایک کرشمہ ہے، میری ہی سعی طلب طبیعت کا تقاضا ہے تاہم اس زمین و آسمان کی حدود کے اندر ہر اگر کوئی قانون بقا و حیات جاری ہے تو وہ خالصہ میری ہی عبادت ہے، توحید اور صرف توحید ہے! میں آقا ہوں، موجود اور صورت ہوں، لیکن مومن اور مہین بھی میں ہی ہوں، اپنی ہی عبادت پر اس کا رخانے کی بنیاد رکھنا میرا حق ہے، اور میری مخلوق ہو کر میری حدود و ملکیت باکری کو مفر نہیں: يَحْتَسِرُ الْجِنَّةُ وَالْإِنْسُ إِنَّ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا وَلَا تَنْفُذُوا مِنْ دُونِ ذَلِكَ بِسُلْطَانٍ (عن) یہی توحید انسان کا وہ واحد و یکتا ہے کہ وہ ایک صراط مستقیم، ایک اصل اصول، ایک اساس کار، ایک بن حنیف، ایک فطرت ہے جس پر بس انسانی مجبور بلکہ مجبور ہے، اس خدا و افطرت میں رد و بدل کا ہر گنا

حَمَانِیْن : فَافْهَمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِلُ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ یُحِلُّوْنَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الدِّیْنُ
 الْقَیْمُ وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (۲۰۵)۔ اس مضبوط اور محفوظ کارخانے کی بنا قسط و عدل پر ہے، اس میں جو بات
 ہو رہی ہے **قانون** کے ماتحت ہو رہی ہے، جو نعمت، جو انعام، جو امن جہاں کہیں مل رہا ہے میری ہی ابتداء و
 اور میری ہی خوشنودی کے باعث مل رہا ہے اظلم اور استبداد سے قطعاً کچھ نہیں ہوتا، پس جہاں کہیں میری رحمت کا
 موسلا دھاری سینہ برس رہا ہے، جہاں یُنْزِلُ السَّمَاءَ عَلَیْكَ مِزْرًا کَاسًا سَاسًا موجود ہے، جہاں یَنْزِلُ مَطَرٌ ثَقِیْلًا اِلٰی
 ثِقْلٍ ثَقِیْلٍ کا وعدہ پورا ہو رہا ہے، یَنْزِلُ مَطَرٌ ثَقِیْلًا اِلٰی ثِقْلٍ ثَقِیْلٍ کے انعام مل رہے ہیں، جہاں کَلَّوْا اَمِنْ فَوْقِهِمْ وَفِیْهِمْ
 اَنْجُلُوهُمْ ہے، اَنْعَمْتَ عَلَیْہُمْ کا مشورہ ضروری نافذ ہے، جہاں استخلاف فی الارض کا عطیہ عظمیٰ ہے، وراثت زمین کی
 موصیّت کبر ہے، الغرض جہاں کسی قوم میں قوت اور زور ہے، امن اور قیام ہے، موت اور ہلاکت میں بہت کچھ
 ڈھیل ہے۔ وہیں توحید باقی ہے، وہیں صحیح معنوں میں میری عبادت ہو رہی ہے، میرے قانون پر سچا
 عمل ہے، میرے آئین کا صحیح نظم ہے، میری منشا کی سچی درک ہے، میری صحیح معرفت ہے، وہیں
 صراط مستقیم ہے، وہیں اسلام ہے، وہیں مستند پرستیا ایمان ہے، (وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالٰحٰتِ
 وَآمَنُوْا بِمَا نَزَّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّہُمْ کَفَرْنَا عَنْهُمْ سُبْحٰنَہُمْ وَاَصْلَحْ بِالْہِمِّ فَلِکَ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا
 اتَّبِعُوا الْبَاطِلَ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّہُمْ کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ (عَمَّ) اُسکے لئے
 ہوئے قرآن پر ایمان ہے، انبیاء کی لائی ہوئی الکُتُب پر ایمان ہے، توراۃ اور انجیل پر ایمان ہے، زبور
 اور تلمود پر ایمان ہے، وہیں شیطان کی عبادت کم ہے، وہیں بُت کم بیچ رہے ہیں، شرک کم ہے، کفر کم ہے
 جہاں کوئی قوم مغضوب علیہ ہو رہی ہے، اُس پر سیر اور دناک غلاب نازل ہو رہا ہے، اُسکے ملک یک بیک
 چینی جارہے ہیں، اُس پر سیر غیظ و غضب کا متوجہ جوش مار رہا ہے، وہیں عبادت شیطان جاری ہے، وہیں
 توحید قطعاً نہیں، وہیں اَنْعَمْتَ عَلَیْہُمْ کا صراط گم ہو چکا ہے، کَانَ اَكْثَرُھُمْ مُّشْرِکِیْنَ (۲۰۶) کے مصداق بن چکے
 ہیں، وہیں شرک قطعاً ہے، کفر قطعاً ہے، مجھ سے انکار قطعاً ہے، محمد سے انکار قطعاً ہے! قول میرے نزدیک

کچھ شے نہیں، عقیدے اور رسمیں کچھ شے نہیں، عیسائی اور موسائی، کرسنوی اور محمدی بننا کچھ شے نہیں، یہ بھی ایک بُت پرستی ہے، جگو چوڑ کر میرے بندوں کو پکڑتا ہے، قانون خدا اور امر رب العالمین سے جدا ہو کر کسی رسمی اور شرعی مذہب کے نواہر کچھ شے نہیں، نماز کی رکعتیں قانون سے الگ ہو کر کچھ شے نہیں، حج کے مناسک کچھ شے نہیں، جو شے میرے نزدیک مقبول ہے وہ توحید پر عمل ہے، ہر نوع عمل پر، ہر لحاظ پر، جو عمل کر رہا ہے، وہی میرے نزدیک مسلم ہے، وہی مومن ہے، وہی محمد کا سچا پیرو ہے، وہی بخوفِ خطر ہے، میں نے نوح و ابراہیم کی رسمی اُمتیں ہلاک کر ماریں، سوئی کی اُمت کو رسوا کر دیا، لوط، ثعالبی، صلح، ہود، سب کی شرعی اُمتوں کی بھنگ تک باقی نہیں رکھی، وَكَمْ اَھْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَبْلِهِ هَلْ اَرٰی مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ لَقِیْهُمْ لَوْ كُنَّا اَعْمٰی، یہ اس لیے کہ وہ سب کی سب مجھ سے بگڑ بیٹھی تھیں، مَا كَانَتْ اَكْثَرُهُمْ مِّنْ مِّنْزِلٍ (الطہ) کی مصداق بن چکی تھیں، اب محمد کی اُمت کو ہلاک کرنے میں مجھے کیا شرم ہے یا منہ سے تین خدا کہنے والی لیکن توحید پر عمل کرنے والی اُمت کو زبردستی کرنے میں کیا عار ہے۔ مسلمان اور اسکا اٹھا کر کیا نسل انسانی کا تختہ الٹ کر اس بہتر اور قائم تر نسل کو لا بٹھانے میں کیا دیر ہے قَالَ مُوسٰی اِنْ نَّكَحْتُمُوْا اَنۡتُمْ وَرِیَیْ الْاَرْضِ جَمِیْعًا اِنَّا لِلّٰہِ لَعٰنٌ حٰسِدٌ (ہود)۔ میں قاسط اور عادل، بے نیاز اور بے پڑا خدا ہوں، بادشاہوں کا بڑا بادشاہ ہوں، میرے ہاں وہی قوم بے خوف و خطر ہے جو توحید پر عامل ہے، جو شیطان کی ملازمت کو قبول نہیں کرتی، اُسکے فوری جبر کو، اُسکی نقد تنخواہ کو کاش نہیں مانتی، جسکو میرے نیسے، میرے اُدھار، میری یومِ آخرت کو دیکھنے والی تنخواہ پر اعتماد ہے۔ قولی مسلمان یا شرعی ایمان دار رسمی یہود یا اسی نصاریٰ، گبر و برہمن، وغیرہ وغیرہ میرے نزدیک کچھ شے نہیں، جو جس قدر عمل کر رہا ہے، اُس قدر میرے ہاں سے اُجرت لے رہا ہے، اسی قدر وہ قوم اس دنیا میں بے خوف و خطر ہے، اسی قدر غالب اور ستمگر فی الارض ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَالَّذِیْنَ هَادُوا وَالنَّصَارَی الصَّابِرِیْنَ مِنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلْ صٰلِحًا فَلَهُمْ اُجْرُهُمْ عِنۡدَ رَبِّہُمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْہُمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (ہود)۔ میری اُجرت شیطان کی اُجرت کی طرح فوری، غارضی، اور

تباہ کن نہیں وہ جبکول رہی ہے اُسکو اس زمین پر کسبر مانی اور جبروت حاصل ہے !

پس اس کارگاہ کسب و عمل کے اندر اگر کوئی شخص کسی مفید جماعت مستہما کو پیش نظر رکھ کر لڑاں جہیل ہے !

تو وہ از نوئے قرآن خدا کا عابد ہے۔ جو قوم تکلیف اٹھا کر اپنے آپ کو بہتر بنا رہی ہے وہ فی الحقیقت توحید پر چل

رہی ہے۔ جو کابل اور بے عمل ہے وہ مشرک ہے، منکر خدا ہے، عابد شیطان ہے۔ جو کام کر رہی ہے وہ حلقہ

عبودیت میں شامل ہے۔ جو کہہ رہی ہے وہ کچھ نہیں۔ جہاں جہاں جو کچھ سعی و عمل ہو رہا ہے، خدا کے قانون کو

مانکر اور شیطان کو مسترد کر کے ہو رہا ہے۔ توحید کا اصل اصول فی الحقیقت اَنْ لِّیْسَ لِلّٰہِ شَکَکْ اَکْ مَا سَعٰی (۱) ہی کو

تسلیم کرنا ہے۔ یہی خدا کو ماننا اور شیطان گریز کرنا ہے، یہی عبادت ہی، یہی توحید ہے، شیطان کی ملازمت کی اصل

بنیاد فوری آرام اور آخری تکلیف ہی، خدا کی خدمت کا اصل اصول فوری تکلیف اور آخری آرام ہے۔ نہیں بلکہ

جس عمل میں آخری آرام نہیں، جس کا انجام نیک نہیں، جس کا پیش نہاد اُمت کی بہتری نہیں، جو آپ نامنظم اور

بے سلیقہ ہے، جس سے کچھ قوت حاصل نہیں ہوتی، جو رکھ کے ڈھیر کی مانند پریشان ہو جانے والا ہے وہ بجائے

خود کفر ہے، بڑی سے بڑی گمراہی ہے، مَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَوْ یَوْمَ اَنۡفَالُہُمْ کَمَاۤیۡدُ اَشۡجَدَ ثَیۡبَہُ الَّذِیۡنَ یُکَفِّرُوۡنَ عَٰصِیَہٗ لَا یَقِلُّوۡۤا

مِمَّا کَسَبُوْۤا عَلٰی شَیْءٍ ذٰلِکَ ہُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیۡدُ (۲)۔ خدا کا منکر، اُسکے قانون کا منکر، اُسکے منظم اور رب

زمین و آسمان کا منکر، اُسکے شمس و قمر کا منکر، اُسکی رکھی ہوئی میزان کا منکر فی الحقیقت وہ شخص ہو جو ایک سعی و عمل

کر رہا ہے، جسکی کوشش اس دنیا کے اندر کچھ ٹھکانے نہیں لگی، جسکی لگت دوسے کچھ نتیجہ نہیں نکلتا، جو ایک بے

اور باطل شے کے درپے ہو: الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ اتَّبَعُوۡا الْبَاطِلَ وَاِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَاتَّبَعُوۡا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّہُمْ وَاَعۡزَّوۡا ہُوۡیَ

سراب کے پیچھے لگا ہے، پانی سمجھ کر لپکتا ہے مگر پانی نہیں پاتا، ظن و وہم کی دامیوں میں سرگردان ہے اور بے نتیجہ

عمل کر کر کے دکھ اٹھا رہا ہے: وَاَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اَعۡمَآلُہُمۡ کَسَرٰۤیۡبٍ یَّقْبَعُہَا یُحۡسِبُہَا الطُّمَآنُ مَآءٌ ۚ فَحَسٰۤی اَۡجَآءُ

لَہُمۡ یَحۡسِبُوۡۤا شَیۡئًا وَّوَجَّہَ اللّٰہُ عِنۡدَہٗ فَوْقَہُ حِسَابُہٗ وَاَللّٰہُ سَرِیۡعُ الْحِسَابِ (النور)۔ عبادت کا خدائی مفہوم خدا کے پاس

آخری کلام میں اس قدر وسیع اور عالم آرا ہے، کفر کا اتنی اطلاق استعدنا مقید اور مطلق ہے، توحید کا قرآنی مقصود

استقرار و نتیجہ خیز، استقرار و رفہ اور بھارا آمد ہے کہ جہاں کہیں اس دنیا کے اندر کوئی مستقل بہتری کی صورت پیدا ہو رہی ہے، جہاں کچھ کامیابی اور کامرانی کے سامان جمع ہو رہے ہیں، کوئی تکلیف، کوئی تنگدہ، کوئی شیطان سے انکار اس بنا پر ہو رہا ہے کہ انسان کی ہیئت اجتماعی کی حالت بہتر بنے، کچھ قوت اور زور حاصل ہو، کچھ بادشاہت زمین پر، عزت اور غلبہ ہو، ارتقا اور بقا نصیب ہو، وہیں عبادت خدا کا شائبہ قطعاً ہے، وہیں ایمان کا شائبہ قطعاً ہے، وہیں توحید کا عمل ضرور ہے، وہیں بت کم ہیں، شیطان کا کم غلبہ ہے، وہیں ایمان باللہ ہے۔ جہاں نامراد می ہے، وہاں کفر قطعاً ہے، خدا سے انکار قطعاً ہے، شیطان کی عبادت قطعاً ہے (وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَسِرُونَ) (عنکبوت)۔ جہاں کوئی قوم ناکامیاب ہو رہی ہے وہاں خدا سے اعراض ہے، اُسکے قانون سے اعراض ہے، کسی ماسوا کی عبادت ہو رہی ہے، کچھ شیطان سے لگا رہا ہے، وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ شَيْءٌ إِلَّا كِبَاسٌ كَقَبْطِیَّةٍ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاءُ وَمَا هُوَ بِالْعَیْشِ وَمَا دَعَا الْكُفْرَانِ إِلَّا فِي ضَلَالٍ رَعْدًا۔ کفر اور توحید کا صحیح معیار اس دنیا کے اندر قائم ہے کہ جو تدار مومن قوم بہ نفع غالب ہے، بہر حال ترقی کر رہی ہے، اُسکی دولت اور حکومت، عزت اور اقتدار سب کچھ بڑھ رہے ہیں، جہانت کی کثرت ہو رہی ہے، جنات اور اثمار مل رہے ہیں، نئی قوموں پر حکومت مل رہی ہے، الغرض وہ منعم لم یزل اُس سے بحیثیت مجموعی راضی ہے، وہ بھی خدا سے راضی ہیں، اور جن تک عبادت خدا کا وظیفہ رہیگا اس دنیا کے اندر ان کا فلاح پاتے رہنا ایک طے شدہ امر ہے: رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (جاد)۔ شیطان کی عبادت اور خدا سے اعراض کرنے کا اس دنیا میں رسوا اور ذلیل ہو کر رہنے سے استقرار گہرا اور طبعی تعلق ہے کہ کافر قوم کی زندگی بہ نفع چارپایوں اور موشیوں کی زندگی ہے، بیگار اور بار برداری کی زندگی ہے، محکومیت اور بیچارگی کی زندگی ہے، افلاس اور آہ و بکا کی زندگی ہے، لیکن مومن کے لیے بہ نفع جنات زمین ہیں، بادشاہت اور عزت ہے، قوت اور امن ہے: إِنَّ اللَّهَ يَدْخُلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِتَحْوِيلِ اللَّهِ (۱)۔ کافر کا ہر جگہ اور ہر نوع منہ کالا ہے، مومن کو ہر جا اور ہر حال فتح نصیب ہے، نہیں ہنست و نصرت کی طرف اقدام کر کے اپنے آپ کو غالب کر دینا ہی عین ایمان ہے، عین عبادت اور نری توحید جو۔ اگر زبردت علیہ الرحمۃ نے یزدان اور اہرمن کو اس دنیا کے اندر دو بڑی طاقتیں مانا تھا، اگر اُس نے لوگوں کو اہرمن کی شکست انگیز طاقت اور یزدان کی خیر نیرس قوت کی طرف متوجہ کر کے رب بیتال کے بقاد فنا کے اس پسرار قانون کے آگاہ کرنا چاہا تھا تو اس کا پیش نہاد بھی ساکنان زمین کی اسی توحید اور تعبد خدا کی طرف بلانا تھا، جن لوگوں نے اسکی تعلیم کو "وحدانیت" کے منافی یا دو خداؤں کے منوانے والی سمجھا ہے انکی جہالت پر جقدر ماتم کیا جائے کم ہے! جس قوم نے اس دنیا کے اندر شیطان کی برباد کن قوت کو تسلیم نہیں کیا، جو اسکو ہر لحظہ اپنا کھلا دشمن سمجھ کر اُس سے فی الجملہ محنت نہ نہیں رہے انہوں نے فی الحقیقت توحید کی حقیقت کو کچھ نہیں سمجھا!

اگر عہد حاضر کے مسلمان قرآن حکیم کے ان قطعی اور عام محاکموں کو نظر تعمق سے نہیں دیکھتے، اگر آج انکو تین خدا کہنے والے نصرانی کی دنیاوی خوشحالی کا خوشنودی خدا اور عبادت رب یا توحید اور ایمان پر محمول کرنا ایک انکھ نہیں بھاتا، اگر وہ آج اپنی ہر مصیبت کو ابتلاء اور دوسروں کی ہر جت کو بلا سمجھ کر مکر کی نیندیں لے رہے ہیں اور خداؤں میں آسمان کو العیاذ باللہ مشرق کا کوئی لائبالی اور مستبد، کوئی بے اصول اور بے قانونا تو اب جھک کر انچی قسمت پر شکر بیٹھے ہیں تو بیٹھے ہیں مگر انھیں ہو ہو کر ان کا اس حقیقت سے انکار کرنا، مالک شمس و قمر اور خالق زمین و آسمان کو "كَلَّا لَإِمْ لِّلْعَبِيدِ" سمجھنا، اُسکے دیئے ہوئے انعاموں کو بلا استحقاق اور اسکی بھیجی ہوئی عقوبت کو بلا وجہ سمجھنا، اسکی مشیت کو "کہ یہ سلامے بچند و گدہ بد شنائے خلعت و ہند" کا مصداق یقین کر کے قسمت اور تقدیر کو پیٹتے رہنا فی الحقیقت وہ آشوب چشم اور منہ سودائے سرب جہکا علاج موت کے سوا کچھ نہیں۔ قرآن حکیم کے مطالعے کے بعد کفر اور ایمان، عبادت اور توحید، فتح و شکست کے متعلق میرا یہ فیصلہ سقاہر حکمی اور قطعی ہے کہ زمین کی بڑی سے بڑی مخالفت بھی مجھے اس عزم میں کمزور نہیں کر سکتی۔ مجھے یقین ہو چکا ہے کہ مذہب اسلام اس دنیا میں قوت اور زور سے رہنے کا واحد اور سچا طرز عمل ہے، توحید اس مقام محمود پر پہنچنے کا واحد اور موثر اور آسان۔

اس سطح زمین پر تو مندر بن کر رہنے کی سچی اور کمری سیاست ہے۔ انسان کے ہر لمحہ عمل میں اس طرح شامل اسکے ہر اسلوب کار میں اس طرح داخل، اسکے قانون مدعو بن کر کی وہ شرط لائیٹنگ، اسکے بقا و دوام کی وہ علت اولیٰ، اسکی بہبودی اور خوشحالی کی وہ محرک اعلیٰ ہے کہ اسکو انسان کے کسی فعل حسن سے جدا کرنا ناممکن ہے، نہیں بلکہ میری نظروں میں اگر سوچ اپنے وقت پر درخشاں ہے تو اسی توحید کے زور پر، اگر چاند کی منہ لیں مقرر ہیں اور وہ انکو نباہ رہا ہے تو اسی توحید کے زور پر، اگر نجم و شجر روز آفرینش سے اپنے مقررہ فرائض کو ادا کر رہے ہیں اور ایک سرسبز اور ہر اہر نہیں مٹتے تو اسی عبادت خدا کے زور پر: (وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ) (دعائے ۱)۔ اگر داتا اور ملائکہ اپنا اپنا کام کر رہے ہیں تو اسی خوف خدا کے زور پر۔ یہ ہر ایک کا اپنے فرض کو مقررہ وقت پر درجے و قبول ادا کرنا ہی انکی مسالہ ہے، یہی انکی تسبیح اور سجدہ ہے، یہی کُلِّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ (دعائے ۲) کا صحیح مفہوم ہے، یہی (وَلَنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا اَلَيْسَ لَهُ حُكْمٌ وَ لٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيحَهُمْ (یعنی اسناں) کا صحیح تفقہ ہے۔ پس جب اس زمین آسمان کا سامان نظم و نسق اسی توحید کے زور پر ہے تو انسانی امتیں بھی جہاں کہیں ابھر رہی ہیں اسی وحدت کے زور پر ابھر رہی ہیں جس قوم اور گروہ میں نظم و نسق قائم ہے، جس میں ہر شخص اپنا مقررہ فرض ادا کر رہا ہے، سب کا معاون اور سب مستحق ہے، سب کا ایک صراطِ مستقیم، ایک راہِ عمل، ایک قانون، ایک میزان ہے، نہیں جو قوم یا گروہ اس سطح زمین پر اس طرح عمل کر رہا ہے کہ اُس کا عمل اسکو بہتر اور طاقتور بنا رہا ہے اُس میں توحید قطعاً موجود ہے، اُس میں ایمان باللہ موجود ہے، اُس میں خشیتِ خدا موجود ہے، اسلام موجود ہے، دسواں یا ہزارواں حصہ موجود ہے، مگر ایک شائبہ قطعاً موجود ہے: (وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ؕ اَلَا تَطَعُوْنَ اِيَّاهُ الْيَوْمَ) (رحمن)۔ اسلام کے مذہب عمل کو کسی خاص فتنہ یا گروہ کی تخصیص نہیں۔ یہی اسلام ابراہیم اور موسیٰ اور لوط اور شعیبؑ وغیرہم علیہم السلام کی ہلاک شدہ امتوں سے پے درپے نکل کر قرن اولیٰ کے عرب و عجم تک پونچھا تھا، ایک نے نکل کر دوسری میں اور دوسری سے تیسری میں ودیعت ہوا تھا، اور اگر یہی اسلام ہم سے نکل کر کسی دوسری امت میں چلا گیا ہے تو یہ امر خدا کے نزدیک

کچھ مستبعد نہیں: وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا
رَبِّكَ وَإِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَیْفَآءَ (یعنی سارا ملے)

ہں جو قوم توحید کی اس نعمت اور نتیجہ خیر حکمت کو پیش نظر رکھ کر اس دنیا کے اندر پیہم عمل کر رہی ہے جو
شیطان کو اپنے اعمال کا پیہم خرب اور خدا کو افعال انسانی کا پیہم مصلح سمجھ کر اس کے تکلیف دہ احکام پر عمل کرتے دنیا
اپنی زندگی کا واحد ستارے جیات سمجھتی ہے، جو توحید کو فطرت انسانی کا سب سے بڑا عنصر یقین کر کے حصول نعمت
کے اس بال سے سوا باریک اور تلواری سے سوا تیز صراط مستقیم پر بھڑم چل رہی ہے، جن کا مرنا اور جینا، اٹھنا
اور بیٹھنا خالصتہً اسی توحید کو پیش نہاد بنا کر ہو رہا ہے، جن کی الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ میں جن کے الصوم اور الحج میں
قانون خدا اور امر رب العلمین کی سچی متابعت ہی، جس کے فعل و عمل میں کسی نہ کسی بُت کو توڑنا ہے، کسی طاغوت کو
کسی دلفریب تصویر کو، کسی تاب گسل و شن کو، کسی دل آرام سنم کو دل سے محو کرتے رہنا ہے، اس جو ہمتیں ہر آن
اور ہر لحظہ اس امر کے درپے ہیں کہ شرک کا قاطع جیات شاہد انکے اعمال سے حتی الوسع دور ہو جائے، وہی آج
اُس لاشریک خدا کے ہر پوچھنے والوں سے انعام پا رہی ہیں، وہی آج اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ ذٰلِکَ کی مصداق ہیں،
وہی صحیح معنوں میں صالح اور عابد ہیں، انہی کو آج وراثت زمین کا بے مثال انعام مل رہا ہے اُنہی کو
فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ ہے، اُنہی کی آخرت بھی بہر حال درست ہے، قُلْ اِنِّیْ ہَدٰی رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ
حَنِیْفًا قَبِیْمًا قَدِ اٰتٰہُمُ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الشُّرَکِیِّیْنَ۔ قُلْ اِنِّیْ صَلَٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَحَیَاۃِیْ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُفْرِتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (انعام) اِنَّ اِبْرٰہِیْمَ کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا لِلّٰہِ حَنِیْفًا
ذَکَرْنَا مِنْ الشُّرَکِیِّیْنَ شَاکِرًا لَا اِنْعَمَ اِلٰہُ اِغْنِیْہُ وَہِدَیْہُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وَاَنْبِیَیْہُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً
وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ (زلزلہ)۔ انسانی اعمال میں شرک کے جزو قلیل کا آجانا بھی فی الحقیقت بظلم
عظیم ہے کہ اس سے قومیں چشمِ نون میں تباہ ہو جاتی ہیں۔ پوری امت کے اعمال چند سوئروں کے اند خانہ برانداز
ہو جاتے ہیں، اعضا میں سستیاں اور ذہنوں میں ویرانیاں میلوں اور صدیوں تک ڈیرہ ڈالے رہتی ہیں،

دل سخت ہو ہو کر وہ پتھر بن جاتے ہیں کہ پتھر بھی اُنکے سامنے مات ہو جاتا ہے، قلب کی سنگلاخ زمینوں میں
 موت انگیز برادیاں، وہ ہلاکت خیز ویرانے، وہ اعضا شکن خرابے پیدا ہو جاتے ہیں کہ سعی و عمل کی بالیدگی
 نام تک کو باقی نہیں رہتی؛ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا
 يَتَخَفَتُهُ الْإِنْسَانُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَاءٌ يَنْكَسِرُ فَتُخَرِّجُهُمْ مِنَ الْمَاءِ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَاءٌ يَنْكَسِرُ فَتُخَرِّجُهُمْ مِنَ الْمَاءِ وَمَا اللَّهُ بِعَافٍ
 عَمَّا تَعْمَلُونَ یہ سب اس لیے کہ شرک اتحاد اور عمل دونوں کا صحیح معنوں میں قاطع ہے، دونوں کو قوم کے
 ہر کہ و مہ سے نیست و نابود کر دیتا ہے، لوگ اپنے اپنے بتوں کو لیکر اُن میں مست ہو رہتے ہیں، کسی کو کسی سے
 کچھ رسم و راہ باقی نہیں رہتی! کوئی مال میں مست، کوئی اولاد میں لگن، کوئی پیر و اولیاء میں مشغول، کسی نفیس
 حاکم، کسی کا حکم وقت خدا، کسی کو جاہ سے غرض، الغرض کوئی مشترک تعلق، مشترک خوف، مشترک طاقت
 دلوں کو مشترک حرکت دیکر اُن کو آپس میں متحد نہیں کر سکتی۔ کُلُّ حُزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (اردہم) کا سماں سب طرف
 بندھ جاتا ہے اُمت کے اندر ملک ملک میں، شہر شہر میں، محلوں اور گروں میں، قریوں اور مکانوں میں،
 حتیٰ کہ ایک گھر کے مختلف افراد میں، باپ بیٹوں میں، ماں بیٹیوں میں، ماں جائے بہائیوں میں تفریق و تباہی
 کا ایک محشر بپا ہو جاتا ہے! (وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا
 کُلُّ حُزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (اردہم)۔) یہ دین میں تفریق، طریق عمل میں تفریق، مذہب اور مسلک میں تجرؤ
 افراد و دیار میں تحزب، قوم کی تمام قوتوں کو بیکار کر دیتے ہیں۔ اپنے اپنے بتوں میں مشغول رہنے کے باعث
 ایک عارضی طمانیت اور فرحت تو فرد افراد و ضرور حاصل ہو رہتی ہے مگر قوم کی بیخ و بن یا ایک اقل قلیل مدت
 میں اس ظلم عظیم کے باعث اکٹھا جاتی ہے! (قَالَ لَقَدْ لَبِئْتُمْ لَكُمْ وَهُوَ يُعْطِيهِمْ سَعَى لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ إِنَّ
 الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (نعت)۔) انسانی قلوب کے اندر توحید ہی فی الحقیقت وہ مشترک اول ہے جو افراد کے
 مابین ایک اصلی اور ناطق، ایک اُتم اور قائم اتحاد پیدا کر سکتی ہے۔ یہ نفسانی ابواء و اغراض کے بتوں کو کسر توڑ کر
 سب کا ایک مشترک خدا کے اذن میں آجانا ہی اتحاد کا صحیح باعث اور توحید کی سچی تفسیر ہے۔ یہی وہ توحید

اور وہ ایمان باللہ ہے جسکا اٹل نتیجہ اس دنیا میں قوت ہو، زہد اور بادشاہت ہے، امن اور بقاء ہے، الَّذِينَ
 اٰمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (انعام)، یہی سچی اور اصلی، دائم اور قائم
 ہدایت ہے! روئے زمین کے تمام تر خزانے بھی صرف افراد کے جسموں کو چند لمحوں کیلئے جوڑ سکتے ہیں ان
 میں ایک ناقص اور عارضی اتحاد عمل پیدا کر سکتے ہیں مگر دلوں کا سچا اتحاد توحید اور صرف توحید ہی سے قائم ہو سکتا
 ہے! دو افراد آپس میں اس وقت تک صحیح معنوں میں متحد نہیں ہو سکتے جب تک کہ نفسانی اغراض کے متبلیی بت
 پیہم نہ محو ہو رہے ہوں اور دلوں کے اندر ایک محرک اعلیٰ عملاً اور اصلثاً قائم ہو گیا ہو۔ جہاں سب بت
 ٹوٹ چکے ہیں اور صرف خدا باقی رہ گیا ہے، وہاں وحدت اور موافقات، مسامتت اور ملاطفت اٹل ہے جس
 قوم کے دلوں کا محرک شیطان نہیں رہا، اسکا موتلف خدا کیسے ہے، اور اسکا ہر دشمن سے عہدہ برآ ہونا اٹل ہے
 وَالْفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مَّا اَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلَكِنَّ اِلٰهَ اَلْفَ بَيْنَهُمْ
 لَآ اِلٰهَ غَيْرُ ذٰلِكَ ۚ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اِلٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (افعال)۔ جہاں تفرقہ ہے وہاں طاغوت
 سے تعبد قطعاً ہے، شرک قطعاً ہے، نہیں بلکہ جو قوم متحد ہے اُسکے افراد کے دلوں میں توحید بلاشبہ
 قائم ہے! شیطان کی ملازمت سے عملاً انکار ہی خدا سے تعبد کا معنوی اقرار ہے، اور جس قوم کے
 افعال روز و شب اس امر کے شاہد ہیں کہ اُس کا شیطان سے کچھ سروکار نہیں رہا، اُسکو خدا کی عابد نہ سمجھنا صرف لفظوں
 کا بے پیر پھیر ہے۔ خدا کی نظروں میں وہ قوم اسکی کڑی آزمائش میں پوری اتر چکی ہے۔ شیطان کو عملاً مسترد کر چکی ہے
 اُسکے حلقہ عبودیت میں داخل ہو چکی ہے کیونکہ اُسکے قانون کی معترف ہو، اُسکے حکموں پر فعال ہے، اُس کے
 سوا کسی کو اللہ نہیں مانتی! یہی اصلی اور سچی توحید ہے! اس کا گاہ کسب عمل میں نہ انسانی سعی و عمل خدا کیلئے
 ہے، نہ منہ سے اُس پناہ عالم کے مقترب بن کر اسکی شان میں اضافہ ہو سکتا ہے، یہاں توجہ کچھ ہے انسان کی انبی
 بہتری کے لیے ہی، اگر اُسکے حکموں کی تعمیل ہو رہی ہے تو اپنی ہی بہتری اور خوشحالی کے لیے، اور اگر انکار ہو رہا ہے
 تو اپنی ہلاکت کے لیے، اُسکی اپنی ذات کیلئے نہ یہ ہے نہ وہ ہو رہا ہے: وَمَنْ جَاهَدْ ذَا نَحْنَا جَاهِدْ لِنَنْفُسِنَا

اور کراہوں، نوحوں اور مرثیوں کے باوجود دے رہا ہے، مسجد اقصیٰ کو دے رہا ہے، ہلدا میں کو دے رہا ہے، بیت الحرام کو دے رہا ہے، روم اور مصر کو، عراق اور عرب کو دے رہا ہے! یہ سب اسلئے کہ قانون پر عمل نہ کر سکیں، ابن اللہ والوں کا ہے، حکموں کی تعمیل انہی مسیح کو خدا کہنے والوں کی ہے، پیغمبر تکلیف دہی اٹھا رہے ہیں، دلوں کی بُت شکنی نہ ہی کر رہے ہیں، شیطان کی عبودیت سے وہی خارج ہیں! نئے منہ سے کہنے والے مسلمان کچھ کام نہیں کرتے، کچھ پابند قانون نہیں، کچھ عابد خدا نہیں۔ اگر اُس باریک ہیں اور وسیعہ رِس، اُس لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ (رِس) اور خَيْرٌ مِّمَّا تَفْقَهُونَ (ذوق) خدا کے ہمتان و اساک، اُسکی جزا و سزا کی یہ توجیہ صحیح نہیں تو اِس دُنیا کے اندر کچھ مسلمانوں سے ہو رہا ہے ظلم ہے، جو کچھ نصرانیوں سے ہو رہا ہے استبداد ہے، بے سبب قہر ہے، بلا وجہ جبر۔ ایسے مستبد، جابر اور العیاذ باللہ ظالم خدا سے کیا دور ہے کہ کل کو سوچ کو حکم دے کہ صرف ملک فرنگ پر چڑھ گئے یا پانی کو کہہ دے کہ صرف المانیہ میں بہا کرے اور عرب میں جا کر لکڑی کی مانند ٹھوس ہو جائے! اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (پس اس عظیم الشان اور صحیح، اس منظم اور منسق کارخانے کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے کسی اصول کے ماتحت ہو رہا ہے، ظلم اور استبداد، جبر اور قہر سے کچھ نہیں ہوتا۔ ظاہری بُت پرست مگر متحد قومیں اُسکی مطلق اصطلاح میں عابد خدا اسلئے ہیں کہ اُسکے قانون پر عمل کر رہی ہیں، رسمی بُت پرستی کے باوجود متحد ہیں۔ یہ اتحاد بھی اسوجہ سے ہو کہ دینیوں کے آگے ماتھا ٹیکنا صرف رسمی اور عاداتی رہ گیا ہے، صدیوں کی آباء و اَبوں کا بقیہ ہے، ایک فعل عبث ہی، ایک بے نتیجہ بات ہے، افواہی اور ملائی کفر ہے، لیکن اس پتھر سے فی الحقیقت کوئی والہانہ تعلق یا اُس میں کوئی تفرقہ انداز تو غل باقی نہیں رہا۔ جو شئے قوم میں فی الحقیقت تفرقہ انگیز ہے، ولادات اُنہو کی پرستش ہے، اولاد کو پوجنا ہے، مال کی عبادت ہی، نفسی اغراض کا پیدا کیا ہوا تجنب و تحسید ہے، وغیرہ وغیرہ ایسی وہ غیر مادی اور موائی بُت ہیں جو بُرے سخت ہیں جبکو توڑنا پڑا مشکل ہے، پتھر کے بتوں کو توڑنا یا اُنسے تعلق منقطع کر لینا کوئی بڑی مردانگی نہیں، وہ صرف محو غوغائی کی توحید ہے، احمد مرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توحید قطعاً نہیں! پتھر کے بت اسوقت صحیح معنوں میں ہلاکت انگیز

ہو جاتے ہیں جب اُن سے بھی وہی مال و اولاد والا اعتنا پیدا ہو گیا ہو، جب اُن کے آگے چند لمحوں تک مانتھا
 رگڑنے کی بجائے چوبیس گھنٹے کا تعبد ہو اور ہر گہرا و قبیحے کا بُت جدا ہو، لیکن یہ عبودیت جس قوم میں پیدا ہوئی ہے
 چند مہینوں یا برسوں سے زیادہ طبعاً نہیں رہ سکی۔ ایک اقل قلیل مدت کے اندر اُن پتھروں سے عبودیت
 مسلمانوں کے آجکل کے خدائے تعلق کی طرح صرف رسمی اور زبانی رہ گئی ہے اور وہ بُت فی الجملہ بے نفع و ضرر ہو گیا ہے۔
 لذات اور اہوا یا پیر و اولیاء کے اعتقادی نفع و ضرر کے بُتوں کا یہ انداز قطعاً نہیں، وہ جب تک نسل انسانی اور خدا کا
 بنایا ہوا معلم المملکوت موجود ہے انسان کے ساتھ لگے رہیں گے، اُسکو اپنی عبادت پر سہم اُکساتے رہیں گے
 جوں جوں اُنکی عبادت زیادہ ہوتی رہے گی، اُن سے ولوع زیادہ ہوتا رہے گا، سب تک دو اُنکے لیے وقف ہوتی
 رہے گی، خدا کے حکموں کیلئے کچھ عمل باقی نہ رہے گا، ہر اعضا سست پڑ پڑ کر اُس قوم کو تباہ کر دینگے، یہی حیوۃ دُنیا
 میں اتفرق ہے، یہی حیوۃ دُنیا کی وہ متاعِ قلیل ہے جس سے حُبِ ناسب کرتے رہنا ہر عابد خدا قوم کا شیوہ ہے،
 ذَیْنٌ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهْمَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ
 وَالْأَنْعَامِ وَالْخَرْبُ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، واللّٰهُ عِنْدَ حُسْنِ الْمَالِ (آل عمران)۔ جس قوم نے ان بُتوں کی
 عبادت کی اُسکی اس دنیا میں مٹی پلید ہے، وہ اپنے حقیقی دشمن شیطان کی عبادت کر رہا ہے جو ان سے عفو و
 درگزر کر رہا ہے، ان سے کچھ کچھ پھرتا ہے، ان سے کنارہ کشی اور بغض کر رہا ہے، ان صنفِ جمیل کا بڑا ڈاکٹر
 اُنکی طرف نظر میں بہرہ رک نہیں دیکھتا وہی اُس خدائے بے نیاز سے اجرِ عظیم کا مستحق ہے: یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آتُوا
 مِنَ أَزْوَاجِكُمْ ذَاتَ الْوَلَدِكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَحْتَهِمْ فَإِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ تَضَعُوا عَنْهُمْ ذَرَئَهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (نساء)۔ اِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ
 وَأَزْوَاجُكُمْ فَتَنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَ الْآخِرِ لَظِيمٌ (نساء)۔ جس قوم نے ان بُتوں میں لگ کر اپنی قوائے عالمہ کو مضمحل کر دیا
 جو ان مراعات کی مرید بن گئی، جسے مال اور مکان، بیٹوں اور بیٹیوں، گھوڑے اور جو رو، پیر اور کسب، باغ و
 اور طریقوں کو اپنا مہجور بنا لیا اُسکی عاقبت قطعاً خراب ہے، اُسکی سب رسیاں ایک نہ ایک ن کٹ جائیں گی، بہتری کا
 کوئی وسیلہ باقی نہ رہے گا، آمدن مرید سے مراد الگ، مطیع سے مطاع جدا، اور یاس حسرت کے سوا کچھ سامنے نہ ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَخْشَى اللَّهَ أَنذَارُهُمْ لِيَوْمٍ هُمْ كَانُوا فِيهِ يَوْمَئِذٍ يَكُونُ لَكَ يَوْمَئِذٍ حُجَّةٌ وَلَوْ بِرَىٰ ذَٰلِكِ
 ظَلَمُوا لَإِذْ يَرُونَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ إِذْ نَكَرَ الَّذِينَ الْيَقِينُ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَآلِ الْاٰلِ
 وَنَقَطَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ وَقَالَ الَّذِينَ الْيَقِينُ الْاٰلِ الْاٰلِ الْاٰلِ الْاٰلِ الْاٰلِ الْاٰلِ الْاٰلِ الْاٰلِ الْاٰلِ الْاٰلِ الْاٰلِ الْاٰلِ الْاٰلِ الْاٰلِ الْاٰلِ الْاٰلِ
 حَسْرَتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ (رفقہ)۔ حیوۃ دنیا کی عبادت میں جو قوم لگ گئی اسی عاقبت بہر نوع
 خراب ہے، یہی سچی بت پرستی اور سچا شک ہے، یہی وہ ظلم ہے جس کی بخشش کی کوئی آس نہیں: إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ
 أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ، وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا (رسل)۔ اسی عبادت اور
 لگاؤ کا نتیجہ جہنم ہے، دہشتی ہوئی آگ کے انگارے ہیں: إِنَّ الَّذِينَ لَا يَجْعَلُونَ لِقَاءَهُمْ نَارًا وَلَا ضَوْءًا لِّلْحَيٰوةِ
 الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا فِيهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِنَا غٰفِلُونَ: أُولَٰئِكَ كَانُوا فِي النَّارِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (روشن)
 جس قوم نے دنیا کے متاع و سبب سے نفرت کی، دنیا کے قدموں پر گرتی ہے گی، اسکی زر خرید لوٹدی، بنی
 رہے گی، جس نے دنیا سے اعتنا پیدا کیا، اس کے ہاتھ سے وراثت زمین کا کل جاناٹل ہے۔ دنیا سے نفرت دنیا
 کی نعمت کو اپنے پاس برسر رکھنے کیلئے ہو، ممکن فی الارض اور استخلاف لینے ہے، مقتدر بہر قوی بننے کیلئے ہو
 موصد بن کر عابد بننے کے لینے ہو، عباد کوئی الصلحون (دینا) بکر وراثت زمین بننے کیلئے ہے، یہ اسلئے کہ یہ عجوز
 عشوہ گر کمزور اور مست اعضا خاوند کو مستر کر دیتی ہے، قوی اور مضبوط خاوند کو اپنی لو لگا کر کمزور اور کمزور کو مطلق
 دیکر پہرے خاوند کے درپے ہے، پس جو قوم حتی الوسع اسکی محبت کی مجرم نہ بنی، دنیا اور زمین اسی کی ہے
 خدا اسی کا ہی، توحید اسی کی ہے، آخرت اسی کی ہے، یہاں پر سرسبز جنات اور سرسبز ملک محلات، رُہبرہ و شورش جو زمین
 جگہوں کن جریں، سونے کے گنگن اور لباس حیر اور آگے چلکر الجنت ہے، لیکن جس قوم کو اس دنیا کے اندر خوش
 اسلوبی ہے۔ بننے کی راہ نہ ملی، جس نے توحید کے اس سر پھر راز کو نہ پایا اسکی آخرت بھی خراب ہے، اسکی بالآخر بھی
 جہنم ہے، جو یہاں پر اندھا رہا اور لذات دنیوی میں مستغرق ہو گیا اسکی آگے چلکر بھی مٹی پیدا ہے: وَمَن كَانَ فِي
 هٰذِهِ اَعْمٰی فہو فی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاصْلُ سَبْطًا (یعنی سبیل)۔ خوشنودی خدا اور اتھائے رضوان اللہ کی نسبت

اور صراطِ مستقیم کے حصول کیلئے (دھبائیت اور توحید کا یہ وہ فلسفہ عظمیٰ تھا جسکو قرآن عظیم نے صدرِ اسلام
ختمِ رسالت کی وساطت سے پیش کیا، جسکی حقیقت کو پاکر نسلِ انسانی کا ایک اُحصہ چند قرون کے اندر نہال ہو گیا،
جسپر چکر آسمانِ فرین کے دروازے چوہٹ کھل گئے، جسکی تعمیل کر کے اوپر سے رزق برسنے لگا، نیچے سے دوزخ
اور شہد کی نہریں پھوٹ نکلیں، لیکن آج اسی فلسفے کو اس زمانے کے خرقہ پوش صوفیا، اور اپنے زعم میں اولیاء اللہ
خانتقا ہوں کے اندر کیاں اور صہ اور صہ کر، تبسجوں کے سنکوں کو چٹا چٹا کر اور اوندھے منہ غول غول کر کے دنیا کی
اس نعمتِ عظمیٰ پر وہ بید روی سے لات مار رہے ہیں کہ اُس منعم لم نزل نے بھی ایک چپہ بہزین مسلمانوں کے پاس
باقی نہیں رکھی۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَكُنْتُ حُبًّا لَّهِ (بقوہ) کا غلط تخیل اسقدر نابکار، اسقدر مجنونانہ، اسقدر مضحکہ انگیز، اسقدر
سوقیانہ، نہیں اسقدر آرام دہ اور ریاکارانہ بنا لیا ہے کہ اُس مالکِ مین و آسمان کے ”سودائے عشق“ میں تلوار مارتے
لیکر دشمن سے خدا کی زمین چھیننے کی بجائے کفنیایاں پہن پہن کر حال کیلئے ہیں، سر کو ہولے سے چٹا چٹا کر دیواروں پر
مارتے ہیں، وجد میں آکر بے ہوش ہو ہو جاتے ہیں۔ بازاری عشق و تغزل کے سب لازماً اس حد تک پیدا
کر لیتے ہیں کہ خدا اور اُس کے رسولؐ کے پیچھے جیسا سوز غزلیں گا تو جاتی ہیں، کمروں اور گلیوں، گالوں اور جوہن جتنی
کہ شب وصال اور شبِ ہجر والی غزلیں ہیں اور سب بڑھ کر یہ کہ وہ لشکر انگیز، اور آسمان شکن توحید، وہ چلشِ ہزار
شہر و قلعوں کو بارہ برس میں سر کرنے والی توحیدِ علم و نبوت کی سطح سے گر کر ظن و اعتقاد کی تحت الثریٰ
تک اسقدر پونج چکی ہے، خدا کے اولیائے کرام کی شرم و حیا پر یہ پردہ پڑ گیا ہے کہ اسکو بازار کی عصمت فروش
طوائف کی وصلِ لبتہ اور خانہ براندازوں کی فرار پریشی بتیں پاں کھا کھا کر گارہی ہیں! ہاں یہ سب کچھ شرک کا
ایک بیگیاں منظر ہے، محبتِ نفس کے مکر ہیں، ضعفِ ایمان کا تمکدہ انگیز ریاء ہے، یہ ایسے کہ جہادِ بالسیف کے جگر نہیں
رہے، تمنائے موت کے دل نہیں رہے، متحد بن کر رہنے کی نفس کشیاں نہیں ہیں، خدا پر یقین نہیں رہا، یومِ آخرت
پر ایمان نہیں رہا، جان پیاری ہو گئی ہے، ایک نصب العین، ایک پیشِ نہاد، ایک قرآن، ایک اُمت، ایک
امیر، ایک رسول، ایک خدا نہیں رہا۔ پس جس قوم کے فعل و عمل میں شرک کا جزو کبیر اسقدر موجود ہو وہ خدا کی

دوستی اور ولایت کا دعویٰ کس منہ سے کر سکتی ہے! اُسکو منعم علیہ قوموں کی توفیق میں شک کرنے کا کیا حق ہے؟ اُسکو نصرانی کی عبودیت سے انکار کس برتے پر ہے؟ اُسکو اس اسلام کا احسان کس شیخی پر ہے:

قُلْ اَتَعْبُدُونَ اللّٰهَ يَدْعُوْكُمْ وَ اللّٰهُ يَدْعُوْكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ يَكِلُ شَيْءًا عَلٰیكُمْ (مجادلہ)۔ نبی آخر الزمانؐ کی صدر اسلام میں لائی ہوئی توحید فی الحقیقت وہ سکوں سوز اور تاب گسل، وہ لرزہ فگن اور شک شکن شے تھی، مومنین کے لیے اُسکا ہر وقت نیا ہوتے رہنا وہ مصدر کس بن گیا تھا، اسکا دلوں کے اندر کیمیف حال وہ مصلح اعمال اور مزکی افعال شے تھا کہ چند لمحوں کے لیے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ بُت کی محبت کو قلب پر حکمران کر لینا بھی ایمان کے منافی ہو چکا تھا! اُنکو ہر لحظہ اور ہر آن اس امر کا خوف تھا کہ ادنیٰ سی عبادت یا سوا کر کے مشرکوں کے حلقے میں جا داخل ہونگے۔ اُنکے دن مسلسل تکلیف اور پیہم اطاعت میں گزرتے تھے، راتوں کو بستر سے پہلو اٹھنا نہ ہوتے تھے، نیتِ حافی جنوہم عن المصنایہ یذعنون رتھم خوفًا وطمعًا و مستار دقتہم بنفوقہ (سجاء)۔ امت کی بہتری اور وراثت زمین کی طمع میں رخصیں کھچ کھچ کر خلق تک پہنچتی تھیں کچھ مومنوں کو آجاتے تھے، آنکھیں پھر پھر کر رہ جاتی تھیں مگر اُس رب امتحان طلب کی خوش دلانہ ملازمت مانتوں بل نہ آتے دیتی تھی: اِذْ جَاءَ وَكُفْرَتْنِ فَوْقَكَ وَفَرِحَ اسْتَعْلٰ مِّنْكَ وَاِذْ رَاغِبَ الْاَبْقَارُ وَبَلَغَتِ السَّمٰوٰتُ اَحْتَاَجًا وَكَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظَّنَّ كَا هُنَالِكَ اَنْتَلٰی الْمُتَّقُوْنَ وَذَلَّلُوْا اِزْلًا لَا شَدِيْدًا (مجادلہ)۔ منعم لم یزل کے یہ خوش دل مزدور اور چاکری خدا کے یہ سچے شہداء اور اسی دم مرن اطاعت اور غیر تسرزل عبادت کو الجحنتہ میں داخل ہونے کا واحد ذریعہ سمجھتے: اَمْرٌ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ وَلَمْ يَاْتِكُمْ مِّثْلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسْتَهْزِئُوْمٌ الْبَاسَ سَاءَ وَالظَّهْرَ اَوْ ذَلَّلُوْا اَحْتٰی يَقُوْلُ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ مَعِيَ لَنُصْرُ اللّٰهُ اَلَا اِنَّ لِنُصْرَةِ اللّٰهِ قَرِیْبًا (مجادلہ)۔ مومنین کے دنیاوی نکلن کو رضائے خدا کا آخری وسیلہ جانکر دشمن پر غائب کر رہنا عین ایمان سمجھتے: رَحِمَ اللّٰهُ عَمَّهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اَوَّلَیْكَ حَزْبُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حَزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (مجادلہ)۔ قرن اول کے مومنین کی توحید کا سچا کیمیف کسی طوفان زدہ کشتی کے بکیر سکینوں کا وہ کیف خشوع، اور اُسکے ڈوبتے ہوئے بے بسوں کا وہ زہر گذار

خضوع و سجدہ تھا جسکے ہوتے ہوئے دلوں کے اندر کسی ماسوائے اعتنا کا باقی رہنا نا طبعاً ناممکن ہے اسکا شکر
 بھی سبکساران سائل کی تمرد اور نڈری کی پیدا کی ہوئی وہ پتگرمی تھی جس کی ایک بہری اور آرمستہ مجفل شیطان کی
 دلوں پر حکومت ہر جگہ قائم کر دیتی ہے : فَادْرِكُوا فِي الْفُلَاكِ دَعْوَا اللَّهِ فَخَالِصِينَ لَهُ الدِّينَ هَ فَلَمَّا لَحِقَهُمْ
 إِلَى الْبَرَادِ اَهُمْ يُشِيرُ كَوْنًا لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَهُمْ وَلِيَتَمَكَّنُوا فِيهِ فَيَقُولُوا يَحْكُمُونَ (عنکبوت) اگر آج ہی
 توحید مسلمان کی آرام پسندی اور ہرزہ درانی، کا چوری اور یا وہ گوئی کے باعث پتھر کے بتوں سے پرہیز کر نیوالی
 توحید بن چکی ہے، اگر آج ہر مسلمان نے بلا استثناء اصرارے لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا رَجَّحَ کی روح فرسا مگر بادشاہ توحید
 کو لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا کی حجرا کی آرام وہ مگر محکوم کن توحید سے بدل دیا ہے، اگر وہ سب کے سب الہی مقاصد اور کلام خدا
 کے اندر حیرت انگیز تحریک نہیں پیدا کر کے اپنے نفس کے لیے آسانیاں پیدا کر رہے ہیں اور خدا کو منہ سے ایک ایک
 جکتے رہنا اپنی زندگی کا منتہائے اہم سمجھتے ہیں تو سمجھتے رہیں لیکن وہ یاد رکھیں کہ خدا بھی وہ خیر الما کرین خدا ہے
 کہ آج اُن سے اُنکے مکر کا دردناک بدلہ اُنکی پوری امت سے لے رہا ہے، اُن کے گمراہوں کو اُجاڑ رہا ہے؛ اُنکے
 مرکزوں کو تباہ کر رہا ہے؛ اُنکی قوتوں اور فضیلتوں کو آہستہ آہستہ سلب کر کے موت کے گھاٹ اتار رہا ہے،
 ہاں یہ سب کچھ اُنے چھپیں چھپیں کر علی رغم انف اُن لوگوں کو دے رہا ہے جنہوں نے باپ، ماں، بیٹا، روح القدس النفس
 خدا کا ایک پورا کُنبہ بنا رکھا ہے، جنہوں نے آج تک ایک کلمہ شہادت نہیں پڑھا، ایک مسجد نہیں دیکھی، ایک
 حرکت ہوئے سے ادا نہیں کی، ایک روزہ نہیں رکھا، ایک پیسہ زکوٰۃ نہیں نہ دیا، ہو لکر کئے اور دینے یا
 نبی آخر الزمان اور قرآن کا نام تک نہیں سنا؛ ہاں لیکن خدائے عادل کے ہاں سے تباہی کا فرمان خسری ہی
 قوم کے حق میں نافذ ہوتا ہے جو اُسکے ساتھ مکر کر رہی ہے جو اُسکے حکموں کو عملاً اور معنیاً چھٹا رہی ہے جو مس
 اُسکو ایک ایک مکر عملاً اُسکو دس ہزار ثابت کر رہی ہے، عادل اور دقیقہ رس، اللَّطِيفُ الرَّحِيمُ اور الْخَبِيرُ الرَّحِيمُ
 خدا صرف بتوں اور اعمالِ سَلُوب کو دیکھتا ہے : لَا يُؤَخِّرُ لَكُمْ إِلَهُ بِاللَّغْوِ فِي آيَاتِنَا نَعَزُّ وَلَكِنْ يَتَوَخَّضُ كَمْ
 بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ بِاللَّغْوِ، لوگوں کے لغو اقوال اور یہودہ اعتقادات کو کچھ نہیں دیکھتا، اُسکی تماشہ توجہ اسی بات

خوش کرنے کے لیے اپنی محبوب ترین شے دیدینا کچھ مشکل نہیں، اسکی نگاہ میں اپنی محبت کی تصدیق کیلئے اس سے بہتر کوئی سند نہیں: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ (۱) ماں جس قوم نے توحید کو سطح پر یقین کر لیا، جس نے ہر بت شکنی کو خدا سے پیشال کی سچی عبادت سمجھا اپنے دل کے اندر ایک غیر منقطع اجر کی ڈھارس باندھ لی، اُسکے لیے اپنی قوم کی بہتری کی خاطر ہجرت وطن کچھ شے نہیں، ترک اولاد کچھ شے نہیں، ترک اقربا، ترک متاع، ترک خان و پان کچھ شے نہیں، اُسکی نظروں میں یہ سب فوری تکلیف ایک لازوال اور غیر منقطع امن کا پیش خیمہ ہیں، ایک قائم اور دائم حکومت، ایک محبت خدا کی موسلا دھار بارش کی تمہید ہیں، يُؤْتِيكَ كَثْرًا مِّنْ مَّوَالٍ وَبَنِينَ (۲) کا مقدمہ لکھش میں ایک نقد و کیر اُس صادق الوعد خدا سے دس اودا کر لینے کی تیاریاں ہیں، ماں جو اُمت اس توحید پر اس منج سے چل رہی ہے، اُسکے لیے اپنی سعی و عمل میں استقامت اور نتائج کے رو سے خدا پر توکل ناگزیر ہے، اُسکے افراد میں ایمان بالآخرۃ کا موجود ہونا قطعی ہے، اُس میں علو حقائق کی قدوسی بزرگیوں کا قائم رہنا قطعی ہے۔ روزِ معاملات میں سماعت، عدل، ایفائے عہد، رحم، نیکو کاری، پاکدامنی، حیا، دیانت، وغیرہ وغیرہ غرض ان سب مکارم حقائق کا موجود رہنا جو سچی خدا ترسی اور خدا شناسی کے باعث قوم میں پیدا ہو جاتے ہیں اُٹل ہے۔ نہیں بلکہ اُس قوم میں زمین و آسمان کی اس ناپید اکنار تکوین کے گوشے گوشے کا علم چل کر کے اپنے دوام و بقا کے لیے قانون خدا اور امر رب العلمین کا پتہ لگاتے رہنا، اُسکی مشیت کی صحیح درک لگانا، اُسکے بلاؤں میں آیات خدا کی تلاش کرنا، سمع و بصر کا صحیح استعمال کر کے اُسکی سچی معرفت میں لگے رہنا صرف عین اسلام اور عین ایمان بلکہ عین توحید ہے! جس قوم کے اندر توحید کے یہ عظیم الشان اعمال بدرجہ اتم قائم ہیں، جسکے افراد میں توحید فی العمل، وحدت اہمیت، اطاعت امیر، جہاد بالمال، جہاد بالسیف والانس، ہجرت، استقامت فی السعی مع التوکل فی النتائج، علم، مکارم حقائق ایمان بالآخرۃ کے دس عظیم الشان اصول عملاً اور اصلاً موجود ہیں، اُسکا اس دنیا میں ہمیشہ تک بادشاہ زمین رہنا، جنات زمین میں متمکن رہنا، قائم و دائم رہنا، منظور خدا رہنا، منعم علیہ رہنا، ایک شے شدہ امر ہے! جب تک نہین

آسمان قائم ہیں اُس اُمت کو سیطرے کوئی آسیب قطعاً نہیں پہنچ سکتا، اُسکی زندگی اس دنیا میں قطعاً محفوظ
 خطر ہے اور یوم آخرت کو الجحۃ کی نعمت عظمیٰ کا وارث بنکر ابد الابد تک آرام پانا اُسکا حصہ ہے، وَاَقَالُوا
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ وَاَوْفَيْنَا الْاَرْضَ نَنْتَبِهُ اَمِنْ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَمَلِ (۲۸)۔

یہ وہ دس عظیم الشان اصول ہیں جن پر سیری دانست میں نبی آخر الزمان کے لئے ہوئے اسلام کی تمام بنیادیں
 ہے۔ کلمہ شہادت، صوم، صلوٰۃ، حج، زکوٰۃ سب عامی شعائر جو اہل ارکان اسلام سمجھ جاتے ہیں انہی دس
 ماخوذ اور انہی دس میں شامل ہیں۔ کلمہ شہادت صرف توحید کا ایک رسمی اظہار ہے، صوم صرف جہاد نفس کا
 ایک ادنیٰ مظہر ہے، الصلوٰۃ صرف طاعت امیر اور وحدت اُمت ہے، الحج صرف حدت اُمت اور جہاد نفس ہے، الزکوٰۃ
 صرف جہاد مال ہے۔ یہ سب سنا سنا دین اسلام کے صرف ظواہر اور شعائر ہیں لیکن اصل دین اور کلامی دس اصول میں
 یہی عشرہ مبشرہ دین فطرت ہی یہی فطرۃ اللہ الّٰہی فطرۃ الناس علیہا رہیم، یہی وہ لائحہ عمل ہے جس پر حکمران قوم آرام پا رہی،
 مستکن فی الارض ہے، مورث زمین ہے جس سے اہل زدہ قومیں اکثر نا آشنا ہیں، اَذْ لَکَ الَّذِیْنَ اَلْفِیْمُ وَلَکِن اَکْثَرُ النَّاسِ
 لَا یَعْلَمُوْنَ (۲۹)۔ یہی وہ علم ہے جس کے نتائج ان اُنکھوں کے سامنے نظر آ رہے ہیں، وہ سمیع و بصیر کی شہادت ہے، حسیز
 دنیا طوعاً و کرہاً متفق ہے، وہ علم جلیل ہے جو سب انبیائے کرام بلا استثنائے احد سے آسمان سے لائے، وہ عہدِ اولیٰ
 ہے جو بنی اسرائیل سے قائم ہوا تھا جو نسیان کا انسان سے بار بار کیا گیا، جو نوح اور ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ اور باقی سب
 انبیائے عظام سے لائے، شَرَعَ لَکُم مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصَّی بِهِ نُوْحًا وَاَلَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیَا بِہٖ اِبْرٰہِیْمَ وَمُوسٰی وَعِیْسٰی لَئِیْلَیْکُمْ
 الَّذِیْنَ لَا تَتَّقُوْا فِیْہِ کِبٰرٌ عَلٰی الشُّرَکَیْمَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْہِ ؕ اَللّٰہُ یُحْیِیْہِ الَّذِیْنَ مَنَیْنٰ وَیَمِیْتُہُمْ اِلَیْہِ ؕ اِلَیْہِ مَن رُّجُوعُ (۳۰) جو ہر شرک
 اور طاغوت پرست قوم پر طبعاً گراں گذر رہا ہے، جسکی طرف ہر موصدا و خدا پرست قوم لپک کر پہنچتی ہے، جو گیتنا کا واحد
 ہے، کرشن کا واحد پیغام ہے! یہی وہ عشرہ مبشرہ ہے جسکا ایک جزو قلیل (جہاد بالسیف) چھپر کا دائمی مذہب ہے، جسکے
 ایک حصہ صغریٰ (متناتہ فی السی) پر شہد کی مکھی روز افزائش سے چل رہی ہے، جسکے اصل اصول (توحید) پر پنجم شجر
 چلے جا رہے ہیں، وَالْجَمُّ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ لِلّٰہِ، جسکی بیخ و بنیاد (اتحاد) پر ربوہ قائم ہیں، جسکی اساس مشرک ہونا آباد ہے،

جو باعث تقویم کائنات اور بنیاد تکوین، جہاں ہر جس قوم نے اس میں حریف منہ موڑا، جسے وحدت اُمت اور طاعت امیرِ قتال، بالسیف اور جہاد بالمال، استقامت فی السعی اور ترک لذات (ہجرت) معرفت خدا (علم) اور ایمان بالآخرۃ، مکام اخلاق اور توحید فی العمل کو اپنا واحد اور دائمی شعار نہیں بنایا، ہاں جس قوم نے لَوْ كَانَتْ فِیْهَا اِلَهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ كَسَدًا (انبیاء) کی لاجوتی اور عالمِ آراحت کو نہ سمجھا کہ اپنے اندر ایک غیر منقطع اسن کی صورت قائم نہیں کی، اُسکی اس میں نیا میں ٹھی پلیدی ہر زمینِ آسمان کی یہ منظم و مضبوط، یہ بے بدل اور مضبوط کا رخانہ اُسکی دھجیاں اڑا کر رہیگا، اور اقل قلیل مدت میں وہ قوم صفحہ زمین سے خاک کر دی جائیگی۔ فاطرِ زمینِ آسمان کی نگاہ میں ہی تو تم ظالم ہے جس نے اپنے افراد میں تفرقہ ڈالا، متقی وہی ہو جو توحید واحدہ بکر رہی، مومن وہی ہے جسے سبک پھاڑ دیا، کافر وہی ہے جو سبک پھر گئی، فاسق وہی ہے جسے اپنی حفاظت نہ کی، عابد وہی ہے جو وارثِ زمین بنی، صالح وہی ہے جو خوفِ خطر ہو گئی، ذَبْنِ الثَّقَلِ وَاَصْلَحْ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (ہود)۔ قرآن حکیم کا دستور العمل اول سے آخر تک ایسی تسبیح و شکرست، اسی جماعی ملکات اور اہل مکمل اور مفصل، ایک ناقابل بدل اور ازلِ مرتب ہے اور صیبتِ سعی و عمل کا یہ کارگاہ اکبر قائم ہو اس آسمانِ زمین کے ہوتے ہوئے یہی قانون نافذ رہیگا۔

قانونِ خدا کا یہ عشرہ بشرہ دینِ اسلام کا جزو لاینفک اس قدر ہے کہ قرآن حکیم کے طولِ عرض میں جہاں جہاں اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ مَرْيَمَ کی شرط ہے وہیں اِنْ دَس اَصْدُلُوْا میں سے کوئی نہ کوئی اصل قطعاً موجود ہو (افتتاحیہ کتاب صفحہ ۱۹۰ تا ۱۹۱) جہاں اتقائے خدا کے اتنی مفہوم کی تشریح ہے وہیں اِنْ دَس میں سے ایک ایک اصل شرط لاینفک (افتتاحیہ کتاب صفحہ ۱۹۱ تا ۱۹۲) جہاں صراطِ مستقیم کی توضیح کر دی وہیں یہ دس بطور حکمِ مطلق کے ہیں (افتتاحیہ کتاب صفحہ ۱۹۲ تا ۱۹۳) جہاں کفر کی اتنی تفسیر ہے وہیں اِنْ دَس میں سے کسی ایک سے علماء اعراض ہو، (افتتاحیہ کتاب صفحہ ۱۹۳ تا ۱۹۴) جہاں شرک کا قطعی محاکمہ دیا، وہیں اس ذہ کو نہ توحید سے علی تناقض ہو (افتتاحیہ کتاب صفحہ ۱۹۴ تا ۱۹۵) جہاں اَفْتُوْا وَاَعْمَلُوا الصَّالِحَاتِ کی کوئی شق بیان کر دی ہے وہیں اِنْ دَس کچھ نہ کچھ حصہ ہے، جہاں راشتِ زمین کی جزائش کر دی ہے وہیں یہ بطور شرط کے موجود ہیں جہاں الجنت کی شرط لکھی ہے وہاں یہ بطور لاینفک جزا کے قائم ہیں، جہاں جہنم کی سزا عائد ہو رہی ہے وہاں اِنْ دَس

تمہیداً پیش کر دیے ہیں۔ اصل کتاب کو شروع کرتے وقت مجھے اس تحریر یا استدلال مفصل افتتاحیہ لکھنے کا گمان تک تھا، مگر خیال
 تھا کہ قانون خدا کی طرف سے جس مجلدات کے طواریط میں مباحث کے بعد بتدریج تمام رہنمائی ہو، کسی شخص یا گروہ کے عقائد یا
 جذبات کو ہیٹھ سے کم سے کم ٹھیس لگے اور جب تک شحات دلیل کے سپہم تقاطر سے دلوں کی زمینیں قطعاً نرم نہ ہو جائیں
 اور قرآن حکیم کی ایک ایک آیت اور لفظ کے متعلق کئی پہلوؤں سے نقد و نظر کر کے کوئی قطعی اور آخری، ناقابل رد و انزال
 انکار فیصلہ نہ ہو جائے کلام الہی کا تمام لائحہ عمل ظاہر نہ کیا جائے۔ اس امر کو پیش نظر رکھ کر میں نے قریباً چھ مجلدات کا سو
 دو سال کے اندر اندر ختم کر دیا۔ اس میں یہ التزام کیا کہ تمام کتاب قبل سے آخر تک کلام الہی کے مطالب اور مقاصد کی ایک
 مسلسل اور مربوط کہانی ہو، اس دہستان میں صرف قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے بمثال عروج کار از کولہ نیایش نظر ہو
 عہد حاضر کے مسلمانوں کے انحطاط کی نہ کو بونچکر اسکی وجوہات کا کوج لگایا جائے، سب سے پہلے قرآن حکیم کے اپنے
 متعلق نفس عادی کو دیکھا جائے، پہر ان دعاوی کی تصدیق کی تلاش ہو، پھر نفس اسلام کے ہر شعبہ عمل پر قبل حشا
 ہوں، اس کے قانون کی کثہ و ماہیت اور الہی اوامر و نواہی کی منطق کی طرف توجہ ہو، اور اپنی مباحث کے ضمن میں آیات
 الہی کے صحیح مطالب کی تبیین کر دی جائے۔ آیات الہی کی توضیح (تس تیس) ہو کہ ہر آیت کے مطالب کا انحصار حتی الوسع
 پہلے تصدیق شدہ مطالب کی بنا پر ہو، کوئی آیت حتی الامکان ایسی نہ پیش کی جائے جسکی مصطلحات کی تبیین اس پیش کی
 آیات میں نہ ہو چکی ہو۔ گویا سب اگلے اور پہلے خیالات کو یک طرف کر کے اور قرآن کے متعلق خالی الذہن ہو کر
 اسکو از سر نو پڑھا جائے اور جوں جوں آیات الہی پیش ہوتی جائیں، مذہب کی ماہیت کا نقشہ خود بخود ہنوں پیش
 رہے۔ یہ التزام اصل کتاب کی تمام تحریر میں جو متن میں ہو قائم ہے اور حتی الوسع قائم ہے گا جو اشی کتاب میں جو جہتیں
 فرمایش پرور نہایت اصرار سے لکھے گئے یہ التزام ہر جگہ قائم نہ رہ سکا اور نہ اسکا کھ سکا ممکن تھا لیکن اسلام کی ہر اشوب حالت
 اور طباعت کی جسد شکلاست نے اس تدریج کے خیال کو بدل دیا۔ اور جب اس مجلدات کا ہیٹھ سے کم سے کم پیش کر دینا مستعذر نظر آیا
 تو خیال ہوا کہ تمہید کے طور پر جو کچھ کہنا ہے بیخوف خطر کہہ دیا جائے۔ جب ایک شیء حقیقت ہو تو اسکا چھپانا یا اسکو
 روک روک کر ظاہر کرنا بھی اصل مطلب کی خطر کرنا ہی۔ دلیل کے انتظام میں یا مخالفت کے خوف سے ایک عالم آرا حقیقت کے

اعلان کو ملتوی کر دینا شیوہ مردانگی نہیں۔ نہیں بلکہ آفتاب کی دہلیز آفتاب کے سوا اور کچھ شے نہیں، جو شخص صاحب نظر ہے اُسکو کسی طولِ طویل تحریر کی ہول بھلیوں میں لپکا کر منوانا عجیب ہے، جسکی نگاہ کمزور ہو اُسکو آہستہ آہستہ آفتاب کی کھٹکے کیلئے سب کے واسطے اندھیرا کر دینا کچھ ضروری نہیں۔ اگر جو کچھ میں نے کہنا ہو میری نگاہوں میں حقیقت ہو، صدق بسط اور واقع الامر ہو، زمین آسمان کا ایک اور اٹل، دائم اور قائم قانون ہے، اگر یہ سب کہتے آج ان آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے اُسکی تصدیق ہے، جو ہر چکا اُسکی ایک ناطق اور فیصلہ کن سند ہے، جو ہر کرہ بگیا اسکی مہر بن دہل ہے، تو اس حقیقت کا جقدر جلد بیابانگ دہل اعلان کر دیا جائے اچھا ہی جقدر جلد اسکے مخالف یا موافق پیدا ہو جائیں ہر ہے۔ علم کے اعلان کیلئے کسی لمبی چوڑی دلیل کی ضرورت نہیں، وہ بذاتِ خود ایک مہر بن شے ہو اور بین کو بین کرنے کی سعی کرنا دراصل اُسکے سچ ہونے میں شکوک پیدا کرنا ہے۔ خود قرآن حکیم جب نازل ہوا علم تھا، ایک دشمنِ درہن حقیقت تھی لیکن جب آیا بن دلیل آیا، اس بن دلیل علم اور صدق بسط نے سعی و عمل کی آگ اسلئے لگا دی کہ اس حقیقت کو تسلیم کر نیکی لئے دلیل کی ضرورت نہ رہی تھی، اُس آفتاب کے آفتاب ثابت کر نیکی حاجت نہ باقی تھی۔ جب قرآن علم نہ رہا اور ظن و اعتقاد کی ادنیٰ سطح پر گر گیا اُسیدن سے دلیلیں شروع ہوئیں، اُسیدن سے لوگوں نے تفسیر و تشریح کے طواریاں باندھیں ہر کس و ناکس نے اسکی سچ ثابت کرنا اپنا شعار بنالیا، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ استدلال کے باوجود قرآن پر علم نہ بن سکا، نفلی منطق کے پائے چوہیں سخت بے تمکین ہی ہے، سعی و عمل پہر پیدا نہ ہو سکا پس اگر آئندہ اوراق کے اندر منطق اور دلیل کا ایک بے پایاں دریا غر و ٹکنت سے بہ رہا ہو تو اس دریا چے کے اندر اُس دریا کا آبدار موتی اور گوہر غلطاں موجود ہے اگر اُس مفصل کے اندر دلیل اور برہان کی متانت قائم ہے تو وہ دریا چے اور افتتاحتے کے مجلوں میں علم کا تختہ نہ استیلا اور حقیقت کا بے نیازانہ اختصار ہے۔ جس سر و مہری یا گر مجوشی سے اس کتاب کا عالم سلام میں استقبال ہو گا مجھے اس سے سروکار نہیں، میں نے اپنی طرف سے علم اور منطق دونوں پیش کر دیے ہیں، اجمال اور تفصیل دونوں یکجا کر دیے جس نے اس اجمال سے کچھ حاصل نہیں کیا اُسکے لئے دلیل اور تفصیل آگے آرہی ہے، جسے تفصیل کو دیکھ کر کچھ نہیں سمجھا اُسکے لئے اجمال حاضر ہے۔ اسلام کی ماہیت کے متعلق جو کچھ میں نے کہا اور کہنا ہو میری نگاہوں میں

حقیقت ہو۔ فی الجملہ اور بحیثیت مجموعی حقیقت ہو۔ پس اس امر کے متعلق کسی حیس میں پڑنا میری نظروں میں عیب نہ ہو
 میں اسلام کے اندر اس کی اس کتاب میں باہم حالتیں کوئی نیا فرقہ پیدا کرنا نہیں چاہتا، نہ معترض سے مخالفانہ رویہ اختیار کر کے
 مجھے اپنا اعلیٰ مقصود ہے، پس مجھے اس تحسیر کے مؤید سے اعتنا ہے نہ مخالف سے سرکار اگر کام عالم اسلام کے لئے
 اس کا مؤید بن کر اس پر عامل ہو گیا تو میں سمجھوں گا کہ میرا مقصود حل ہو گیا۔ اور اگر نہیں تو خمیر ہی افطیس ہی کی بحث میں پڑنا
 یا ایک گروہ کی آمادگی عمل پر خوش ہو جانا میرے نزدیک طائل ہے۔ مسلمانان عالم دین اسلام کی اس تبیین سے بچیں
 یا سوہن تک اور انکاری ہو لیں، لیکن جب تک شدید العقاب خدا کا منتقامہ عذاب اس طرح پڑنازل نہیں ہوگا کہ موت کے
 علمبردار خدائی جلاوسینوں پر چڑھ چڑھ کر اُمت کا گلا گھونٹ رہے ہونگے اور فنا کی لازوال حقیقت عین سامنے
 آ حاضر ہوگی تب تک اس کتاب کے مقصود کی طرف ہم تن جوع ہو جانے کی امید عیب نہ ہو۔ ابھی تک جو کچھ ہو ضرر
 فاقہ مستی اور بے آبروئی کے نشے ہیں، فتح و شکست کے قمار خانے میں نپاک بازی کی اگر ہے، ملانی تجربہ یا جہت
 کا پید کیا ہوا استغناء ہے، نسیان درس کی خوش طبعی یا یہاں عندہم من العلم (المؤمن) کی فرصت ہو لیکن جسدن موت
 نے چپکے سے اسلام دیا اُسدن یہ اگر سب کھجائے گی، یہ غفلت کے نشے سب بہن ہو جائینگے، یہ کبر و منی کے عجب
 سب باطل ہو جائینگے: فَكُلُوا زَادَ الْخُلُقُومَ ۚ وَاَنْتُمْ حِينِيذٍ مُنْظَرُونَ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْكُمْ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ
 (ارواء)۔ ہاں اُسدن اس تحریک کی طرف پھر جوع ہوگا، اسکے اوراق کو طاق نسیاں سے اُٹھا کر پھر پڑھنا شروع کر دیں گے
 اس کی توحید کو پا کر آتما پکار اُٹھیں گے، قرآن کو اُٹھا اُٹھا کر حسبنا کہہ دینگے، غیظ و اسف سے انگلیاں کاٹ کاٹ کر دے
 جائینگے، فرش سے عرش تک ایک چنچ پکار پیدا ہو جائے گی، آہ لیکن وہ وقت توبہ اور عمل کا نہیں ہوگا، قضا اور
 اجل کا ہوگا، موت و پلاکت کا ہوگا، بآتِ یَخْلُقُ جَدِید کا ہوگا، هَلْ مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ غَرَفًا ۚ جَنَّمَ كَرِهُنَّ كَرِهُنَّ
 شعلوں کا ہوگا، آہوں کا ہونکا ہوگا، اُس اُسے اور آخری وقت میں اس قہید، اس اسلام میں ایمان کی طرف جوع کرنا عیب نہ ہو
 فَلَمَّا زَاوَا بَاسْنًا قَالُوا اَمْثَلُا بِاللّٰهِ فَخَرَّ وَكَلَّمَ نَارًا مَّا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۚ فَلَمَّا يَكُ يَبْقَعُهُمْ اِنْمَانُهُمْ لَمَّا زَاوَا بَاسْنًا سَمِعَتْ اللّٰهُ اَنَّى قَدْ

خَلَّتْ فِرْعَانُودَ وَخَصِمَ هٰذَا لَكَ الْكُفْرُ وَنَ (المؤمن)

ترجمہ: جب فرعون نے اپنے
 مخالفین سے کہا کہ اللہ
 کی قسم اگر وہ تمہارے
 ساتھ نہ ہو تو تمہاری
 قوم کو ہلاک کر دے گا

ادارۃ الاشاعت للذکر
 امرت م



الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا ۖ قَيِّمًا لِّبُنَادِرٍ بِأَسَاسٍ يُدِيرُ
لِلدِّينِ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ۖ (۱۸: ۲-۳)

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِكَ أَهْلًا مُّجْرِمِينَ ۚ فَأَنكِسَ لَهُمْ مَسْجِدَهُمْ لَمْ تَسْجُدْ لَهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ وَلَهُمْ آيَاتُنَا وَكُنَّا
نُحْنُ أُوْرَثِينَ ۖ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمَمٍ مَّرْكُومَةٍ ۖ وَكُنَّا مُهْلِكِي
الْقُرَىٰ (الْأَوْهَلُهَا ظَلُمُونَ) (۵۹-۵۸: ۲۸)

مسلمانانِ عالم گذشتہ دو صدیوں سے ایک مسلسل انحطاط کے گرداب میں مبتلا ہیں۔ اس تنزل کی
سرعت، اور سہو کی تیز رفتاری جس قدر خوفناک ہے اُسی قدر وہ عام جمہور اور فقدانِ حسِ درد انگیز ہے جو مسلمانوں کو
کامل طمانیت اور سکونِ دل کے ساتھ قطعی ہلاکت اور قیمتی موت کی طرف لیجا رہا ہے۔ ملت کے ہر فرد
میں وہ قوائے ظاہری و باطنی جو تمدن کی جان، اور عمران کی رُوحِ روان ہیں مفقود ہو چکے ہیں۔ وہ جذباتِ انہنی
جن کی زوہبِ سیاہِ اقوام کو کپکپا دیتی ہے نرم پڑ چکے ہیں۔ قوم کا ایک ایک متنفسِ نفسِ سرادی اور اجتماعی حیثیت سے
بیکار ہو گیا ہے حیاتِ دینی کا اہم اور مفید تر حصہ زائل، اور تہذیبِ اُزاتِ دنیوی کی تحصیل میں مسلمانوں کا تعطل

ضربِ امثل ہو گیا ہے۔ قوتِ ارادی اور قدرتِ اقدامِ عمل، تنظیمِ جماعت اور تنظیمِ کار، قوائے عالمہ کا اتحاد و تمرکز، استقلال اور استمدادِ باہمی کا دستورِ عمل، مطاوعت و انقیاد کا جذبہِ مشترک، اور سیادت و قیادت کا ملکہِ سلیم، جن کے التزام کے بغیر اقوام کیا فائدہ بھی چھوٹے سے چھوٹا کام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا سکتے، محض چند عملِ کلمات رہ گئے ہیں جو حقیقت سے بے بہرہ، اور معافی سے نا آشنا ہیں۔ اس حالت میں تعجب نہیں اگر حصولِ مراد کی ہر کوشش میں مسلمانوں کو بالآخر ناکامی کا سامنا ہوتا ہو۔ ہر تدبیر جو وہ اپنی بہتری کی امید میں عمل میں لائیں، نامرادی سے بدل جاتی ہو۔ ذہنی انتشار، اور جماعتی تفریق و اشتات کا ہولناک عفریت اُن کی قوتِ عمل کو بے اثر کر دیتا ہو۔ اور سرمایِ نصیبی ان کے کمزور حلاق پر غلبہ پا کر اُن کے جذبہِ ایمان کو کچل دیتی ہو۔

میں ایک مدت سے اس دردناک نظارے کو باکراہ تمام دیکھ رہا ہوں۔ گزشتہ ستو سال کے تاریخی شواہد، اور سیاسی نامہ اعمال کی لوحِ فرسا سرگذشت نے ثابت کر دیا ہے کہ اُمتِ حاضرہ اب اخلاقی تنزل کے اُن انتہائی درجے تک پہنچ چکی ہے جہاں اُن کا کوئی فعل، کوئی طریقِ عمل، روئے زمین کے کسی حصے پر صلاحیت سے تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ اگر نظامِ عمل کے عام فقدان کے باوجود، بالخصوص کسی فرد یا جماعت کو ایک طریقِ کار کی طرف جانے کی توفیق عطا ہوئی ہے تو پیشتر اس کے کوئی مفید نتیجہ نکلے، مخالف اثرات اور تشویش کے ہلاکتِ قسریں جراثیم نے اُس جماعت کی انتظامی قوت کو اندر ہی اندر سلب کر دیا ہے! قوم کی جس تحریک کی طرف دیکھو یہی حال ہے۔ گزشتہ قرن کے اندر ترکوں کی سب سے اہم ملکی تحریک، جو ایک نقطہ نظر سے منظم، اور ایک مقتدر وزیرِ عظم (مدحتِ پاشا) کے سیاسی تخیل کا نتیجہ تھی، دستوری حکومت کے اصول کی سنی سالہ تبلیغ اور بالآخر اس کا انعقاد ہے۔ مگر یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ انجمن اتحاد و ترقی، چند لمحوں کے لیے بھی یورپ کی اس عجیب و غریب صنعت کی 'حناتِ جاریہ' اور 'برکاتِ لامتناہیہ' سے بہرہ اندوز نہ ہو سکی، اور ترکوں کی سلطنت کے لیے اس کا رسمی نفاذ بالآخر اعلانِ شکست ثابت ہوا!

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی

ہیولا برق حسن کا ہے خون گرم دہقاں کا

تاریخ کے صفحات خونیں کو اور الٹ دیجئے، یہی رنگ نظر آئے گا۔ سوڈان میں مہدی کا ہولناک خروج، مصر میں محمد عبده کی نیم سیاسی تبلیغ، ہندوستان میں ہنگامہ غدر، جنگ بلقان کا المناک حشر، ایران میں مجلس شورے کا انعقاد وغیرہ وغیرہ، سب کے سب اہم اور ہمہ گیر انقلابات تھے، لیکن اگر یہ اسماعیل نظرائں کے سقوط کے اصلی اسباب کی چھان بین کی جائے تو ہر نامرادی اور فساد کی تہ میں عدم نظام عمل اور وسائل کی یاس انگیز کمی، استقلال کا فقدان اور ذہنی طوائف لہلوکی، جدوجہد کا تشمت اور غلط اندازہ کار، آرا کا ہولناک تفرقہ اور قوتوں کا المناک انتشار، ایک ہلاکت آفرین بحران کی صورت میں نظر آئے گا۔ کم و بیش یہی صورت قوم کے ادنیٰ مشاغل کی ہے۔ کوئی ملکی تحریک یا مقامی تجویز، اجتماعی انجمن یا سیاسی مجلس، خیراتی مصرف یا تجارتی شرکت، علمی مشغلہ یا انتظامی سلسلہ، ایسا نہیں جو مسلمانوں کی مختصر پسندانہ کارفرمائی سے ایک اقل قلیل مدت میں کالعدم نہ ہو گیا ہو!

ہچوں سپند پیش تو اے مختصر پسندا!

در نالہ تمام کنم با جبرائیل

مگر فی الحقیقت جو حوادث دنیا نے اسلام پر اس چودھویں صدی کے آغاز میں رونما ہو رہے ہیں ان کی مثال اسلام کی گذشتہ ہزار سالہ تاریخ کا تاریک سے تاریک صفحہ بھی پیش نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر صدیوں کی مژمن بیماری نے مریض کے ہر عضو کو مضحل، اور ہر جوڑ کو دردا نمود کر دیا ہے۔ اعضا کی پیہم شکست، اور طاقت کے مسلسل زوال نے دفعۃً خوفناک علامات پیدا کر دی ہیں، دل، دماغ، اور جگر، سب کے سب مرض کی لپیٹ میں آچکے ہیں۔ سلامتی اور بقا کی چند آخری گھڑیاں ہلاکت اور فنا کے میہب دیو سے قطعی اور فیصلہ کن مجادلہ کرنے کو ہیں۔ حیات مستعار کے چند عارضی لمحات عدم کی بیکران ازلت اور ابدیت کے محیط میں پیوست ہونے کو ہیں! اگر حیات

اور مہمات کی یہ اندوہناک کشمکش فی الحقیقت کذب اور فتنہ، فساد اور امن، باطل اور حق کی آخری آویزش ہے تو فیصلہ اٹل ہے: فنا کی لازوال حقیقت کے سامنے کسی باطل اور فاسد ہستی کی کچھ وقعت نہیں، وہ مٹ کر رہے گی، اور تمام کوششیں جو اسکو فروغ دینے کے لئے اس اخیر وقت میں کی جائیں گی بیکار ثابت ہوں گی۔ لیکن اگر اسلام سرِ پاتھانیت ہے، مجتہد صدق اور حقیقت ہے، شارع قدرت کی عالمگیر سنتوں میں سے ایک سنت ہے، تو فطرت کا عدل اور تسویہ اس امر کا مجاز ہو نہیں سکتا کہ ایک حقیقت کے نفوذ و جبر کے ضمن میں دوسری حقیقت قربان کر دی جائے، یا کائناتِ فطرت کی اپنی طاقتیں ہی ایک دوسری کی تخریب و تعدیم پر آمادہ ہو جائیں!

فَطَرَتِ اللّٰهُ الَّذِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہِمَا لَا تَبْدِلُ اِلٰحُ الْفَلَقِ اللّٰہِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَوِیْمُ
وَلٰکِنْ اَکْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (۳۰: ۳۰)

دین اسلام خدا کی بنائی ہوئی وہ فطرت ہے جس پر اسے تمام انسانوں کو پیدا کیا، اس سے کسی فرد کو مقرر نہیں، اور خدا سا فطرت میں کسی رد و بدل کا امکان نہیں۔ دنیا کو نبا بنے کا یہی صحیح اسلوب عمل اور وسطِ مستقیم ہے، لیکن کثیر لوگ اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔

وَلَنْ یَّجْعَلَ لِّلنَّاسِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا ۝ (۶۲: ۳۳)

اور تو قانونِ خدا میں کوئی رد و بدل ہرگز نہیں پاسے گا۔

اس قطعی استدلال کی بنا پر میرا ایمان ہے کہ قانونِ فطرت کی کوئی مضمر حقیقت اسلام کو فنا نہیں کر سکتی! مسلمانانِ عالم کا روئے زمین پر بالآخر بطور ایک غالب عنصر کے رہنا لابدی ہے۔ اور جب تک زمین و آسمان اور کل کائنات موجود ہے یہ صورت قائم ہو کر رہے گی۔ اگر مروج حوادث کے تلاطم اور واقعات کی شکر انگیزی نے بظاہر اس نکتے سے شرف پیدا کر دیا ہے تو وہ استثنائی اور عارضی ہے، اسکی حقیقت سوا اسکے نہیں کہ مخالف

۴۰ دین اسلام کے معلق قرآن کا دعوے ہے: فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہِمَا، یعنی یہ کہ تمام ساکنانِ زمین کو اسی پر مجبور کر دیا ہے، اور یہی ان کی فطرت ہے! یہ ایک بڑے اور جبرت انگیز دعوے کا اعلان ہے جسکو وہ اور دو چار کی طرح عیاں کر دینا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ صرف کہہ دینے سے کوئی شخص سکونان نہیں سکتا! یوں تو اس دعوے کے صحیح مفہوم کو دوسری نظر سے پالنا بھی ازہرِ منظر ہے۔ اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ اکثر لوگ اس حقیقت کبر کے علم نہیں رکھتے۔ بہرِ نوع یہی نکتہ اس کتاب کے طول و عرض میں پیش نظر ہے اگرچہ نتائجِ اخیر پر جا کر ترتیب ہوں گے۔

اثرات کے دباؤ نے ایک غیر مانوس صورت نمایاں کر دی ہے جو ہٹ کر رہے گی! دین اسلام کے عالمِ ارتعیریٰ فلسفے کا یہی وہ بنیادی پتھر ہے جس نے اُس کے قیام و استحکام کا ذمہ ابتدائے آفرینش سے لیا اور آج تیرہ سو سال کے مصائب و نوائبِ عالم کے باوجود اس کی حیات کو قطعی، اور اسکے قانون کو ازلی اور ابدی قرار دیتا ہے۔ صانعِ قدرت نے اس صلیت کا انکشاف فطرت کے ہر اصول اور ہر طرزِ عمل میں کیا ہے، جب تک صداقت صدق ہے، اُس کا غلبہ، جہاں کہیں وہ ہو، یا جس پیرایہ میں ظاہر ہو، ناگزیر اور اٹل ہے۔ اگر دنیا میں کذب و دیا، مکر و تلبیس، ظلم و خد کے لانتہا فساد انگیز اثرات کے باوجود فطرت کے اصول قائم، اور قانونِ خدا کی حکومت مُسلط ہے تو اس کا اصلی راز یہی ہے، اگر ہو اور ہو س کی چند روزہ گرم بازاری، اور خواہشاتِ مغلی کی عاضی زہاروی کے باوجود سطحِ زمین اب تک بحیثیت مجموعی جاہِ اعتدال سے منحرف نہیں ہوئی تو اس کا حسیتی باعث یہی ہے۔ باطل اور فساد ہستی کے تصادم کا ایک مستقل حقیقت پر اثر یعنی مثل اُس پتھر کے نقش کے جو ایک آتھہ سمندر کی سطح پر پھینکے سے خفیف تھوچے تو چند لمحوں کے لیے پیدا کر دیتا ہے، مگر اپنی ہستی کو بدالآباد کے لیے کالعدم کر دیتا ہے!

فروغِ شعلہ جس یک نفس ہے

ہوس کو پاس ناموس وفا کیا

اسلام کا زورِ اثر آج اگر ایں قلیل مدت کے بعد، فی الحقیقت نابود ہو گیا ہے تو دو صورتیں ہیں: کائناتِ قدرت کا مسئلہ قیام نیز ختم ہے، فطرت کی عظیم الشان تعمیر کا نظم و نسق بھی اپنی بنیاد سے ہٹ چکا ہے، کیفیات کے طلوع و غروب کی عمر بھی پوری ہونے کو ہے۔ اجسام کا جذب و اتصال، اجزاء کا منبج و خلط، احوال کی مدولت، آثار کا حلول، تراکیب کا قدرِ عمل، یہ سب کچھ بھی اپنی اپنی مہلت پا کر خست ہو رہے ہیں اور بالآخر معمولِ فطرت کے اس حیرت انگیز استیلائے اثر کے بعد، زوالِ عالم کی منزل قریب ہے! اور اگر یہ حالت نہیں تو آج خود نفسِ اسلام بلکہ مقاصدِ قرآن کے اندر، حقیقت کی روح قطعاً انہیں رہی، اُسکی قوتِ تاثیر و نفوذ اپنا ظرف چھو کر کسی دوسرے قالب

۴۴ فلسفہ اسلام کو عالمِ ارتعیریٰ دونوں ثابت کرنا اس کتاب کا مآخِ نظر ہے۔

منتقل ہو گئی ہے! اُسکا دائرہ علم و عمل مُندریں، اور اُسکی رُویائے قلب محو ہو گئی ہے! معنی کی عرویں منفعل، بدسلوکی
 و اہل مسلمان کی رفاقت سے بیزار ہو جانیکے بعد، صورت کے تنگ تاریک اور القاط کے مسلک ووح مجلوں کے
 اندر، اس تغافل، بے ہمتی، اور بیدردی کا شکار ہوئی ہے کہ آج اُسکی ہستی کا اعتراف بھی کسی متنفس کو نہیں رہا!
 دنیائے حقیقت نواز کی جنگ آج اس قسیل غفلت کی انہی فاسد اور ناکارہ ہڈیوں سے ہے جن کے ڈھیر کی المناک
 سرگذشت، مہلت کے پردہ خفانے قرنہا قرن تک مستور رکھی اڑانے کا باطل رُبا مگر حیرم ہاتھ آج تصاب خانہ روح
 عمل کی اسی مذبح حیاض کو سپردِ زمین کر رہا ہے جس کے ایام سجد کا عسجدیات، مہرِ نچر و زکی کرونوں سے بھی
 درخشاں تر حقیقت تھی! آہ! لیکن قالب کا ممکن اگرچہ خست ہو چکا ہے، اور حقیقت کی مضطرب تر روح ہتر اور
 صالح جسموں میں حلول کر گئی ہے، مگر زمانے کی عجائب خانی، بلکہ رب لم یزل کے تقاضائے غیرت نے کم از کم
 اِس مُردہ ڈھانچے کی اِس قدر حرمت تو ضرور برقرار رکھی ہے کہ آج صد ہا برس کی موت کے بعد بھی اُس کے اصلی
 خط و خال کا نقشہ صاحبِ نظر سے نہاں ہو نہیں سکتا۔ قرآنِ عظیم اب بھی جہل و نسیان کی ظلمات کے اندر وہ سطح
 لطیف حکمت ہے کہ عمیق نظروں میں سیاہی کا تقابل اُسکی پسیدی اور چمک کو اور بھی دو بالا کر رہا ہے! مطالب کی
 غلط فہمیوں، اور مقاصد کی دور افتادگیوں کے باعث جس قدر اُسکی ہر بات عوام کے نزدیک ناقابل التفات اور
 بے معنی ہو رہی ہے، اُسی قدر صحیح القلب نقاد کی نظروں میں اُسکی عظمت کا رنگ گھٹتا جا رہا ہے! اسلام کی از سر نو
 حیات کے دن لامحالہ اُس وقت پھر نہ لگیں گے جب کہ بد اعمالی، کفر، اور تکذیب کے ہوش رُبا جمود، اور عالمِ گیسر
 شکست و ریخت کے محیطِ اکلِ عجز میں خود مسلمانوں کا کوئی غمزدہ اور دل باختہ بندہ خدا، قرآنِ حکیم کی طرف پھر
 متوجہ ہوگا، اور نا فہمی، غلط عمل، سیہ بینی، باطل آرائی اور عدم یقین کے حجاب و حجاب کو اُس کے مائی اور
 پڑمردہ چہرے سے اُلٹ کر، ایمان کی صلیت کو بے نقاب کر دے گا۔ اُسی دن حقیقت کی روٹھی ہوئی دامن پھر

۴۴ خلافت عباسیہ کے عہدِ انحطاط و اچھی صدی ہجری، یا اس کے کچھ دیر بعد سے آج تک جو زمانہ جزوی اس یا عالمِ آفاق کا دنیا سے اسلامِ گنہگار
 میرے نزدیک مُہلت کی ایک صورت ہے جو لامحالہ آخری اور انتہائی مذاب کا پیش خیمہ ہے۔ اسی زمانے میں اسلام رفتہ رفتہ صرف ایک صورت
 اور رسم کا نام رہ گیا۔ معنی اور روح دونوں نکلے گئے!

من جائے گی اور اسلام کے ویران گھر کو یکدم آباد کر دے گی!

اسی بنا پر قرآن کریم کا وہ مبشرانہ اور فیصلہ کن وعدہ جو آیہ کریمہ وَلَا يَهْنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (۱۳۸: ۳) میں ہے، ایک ایسی حقیقت کے ساتھ مشروط ہے جس کا التزام اجتماعی غلبے کے استمرار و تسلسل کے لیے ہمنزلہ روح ہے۔ ایمان کی جانفزاد صداقت، مرگ و نیست کی کشمکش کے قیام کے لیے اکسیر اعظم ہے، وہ ہر کامرانی کی کلید، اور ہر کامیابی کی تہیہ ہے۔ وہ ٹوٹے ہوئے دلوں کے لیے مویا ہے اور مرے ہوئے حوصلوں کے لیے آب حیات ہے۔ اسکی ہر افزائش میں کشادہ کار کاراز، اور ہر کاہش میں نارمدی بھید ہے۔ وہ نسیج کی ہر منزل پر نئی روح، اور شکست کی ہر علامت پر نئی زندگی بخشی ہے۔ وہ اجماع امت کا مرکز، نظم و نسق کا محور، اور انتہائی جدوجہد کی اساس ہے۔ اسکی کشش اتصال، فاسد اور متفرق طاقتوں کو جمع کر کے قوت و دفع کو دیوار آہن کی طرح مضبوط کرتی ہے، اسکا اخذی اثر، اشتات و انتشار کے اجزا کو سمیٹ کر اقدام عمل کی توفیق دیتا ہے، جس متنفذ کو حیات کی جانکاہ مسافت میں ایسا سچا رہنما نصیب ہو، اسکے ہر قدم پر فتح و نصرت شامل حال ہے۔ اور جس قوم کو تحفظ و بقا کے اندوہناک مجادلے میں ایسا جارجانہ اور، ارفعانہ حیرہ عطا ہوا ہو، اسکا مخالف اثرات پر تسلط یقینی، اور تغلب اور تمکین فی الارض ایک طے شدہ امر ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ (۵۵: ۲۳)

تم میں سے جن لوگوں کا ایمان سچے دل سے قائم رہا، اور جنہوں نے اسکے علاوہ تنہی سے اعمال صالحہ کیے، ان سے اللہ تعالیٰ شانہ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں قیام عطا فرمائے گا جیسے ان لوگوں کو قیام عطا فرمایا تھا جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ وہ اس دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے جاکر رہے گا۔ اور بعد ازاں اس خوف کو بھی جو انہیں دشمن سے لاحق ہے امن سے بدل جائے گا۔ ان کا مسلک عمل یہ ہے کہ میرے غلام بن کر میرے حکموں پر چلتے ہیں (يَعْبُدُونَنِي)، اور طاعت گزاری میں کئی دوسری شے کو میرے ہم مقام

سلطہ اور نرم پڑ کر بہت نہ مارو، اور آئندہ فاطمہ نہ ہو، کیونکہ اگر تم ایمان والے ہو تو احسن کارسب میں تمہاری ہی جیت ہے۔

نہ کریں (لا یُفیر، کون فی شئینا)۔ اور جنہوں نے اس نکتہ اور قیام کے بعد اطاعت احکام سے انحراف کیا، اور اپنی بد اعمالیوں کے باعث اس نعمت عظمیٰ کی ہرقدری کلاکت، تو وہی فاسق ہیں! (اور وہی اجتماعی ہلاکت کے اہل ہوں گے) (۳۶: ۳۵)

شائع قدرت کا یہ حتمی میثاق، نہ صرف اسلام بلکہ تمام اقوام عالم کی حیاتِ ممت کا مکمل اور آخری فیصلہ ہے۔ قرآن کریم کی محبت بالغہ، اور شریعت خدا کی حکمت جامعہ و مانعہ، حمد للبقا اور مقاومۃ للتفس کے اُطبعی نتیجے پر تیرہ سو برس پہلے پونچھ چکی ہے جو فلسفہ وان فارابی، ہیکل اور ڈارون کے مسئلہ ارتقا و انتخاب طبیعی کی مطلق میں تفتاحِ صالح کے نام سے معروف ہے۔ اس آئیہ کریمہ میں دو باتوں کا فیصلہ کر دیا ہے: اولاً یہ کہ اختلاف فی الراض

۴۰ آیات قبل، (۲۳: ۲۸-۲۵۴)، وابد (۲۳: ۲۵۶) کے ربط کو پیش نظر رکھ کر، جمادات، مشرک، کفر اور فتن کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ مشرک کریم کی نعمت میں یہ چاروں اصطلاحیں، اور ان کی مثل اور الفاظ جن کا ذکر آگے آئے گا، اس مندرجہ اوج اور مانع ہیں کہ ان کی صحیح اور قابلِ تشریح کرنا، دراصل قرآن کی تمام حکمت اور لائحہ عمل کو عیاں کر دینا ہے۔ یہاں پر یقیناً دیکھنے سے لیکر فیض حق تک جو ترجمہ کیا گیا ہے دراپیشِ از وقت ہے، مگر اس کا کافی ثبوت کتاب کے آئندہ اوراق میں مل رہے گا۔ قرآن حکیم کا ربط بھی اس قدر ظاہر اور باہر شے نہیں کہ اس کتاب کے محض ابتدائی اوراق میں واضح کیا جاسکے۔ اس کے سینے سے اٹھنا غور و فکر اور صحیح علم کی ضرورت ہے۔

۴۱ سورہ احقاف کے اخیر میں ہے: فَهَلْ يُهْلَكُ لَكَ الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ (۳۶: ۳۵) تو کیا ماسوا فاسق قوم کے کوئی اور قوم بھی ہلاک ہو سکتی ہے؟ گو یا فاسق قوم کی ہلاکت قطعی ہے۔ اس بنا پر ترجمے میں اس ضروری فیصلہ کا سبب ظاہر ہے۔

۴۲ مسئلہ ارتقا، جس کی مجمل تشریح آئندہ موقع پر کر دی جائے گی، بمجملہ ان عالم آرا مسائل کے ہے جس کی اختراع و ابداع اور تصدیق کے متعلق چند سر پرآوردہ ناموں کا انتخاب کر لینا از بس مشکل ہے۔ مختلف قرون کے علمائے اس مسئلے پر بحثیں کیں، اور ہر بار متعدد اضافے ہوتے رہے۔ اہل یونان اور رومن لکھنے کے زمانہ عروج میں اسکے اعتراف کے آثار پائے جاتے ہیں، مگر اسوا قہر قلیطس (المتوفی ۳۴۵ قبل مسیح) اور لوقریطس (المتوفی ۲۵۵ قبل مسیح)، مشہور شاعر کے کوئی پرانا فلسفی اسکے متعلق مفید معلومات ہم نہیں پونچھا۔ اہل ہند کی پُرانی کتابوں میں کہیں کہیں اسکا مشکوک سا ذکر پایا جاتا ہے۔ اسلام کے عہد عروج میں مختلف حکمائے اس مسئلے کو لیا، اور اسکے متعلق بہت کچھ چھان بین کی۔ اس سلسلے میں، الفارابی (المتوفی ۳۳۹) ابن سینا (المتوفی ۴۲۹)، ابن باجہ (المتوفی ۵۲۲)، اور ابن سکویہ (المتوفی ۵۲۲) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یورپ کے عہد ارتقا میں جو نام سب سے زیادہ سر پرآوردہ ہیں، ہیکل (المتولد ۱۲۵۰ء - ۱۳۳۰ء)، ولے (المتولد ۱۲۳۸ء - ۱۳۱۶ء)، کپلے (المتوفی ۱۳۱۶ء - ۱۳۹۵ء)، اور ڈارون (المتوفی ۱۸۸۲ء) کے نام ہیں۔ مبحثہ الذکر کی کتاب "اصل الانواع" مطبوعہ ۱۸۵۹ء نے آج اس مسئلے کو باہر ثبوت تک اس قدر پونچھا دیا ہے کہ اب اسکی تحقیق و تدوین کا تمام سہرا ڈارون کے سر پر ہے۔ لیکن اس عظیم الشان نظریہ کی ارتقائی شق کے دعوے کو اول نول جن علمائے مستقل صورت دی وہ حکمائے اسلام ہی ہیں۔ ابن خلدون نے تاریخ العرب کے مرتبہ میں بھی غمنا اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔ اصل کتاب میں ہم نے ابو نصر الفارابی کا نام تجویز نہیں کیا ہی نہ صرف اسلئے کہ مسئلہ ارتقا کی ابتدائی تدوین و تحقیق میں الفارابی کو بہت بڑا دخل تھا بلکہ اسلئے کہ اس کا حیم اصل کی عالم اسلام میں غلط فہم و نرسر ہے۔ وفیات الاعیان میں ابن خلدون نے بوعلی سینا کے اس استاد عظیم کو سلام کا سب سے بڑا حکیم کہا ہے!

یعنی بقا و استبقا کے لئے ایمان شرط ہے، اور اللہ کا وعدہ انہی لوگوں سے کیا گیا ہے جو ایمان رکھتے ہوں۔
ثانیاً یہ کہ ایمان کامل کے ہوتے ہوئے اعمال صالحہ کا اکتساب لازمی امر ہے جس جماعت کے ہمسرا میں
یہ دونوں باتیں موجود ہوں وہی اصلح ہے۔ اُسی کی صیانت اور سلامتی کا ذمہ قانونِ فطرت نے اپنے

۱۴۴۱ قرآن کریم میں استخلاف کا لفظ، آیہ استخلاف سے قطع نظر چار موقعوں پر آیا ہے جو یہاں پر اس وسیع التاویل لفظ کے مطلب کی صحیح توضیح کے نیالکھ دیئے جاتے ہیں۔ پہلا موقع سورہ انعام میں ہے:

وَذَلِكَ الْغَنَىٰ ذُو الرِّحَالِ إِنَّ يَشَاءُ بَيْنَ هَبْلِكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ مِنْ بَعْدِكُمْ قَائِلًا شَاءَ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةٍ قَوْمٍ آخِرِينَ ۝ (۱۳۳:۶)

اور اسے پہنچ رہا تھا تمہارا پروردگار رحم والا ہے وہاں بڑے نیاز بھی ہے، وہ اگر مناسب سمجھے تو تم سب کو دنیا سے اٹھائے جائے، اور تمہارے
بعد جس میں اہمیت دیکھے تمہارا جانشین کر دے، جیسا کہ آخر دوسرے لوگوں کو ہلاک کر کے ان کی بنیاد نسل سے تم کو نسل سے ہی چکا ہے۔

۱۴۴۲ (۱۳۳:۶) کے معنی ہم نے مناسب سمجھا، کیونکہ اس کا ثبوت فلسفہ عمل کے عنوان، یعنی دوسری جگہ میں آیا گیا۔ دوسرا موقع سورہ اعراف میں ہے:

قَالَ عَسَىٰ يَظُنُّ أَنَّ يُهْبَلِكُ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَقْعَدُونَ ۝ (۱۲۹:۴)

اس پر موسیٰ نے جواب دیا کہ لوگو! اب وہ وقت قریب آگیا ہے کہ تمہارا خدا تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے، اور تم کو ملک میں اسکا جانشین بنائے۔ پھر دیکھے
کہ تم کیا سعی و عمل کرتے ہو۔

تیسری جگہ سورہ ہود میں ہے:

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبَدْنَا لَكُمْ مَّا أَرْسَلْنَا بِهِ إِلَيْنَاكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ فِي قَوْمٍ غَيْرِكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ وَلَهُ سُلْطَانٌ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَافِظٌ ۝ (۵۴:۱۱)

اس پر ہود نے ان سے کہا کہ اگر تم نے ان احکام سے گریز کیا تو کم از کم میں نے اپنا پیغام تم تک پہنچا دیا، اور اس نافرمانی کا نتیجہ لامحالہ یہ ہوگا کہ خدا
عظیم تم کو ہلاک کر کے کسی دوسری قوم کو تمہارا جانشین کر دے گا، اور وہ اس قدر صاحب قوت ہوں گے کہ تم ان کا کچھ بگاڑ بھی نہ سکو گے۔ اور یاد
رکھو کہ میرا پروردگار ہر قوم کے اعمال کو نذر تمام دیکھ رہا ہے۔

ایک موقع، جس میں استخلاف کا لفظ ذرا مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے، سورہ حید میں ہے:

أَمَّا بِلَهِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْقُضُوا عِمَّا جَعَلَكُمْ مُتَخَلِّفِينَ فِيهِ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْقَضُوا لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝ (۵۴:۱۱)

لوگو! خدا کو خدا مانو، اور رسول کو اسکا بھیجا ہوا پیغام بھیج کر اس کے احکام کی تعمیل کرو، اور اس مال میں جس کا وارث انھوں کو بنا کر کے تم کو بنایا ہے۔
(اعلائے خدا میں) صرف کرو۔ کیونکہ جو لوگ احکام کی پیروی کرتے رہے، اور جنہوں نے ایثار یا مال کیا، ان کو خدا کے مال سے اجر عظیم ہے۔

۱۴۴۳ (آمنوا کے ان معانی کی تفسیر آگے آئے گی، یہاں اس سے بحث نہیں)۔ ان چاروں مثالوں سے یہ امر واضح ہے کہ استخلاف کے معانی قرآن کریم میں ایک ہی
کو ہلاک کر کے دوسری قوم کو اسکا جانشین بنانا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ نہ اس سے مراد بالخصوص وہ سلسلہ خلافت ہے جس کا مرکز انجیل قسطنطنیہ ہے، اگرچہ
وہ بھی یہیں شامل ہے۔ نہ اس سے مراد خاص کر عرب کا استخلاف ہے، نہ عجم کا۔ نہ مشرق اور مغرب کا۔ جو قوم ایک کے ہلاک ہوئے پیچھے اس کے ملک اور
دولت کی وارث ہوئی وہی خلف ہو، خواہ وہ چین کی ہو یا روم کی۔ یہی بقا و استبقا ہے، اور اسی لحاظ سے ہم نے یہ معانی متن میں لکھے ہیں۔

۱۴۴۴ استخلاف کے ان معانی کی حتمی تائید قرآن عظیم کی دو آیتوں سے ہوتی ہے جن کے نفس موضوع کا مقابلہ سورہ ہود کی متذکرہ آیت (۱۱:۵۴)

سے کرنا چاہیے۔ سورہ توبہ میں ہے: وَإِلَّا تَنْصَرُوا يَأْخُذُوا بِكُم مِّنْ بَنِي آدَمَ ۚ وَيَسْتَبْدِلُوا فَوْقَ مَا عٰثَرْتُمْ وَلَا تَنْصَرُوا لَهُمْ شَيْئًا وَلَا تَعْلَمُوا عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ (۹:۳۴)
”اگر (اسے) غایت پس نہ کر کے لوگو! تم اس موقع پر لڑائی کے واسطے ہمد تن مستعد نہ ہوئے تو خدا تم کو درونک سزا دے گا اور تمہارے سوا کسی دوسری مستعد

اوپر لیا ہے، قرونِ ہمسیہ کی اقوام متحدہ کی طرح اُسید کا غلبہ اور استخلاف قائم رہیگا جب تک ایمان اور صلاحیتِ عمل ان میں باقی رہے، اور فسق و فحش کی حد تک نہ پہنچیں!

ہرگز نہیں رواں کہ دین زندہ شد بعشق

ثبت ست بر جبریدۂ عالم دوام!

(بقیہ تحت پہن صفحہ ۹) قوم کو تم سے بدل دے گا، اور وہ اس قدر صاحبِ قوت ہوں گے کہ تم ان کا کچھ بگاڑ بھی نہ سکو گے، اور یاد رکھو کہ خدا وہ بے نیاز خدا ہے کہ وہ ہر بات کر سکتا ہے۔ یہاں استبدال اور استخلاف کا مترادف عیاں ہے۔ سورہ محمد میں بھی استبدال انہی معنوں میں ہے: وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَنْتَبِذْكُمْ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ كَفَرٌ لَّهِمْ لَا يَكُونُوا أُمَّةً لَّكُمْ ۚ (۴۷: ۳۸) یعنی اگر تم نے ان احکام سے سترائی کی تو کچھ پروا نہیں، خدا نے عظیم تمہارے سوا کسی اور قوم کو تم پر لایا ہے گا۔ پھر وہ تم جیسے بدل بنا فرمان، اور نفس پسندی نہ ہوں گے، ان آیاتِ آئی سے صاف ظاہر ہے کہ استخلاف اقوام دراصل ان کا استبدال ہی ہے جو قوم بادشاہت زمین کی اہل نہ رہی، جو قانونِ خدا سے سترائی کرنے کے باعث اپنی قوتیں سلب کر چکی اس کا روئے زمین پر سے بیک بسنی و دو گوش نکالے جانا فطری ہے۔ جو وارث زمین ہے وہی مستخلف ہے وہی ہستہ اور صالح تر ہے، وہی ناقابلِ ضرر اور قوی تر ہے، اور اس کا اس دنیا پر باقی رہنا طے شدہ امر ہے۔

خلاف کا استعمال استخلاف اور ایفا کے معنوں میں کئی جگہ ہوا ہے۔ یہاں پر تین موقعے قابلِ ذکر ہیں: وَكَوْنَتُمْ جَعَلْنَا مَثَلًا لِّمَنْ كَفَرَ بِآيَاتِنَا ۚ (۱۲۹: ۱۱۹)، اور اگر تم مناسب سمجھتے تو تمہیں کو فرشتے بنا کر اس زمین میں تمہارا جانشین کر دیتے، ۚ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۚ (۱۲۹: ۱۱۹)، پھر ہم نے ان کے ہلاک ہوئے پیچھے تم کو زمین میں ان کا جانشین بنایا تاکہ دیکھیں کہ تم کیا سعی و عمل کرتے ہو، ۚ وَمَا آتَيْنَا مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۚ (۱۲۹: ۳۴)، اور جو چیز راہِ بھی تم کرتے ہو خدا اُس کو بقیٰ انسیب کرتا ہے اور اس کا عوض دیتا ہے، ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ خلف اور استخلاف دراصل ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اور انہی معنوں میں راقی جاعل فی الارض خلیفہ ط (۱۲: ۳۰) ہے، یعنی میں زمین میں ایک قائم مقام بنانے والا ہوں۔

ایک اور بات جو ممتاز آیتوں اور بالخصوص (۱۱۹: ۱۱۹)، (۱۱۹: ۱۱۹)، (۱۱۹: ۱۱۹) سے مترشح ہے، یہ ہے کہ مستخلف فی الارض کا مقام حاصل کرنے، اور اُس کو قائم رکھنے کے لیے عمل کرنا شرط ہے۔ آید استخلاف میں شرط عملِ صالح ہے۔ اب یہ بات کہ عملِ صالح کیجئے ہے۔ اس کا جواب اس کتاب کے طول و عرض میں ملے گا۔ اور اصلاح کی تعریف از روئے قرآن کرنا آسان کام نہیں۔

تیسری بات جو ان آیات میں غورِ طلب ہے یہ ہے کہ الارض کا استعمال (۱۱۹: ۱۱۹)، (۱۱۹: ۱۱۹)، اور (۱۱۹: ۱۱۹) میں مطلق معنوں میں ہوا ہے، اس سے کوئی خاص حصہ زمین مراد نہیں، جیسا کہ آید استخلاف کے الارض کے متعلق بعض مفسرین کا خیال ہے، اور وہاں الارض کے معنی زمین کہلے ہیں۔ یہ بحث کتاب کے متن میں کی جائے گی، لیکن یہاں اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ الارض کا لفظ مطلق ہے۔ (۱۱۹: ۱۱۹) سے کچھ شبہ پڑتا ہے کہ موسیٰ کی مراد خطہ نصیب ہو مگر تاریخ شاہد ہے کہ بنی اسرائیل کو استخلاف سرزمین مصر میں ایک مدتِ مدید کے بعد حاصل ہوا، اس سے پیشتر وہ ملک شام میں بادشاہ بن چکے تھے۔ (۱۱۹: ۱۱۹) سے بھی خفیف سا شبہ پڑتا ہے۔ لیکن اس سے پہلی آیت (۱۱۹: ۱۱۹) کو ملا کر پڑھنے سے یہ شبہ نفع ہو جاتا ہے۔ بہرِ فرع ان آیات کے غائر مطالعے کے بعد حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ قرآن میں استخلاف فی الارض کے الفاظ سے اقوامِ عالم کا اس لئے زمین پر اجتماعی ایفا حاصل کرنا مراد ہے، اس کے پیش کیچہ نہیں۔ وہ شرعی یا مذہبی حل جو اس مصلحت کے گرد و مروت سے یا کسی تکرار کے باعث پیدا ہو گیا ہے خود لوگوں کا پیدا کردہ ہے، قرآن کریم کو اس سے کچھ سروکار نہیں۔

ڈارون کا نظریہ ارتقاء: نشاۃ افروزش سے لیکر ظہور انسان تک، ہر ذی حیات شے کی انفرادی

۱۔ مسئلہ ارتقاء کی تخصیص و توہین جس انداز سے آج مسلمانانِ عالم اپنی کئی علم و غلبہ جہل کے باعث کر رہے ہیں، اس سے کم از کم یہ ترشح ہوتا ہے کہ بخطاط پذیر اقوام میں اپنے آبائی کارناموں کی یاد کس سُرعت سے محو ہو جاتی ہے۔ صفحہ ۸ کے تحت اہل حق میں چند انسانی حکمائے عظام کا ذکر کیا گیا تھا جنہوں نے اس مسئلہ کی تصدیق و تثبیت میں مستقل حصہ لیا، اسکو علم کلام کا اہم جز قرار دیا، علم فطرت کی ایک بڑی حد تک توسیع کر کے مختلف ثبوت اسکی تائید میں ہم پہنچا ہے، اور صاف اور غیر مشکوک الفاظ میں ارتقاء کی نوعیت بیان کی، لیکن آج چونکہ حنفی حکمائے اہل حق نے اس نظریہ کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے، اور اس سے مستقل نتائج اخذ کر کے غلط فہمی کی راہیں ڈھونڈ رہے ہیں، مسلمان اس سے یکسر بیزار ہو گئے ہیں اور اسکی تصحیح کر کے اپنی نادانی کا ثبوت دے رہے ہیں، مسئلہ ارتقاء و انتخاب طبعی، آج مغرب کے تمام پہنائے علم و تحقیق میں یہ عظیم الشان انکشاف ہے جس کی عظمت اور ناقصیت کا صحیح اندازہ لگانا قانون فطرت کے صحیح علم کے بدون ازیں مشکل ہے۔ اس مسئلے نے صحیح معنوں میں فطرت کے سرعظیم کو ایک بہت بڑی حد تک آشکارا کر دیا ہے، اس نے حیات کے جاب کبیر کو چاک کر کے انسان کو معرفت نفس کا پہلا اور گراں قدر سبق دیا ہے، اس نے انسان کو شناسائی خدا میں متقل مدد دی ہے، اس نے وحدت خدا اور وحدت ماسوا، وحدت مکان اور وحدت کمین کو ثابت کرنے میں اہم حصہ لیا ہے، اس نے انسان کا دائرہ علم و عمل بیدار کر کے اسکو صحیح معنوں میں خدا کا قائم مقام بنادیا ہے، نہیں بلکہ اسنے زوال و بقائے ائمہ کے وہ پہناں مہول بھی ایک حد تک عیاں کر دیئے ہیں جو الہامی کتابوں، اور بالخصوص قرآن حکیم کے سوا آج تک اور کہیں نہیں ملے۔ جو لوگ اس مسئلے سے اس لینے بیزار ہیں کہ ہمیں نشو و نما و خست یاری کے باعث، تعقل خدا کی شان پائی جاتی ہے، یا اسکی خالقیت میں ایک ناقابلِ برداشت تعویق ثابت ہوتی ہے، ان کے دلوں میں خدا کی عظمت اور قدرت، اور اہلیت اور اہدیت کا اندازہ بہت کم ہے۔ قرآن میں مَا قَدْ رَفَعُ اللّٰهُ صَوْتَ قَوْلِهِ ط (۲۲: ۴۴)، اس امر کی شہادت ہے۔ اکثر لوگ اس حقائق عظیم کا اندازہ انسانی قوتوں اور بشری دماغیوں کو پیش نظر رکھ کر کرتے ہیں، اور اسی لیے صلیت کی لامتناہی وسعت تک نہیں پہنچ سکتے۔ مختصر الفاظ میں اس مسئلے کا یہ دعوے ہے:-

۱۔ اس عالم کون و مکان اور پہنائے زمین و آسمان کے اندر افروزش کے ابتدائی ایام سے لیکر آج تک ایک ارتقائی اور تعمیری، ایک تدریجی اور ترکیبی انقلاب واقع ہو رہا ہے جو تخلیق کا فوری اور بلا واسطہ باعث ہے، حرکت اور حرارت اس تکوین کی علل اولیٰ ہیں۔ علت انتہائی وہ علت العلل وجود ہے جس نے سب اشیاء کو اپنی اپنی جبلت و عطا کر کے اپنے اپنے کام پر لگا دیا ہے۔

قرآن حکیم کا حکم کہ اس امر کے متعلق موسیٰ علیہ السلام کے ان الفاظ سے ظاہر ہے:-

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمْ يَا مُوسٰی قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ہَدٰی (۲۱: ۲۱-۵۰)

فرعون نے اندازہ سوال پوچھا کہ اسے موسیٰ! وہ تم دونوں بھائیوں کا پروردگار کون ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا کہ وہ وہ رب بے مثال ہے جس نے اس عالم کائنات کی ہر مخلوق شے کو اسکی جبلت اور خلقت عطا فرما کر اپنا اپنا راہ راست دکھلا دیا ہے۔

۲۔ عالم موجودات کی سب ذی حیات مخلوق، بشمولیت نباتات و خوردہ حیوانات، ایک سلسلہ تکوین کی مختلف کڑیاں ہیں جنکو بقدر انکے اعضائے رئیسہ و غیر رئیسہ کی سہولت اشکال ترکیب کے ایک تدریجی سلسلے میں پتہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ سب تکوین افروزش کے مختلف مراحل میں ایک عین ترتیب سے ہوتی اور تسلسلہ سے ہوتی ہیں۔ اس دنیا کا کمال ایچ انسان ہے جسکے اعضا کی تقویم سب اولیٰ حیوانات سے بہر نفع بہتر ہے۔

(اے ساکنانِ زمین! اس عالمِ کائنات کا ہر ذرہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم نے انسان کو جس الخلق بنایا، اُسکے اعضاء میں بہترین صلاحیت اور استعداد

پید کی۔ پھر اس صلاحیت کے انحطاط کے باعث اسکو (اُسی) کتر سے کتر مخلوق کی طرف لوٹا لائے (جو کہی زمانے میں تھا)۔

دہم نے التین الزمین کی شہادت پیش نہیں کی، ان کی تشبیح میں ابھی بہت دیر ہے۔ مگر کڈ کڈ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ انسان اپنی فشا راہوں کے ابتدائی حیرس میں اسفل سافلین تھا۔ اسفل سافلین کی علمی تشبیح آگے چل کر ملے گی۔

۱۔ ”وینا ایک عظیم الشان امتحان گاہ جہد و عمل ہے، جہیں ہر ذی حیات فوجی طور پر ایک مجاہد کے ہے۔ سب کے سب اپنے اپنے دائروں کے اندر، ایک لامتناہی لٹکمش، اور غیر منقطع زحمت میں لگے ہیں۔ قیام بقا کا ماتر حصر اسی جہد و جہد پر ہے۔ ہر جنس، نوع، اور فرد، جزو فانی اور ہستیا عینی جہد کے اندر، اپنی ہمایہ مخلوق کے بالمقابل صرف رائے، فطری اور مقامی موانع کا مقابلہ کر رہی ہے، بہتر اور قوی تر جناس سے نبرد آزما ہے، شہن سے عمدہ براہوئے کی تجویز میں لگی ہے، کمتر اور کمزور تر مخلوق پر تسلط ہونے کی سعی کر رہی ہے۔ الغرض اپنی بہبودی اور بچاؤ، اپنی تقویت اور دفاع کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ (اس مقام نظر سے عالم حیوانات و نباتات کی سب مجتہدات باقیہ، قوی تر جناس النوع کی جارحانہ دستبرد کے باعث، ایک متصل خوف کے

ماحول میں گھری ہیں جس سے بچ نکلنا، اور جب کو امن سے بدل دینا ہر زندہ مخلوق کا منتہائے وجد ہے۔"

قرآن حکیم کا نام دستور العمل میں عن ابن مسعودی اور اجتماعی جہد و جد کا موند ہے۔ چند مثالیں صفحہ ۱۰ کے تحت اہتم میں لفظ استخلاف کی بحث کے ضمن میں گزر چکی ہیں، مگر لَئِنْ لَمْ يَنْشَأْ لَكُمْ بَدَلٌ فَبَعْدَ ذَلِكَ أَمْرُكُمْ (۵۳: ۳۹) کا اصل اصول قرآن عظیم کے ہر ورق پر چلی حروف میں لکھا ہے۔ یہ اختلاف کا نفس موضوع بھی اسی خوفِ عدم کو محفوظ و امن میں بدل دینے کی معنی خیز داستان ہے؛ وَلَيُؤْتِيَنَّهُمْ بَدَلٌ وَلَئِنْ لَمْ يَنْشَأْ لَكُمْ بَدَلٌ فَبَعْدَ ذَلِكَ أَمْرُكُمْ (۵۳: ۳۹) اور بے سہمی و عمل ایک جاہل کر لینا قطعاً محال ہے۔

جنس قوی کی چار حانہ دستبردار شدہ، اس بہت لگا گاہ سعی و عمل میں، وہ بدیہی امر ہے کہ اسکے بچے کسی بڑی چھان بین کی ضرورت نہیں۔ ادنیٰ مخلوق سے لیکر شرف المخلوق انسان تک ہر نوع اس قاعدے پر عمل پیر ہے؛ قوی ہر جا اپنی طاقت کا استعمال ضعیف جنس پر کر رہا ہے؛ بڑی مچھلی؛ چھوٹی مچھلی؛ کوئل؛ کرنا پیٹ پال رہی ہے؛ کھنڈ تو میں نور آدم تو میں سے ہرم خوفزدہ ہیں، اور ہر طنز و ست زور بالائی تعمیل بظاہر ہو رہی ہے۔ یہ سوا انفال میں خدا سے عظیم نے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو اسی خوفِ عدو کا ماحول یاد دلایا کہ عیاں کر دیا تھا کہ دشمن پر غالب اگر محفوظ مقام حاصل کر لینا ہی ناپید آتی ہے:

وَأَذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَخِفُّ عَلَيْكُمُ النَّاسُ فَأُولَئِكَ وَآلِدُكُمْ يَبْصُرُونَ مَا كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ
فَمَنْ الظَّالِمِينَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (٢٦:٨)

اور سدا نوا! وہ وقت یاد کرو جب تم اس زمین میں تھوڑی سی تعداد میں تھے، کمزور اور بے بس گئے جاتے تھے، اور ہر آن اس خوف کے باعث سسکے رہتے تھے کہ دشمن تمہیں اچک نہ لیا کریں۔ پھر دوسرے ذوالجلال نے (تمہارے اعمال کو پسند فرما کر) تم کو اپنی پناہ میں لے لیا، اپنی مدد سے تم کو تقویٰ

۱۵۔ انسان کو کیونکر میسر نہیں ہو سکتا جو بقدر ان کی سعی کے ہے۔ ۱۶۔ مطالب کے لیے دیکھو صفحہ ۱۷۔

صنف ضعیف کے سقوط، اور حسن اسلح کے بقا اور تدریجی ارتقا کی مسلسل رسید اور طبقات الارض کی

(بقیہ بحث بہمن صفحہ ۱۲) بنایا، اور دشمن پرستج دے کر عمدہ قسم کی دنیاوی نعمتیں بخشیں، اور یہ سب اس لیے کہ تم ان نعمات کی دل سے قدر کرو۔
(لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ) "اے شکر کے ان معانی کا ثبوت ہمیں ملے گا، یہاں سپر بحث نہیں۔"

۴ مختلف انواع و اقسام کا فلور اور قیام، خارجی اور مقامی حال و احوال اور باطنی استعداد و صعود کے متفقہ طور پر اثر ہے۔ جو نویں احوال طبیعت کی خارجی مزاحمت کے بالمقابل پوری مذاثر سکیں، ہنسی گئیں، جنہوں نے اس کٹکس میں پورا حصہ لیا ہے آپ کو مستند ثابت کیا، صعود کرتی گئیں۔ عالم حیات کا سب کون و فساد اسی عالم آرا اصول کے تحت ہو رہا ہے حفظ نفس، اس مزاحمت کا محرک اول ہے۔ جس باقی یا حیوانی نوع کا اختلاف زمین کے کسی حصے پر قائم ہے۔ وہ اصل ہے جس کا ممکن فی الارض مشتہار ہے وہ غیر اصل ہے۔ جو نوع سبے ممکن، سبے زیادہ نچا ہوا و مستند سبے زیادہ کمزور ارتقائی اہلیت رکھتی ہے وہی اپنے دائرے کے اندر اصل ہے، اسی کا بقا قطعی ہے فطرت خود بخود اس کا انتخاب کر کے اس کو بے خوف و خطر کر دیتی ہے۔

انسانی امتوں کے قیام و بقا کے متعلق قرآن حکیم نے بیست و دو ہی لازوال اصول پیش کیے جو آج مغرب کی تمام علمی تحقیقات اور مادی تقدم کے جو عمل بن چکے ہیں۔ سورۃ اعراف میں ہے:-

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْذِنُونَ سَاعَةً ۚ وَلَا يَسْتَقْدِرُونَ ۚ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْفُ بَعْثِهِمْ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۚ (۲۴-۲۵)

اور ہر ایک گروہ کے صفحہ ہستی سے مٹنے کی ایک مہیا و مقرر ہے، ہر جب اس کی تباہی کے اسباب مکمل ہو چکے ہیں تو اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں نایک گھڑی کے بڑھ سکتے ہیں۔ ہر اگر اس وقت کوئی عند پیش کرے گا تو ہم کہیں گے کہ اسے بنی آدم، اہم نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ جب کبھی ہماری طرف سے تم ہی میں سے ہمارے قاصد تمہارے پاس پہنچیں، اور ہمارے احکام تم پر واضح کر دیں، تو جس قوم نے ان احکام پر عمل کر کے حفظ نفس کی راہ اختیار کر لی (انھی) جو ہلاکت سے دہن بچا کر چلی (انھی) اور صلح بن گئی (انھی) اس کو اس میں نیاں کر کے تیسرا خوف و خطر

اُس کے چکر ہم اسی جہل میں ثابت کر سکتے کہ ارتقا کی بعض اہم شرائط کیا ہیں، ارتقا کی مکمل شریح عمل کے عنوان (دو جلدی جلد) میں آئے گی۔ صلاح کی تعریف میں ابھی بہت دیر ہے۔ وہ عظیم الشان آیات جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم حیات انات کا قانون فنا و بقا بھی اسی انداز پر ہے جس پر انسانی امتیں چل رہی ہیں بہت بعد میں آئیں گی۔ یہاں ہم نے صرف قرآن حکیم کی چھ معادن آیات کو پیش کر دیا ہے۔ ان سے کچھ ثابت کرنا ابھی مقصود نہیں۔ لیکن اگر کتاب کے اس محض ابتدائی حصے میں کوئی تیسرا فیض اور قابل ذکر بات ان آیات سے مستنبط ہو سکتی ہے تو یہ ہے کہ کتاب اتنی نے کس التزام کے ساتھ اختلاف فی الارض کی شرط کو باجبا سچی و عمل، امتحان و بہتلا، بگٹ و دستار دیا ہے جو سلسلہ ارتقا کی اصلی روح رواں ہے۔ پناہیجہ ہنسی میں سورۃ انعام کی آخری آیت نہایت قابل لحاظ ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْحَيَاةَ وَالْمَوْتَ ۚ وَهُوَ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْغَنِيُّ ۚ (۱۶۶)

اے ساکنان زمین! خداوند عظیم الاختیار خدا ہے جس نے تم کو اس میں اپنا نائب اور قائم مقام مقرر کیا ہے کہ تم اس کی حکومت اور انتظام کو اپنے ماتھے میں لو، اور تم میں سے ایک قوم کو دوسری قوم پر کئی درجے فضیلت اس لیے دی جو کہ عیشت کی اس مسابقت کٹکس میں وہ تمہاری اُن قوتوں اور صلاحیتوں کا امتحان لے جو اس نے تم کو دیں۔ جانے رہو کہ اگر تم اس ابتلا میں پورے دائرے کے، اور دوسروں سے پیچھے رہ گئے، تو لامحالہ خدا بڑا جلد جلد سزا دینے والا ہے، اور اگر اپنی سعی و عمل کے باعث بہت لگے گئے تو اس میں بھی شک نہیں کہ وہ عیوب پر بڑا پردہ ڈالنے

۵۔ انسان کی تکوین کس مخلوق کے ارتقا سے ہوئی، اگر اس انقلابِ عظیم کی تکمیل میں قریباً قرن گزر گئے، حتیٰ کہ ایک نوع کا انتقال اُس سے اگلی نوع میں بھی ہزار برس میں ہوا، اس مدتِ مدید میں زمین بھی لانا تھا جزا فی طورِ طبعی، کیمیائی اور فیزیکی انقلابات کا مکین ہی، اور اب تک ہی۔ ارتقا کا سلسلہ بند نہیں ہوا، بلکہ جب تک کہ میں آسمان موجود ہے، جاری رہیگا۔ اس نقطہٴ نظر سے بہت ممکن ہے کہ ایک مدت کے بعد انسان اپنی قوموں، صلاحیتوں، دین و علم و عمل میں ارتقا کرتے ہوئے اس سے بھی بہتر مخلوق بن سکے جو اپنی صفات میں شارع کا نفاذ کی فائز سے قریب ہو۔ اس بنا پر زمین و آسمان کی تکوین کا سلسلہ انسانِ فی نقطہٴ نظر سے ایک بے پایاں سلسلہ ہے جو ہزار در ہزار بلکہ لاکھوں برس سے چل رہا ہے اور ممکن ہے کہ لکھوں برس تک اس طرح سچ چلتا رہے؟

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُم مِّن دُونِهِ مِن شَيْءٍ لَّا تَشْفِعُونَ إِلَّا لِمَن كَرِهَ ۚ إِنَّكُمْ كَذٰلِكَ تُجٰزٰوْنَ ۚ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَن السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يُعْرِجُ النَّفْسَ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمِمَّا تَعُدُّوْنَ ۚ ذٰلِكَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۚ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ۚ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ ۚ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ (٣٣: ٩-٣)

وہ موعظہ میں کاروبار بزرگ اعمال خدا سے کہ ایک عالم اراقانون (الاکھڑا)، ایک امرمٹم (الاکھڑا)، ایک جلیل القدر فیصلے یا معاملے (الاکھڑا) کی تجویز آسمان سے لیکن زمین تک کر دیتا ہے، پہرہ معاملہ، اپنی عظمت اور وسعت کے باعث، رفتہ رفتہ اور محسوس طور پر، ایک عبادت مدید میں (رفی کوچہ) جس کی مقدار انسانی شمار کے لحاظ سے ایک ہزار برس یا اس سے بھی زیادہ ہو، اسکی مشیت کی طرف (الیچو) صعود کرتا ہے (نیغہ)، اور اپنے اہل زمانہ سے کمال کو پہنچ جاتا ہے (اگر کیا اسکی عظیم الشان تجویزیں ہزاروں برس میں جا کر مکمل ہوتی ہیں، اسکے قانون کا عالم انگریزوں و صدیوں میں چل کر محسوس ہوتا ہے، اسکی اہل مشیت قرون کے امتداد کے باوجود پوری ہو رہی ہے) یہ ہے وہ ہزاروں برس کے بعد کے حالات کا علم رکھنے والا (علیہ السّلام) اور آج کے حال و احوال کا صحیح پرکھنے والا (والشہادۃ)، غالب القوی (الغیرین)، صاحب غہ و گنہ (الرحیمہ) خدا جسکے رحم و تحمل اور کمال علم و عمل پر کارگاہ کبر و جل رہا ہے!

وہ وہ صنائع عظیم ہیں جس نے ہر پیدا کردہ شے کو بہتر سے بہتر کر دیا ہے، اور انسان ہی اس شرف الخلق مخلوق کی ابتدا (و بکاء) مسمیٰ ہے
 حقیر اور کسر مخلوق سے کی۔ پھر رفتہ رفتہ اس بڑا دل، اس کسر مخلوق، اس کسر خلق قدیم کی نسل کو ہزار ہا برس کی تدریس اور ارباب تفسیر کے بعد (اعلیٰ حیوان) تک

عالم حیوانات کی کشمکش حیات میں جسمانی زور، یا جارحانہ قوت ہی کسی جنس کے قیام کے لیے کافی نہیں ہوتی

(بقیہ تحت لہجہ صفحہ ۱۲) مادہ تناسل سے، جو ایک حقیر سا پانی کا پتھر ہے، جاری رکھا، پھر تناسل کے اس عظیم الشان مرحلے کو طے کر کے بعد ازاں خلق جدید کے اعضاء، ہزار ہا برس کی فریاد و تہنیت کے بعد، بہترین تناسب قائم کیا (لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ) اور پھر اس ان مخلوق نے جس میں اس خدائے عزیز و جبریم نے اپنی ناپید مثال صفات اور اوصاف کا ایک ایک شمع ڈالا، اسکو اپنی جناب سے تھوڑا سا علم، تھوڑی سی قدرت، تھوڑی سی سمجھ وغیرہ وغیرہ عطا فرما کر گویا اپنی روح اس میں پونک دی (وَنُفِثْ فِيهِ مِنْ رُوحِنَا) اور آج اسے اشرف المخلوق انسانوں اس نے تم کو ان تمام مرحلوں سے گذار کر وہ عظیم الشان نعمائے انبیاء اور اوصاف کبریاء کے وہ عظیم الشان مظاہر عطا کیے ہیں، جن کا نام کان ہے، آنکھ ہے، اذان و ہر سلیم ہے، جن کے ذریعے سے تم صحیح معنوں میں (سب کثیر مخلوق کے نقلی کانوں، آنکھوں، اور قلوب سے قطع نظر) سن سکتے ہو، دیکھ سکتے ہو، اور سمجھ سکتے ہو! افسوس کہ تم ان حیرت انگیز نعمتوں کی بہت ہی کم قدر کرتے ہو، اور ان کو بہت ہی کم صحیح استعمال میں لاتے ہو (وَلَقَدْ عَلَّمْتُمُ النَّاسَ رِثْمًا وَرِثْمًا وَرِثْمًا وَرِثْمًا)

(الف) ان جلیل الشان آیات کے مطالب تک پہنچنا آسان کام نہیں، مگر قرآن کے طالب العلم کو محمولہ بالا مطالب کی ابتدائی تصدیق کے لیے سورۃ نمون کی اس آیت کو پیش نظر رکھنا چاہیے جس میں انسان کی پیدائش کو اس قدر عظیم اور متمم قرار دیا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا اس سے مقابلہ کیا ہے: **الْخَلْقِ الْإِنْسَانِ مِن تِلْكَ الْكَلِمَاتِ الْأَكْبَرُ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ وَإِنَّ كَرَامًا لَّنَا الْإِنْسَانُ إِذْ خَلَقَهُ** (۹۱: ۱-۵)۔ لوگو! اگر کچھ بیش و ما شاہد کرو تو لا محالہ اس نتیجے پر پہنچو کہ آسمانوں اور زمین کی تکوین کا سلسلہ نبی نوع انسان کے سلسلہ تکوین سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے کہ گویا انسان کی تکوین کوئی خالہ کا گھڑ نہ تھی کہ ایک ٹی کا پتلا سا بنا کر رکھ دیا، اور پھر انہیں معاذ اللہ کسی شعبہ باز نے پہنک مار کر جان سپرد کر دی، جیسا کہ جگہ کا خیال تا جمل ہے بلکہ وہ ایک عظیم الشان تیسری سلسلہ تھا جو ہزار سالوں کے بعد مستام پذیر ہوا! یہی بات اللہ کی کئی جہتوں سے ظاہر ہے: (۹۱: ۱-۵)۔ **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ** میں ہوئی کی غائب ضمیر سے لگھڑکی مخاطب ضمیر کی طرف رجوع کرنا بھی اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ہوئی کی ضمیر انسان کی پہلی مخلوق کی طرف ہے نہ کہ خود انسان کی طرف۔ علاوہ ازیں انسانی نسل کو ایک نقطہ فطرۃ منی سے جاری کر کے بعد میں اسکا تسویہ کرنا قطعی معنی ہے (لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ)۔ جس کے لفظ سے بھی جو (۲۱: ۷) میں ہے یہ ظاہر ہے کہ خلقت کی اپنی لامنی سے ہوئی نہ کہ تکمیل۔ آج علم جدید کی حیرت انگیز تحقیق بھی انسان بلکہ تمام حیوانات کو "اسی طین لایاب" سے بنایا ہوا قرار دیتی ہے: **إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن تَرْتِیْنِ طِلْفَیْنِ لَا ذَرِیَّةَ لَہُمَا** (۱۱: ۲)۔ ہم نے انسان کو لیس دار کچھ سے پیدا کیا۔ سورۃ الرحمن میں ہے: **خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ** (۹۵: ۵)۔ اس نے انسان کو ٹھیکری کی مانند بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ یہ سچا ہوا لیس دار کچھ انسان کی تخلیق کا وہ سامان اول ہے جو ہر تالاب اور فوئل، جو ہر اور سنداس کی تہ میں، یا جھیلوں کے کنارے پر، کثرت سے نظر آتا ہے، اور جس کے مطلوب قوام کے اندر یورپ کا دقیقہ رس عالم اپنی خوردبین کے ذریعے سے اس خلایق عظیم کی کروڑ کروڑ مجرہ مستیاں چھپی ہوئی دیکھتا ہے۔ یہ سب وجودات دقیق ہیں کہ ان کی کل کائنات صرف ایک خلیہ یا مجرہ ہے جس کے اندر حیات کا عالم آرامین محفوظ بیٹھا ہے! یورپ کے طبی فلسفی کا دعویٰ ہے کہ کل فی حیات مخلوق اپنی نفس و جسم کے جمیع اوسہتمار سے ہوئی، اور قرنہا قرن میں اپنی ارتقائی استعداد کے باعث ایک مکان سے دوسرے مکان، اور ایک جائے قرار سے دوسری جائے قرار میں منتقل ہو کر اس مقام پر پہنچی جسکا نتیجہ اشرف المخلوق انسان ہے! قرآن حکیم نے اس بہتم الشان حقیقت کو یورپ کی روح فرسا علمی تحقیق سے کامل بارہ سو برس پہلے، اُن ناقابل تاویل اور نالائق جمود الفلاطین اوکلیا ہے جن کی طبع پاکر مغرب کے سب حکماء عظام کا

اس کتاب عظیم کے آگے سر ہٹکا دینا طبعی ہے! سورۃ النعام میں ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ یَنْزِلُ الْإِنشَاقَ مِنْ نَّعَیْسٍ وَاجِدٍ فَمَسْتَقَرًّا وَمُسْتَوْدَعًا قَدْ فَضَّلْنَا الْإِنْسَانَ عَلَى الْغَیْرِ فَیَعْقِلُونَ (۹۹: ۶)

لوگو! وہی خلاق عظیم تو ہے جس نے تم جیسے اشرف المخلوق وجود کی ابتدا اور سبکی نشاء اول ایک فورہ فیضی مطلق سے کی (إِنشَاقَ) پھر انہیں نفس و جسم کو ایک ماضی جائے قرار (مَسْتَقَرًّا) اور ایک مکان (مُسْتَوْدَعًا) سے دوسری جائے قرار میں بدلا، حتیٰ کہ اسے آخری مکان قرار مستقر طے تہلیل

بلکہ اسکی حفاظت اور بقا کا اصلی راز صلاحیت اور استعداد ہے جس نوع حیوانی نے سعی و ابتلا کے

الْبَاقِيَةُ تَحْتَ الْبَقِيَّةِ (مُسْتَدْرَعٌ) میں ہے آیا جو حسن الخلق بشراً قالے۔ جو قوم ہمارے اعمال کو سمجھتی، اور اسکا صحیح علم رکھتی ہے، اسکو ہم نے اپنی قدرت کے یہ عجوبات (اکالیات) اِنْ لِّمُتْلُوْنَ مِنْ بَاقِيَتِیْ بِلِیْقَیْلِیْ بیان کر دیے ہیں۔

”لَفْظُ الْاِظْهَارِ بِهَيْئَتِهِ خِيَارٌ مِمَّا يَخْتَارُ“۔ قرآن حکیم میں انسان کی پسند اس کے متعلق ہر جگہ نفی و اذکار پر پیش و بعد کا ہمیں فراموش نہ کرنا چاہیے۔

قرآن کو کتاب خدا مان کر مسئلہ ارتقا کے درست ہونے، یا مسئلہ ارتقا کی عیسائی اور علی شہادت پاکر قرآن حکیم کے منجانب اللہ ہونے کی آج تک اس سے بہتر اور روشن تر شہادت کہیں موجود نہیں!

(ب) یَعْرِضُ کے لفظ سے جو سورہ سجدہ کی محولہ بالا آیت (۵: ۳۲) میں ہے، ارزوئے نحو یہ ظاہر ہے کہ اس کا فاعل خدا ہونا چاہیے (یٰٰرَکَّیْ اَکْثَرُ)۔ لَمَّا یَعْرِضُ لَیْسَ (اور لَیْسَ کی ضمیر کا مرجع الّا کفر ہونا چاہیے۔ مگر مفسرین نے یَعْرِضُ کا فاعل الّا کفر اور ضمیر کا مرجع خلاف اسلوب کلام خدا لکھا ہے، اور اس آیت کا عجیب غریب ترجمہ کر دیا ہے جس کے نقل کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔ مذکورہ صدر ترجمے میں ارزوئے نحو عام مفسرین کا اتباع کیا گیا ہے، مگر انصافاً اس اتباع کی ضرورت بھی معلوم نہیں ہوتی۔ اور چونکہ یَعْرِضُ کے معنی یہاں پر بتدریج ارتقا کر چکے ہیں۔ اس لیے اس نقطہ نظر سے معافی اور بھی زیادہ صاف ہو جاتے ہیں:

خدا وہ عظیم کار اور بزرگ اعمال خدا ہے کہ ایک امرِ حق کی تجویز آسمان سے لیکر زمین تک کو دیتا ہے اور پھر اس امرِ عظیم کی طرف ایک ایسا مدد میں جسکی مقدار ہمارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہوتی ہے آہستہ آہستہ اور نامحسوس طور پر ارتقا کرتا ہے ناگویا اس امر کی تکمیل کہیں نہایت دیر میں جا کر ہوتی ہے۔ اس صاف تدریج سے ارتقا کا وجود ابھی واضح ہو جاتا ہے۔

(رج) سورۃ سجدہ کی دیکھ کر اٹھارہ والی آیت سے یونیم کی تشریح فیصلہ کن ہے، اور ظاہر ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش ہماری گنتی کے چھ دنوں میں ہو چکی
وہ جو بھی اسوقت نہ تھا، نہیں ہوئی، بلکہ ہزاروں برس یا کم از کم چھ ہزار برس میں ہوئی۔ لیکن یہ تعین بھی درست نہیں۔ کیونکہ ایک دوسری آیت میں یونیم کی
اس تعین کو ٹھکرا دیا گیا ہے اور کَالْفِ سَنَئَةٍ ﴿١٢٣﴾ مَلَكًا سَوْدًى عَجِيْبًا وَكَرَّ دِيَاجِلًا ۖ وَيَسْتَعِجِلُوْنَكَ بِالْعَدَايِبِ وَلٰكِنْ يَخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهُ لَا وَاَيْتَ يُؤْمِنُ
يَعِدُّ ذَرِّيَّتَكَ كَالْفِ سَنَئَةِ ﴿١٢٤﴾ فَمَا تَعُدُّوْنَ ۝ (۱۲۳-۱۲۴) اور یہ لوگ تم سے عذاب کے بارے میں جلدی مچا رہے ہیں، حالانکہ خدا اپنا وعدہ ہرگز خلاف نہیں کرتا
اور تمہارے پروردگار کے نزدیک تو ایک دن بھی تمہارے شمار کے ایک ہزار برس کی مانند ہوتا ہے، پہر اسکو کونسی جلدی پڑی ہے؟ اور سورۃ معارج میں
تو یونیم کی مدت پچاس ہزار برس لکھی ہے؛ نَحْنُ خَيْرُ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْوَزْوَءُ الْيَقِيْنُ فِيْهِ يَوْمٌ كَانَ مُعَقَّدًا ﴿١٠٥﴾ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَئَةٍ ﴿١٠٦﴾ مَلٰٓئِكَ اَوْ رُوحُ
اِس خدائے عظیم کی طرف ایک مدت (مدیر یونیم) میں ارتقا کرتی ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار برس کے برابر ہے! الْمَلٰٓئِكَةُ اَوِ الرُّوْحُ کی تشریح میں ابھی
بہت دیر ہے۔ لیکن ان آیات الہی سے ظاہر ہے کہ یونیم ایک لامحدود مدت ہے جو ہزاروں بلکہ لاکھوں برس کی ہو سکتی ہے، اور اقض و سنملات
کی پہلی پیش بھی لاکھوں برس میں ہوئی۔ ملائمہ اور روح کا پچاس ہزار برس میں عروج کرنا (ظہلہ اُن کی حقیقت کچھ ہی کیوں نہ ہو) ارتقا کی طرف ایک اور اشارہ
ہے جو ہر صاحب نظر پر واضح ہے۔ ’سنۃ ایام‘ کے متذکرہ صدر الفاظ میں لفظ مِثَّةً (چھ) کی تخصیص کو سمجھنے کے لئے مزید تشریح درکار ہے جو آئندہ

اوراق (صفحہ ۳۶-۳۷) میں کر دی جائے گی۔

انسان کے اپنی موجودہ حالت سے بہتر مخلوق بننے کے متعلق قرآن عظیم میں ایک خفیف سا اشارہ ہے، جو اختلاف کی بحث میں بیخود کے تحت لہجہ میں ہونی اگر چکا ہے۔ یہاں پر اسکا اعادہ کیا جاتا ہے: **وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ۚ وَكَانَ عَنَّا غَوًى** (۹۰: ۴۳) اور اگر ہم سب سمجھتے تو تم ہی کو فرشتے بنا کر اس زمین میں تمہارا جانشین کر دیتے۔ "یہاں **فَعِزَّكَم** کے الفاظ نہایت قابلِ لحاظ ہیں، لیکن یہ امر کیا حلیہ کہ ہمہ جہ انسان بہتر مخلوق ہیں یا نہیں نہایت بحث طلب ہے، اور اسکی تشریح اپنے موقع پر آئے گی۔

اس عظیم الشان معمل میں مولع فطرت کا مقابلہ تنہا ہی اور استقلال سے کیا، جو مخلوق موت

(بقیہ تحت اہم ص ۱۶) مسئلہ ارتقا کی باقی شقیں یہ ہیں:-

۴۔ نفس واحد کے اجتماع اور استعمار سے مختلف نوعیں پیدا ہوئیں لیکن ہر نوعی اجتماع نہ صرف پہلے نوعی اجتماع سے بہتر اور صلح تر ہو بلکہ ہر ایک صورت اجتماع میں بھی اسکے اپنے دائرے کے اندر اصلاح اور ارتقا کی تجویز قائم رہی، حتیٰ کہ وہ صنف بذات خود اوج کمال کو پہنچ گئی۔ گویا ارتقا ایک شجر ہے جسکی متعدد متفرع شاخیں ہیں، اگرچہ اصل ایک ہی ہے، مختلف شاخیں اپنے اپنے خطوط پر پھولتی پھلتی گئیں، بلکہ شلخ درشل بن گئیں، اُن پر مختلف پھول لگے، جو اس شلخ کی صلح ترین انواع ہیں۔ بعض شاخیں اور پتے پھرتے گئے، جو غیر صلح انواع کی مصداق ہیں۔ اس تنے کی بلند ترین شلخ انسان ہے، جسکی کئی ایک فروع ہیں جو بجا اظہار اختلاف لون و نسل، اور امتیاز فہم و ادراک، ایک دوسرے سے قوی تر، صلح تر اور متمیز تر ہیں جس قوم یا نسل کی حکومت، صورتاً اور معنًاً، اس زمین کے بہتر نمونہ پر قائم ہے وہی آج صلح ہے، اور اس عظیم الشان درخت کی چوٹی پر متمکن ہونا اسید کا طغرائے امتیاز ہے!

(الف) کتاب خدا نے شجرے کی صورت کو نہایت بلخ اور پرمعنی الفاظ میں ادا کیا ہے، اگر اُن کی حقیقت نا اہل مسلمانوں کے ہاتھوں مدت ہوئی مسخ ہو چکی ہے۔ سورہ نوح میں ہے: **وَاللّٰهُ اَنْزَلَ تِلْكَ حُفْرًا لَّا تُخْرِجُ مِنْهَا قَاۡدًا (۱۷: ۱۷)** اور اسے ساکنان زمین! خدا نے عظیم نے تم انسانوں کو زمین سے ایک درخت کی طرح اگایا، گویا جب انسان کی زمین سے درخت کی مانند لگنے کی ظاہری صورت کوئی نہیں تو اُن الفاظ وحی کے لاجملہ کوئی عظیم الشان معانی ہیں جن کی تعلیم دینے کے لیے رب بے مثال نے ایک مستقل آیت بھیجی کی تکلیف گوارا کی۔ مگر آج کل کے مسلمانوں کو جو کسی غریزہ کے مرنے پر ایک رات میں پورے قرآن کو کئی بار دہرا کر دے کو ثواب پہنچانے میں مشغول ہیں، قرآن عظیم کے مطالب سے کیا غرض ہو، جب ایک ایک حرف کی تلاوت پڑا کوئی نیکیاں خود بخود دل رہتی ہیں تو معانی کو کچھ بھی ہوں ہوتے رہیں، اُن سے بحث کرنے کی کیا ضرورت ہو! اسی سورہ میں ایک دوہم بار اُن مضمون ہے جو پوری دو آیتوں میں ادا کیا گیا ہے:

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰہِ وَقَاۡدًا وَفَضَّلَ لَكُمْ اٰخِلًا ذَاہ (۱۷: ۱۷-۱۸)

اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس خدا سے عظیم سے عزت اور آمرو کی اس نہیں لگاتے، تم اس کے قانون پر چل کر بہترین بننے کی امید نہیں رکھتے، حالانکہ وہی رب بے مثال اور وہی منعم حسیقی تو ہے جس نے تم کو کئی طریقوں، اور تخلیق کے کئی مرتبوں سے مرقی کر کے پیدا کیا ہے، اونی مخلوق سے اعلیٰ مخلوق میں ترقی دیکر، اور ایک جہت سے دوسری اعلیٰ جہت میں بد کر اشراف الخلق ہونے کا وقار بخشا ہوا!

کیا وَقَاۡد اور اٰخِل اور اولیٰ آیات کا ربط اس کے سوا کسی اور معانی میں ہو سکتا ہے؟ اور کیا نوح علیہ السلام ایسا اوو العزم نبی اس وقاس کی حقیقت معلوم کیے بغیر اپنی قوم کو خطاب کر رہا تھا؟

(ب) نبی نوع انسان کی سب مخلوق پر فضیلت خدا سے عظیم کی اس زمین پر ہر شخص کو بہر نفع و فہم ہے، اور جو انسانی نسل زمین کے بہتر نمونہ اور طبقات رزق کی مالک ہے، اُس کا فضل بھی انہر من انہس ہے۔ مگر زمین و آسمان کے مالک کا کلام انسان کی فضیلت تمام عالم کی مخلوق پر نہیں مانتا، اور اسکی نابہر کنار آسمانی فضا میں لاجملہ کسی شریف تر مخلوق کے وجود کی گواہی دے رہا ہے، لیکن اس کئے کی تصدیق کے لیے قیج سے چمکتی کی کسی کرنے والے یورپ کو ابھی نہ معلوم کتنی اور صدیاں درکار ہیں! سورہ نبی اسرائیل میں ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا نَبِیَّۨ اٰدَمَ وَجَعَلْنٰہُ فِی الدُّنْیَا رَحْمٰتًا لِّمَنْ یَّشَآءُ وَنَزَّلْنَا مِّنْہُمْ دَاوُدَ وَیَسٰۤیۡۤا وَجَعَلْنٰہُمْ اٰیٰتٍ لِّمَنْ یَّحْشِی الدِّیْنَ وَلَقَدْ جَعَلْنٰہُمْ اٰیٰتٍ لِّمَنْ یَّحْشِی الدِّیْنَ وَلَقَدْ جَعَلْنٰہُمْ اٰیٰتٍ لِّمَنْ یَّحْشِی الدِّیْنَ

اور بیشک ہم نے نبی آدم کو اشراف الخلق بنا کر بھیجی تھی اُن کو اس پیمانے زمین کے بہتر نمونہ کا پیش کر کے سچ مضمون میں اس زمین کا حکمران کرنا،

وحیات کی اس مجاہدانہ کشمکش میں اپنی ظاہری اور باطنی قوتوں کا مناسب اور بہترین استعمال

(انبیاء تحت آیت ۱۷) اعلیٰ سے اعلیٰ منتیں اُگھوئیں، اور اس کائنات عالم میں جس قدر مخلوق ہم نے پیدا کی ہے، اُن میں سے اکثر پران کو فضیلت عطا فرمائی۔

کے۔ طبقات الارض کی تہوں میں میلوں کی گہرائی پر دینی ہوئی ہڈیاں نہ صرف اس مخلوق کی یادگار ہیں جو انسان سے پہلے اس زمین پر رہیں ہی تھیں، بلکہ زمین کے اُن طبیعی اور جغرافیائی مقامی اور تخلیقی انقلابات کی سلسلہ وار سرگزشت میں جو نشانہ آفرینش سے ہوتے، اور آج ہو رہے ہیں۔ گویا زمین کے تدریجی طبقے کتابِ فطرت کے مرتب اور اُن کی ہڈیاں وہ ناقابلِ محو حروف ہیں جن کی وساطت سے اجرائے زمین کا سلسلہ وار پتہ لگ سکتا ہے۔ اہلِ طبقے اعلیٰ طبقوں سے لامحالہ قدیم تر ہیں، اور اُن کے ہا قیام آئندہ آثارِ کمین کے تدریجی سلسلے کی صحیح سند ہے۔ ان آثار کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ شجرِ ارتقا کی ابتدا سب سے نیچے طبق میں اُن نہایت ابتدائی حیوانات سے ہوئی جو محض ایک غریبی سی مضغہ گوشت تھے، مگر سطح زمین کے نزدیک کے اعلیٰ طبق میں فرعی ارتقا، اُس شدید ہوا کہ بڑے بڑے جسم اور زوردار حیوان (جن کے ڈھانچے آج کل کے بڑے سے بڑے حیوان سے بھی کئی گنا بڑے ہیں) رونے والے پرندوں کی کثرت سے آباد ہے۔ اُن کا بالآخر سطح زمین سے محو ہو جانا، اور بلطافہ ضعیف جنسوں کا لکھو کا برس سے جاری رہنا، اس امر کی دلیل ہے کہ مزاحمت جتنا میں جسمی زور یا جارحانہ قوت ہی کفایت نہیں کرتی، بلکہ صلاحیت بقا، ان کے سوا کچھ اور شے بھی ہے۔ یہ صلاحیت فطرت کی اہل قوتوں کا، جو بقا کی راہ میں عامل ہیں، اور جو مخلوق کے بالمقابل بقدر اسکی ہسلہ کے پروا دہا ہیں، مستعدی سے مقابلہ کرنا ہے۔ اگرچہ چوٹی کی نسل باوجود اپنے ضعیف جسم کے ایک مدتِ مدید سے اس زمین پر ٹھکن ہے، در آخر لیکہ وہ عظیم جلیلِ جسمیت جو موجودہ ہاتھی سے کئی گنا بڑا تھا، تباہ ہو چکا ہے، تو اس کی باعث لامحالہ یہی ہے کہ چوٹی نے موانع طبیعت کا مقابلہ زیادہ مستعدی اور کامیابی سے کیا ہے؟

قرآن کریم کا تمام دستور العمل اس حیرت انگیز اور گراں بہا حقیقت کا وہ مکمل اور آئینہ دار ہے، اور ناقابلِ ترمیم اور ناپیدا مثال مرتع ہے، جس کے بالمقابل آج اس بیسویں صدی کے یورپ کا علم و عمل، اسکے سب معاشری ہول اور اجتماعی حکمت، اسکا عقلی تفصیل اور سیاستِ مدن، ایجادِ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ یہ صلاحیت اُن کی صحیح اور ناقابلِ انکار تعریف کرنا ہی اس کتاب کا اہم موضوع ہے، اور اسکی شہادت کتاب کے ہر ورق میں ملے گی، خود یہ اختلاف اس حقیقت کے لئے کی بصراحت تمام مؤید ہے۔ فی الحال سدا ارتقا کی اس شق کی تائید میں رہنما صرف دو معنی خیز خیروں کو پیش کیا جاتا ہے لیکن مجھے خوف کہ کتاب کے اس ابتدائی حصے میں اُن کے صحیح مطالب اخذ کرنے میں غلط فہمی نہ پیدا ہو، اگرچہ فہم طلب کے لئے ان کا اعادہ کتاب کے متن میں اپنے موقع پر کیا جائے گا:

وَرَبِّكَ إِنَّكَ لَشَدِيدٌ عَلَى الْكَافِرِينَ اسْتَنْصَحُوا فِي الْأَكْصَى وَجَعَلَهُمْ آيَةً وَجَعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝ وَكَانَ لَكُمْ فِي الْأَكْصَى وَرَبِّكَ فَرِحُونَ ۝ وَهَآءُنَّ وَجُودُهُمْ مِمَّنْ مَّا كَانُوا يُحِبُّونَ (۲۸: ۵-۶)

راؤ طبرستان اپنی فرعونیت میں مصروف تھا، مگر خداوندِ مظلوم رعیت کے مختلف فریقوں کو ایک دوسرے سے لڑ کر اپنا التوسیدہ کر رہا تھا، اور بنی اسرائیل کی بے کس قوم پر تو بڑا ظلم ہو رہے تھے (۲۸: ۴۷)، اور صبرِ جم اس بات کے درپے تھے کہ انہی لوگوں کو جو اسکے ملک میں نہایت کمزور سمجھے جاتے ہیں، اپنے سایہِ عاطفت میں لے لیں۔ ان کو قانونِ خدا کا پابند بنا کر زمین کے سوار بنا دیں

۱۔ سطح زمین کی عمیق تہوں میں مخلوقاتِ قدیمہ کے ان آثارِ باقیہ کہ طبقات الارض کی علمی مطالع میں رکاز کہتے ہیں۔ ان کائنات کی تفصیل عنقریب بندہ تحت آیت ۲۹-۳۰ میں لکھے گا۔

کرتی رہی، اور حفظ نفس کے اصل اصول چپکے سر پر مقابل سے فی الجملہ عمدہ برآہونی

(بقیہ تحت لہزن صفحہ ۱۸) اور بالآخر اسی سلطنت کا وارث بنا جس کی شہنشاہی پر فرعون اُن سے بولناک بھول چڑھتا تھا۔ نہیں بلکہ ہم چاہتے تھے کہ انکو اس زمین میں کیسے شکن کر دیں، اور فرعون بادشاہ مصر، اور مان فدیہ غلام، اور اُن کے مغرور گورشاہی سپاہیوں کو جو بول ہو چکے ہوتاؤ دیکر اپنے پیٹھے پھر لکرتے تھے، ایک فحہ وہی تباہی اور زوال اُن کی اپنی آنکھوں سے دکھادیں جس کا چہرہ انکے دلوں میں دہنی اسرائیل کے منظر و مشیت پرند کو کوڑے مارے، اور اُن کی عورتوں اور بچوں کو بے دھڑک قتل کرتے وقت، راکر تاتھا! (اِذَا كَانُوا فِي الْحَيَاةِ) وَادْرَأْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَسْتَعْجِلُوْنَ مَسْأَلَنَا الْاَكْثَرُونَ مَعَادَهُمُ الْآخِرُ بِرُكْنٍ اَفِيْئَاةٍ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى نَبِيِّنَا (اسراء ۷۰) اِذْ هَمَّا صَبِيْرًا وَّوَدَّعَا نَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوْا لِيَعْرِشُوْنَ ۝ (۴: ۱۳۴)

اور اس مبارک اور زرخیز سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بالآخر ہم نے اُنہی لوگوں کو کیا جو بظاہر کمزور گئے جاتے تھے۔ اور ضلئے ہم کا وعدہ نیک تو بنی اسرائیل کے حق میں ایچ تکمیل تک ٹھیک پونچھا، کیونکہ اُنہوں نے نہایت عزم اور استقلال سے دشمن کی سختیوں کی برداشت کی تھی، اُن کے ظلم و ستم کا مردانہ وار مقابلہ کیا تھا، اور دعویٰ کی قیادت میں مدافعت کے لیے نکل کھڑے ہوئے تھے (دیکھنا صبرِ قلا)، پھر ہم نے فرعون کے سب منصوبوں کو تھس تھس کر دیا، اُس کی قوم کی سب عظمت خاک میں ملا دی، اور جو اونچی اونچی عمارتیں وہ بنی اسرائیل کے آدمیوں کو بیگا دیں کپڑے کپڑے کر بنولتے تھے، ایک اقل قلیل مدت میں خاک میں ملا دیں!

کیا آج فرعون اعمال اور خون آشام یورپ کو اس قانون خدا، اس آئین موت و فنا، اس تعریف عدم صلاح کو پڑھ کر کچھ لرزش نہیں ہوگی، یا کیا بچکا و اداس مظلوم مشرق کو، ان آیات خدا کی صحیح روح جذب کر لینے کے بعد، اصلاحِ عمل کی کوئی اور تعریف کر دینا باقی ہے! مسند ارتقا کی تحسینی شق یہ ہے:

﴿وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ فلک کے اس ناپید انارحیط میں، جسکی وسعت قطعاً ناقابلِ مساحت ہو، لا انتہا عظیم و جلیل گئے ہوں! گنیز فاصلوں پر ہر طرف پھیلے ہوئے اپنے اپنے مداروں پر چل رہے ہیں۔ منظر اللہ کی ناقابلِ انکار شہادت نے آج یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچا دی ہے کہ ان سب مجامعِ عالم کی ترکیب اجزائیں وہی مشترک عناصر، اہوت، اور فلزات، شامل ہیں جو زمین پر موجود ہیں، کوئی نیا عنصر یا فلزی اور ہوائی مرکب! بتک اُن کے کسی حصے میں داخل ثابت نہیں ہوا، اس شہادے سے لامحالہ ثابت ہو کہ آسمان کے سب دور اور نزدیک کرے بشمولیت زمین، آفرین کے محض ابتدائی مراحل میں ایک مشترک ہیولہ سے فضائی تھے جسکے مختلف حصے علیہ علیہ ہو کر، برفارق المیزان و ثقل کے اثر سے، ٹھوس اجسام بن گئے، اور سنے، داروں پر پٹنے لگے۔ طبعی نقطہ نظر سے فطرت کی وحدت اس بنا پر ایک آشکارا امر ہے جسکے لیے کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں!

(ب) اجرام سماوی سے قطع نظر کر کے ہرگز تمام عالم حیات کی طرف نظر دوڑائی جائے تو فطرت کا طالب العلم لا محالہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ ماہیت حیات کا راز سب روئے زمین پر ایک ہے۔ اس کا کیف و حال سب مخلوق میں سداً ایک ہے، اس کے لازمت اور اجزائیت، تاثرات اور مسوسات ایک ہیں۔ پانی اس کا وہ مشترک اور عالم آرا قوام ہے جسکے بغیر اس کا قائم رہنا محال ہے۔ ارتقائے حیات کے مختلف منازل میں یہی وہ شے ہے جو ہر حال میں موجود ہے اس بنا پر حیات کی روئے زمین پر وحدت بھی ایک ہی امر ہے!

مسند اس حیرت انگیز حقیقت کو سرزمین ہند کے مشہور طبی فلسفی (جگدیش چندر بوس) نے حال ۱۳۳۵ء میں پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔

وہی قانون طبعی کی اصطلاح میں صالح ہے، وہی متخلف فی الارض اور غالب ہے، وہی

(پیشہ تحت اہل حق صفحہ ۱۹ رج) مشاہدہ فلک نے ثابت کر دیا ہے کہ ہیولائے فضائی سب کا سب ابھی ختم نہیں ہوا، بلکہ مختلف شکلوں میں، بعض مجامع انجم کے گرد گرد، فضا کے اشری میں پراچکر کھارہا ہے۔ اس بنا پر تخلیق عالم کا سلسلہ بھی ختم نہیں ہوا، بلکہ روز بروز نئے گڑے وجود میں آ رہے ہیں، یا پیرائے نیٹیا منسیا ہو کر ہیولائے فلک بن رہے ہیں۔ ان فرض یہ سب تعمیر و شکست ایک بے پایاں سلسلہ ہے جس کا، کوتاہ نظر انسان کے محدود علم کے رو سے اٹل نتیجہ ایک ہی ہے۔ نادر وہ یہ کہ تمام کائنات فطرت ایک ہی، اسکی علت احاطہ ایک ہے، صورت امتداد ایک ہی، نسخہ حیات ایک ہی، راز مہات ایک ہی، نظم و نسق اور مطلع بے مثال ایک ہے!

وحدت کائنات کا یہ ہوش ربا انکشاف مغرب کے علمائے عظام کو آج اس جاگزا تلاش اور قرونوں کے پیہم مشاہدے کے بعد حاصل ہو رہا ہے جسکی مثال سطح زمین کا کوئی گذشتہ قرن جتنا پیش نہیں کر سکتا۔ مگر اسی عالم آرا اور حقیقت کشا توحید کا اعلان تیرہ سو برس پہلے اس پہنائے زمین میں ہو چکا تھا عرب کے آغا پیچھے پیچھے رسول اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اس مشہور مد سے ہوا کہ دنیا اُس سیچہ فیض بقین کی مثال پھر پیدا نہ کر سکے گی۔ آج اس توحید کے رسمی نام لیبہ اگر یہ اُسی خدا کے اہل قانون کے مطابق مٹ رہے ہیں۔ مگر خدا کا نوشتہ آفتاب ہے، اور یوں کہے تثلیث سے بیزار اور قرآن سے نا آشنا طبعی فلسفی تحسین و آفرین کہتے ہوئے نہ جانے کیا کیا معنی خیز سوال کر رہا ہے! سورہ ہبیا میں ہے:

أَوَلَمْ يَلَّا لَیْنِ بْنِ كَعْبٍ وَأَنَّ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ كَانَتْ نَارًا فَقَدْ تَقَنَّنَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَیٍّ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ (۱۱۲:۱۱۱)

اسے بغیر کیا قانون خدا اور خدا کے منکروں نے، انکار کرتے وقت، اس عظیم الشان حقیقت پر نظر نہیں کی کہ آسمانوں کے لائیکارے بشمولیت زمین، پیدائش کے ابتدائی مراحل میں، باہم ملے ہوئے تھے (کائنات نارا) ان کے مواد کا باہمی تضام اور اتصال تھا ارگہا نارا رقتا، ان کا ہیولہ ایک تھا ارگہا نارا رقتا، پھر ہم ہی نے اُس ہیولائے فضائی کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس حیرت انگیز سیریلے اور تیز

اس عجیب العقول نظم و نسق کے ساتھ آسمان اور زمین کو بنایا (فَقَدْ تَقَنَّنَا)۔ اور تمام عالم کے سب بالوہست میں وحدت کائنات اور وحدت خدا کی عین اور ناقابل انکار، زندہ اور لازوال شہادت قائم کر دی! اور یہی نہیں بلکہ ہم ہی نے ہر ذی حیات شے کی حیات کا قوام پانی سے عام اور مشترک شے سے کر کے، تمام عالم کو وحدت حیات اور وحدت خلاق کا بدیہی ثبوت دے دیا! تو کیا اب بھی یہ لوگ اُس خدا عظیم کی وحدت، اسکی لامتناہیت، اسکی لاشربیک حکومت، اُس کے عالم آرا تسلط، اُس کی عظیم کاری اور نظم پسندی پر ایمان نہیں لگتے؟

کیا آج سے تیرہ سو چالیس برس پہلے، جب کہ زمین خدا کے طول و عرض میں مغرب کی موجودہ علمی تحقیق کا نام و نشان تک نہ تھا، جب جہل و ہم کی ہوشیاری ظلمت سب طرف کیسر چھائی ہوئی تھی، پہنائے بروجس کی سب سے جاہل، سب سے علم، مغلوب الہم اور بے ہوش قوم کا ایک آن پڑھ، یتیم، اور مظلوم بشر اپنے روزِ مشاہدہ سے۔ اپنے خدا واد علم، اور قلبِ ہلم کے باعث سب دوسریوں اور غور و بینوں سے بے نیاز ہو کر ملکوت زمین و آسمان کا وہ کیٹا اور فرید الہبر عالم نہ بن گیا تھا جس کا اندازہ آج لگاتے ہوئے ہوش و پاش پاش ہو جاتے ہیں! اور کیا وہ ان آیات خدا کے قلب پر نازل ہونے وقت اُس صاحب کبریا و جبروت سے، جو اس کائناتِ جہان کا باعثِ ازل ہے، جو گوگرد بلکہ اس سے بھی تیز تر بٹھیا ہوا گروں کے افق اعلیٰ کا تماشا تجھ چشم خود نہ دیکھ رہا تھا؟ سورہ نجم میں اللہ العالمین کی طرف سے اس تسبیح پچھ کو یہی سندی ہے جس کی شہادت آیہ رقی کے اس حیرت انگیز انکشاف کے بعد سب کا ایک ایک حکیم بے اختیار دیکھا،

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۖ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۖ عَلَيْهِ شَهِيدٌ
الْفُؤَىٰ ۚ دُورٌ مِّنَ الْأَعْلَىٰ ۚ ثُمَّ دَنَّىٰ ۖ فَدَنَّىٰ ۖ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۚ فَأُولَٰئِكَ
عَبْدُهُ مَا أَوْحَىٰ ۖ مَا كَذَّبَ الْفَقْ ۖ لَمَّا دَاوَىٰ ۖ فَتَنَّمَوْهُ وَفَا عَلَىٰ مَا بَرَىٰ (۱۱۲:۱۱۱)

مرتقی، ممکن، اور صحیح معنوں میں زور آور ہے۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو آج وہ عظیم انجمن انیال

(دینیہ تحت لہجہ صفحہ ۲۰) اے صبح زمیں کے بے خبر بننے والو! اور اے عظمت خدا کے ناقدر دان بندو! ہام آسمان کا وہ بلند یوں پر تو
والاستارہ جو شکست کے آخری مرحلوں سے گزر کر تم سے بدرجہا زیادہ قانون فنا و بقا سے باخبر ہو گیا ہے، اس بات کا شاید
(وَالْحَقُّ إِذَا هُوَ) کہ تمہارا نسبی محمدؐ نہ تو غلط چل رہا ہے، اور نہ کچھ بہک گیا ہے۔ وہ زمین و آسمان کے جو جہان عالمہ تمہارے
سامنے بول رہا ہے، کچھ اپنے وہم اور خواہش نفسانی سے نہیں بولتا، بلکہ وہ سب سب آسمانی انکشاف ہیں جو اس پر کیے جا رہے
ہیں، وہ خدا کی آواز ہے جو اب آسمان سے بول رہی ہے۔ اس کو یہ سب علمی اور حکمی معارف شدید القوی اور غالب الامر محمدؐ
خود سکھائے ہیں، اسی علم کے زور و اثر سے وہ آج، اب کمال پر پہنچا، افق اعلیٰ پر ٹنکن ہے (فَأَسْمَىٰ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ) ملک
الافلاک کی بلند یوں پر ہم کر بیٹھا (فَأَسْمَىٰ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ) ملک خدا کا تاشا کر رہا ہے، نہیں، بلکہ وہ اس سے بھی بلند
ہو کر ازل و ازل تک کے عرش تک پہنچ گیا ہے (لَقَدْ كُنَّا) اور اس آسمان کبریا و علم پر جہنم نیاز گیسے گیسے (فَعَنَّا) بقدر و کمال
بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ پر رہ گیا ہے! ہر جب وہ علم اور عجز، مشاہدہ اور اداوت، استعداد اور نیاز، فوق اور شوق کے اس
مقام منہج تک پہنچ چکا، تب کہیں اس ایز و بی مثال نے اپنے بندے کو وہ بات وحی کی جو تمہارے سامنے ہے (وَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ
مَا أَوْحَىٰ) بے خبرو، اور نا حقیقت شناس لوگو! زمین اور قلب سلیم (فَتَنَّا) نے جو حقیقت حال دیکھی اس میں محمدؐ کو کچھ دیکھا
نہیں ہوا، تو کیا تم لوگ قرآن حکیم کے ان برحق نتائج کے متعلق جنکی حقیقت اُسے تجھیں خود دیکھی ہے، اُس سے جھگڑا کیسے ہو؟ افسوس کہ

عَلَىٰ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ

کیا اس سے بہتر اور قائم تر معراج علم و کمال آج تک کسی بڑے سے بڑے یورپی فلسفی، بڑے سے بڑے حکیم، بڑے سے بڑے طبیعی کو چٹا
حاصل ہوا ہے؟ کیا جہل و دوہم، ظن و گمان کے عالم آرا ماحول میں اتنی وسیع نظری، ایسی ناف بینی، اس قدر بلند نگہی، ایسے حقیقت کشاؤ کی کچھ حاصل
ہو جانا، انبیاء و ائمہ کسی دہوکہ باز نے علم، نفس پرست اور جاہ طلب آدمی کا کام ہو سکتا ہے؟ کیا آیہ رقی (۲۰: ۲۰) آیہ مستور (۹۹: ۶) آیہ
نجات (۷۱: ۱) آیہ سافلیں (۵: ۹۵) وغیرہ وغیرہ کا مضمون آج سے صدیوں پیشتر اُس سید کائنات، اُس حقیقت شناس اور خدا شناس
اُس خیر الوارے اور اعلم الناس بشیر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے سوا کسی اور مدعی علم کسی دوسرے معلم حکمت، کسی ارسطاطالیس، یا افلاطون
زمان کے منہ سے نکلا؟ کیا وہ مغرب کا سب سے بڑا معلم الحکما (ارسطو المتوفی سنہ ۳۲۰ قبل مسیح) جس کی حکمت اور پیش بینی پر آج یورپ بھی اپنی
ہٹ دھرمی اور تعصب کے باعث استغناء میں ہے، اور جسکی علم فطرت کے متعلق ہونٹاں گھٹیلوں کی شبیہ غریب و ادنیٰ پیش کر کے اُس کے
جہل پر پردہ ڈالنے کی سعی کر رہا ہے، فیثاغورس (المتوفی سنہ ۳۰۰ قبل مسیح) کے دو سو برس پیشتر کے صحیح دعاوی کے باوجود، زمین کو مرکز عالم قرار
دینے، اُس کو ساکن اور شمس و قمر کو اُس کے گرد متحرک بنانے، اور پہنائے آسمان کو خالی فرض کر کے نجوم کو آسمان کے بتوری کرول میں مضرب کیا ہوا
یقین کرنے میں وہ مہلک غلطی، وہ المناک نادانی، وہ مضحکہ انگیز سوچیا نہ کلام نہیں کر رہا تھا جس کے زیر اثر دنیا، کارہنکی نظام (سنہ ۹۳۰) میں
کے شائع ہونے تک، کامل اثمارہ سو برس تک پڑی بھٹکتی رہی؟ اور کیا وہ پھر اُس فیثاغورس، اُس حکیم عرب، اُس علمی اور مدنی
معلم الناس اور معلم خدا کا لایا ہوا معجزہ کلام نہ تھا جسے کارہنکیس (المتوفی سنہ ۵۲۹) کے موجودہ مسلم نظام سے کامل نو سو برس پیشتر
نااہل کلمان کی ناقدر دانی اور نادمہ شناسی کے باوجود، زمین کو بلکہ بلا استثناء تمام اجرام سماوی کو متحرک قرار دے کر ارسطو کی شرارتانہ
حکمت کا یکسر قلع قمع کر دیا تھا۔

خَلَقَ النَّوْمِ الْأَرْضَ بِالْحَقِّ يَكُونُ الْبَلُّ عَلَى النَّهَارِ وَيَكُونُ النَّهَارُ عَلَى الْبَلِّ فَتَسْتَوِي الْأَرْضُ
لَا جِبَالٌ مِّنْهُ إِلَّا هُوَ الْعَرْشُ الْعَظِيمُ (۵: ۳۹)

الحکیم المجدد ہے جو تہذیب خالیہ میں روئے زمین پر اس کثرت سے آباد تھے تسلط

(بقیہ تحت المصنف ۲۱) لوگو! اُس رب بے مثال نے ہی آسمان کے لامتناہی ستاروں (السموات) اور زمین کے عظیم الشان کُرے کو پیدا کیا، اور اب روزِ رُفد ان اجرام سماوی کی حیرت انگیز ترتیب و وقتِ طلوع و غروب کی تہذیب و کثرت کی عظمت آراچاد کو دن کے روشن جسم پر پھیلتا ہے اور ہر رفتہ رفتہ دن کے نورانی حجاب کو رات کے سیاہ جسم پر اوڑھ دیتا ہے۔ اور بڑی حیرت انگیز بات یہ کہ سورج اور چاند جیسے عظیم جلیل کُرے کو اُس نے اپنی مرضی کے تابع، اپنے حکم کا محکوم، اور اپنے اشارے پر مجبور کر رکھا ہے (مختصر)۔ یہ سب آسانی کرے، یہ شمس و قمر، یہ سموات، اور زمین سب کے سب (کل) ایک وقت مقرر تک حرکت کر رہے ہیں (مختصر) اور منشا نے اپنی کو پھر کر رہے ہیں۔ لوگو! بگوش ہو شمس و قمر کو کہ وہ خدا نے بے ہمتا بڑا غالب القوی (الغریز) اور بڑا پردہ پوش (الغقاد) ہے۔

کیا ہر دشمن کی محبت کو کسر توڑے، اور اسلام کے عالم آرائی کو اسطاطیسی نظام سے بدرجہا بلند و جہتین ترجیحات کے لئے اُس نے اسی پیچیدگی کے قدرے مشکوک لفظ کی ناقابل انکار تشریح، آیہ رتق (۲۱: ۳۰) کے متناہی کر کے یہ دعویٰ نہ کیا تھا کہ "سموات" اور زمین، اور شمس اور قمر سب بلا استثناء اپنے اپنے قلمک اور اپنے اپنے مدار میں پڑے چل رہے ہیں، اور اللہ سے مراد (السموات) اور فلک کے قرآنی مفہوم سے قطع نظر، وہ محفوظ اور ناقابلِ دگر، وہ نا دست و رسیدہ اور ناظر یا ختم نہ تھت، جو جسکے نیچے یہ سب ہنگامہ کائنات ہو رہا ہے، اور جسکے محفوظ ہونے کا آج تمام یورپ قائل ہو چکا ہے:

أَوَلَمْ يَرَالَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ الْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رِجًا وَمَعَالٍ لِّهُمْ ۖ وَجَعَلْنَا فِيهَا جِبَالًا سَاجِدًا لِّهَاجَهُمْ يُعْذِرُونَ ۚ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَفْهًُا مَّحْفُوظًا ۖ وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ ۚ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ الْبَيْتَ وَالنَّجْمَ وَالشَّمْسَ الْقَمَرَ كُلًّا فِي مَقَالٍ يُسَبِّحُونَ ۚ (۲۱: ۳۰-۳۳)

اے پیغمبر! کیا سنکرین خدا نے اس حقیقت پر نظر نہیں کیا کہ آسمان کے لامتناہی کُرے (السموات) اور زمین پر پیدائش کے ابتدائی مراحل میں بے پروئے تھے (کا رتقاً فتقنا) پھر ہم نے ان دونوں کو آپس سے الگ الگ کر دیا، اور سب نے وہ اشیا کا قوام پانی بنا دیا۔ تو کیا یہ لوگ اس حیرت انگیز انکشاف کے بعد بھی خدا کی توحید پر ایمان نہ لائیں گے؟ اور ہم ہی نے زمین میں عظیم الشان پہاڑ اپنے اپنے موقع پر ڈال دیئے کہ زمین (اپنی حرکت میں) انکو لیکر ایک طرف نہ جھک جائے (أَنْ يَمِيلَ يَمِينًا)، اور اسکا مرکز ثقل قائم رہ سکے، اور کشادہ راہیں اُس میں بنادیں کہ لوگ راہ پاسکیں۔ اور آسمان (السماء) کو ایک مضبوط اور ناقابل شکست چھت بنا دیا، اسکے ہر حصے کو انسان یا دیگر مخلوق کے دست و تصرف سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا (سَفْهًُا مَّحْفُوظًا)؛ خدا کی اس حیرت انگیز مضبوط کاری اور حفاظت پسندی کو دیکھنے کے باوجود لوگ اس کے حفظ و امان دینے والے احکام سے گریز کرتے ہیں۔ اور لوگو! وہ خدا ہی تو ہے جس نے رات اور دن کی عظیم الشان جھٹکتوں کو نیست سے ہست کیا، اور شمس و قمر کے عظیم الشان کُرے کو پیدا کیا۔ یہ سب کرے، یہ شمس و قمر، یہ سموات اور زمین یہ لیل و نہار اپنے اپنے مدار میں پڑے چل رہے ہیں!

کیا جہاں دین کے قیام کی یہ حیرت انگیز تشریح موجودہ علمِ جڑِ عقل کے اُس اصولی ضابطے، اور علمِ جمعیات (انٹیکل کلکولس) کے اُس اساسی قاعدے کے بالمقابل حرفِ بھری نہیں اُترتی، جسکے رُوسے کسی تراز جسم کے مرکز ثقل کا محور پر واقع ہونا، انکی یکساں اور ہوا کرتے کے لئے لا بدی ہے، اور جسکے بعد اس محروک، اُس جسم کا، بلکہ جسم کے اجزا کا ہر دم لڑکھڑاتے رہنا اٹل ہے کیا اُن یَمِيلُ يَمِينًا کے بعد کُلُّ فِی فَلَاقٍ يُسَبِّحُونَ کا دعویٰ خود اس امر کی روشن دلیل نہیں ہے کہ عظیم الشان اور اسطاطیسی نظام ایک انونظام تھا، جسکی تقلید ساکنان زمین صدیوں تک غلط اصول پر کی، اور جب ہر جرمِ فلکی کا ایک علیحدہ مدار (فلک) ہی تو لامحالہ زمین بھی اپنے مدار پر چل رہی ہے اور یکساں حرکت سے

ہو جاتے اور حضرت انسان کے لئے گزبھر جبکہ میسر نہ ہوتی۔ چیونٹی سے لیس کر باقی اور خشک

(بقیہ تحت لہتن صفحہ ۲۲) چل رہی ہے! نہیں کیا خود کا پیر کی نظام کے اندر جس کے اہم حصوں کو آج یورپے پایہ ثبوت تک پہنچا کر تلاش حقیقت میں کامیاب ہونے کا سہرا ہمہ تن اپنے سر پر رکھا ہے، اور جبکہ بعض شیعوں پر نادیدہ ایمان بلا حیل و حجت فریبا تین سو برس تک قائم رہا، کیا خود اس نظام کے اندر راجح کے ساکن قسرض کر لینے کی وہ شرمناک غلطی کئی قرون تک نہایت التزام کے ساتھ جاری نہ رہی جس کو ہرشل (المتوفی ۱۸۳۵ء) نے، مدۃ العمر شاہدے کے بعد بھی پورے ڈیڑھ سو برس نہیں گزرے، ۱۸۳۵ء سے ۱۹۰۷ء میں ان سرکۃ الآثار الفاظ میں درست کیا۔

”سوج مع اپنے تمام نظام شمسی کے خود ایک دور دراز مرکز کے گرد چل رہی اور موجودہ اوقات میں اس کی سمت حرکت ایک مجمع النجوم کی طرف ہو جس کا نام ”الجانی علی رکتہ“ ہے۔“

اے! کیا پراسی عظیم الشان حقیقت اور مجید العقول صداقت کو محترمہ وسلم کے لئے ہوئے قرآن عظیم نے کامل بارہ سو برس پیشتر ”کلّ فی فلک یسبحون“ کے عالم آرا الفاظ کے علاوہ (جس سے لامحالہ سوج کا کسی مرکز کے گرد چلنا ظاہر ہے) انہی شاندار اور شرمندہ کن الفاظ میں بصراحت تمام بیان نہیں کیا جن کو دہرائے پر قرآن سے پیچیدہ اور محمد (صلعم) سے نا آشنا ہرشل قطعاً مجبور ہو گیا تھا!

وَالشَّمْسُ تَجْرِي ۖ لَمْ تُسْقِطْ وَلَهَا ذَلِكْ تَقْدِيرٌ ۚ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ (۳۸: ۳۶)

وَالْقَمَرَ قَانَ زُلَّةً مِّنَ اَزْلِ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۚ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (۴۰: ۳۶-۳۹)

اور آفتاب ہے کہ اپنے کسی ایک جائے قرار کی طرف براہِ چلا جا رہے! لوگو! اُس ظاہر القوی اور غالب العلم خدا کا باندہ! ہوا اندازہ اس عظیم الشان شعلہ نور کے حق میں یہی ہے (جس سے ادھر ادھر مٹنے کی اُس بیچارے میں کچھ طاقت نہیں۔)

اور چاند کی حرکت کی ہم ہی نے منزلیں مقرر کر دی ہیں تو وہ اس انداز سے کہ اُس کا روشن حصہ گھٹتے گھٹتے ایسا ٹھٹھا اور پتلا رہتا جاوے جیسے کجور کی پرانی سوکھی ہوئی ٹہنی۔ نہ تو سوج بیچارے میں طاقت ہو کہ اپنے سے کمزور چاند کو پک کر کپڑے، نہ رات ہی سے بن پڑتا ہے کہ دن سے پہل کر سے۔ اور یہ اجسام سب کے سب (بشمولیت زمین جس کا ذکر (۳۶: ۳۶) میں ہوا) اپنے اپنے فلک، اور آسمان میں پڑے تیر رہے ہیں!

اُس! لیکن اُس عزیز و عظیم ہستی کے بالمقابل، جس کے دست قدرت میں سوج کا زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا کرہ محض بیچارہ ہے، غریب ہرشل کی کیا باسط حق کہ علم میں سبابت کرتا!

مسئلہ ارتقا کی آخری شش کے تیسرے حصے (ج) کے متعلق بھی قرآن میں وہ فیصلہ کن شہادت موجود ہے جس سے خدا کے عظیم کے متعلق قتل کا نظریہ، (جس کا فلسفہ دال ابن باجہ استفہ مقابل تھا)، محض ساقط ہو جاتا ہے۔ ”خَلَقَ“ کا لفظ قرآن کریم میں ہر قسم کی مخلوق کی پیدائش کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ خود اسی تحت لہتن میں یہ اصطلاح (اشکان) (۴: ۹۵) صفحہ ۱۳، (۱۱: ۳۴) صفحہ ۱۵، (۵۵: ۵۵) صفحہ ۱۱، (۱۳: ۴۱) صفحہ ۱۵، (۳۲: ۴) صفحہ ۱۲، (۴: ۳۲) صفحہ ۱۲، (۴: ۳۲) صفحہ ۱۲، (۵۴: ۵۴) صفحہ ۱۵، (۵: ۳۹) صفحہ ۲۱، لَیْلٌ وَنَهَارٌ یَّجْعَلُنَّ وَفَعْمًا (۲۱: ۳۳) صفحہ ۲۲، بلکہ آیہ (۵۰: ۲) صفحہ ۱۱ میں بلا تخصیص ہر شے کی پیدائش کے بارے میں متعلیٰ ہوئی ہے۔ اس نقطہ نظر سے خدا کے ابدار و اعاذ و خلق کے متعلق وہ تمام دعاوی جو تشرآن میں جا بجا موجود ہیں، کسی ایک قسم کی مخلوق، (مثلاً انسان یا حیوانات یا نباتات) تک ہی محدود نہیں ہو سکتے، بلکہ اُن سے مراد ہر قسم کی مخلوق کا بار بار پید کرنا ہے۔ ادھں میں لامحالہ نئے سموات، نئے ستارے اور نئے کرور کی پیدائش شامل ہے۔ یہاں پر ایک نئے موقع قابل ذکر ہیں۔ سورہ یونس میں ہے:

ہے۔ اگر فلسفہ کا قصیر الجسم ہاتھی رفتہ رفتہ کشمکش حیات سے شکست کھا کر معدوم ہو چکا ہے

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۲۳) وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُثُوثٍ (۵۸: ۵۹)

اور لوگو! بالتحقیق ہم ہی نے آسمانوں اور زمین کے اس حیرت انگیز کارخانے کو، اور جو عظیم الشان کڑے اور نڈھالوں کے درمیان ہے اسکو کچھ بڑے مدید الوقت دنوں میں پیدا کیا، اور باد جو دیکہ کام اسقدر تہا کہ اسکو دیکہ عقل مشدہ اور مدت یہ دراز تھی کہ تمہارے وہم و گمان میں نہیں آ سکتی، لیکن ہماری یہ حالت ہو کہ تمہارے ہم کو چہرہ ایک نہیں، اور ہم برابر اسی طرح نئے کاموں میں مشغول ہیں۔

نوعیت خلق کے متعلق سورہ نخل میں ہے: وَيَخْلُقُ مَا لَا تَحْكُمُونَ (۸: ۱۶)، اور وہ خدا سے عظیم ان اشیاء کو بھی پیدا کر رہا ہے جن کا تم کو سرے سے علم ہی نہیں۔ جس سے کتنا یہ بظاہر اس مخلوق مملوت کی طرف معلوم ہوتا ہے جس کا علم حاصل کرنا کوتاہ ہیں انسان کے لیے ممکن نہیں۔ ہر نوع یہ تمام اشارات اس امر کی مجموعی شہادت ہیں کہ زمین آسمان کا رب کم نزل تخلیق کائنات کے بعد تدبیر امر میں ہی مصروف نہیں جس کا ذکر آئیہ یٰٰن بَرَاءَ الْكَافِرِ (۵۱: ۳۲) صفحہ ۱۴ میں چکا ہے بلکہ ہر قسم کی تخلیق کے نئے نئے امور میں مشغول ہے اور جن میں نئے آسمانی گروں کی پیدائش بھی شامل ہے۔ یہی مذہب آج یورپ کے طبعی حکما کا ہے، اور اس لایزال و لم نزل خدا کے شایان شان بھی ہے کہ ہر لحظہ کچھ نہ کچھ کرتا رہے جو لوگ اسکو آجکل کے کسی پیش پرست حکمران کی مانند سر پر حکومت پر عقل اور سند آرا سمجھتے ہیں، انکی شناسائی اس حکم الحاکمین سے بہت کم ہے، اور معرفت کی پہلی بلکہ آخری منزل یہی ہے کہ اعمال خدا کا صحیح اور برائی اپن علم ہو، انکی عظمت اور طاقت کا صحیح اندازہ ہو، اس کے معمول سے پوری واقفیت، اور عادات کی کما حقہ شناخت ہو۔ مگر یہ بحث بجائے خود ایک مستقل موضوع ہے جسکا یہاں پر چھوٹا نادرہی نہیں۔ مختصر الفاظ میں دارون کے مسئلہ ارتقا کا دعویٰ ہے کہ جبکہ شرح و بسط اور بیرونی جو قرآنی شہادتیں اس مسئلہ کی تائید میں پیش ہوئیں، انکی بحث درمحل علم القرآن کے متعلق ہے، جو اس کتاب کا اخیر ترین حصہ ہے۔ ان کا یہاں پر لکھ دینا کم از کم ایک ایسی کتاب کے لیے جسکا مستنبط علم یقین کی طرف بالذیل اور سبب پر رہنمائی کرنا، اور فرض و اعتقاد کے عنصر کو میدخل کر کے قرآن کو سب انسانوں کے علم سے بالاتر اور عالم آرا حقیقت ثابت کر دینا ہو، بہت کچھ پیش از وقت ہو۔ ہم نے اس تصنیف کے ابتدائی اوراق میں ان مباحث عالیہ کو محض اس لیے جا دی ہے کہ کلام اسی کے ان متلاشیوں پر جو اسکی ہر آیت میں ایک مستقل حقیقت کے موجود ہونے کا یقین رکھتے ہیں، مسئلہ ارتقا کی اہمیت (جو فی الحقیقت انسانی علم کا معراج ہے) ایک حد تک متعین ہو جائے، اور ساتھ ہی ان علمائے علم فطرت کے ذہنوں میں جو قرآن کو لاشعور سے سمجھ کر اس سے بیزار ہو گئے ہیں، اس عجیب غریب کتاب کی وقت مطالب اور تحقیق نظر کا اندازہ ابتداء سے ہو جائے۔ وہ آئندہ اوراق میں بحشم خود دیکھیں کہ قرآن کس قدر اس عظیم الشان مسئلہ کا مؤید ہے، اسکا دو مستمل لکھا، کہ انک اس حقیقت کبرے کے عین مطابق ہے۔ اس کا تمام لائحہ عمل کیونکر حفظ نفس کے منہائے وجد کی طرف جارہا ہے، اس انتہائی شدت سے اجتماعی سلامتی کے لیے، اور انفرادی سعی و عمل کا مؤید ہے۔ نہیں بلکہ جوں جوں انکا علم قرآن کے حقائق عالیہ کے متعلق وسیع ہوتا جائے، وہ آجکل کے رسمی اور فطری سلام کو نظر انداز کر کے اس یقین انگیز سلام کی اہمیت کی طرف متوجہ ہوں جس نے ایک عالم کے اعمال اور اخلاق میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا جس نے افزائش کے دلوں میں وہ ہیجان عمل، وہ سلیقہ نظم و نسق، وہ اتحاد اور ارتباط جاری کر دیا تھا جو ابتداء سے آفتاب سے آج تک ہر زمرہ اور مرقع قوم کا تہمتہ ہے۔ وہ اس حیرت انگیز کتاب الہی میں بطور خود وہ عظیم الشان اصول فنا و بقا دیکھیں جن کا اجرا رزاق اول سے صفحہ زمین پر ہوا، جس کی تاریخ زبان حال شاہد ہے، جن سے قومیں فلک الافلاک پر چڑھ جاتی ہیں یا تحت الشر سے گر کر دیا بیست ہو جاتی ہیں۔ اس نقطہ نظر سے یہ تحت المتن، انکی طوالت کا اندازہ مصنف نے کتاب کی تحریر کے وقت نہیں کیا تھا اور جو میں میں فراموش ہو گیا، محض ایک انتہائی تحریر ہے جس کا محمولہ بالا اوراق کے نفس موضوع سے تعلق ایسی عیاں نہیں ہو سکتا۔ اور نہ مسئلہ ارتقا کو صحیح فرض کر کے قرآن کی صحت کو ثابت کرنا ہمارا پیش نماو ہے۔

یا امریکہ کا ہندوئے امر منقطع النسل ہونے کو ہے تو مسئلہ ارتقا کے رُوسے اُن کی مدافعتانہ جدوجہد

(بقیہ تحت اہم صفحہ ۲۵) کتاب کے متن کا سلسلہ استدلال بجائے خود ایک متقل شے ہے۔ جس میں اس تحریر کو چنداں دخل نہیں اہستہ اگر کتاب کا علم، ان مباحث کے ضمن میں مسئلہ ارتقا کو اپنی آغوش میں لیکر اپنے آپ کو یورپ کے اُس علم سے بدرجہا وسیع تر ثابت کرے جس کے باعث وہ آج کمال چپڑھ گیا ہے تو منکرین کیلئے یہ بھیجئے تو قرآن کے منجانب اللہ ہونے کی روشنی اور ناقابل انکار دلیل ہے!

مسئلہ ارتقا کی بحث آیہ استخلاف کے الفاظ عَلِمُوا الصَّلٰحَاتِ سے شروع ہوئی تھی۔ عملِ صالح کی شکل اور ناقابل انکار تشبیہ کر دینا فی الحقیقت قرآن کے تمام دستِ برعلیل کو از سر نو آشکار کرنا ہے۔ اور یہ صلاحیتِ عمل ہی مسئلہ انتخابِ طبیعی کی وہ مضبوط اساس ہے جس پر اقوام کے بقا و استخلاف کا سبب اور مدار ہے۔ پس آج اس علم و شہادت کے زمانے میں قرآن کریم کا طبعی تعلق اس مسئلے سے ہے اگرچہ حکمائے مغرب کو اس کا علم نزولِ قرآن کے صدیوں بعد حاصل ہوا ہو۔ یا صالحات کے عظیم الشان لفظ کے معانی قرون تک بگڑتے بگڑتے نہایت محدود، یا قطعاً محجوب ہو گئے ہوں، اور اپنا اصلی اثر کلیۃً کھو چکے ہوں! حقیقت اور بھی واضح تر اس وقت ہوجاتی ہے جب کلامِ الہی کا طالبِ احکام کامل غور و تمق کے بعد لامحالہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ قرآن کریم درحقیقت اقوامِ عالم کے فناء و بقا کے حساب کی مکمل داستان ہے جو شارعِ کائنات نے تذکیر و عتاب کے لئے انسان کے حوالے کر دی ہے، اور جس کے لائحہ عمل کو نہایت مصلحت اس روئے زمین کی اپنی مدتِ قیام کو دراز کرنا ہے۔ سورہ ملک میں مالک نے یمن و آسمان نے اس حقیقت کو بوضاحت تمام بیان کر کے موت و حیات کے سوال کو حتمائے کر دیا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا نَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَكِنَّ الْبَشَرَ إِنَّمَا يَمْلِكُ مَوْلَاهُ الشَّيْءَ وَالْحَيٰوةَ لِيَسْبُوَكُمْ أَتُنْكِرُونَ أَحْسَنَ عَمَلًا ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (۲۰۶)

لوگو! وہ مالکِ الملک اور صاحبِ اختیار خدا ہے جس نے اجتماعی موت و حیات کے قانون کو رائج کر دیا ہے تاکہ اس بات کی آزمائش کرے کہ تم میں سے کونسی تو میںِ حسنِ عمل کرتی ہیں! جب تک صالح ہیں اُن کو بقا نصیب کرے! جب غیر صالح بن جائیں اُن کو صفحہٴ زمین سے یکسر محو کرے! اور لوگو! یاد رکھو کہ وہ شارعِ کائنات بڑا بزرگوار اور بڑا شدید العقاب (الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ) ہے، اور انبیا و اقوام کے اجتماعی عیوب پر بڑا پردہ ڈالنے والا بھی ہے (الْخَفِيُّ)۔

آج اس مسئلہ ارتقا کی تائید و تثبیت انسانی علم و فہم کے قریب قریب ہر شعبے نے اس حیرت انگیز طریقے پر کی ہے کہ مغرب کیلئے اس کا منکر ہو جانا قطعاً غیر ممکن ہو گیا ہے۔ سطحِ زمین کے موالید ثلاثہ کی کامل تدوین و تنظیم نے اس حقیقت کو ادبھی آشکار کر دیا ہے جو طبقاتِ الارض کی تمام داستانِ زمین کی موثقت ہے! عالمِ فلک کے ہم مشاہدے ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں، روئے زمین کے طبعی انقلابات ہی کہہ رہے ہیں! اجناسِ حیوانات کی داستانِ حیات ہی سبق دے رہی ہے! اطفالِ دیار کی رونماوی ہے! احوالِ جہان کی مرکزیت بھی اسی قطع کی ہے! جنہیں ادویں تخلیقِ انسان کا نتیجہ بی ثبات کر رہے! طبیعتِ ریاضیات، کیمیا، الشیخ الا بلان غیر وغیرہ اکثر یقینی علوم کی مساعیت میں ہیں۔ خود انسان کی ناسل بر حیوانیتِ فطرت زبانِ حال سے کہہ رہی ہے کہ انسان کی اپنی مخلوق کا تقاضا و کرم و کرم سے مخلوق عام تخلیق کہ بند ارتقا کرنے کرتے انسان بن گیا جہلا کی نامنصفانہ تشبیہ ہے، اس کو اس مسئلہ سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا کہ خود بند کو انسان سے بظاہر ہے۔ تاہم آپس میں شک نہیں کہ اس مسئلے کے نفس و عوسے میں بھی وقتاً فوقتاً ارتقا ہوتا رہا۔ روئے زمین پر تدریجی انقلاب کا اثر (شق اول) انسان کو غالباً اس وقت سے ہے جبکی صحیح یقین بہت مشکل ہے۔ قدیم ہندو فلسفہ تکوینِ عالم کے متعلق عجیب غریبے غاوی پیش کرتا ہے جن کی مماثلت موجودہ مسئلے سے ایک خفیف سی ہے۔ یونانی حکمانے قدامتِ مادہ کے نظریے کی ترویج کی۔ مگر کوئی خاص مسئلہ مدون نہ کیا اسلامی حکمانے پہلی، دوسری، تیسری اور آٹھویں شتوں کے متعلق مستقل عادی مرتب کیے۔ مگر باقی تمام شتوں کی تدوین اور تحقیق بلکہ ایک سو تمام مسئلے کی تصدیق، بہترین علمِ جدید کا کار نمایاں ہے۔ مسئلہ انتخابِ طبیعی (یعنی چھٹی اور ساتویں شت) کا دعویٰ اول مسئلہ ۱۸۳۳ء اور بعد ازاں ۱۸۳۴ء میں یورپ کے دو غیر معروف طبعی فلسفہ دانوں نے کیا، مگر ڈارون اور ولے نے ۱۸۵۹ء میں اس کو از سر نو

اور صلاحیت کا خاتمہ ہو گیا ہے!

(تمہ تحت المتن صفحہ ۲۶) دریافت کر کے پایہ تحقیق تک پہنچا دیا۔ اس وقت سے آج تک اس مسئلے کی رمز ہمنوں شہادت برابر مل رہی ہے حتیٰ کہ آج اسکو علم جدید کی بدہیتات میں شامل کر لینا مغربی حکماء کے نزدیک کچھ قابل اعتراض نہیں۔ اصل کتاب میں ایسکے متعلق نظریہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۱) مگر نظریہ کا لقب فی الحقیقت اس کے شایان شان نہیں، اگرچہ قرآن حکیم کی مستقل اہدانا قابل بدل حقیقت کے بالمقابل اس ناسکھ اور غیر مستقل مسئلے کو یہی لقب دیا دیا وہ موزوں ہے!

مسئلہ ارتقا کی محولہ بالا چوتھی شق، یعنی مسئلہ انتخاب طبیعی (صفحہ ۱۱) کی صداقت پر جو ناگہاں حملہ حال ہی (یعنی ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء) میں جامعہ کیمبرج رائجستان کے دو نامور فلاسفہ و کٹر سائنس دان ڈاکٹر ٹیول نے کیا ہے اس قابل نہیں کہ اسکی باضابطہ تردید یا تشریح اس کتاب میں کیا سکے۔ ابھی تک کسی قابل ذکر علمی حلقے نے ان حکماء کے دعوے کی اہمیت کو تسلیم نہیں کیا، اور چند اشتباہی اور مشترک النشاج دلائل کی بنا پر انتخاب طبیعی کے اصل اصول کو مشکوک قرار دینا بہت کچھ پیش از وقت بلکہ جتنا ناروا ہے۔ ان حضرات کا دعوے ہے کہ انواع و اقسام حاضرہ کا روئے زمین پر مختلف بقائے صلیح کے قاعدے کے ماتحت رہ کر نہیں ہوا، بلکہ ہر نوع بقدر اپنی قدامت ظہور اور مدت قیام کے روئے زمین پر توسیع و تکمیل حاصل کرتی رہی حتیٰ کہ کسی ایک باقی یا فنا شدہ نوع کے رقبہ توسیع کا حال ضرب تقسیم کے حسابی قاعدوں کے ذریعے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی نقطہ نظر سے ان کے نزدیک ہر جنس کے تعدد انواع کی توسیع بھی روئے زمین پر ہوتی رہی۔ بہت ممکن ہے کہ صلاحیت اور قدامت کے اعداد و شمار کے درمیان کوئی اتفاقی تعلق ظاہر ہو جس کی وجہ سے حساب لگانے میں یک گونہ سہولت پیدا ہو گئی ہو، مگر ظاہر ہے کہ فطرت کا یہ کارگاہ عظیم انسان کے تسلیم کیے ہوئے وضعی قاعدوں کی پابندی سے صلابت نیاز ہے۔ جب کون د مکان کے ہر شعبہ بقا و حیات کی بنیاد سعی و عمل پر ہے تو سعی و عمل کا قیام ہی عین صلاحیت ہی۔ اور علیٰ ہذا القیاس صلاحیت کا وجود ہی عین قیام و بقا ہے! پس اس مقام نظر سے مدت قیام کی درازی اور صلاحیت و دو متعارف اشیاء میں جن کی اصل ایک ہی ہے۔ یہی قرآن عظیم کا دعوے ہی۔ اور یہی مسئلہ ارتقا کا اصل اصول۔ اگر قدامت ظہور اور تکثیر و تکون فی الارض میں کوئی ظاہری تعلق پیدا ہو گیا ہے تو وہ بھی اسی طبعی نزاد کی وجہ سے ہی نہ اس وجہ سے کہ قانون بقا و فنا کے متعلق کوئی نیا انکشاف ہوا ہے جس کا اعتراف پہلے لوگوں سے نہیں ہو سکا۔

۞ اژدہوں اور اخیال کے متعلق اس اجمال کی تفصیل کے لیے علم طبقات الارض کی مفصلہ ذیل معلومات کا یہاں پر کچھ دونا ضروری ہے:-

بخش الارض، یعنی گروہ زمین کے سطحی غلاف کی تھخ اور تلاش کرنے سے فطرت کے طالب العلم پر یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ سطح زمین کا وہ حصہ جو انسان کے دست قدرت میں ہے، اور جہان تک اسکی کدال کی زد پونچھ سکتی ہے، دو قسم کے اجزاء پر مشتمل ہے۔ ایک حصہ جو نسبتاً مختصر ہے ان چٹانوں کا ہے جو وقتاً فوقتاً زمین کے بطن سے تیاں حالت میں آتش فشاں پہاڑوں کے وادوں سے نکل کر سطح زمین پر جمتی گئیں، اور بعد ازاں اس ٹہل مذاکے عظیم الشان تو دے بن گئے۔ یہ سب چٹانیں نہایت سخت ہیں، انکے زمین پر پہیلاؤ کی کوئی ترتیب نہیں، ان کے اندر کسی قسم حیوان کے بقیہ آثار کا نشان تک نہیں۔ جہاں جہاں غلاف زمین کا کوئی کمزور حصہ ہے وہاں یہ چٹانیں اسکو بھار کر نمودار ہو گئی ہیں۔ قدامت کے لحاظ سے ان کی ترکیب میں کچھ کچھ کیمیادی تغیر و تبدل ہوا ہے مگر ہر فن کے لیے ان اجزاء منقلبہ کی شناخت کچھ مشکل نہیں اور اگر کوئی شے مشتبہ نظر آئے تو خوردبین اسکا یکدم فیصلہ کر دیتی ہے۔

دوسری قسم چٹانوں کی وہ ہے جو طبقہ یعنی تہ در تہ ہے۔ ایک تہ نہایت سلیطے سے دوسری تہ کے اوپر جمی ہے۔ انکی سطحیں بھی قریب قریب ہموار ہیں۔ ہر ایک تہ کا رنگ اس کے ادائی اجزاء، انکی ظاہری ساخت، انکی خوردبینی بافت اور کیمیادی ترکیب دوسری تہ سے جدا ہے، کوئی نرم ہے

قرآن حکیم نے اس آیت کریمہ میں آفرینش کی بقا و فنا، اور اقوام کے عروج و زوال کا وہ مہتمم بالشان کلیہ بیان کر دیا ہے جس کی صرف پہلی شقی کی صہلیت کو یورپ کے طبعی فلسفی طبقات الارض کی مسلسل تفتیش و نقص کے بعد ابھی ابھی پونچھے ہیں۔ غیر ناطق حیوانات میں چونکہ ایمان کی انسانی طریق پر گنجائش نہیں اور عمل مقتضائے طبیعت ہے، اس لیے فطرت کے حال و احوال کا ان کی ضروریات زندگی سے تطابق

(تہی تحت المعنی صفحہ ۲۷) کوئی سخت کسی کے اجزا نہایت باریک ذرات سے بنے ہیں، کسی میں چھوٹے چھوٹے ساحل آگے گھسے ہوئے گول پتھر بزرگ چٹان بن گئے ہیں، کسی کے سالمات استفد نہیں ہیں کہ مشکل تمام ان کے اتصال کو شناخت کیا جاسکتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ سورہ فاطر میں انہی حیرت انگیز و طویل الشان چٹانوں کی طرف اشارہ ہے جن کی حقیقت کشا سرگذشت کم بین اور کوتاہ نظر انسان نے ہزاروں برس تک سنسنے سے انکا کیا، اور ابھی ڈیڑھ سو برس نہیں گزرے، اگر مغرب کے چند طبعی حکما اپنی جان جو کھوں میں انکار ان سے ہمکلام ہوئے، اور ان کی جگہ بتی دہستان کو سن کر ایک عالم کو محو کر دیا! نہیں، بلکہ قرآن حکیم کے ایک ہم حصے پر عمل کر کے دنیا کو معرفت خدا کے فلک الافلاک پر پونچھ گئے!

وَمِنْ آيَاتِهِ جَاءَ دَرِيْعٌ مِّنْ حُمْرٍ مُّخْتَلِفٍ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٍ (۳۵: ۲۷)

اے ساکنان زمین! کیا تم نے اس حیرت انگیز حقیقت پر غور نہیں کیا! انکو تیرے کاترجمہ جو سی آیت کریمہ کے شروع میں ہے (کہ پہاڑوں کے اندر عظیم الشان طبقے ہیں جن میں سے کوئی سفید ہے کوئی سرخ، ان کے رنگ جدا جدا ہیں اور بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں جو ٹینگ کالے ہیں) ان کو دیکھو کہ وہ کیا دہستان سنار ہے ہیں، سفید کیا انکشاف کر رہے ہیں، سرخ کیا کہہ رہے ہیں، خدا کی عظمت اور معرفت کا کیا گراں بہا سبق دے رہے ہیں، کالے کیا یہ بہا نعمتیں بخش رہے ہیں!

ان طبقوں کی متوازی حدیں، انکی ہموار سطحیں، انکی ظاہری ساخت اور غور و بینی یافت، ان کے مختلف اور متقابل رنگ، الامالہ اس نتیجے پر پونچھا دیتے ہیں کہ یہ سب اجزاء پانی کی زمین اور سمندروں کی وساطت سے بنے سطح زمین کے مختلف نالوں اور دریاؤں کے کد اور ذرات آئینہ پانی جھیلوں اور سمندروں کے پانی میں انکرا کن ہو گئے۔ وہاں پر تہہ تہہ انکی لچھٹیں (رسوبات) تہوں پر بٹھتی گئیں اور عرصہ وقت کے باعث ہزار گز پانی نہیں بن گئیں۔ ایک تہ کے اوپر سطح زمین کے تبدیل احوال کے باعث، دوسرے رنگ، ساخت اور قماش کی تبدیلی۔ تبدیلی موسم طوفان باجواں اور حرکت انہار کے تخریبی اثرات (تقریباً ۱۱) ششم طبعی میاد، باران و بخار بستہ کے کیما دی اور ادائی اعمال (تقریباً ۱۱) اور تصادم موج و مد و جزر بھر کی زمینی شکست و ریخت (تقریباً ۱۱) نے ان طبقات کی تدریجی تعمیر میں مستقل حصہ دیا۔ پھر ان کے اوپر کاپانی زلزل زمین یا اور قحطی افلاکات کے باعث رفتہ رفتہ خشک ہو گیا، اور یہ طبعی سطح زمین پر نمودار ہو گئے۔ بعد ازاں اوپر کے طبقوں کے گرد زلزل من بوجھ اور زمین کی اندرونی حرارت نے قزوں کے بعد ان رسوبات کو پتھر کی مانند سخت کر دیا، اور وہ مختلف چٹانیں بن گئیں۔ آج بھی ہرمنہر، جھیل، بلکہ سموی تالاب کی تہوں میں یہ رسوبات طبقات روز بروز زمین رہے ہیں اور ہر صاحب نظر کو ارضی تعمیر و شکست کا سبق دے رہے ہیں!

لیکن جو حیرت انگیز مستحیاز ان آبی اور تر سبھی اجزاء میں نمایاں ہے وہ ان کا حیوانی پڑیوں اور ڈھانچوں، ان کے قدیموں کے نشانوں، اور نباتی پتوں اور تنوں کے بقیہ آثار (ذرات) سے معمور ہونا ہے۔ سطح زمین سے کئی کئی ہزار گز، بلکہ بعض اوقات چار چار میل نیچے تک یہ دہیاں کہیں کیا طور پر تبدیل شدہ حالت میں ملتی ہیں۔ بلند ترین طبقتوں میں مرے ہوئے حیوانوں کے سالم ڈھانچے ترکیبی جسم کے سموی رت و بدل کے بعد پائے جاتے ہیں۔ ان کی شکلیں بالکل محفوظ ہیں لیکن اجزاء بھر یا متحذون گئے ہیں۔ بعض کے اجزاء چھلنے سے بدل گئے ہیں، بعض لوہا یا تانبا وغیرہ بن چکے ہیں۔ قرآن حکیم میں غظام کی ہی بدل سمیت کی طرف علیماذ اشارہ کر کے خدا فرشتوں انسان کو عبت کا عجب حیرت انگیز مہمبتی دیا گیا ہے:

یا مخالف پذیر ہونا ہی ان کی صلاحیت یا عدم صلاحیت ہے، اور وہی جنس قوی تر یا صلح تر ٹھہرے گی جسکے وسائل و دفاع کا توازن اور فطرت نے اُسکو سپرد کیے ہیں، اقتدرت کی خارجی اور اہل طاقتوں کے ساتھ قائم رہے گا۔ مگر مجامع انسانیہ کی حالت جن کے ہر فرد کی اونٹے سے اونٹے ضرورت بھی تدبیر و عمل کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی، قطعی مختلف ہے۔ ان کے تحفظ و ارتقا کا مسئلہ بیحد مشکل اور بد رہا پیچیدہ ہے۔

(بقیہ تحت ص ۲۸) وَقَالُوا إِذَا كُنَّا عِظَامًا مَّادَرُكَاتًا إِنَّا لَنَالُ الْبَعْثَ نُونُ خَلْقًا جَدِيدًا قُلْ لَوْ تَوَاصَرَّاهُ أَوْ حَدَّيْنَاهُ أَوْ خَلَقْنَا مِنكُمْ بَشَرًا لَّكُنَّا لَنُفِئَنَّ صُحُفًا مَّوَدَّعَةً فَتَقُولُونَ مِمَّنْ يَنْجِيهِ نَادِ قُلِ الْإِنَّمَا فُطِرْتُكُمْ أَزْوَاجًا مِّنْ شَيْءٍ مِّنْ طِينٍ وَإِنَّكُمْ لِرُءُوسِهِمْ وَنِقُولُونَ مَعْنَى هُوَ قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونُ قَرْنًا نَّيَّاهُ (۱۰۶: ۲۹-۵۱)

اور لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم ترے پیچھے گل سر ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ایسی حالت میں ہم کو از سر نو پیدا کر کے اٹھائیں گے؟ کیا پاسے گا۔ اے محمد! ان سے کہہ دو کہ تم عقلاً! تم ترے پیچھے پتھر اجاؤ، یا لوہا بن جاؤ، یا کوئی اور شے جو تمہارے خیال میں اس سے بھی عجیب تر ہو، پر کہیں گے کہ اچھا ہلا اب کون ہم کو زندہ کر سکے گا۔ انہیں کہہ دو کہ وہی خالق عظیم جس نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا۔ پھر یہ لوگ تمہارے سامنے انکار کے طور پر سر ہٹانے لگیں گے اور کہیں گے کہ اچھا یہ کب ہو گا۔ انہیں کہہ دو کہ جب نہیں کہ یہ سب کچھ میری

آن لگا ہوا!

ایک مدت تک ان آثار باقیہ کے متعلق لوگ یوں ہی سر ہٹا دیتے، انکے وجود کے بارے میں اکثر اغماضی اور تجاہلی شان رہی، لوگ انکو دیکھتے مگر ان کے متعلق بحث کرنے سے محترز رہتے، کسی نے ان کو فطرت کا کھیل کہا، کسی نے خدائی شان کا ایک نمونہ، بتکر عرض کو چپکے دیا، کسی نے پادریوں نے جو یورپ کی علمی تحقیقات سے خوفزدہ ہو کر اپنی انجیل کی حفاظت میں جو کس باختہ تھے، اور پاپائے رومنہ الکبریت نے جو محافظ دین ہونے کی حیثیت میں علمائے فطرت کو دار و صلیب پر چڑھانے میں مصروف تھا، ان کو نوح علیہ السلام کے طوفان کا بقیہ قرار دیکر اپنی جان چھڑانی چاہی، مگر حقیقت کے بالمقابل باطل کب تک ٹھہر سکتا تھا۔ جب کئی کئی گز لمبے ڈھانچے اور پورے سر اور پیروں اور دھڑ پر آدھ ہوئے گئے، اور میسلوں کی گہرائی تک تمام سطح زمین آباد نظر آتی تو پادری دم و باکر ہانگے، سب جی یورپ دم بخود ہو گیا، علمائے فطرت کی چڑخو بنی۔ انہوں نے کامل غور و غوض کے بعد اعلان کر دیا کہ دنیا عہد متیق کے شمار کے مطابق محض چہ ہزار سال سے ہی آباد نہیں بلکہ تخلیق کا سلسلہ لکھو کہا برس سے جاری ہے! یہ ہڈیاں لامحالہ ان حیوانوں کی ہیں جو روئے زمین پر انسان سے پہلے بس رہے تھے۔ ان کے ڈھانچے پانی کے سیلاب، ہوا کے جھکڑ اور مختلف ہباب کے ذریعے سے سمندروں میں پلے گئے، آبی حیوانوں کے ڈھانچے وہیں تہ میں گرتے رہے، بالآخر جب رفتہ رفتہ رسوبات اور ذرات کی تہا پر جمی، دب گئے۔ فطرت نے ان کو نہایت حفاظت سے یادگار کے طور پر محفوظ رکھا، ان کی شکلیں برقرار رکھیں، ان کے کیمیائی اجزاء تقطیر و بعض الملاح کے باعث بدل گئے مگر شکل نہ بدل سکی۔ انسان کی نوعی تخلیق ان پرانے مدتوں بعد ہوئی اور تدریج تمام ہوئی۔ اس بنا پر سطح زمین کے لاتعداد رنگارنگ طبقے فطرت کی عظیم الشان کتاب کے رنگارنگ ورق ہیں۔ یہ رکازات باقیہ ان اوراق پر خدا کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے حروف ہیں، انسان کو یہ عالم آرا کتاب اسلئے دی گئی ہے کہ اُسکو پڑھ کر اور اس خلاق عظیم کی عظمت کا اندازہ کرے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ (۱۵: ۱۶)

لوگو! وہ دہ منہم حقیقی ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے میدان کر دیا ہے کہ تم اس کے اطراف و کناف میں دل کو نکر بہرہ و خاک کے

اور جوں جوں اقوام عالم ترقی کی تہک دو میں ایک دوسرے پر سبقت لیجا رہی ہیں انفرادی معیشت اور اجتماعی حفاظت کا سوال اور بھی لاینحل ہوتا جا رہا ہے۔ آج معاشرت کی اس حیران کن مسابقت میں تمدن کی لاہتیا ضروریات اور تہذیب کے ان گنت لازماًت جزو زندگی بن گئے ہیں۔ علم کی حیرت انگیز جدت آفرینی اور عمل کی تحیر العقول جولانی نے میدان حیات ناقابل گذر کر دیا ہے، ذرائع کی ناقابل یقین توسیع کے باوجود

(یقیناً تحت اربعین صفحہ ۲۹) عجیب غریب اعمال کا ہجوم خود مشاہدہ کرنا اس کا رزق کھانا، ترقی اور آسودگی کے بام بلند چہرہ لیکن اس بات کو یاد رکھو کہ تم نے ایک نہ ایک دن اُنکے حضور میں کھڑے ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے۔

کتاب فطرت کی اہمیت انگریز ہیت کو پیش نظر رکھ کر مغرب کے طبعی حکمانے احوال زمین کے اُس حصہ یعنی کو جن کی تخلیق سمندر کی وساطت سے ہوئی پانچ بڑے بڑے طویل القامت زمانوں یعنی "القدیمۃ الاولیٰ"۔ "القدیمۃ الاخریٰ"۔ "الحیات الوسطیٰ"۔ "الحجۃ القدیمۃ" اور "الحجۃ الاولیٰ" کے طور پر تقسیم کیا ہے۔ پہلی قسم یعنی "القدیمۃ الاولیٰ" کے طبقوں میں جنکی گہرائی زمین کے بعض حصوں میں میسلوں تک پہنچتی ہے اور جو اور سب طبق کی تہ میں ہیں کسی ذی حیات مخلوق کا باقی نشان آج تک نہیں ملا اگرچہ ان کی تھوں کے اندر بعض مشکوک سی لکیریں اور سولہ پائے جاتے ہیں جسے شبہ پڑتا ہے کہ وہ کسی بے استخوان حشرات الارض کے نشانات قدیم ہوں۔ باقی چار حصے حیرت انگیز ترتیب اور تسلسل کے ساتھ عجیب غریب حیوانات کے بقیعہ آثار (رکازات) سے پُر ہیں، سطح زمین کا کوئی حصہ اُن سے خالی نہیں۔ "القدیمۃ الاخریٰ" کے طبق میں جن کی تقسیم چھ بڑے بڑے حصوں میں کی گئی ہے، زندگی کے آثار غیر مشکوک طور پر نمایاں ہیں استخوان کے عام فقدان کے باعث سخت لائق غور غیر ففقری (یعنی ریڑھ کی ہڈی کے بغیر) ہے۔ پہلے حصے میں (غور ہنی حیوانات سے قطع نظر جسکے نشانات کا باقی رہنا ناممکن ہے) سرطان نما قشری حیوانوں (القشریات) کی ایک تعداد کثیر پائی جاتی ہے جو آج سطح زمین سے قطعاً ناپید ہو چکے ہیں۔ اسی حصے میں اسفنج، مضطبی اور دو برگ حارون (گھونگھے) کی ابتدائی نوعیں رونما ہوئی ہیں۔ دوسرا حصہ "السطانی" انواع سے نسبتاً کم آباد ہے۔ مگر مرجان (موتنگے) کی فی الحال ناپید انواع، اسفنج، شویبہ القشری (بیچر) حارون، اور ناموجود سنخانی حشرات سے پُر ہے۔ تیسرے حصے میں قشریات، کشمکش حیات کے باعث نہایت قلیل التعداد اور ضعیف ہو چکے ہیں، مگر نیم نما آبی حیتان کی ابتدا ہو رہی ہے۔ دیہاتی حارون زرد رنگ میں، ریڑھ کی ہڈی (ذی فقری) جانوروں کی نشاندہی کہیں کہیں نمودار ہے مگر نہایت ابتدائی اعضائی ترکیب کی گچھلیوں کے سوا اور کوئی حیوان اس جنس کا کہیں نظر نہیں آتا۔ بہتہ سطرانی قشریات اعضائی ارتقا کے ہزار پائے بن گئے ہیں۔ آبی عقرب، جن کی کوئی قسم آج نہیں ملتی کہیں کہیں جلوہ گر ہے۔ غل (چونٹی) کی ابتدائی انواع، پردار اور بے پردہ دونوں پائی جاتی ہیں۔ چوتھا گروہ طبق مچھلیوں کی بے شمار ناپید انواع سے پُر ہے۔ اضی حیوانات کی اکثر انواع وہی ہیں جو تیسرے حصے میں تھیں۔ مگر اقسام نسبتاً بہت زیادہ ہو گئی ہیں، مرجان کی کثرت ہو۔ "القدیمۃ الاخریٰ" کے طبقات کا پانچواں حصہ یعنی زمین کی انقلابی نشوونما کا وہ یادگار زمانہ ہے جس میں انسان کی آئینہ بہودی کے عجیب غریب سامان پیدا ہوئے اس زمانے میں سطح زمین پر نباتات کا وہ عظیم الشان دور دورہ جو اجکی مثال آج تک پہر پیدا نہ ہو سکی۔ بڑے بڑے سرخشاہک درخت جن کے تنے موجودہ درختوں سے کئی گنی گنا بڑے تھے سطح زمین کے سب بالا و پست میں پھیل گئے۔ ہزار اقسام کی نئی نباتات کا ظہور ہوا، بالآخر اسی سرسبز نباتات کے ہزاروں میل تک پہلے ہوئے خزانے پایاب جھیلوں اور وادیوں میں جمع ہو کر صدیوں کے بعد معدنی کوئلہ بن گئے جس پر آج یورپ کی بے مثال ترقی اور ممکن فی الارض کا اکثر حصہ ہے! قرآن حکیم میں اسی اہم نعمت خدا کا تذکرہ، اور اسی بے مثال مستاعی کا بیان سورہ یونس کے اندر ہے (سورہ فاطر میں بھی کئی جگہ کالی (عزیز) سورہ) چنانچہ اشارہ بھی اسی معدنی کوئلے کی طرف ہے جیسا کہ آیت (۱۳۵) (۲۸) میں ہو چکا ہے)؛

ذاتی آسائش مفقود، اور بین الاقوامی امن ممنوع الحصول ہو گیا ہے۔ عمران و حفظان صحت کے التزامات آبادی کی المناک کثرت پیدا کر رہی ہے؛ ہلاکت کے شہر شکن سامان اور بربادی کے کوہ پاش وسائل کا مہینا کرنا ہمت مند قوم کا منہ تائے عمل ہو گیا ہے۔ وہ روٹی کا ٹکڑا جو انسان کو نشاہ اول میں قلیل سی قلیل سمی اور اونے سی اونے تدبیر کے باعث بل رہتا تھا آج انتہائی جدوجہد کے بغیر میسر نہیں ہوتا۔ علاوہ ان

(تفسیر تحت لہن صفحہ ۳۰) قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۚ الَّذِي يَجْعَلُ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُقَوِّونَ (۳۶: ۴۹-۸۰)

اسے محمد! این مسکریں بعث کو جواب دو کہ تمہاری بوسیدہ ہڈیوں کو از سر نو زندہ وہی خالق عظیم کرے گا جس نے اول بار انگوٹھ سے ہمت کیا تھا، اور وہ اپنی پسند کی ہوئی ہر چیز کے سبب کیفے حال، اور اس کی تمام ممکنات سے بخوبی واقف ہو۔ وہ وہ کارخانہ جلیل اور وہ بنائے میم ہے جس نے تمہارے استعمال کے لیے سرسبز درختوں کے بوسیدہ تنوں سے آگ کے عظیم الشان خزانے پیدا کیے اور آج تم انہی خزانوں کو اپنے مصرف میں لا کر ترقی کے باج بلند چڑھ رہے ہو!

آج ان گراں بہا خزانوں کے تہ در تہہ جلتے ہزار ہا گز گرس و وسطیورپ اور امریکہ، وسط ایشیا اور مشرقی ہند، روم، عرب اور مصر کی سرزمینوں میں دبے ہوئے انسانی سعی و عمل کا انتظار کر رہے ہیں۔ معدنیات زمین کے اسی حصہ کبرے میں پرواڑ چھلیاں کثرت سے دبی ہیں۔ گویا چھلیوں کی نسبتاً ادنیٰ مگر اتنا خزانہ از مخلوق کے ارتقا سے پرندوں کی مقابلہ علی مخلوق کے بتدریجی اسباب پیدا ہو رہے ہیں۔ انکی اقسام ترقی کرتے کرتے موجودہ چھلیوں کے لگ بھگ بن چکی ہیں۔ اسفنج اور لوبی طنزوں، کیڑے اور کڑے زیادہ طاقتور اور بہتر اعضا کی ترکیب بنتے جاتے ہیں۔ لیکن جس خاص جنس کا ظہور اس عہد ارتقا میں اول مرتبہ ہوا وہ پیٹ کے بل چلنے والے دابہ ہیں۔ ان میں سے ایک نوع کسی مقدار وار چھپکلی کی ہے جس کی ایک باقی قسم ابھی تک نیوزیلینڈ کے بعض متعلقہ جزائر میں رسسک سسک کر اپنی جیات کے آخری دن گزار رہی ہے!

لیکن طبقات زمین کے اس ”دک آہنل“ سے قطع نظر الحیات الوسطی کے طبق فی الحقیقت وہ حیران کن طبقے ہیں جن کے اندر اس خلاق عظیم کی کبریائی سب سے زیادہ واضح طور پر آشکارا ہوئی ہے۔ دریائی اور ساحلی کبکڑے قدیم قشری سلطانوں اور عقربوں سے ارتقا کرتے کرتے موجودہ لیکڑوں کے متشابہ بن گئے ہیں، چھلیاں بدرجہا بہتر اوصاف تر ہو رہی ہیں، ان کے پھیپھڑے اور سر استخوانی ڈھانچے اور متن دس آجکل کی چھلیوں کے اعضا سے مشابہ ہو چکی ہیں۔ پیٹ کے بل چلنے والی چھپکلیاں (حزرن) نہایت تیز رفتاری سے ترقی کر رہی ہیں ان کی منقابر رفتہ رفتہ موجودہ حرازین کے دندان دار مومنوں سے بدل گئی ہیں، ایک گروہ اسی جنس کا دریائی مسکن جستیا کر چکا ہے۔ جہاں پہ آجکل کے دریائی دودھ پلانے والے حیوانوں ذات الشدی یا مرضعات کا پیش خیمہ بن رہا ہے۔ الحیات الوسطی کے اسی پہلے حصہ طبق میں حرازین کے فرعی ارتقا کے باعث رضاعی حیوانوں کے مشکوک یا متشابہ آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ کثرت یہ اعضائی خاصیات اور آلی امتیازات جو اس جنس کے لیے مختص ہیں، بعض اعلیٰ اقسام کے حرازین میں نمودار ہو رہی ہیں۔ دوسرے حصہ طبق میں حرازنی جنس کے حیوانات کی یہ حیرت انگیز کثرت اور پرورش ہوئی ہے کہ ان کے بقیہ آثار کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ بڑے بڑے عظیم الشان پیٹ کے بل چلنے والے جانور جن کے ڈھانچے کئی کئی گز لمبے ہیں اور جنکی رانوں کی قد و دم کے برابر ہڈیاں اور گول لمبی ڈیس ان کو اردو ہوں کے مثال کر دیتی ہیں، اس زمانے میں سطح زمین پر معمور و کھانی دیتے ہیں۔ ان ڈھانچوں میں شمش قدم، چنگال قدم، اور پنجہ قدم، تینوں قسم کے حرازین

مشکلات کے مادیات کے غلبے نے اقوام متحدہ میں روحانیت سے عام انحراف پیدا کر دیا ہے۔ جسمی طاقت اور مادی اقتدار پر ناز کبریائی کا اذعا اور یہی حسی سلاق سے تخلیق طبیعت ثانیہ ہو گئی ہے۔ مکر و دروغ مجامع عالم کا شعار، بلکہ طغرائے استیلا زین گیا ہے۔ بین الملی خلق اور اتحاد عالم کا نصب العین خواب و خیال ہو چکا ہے۔ طاقتور اقوام کی سبقت اور زندگی کی یہ شان ہو کہ ایک دوسرے کی تباہی کے ہولناک سامان روز بروز بڑھ رہے ہیں۔

(بقیہ تحت البقہ صفحہ ۳۱) شامل ہیں گو یا پرندوں اور رضاعی حیوانوں کی طرف ارتقا کا میلان ابھی سے ظاہر ہے۔ حزن و اشد ہول کے اعضا کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہیں ہیں گزلیں جھپکلیاں اپنی پھلی دوتا گلوں کے بل سطح زمین پر کودتی پھرتی تھیں، یا عظیم الشان مساحوں (مگرچہ کی طرح) پایاں سالوں اور دیاؤں کے دنانوں پر شکار کی گھات میں پڑی رہتی تھیں۔ امریکہ کے بعض حزن و اپنی جسامت کے لحاظ سے اس قدر عظیم الشان تھے کہ آج سطح زمین کا بڑے سے بڑا جانور ان کے بالمقابل دیدار کی جھپکلی سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا! ایک منقاد اور حزن و بچے پانوں کی ساخت پرندوں کے بچوں سے بہت مماثل تھی اس قدر قدر اور تھاکہ الف لیلہ کا سمرغ بھی اسکے آگے محض ایک کج فک نظر آتا ہو۔ یہی تمام جذبہ کر پر ریڑھ کی ہڈیوں کے عین اوپر دو دو گز اونچی گھریلو مرغ کی مانند کھنٹی تھی، اور مخروطی دم کے اوپر ڈیرٹھ ڈیرٹھ گز لمبے اور ابھی کی ٹانگ کے برابر موٹے کئی کانٹے تھے، اونچائی میں چار انسانوں کے قدم کے برابر اور دم سے لیکر چوٹی تک ہلا بھلا نہ دس گز لمبا تھا!

بِرَزَقْنَاهُ فِي الْخَلْقِ مَا يَكْفِيكَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۱۰۳۵)

و درت غظیم اپنی مخلوق میں جو مناسب جتنا ہے زیادہ کر دیتا ہے۔ لوگو! گوش ہوش سن رکھو کہ وہ خدائے بے مثال ہر بات کو دینے پر قادر ہے!

انحیات الوطی کے اسی زمانے میں فرعی ارتقا کے باعث اڑنے والے اشد ہول کی ایک تعداد کثیر نظر آتی ہے۔ ان کے مسلح (مگرچہ کی مانند) لیے لیے دندان دار منہ اور خفاش (چمکا ڈر) کی مثل پھلی والے پلاس بات کی شہادت ہیں کہ یہ ہولناک پرندے درندوں سے بدرجہا خوفناک تھے۔ معمولی اندوہوں کے پڑوں کا پھیلاؤ بھی آٹھ آٹھ گز تک پہنچتا تھا۔ دم سے لیکر چوٹی تک ہر ایک کی لمبائی کئی گز تک تھی، اور الف لیلہ کے مرغ کی مانند یہ دہشت انگیز درندے جہاں اڑتے تھے اپنے پڑوں کے پھیلاؤ سے زمین پر اندھیر کر دیتے تھے!

لیکن فرعی ارتقا کی ان حیرت انگیز عجائب نمایوں سے قطع نظر جو سلی ارتقا اس زمانے میں نمودار ہوا وہ پڑ والے پرندوں کا طور پر ان طبقات میں مرغ ہوئی صرف ایک قسم محفوظ رہ گئی ہے جو آجکل کے پرندوں سے کچھ مائل ہے۔ رضاعی (ذات الشری) حیوانات کے آثار خال خال نظر آتے ہیں لیکن حزن و رضاعی اجناس کے سلسلہ تکوین کی درمیانی گزیاں صاف طور پر ظاہر ہیں۔ ”اندھے دینے والے رضاعی حیوان“ جو مرغ اور چڑیا کے بین زمین نظر آتے ہیں کثرت سے ہیں۔ تھیلی والے رضاعی حیوانات کی جو حزن و اور موسیسیوں کی درمیانی کنسی ہیں رونق لگی ہے۔ مقدم الذکر نوع کی دو قسمیں آج بھی آسٹریلیا کے بعض حصوں میں پڑانے وقتوں کی یادگار کے طور پر قائم ہیں۔

ارضی، ہوائی اور دریائی مساحوں اور اشد ہول کا قیام ”انحیات الوطی“ کے تیسرے اور آخری حصے میں بھی بدستور رہا لیکن انکی جسامت اس زمانے میں اور بھی حیران کن ہو گئی۔ ایک رضی حزن و جسے جسم کی شکل موجزہ اود بلاؤ سے بہت کچھ ملتی جلتی تھی۔ اپنی پھلی ٹانگوں پر کھڑا ہانچ گز کے قریب بن نظر آتا ہے۔ بعض ہوائی مسلح اڑتے وقت تین تین گز لمبے خفاشی پر پھیلا سکتے تھے۔ بعض امریکی دریائی انواع کی لمبائی سے لیکر دم تک پچاس پچاس گز پائی گئی ہے! ایک رضی مسلح کی ڈیال اسی زمانہ قدیم کے طبقوں میں سے (بھی اخیر ۱۹۲۳ء) چھ ماہ نہیں گزے

سنت ابن بطوطہ (المتوفی ۷۱۳ھ) اور مارکوپولو (المتوفی ۱۲۹۵ء) نے ابن سینا کے نام پرندوں کا ذکر اپنے سفر ناموں میں کیا ہے۔

الغرض عقل کی بے اندازہ کار فرمائیاں اور فوق الضرورۃ چارہ جویوں نے آج عقدہ معاش میں یہ صورت اشکال پیدا کر دی ہے جو فی حقیقت ناقابلِ تحمل ہے!

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا
وَإَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝ (۷۸: ۳۳)

(بقیہ تحت صفحہ ۳۲) کہ ہند کی سرزمین میں دریائے جلم کے قریب نکلیں مگر اُس کا ڈھانچا اس قدر وزنی تھا کہ تیس نفراں کو مشکل تھا کہ اپنی جگہ پر سے ہائے! الغرض جس حیرت انگیز طریق پر رب زمین و آسمان کی اِن ہولناک اجناس نے انسان کے زمین پر مار دھونے سے پیشتر زور پکڑا تھا، اُس سے گمان ہو سکتا تھا کہ انسان جیسی بظاہر کمزور، نووارد اور بے نوا مخلوق اُن کے ہوتے ہوئے کچھ حفظ و قیام حاصل نہ کر سکے گی، مگر شارعِ فطرت کو اِن کا روئے زمین پر دیر تک رکھنا منظور نہ تھا، کارخانہٴ طبیعت کے اہل قوانین اُنکے ممکن فی الارض کی مخالفت میں تھے، بقا و معیشت کے پیہم مجاہدے میں اُنکی جسامت، اُنکی قوتِ لامیوت کی مقدار، اُن کا متنوع السیر، کامل الوجود اور بطنی لیس ہونا ہی اُنکے بقا کا مانع تھا، وہ سب کے سب ایک اقلِ قلیل مدت میں صفحہٴ زمین سے محو کر دیے گئے، اور باعلیٰ اور صلح تر مخلوق کو اُن کا جانشین کر دیا گیا۔ "احیاء الوسطی" کے بلند ترین طبقات جس قدر ان اجناس سے پر نظر آتے ہیں، اُس قدر "المجددۃ" بقصویٰ کے اجار کا درجہ اسلئے نسبتاً خالی پایا جاتا ہے۔ مقدم الذکر زمانے کے زیر و بالا سب طبقات میں اُن کے حیرت انگیز ہول و فرین بکثرت کے بعد بلند ترین طبق میں اُنکا ایک تخت معدوم ہو جانا فطرت کے طالبِ علم کے لیے از بس عبرت آموز ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سعی و عمل، ننگ و دھبہ و ابتلا کے اس عظیم الشان معامل میں اُنکی سعی کچھ مشکور نہ ہوئی، بل بے کانتات کو جو بذاتِ خود مشابہ روزِ سعی و عمل میں مصروف ہے، اور ہر آن "کُلُّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْنٍ" کا مصداق ہے، اُن کا جمود، اُن کا ناکارہ پن، اُنکی گراں جانی کچھ پسند نہ آئی، اور ایک دو "یوم" کے اندر اندر اُن کو روئے زمین سے خاک کر دیا گیا۔ قرآن کریم میں سورۃ قصص کے اندر اُس ربِّ عظیم کے اسی بے مثال امتیاز کی طرف اشارہ ہے جس کے مطالب کی عظمت کا طبقاتِ زمین کی کتابِ عظیم میں بشیرِ خود کچھ کہہ صاحبِ نظر کا کپکا پا جانا یقینی ہے!

وَذَٰلِكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۚ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ (۷۸: ۳۸)

اور اے محمد! تیرا پروردگار زمین و آسمان کے اس سیکر ان محیط میں جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور ہر پیدا کرنے کے بعد اُن کی سعی و عمل کا امتحان لیس کر جو مخلوق چاہتا ہے پسند کر لیتا ہے، اور جو مناسب سمجھتا ہے روئے زمین سے محو کر دیتا ہے (وَيَخْتَارُ) اور جو فرضی مسبود اور حاکمِ اعلیٰ انسانوں نے اپنی طرف سے گھڑیے ہیں انکو تو یہ عظیم الشان اختیار کچھ بھی نہیں! اے ساکنانِ زمین! وہ خدا نے عظیم اُن تمام من گھڑت مطاعوں اور مسبودوں سے بدرجہا بلند تر اور ارفع ہے جن کو لوگ اس کے برابر بناتے رہتے ہیں (ذَٰلِكَ يَخْلُقُ) اور اُسے نظر یہ کہ اگر اس قیام و دعوت، اس توفیق و قبول، اس فنا و بقا اور اس شکست و فلاح کے بہت باز کرنے کی کوئی مشروط قرآن کریم پیش کرتا ہے تو وہ بھی مغربی طبعیوں کی علمی تحقیقات کی تائید میں عملِ صالح ہی ہے جو اس آیتِ کریمہ سے پیشتر کی آیت میں بوضاحت تمام بیان کر دی گئی ہے:

كَأَنَّمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَاعْمَلْ صَالِحًا غَفَرْنَا عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ إِنَّكَ كَلَّا تَكُونُ مِنَ الْمُتْلِفِينَ ۝ (۷۹: ۲۸)

پھر جو مخلوق اس کے قانون کی طرف لوٹ آئی (تَابَ) اور جس نے ایمان کی اہل قوتیں اپنے اندر قائم کیں (وَآمَنَ) اور جس نے عملِ صالح کی توفیق سے، کہ وہی بہت نیا ہے سب عملِ صالح میاب ہوگی۔ (تَابَ) اور ایمان کی تفصیل کے لیے یہی بہت دیر ہے گریبا نہ یک عاضی ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

ہم نے فہم و ادراک کی امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے پیش کیا کہ شاید وہ اسے قبول کر لیں، مگر انہوں نے زبان حال میں عظیم ذمہ داری کے حامل ہونے سے انکار کیا، اور اسکی اہمیت کو پا کر خوفزدہ ہو گئے۔ بالآخر انسان نے سکھانا قبول کیا مگر وہ حقیقت برائی ظالم اور بڑی جاہل تھا جو یوں ناحق اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا!

عالم الغیب کے حضور میں شاید تمدن کی اسی رست و خیز، اور عمران حاضرہ کی اسی نفسا نفسی کی قیامت نما

(تبیہ تحت البقرہ صفحہ ۲۳) ایک اور موقع پر نسل انسانی کو اپنی مسنوں میں خدا کا محتاج گردانا گیا ہے، ساکنان زمین کو قانون فطرت اور حکم خدا کی کامل متابعت کی ترغیب دی گئی ہے، اور ان سب کو یکسر ہلاک کر کے کسی خلق جدید کے شتمن فی الارض کرنے کی دھمکی اس حیرت انگیز بسمائت صحت اور وثوق سے دی ہے کہ اعمال خدا کا علم رکھنے والا انسان بے اختیار لرز جاتا ہے۔ لیکن یہ آیات کبرے اپنے اصلی رنگ میں لامحالہ اسوقت نظر میں لگی جب کتاب کے متن (غالباً چھٹی مجلد) میں تمام سورہ کا مربوط ترجمہ کر دیا جائے گا،

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۚ لَإِنْ يَشَاءُ يُدْخِلْكُمْ فِيهِ كُفْرًا وَيُخْرِجْكُمْ مِنْهُ جَبْدًا ۚ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ (۱۵: ۱۷-۱۸)

اے ساکنان زمین! تم سب کسی حال اور رنگ میں ہو، ہر نوع اس خدا کے غفلت کے محتاج ہو، اس کے لطف و کرم کے محتاج ہو، ہدایت اور رہنمائی کے محتاج ہو، قانون پر چلنے کے محتاج ہو۔ اور اسکی یہ شان ہے کہ وہ تم سب کے خائبہ نیاز ہے اور باوجود اس بے نیازی کے سزاوار حمد ہے۔ وہ اس قدر بے پروا خدا ہے کہ اگر تمہارے اعمال کو دیکھ کر مناسب سمجھے تو تم سب کو تختہ ریزیک یکسر اچکے، اور کسی نئی مخلوق تمہاری جگہ لایا ہے، اور جانے رہو کہ یہ خدا کے لئے کچھ بھی دشوار نہیں (وہ تم سے پہلے بارہا اسی طرح کر چکا ہے) اور پھر کرنے میں اسکو کوئی تحریف نہیں ہوتی۔

ایک عجیب غریب مشاہدہ جو یہاں پر صلاحیت کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کے لئے نہایت غور طلب ہے، اور جو الحیات الوسطی کے ان عظیم اثرات اور ہوں کے متعلق کیا گیا ہے یہ ہے کہ وہ آجکل کے بڑے سے بڑے تمساح اور سنساروں کے بالمقابل نہایت چھوٹے چھوٹے فصاع کہتے تھے بعض حالات میں، باقی جسم کے تناسب کو پیش نظر رکھ کر کانسٹریکچر بھی بے اندازہ مختصر تھا، بعض میں گوشت اور اعصاب کی زیادتی کے باعث بظاہر سرکانی بڑا دکھائی دیتا تھا، مگر حیرت انگیز و داغ ناقابل یقین طور پر تنگ تھا، حتیٰ کہ موجودہ کچھ کا داغ تناسب بدن کے لحاظ سے دل گنا بڑا ہے۔ ان مشاہدات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کچھ دور از کار نہیں کہ کشمکش حیات کی اس شکست فاش میں جو ان حیوانوں کو نصیب ہوتی و داغی قوامی کو بھی بہت بڑا دخل تھا۔ کمزور داغی طاقتوں والے حیوان مقابلہ جلد مرث گئے، جن کی قوت مدد کہ بڑھتی گئی محفوظ رہتے۔ آجکل انسان کی نظروں میں یہ قوتی اور گندہ ہنی کا مجسمہ گدھا ہے مگر اس کا انسان کے لئے مفید ہونا خود اسکی نسل کی حفاظت کر رہا ہے۔ اگر وہ بھی فراحت حیات کے میدان میں اور حیوانوں کے بالمقابل جرم کھڑا ہو جاتا اور انسان کے سایہ عاطفت میں پناہ نہ لیتا تو شاید کبھی کا صفحہ زمین سے نابود ہو گیا ہوتا!

التجدیدۃ القصویٰ کے اپنی طبقات زیادہ تر ان دیرینہ حیوانات کے آثار سے پر ہیں جو القدیۃ الادلی کے دانے سے رفتہ رفتہ ارتقا کر کے بہتر بن گئے ہیں۔ حارون اور سفنج، حیتان (پھلیاں)، ہزار پائے، مرجان، نجم نامچھلیاں، قبتہ دار حلزون، حشرات الارض شقائق بحری، نارپشت بحری، وغیرہ وغیرہ نہایت کثرت سے ہیں۔ حارون (پھلیاں)، حریار (گرگٹ)، ثعبان (اڑدے)، تیتین (منقاری اڑدے)، تسلی (گرگٹ)، اخفاش (چمگاڑ) وغیرہ وغیرہ نسبتاً بہت کم ہیں۔ لیکن پرندے غیر مشکوک طور پر نمایاں ہو گئے ہیں۔ ان کے مقدار و تعداد اور

تصویر درپیش تھی جو انسان کو تسبیلِ امانت کے وقت ظلوم و جہول ٹھیرا پاتا تھا، مگر تصویر کے اس تاریک پہلو سے ایک لمحے کے لیے قطع نظر کر کے جو اہم سوال آج اس نے مانے میں پیدا ہوتا ہے یہ ہے کہ مسلمانوں کے رو سے وہ کونسی صلاحیت ہے، اور قرآن کریم کی لازوال صداقت کے متبع میں وہ کیسا ایمان اور کیا اعمال صالحہ ہیں جسے آج اقوامِ یورپ کو مادی ترقی کے انتہائی منازل پر پہنچا کر اعلیٰ بننے، اور

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۳۴) گویا ہوائی مساحوں سے ارتقا ظاہر ہے۔ رضاعی حیوانات کی بعض نامکمل نشانیاں بچے حصے کے بعض اعلیٰ طبق میں نمودار ہیں مگر ٹھیکہ رضاعی حیوان ان طبقوں میں بھی بہت کم ملتا ہے۔

”الحجیدۃ القدی“ کے اعلیٰ طبق میں بھی قریب قریب یہی حال ہے، مگر اکثر اجناس کا بہتر اور صالح تر ہونا انہیں از پیش ظاہر ہے۔ لیکن ”الحجیدۃ القدی“ کے طبقات وہ سبق آموز اور عبرت انگیز طبقات ہیں جن کی مخلوق کے مطالعے سے سطح زمین کی موجودہ مخلوق کا تاریخی ارتقا اظہار میں آتا ہے۔ ان حصص زمین میں حیوانات کے آثار یا قیہ نہایت نہایت وضاحت اور حفاظت کے ساتھ ملتے ہیں۔ ادنیٰ حیوانات کی ایک شاندار تعداد ارتقا کی ہوئی ملتی ہے۔ حرا زمین کی قسم کے حیوانات اکثر نابود ہو گئے ہیں مگر رضاعی اجناس کی ایک بہت بڑی تعداد آبی گاؤں اور بلاؤں اور ویل مچھلی (روت) کی صورت میں پیدا ہو رہی ہے، مچھلیاں آج کل کی ساحلی مچھلیوں سے ترکیب اعضا میں زیادہ مشابہ ہو رہی ہیں، مگر مچھلی اور سنسار کی یہ کہیں نظر آتے ہیں، عقرب، عنکبوت، ہزار پائے وغیرہ ایک حد تک قائم ہیں، حشرات الارض کی سب سے کثرت میں، پتنگے اور تیریاں پہلی دفعہ جلوہ گر ہیں، پیٹ کے بل چلنے والے جانوروں کی یادگار سیسٹنڈوں میں رہ گئی ہے، پرندوں نے اپنی چونچوں کے اندر دانت رکھنا قطعاً چھوڑ دیا ہے، لیکن ان کی جنس کا داخلی ارتقا حیرت انگیز طریقے پر ہوا ہے۔ اسی کے زور اثر سے اڑنے کی بجائے دوڑنے والے پرندے (یعنی مرغِ میدان) جلوہ گر ہیں، نعامہ (شتر مرغ) اور اسی جنس کی اور انواع جو آج صرف عرب اور افریقہ تک محدود ہو گئی ہیں نصف کرہ شمالی، یورپ اور شمالی امریکہ میں بھی پائی جاتی ہیں، گویا خط استوا کی طرف کوچ بعد میں شروع ہوا۔ نیز ریلینڈ میں آج صرف ایک قسم نعامہ کی رہ گئی ہے مگر ابھی دو سو برس نہیں گزرے کہ شتر مرغ سے نسبت بہت بڑے بڑے پرندے جن کی اونچائی چار گز تک پہنچتی تھی، ان اقلع میں آباد تھے جنگو بالآخر اس سرزمین کے اصلی باشندوں نے نابود کر دیا۔ جزیرہ مدغاسکر میں کچھ اور پرستار صلیں گذر کر ایک عظیم الشان مرغ رہا کرتا تھا جسکے قد آدم کے برابر یا اسے ابھی تک الف لیلہ کے افسانوں میں بطور یادگار کے رہ گئے ہیں مگر اس نشان آج صرف ہڈیوں میں ملتا ہے۔

”الحجیدۃ القدی“ یا ”الحجیدۃ الحاضرہ“ کے اعلیٰ طبق کی مخلوق اور موجودہ مخلوق میں بہت کم فرق نظر آتا ہے عجیب غریب رضاعی حیوانات کی ایک تعداد کثیر سے یہ سب طبقے پڑیں۔ ان کی تو مختلف نوعیں شناخت کی گئی ہیں جن میں ویل مچھلی کی قسم کے مضععات، آبی گاؤں، سم دار مویشی، اکثر نے وے موش، گوشت خور گریہ، گرم خور خارشیت، چمگاڈ، بغیر دانت کے رضاعی حیوان، اور بوزند و ش انواع شامل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نوع اس زمانے میں بھی پائی جاتی ہے۔ رضاعی اقسام میں عجیب غریب حیوانات مرا میں (گینڈے) ہیں، جن کی بعض قسمیں نہایت خوفناک تھیں جو نابود ہو گئیں۔ مچھلی کی بعض حیرت انگیز قد اور انواع اسی زمانے میں ظاہر ہوئیں۔ ایک بالوں والا بال دار مچھلی (سیسٹنڈ) جو نہایت کاہمصر تھا اور موجودہ دو اقسام سے کم از کم دو گنا بڑا تھا، شمالی سامیریہ اور انگلستان میں نہایت کثرت سے ملتا ہے۔ اس کے دانت سامیریہ میں اس کثرت سے ملتے ہیں کہ روسی تجارت کی محبوب شے بن گئے ہیں۔ موجودہ فیل کی بقیدہ دو اقسام کا بھی انسان کی دستبرد سے موت تک محفوظ رہنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ مچھلی دانت کی تجارت کو موجودہ مقدار میں برسرِ کار رکھنے کے لیے دنیا میں ہر سال ایک لاکھ تھیلوں کی

خطاب بلا قید و وقت عام مسلمانوں کی طرف ہے، مگر معاہدہ لامحالہ ان کے ایک گروہ ہی سے باندھا گیا ہے اگرچہ چھوڑنے کی توسیع ایمان اور اعمال صالحہ کی موجودگی میں ہر مسلمان تک ہو سکتی ہے۔ اس بنا پر مسلمانانِ عالم میں صرف اسی گروہ کا استخلاف شرط ہے جو ایمان اور اعمال صالحہ رکھتا ہو، وَعَلَى اللَّهِ الَّذِينَ آمَنُوا هَذَا حُدُودُ الظُّلُمَاتِ (۵۵:۲۳)۔ ثانیاً استخلاف فی الارض کا میثاق، جزیرہ العرب پر تسلط یا سیادت عربین کے معنوں میں کسی فرد و جسد، یا ان کی نسل، یا زیادہ سے زیادہ عرب قوم کے ساتھ ہو سکتا تھا، سب مسلمانانِ عالم سے ضروری تھا۔ ثالثاً کہ مَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ نے معاملہ بالکل صاف کر دیا کیونکہ اسلام سے پہلے عربین پر

(ترجمہ تحت المیزان صفحہ ۳۶) يَمْشِي عَلَى الْاَرْضِ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ لَقَدْ آتَيْنَا آيَاتٍ مُبِينَاتٍ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۲۶-۲۵-۲۴)

اور لوگو! اس خلاقِ عالم کی طاقت کی یہ شان ہے کہ اس نے رے زمین کے تمام حیوانوں کو ایک ہی نطفے اور ایک ہی سلسلہ تولد و تناسل کے ذریعے سے (میں تمہارے) پیدا کیا، اور آج اس حدت تناسل کا نتیجہ یہ حیرت انگیز ہے (۲۴) کہ ان حیوانوں میں سے بعض وہ ہیں جو بیت کے بل پلٹے ہیں، اور بعض وہ ہیں جو صرف دو پاؤں پر چلتے ہیں، اور بعض وہ ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں (اور یہ بحر الفول ثمان اور اخلاف اسی ترتیب و تسلسل سے اُس ایک نطفے کی قوت تولید میں ظاہر ہوئے) لوگو! خدا جو شے جس ذریعے سے مناسب سمجھتا ہے پیدا کر دیتا ہے، بگوش ہوش من رکھو کہ وہ ہر بات کے کرنے پر قادر ہے۔ اسے ساکنانِ زمین، ہم نے تم کو علم اور گناہ نظر انسانوں پر حقیقت کشا اور جہاں نایات اور آسمان سے اتاری ہیں تاکہ تم پر تمکین حیات کا راز بین ہو جائے، اور یاد رکھو کہ خدا نے عظیم اُسی کو علم کے صلہ مستقیم پر لے جاتا ہے جس کو مناسب سمجھتا ہے۔

کیا آج سطحِ زمین کے طول و عرض میں مناسب عالم کی آسمانی کتابوں کے اندر تمکین حیات کی اس سے بہتر صحیح تر اور مکمل داستان کہیں موجود ہے؟ طبقاتِ زمین کی تعمیر کے یہ پانچوں زمانے جن کا ذکر اوپر ہوا اور جن میں زمینی آسمان کی پیدائش کی حقیقت تکمیل کو پہنچی، اور طور انسان سے لیکر آج تک کے زمانہ حال میں بنی نوع انسان کا ارتقا مکمل ہو رہا ہے، ایک کوئی مکان کی حکیمانہ لخت میں نہ سسکتا آئیگا (آیہ ۳۲: ۴۴ صفحہ ۴۷) ہیں جن میں اُسے زمینی آسمان کو پیدا کیا، جو ہم کی تشریح کافی طور پر غور میں گذر چکی ہے، اور لفظ شتہ سے ظاہر ہو کہ قرآن مجید زمینی آسمان کی تدریجی اور ارتقائی تعمیر کا جزو متدرج ہے جس عینیت کا دعویٰ کہ دنیا صرف چھ ہزار برس سے قائم ہے اور اسے قرآن مجید غلط ہے، اگرچہ شتہ ایام کا ذکر اُس الہامی کتاب میں بھی موجود ہے، مگر یہ معجز نے زمین کی مدت تعمیر کو چھ زمانوں میں اس بنا پر تقسیم کیا ہے کہ ان کی مخلوق کے مابین ایک عرصہ میں تباہی اور قحطی یا بلا تباہی پیدا ہے جس کے باعث طبعی اور نسلانی ایک دوسرے طبعاً اور خلقاً الگ نظر آتے ہیں بہت ممکن ہے کہ یہی جہاں فرق اُس پہلے کائنات کے پیش نظر شتہ ایام کے الفاظ میں ضم ہو کر بیٹ کسی آئندہ موقع پر تفصیل کی جائے گی۔ قصیر الحکم باقی جس کا ذکر اہل کتاب صفحہ ۴۷ میں ہوا، واصل فریقہ کا باشندہ تھا جو کشک کشک حیات کے باعث دربارِ بیکر چند صدیاں گزریں نابود ہو گیا۔ ان کی ہڈیاں آج جزیرہ مانا میں ملتی ہیں۔ ایک نوع کی اونچائی گھٹتے گھٹتے ڈیرہ درگڑ اور دوسری کی صرف ایک گز رہ گئی تھی۔ تباہی کا ہندسے احمد جو آجکل شتہ زمین سے ناقابلِ یقین سرعتِ ناپید ہو رہا ہے، اسوالتوں صدی کے جلالِ امریکہ کے بعد یورپی اقوام کی جارحانہ دستبرد اور ستم بجا دہوں کا شکا جواں سبائی مستعمرین نے اس بیخ کنی میں سب سے زیادہ شرمناک حصہ لیا۔ ایک موقع پر ملکِ متحدہ ہیباریوں کے جراثیم سے آلودہ کھیل، رعدا اسی اور غریب پڑوسی کے برہانے سے انہیں تسخیر کر دیئے جس سے ارد گرد کی آبادی سال بھر میں آدھی رہ گئی۔ لیکن تمدن کے ہمدرد بھائیوں نے وہ اور دوسری غیر صالح قوتیں جس تیزی سے نمو ہو رہی ہیں اس داستان سے کہیں زیادہ دردناک ہے!

۴۰ اگرچہ میں تو کچھ فرقہ کا خطاب نہیں کرتی، مگر عام آیت سے کوئی مستقل نتیجہ اخذ نہیں جتا، چھ مطالب کے لئے دیکھو مضمون، لیکن میں فرقہ کے الفاظ نہایت قابلِ غور ہیں۔

یا عرب میں استخلاف ان خاص معنوں میں نہ تھا، اور نہ عرب کے متخاصم قبائل ایمان اور اعمال صالحہ کا دعویٰ کر سکتے تھے۔

درحقیقت اس آئیہ کریمہ میں، شارع فطرت نے مسلمانان عالم کے سامنے وہ عظیم الشان ستور العمل پیش کر دیا ہے جو ہر کیفیت میں، اور ہر موقع پر ان کی نفسِ رادی اور اجتماعی، اعتقادی اور عملی، روحانی اور مادی زندگی میں کامل طور پر کارآمد ہو سکے۔ اسی نصابِ عمل میں افراد کے اخلاق کی صلاحیت، اعمال کی درستگی، اعتقادات کی سلامتی، ہمت کے قیام، قوت کے توازن، دینی بہبودی، اور دنیاوی مرقدہ الحالی کا سامان موجود ہے، اور اسی ضابطے کے اندر اقوام کے سیاسی غلبے، اقتصادی ترقی، چٹائی اقتدار، علمی ارتقاء، اور تسلط فی الارض کے جراثیم مخفی ہیں۔ ”استخلاف فی الارض“ جسکا وعدہ خدا نے پاک نے بلا قید و وقت مسلمانوں سے کیا، محض ایک کمزور اور مخجل و مرنج ملکی تسلط ہی کا دوسرا نام نہیں جو مسلمانوں کو کچھ دیر ہوئی سرزمین عرب پر حاصل تھا، اور اب بھی زمین کے دو ایک ٹکڑوں پر حاصل ہے، بلکہ وہ تمام روئے زمین یا اُسکے بڑے سے بڑے حصے پر کامل سیاسی اقتدار، اور مکمل اجتماعی اور اقتصادی غلبے کا نام ہے۔ وہ قومی آزادی، علمی بیداری، علمی اور ادبی اجیا، جمعی عصبت، اور سلامتی و عفو مرتب کا وہ انتہائی معراج ہے جو صحیح معنوں میں مسلمانان عالم کو کئی سو سال تک قرونِ اولیٰ و متوسطہ میں حاصل اور معانی کی خاص حدود کے اندر یورپ کی بعض اقوام کو اس وقت حاصل ہے۔ وہ مغرب کی سیاسی اصطلاح میں امن کے زمانے میں اپنی بہتری کی خاطر ہر ملی اور بین الملی وسیلے کا اختیار، اور ایام جنگ میں اپنے بچاؤ کے لیے ہر جائز اور مناسب حربے کا استعمال ہے؛ حرین شہنشین کی حفاظت، جزیرہ اعر کی کامل سیاسی آزادی، اور رسمی خلافت کا قیام و استحکام، اُسکے کل کا صرف ایک جزو لا ینفک ہے۔ وہ آئیہ استخلاف کے الفاظ میں شارع فطرت کی اپنی بنائی ہوئی شریعت، اپنے پسند کیے ہوئے نظامِ عمل، اور اپنے اختیار

وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضَعُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَعَارِبَهَا الَّتِي
بِزَكَاةٍ فِيهَا مَا دَوَّمَتْ كُلَّمَتْ رِثَاقَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ بِمَا صَبَرُوا وَأَلَّوْا ۚ ۱۳۷
اور اس مبارک اور ذخیرہ سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بالآخر ہم نے انہی لوگوں کو کیا جو کمزور
گئے جاتے تھے۔ اور خدا کا وعدہ نیک تو بنی اسرائیل کے حق میں ٹھیک پورا ہوا کیونکہ انہوں نے عزم و
استقلال سے دشمن کی خنثیوں کی برداشت کی تھی۔

اسی ضمن میں ایک اور جگہ بعینہ آیت اختلاف کا مضمون ہے :-

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزُّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝
إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ۝ (۱۰۶-۱۰۵: ۲۱)

اس آیت کریمہ میں صبر کا انجام اور بھی واضح طور پر وراثت میں ہے۔ گویا صبر کے معنی استقلال اور ہمت کا مقابلہ
کرتے ہیں، ہاتھ پر ہاتھ دھڑکتے رہنا، اور اپنی بربادی کا تماشہ دیکھنا نہیں یہ آیت عظمیٰ مسئلہ ارتقا کی تشریح کے ضمن میں صفحہ ۱۰۶ کے تحت لکھیں
اچھی ہے مزید تشریح کے لیے وہاں دیکھنا چاہیے۔

ان آیات اسی میں وراثت میں زمین کی شکل تشریح عبادی الصالحین کے الفاظ میں کر دی گئی ہے، اصلاح کی تعریف از روئے قرآن مجید جامع و
الغیر ہے۔ علیٰ ہذا التیس لفظ عبادت کی۔ مگر یہ امر نہایت غور طلب ہے کہ مسئلہ ارتقا کے بقائے صلح کا مفہوم اس آیت کریمہ (۱۰۵: ۲۱) کے دعوے
کے تقدیر میں مطابق ہے۔ عبادت کا لفظ عباد سے مشتق ہے جس کے معنی غلام کے ہیں۔ اور وہی قوم و حقیقت عابد ہے جو خدا کی عملاً غلام ہے جو
اُس کے قانون اور احکام پر عمل کر رہی ہے۔ ورنہ کوئی رسمی نماز گزار اور باقی احکام سے غافل قوم عابد کہلانے کی تسبیح نہیں ہو سکتی کیونکہ ملازمت
کی شرط اول آقا کے احکام کی تعمیل ہے۔ لیکن عبادت کے متعلق مکمل بحث اصل کتاب میں آگے چل کر کیا جائے گی۔

صلح کی ایک اہم شق ہم نے صبر بتلائی۔ لیکن اگر صلح کے معانی کی ایک جھلک کتاب کے اس ابتدائی حصے میں دیکھیں تو اس آیت
کریمہ پر غور کرنا ضروری ہے جس میں شارع کائنات نے نوزائیدہ بچے کو صلح کہا ہے :

فَلَمَّا أَتَتْكَ ذَهَابَ إِلَيْكَ اللَّهُ فَكَلَّمَهُمَا فَقَالَ لَكُمَا صِلَا لِكُلِّكُمَا شَرٌّ ۚ فَلَئِمَّا أَتَتْكَ اللَّهُ فَكَلَّمَهُمَا فَقَالَ لَكُمَا صِلَا لِكُلِّكُمَا شَرٌّ ۚ
فَلَمَّا أَتَتْكَ اللَّهُ فَكَلَّمَهُمَا فَقَالَ لَكُمَا صِلَا لِكُلِّكُمَا شَرٌّ ۚ (۱۸۹: ۱۹۰)

ہر حیوان کے لطف سے بیوی کا عمل شہیر گیا اور وہ رفتہ رفتہ بوجھل ہوتی گئی تو مرد اور عورت دونوں زمین و مائیں مانگتے ہیں کہ اسے ہمارا پروکا
اگر تو بکویہ پیچھے لا اعضاء صالح استنساہ بعدن (صالح) اذیتا جاگتا (صالح) ہو بصورت (صالح) دیکھا تو ہم تیرے بٹے ہی شکر گزار ہو گئے۔ چوتھا
ان دونوں کو وہ خدا نے عظیم میراث اور سالم توانا اور تندرست (صالح) بچہ عطا فرماتا ہے تو اس منعم حقیقی کے ساتھ اسی انعام دی ہوئی چیز کو
شریک کرنے لگتے ہیں، اس بچے کی محبت میں اس قدر متہکم ہو جاتے ہیں کہ خدا کے برابر اس کو کہتے ہیں، اسی کو اپنا بت بنا لیتے ہیں۔ تو لوگو! وہ
خدا کے عظیم مائیں سے بہت انفع و اعلیٰ ہے جو یہ لوگ اُس سے شریک کرتے ہیں۔ کچھلے حصے کا ثبوت بعد میں آئے گا

ان آیات سے واضح ہے کہ بچے کا صلح ہونا اسکا فی الحقیقت بے نقص اور تندرست، صحیح الاعضاء اور سالم الجسم ہونا ہی ہے۔ یہی دریا

بچے کی حل شیر نیکہ بدل رہتا ہے۔ ورنہ مال کی پیش سے بچے کا نیک پیدا ہونا بے معنی ہے اور نہ یہاں جو ان بنکر نیک ہونیکا ذکر ہے۔ اس نقطہ نظر سے صلح
قوم دی ہے جسکا ہر عضو درست ہو، متناسب ہو، بڑھا گھٹا ہو اُس کے ہر حصے میں یکساں بیداری ہو، حیات کا جو ہر لطیف اُس کی ہر گھٹنے میں دوڑ رہا ہو وغیرہ
جب تک مسلمانان عالم ان معنوں میں صلح یعنی رشتہ میں اُن کے پاس ہی جب صلح کے معنی محدود ہو گئے تو اس آیت (۱۰۵: ۲۱) کی تاواہل میں بھی
نہیں بلکہ کلام خدا کے صحیح مفہوم میں رد و بدل قطعاً محال ہے۔ لامبانی (کلیفیت) (۱۱۶: ۱۱۷) اسکی شہادت ہو۔

اور ہم زبور میں تمام احکام کی شرح و ذکر کے بعد یہ بات لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث تو ہمارے
صالح اعلیٰ بندے ہی ہیں۔ بلاشبہ ہمیں اطاعت گزار قوم کے لینے ایک بڑا پیغام ہے۔

اور سورہ زمر کے حسیروں:-

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدًا وَأَوْزَيْنَا الْأَرْضَ نَكْبَهُوا مِنْ الْجَنَّةِ
حَيْثُ نُنْزَلُونَ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٣٩﴾ (۴۴: ۳۹)

اور وہ لوگ کہیں گے کہ شکر ہے اُس خدا کا جس نے اپنا یہ وعدہ بھی سچ کر دکھایا، اور اس سے پیشتر
زمین کا وارث بھی ہمیں کو بنایا، اب ہم بہشت میں جہاں بھی چاہیں رہیں گے، تو دیکھو کام کرنے
والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے!

اب حقیقت واضح ہو گئی کہ آیہ استخلاف میں فاطر ارض و سما نے خاص مسلمانانِ عالم کے ساتھ
ایک ایسے کامل سیاسی غلبے کا حتمی وعدہ کیا ہے جو محض سرزمینِ عرب پر قبضے کے متعلق، یا اس کمزور
اور برائے نام خلافت کے قیام پر مبنی نہیں جسکو یورپ کی خون آشام طاقتیں آج ایک لمحے کے لیے چین
نہیں لینے دیتیں، بلکہ اُس کا نصب العین دنیا کے عظیم تر حصے پر حقیقی اور تسررواتی سیاسی اور اجتماعی
حکومت ہے۔ اس نعمتِ عظمیٰ کے حصول کے بغیر نہ تو خدائے پاک کا دین کسی معنوں میں انکشافِ عالم میں
ممکن ہو سکتا ہے، اور نہ وہ خوف جو آج ہر سمت سے مسلمانانِ عالم پر طاری ہے کسی طرح اس سے
بدل سکتا ہے۔

۴۴ یہاں پر لوگوں نے، 'الْأَرْضَ' کے معنی ارضِ جنت لے لیے ہیں۔ مگر اس دل خوش کن تاویل کی کوئی سند نہیں۔ اُذُنُنَا کا ہاضم
صیغہ اور نَكْبُوْا کا حال کا صیغہ اس کا شاہد ہے کہ اُذُنُنَا الْأَرْضَ کا واقعہ پیشتر کا واقعہ ہے۔ اور جب الْجَنَّةِ کا ذکر آگے صاف ہو تو
خدا کے کلام میں ایک آیت کے اندر یہ بے نتیجہ تکرار پیدا کرنا محض لغو ہے۔

دوسری بات جو غور طلب ہے یہ ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں بھی 'فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ'، کہہ کر سعی و عمل پر کس قدر زور دیا گیا ہے۔ گویا عمل وہ چیز ہے جس کا
نتیجہ وراثتِ زمین ہے۔ اور وراثتِ زمین کا نتیجہ ہی الْجَنَّةِ آخرت میں ہے!!

ایک اور اہم بات جو قابلِ لحاظ ہے یہ ہے کہ ان سب آیات (یعنی ۱ (۴۴: ۱۳۸) ۲ (۴۴: ۱۳۹) ۳ (۴۴: ۱۴۰) اور (۴۴: ۳۹) ۴۴: ۴۵) میں بھی 'الْأَرْضَ' کا لفظ مطلق معنوں میں استعمال ہوا ہے کسی خاص حصہ زمین کی تخصیص ان میں نہیں جیسا کہ بعض شارحین نے آیہ
استخلاف میں فرض کر لیا ہے۔

یہ آیت اُسوقت نازل ہوئی تھی جب دین الہی کے سچے علمبرداروں، اور بے ریا عالموں کی ایک چھوٹی سی جماعت، کفارِ مکہ کے سلوک سے تنگ آکر دینے میں پناہ گزین ہو گئی تھی۔ دشمن کے پے درپے حملوں کے باعث خوف و ہراس ہر طرف طاری تھا، مجبوری اور بے چارگی کا یہ عالم تھا کہ ایک لمحے کے لیے بھی ہتیار بدن سے جدا نہیں ہو سکتے تھے، عمروں و یتیموں کی نیم شبی آہیں، اور عورتوں اور بوڑھوں کی صبح گاہی دعائیں آسمانوں کو ٹکرا رہی تھیں۔ مایوسی اور اضطراب کی ان گھریلوں میں، خدائے پاک کی غیرت نے جوش زن ہو کر مسلمانوں کو بشارت دی کہ اگر تمہارے ایمان میں یہ استواری، اور اعمال میں یہ صلاحیت ہے تو یقین جانو کہ دنیا کی کوئی طاقت تم کو مقہور و مغلوب نہیں کر سکتی، تم خدائے واحد کے پرستاروں کی ایک عاجز اور حقیر جماعت ہو، مگر یاد رکھو کہ قادرِ مطلق کی جناب میں تمہارے کاموں کی حقیقی وقعت، اور تمہارے ایمان کی سچی قدر ہے۔ تمہارے سینوں میں صداقت کے جو سبز ن دریاء، اور حقانیت کے اُڑتے ہوئے طوفان ہیں، تمہارے دلوں میں خدا کی محبت کا سچا ولوع، اور رسول کی اطاعت کا سچا ولوع ہے۔ تم بے خان و ماں ہو، مگر تمہاری نظموں میں آخرت کی لازوال متلوع، اور عقبی کی راحت و آسائش ہے۔ تم بے سر و سامان ہو، مگر تمہاری اٹھک کوششیں اور اتحادِ عمل ہی خدا کی دائمی نصرت کا سامان ہیں، تم قلیل و کمزور ہو، مگر جہاں جاتے ہو استقلال کے فرشتے تمہارے ہم کاب، اور حوصلوں کے غیبی لشکر تمہاری تائید پر ہو جاتے ہیں: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّا تَرَوْنَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا** (۹: ۳۳)۔ تم ایک ہو، مگر قوتِ ایمان اور صلاحِ عمل کی کثرت

۱۵ اے ایمان والو! خدا کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا تھا جب کہ تم پر لشکر کے لشکر آچڑھے تھے۔ تب ہم نے اُن پر آندھی بھیجی اور اس کے علاوہ اور لشکر بھی جو تم کو دکھائی نہ دیتے تھے۔ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ اللہ تمہارے مردانہ و ارعاع کو بغور دیکھ رہا تھا اور تمہاری تائید و نصرت پر ہمہ وجہ تیار ہوا تھا۔

۱۶ شہرِ ہجری میں غزوہ خندق کے موقع پر اس جلیل القدر آیت کا نزول ہوا۔ آیت کے آخری حصے **وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا** نے غنائیہ ظاہر سے کہ صد اسلام کے مومنوں کا سہی و عمل ہی نصرتِ خدا کا باعث ہوا تھا نیز یہ کفارِ مکہ کی توجہ سے عمل کی طرف کس قدر ہے اور اس کا انعام کیا ہے۔

دش نبیاستم ہوا تمہارا غرضم مسیم اور سچا ایثار ہی تمہارے لیے پیغام بقا ہے، دشمن کے ہجوم نے ایک لمحے کے لیے تم کو مرعوب اور بے بس کر دیا ہے، مگر میرا تم سے وعدہ ہے کہ اگر تم میں یہی خوبیاں رہیں تو تم نصر خاندان کے قطعی محافظ، اور سرزمین عرب کے حقیقی وارث بنو گے بلکہ کسریٰ کی دیرینہ عظمت کے اصلی حداثہ، اسکندر کی عالم آرا سلطنت کے مسلم جانشین، بکر ماجیت کی بھارت کے سچے سپوت، اور قیصر کے دنیاوی جاہ و اہمیت کے بہترین خلف ٹہرو گے!

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلرُّسُلِ هُمْ لَكُمْ جَنَّةٌ مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَنَعُودَنَّ فِي وَلَدِنَا فَاوْحَىٰ
إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ۖ وَلَنُسَكِّنَنَّكُمْ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ذَٰلِكَ لِمَنْ
خَافَ مَقَالَهٖ وَيَعِزُّ ۝ (۱۳: ۱۳-۱۴)

اور منکرین خدا نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ تم کو اپنی زمین سے نکال باہر کرینگے یا ہمارے تم پھر ہمارے مذہب میں آلو گے۔ پس خدا نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم بدستور اپنی سعی میں لگے رہو ہم یقیناً ان ظالموں کو ہلاک کر دینگے اور ان کے پیچھے تم ہی کو اس سرزمین میں بسائیں گے۔ یہ صلا س قوم کا ہے جو میرے مقام و منصب ڈر کر میرے احکام کی اطاعت کرتی رہی، اور جسے میرے عذاب سے بچنے کی کوشش کی۔

اس بحث و تھیس کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ آیہ استخلاف مسلمانوں کے ساتھ وراثت زمین کے متعلق ایک مشروط وعدہ ہے، اجتباری اور بلا قید شرط نہیں۔ جب تک مسلمانان عالم ایمان اور اعمال صالحہ کے صحیح مفہوم پر کم و بیش قائم رہے زمین کے ایک عظیم تر حصے کی وراثت ان کے قبضے میں رہی، دین اسلام کا ممکن مستقل ہوتا گیا، اور یکے بعد دیگرے ہر مخالف طاقت کا خوف اس سے بدل گیا۔

۴ اس موقع پر اَرْضِنَا سے مراد منکرین خدا کا وطن ہے اور اس لحاظ سے (۱۳: ۱۴) میں الْأَرْض کے معنی بلاشبہ اسی مخصوص سرزمین کے ہیں۔ مگر آیہ استخلاف یا اور متذکرہ صدد آیات میں جنہیں الْأَرْض کا لفظ واقع ہے تخصیص ایسے نہیں ہو سکتی کہ ان میں کسی خاص وطن کا ذکر نہیں ہے۔ یہاں صاف ظاہر ہے کہ مَن کسی فرد واحد کے لیے نہیں آیا بلکہ تمام قوم کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اجتماعی حرف موصول کی اس قطع کی مثالیں متعدد آج کلیم میں آگے چل کر پائیں گی۔ ایک مثال مسئلہ ارتقا کے تحت آیت (۱۳: ۱۴) میں گذر چکی ہے: فَنَقُصُّ عَلَيْكَ مَا

قرآن کی اعجازنا تعلیم نے ایک اقل قلیل مدت میں عرب کے رہنروں اور مردم کش وحشیوں کو روحانیت اور ایمان کے حلقہ اثر میں لاکر انکی کاپاپلٹ دی۔ ریگستان کے ان بے ہمار حردی خوانوں کو، جن کی زندگیاں سالہا سال سے ریت کے چٹیل اور خشک میدانوں میں تشنہ ال اور آوارہ گرد کشتی تھیں، خدا کی جبل مستیں میں جکڑ کر کامران صلاح اور سبک کام عمل کر دیا۔ بد اعمالی اور فسق کے ہی آزادہ رُو بندے، جن کے ہر فرد کو قتل و غارت پر ناز، اور ہر شخص کو بدکاری کا اذع تھا، چشم دن میں طاعت کی لذت اور عشق خدا کی خلش سے آشتی نہ ہو کر، عبودیت کے رہ نور دہن گئے۔ اخلاق کی درستی کے ساتھ ساتھ دنیاوی اعمال میں صلاحیت آگئی۔ وہی طاقت عمل جو دہرے اور بسوس کی خانہ جنگیوں میں قومی تخریب کا باعث ہوا کرتی تھی، قرآن کی حسن تجویز سے اعلائے حق میں صرف ہوئی۔ وہی خوش اعتقادی جو لالٹ منات، ہیل و سہیل کی جاہلانہ پرستش سے قبائل عرب کو نصیب تھی، خدائے واحد کی منتر شائے عبادت سے بدل گئی۔ بالآخر ایمان کے انہی بے محابا فدا یوں، اور عمل صالح کے انہی نامصلمت اندیش والوں نے باطل کو دنیا سے یک قلم محو کر کے، اُسکے ہر گوشے میں صداقت کی گونج اور فرویت کی مہبت پیدا کر دی؛ کلام الہی نے منتشر قوتوں کو جمع، کمزور جذبات کو مضبوط، اور نفسانیت کو مغلوب کر دیا۔ حشیمانہ عادات کو مناسب سطح پر لاکر، اقتصاد اور میانہ روی کی ہدایت کی حسیات تلیہ کو متحرک اور وسیع الاثر کر کے عالم گیر اسلامی اخوت کا سبق دیا۔ نیتوں کی راستی اور ارادوں کی درستی کو اعمال کے عواقب پر مقدم کر کے ہیجان عمل پیدا کر دیا۔ جائزہ اسم اور مفید روایات کو مفید تر پیرائے میں بدل کر پھر رائج کیا۔ انغرض ارادات اور اعتقادات کی

مقام راہِ جاہلیت کی دو مشہور خانہ جنگیاں عرب بسوس اور عرب دہرے کے نام سے موسوم ہیں۔ اول الذکر لڑائی بنی بکر اور بنی تغلب کے درمیان ۶۰۰ء میں شروع ہوئی اور چالیس برس تک جاری رہی۔ وجہ یہ ہوئی تھی کہ ایک شخص کا اونٹ کہیت میں چلا گیا۔ کہیت والی نے اونٹ کو مارا بلکہ ختمے میں آکر اُس کے تھن کاٹ ڈالے، اس پر بنی یثیمین میں لڑائی چھڑ گئی۔ پھر رفتہ رفتہ عرب کے سب قبائل اس لڑائی میں شریک ہو گئے، اور شتر بازار آدمی اس خانہ جنگی کی بھیڑنٹ چسڑھے۔ عرب دہرے گھوڑوں میں کسی شخص کے گھوڑا پر کانے پر شتر شہر میں شروع ہوئی اور شتر شہر میں تک جاری رہی! اس لڑائی کا نام دہرے وقت ہوا جب بعض قبیلے حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ مگر قبیلوں کے قبیلے اُس وقت تک کٹ مرے تھے!

کامل صلاحیت کو ایمان سے، اور عبادات اور معاملات کی کامل دستی کو اعمالِ صالحہ سے تعبیر کر کے شریعت اور سیاست کی بنیاد ایک پتھر پر کھدی۔ اور چند برسوں کے اندر اندر عرب کے ان سیہ کار اور فاقہ مست گداؤں کو شناسائی خدا کے ساتھ ساتھ بادشاہت زمین کی ہر فرسے آگاہ کر کے عالم ستانی کے لائق اور جانانی کا اہل بنادیا!

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّذِينَ هُمْ أَقْوَمُ وَيُبَيِّنُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ هُمْ يَعْمَلُونَ
الضَّلِيلِ أَنْ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا (۹: ۱۷)

بیشک یہ قرآن اپنے مالموں کو اسطرف لیجاتا ہے جو سب زیادہ راست اور قیام آفریں ہے اور اُن صاحب ایمان لوگوں کو جو صالح العمل ہیں بشارت دیتا ہے کہ اُنکے لیے بڑا اجر ہے۔

پس اگر آج تیرہ سو سال کے بعد اسلام کا اہلما تا ہوا چمن مایوسی اور شکست کی ماتم سرا بن گیا ہے، اگر آج اُسکی ہر روش بربادی کے سپرد، اور اُسکا ہر گوشہ خسرابی کا امین بن چکا ہے، اگر اُسکی بدطالعی اور خانہ ویرانی کے افسانے دشمن کے شکر خندا اور قہقہے بن رہے ہیں، اگر اُسکی بے بروئی اور فاقہ مستی کا جبرِ شرمندہ بیان اور رُکوش تشہیر نہیں رہا، اگر آج اُسکی ذلت اور مسکنت کی چوٹ جگروں کو فگار اور سینوں کو پاش پاش نہیں کرتی، اگر بے جنتی کے موت آفریں نہ رہنے آج اُسکے ہنر کو بے پروائے سعی اور بیگانہ عمل کر دیا ہے، اگر افلاس کی غیرت اور حیرتی کی آن آج اُسکو منت کش چارہ گریہ نے نہیں دیتی، اگر اس کی نعلش جاں سپا پر آج ایک سچا ماتی اور نوہ گر موجود نہیں، نہیں نہیں، اگر اس کے غداروں کی آسمان رس نغاں اسے نجتِ خویہ کو جگا نہیں سکتی، اگر اس کے سیتیموں کے دلفگار آئسو، اور بچک منگوں کی جاں گداز آئیں فرشتہ زمین میں شکاف اور ستف آسمان میں سوراخ نہیں کرتیں، اگر اس کے پسماندوں کی محشر انگیز سینہ کو بیاں اللہ میاں کے عرش کو ترزل نہیں کرتیں، اگر خدائے پاک کی غیرت اور شانِ غفور، زمین پاش سجدوں اور فلک شکاف دعاؤں کے باوجود، جوش زنِ آنجھڑک نہیں ہوتی، اگر آج محبوبِ خدا اور حبیبِ ملت نبی کی شفاعت بھی آہت کے حق میں کارگر ہوتی نظر نہیں آتی، نہیں العیاذ باللہ نہیں! اگر خود آہت اپنی مجبورا نہ غفلت اور ظالمانہ طبعیت عمل

عداوتِ رسول اور عصیانِ خدا کے باعث رحم کی قطعی غیر مستحق، اور شفاعت کی یقیناً نااہل ہو گئی ہے۔ اور آسمانی اور زمینی بلائیں آج ہر طرف سے اُسکے اُبڑے ہوئے جھونپڑوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ویران کر رہی ہیں تو اسکی جو یہی ہے کہ سلمان قرآن کے مقاصد سے قطعاً نا آشنا ہو گئے ہیں اور ایمان اور اعمالِ صالحہ کے اصلی مفہوم سے کوسوں دور جا پڑے ہیں!

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۚ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْجِنِّ مِن دُونِكَ ۚ أَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ۚ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً ۚ كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ۚ (۲۲: ۲۱-۲۰)

اسوقت رسول پاک اللہ کی جناب میں بعد حسرت عرض کر گئے کہ آہ! اے میرے پروردگار میری امت نے تیرے اس پیچھے ہوئے قرآن کو لغو سمجھ کر چھوڑ دیا، اور بس نہ اسطرح ہم نے ہر نبی کی مخالفت میں احکامِ خدا سے مجرمانہ تغافل کرنے والوں کی ایک جماعت بنا رکھی ہے، مگر اس باپوس کن حالت میں بھی تمہیں اہ سچھٹے اور مدد کرنے کو تمہارا پروردگار بس ہے۔ اور آج منکرینِ خدا جو اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن سارے کا سارا ایک دم سے رسول پر کیوں نہیں نازل کیا گیا اور جب جتہ کیوں اُترانا فی حقیقت مناسب یہی تھا کیونکہ ہم انکو مطمئن کرنے کی بجائے سب سے پہلے اسکی صداقت اور عظمت کو تمہارے دشمنین کرنا اور تمہارے قلبِ پاک کو مطمئن کرنا چاہتے تھے۔ اور اسی غایت کو پیش نظر رکھ کر ہم نے اسکو ٹیڑھ کر اُتارا کہ اسکی ایک ایک بیت کی اہمیت کو تمہارے دل پر کا نقش فی گنج کر دیں۔

۴۱۔ فقیہ کا لفظ قرآن کریم میں مختلف جگہ پر خاص اس اہمیت کے لیے آیا ہے جس کی ہدایت کے لئے کوئی رسول بھیجا گیا ہو مثلاً آیات (۶: ۱۶۶)، (۱۱: ۳۶)، (۳۲: ۲۴)، (۴۳: ۵۷)، (۵۷: ۱۵) میں، اور بالخصوص آیہ وَمَا آتَيْنَاكَ مِن دُونِ الْقُرْآنِ إِلَّا بِسُورٍ مَّشْكُورَةٍ لِّعَلَّكَ تُقَرَّرُ (۱۳: ۲۷) میں، اور ہم نے کوئی رسول اپنے ہاں سے نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہ ہمارا پیغام اُسی زبان میں لے جاتا ہے جو اسکی قوم کی ہے تاکہ انہر ہمارے منشا کو غیر مشکوک طور پر واضح کر دے۔ جس سے ظاہر ہے کہ متذکرہ صدر آیت (۳۵: ۳۰) میں قرآن کو لغو سمجھ کر ترک کر دینے کا اشارہ بالخصوص قوم عرب کی طرف ہے۔ اور چونکہ کتابِ خدا کے عربی زبان میں ہونے کے باعث، اس کے مقاصد اور مطالب اہل عرب کو، عجم کے بالمقابل، بدرجہ واضح تر ہونے چاہیے تھے، اسلئے آج فقہاء مطالب کی اکثر ذمہ داری اہل عرب کی گردن پر ہے، نہ باقی دنیا کے عجم پر۔ آئندہ اوراق میں چکر بتایا جائے گا کہ سہلاف صاحبین سے قطع نظر جن کے سلیم الذہن طبقے قرآن کے عظیم الشان مطالب سے کما حقہ واقف تھے، اور جن کے علم و عمل نے ہی فی حقیقت اسلام کو تمدن کے فلک الافلاک تک پہنچا دیا تھا، اخلاف عرب نے تمام خدا کو بجز وہدیان بنانے میں کس قدر مستقل حصہ لیا۔ اسکے مطالب میں کیا کیا آئینہ نشیں کر کے ایک نیا کوہِ سب سے بیزار کر دیا۔ آج اس زمانے میں بھی مسلمانانِ عالم کے اکثر مذہبی اور معاشری، تمدنی اور اجتماعی معاملات میں اہل عرب کا رعایتی اقتدار اس زہنائی حد تک نمایاں ہے کہ اسلام کی موجودہ حالت کی اکثر ذمہ داری بھی اہل عرب پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اسلام کی دوستانہ زوال کے ہر مرحلے میں یہ امر اس قدر روشن ہے کہ تاریخ کے ہر وسیع النظر طالبِ العلم کا اس تلخ حقیقت سے انکار کرنا قریباً محال ہو گیا ہے۔

آج قرآن کی سچی عظمت دلوں سے محو ہو گئی ہے! اُسکے عالم ہنسوز مطالب اور مجیز العقول معانی کو دلنشین کر دینے والے دس متنفس زندہ نہیں رہے! اُسکے حیرت انگیز ربط اور مکمل لائحہ عمل کو عیاں کرنے والا ایک فرد باقی نہیں رہا! اُسکی برہان ساطع اور حکمت لامعہ، سہی ادب اور سطحی تعظیم کے گرد آلود جسز دانوں اور ریشمین غلافوں کے اندر سر بلند طاقتوں میں چھپی ہے! اسکی حجت قاطعہ، زبان کی عام نافی، تراجم کی حسرت آفرین کمی، اور مطالب کی نفرت انگیز تشریحوں کے باعث ہجر و ہزبان بن کر دردناک کس سپری کی حالت میں پڑی ہے۔ طہارت کے ستیم عذروں، رموز اوقاف اور اسالیب قرأت کے فوق الضرورۃ خوف آلود فتواؤں نے اس عظیم الشان کتاب کو اور بھی متروک و مہجور کر دیا ہے۔ اسکے کھلے کھلے احکام کے مطالب، اور سیدھی سادی آیتوں کے معانی بھی لغت، صرف و نحو، علم الانشا، علم المعانی، علم البیان، علم البیوع، علم رسم الخط وغیرہ وغیرہ کے اُن لامتناہی نکات اور مصنوعی رعایات کی شرح و بسط کے نیچے دب گئے ہیں جو عرب زبان دانوں نے محض اپنی زبان کو جلا دینے کی خاطر ترتیب دیئے تھے قرآن کا صحیح مطالعہ عرب تو درکنار، دنیا کے عجم کے نزدیک بھی آج زیادہ تر انہی غیر متعلق علوم و فنون کا شبانہ رُو درس و الترام ہے جو اہل عرب نے خود قرآن ہی کو معیار فصاحت و بلاغت مان کر اُسی کے نتیجے میں قرونوں بعد اختراع کئے تھے۔ مسلمانوں کا درنگینہ قحط عقل، اور اُن کی مضحکہ خیز کم فہمی آج عرب کی کورانہ تقلید میں مغرور چھوڑ کر پوست کی محبت میں گرفتار ہے، اور قرآن کی نہایت ادنیٰ، وہمی، اور سطحی فضیلت کو ان غرض کی

۱۰۰ علم، مخکی ابتدا فضیل ابن احمد المتوفی ۳۸۰ھ سے ہوئی، اگرچہ ابوالاسود الدؤلی (المتوفی ۶۷۰ھ) نے اس موضوع پر چند ابتدائی تفاریط لکھیں۔ سیبویہ (المتوفی ۳۸۰ھ) اور کسان (المتوفی ۳۹۰ھ) نے بعد ازاں اس فن کو مستقل کیا۔ علم صرف عام طور پر کسان سے منسوب ہے مگر اسکا اصلی موجب ابو عثمان بکر بن محمد مانی بصری (المتوفی ۳۸۰ھ) ہے۔ علم لغت کی ابتدا ابو عبیدہ (المتوفی ۳۸۰ھ) نے کی، علم انشا کا طور ابو جعفر منصور عباسی (المتوفی ۳۸۰ھ) کے عہد میں ہوا۔ علم المعانی و البیان پر پہلی کتاب غائبہ عبد القادر جرجانی (المتوفی ۳۸۰ھ) نے خلیفۃ اللقندی باللہ کے عہد میں لکھی۔ علم بیوع کا موجب ابن المعتز (المتوفی ۳۹۰ھ) ہے جو خلیفۃ المعتز کا بیٹا اور المعتز باللہ کا بہائی تھا۔ درس و تدریس قرآن کے متعلق باقی فنون کی ابتدا بھی نزل قرآن کے قرون بعد ہوئی۔ کتاب الہی کا مطالعہ صدر اسلام میں ان تمام تحفہات سے بے نیاز ہو کر ہوتا رہا۔ لیکن کیا ان فنون کی عدم موجودگی میں آج کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت کرتا ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے عہد کے مسلمان قرآن کے مطالب سے بعد کے مسلمانوں کے بالمقابل کم آشنا تھے، یا اُس کی نبوی تعلیم اور مسنوی خوبیوں سے کم واقف تھے؟

اپنی بنائی ہوئی دلیل، اور اپنی پیداکلی ہوئی سند سے ثابت کرنے کی لاپاطل سعی کر رہی ہے!

توسرا دیدہ بر شعلہ می تازی ز خاکستر

پہننی حسن خاکستر چو در روشنگران بینی

آہ! اس المناک تحلف اور مجرمانہ ظاہر پستی کا خمیازہ مسلمانوں کو آج اٹھانا پڑا ہے جبکہ صدیوں کے
اس بے سود اجتہاد، اور تضحیح وقت نے انہیں اپنی محبوب کتاب کے ہنرمندانہ مقاصد سے اس قدر غلط
اور دائمی بہبودی کے حیرت انگیز دستور العمل سے اس قدر دور کر دیا ہے۔ کاش! جس صنّاع اور ظاہر نوازی سے
خلیل ابن حسنہ، ابوالاسود الدؤلی، سیبویہ، کسائی، قطرب اجمعی وغیرہم نے قرآن کو ادب و بلاغت
کی صحیح محکم مان کر اسے کئی ایک مستقل علوم ادبیہ کا ماخذ و مصدر قرار دیا تھا اگر رازی، ابن رشد، فارابی،
ابن خرم، اشعری وغیرہم علیہم الرحمۃ بھی کتاب الہی کے دروں کو قانون فطرت کا صحیح ضابطہ اور مشیت خدا
کی صحیح تصویر مان کر اسی طریقے پر مستقل اور ناقابل رد علوم الکلام اور علوم لطبیعت کی بنیاد ڈالتے، اور قرآن کا
تمام ضابطہ عمل عیاں کر دیتے، تو آج اسلام اس اندوہناک مصیبت میں مبتلا نہ ہوتا۔ برخلاف اسکے علم کلام
میں مسلمانوں کی تامل و تسبیح نہایت نازک اور خارج از بحث، مابعدا لہی اور غیر مفید موضوعوں کے غلط استنباط
اور غلط اجتہاد میں صرف ہوئی۔ معارف الہی، اوصاف نبوت، ماہیت وحی، حقیقت روح، بحث امامت،
جبروت، احوال قیامت، عذاب قبر، خلق قرآن وغیرہ وغیرہ، ایسے مسئلے تھے جن سے کسی غافل نظر کے
بعد بھی کوئی یقینی فائدہ یا فطنی نتیجہ مترتب نہیں ہو سکتا تھا۔ یونان کے ضعیف اور لافظ، غیر مستند و خیال آرا
فلسفے نے ان مباحث کو چمپ کر مسلمانوں کے اعتقادات میں دردناک تصادم پیدا کر دیا۔ اہل سنت اور شیعہ
خارج، معتزلہ، قرامطہ وغیرہ کے علاوہ جبریت، قدریت، مشبہ، مرجئیہ، باطنی، ناصبی، غالیہ وغیرہ وغیرہ مسیو
فرقے اسلام میں پیدا ہو گئے! اجماع امت شک میں تبدیل ہو گیا، قرآن کے مطالب کی تنظیم و تفسیق قطعاً ترک
گئی، استدلال کا تمام مرجحان معتقدات اور ظنیات کی طرف ہو گیا، معاملات و یقینیات کی طرف توجہ نہ رہی۔

ان نامراد قضیوں میں پُرکرمسلمان قرآن کی حقیقت سے اور بھی دور ہو گئے۔ جمہور علمائے دین کی عقائد و
میں بالغ نظری اور معاملات کی طرف کم گئی آج ایک بہت بڑی حد تک اسی مفسدانہ اور شرانگیز فلسفیانہ
اجتہاد کا بقیہ ہے۔

وَاِنَّ مِنْكُمْ اُمَّةٌ وَّاحِدَةٌ وَاَنَّا رَکْبُکُمْ فَاتَّقُوْا ۚ فَمَقَطَعُوا اَنۡرَکُمْ بَیۡنَکُمُ
رُجُبًا کُلَّ حُجُبٍ بِمَا لَدَیۡکُمْ فَرَحُوْا ۚ فَلَمَّا لَدَیۡکُمْ فَرَحُوْا ۚ فَلَمَّا لَدَیۡکُمْ فَرَحُوْا ۚ
اور مسلمانو! یاد رکھنا کہ یہ تمہاری امت اپنے اصل اساس کے عتبہ سے ایک ہی گروہ ہے جو میری
سرکردگی اور سروراری میں قائم ہے، اور وہ اصل مقام خدا کا خوف ہی پس مجھ ہی سے ڈرتے رہو،
اور شرک خوف کے باعث ایک امت بنے رہے ہو۔ آہ! لیکن خدا کا خوف ان سے زائل ہوا گیا،
اور لوگوں نے آپس میں پھوٹ پیدا کر کے اپنا اپنا مسلک جدا کر لیا۔ اب ہر فرقہ اپنی اپنی بات پر
خوش ہے۔ پس ان سب کو غفلت میں پڑا رہنے دو۔ یہاں تک کہ امر الہی ان کے اس گناہ عظیم کی پاداش
سب کا فیصلہ کر دے!

علم کی صداقت آزمائش، اور عمل کے فیصلہ کن میدان میں آج اس یونانی فلسفے کی دھنیاں اڑ
چکی ہیں۔ سطحی خوب صورتی، لفظی نزاع، غلط مقدمات، ظنی استدلال، عقرب نتائج، وغیرہ وغیرہ کوئی ایسی
بد نہیں جسکے رو سے اسکی صلیت، حسب نسب، اور نامہ اعمال کی قلعی نہ کھل گئی ہو۔ خود سچی یورپ بھی
آج اپنے کمال قوت اور عظیم الماشال نمکتن کے غرور میں کبھی کبھی اس پرانی، باتونی، اور بے وفامعشوقہ
کی داستان دل لگی اور افسوس کے طور پر بے بیٹھتا ہے جسکی دلفریب باتوں کی بلائے محبت میں مسلمانوں
کی شہ پر دو سو برس تک گرفتار وصال اور منتظر نتائج رہا۔ مگر مسلمان ہیں کہ ایک ہزار سال سے زیادہ اس
رانڈہ عالم اور مضطرب یقین، اس تہیدست اور قلاش محض عجزہ کے تہم نمالہوں اور عشوہ سنج نگاہوں کے

۴۔ حاکم وقت کا خوف بشرطیکہ پتا خوف ہو رعیت کے افراد کے مابین پتا اتحاد پیدا کر دیتا ہے۔ اگر کوئی جماعت کسی ایک شخص کے ماتحت رہ کر
مستعد نہیں ہوتی تو اسکو لامحالہ اس حاکم کا کچھ خوف نہیں۔ خوف کے ہوتے ہوئے تفرقہ نامکن ہے۔ اور یہ بات ہر تنظیم محکمے اور ادارت میں
روزمرہ نظر آتی ہے۔ پس تقویٰ اور اتقا کی ایک اہم قرآنی رشتی اتحاد اور وحدت امت ہے۔ اور یہی قوم دراصل متقی ہے جو خوف خدا کے باعث متحد
ہو کر ہے، اس عالم آرا اصول کی تائید آگے چل کر جا بجا ملے گی۔ یہاں پر اس سے بحث نہیں۔

گھائل ہیں اور اپنی دینی اور دنیاوی کشائش کی راہ اب تک اس ناپاک فلسفے کے قدموں تلے دیکھ رہے ہیں کیا خدا پاک کا تنبیہی اور تادیبی اشارہ جو آیہ لَا تَمْسُكُوا زُتُورُ (۵۶: ۷۹) میں ہے، اور جسکی سطحی تعبیل اور دور از کار تاویل میں مسلمان اس جوش و خروش سے استعاذوں، استغفاروں، اور پے درپے طہارتوں کے بغیر قرآن کا

سطح اس قرآن عظیم کو پاک بندوں کے سوا کوئی چھوئے نہیں پاتا۔

۱۔ اس سنی خیر اور حقیقت نہایت کا غلط استعمال جہدِ مسلمانانِ عالم نے پے درپے کئی قرونوں سے بالائزہام کیا ہے شاید ہی کسی دوسری ایک آیت اتنی کا کیا ہو کہ کتابِ خدا کے قدیم تر نسخوں میں جہدِ راسخ و سرفراز کا سرِ مذہب عنوان ہونا کہیں تحقیق نہیں، اس بقدر اسلام کے زمانہ انحطاط سے آج تک یہ آیت نہایت استعمال کے ساتھ قریب قریب ہر جگہ کا سرِ مذہب بنی رہی ہے۔ قرآن کریم کا ہر عالم اور جاہل مولف بلا امتیاز اس کو سرفراز پر کہیں نہ کہیں جگہ دیتا رہا ہے اور اسکی شمولیت کو اپنی تالیف کا جزو لازمیت قرار دیکر اپنے زعم میں دنیا کو خدا کی ایک نئی، ہم کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہے، اور طرفہ نریہ کہ اسے غلط العالم مفہوم کے متعلق اپنے دل میں ذرا سا شک بھی نہیں رکھتا۔ مگر ہر قوم کے زوال کی داستان دراصل اسکی حسیات کے زوال کی داستان ہے، جب سنی و عمل کا اصلی ہیجان ہندو کے قلوب سے رفتہ رفتہ فرو چلا گیا ہے اور طبیعتیں آرام پسند بن جاتی ہیں تو انسان اپنے دل کی تسکین کے لیے چند ہی باتیں اعتقاد کے طور پر لیتا ہے جن کے کرنے میں کم سے کم تکلیف ہوتی ہے اور ان کے کر لینے سے ایک ڈھارس ہی بندھی رہتی ہے۔ جب تک مسلمانانِ عالم کتابِ خدا کو کسی جلیل القدر حاکم کا فرمانِ ضروری یقین کے اس کے ایک ایک حرف پر عمل کرنا ناگزیر سمجھتے رہے، اسکی اہمیت اور عالی نسبتی سے خوفزدہ رہ کر لرزتے رہے، اور اسکی تعمیل میں اپنے تن بدن کو تکلیف میں ڈالتے رہے، قرآن کی تعظیم کا صحیح مفہوم عمل اور صرف عمل ہی رہا۔ لیکن جب سنی و عمل سے گریز کرنا آرام دہ نظر آیا تو لوگوں نے قولِ خدا کی لفظی اور زبانی تعظیم کو اپنے اعتقاد کا جزو کسیر بنا کر اپنے نفس کو دھوکا دیا، اسی کو حاکم علی کا صحیح منشا سمجھنے لگے، اسی کو حکمِ حاکم کی مرگ مناجات فرض کر لیا، اسی میں اپنا تمام تر عرصہ و استقامت صرف کر دیا۔ پھر نفسِ فریب کار کی اس خوشنما بہانہ سازی نے قرآن کی تعظیم پر شہین جزائروں میں بند کرنے یا کبھی کبھی تبرک کے طور پر تلاوت کر لینے پر محدود کر دی، اور جب اس کو دھوکا دینا بھی طبیعت پر گراں گذرنے لگا تو اسکو ہر وقت بالائے طاقت رکھنے کا شیوہ اختیار کر کے گویا خدا کو بالائے طاقت رکھنا یا آج ہی طبع کی بنائی ہوئی متقیانہ دلیل ہر وقت نفس کے دل میں موجزن رہے، اور باوجودیکہ انسانی تعلق اور عقیدہ کا اندازِ ہمیشہ یہ ہے کہ کسی مشاہدہ حاکم کے مکتوب کو دیکھ کر کئی کئی لاقوں تک نیند حرام ہو جاتی ہے، اور دن تیار اور مسلسل میں صرف بحث ہیں۔ اور فہم طلب کے اضطراب میں اس منشورِ ضروری کو اٹھا اٹھا کر پڑھا اور پڑھ پڑھ کر رکھ دیا جاتا ہے اور عمل کے سوا کسی دوسری تعظیم کا خیال تک نہیں گذرتا، تاہم مسلمانوں کے نزدیک آجکل تعظیمِ حکم الٰہی کمین اور کمینِ عمل و عمل کی بہترین تجویز یہی ہے کہ اس کے مکتوب کو طاق نیماں پر رکھ کر ہر اس کی خبر لی جائے اور ہر دم با وضو نہ ہونے کا یا اور شیطانی عذر رکھ کر اسکو ڈال دیا جائے۔ آہ! لیکن جو وقت کسی قوم کی فتنیں بگڑ جاتی ہیں، جب تکلیف کی بجائے آرام ان کا شیوہ عمل بن جاتا ہے تو کوئی منطق کوئی دلیل، کوئی جس مشترک انکو بہتر نہائی کے لیے کارگر نہیں ہوتی۔ ورنہ خوفِ خدا کے اس شکر انگیز اور کشورکشازمانے میں جب کہ قرآن کے ہی الفاظ سرورِ اہمیت اور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب پر بلرہ رہت آسمان سے وحی ہو رہے تھے، آپ کی چاہتی اور راز واریوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ کلامِ خدا کو چھڑوں، اور کجیور کی شاخوں اور بڑیوں پر لکھ کر اسی طرح علی الحساب ایک صندوق میں ڈال دیا جاتا تھا اور وہ صندوق رسولِ خدا کی چارپائی کے سرخانے پڑا رہتا تھا!

لیکن اس استدلال سے قطع نظر جن معانی میں آیہ مَسْکُوا زُتُورُ (۵۶: ۷۹) قرآن کریم کے اندر استعمال ہوئی ہے۔ ان کا مسلمانوں کی اس نحو ساختہ تاویل سے خفا کوئی تعلق نہیں۔ سورہ واقعہ کے رابطہ کو ظاہر کرنے کا یہ موقع نہیں مگر چند پہلی اور پہلی آیتوں کے سیاق سے ظاہر ہے کہ

(پیشہ تحت المیز صفحہ ۵۰) اس آیت میں کسی بات سے منع کیا گیا ہے اور نہ انما مقصود ہے بلکہ معترضین کو کتاب خدا کے مفید عام ہونے، اگے
 علم کے سب انسانی علم و خبر سے بالاتر ہونے، اور اس کی تعلیم کے مصدر عزت و امن ہونے کا دعویٰ حیرت انگیز الفاظ میں پیش کیا گیا ہے:
 فَلَا أُفْسِدُكُمْ أَقْوَامَ الْجَوْمِ ۚ إِنَّهُ لَسَعِيدٌ لِّعَلْمُونَ عَظِيمٌ ۚ إِنَّهُ لَقَرَّانٌ كَرِيمٌ ۚ فِي كِتَابٍ فَكَرُونِ ۚ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۚ
 تَنْزِيلُ مِنَ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ أَفَبِعَذَابِنَا أَنْتُمْ مُكذِّبُونَ ۚ وَتُجَادِلُونَنَا فَمَا نَأْتِيكُمْ بِآيَاتٍ تَكْذِبُونَ ۚ فَوَلَاؤُا إِبْرَاهِيمَ
 الْحَقْلُومَ ۚ وَأَنْتُمْ حِينِيذِينَ تَنْتَظِرُونَ ۚ وَخُنْ أَقْرَبُ إِلَيْكُمْ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ (۵۶-۵۷)

کا ترجمہ، جو اس سے پیشتر چکے ہیں، اور چنانچہ سے بابرؒ مکتبہ دہلی قرآن اور حدیث کے لیے کی طرف خطاب ہو رہا ہے، سچی کہ (۹۲: ۵۷) میں بھی انہی (الْمَلَائِكَةُ يَذْكُرُونَ الشَّكَايَاتِ) کی طرف عود کیا گیا ہے، میں تم کو آسمان کی اس پہنائے سے سیکر میں کر دوں گی۔ میں بلند سارا دل کے مقامات عالیہ کو گواہ شہید کر رہا ہوں (أَقْبِهِمُ بِمَا قَالُوا لِلْعَذَابِ) اور گوش ہوش سن لو کہ اگر تم کو علم ہوتا تو سچہ لیتے کہ ان آسمانی رصداں کا ہوں کی شہادت ایک بہت ہی بڑی اور قطعی شہادت ہو، کہ یہ قرآن عظیم یک بڑی ہی بلند پایہ (کرنیجہ) بڑی ہی قابل قدر عزت (کرنیجہ) ہے، بے حلائی غرور و غوص (کرنیجہ) اور فخر و عتسنا و اناہاک (کرنیجہ) کتاب ہے۔ ہمارے نزدیک اس کے احکام کی عزت، اس کے مضامین کی قدر و منزلت، ان کی اہمیت، ضرورت اور نافعیت، فی الجملہ مستدر ہے کہ گویا کئی قہوں میں رکھے ہوئے (مکتبہ) اصول و متبویوں کی طرح بین الدفتین پٹی ہڑی ہے، جس کو جو دہا جس کے نایاب اور بے بہا ہونی کے پاک صاف اور اہل آدمیوں کے سوا کوئی چھوٹے نہیں پاتا (لَا يَشْعُرُونَ إِلَّا الْمُنَظَّرَ فِيهِمْ) کہ تم کہو: قدر شناسنا انسانوں کے دلوں میں اس کتاب عزیز کے احکام کی یہ وقعت کیوں نمودار ہوئے تو ایندو بے مثال کا اتارا ہوا کلام ہے جو مخلوق زمین و آسمان کا پالنے والا ہے اور سب کو امن و راحت دینا جس کا اولین پیش نما ہے (رَبِّ الْعَالَمِينَ)۔ تو کیا تم ایسے قابل قدر، ایسے شغفتہ بخش اور اس قدر نایاب کلام سے مدد نہنت اور مساحت روا رکھو گے (أَفَذِيحَانِ الْحَيَ بُنْتُ أَتَعْبُدُهُنَّ مَلَكُوتُ) کیا ان بے بہا احکام کی تعمیل سے گریز کرنا، ان کو جھوٹ سمجھ کر ان سے بے اعتنائی رہنا اپنا روزیہ اور زینہ معاش بنالو گے (وَجَعَلُوا دِينَهُمْ فَاكُوتُ أَتَعْبُدُهُنَّ مَلَكُوتُ) تو خیر کچھ پرواہ نہیں شوق سے کرو۔ لیکن اسے اہل زہد! اس سرسبز ایندو کیوں نہ ہٹا دو جب کہ اجتماعی غلٹ سیرت و نجات کے قیامت انگیز سے میں تم میں سے ایک ایک فرد کی جان بدن سے کچھ حلق میں اپونہی گئی، اور تم اسوقت نگر حکمران سے دیکھو، جتنے اور ہرگز کچھ نہ کر سکو گے! پھر سندن بہرہ تم سے بھی زیادہ تمہارے حلق سے قریب تر (أَقْرَبُ إِلَيْكُمْ) کھڑے تمہارا اگلا گونٹ رہے ہو گے، اور تم کو خبر نہ کہ تمہاری (وَلَكِنَّ كَذَلِكَ يَنْهَرُونَ) ۱۱

اس مربوط ترجمے سے جس میں ہر آیت کے مطالب کو بعد کی آیت سے سلسلہ وار پیوست کر دیا گیا ہے، یہ ظاہر ہے کہ لَا یَمُنُّ إِلَّا الْعَاقِلُونَ کے الفاظ احکام الہی کی قدر و منزلت کو سالکانِ زمین کی نگاہ میں عیاں کر دینے کے لیے بطور استعارہ ہمتاں کئے گئے ہیں۔ کتاب الضحیٰ (۵۷: ۵۸) میں گہرہم کا خطاب دیا ہے اور آیہ (۵۷: ۵۸) میں اسے تکرم کی توکید مزید لفظ ممکنون سے کر دی ہے۔ گویا یہ کتاب وہ دُرُ شہوار اور وہ گوہرِ نایاب ہو کہ موتیوں کی طرح تھوں میں لپٹی پڑی ہے۔ یہ کسی شے کو پیٹھے رکنا ہی انسان کے نزدیک انتہائی تعزیر کا معیار رہا ہے، اور یسینہ یہی تشبیہ ربِّ حق علی نے حورانِ بہشتی کے متعلق آیہ کَافٍ مِّنَ اللَّذِّیْنَ لَوْ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ اَعْبَادًا (۲۳۱: ۵۷) میں فرمائی ہے گویا وہ حوریں تھوں میں رکھے ہوئے موتیوں کی مانند ہیں۔ حوریا کا فی الواقع لہجہ ہونی ہونا نہ یہاں ملا ہے اور نہ قرآن کا عرش معلیٰ پر آیت زیر بحث (۵۷: ۵۸) میں، بلکہ مقصود احکامِ خدایا انعامِ خلیق قدر و قیمت

چھوڑ کر، کانہ گدائی ہاتھ میں لیے ہوئے، یونان کی مسخ شدہ حکمت کے درپوزہ گریو!

آفتاب اندرون خانہ وَا
گنج در استین وِیگِردِیم
دربدرِ میسر وِیمِ ذرہ شمال
گر وِہر کوئے بہرِیکِ تنقال

(تفسیر تحت المتن صفحہ ۵۱) کا جملہ نامہ۔ اسی قدر قیمت کی مزید تائید لایمکنہ اِلا المظہر ص ۵۶: ۵۷ کے الفاظ سے کر دی ہے، یعنی وہ لپٹے ہوئے موتی اس قدر قیمتی اور بدار ہیں کہ میلے ہاتھوں کا ان کو چھونا بھی منع ہے۔ یہی شخص صیص سورہ الرحمن میں عروں کے متعلق کی ہے: ثُمَّ يَطْمِئِنُّ يَخِطُّ يُخِيطُ بِهَمٍّ وَلَا جَانَّةٍ (۵۵: ۵۶ و ۵۷) یعنی "کسی جنت دانس نے ان کو اس سے پہلے چھوا تک نہ ہوگا۔"

اب رہا یہ سوال کہ کتاب خدا کی قدر و منزلت آیا اسی سطحی تفہیم میں ہے جو کہ بہت مسلمان آج کر رہے ہیں، یا اس کے مشمولہ احکام کی تعمیل کرنا ہی قرآن کریم کی صحیح قدر شناسی اور عزت ہے؟ اس کا جواب آیہ مَذْهَبُنَا (۵۷: ۸۱) اور آیہ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ (۸۲: ۵۶) میں ہے۔ ان دونوں آیتوں کے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم سے مدد بہت ہی ہے کہ مکر اور چرب زبانی سے کام لیکر اس کے احکام کی آرام دہ تائیدیں کر دی جائیں، ان کی تعمیل سے گریز کیا جائے اور زنی سطحی کو بہت کر کے العیاذ باللہ خدا کو دھوکا دیا جائے۔ یہی کفر کے صحیح معنی ہیں اور یہی تکذیب آیات الہی ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ میں واضح کر دیا جائے گا۔ خدا کی نظروں میں مکذیب وہی شخص ہے جو اس کے کئے پر عمل نہیں کرتا خواہ وہ اس کے قول و کلام کا منہ سے کسی اقرار کرے یا نہ کرے۔ انہی معنوں میں رسول خدا صلعم کے زمانے میں کشر اہل عرب مکذیب تھے۔ منہ سے مقرر ہو جانا اور عملاً تکذیب کرنا، خدا بلکہ فی الحقیقت ہر اولوالآخر کے نزدیک وہ فعل و فعل عیب ہے جس کی کچھ اجرت نہیں۔

تعبیہ کہ احکام الہی کو عملاً ماننے کی اس حیرت انگیز تشریحیں ترغیب کے باوجود آیہ مَطْهَرُونَ کے معانی یہ لیے جاتے ہیں کہ خدا نے اس کتاب کو ہاتھ نہ دھونے بغیر پھونکنے سے منع فرمایا ہے، اور صرف رسمی تقظیم مقصود ہے۔ ایک مسلم الذہن شخص کے نزدیک یہ تشریح نہایت لغو اور منکر انگیز ہے۔ یہ خدا کی شان سے حتماً بعید ہے کہ اپنے فرمان خسروی کی ایسی ناقص اور بے سنی تقظیم کرنے کا حکم دے جو آج کسی معمولی سے معمولی حاکم کو بھی قطعاً گوارا نہیں، اور جب نہایت چرکی تبلیغ و اشاعت کو، سید محمد و اولاد مسلمان ملکوں میں قطعاً مسدود کر دینا ہو۔ مگر اس تمام استدلال سے قطع نظر، کیا آج خیر مسلمانوں اور بالخصوص مسلمانوں کے ذہنوں کے لیے یہ دُوب مرنے کا مقام نہیں کہ آیہ مَطْهَرُونَ کی اس تاویل کو بالاتفاق تسلیم کرتے ہوئے بھی ان کی نافذ سستی اور بے نوائی، الکی یہی تھی اور لا ابایت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ قرآن کریم کی کشر اشاعت اور طاعت کا تذکرہ بڑے بڑوں کی وساطت سے ہو رہی ہے۔ ان کا اس کتاب کو چھونا تو دور کرنا، عین سرورق پر آیہ مَطْهَرُونَ کے ساتھ ساتھ ان کے نام لکھے جاتے ہیں اور کوئی نہیں پوچھتا کہ یہ کیا اندھیر ہو رہا ہے!

میرا مقصود اس تمام بحث و تجویز سے حتماً نہیں کہ کلام الہی کی ظاہری تقظیم نہ کی جائے یا کم کر دیا جائے، بلکہ یہ صحیح قدر شناسی صرف اس کے احکام کی تعمیل میں ہے اور نہیں۔ جو شخص قول خدا پر عمل کرنے کی نیت سے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال رہا ہے وہی اس کے قول کی تقظیم کر رہا ہے، وہی اس کو مان رہا ہے۔ آپس شک نہیں کہ اکثر اوقات ہمیں عمل کے ساتھ ساتھ ایک ظاہری ادب بھی خود بخود پیدا ہوتا ہے مگر ایسا اجتہادی لحاظ کسی وجہ سے قابل اعتراض نہیں جس بات پر اعتراض ہے یہ ہے کہ کتاب خدا کے بارے میں مسلمانوں کے دلوں میں ریا و مکر کی تقظیم نہ ہو، جمود و فریب کی عزت نہ ہو، آرام و تکلف نہ ہو، تسکین و نہاد نہ ہو، دل سے انکار اور منہ سے اقرار نہ ہو، نفس کو دھوکہ نہ ہو، شیطان کی ساخت نہ ہو، خدا سے گریز نہ ہو! اگر یہ ہے اور ساتھ ہی جنت کی کو بھی لگی ہے تو مسلمان دَعَاكَ اللَّهُ دَعَاكَ اللَّهُ خَيْرَ الْمَرْكُوبَةِ (۵۳: ۳) کے معنوں کو یاد رکھیں اور سمجھ لیں کہ اس غرض عقائدی کا کیا انجام ہو سکتا ہے!

(باقی صفحہ آئندہ)

ملہ اور عزت ان لوگوں نے مکر کیا تو اُدھر خدا بنی چال چل رہا تھا اور اللہ کا رعب کے بالمقابل بہترین چال چلنے والا ہے۔

مغربی حکمت کے ان شہداء یوں نے آہ! اس تیرہ سو برس کے اندر قرآن کی مقدس مجلدات کو درس کے ہر موقع پر آنکھوں سے لگاتے اور بار بار چوستے وقت ایک مرتبہ بھی اُسکے اُن دعاوی پر غور نہیں کیا جنکو وہ ہر نئے موضوع کے عنوان میں، ہر دقیق بحث کے ضمن میں، اور ہر تازہ اکتشاف کے حسیں میں پکار پکار کر کہتا ہے۔ آہ! قرآن حقیقت کے ان گمراہ متلاشیوں کو سوسطانی فلسفے سے ہٹا کر حق یقین کے راہِ راست پر ہی لارنا تھا جب اُس نے کہا تھا کہ اسکی آیات حکمت کے کامل استاد، اور غالب البران خدا کے اپنے ہاں سے اُترتی ہیں: تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (۱: ۱۰۹) اُس بے مثال ہستی کا رُئے سخن حکمت کے انہی نامداد ہر جائیوں کی طرف تھا جب اُس نے قرآن کو حکمت کی بے بدل اور جامع و مانع کتاب قرار دے کر اسکی قسم کھائی تھی: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ الْكِتَابُ الْحَكِيمُ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ (۱۰۳: ۱۰۴) وہ رب عزیز و حکیم، فی الحقیقت، انسان کو اسکی اپنی ایجاد کی ہوئی ہر حجت اور حکمت سے عملاً بے نیاز کر رہا تھا، جب اُس نے اپنی بھیجی ہوئی بُرائیوں، اور اپنے بنائے ہوئے قانون کو "کتابِ حکیم" کا جامع اور مانع لقب دیا تھا: تِلْكَ اٰیَةُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ (۱: ۱۰)؛ شاعِ زمین و آسمان کی مراد حکمت کے انہی ناوان اور کم علم فلسفیوں کو صراطِ مستقیم پر لانے کی تھی جب اُس نے جملہ ادیانِ تمہارا اُتائی نبی تو قرآن کے ہمتسم بالشان حقائق

۱۰ سورہ نمر کے علاوہ جہاں حوالہ من میں دیا گیا، یہی آیت دو اور جگہ زیب عنوان ہے جن کا حوالہ یہاں پر دیا جاتا ہے: تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (۲: ۱۰۳) تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (۲: ۱۰۴) سورہ مؤمنوں میں العزیز العلیم ہے: تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (۲: ۱۰۳) ترجمہ ان کا یوں ہے: یہ تحریری پیغام (الکتاب) بارگاہِ جلّ علی کی طرف سے تمام عالم کے نام ہو جو غالب القوالے (طی صاحب علم ۱۰۳: ۱۰۴) اور طر صاحب حکمت ہے۔

۱۱ قرآن حکیم اس بات کا شاہد ہے کہ بیشک تم خدا کے عظیم کے پیغامبروں میں سے ہو، اور اسی صراطِ مستقیم پر چل رہے ہو جو مقصود خدا ہے۔
۱۲ یہی آیت سورہ نمان کے زیب عنوان بھی ہے: تِلْكَ اٰیَةُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ (۲: ۱۰۳) ترجمہ یوں ہے: یہ احکام الہی (الایات) اس قانونِ جلیل سے ماخوذ ہیں جو ایک مجسمہ حکمت کتاب ہے۔

(تمہ تحت المثن صفحہ ۵۲) سوانح انجوم کی قسم کا صحیح مفہوم، اسکی عظمت کی تشبیح، اور مطلقہ تم تک پہنچنے والی موت کی صحیح کیفیت کا ذکر کبریٰ موقع پر کر دیا جائے گا۔ محولہ بالا ترجمے میں مطالب بہت کچھ عیاں کر دیے ہیں، اور ظاہر ہے کہ سوانح انجوم کی شہادت لا محالہ اُس اعلیٰ کی شہادت ہے جو انسان کو کمالِ علم کے باعث حاصل ہو جاتی ہے، اور جو عرب کے پیغمبر عظیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حتماً حاصل ہو گئی تھی۔ اس کیفیتِ نبوت کا ذکر مسلمان ارتقا کے تحت المثن صفحہ ۲۱ میں ہو چکا ہے۔

حکیم و علیم خدا کے ہاں سے براہِ راست سیکھ کر آتا ہے: **وَإِنَّكَ لَتَلْقَىٰ الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنِّ حَكِيمٍ عَلِيمٍ** (۶: ۲) اور اُنکی آیات پڑھ کر دنیا کو حکمت اور طہارتِ نفس سکھاتا ہے: **لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ** (۳: ۱۶۳)۔ اور **آبِ مَوَازِلَ**

۱۷ اور اے محمد! اس میں شک نہیں کہ تم قرآن کی عظیم الشان حکمتوں کو حکیم و علیم خدا کے پاس سے سیکھ کر آتے ہو۔
 ۱۸ لوگو! اس خدا نے عظیم الشان ایمان والوں پر بڑی احسان کیا کہ ان سے علم اور اُچھا اُن پڑھ کر اور انجان اہل عرب میں رہیں، (یہود (۲: ۱۲۳) ان ہی میں کا، اور جب پسند ایک رسول بھیجا جو آج فرستادہ خدا ہونے کے باعث اس قدر صاحبِ علم ہو گیا ہے کہ اُن پر خدا کے عالم آرا احکام واضح کر رہا ہے (يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ)، ان کو آلائش گناہ سے پاک بنا کر رہا ہے، اُن کو قانونِ الٰہی (الْكِتَابَ) کا علم دے رہا ہے، خدا نے علیم و حکیم کی حکمت سکھلا رہا ہے، ورنہ اس سے پہلے تو یہ جاہل لوگ میرے گمراہی میں تھے۔

قریب قریب ہی غمخوار اور بے گھر کی دنیا وہ وضاحت کے ساتھ چار اور موعظوں پر آیا ہے۔ سورہ جمعہ میں ہے:
هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (۲: ۱۲۳)

لوگو! وہ خدا ہی تو ہے جس نے عرب کے اُن پڑھ اور اُچھ لوگوں کی ہدایت کیلئے اُن ہی میں سے ایک نبی اور پہلے آسانی صحیفوں سے نا آشنا شخص کو قاصد بنا کر بھیجا جو شخص آج فرستادہ خدا ہونیکے باعث ہی استاد صاحبِ علم ہو گیا، جو کہ اہل عرب پر خدا نے عظیم الشان عالم آرا احکام واضح کر رہا ہے، انکے دلوں کو اپنی زندگی کے پاکیزہ نمونے اور نورِ عمل سے آلائش عصیانِ جہود سے پاک کر رہا، جو زکّیہ (يُزَكِّيهِمْ) اُن کو قانونِ الٰہی کا علم دے رہا ہے، خدا نے حکیم کی حکمت سکھلا رہا ہے، ورنہ اس سے پہلے تو یہ جاہل لوگ میرے گمراہی میں تھے۔

سورہ بقرہ میں ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (۱۵۱: ۲)

اے ساکنانِ عرب! یہ احساناتِ جہاد پر شمار ہونے لگی قطع کے ہیں جیسا وہ عظیم الشان احسان کہ ہم نے تم کو براہِ راست پر لائیکے لیے تم ہی میں کا ایک رسول بھیجا جو ہمارے احکام تم پر واضح کر رہا ہے، تمہارے نفس کو گناہ کی آلائش سے پاک کر رہا ہے، تم کو قانونِ الٰہی کا علم دے رہا، جو عزیزِ حکیم خدا کی حکمت سکھلا رہا ہے، اور تمہارے کہ تم کو ان عظیم الشان حقائقِ فطرت کا علم دے رہا ہے، جن کا اس سے پہلے تمہیں کچھ علم نہ تھا۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا بھی یہی انداز تھا:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱۲۹: ۲)

اے ہمارے پروردگار! تو ان سے علم اور انجان اہل عرب میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیج، جو تیرے احکام ان پر چھی طرح واضح کرے، ان کو تیرے قانونِ حیرت کا علم دے، تیرے حیلِ قدرتِ حکمت کا درس دے، اور انکی اصلاح کرے (يُزَكِّيهِمْ) یہیں شک نہیں کہ تو بڑی لطفِ الٰہی اور صاحبِ حکمت خدا۔
 سورہ نساء میں ہے:

وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (۱۱۳: ۳)

اور اے محمد! اس خدا نے ذوالجلال کا تم پر بڑا فیض نازل کیا جو اس نے اپنی کمالِ عاطفت سے یہ کتاب عظیم تم پر اتاری، اور یہ کتاب کیا ہے، وہ اصل مجتہدہ حکمت ہی، جسکے ذریعے سے خدا نے علیم و حکیم نے تم کو وہ حقائقِ عالیہ سکھائے ہیں جن کا تم کو اس سے پیشتر علم نہ تھا۔

نے یونانی فلسفے کے ان خوشہ چینوں کو قرآن ہی کی طرف ہلایا تھا جب اسکی سچی اور بے عیب حکمت کو بشریت کے ہر نقص سے بری، اور انسانی صناعت کے ہر سقم سے پاک ٹھیرا یا تھا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتٰبَ الَّذِیْ لَا یُجْعَلُ لَہٗ عِوَجًا ۙ سکتہ (۱:۱۵)، اور صاف فرما دیا تھا کہ ساکنانِ عالم کو محیطِ ظلمت سے پہنائے نور میں نکالنے والی یہی کتاب ہے: یٰۤاٰیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیْسَ بِہِمْ النَّاسُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ اِلٰی التَّوْبَةِ ۙ یَا ذِیْنَ رَحِمْنٰہُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۙ (۱:۱۲) آہ! سفرِ فی منطق کے ان ذلہ برداروں نے قرآن میں یونانی فلسفے کے ذریعے سے اجتہاد کرتے وقت نہ سمجھا کہ قرآن کی قطعیت اور کفایت کی یہی دلیل بس ہے کہ وہ ایک کامل با علم اور کامل با خبر ذات کی طرف سے ہے: کُنْتُ اَحْکَمُتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلْتُ مِنْ لَّدُنْ حٰکِمٍ حٰمِدٍ ۙ (۱:۱۱)، اور اس بنا پر اسکے معارفِ حقائق میں کسی ناقص، غیر قائم اور عارضی شے کو ذیل کرنا خدا اور حکمتِ خدا کو العیاذ باللہ ناقص سمجھنا ہے!

۱۔ تمام تعریف اور شکرِ خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے اپنے بندے پر تہہ آن اتارا اور اس کی قسم کی کجی نہ رکھی۔
قرآن حکیم کی حکمت میں کجی نہ ہونے اور اسکی صداقتوں کے انہی اور ابدی ہونے کے متعلق دوا اور اشارے ہیں جو اس جگہ لکھ دیئے جاتے ہیں۔ سورہ نمر کی آیت (۲۷: ۳۹) سے قرآن کی جامعیت اور انیت کا دعویٰ بھی نکلتا ہے:

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ہٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّہُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الذِّکْرَ فِیْ عَرَبٍ رَّجِیْمٍ ۚ لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُوْنَ ۙ یَعْلَمُوْنَ ۝ (۳۹: ۲۷-۲۸)

اور لوگو! ہم نے تمہارے سمجھانے اور میں صحیح طرزِ عمل بتلانے کے لئے اس ستران کے اندر ممکن مثالیں مکرر اور دستورِ العمل واضح کر دی ہیں تاکہ لوگ اس سے متلج اخذ کریں، اور بعد ازاں اُن پر عمل کریں۔ یہ قرآن عربی زبان میں ہے، اسکی حکمت عالیہ میں کس قسم کی کجی نہیں رکھی اور ہر کامنہ تہائے منظر یہ ہے کہ تمام عالم کے لوگ اس بمثال حکمت پر عمل کر کے عذابِ الہی سے بچیں۔

لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ یَمِیْنٍ یَّوْمَئِذٍ ۚ وَکُلُّ مَنْ خَلْفَہٗ یَنْزِلُ ۙ مِنْ حٰکِمٍ حٰمِدٍ ۙ (۲۲: ۴۱)

باطل کو اس کتابِ عظیم سے مقابلہ کرنے کی تاب نہیں، نہ اسکو پیچھے سے وار کرنے کی جرأت ہے۔ جھوٹ نہ اس کے سامنے سے آسکتا ہے (مِنْ یَمِیْنٍ یَّوْمَئِذٍ) نہ پیچھے سے (مِنْ خَلْفَہٗ) نہ آج اسکو کوئی انسانی حکمت جھٹلا سکتی ہے نہ آج کے بعد اسکو کہیں سے گزند پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ حقیقتِ عظمیٰ اس حکیم اجل، اس استادِ ازل کی اتاری ہوئی ہے جس کی حمد و ثناء میں ایک عالمِ طب اللساں ہے!

۲۔ یہ قرآن ایک بڑے پائے کی کتاب ہے۔ اس کو ہم نے تم پر اس غرض سے اتارا کہ تم لوگوں کو حکمِ خدا کی اطاعت پر آمادہ کر کے جہل کے اندھیرے سے علم کی روشنی میں لاؤ اور انکو عزیز و حمیدِ خدا کی طرف لے جاؤ۔

۳۔ یہ قرآن وہ بے بدل کتاب ہے کہ اسکے احکام و دلائل و بلائیں سے بخوبی ثابت اور مستحکم کیے گئے ہیں اور ہر حکیم و خبیرِ خدا کے اپنے ماں سے اُن کی مکمل شجہ و بسط کی گئی ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّلْكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِّلْمُسْلِمِينَ ﴿۸۹﴾
 اور اے پیغمبر! ہم نے تم پر یہ کتاب اس پائے کی نازل کی ہے کہ یہیں ہر ممکن شے کے متعلق ارشاد
 واسطہ انسان سے پڑتا ہے، تفصیلی بیان موجود ہے، اور تسلیم کرنے والی قوم کے لیے یہ کتاب تو
 سزا سربلایت ہو، رحمت ہے، اور اسکی سلامتی اور حفظ و امن کی بشارت ہو!

ان حیرت انگیز دعویٰ کے بعد مسلمانوں اور قرآن کو تسلیم کرنے والوں کا فرض تھا کہ وہ اپنی دینی اور دنیاوی
 دونوں زندگیوں کے اصولی قواعد اور بنیادی ضوابط کی تلاش میں انسانی حکمت کے ہر مسلک خیال، اور
 قیاس و رائے کے ہر نظری مذہب سے ختمائے نیاز ہو جاتے، وہ اللہ کا حاوی علم، اور خدا کا محیط فلسفہ موجود
 ہوتے ہوئے کسی سلاطون یا اسطو کی حکمت کے محتاج نہ بنتے، وہ انفرادی اور اجتماعی دونوں زندگیوں کو خوش
 اسلوبی سے سلجھانے کیلئے تمام ترجوع اسی کتاب کی طرف کرتے، وہ دین اور دنیا کے ہر مسئلے اور ہر طرز عمل کے
 متعلق سب بشارت اور رحمت، سب نور اور ہدایت، سب علم اور خبر اسی کتاب سے لیتے، وہ قرآن ہی کو عقائد
 اور عملی مناظرات کی حقیقی ستارہ، اور کلام الہی کو ہی روحانی اور مادی مجاہدات کی مضبوط اساس مانتے،
 وہ کتاب خدا کو نہ صرف ذاتی فلاح کا بے مثال ذریعہ اور روحانی تقرب کا واحد وسیلہ سمجھتے، بلکہ معاشری
 عمران کا سنگ بنیاد، اجتماعی استحکام کا مرکز ثقل، اور قومی تقدم کا محور عمل یقین کرتے، وہ اقوام کی ترقی
 کے اسباب، انحطاط کے مبعوثات، بادشاہت اور تسلط فی الارض کے طریقے، حصول قوت کے آخذ، علوم
 و فنون کے مصادر، فطرت کے قوانین، الغرض ان سب نکات کے کھوج جن پر استلانی زندگی کا تمام
 حصر ہے، اسی قرآن سے لیتے اور ان پر عمل پیدا کرتے۔ منان لم یزل ومنہم حقیقی نے قرآن ہی کو مسلمانان
 عالم کا کامل ضابطہ عمل اور مکمل آئین مذہب قرار دے کر کہا تھا کہ آج میں نے اسلام کو تمہارے لیے پسند
 دین و دنیا کی تمام نعمتیں تم کو بخش دی ہیں!

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴿۹۰﴾

آج ہم تمہارے دین کے تمام دستور و عمل کو تمہارے لیے مکمل کر چکے، ہم نے اپنی تمام نعمت تم پر پوری کر دی اور

۱۔ مسلمانان عالم کے تحت لائن (صفحہ ۱۱-۱۲) میں اہل علم و دانش کو واضح کرنا ایک حد تک ہی کی گئی ہے۔ ۲۔ بیوٹیک سال غیر ملکی ہے۔ ۳۔ جوہر دواع کے خطبے کے موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئی

اسلام کو تمہارے لیے بطور اکملین عمل پسند فرمایا۔

کلام الہی کی اس متم بالشان اور حرکت الارحیثیت کو پہچاننے کے لیے نہایت سیدھے سادے اجتہاد کی ضرورت تھی۔ شائع اسلام نے قرآن کو ایک روشن اور بین حقیقت قرار دیا تھا: **تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ** (۲۰: ۲۶) مگر ساتھ ہی سورہ قمر میں یہ امر بار بار یاد دلایا تھا کہ اسکے اوامر و نواہی، مواظط و حکم، طریق توحید اور طرز استدلال سے پورے طور پر استفادہ ہونیکے لیے ذکر و فکر، صحیح استنباط نتائج، اور عمل کی قطعی ضرورت ہے: **وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَكُنْ مِنْ ذَكِّرِينَ** (۱۷: ۸۳)۔ صاحب قرآن اور فاطر زمین و آسمان نے قرآن کو ہدایت کا سرچشمہ، رحمت الہی کا مبداء، اور بشارت کا مصدر قرار دیا تھا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اسکے حقائق عالمیہ کو پورے طور پر سمجھنے کے لیے کامل یقین، کامل ایمان، انتہائے استقلال، اور کمال بصیرت کی ضرورت ہے: **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ الْوَحْيُ وَإِنِّي أَنَا الْبَشَرُ الْأَوَّلُونَ** (۲۱: ۱۰۷)

۱۷۔ یہ آیات اس کتاب جلیل کا ایک حصہ ہیں جو واضح ہے، اور جبکہ مقاصد صاف صاف بیان کر دیے گئے ہیں۔ یہی آیت سورہ شعراء کے علاوہ سورہ یوسف اور سورہ قصص کے زیب عنوان بھی ہے: **تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ** (۱۱: ۱)۔ سورہ حجر کے شروع میں **تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ الْمُبِينِ** کے الفاظ ہیں: **تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُبِينٍ** (۱: ۱۵)۔ یہ آیات الہی اس الکتاب کی ہیں جو قانون خدا ہے، اور اس قرآن کی جو ہر طرح پر واضح اور روشن ہے۔ سورہ نمل میں **کِتَابٍ مُبِينٍ** کے الفاظ ہیں، **تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُبِينٍ** (۱۰: ۲۷)۔ یہ آیات الہی قرآن کریم کی ہیں اور اس کتاب کی جو واضح اور روشن ہے۔ سورہ رزف (۲: ۴۳) اور سورہ دخان (۲: ۴۴) میں صرف **وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ** ہے جس کا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے **قرآن کریم جو ایک روشن اور شریح فی البیان کتاب ہے اس بات کا شاہد ہے**۔

ان آیات کا صحیح مفہوم ترجمے میں ادا کرنا از بس مشکل ہے یہاں پر ایک عام ترجمہ کر دیا گیا ہے جس سے مقصود قرآن کو واضح کتاب ثابت کرنا ہے۔ لیکن یہ امر کہ کتاب **مُبِينٍ** اور **الْكِتَابِ الْمُبِينِ**، **الْکتاب** اور **کِتَاب** کے الفاظ کا صحیح مقصود کیا ہے علیحدہ بحث ہے جو دوسری جہت میں کی جائے گی۔ **الْکتاب** اور **کِتَاب** کے الفاظ اس سے پیشتر بھی چند آیتوں میں آچکے ہیں، اور اس موضوع کی مستقل اور مفصل کن بحث سے پیشتر بھی آئیے گئے۔ لیکن ان کے اصلی مفہوم کو اسی بحث پر چھوڑ دینا چاہیے۔

۱۸۔ اور فی حقیقت ہم نے قرآن کو تو لوگوں کے چند نصیحت کی خاطر آسان طور پر بیان کر دیا ہے۔ پس کوئی سچے جو اس سے سچی نصیحت پکڑ کر اس کے احکام پر عمل کرے!

سورہ دخان کے اخیر میں ہے: **كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكَ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** (۵۸: ۲۴)۔ ہم نے اس قرآن عظیم کو تمہاری زبان میں محض اس لیے آسان کر دیا ہے کہ تمہاری قوم کے لوگ اس سے نصیحت انداز کیں۔ **يُبَيِّنُ** کا اشارہ ایکسا اور جگہ بھی آیا ہے: (۹۷: ۱۹) مگر وہ آیت آگے چل کر متن کتاب میں آئے گی۔ آیت مذکورہ میں سورہ قمر میں تین جگہ آئی ہے یعنی (۱۷: ۸۳)، (۲۲: ۵۴)، (۲۴: ۵۴)۔ ۱۹۔ تم ان لوگوں سے کہو کہ میں تو اسی پر عمل کرتا ہوں جو میرے دروگاہ نے مجھ پر بھی کیا ہے۔ یہ قرآن تو فی حقیقت، بڑی سچ سمجھ کی! میں اس جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ ان میں اگر ہدایت اور رحمت ہو تو اس قوم کے لیے جو اس کی حقیقت پر کامل ایمان رکھتے ہوئے اس میں تکرار کرتے (یعنی جو تکرار کرتے)۔

هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (۲۸: ۲۸) استناد لم یزل اور حلال مشکلات نے قرآن کو آسان اور
 زمین، کنے کے باوجود مجسمہ بصائر اور سب کی حکمت فرمایا تھا مگر ساتھ ہی یہ معنی خیز تشبیح کر دی تھی کہ اس کی
 آیات کی صحیح اور مکمل تفصیل صاحب علم قوم کے سوا کسی کو ودیعت نہیں: کَتَبَ فَصَّلَتْ آيَتَهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ
 يَعْلَمُونَ (۳۱: ۳۱) وَلَقَدْ جِئْتَهُمْ بِكِتَابٍ فَفَكَّرْنَا عَلَيْهِ هُدًى لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (۵۲: ۴) آدمی دین اور ماحی
 اختلاف خدا نے قرآن کو تضاد کے بدنام اور بشری عیب سے قطعاً بلند تر ٹھہرایا تھا مگر اس بات کو جو حیرت منج
 کر دیتا تھا کہ اگر انسان کو اس کی آیات بینات میں کسی جگہ اختلاف کا شائبہ نظر آتا ہے، یا نقص و ضریح
 گمان گذرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ظاہر اور باطن، سیاق و سبب اور سابق کلام یا محل وقوع اور
 شان نزول پر غائر نظر نہیں ڈالی گئی، جس قدر اسکے مطالب میں تدبیر اور صحیح استدلال کیا جائے گا اسکا
 اختلاف مٹتا جائے گا۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (۸۲: ۸۲)
 تو کیا یہ لوگ قرآن کے مقاصد و مطالب پر غور نہیں کرتے اور نہیں دیکھتے کہ وہ سب آپس میں متحد و متفق ہیں
 کیا ان کو اتنا بھی شعور نہیں کہ سمجھیں کہ اگر یہ کسی غیر خدا کا بنا یا ہوا قانون ہوتا تو لامحالہ اس میں بید اختلاف پاتے۔

۱۔ یہ قرآن تو تمام عالم کے لیے بصیرت اور تدبیر کی باتیں ہیں۔ ہدایت اور رحمت اسی قوم کو حاصل ہو جو اس کی سچائی اور منجانب اللہ ہونے پر
 بالاستقلال یقین رکھ کر اس میں تدبیر کرے (لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ)۔
 ۲۔ یہ قرآن عظیم ایک کتاب ہے جس کی آیات جلیلہ کے عظیم الشان مطالب کو ایک عربی متن کی صورت میں (قُرْآنًا عَرَبِيًّا) اس قوم کے
 لیے مشرح و مفصل کر دیا گیا ہے جو علم رکھتی ہو (لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ)۔
 ۳۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ ہم ان نادان اور اجڑا ہل عرب کے پاس وہ بے بدل کتاب لائے ہیں جس کی شیعہ تفصیل ہم نے علم سے کر دی ہے
 جو صاحب علم قوم اس قانون جلیل کے حقائق عالیہ کی صحت پر بالائزام ایمان رکھ کر اس میں تدبیر کرتی ہے۔ اس کے لیے تو یہ کتاب سرسبز
 ہدایت اور رحمت ہے (لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ)۔

۴۔ علم کی صحیح اور ناقابل انکار تعریف و اعلیٰ کے عنوان کے تحت تیسری جلد میں آئے گی۔ وہاں پر بصرہ راحت تمام واضح کر دیا جائے گا کہ کتاب خدا
 کی مراد علم ہے جیسے کیا ہے اور اس کے موجودہ مفہوم میں کس قدر رحمت انگیز تحریف ہوئی ہے۔ اس آیت کریمہ (۳۱: ۳۱) سے بہر نفع یہ ظاہر ہے
 کہ قرآن صرف صاحب علم قوم کے لیے اترا ہے اور اس بنا پر اسکے حقائق عالیہ کو وہی قوم کما حقہ سمجھ سکتی ہے جو علم رکھتی ہو۔ پس ہر مسئلہ اتفاق کے تحت امت
 میں اس علم کی ایک جھلک کھلا دی گئی ہے اور ایک دو اور مباحث آگے چکر اسی جلد میں آئیں گے۔ مگر علم کی تعریف تسلیم کیے بغیر کتاب خدا کی
 قدر و قیمت کا صحیح اندازہ لگانا از بس مشکل ہے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۴۱﴾

اور اے محمد! ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب نصیحت اسلئے اتاری ہے کہ تم لوگوں پر اچھی طرح عیاں کرو کہ ان کے لئے کیا احکام اتے ہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی کہ وہ خود سوچیں اور تدبیر کر کے نئے مطالب دریافت کریں اور مطابق پیدا کریں۔

كُنْزُ أَوْلِيَاءِ إِلَيْكَ مَلِكُ لَيْلَىٰ رُوِيَ آيَاتُهُ وَلَيْسَتْ كَرَّ أَوْلِيَ الْأَلْبَابِ ﴿۲۴۲﴾

اے پیغمبر! یہ قرآن عظیم بڑی برکت اور رونق پیدا کرنے والی کتاب ہے۔ اسکو ہم نے تیری طرف مخصوص اسلئے اتارا ہے کہ لوگ اسکی آیات پر کامل تدبیر کریں، اور صاحب عقل فراست لوگ اس سے صحیح نتائج اخذ کر کے عبرت حاصل کریں۔

یہی خاص تدبیر، فکر و فکر، ایمان و یقین، علم و بصیرت، صحیح استدلال اور تطابق ایسے آئینی اصول تھے جن کی بنا پر کلام الہی کے حجتہ بالغہ ہونے پر ایک سچا اور ناقابلِ وجہاً قائم ہو سکتا تھا۔ قرآن کے حیرت انگیز سرسبزستانوں، اور سرسبز حکمتوں کے لئے کسی خارجی فلسفے کی ضرورت نہ

۴۰ اَوْلِيَ الْأَلْبَابِ اکی مشرانی تعریف بھی عمل کے عنوان میں آئے گی۔ لیکن ابن سینوں (۸۲۱۲) (۲۴۱۱۶) (۲۴۱۳۸) اور قبل کی 'بصار' والی (۲۰۳۱۵) (۲۰۳۱۵) آیات کو پیش نظر رکھ کر اس مملکت تغیل کا یکسر قلع فتح ہو جاتا ہے جسے روسے مسلمانانِ عالم کی ایک کثیر تعداد نے مشرآن میں تدبیر کر کے اس کے مطالب کو دریافت کرنا گناہ سمجھا ہے۔ آج اس عام اخطا طے کے زمانے میں غالب رائے یہی ہے کہ قرآن کسی تدبیر کا تحمل نہیں، اس کے حقائق عالیہ کا ذہن سے کچھ تعلق نہیں، اس کے مطالب میں فہم کو خیل کرنا گناہ ہے، اسکی تشبیح میں عقل کو کام میں لانا بدعت ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جو لوگ علم اسرار الدین کے منشا و وجود سے واقف ہیں جس کی رسی بنیاد مشرآنِ اقل میں حضرت عمرؓ نے رکھی، اور جنہوں نے اُس نتیجہ و استقصا کا مزاج چکھا ہے جو خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اور اصحابِ صف کے، اہل سالہا سال تک ہوتی رہی، اور جس کو بلا استثناء سب صحابہ کرام نے ایمان و یقین کی خشتِ اقل مشرارے کے قرآن حکیم کی ایک ایک آیت کے مطالب کی تفسیر میں مہینوں اور برسوں تک تدبیر کرنا عین ایمان سمجھا تھا۔ اُن کے نزدیک اس زیرِ آلودگی کی کچھ وقت نہیں۔ اگر مالکِ زمین و آسمان اور بنشاندہ فہم و ادراک کا کلام انسان کی بڑی سے بڑی تنقید، ہر ممکن سے ممکن آزمائش، اور سخت سے سخت معیار کا تحمل نہیں تو وہ ذمی شعور انسان کے لئے وجوہاً قابلِ مقبول نہیں۔ کتاب کے اس ابتدائی حصے میں بھی صاحبِ نظر کے لئے کئی مثالیں پیش ہو چکی ہیں لیکن آگے چل کر ہر ورق اس امر کا آشکارا ثبوت ہو گا کہ قرآن حکیم کی آیات کس قدر حکم، کس قدر صحیح، کس قدر مطابق، اور کس قدر عمیق و بلج ہیں۔ کوتاہ نظر انسان کا علم اُن کے علم کے باقابل کس قدر پہنچ ہے۔ خدا سے پیشال کی طرف سے انسان کو صلائے عام ہے کہ اُن کو بغور تمام پرکھے، الٹ پلٹ کر دیکھے، بار بار دیکھے، اگر نئے ایک حرف کے متعلق کوئی کچی، کوئی علم علمی کسی، انسانی کا دریافت کرنا قاطبہ محال ہے۔ اس کتاب میں کلام الہی کے تمام مطالب اسی تطابق کے اصل اصول کو پیش نظر رکھ کر واضح کئے گئے ہیں۔ اور جو بچک اور سخت اثر کیسے ان مطالب میں قائم ہوئی ہے صاحبِ نظر کے سامنے ہے۔ خود انہی آیات الہی یعنی آیہ مبین (۲۱۲۶) وآیہ دیگر (۵۳۱۵) اور آیات بصار (۲۰۳۱۵) کے مطالب میں نظام ہر کچھ اختلاف سا نظر آتا تھا مگر ادنیٰ سے تاں نے اسکو آیہ لیلکون (۳۱۱۴) کی وساطت سے رفع کر دیا ہے۔

تھی۔ رب علیم و حکیم نے اہل اسلام کی رہنمائی اور حسرتوں کے لیے، قرآن کے بیشمار عجائب غائبانہ کے اندر
 سچی و عمل کے ہزاروں کرشمے، خوشحالی اور امن کے صد ہا طلسم، قوت و اقتدار کے لا انتہا دھبے، اور علم
 حکمت کے بیسیوں اساسی اصول اسکے مختلف طاقتوں اور گوشوں، دیواروں اور سرابوں کے سپرد
 کر دیے تھے مگر آہ! اُن کی ظاہری شکلیں بھی آج اعتقاداتِ باطلہ، غلط مطالب، اور غلط اجتہاد کے خس و
 خاشاک کی تہ میں محو ہو چکی ہیں! مسلمانوں کا موجودہ فلسفہ آج اس معجزہ عقلِ عجائب غائبانہ کے انمول موتیوں
 کو سپرد خاک کر کے، عمارت کی چوکھٹوں اور دہلیزوں، طاقتوں اور سرابوں، روشندانوں اور کھڑکیوں،
 چھتوں اور نالیوں کی ثنا خوانی میں مصروف ہو، اور کم فہمی اور بد ویت کی غیظ آفرین بے توجہی سے ان
 پاکیزہ جواہرات پر فصاحت کا جاروب پہیر کر، شاعرانہ واہ واہ یا جز دانی تعظیم کے جھاو چند سے ہی
 اُن کی قدر و قیمت کا فیصلہ کرنا چاہتا ہے! آج قرآن کی گل کائنات میں مسلمانوں کا مبلغ اجتہاد اور انکی
 اہم داستانِ حکمت، قیامت کے بے سند قصوں، قبر کے مظنون عذابوں، رنج کی مفروض قسموں، اخلاقی
 امراض کی آفتوں، کفر کے بے دلیل اور مضحکہ انگیز فتوؤں، ہشت و برخواست کے موضوعی آداب، توبہ
 و استغفار کے بناوٹی اسالیب، اور طہارت و استنجا کے وضعی طریقوں کی مذمت انگیز تشریح ہے! کیا
 یونانی فلسفے کی المناک خیال آفرینی، اور مسلمانوں کے درد انگیز فقدانِ علم و فکر کا نتیجہ نہیں ہوا کہ آج ظن
 وہم کے ان ہوائی قلعوں کی تعمیر میں اسلام وہ سب کچھ کھو بیٹھا ہے جو صرف چند برس تک مسلمانوں کو قرآن
 ادنیٰ اور بتدائی عمل کے انعام میں ملاتا تھا۔

وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَاللَّهُ فِيْ اَمْرِ
 الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ اَفَنْصَرِفْ عَنْكُمْ الَّذِيْ كَرِهْتُمْ اِنْ كُنْتُمْ قَوْمًا
 مُّسْرِفِيْنَ ۝ (۲۳: ۲-۵)

۴۴۱ "الکتاب المبین" کے معانی کے متعلق، جیسا کہ صفحہ ۵۵ کے تحت اہل حق میں ظاہر کیا گیا ہے، اسی کچھ بحث کرنا پیش از وقت ہے لیکن ان آیات یعنی
 (۲۳: ۲-۵) اور (۱۲: ۲-۱) سے کم از کم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ (۲۳: ۲) میں کسی روشن اور بین کتاب کی شہادت پیش کی گئی ہے اور جملہ (۲۳: ۲)

لوگو! کتاب میں اس امر کی شاہد ہے کہ ہم نے کتاب خدا کو عربی زبان میں محض اسلئے کر دیا ہو کہ تم اس کے دستور العمل کو آسانی سمجھ لو۔ اور یہی قرآن جس کو تمہارے سمجھنے کی خاطر عربی لباس پہنایا گیا ہے اس ائم الکاتب کا ایک حصہ ہے جو ہمارے ذہن میں ہے اور جو ایک معتدرا و مزن حکمت کتاب ہے تو کیا اس وجہ سے کہ تم لوگ اس کتاب کے حقیقی مقاصد نہ سمجھنے میں حد سے بڑھے جاتے ہو اور ہمارے مطلب کے نہیں پاتے ہم اس کتاب کے مطالب کو تم سے ستراسر سطح اچک لیں کہ تم خاک بھی نہ سمجھ سکو؟

تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ﴿۱۲﴾ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۳﴾ (۱۲-۱۳)

اے ساکنین زمین! یہ آیات الہی اس جلیل القدر کتاب سے اخذ ہیں جو روشن اور واضح ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ ہم نے اس کتاب میں کو اپنے اس سے عربی زبان کا لباس پہنا کر عربی اللسان قرآن اس لئے بنایا ہے کہ تم لوگ اس کے اسرار عالیہ کو سمجھ کر عقلمند بن جاؤ۔

قرآن کے مقاصد اور اسلامی فلسفہ اخلاق پر یونانی حکمت کے اس ہلک اثر کے علاوہ اور بھی فساد آفرین اثرات پڑے جن کا تعلق خود اہل عرب کی جبلت اور طبیعت سے تھا۔ عرب ظہور اسلام سے پہلے یونانیوں

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۶۰) اور اَنْزَلْنَاهُ (۱۲، ۱۳) کی ضمیمہ کا مرجع بھی اسی کتب میں کی طرف ہے۔ گویا خدا نے کسی کتاب میں کچھ شاہد بنا کر یہ کہا ہے کہ ہم نے اس کتاب میں کو عربی زبان کا لباس پہنا کر عربی قرآن اسلئے بنایا ہو کہ تم عقلمند بن جاؤ۔ ان آیات الہی کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے یہ خود غور و غوض درکار ہے لیکن صفحہ ۶۰ کے تحت المتن سے جو علم طبقات الارض کے متعلق ہے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ ”الکتاب المبین“ دراصل صحیفہ فطرت ہی ہے۔ اور اس میں اسلئے کہا گیا ہے کہ ہر شخص کے پیش نظر ہے۔ اگر اس مفہوم کو تسلیم کر لیا جائے تو آیات (۱۳، ۱۲-۱۳) کے معانی صاف ہو جائیں اور وہ یہ ہیں:

”لوگو! صحیفہ کائنات جو ہماری نظموں کے سامنے روشن اور عیاں ہے اس امر کی گواہی دے رہا ہے (وَ الْكِتَابُ الْمُبِينُ) کہ ہم نے اس کا گاہ کہہ کر کے نام پوشیدہ قانون کا ترجمہ سہل الفہم اور عربی اللسان قرآن میں اسلئے کر دیا ہے (جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا) کہ تم اس کے راز و رموز کو سمجھ کر عقلمند بن جاؤ (لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ)۔ گویا اسلام دین فطرت ہے اور قرآن کریم صحیفہ فطرت کے قانون کا ثبوت ہے۔“

حکماء مغرب نے بھی جسریہ فطرت کو کتاب کے تشبیہ دی ہے اور اس کا مثل ایک کتاب کے معرفت خدا کے نکات اور معلومات عالیہ سے پُر ہونا تسلیم کیا ہے۔ اور دراصل یہی وہ عظیم الشان کتاب ہے جو خدا نے عظیم نے خود اپنے ہاتھوں سے مرتب کی ہے۔ اعمال خدا کے سہل و خفیانہ کے متعلق اس سے روشن تر کتاب کا ماننا خفا غیر ممکن ہے بشرطیکہ اس کا صحیح مطالعہ ہو سکے۔ لیکن اس کا صحیح مطالعہ کرنا آسان کام نہیں۔ آگے چل کر ”الکتاب المبین“ کے ان معانی کی حیرت انگیز شہادت قرآن کریم کی مختلف آیات سے ملے گی۔ یہاں صرف مطالب کو قابل فہم بنانے کی غرض سے پیش از وقت متنبہ کر دیا گیا ہے۔ رہا اس بات کو یا یہ ثبوت تک پہنچاؤ کہ قرآن کا قانون عمل کتنی صحیفہ فطرت کے قانون کا ہو جو عکس ہے، اور کریم مکر فطر الناس علیہما (۳۰، ۳۱) کا مصداق ہو اس کی شہادت اصل کتاب میں جا بجا ملے گی۔ بہتہ نفس مطلب کی تائید ان تمام آیات سے جو صفحہ ۵۵ پر تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ کے تحت بہت میں بیان ہوئیں بصورت تمام ہوتی ہے جہاں ”الکتاب“ اور ”قُرْآن“

پیش بینی، اور غیر متعلق واقعات کو ذات پر محمول کر لینا انکے خمیر میں داخل ہو گیا تھا۔ من گھڑت روایا اور آبائی مفرقات کا ایک عظیم الشان طومار ان کا علم ادب بلکہ حسن لافنی ضابطہ بن گیا تھا۔ فصاحت اور شعر گوئی کا عشق و ولولہ تھا کہ عین میدان جنگ میں، سفرِ حضر میں، خطابات اور مناظرات بلکہ عالم خواب میں، رجز و سجع بے تاثر کہہ دیتے۔ ظہورِ اسلام سے پیشتر بیسیوں برس تک، فصاحت کے چرنی امراقیس، زمیسر، البید بن ربیعہ وغیرہم کے معلقات السبع کے سامنے فی الحقیقت ماتھا گر گرتے رہے، اور جُمہرات اور منتقیات السبع کے مصنفوں کو اپنے تخیل اور فصاحت جتنی کہ اعمال و اعتقادات کا سچا رہنما مانتے رہے۔ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تمام مرہم شنیعہ کو جہنم کا شعلہ اور غضب الہی کی آگ دکھا کر کیت لم معدوم کر دیا۔ تمام مذاہب ادیان ملیا میٹ ہو گئے، تو ہم پرستی قطعاً جڑے اگہ گئی تھیں اور نبوت کے متعلق سب با فوق الفطرۃ عقائد اور دعویٰ قرآن کے ایک ادنیٰ اشارے سے باطل ہوتے گئے: **اَوَلَمْ يَنْفَكُوا مَّا يَصَاحِبُهُمْ مِنْ جَنَّاتٍ اِنَّ هِيَ اِلَّا دُخَانٌ مُّزْجِيٌّ** (۷: ۱۸۳)۔ نجوم پرستی اور سحر کے تمام شعبہ بیکار ہو گئے، قرآن کی روشن اور نمایاں حقیقت کے سامنے کذب و دروغ سب فنا ہو گیا: **وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ**

لہ کیا ان لوگوں نے اس بات پر کبھی غور نہیں کیا کہ انکے پیشوا (یعنی رسول خدا) کے اندر کوئی بن تو ہے نہیں، وہ کوئی پاگل تو ہیں نہیں کہ ان کی پیروی اور ان ہونی منہ انشین قبول کرتے ہیں وہ تو صرف کھلم کھلا اور صاف طور پر عذاب خدا سے ڈرانے والے ہیں اور پس۔

عالم خواب میں شعر کہنے کے متعلق اہل عرب کی بعض روایتیں مشہور ہیں جن کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں۔

معلقات کے سات قصائد مشہور ہیں۔ ان کے مصنف امراقیس، زمیسر، ابن ابی سلمیٰ، حارث بن حسرتہ، البید بن ربیعہ، عمرو بن کلثوم، طرفة بن العبد، اور عنترہ بن شداد ہیں۔ "جمہرات" بھی سات قصیدے تھے جو بنی تائم مشہور ہیں۔ نابندہ بن ابی، عبید بن الارض، عدی بن زید، بشر بن کاظم، امیہ بن ابی اہل، خدیش بن ربیعہ، مزین تواب الحکلی، ان قصائد کے مالک تھے۔ "منتقیات" تیسرے طبقے کے قصائد ہیں۔ جن کے مصنف مسیب بن علس، مرثد بن جسر، مرثد الاصفہ، عروہ بن الورد، ورید بن صہب، ہبل بن ربیعہ، اور عثمان بن سوید تھے۔ یہ سب شعرا کثر زمانہ جاہلیتہ ہی کے تھے۔ معلقات کے سات قصائد خانہ کعبہ کی دیواروں پر لٹکتے رہتے تھے۔ لوگ ان کو اگر سو دیتے۔ یہ سب شعرا کثر زمانہ جاہلیتہ ہی کے تھے۔ معلقات کے سات قصائد خانہ کعبہ کی دیواروں پر لٹکتے رہتے تھے۔ لوگ ان کو اگر دیکھتے اور ان کے سامنے سجدہ کرتے۔ تذکرۃ الحکم فی طبقات الامم میں معلقات پرستی کی مدت ڈیڑھ سو برس کہی ہے مگر امراقیس کے عہد حیات (۳۵۰ھ) اور ابتداء اسلام کے زمانے (۶۳۱ھ) کو پیش نظر رکھ کر اس مدت عبادت میں بہت کچھ مبالغہ معلوم ہوتا ہے علاوہ ازیں بعض جدید تحقیقین نے ان قصائد کے دیوار کعبہ پر آویزاں ہونے سے بھی کسرا نکال کر کیا ہے۔ اور معلقات کے تیسرے طبقہ کو حوالہ الراء سے منسوب کیا ہے۔ بہر نوع واقعات کچھ ہی ہوں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان قصائد کی عرب میں خاص عزت تھی۔ اور کوئی شے ان کے بالمقابل قدر و قیمت میں ٹھیر سکتی تھی۔

وَسَرَّهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ ذَهُوًّا (۱۱:۴۱)۔ فصاحت کے طاقتور اور فساد انگیز ظلم کو توڑنے کے لئے کلام الہی نے اپنے بے ارادہ زور کلام سے ہی خاموش مگر ترکی بہ ترکی جواب دیکر عرب کو ہمیشہ کے لئے دھم کر دیا۔ تعلقات کی پرستش از خود ماند پڑ گئی، عرب کی طاقت گویائی گویا اچک لی گئی مگر ساتھ ہی عرب کے اس مایخویائی وصف کی علانیہ تکذیب توہین کے ارادہ سے، اور کتاب الہی کی حیثیت کو شعر و فصاحت کے بے انتہا بلند تر جملانے کیلئے، شاعر اسلام نے شاعروں کو اللہ کے رستے سے بھٹکے ہوئے، دھم گمان کی وادیوں میں سرگردان، جھوٹے اور منفری قرار دیا۔

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۚ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۚ وَأَنَّهُمْ
يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۚ (۲۲:۲۲۴-۲۲۶)

اور جیسا کہ عرب خیال کرتے ہیں رسول خدا شاعر بھی نہیں۔ شاعر تو خود گمراہ ہوتے ہیں اور گمراہ لوگ ہی انہیں پیچھے لگتے ہیں کیا تو نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ وہ عالم دہم و خیال کے ہر میدان میں پڑے ہوئے ہیں اور اکثر اپنے بارے میں فخر کے طور پر وہ کہہ کتے ہیں جو کبھی کرتے نہیں۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ ۚ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ۚ لَّيْسَ بِلَاغٍ زَمَنٍ
كَانَ حَيًّا ۚ وَيُحَى الْقَوْلُ عَلَى الْكَبِيرِينَ ۚ (۳۶:۴۹-۵۰)

اور ہم نے رسول خدا کو کچھ شاعری تو نہیں سکھائی اور نہ شاعری انکی شان ہی کے لائق ہے۔ یہ قرآن تو نوری نصیحت ہی نصیحت ہے، اہل اسبہ واضح کتاب ہے اور اسے مبین ہونے سے مقصود یہ ہے کہ باطل اور بدیدار لوگوں کو عذاب الہی سے ڈرائے اور ساتھ ہی منکروں پر ہمارے عذاب کی دھمکیاں برحق ثابت ہوں۔

۱۔ اور ان سے کہہ دو کہ اب حق آگیا اور باطل نیست و نابود ہو گیا۔ اور فی الحقیقت اس نے تو ایک نہ ایک دن مٹنا ہی تھا۔

۲۔ اس آیت میں اوراد کی موقعوں پر جن کی تفصیل آگے آئے گی مخالفین نے قرآن کو شعر کہا ہے۔ حالانکہ قرآن موجودہ معانی میں شعر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ موزوں نہیں، بلکہ نام کا تمام مقصد بھی حقیقت یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب ہر اس شے کو جس میں لطافت بیان ہو، ایجاد و اختراع ہو یا جسکی عبارت مقفے ہو، بلا لحاظ وزن شعر کہا کرتے تھے۔ فصاحت کا معیار بھی ان کے نزدیک یہ تھا کہ خوبی مضمون کے ساتھ ساتھ الفاظ خوش اسلوبی سے پیوست کیے گئے ہوں، ان میں ترقم ہو، مطالب سادہ اور دلچسپ ہوں، ان میں غیر ضروری عنق نہ ہو، لیکن وزن کا ہونا یا نہ ہونا ضروری نہ تھا۔ اسی بنا پر اہل عرب سجع، رجز، خطبات، مناظرات اور قصائد سب کو شعر میں داخل سمجھتے تھے۔ اور چونکہ اس قطع کے شعر کا جزو نظم ہمیشہ سے ہی ہے کہ انسان کے سفلی اور سطحی جذبات یا صرف سماعی محسوسات کو براہِ گنجت کرتا ہے، اور باطنی تربیت آپس میں نظر نہیں ہوتی، اس لئے قرآن کو اپنے متعلق ایسی فصاحت کے مستحق بننے میں چڑھتی۔ اسی نقطہ نظر سے قرآن نے جا بجا شعر ہونے سے انکار کیا ہے اور ایسی لحاظ سے وہ نصیحتی

ان اعتقاد حنیفیوں سے قطع نظر عرب کا سب سے نمایاں اور مہلک عیب اُن کا باہمی انتشار اور اتفاق بھی تھا۔ سب قبیلے ایک دوسرے کے خلاف آمادہ جہال راکرتے تھے، بغض و حسد اُن میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، سب کی سب کچھ رسم و راہ نہ رہی تھی، اُن کی ذاتی اور شہنی عدالتیں تھیں، حرفیانہ کاوشیں اور خاندانی رنجشیں تھیں، حرب و حرب کے فخریہ جھگڑے، اور بد اعمالی کے ارتعائے

(بقیہ تحت المرقع صفحہ ۶۴) نہیں۔ تعجب ہو کہ باوجود اس سیج اور پے اور پے انکار کے آج مسلمانان عالم قرآن کو انہی معنوں میں فصیح مانتے ہیں جن سے اُسکو عداوت ہے۔ قرآن کے تمام طول و عرض میں ایسی فصاحت کے متعلق ایک حرف کہیں موجود نہیں، بلکہ فصاحت کا لفظ بھی ہوا تو موسیٰ ہی اَلْفَصِيحُ (سنا ۱۲۵: ۳۴) کے جو حضرت ہارون کے متعلق استعمال ہوا ہے کہیں نظر نہیں آتا! آئندہ ادواق میں اس امر کے متعلق توضیح کر دی جائے گی، لیکن قرآن کے فصیح فی لسانی ہونے کا مہلک اور شرمناک تحیل مسلمانوں کی ہرگز پے میں اس قدر سرایت کر چکا ہے کہ اب اس کتاب عظیم کی اور کوئی خوبی اُن کے وہم و گمان میں بھی نہیں آتی۔ اگر قَائِلُ بَسْمَلَةِ قُرْآنِ فَتَحٍ (۲۳: ۱۲) کی صلائے عام جو خدا نے قرآن حکیم کے متعلق جابجا دی ہے، فی حقیقت اسکی فصاحت، اسکی شاعری، اسکی صنائع اور بدائع کی خوبیوں کے متعلق ہے، اور اس کتاب جلیل کی عالما حکمت اُسکے اپنا مثال علم، اسکی حیرت انگیز صداقت اور بے نظیر ہدایت سے اس نعرے کو چنناں و سطرین، توح ابوالقاسم حیری کے مقامات کا ایک ایک ورق، یا اربعین اربعین کے قصائد کا ایک ایک بیت ان انسانی کمزوریوں اور کمالات، ان خود ساختہ ثمرات اور لغویات اس قدر پُر ہے کہ قرآن کی عبارت اُن کے بالمقابل جتنا نہیں ٹھہر سکتی۔ اگر قَائِلُ بَعَثْنَا سُلَيْمَانَ وَدَاوُدَ مُقْتَرِبَيْنِ (۳۱: ۱۱) سے صاحب لسان کی مراد فی حقیقت یہی تھی کہ جبرئیل الفاظ اور حیرت بندشوں، یا قوافی اور استعاروں کی مناسبت میں اسکا آؤ بی مقابلہ کیا جائے، اور دین اسلام کو کسی اہل زدہ امت کے لغو مشاعروں کا اکھاڑہ بنا کر خدا سے زمین و آسمان کے فوق سلیم کی دارالعیاذ باللہ) دلوائی جائے، تو جہیلہ کذاب کا افترا کیا ہوا قرآن بھی جس کی چند پریشان آیتیں کہیں کہیں ملتی ہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ہوئے قرآن سے کسی اسلوب میں کم نظر نہیں آتا، کیونکہ اُس معجزی علی اللہ کی سحر بیانی نے بھی آخر انہی عرب قبائل کی ایک تعداد کثیر کو عین صدر اسلام میں برسوں تک ہم چکر دکھاتا جو خود اعتقاد مسلمانوں کے قول کے مطابق اس سے پیشتر قرآن کی ادبی خوبیوں پر مرستے تھے! قرآن اگر آج زمین کے طول و عرض میں پہل کر سائنات عالم کے لیے مشعل نور و ہدایت بن گیا ہے، اور سیکلہ کا تمام فائدہ لٹ کر پونہ زمین بن چکا ہے، تو اسکی وجہ یہ نہیں کہ قرآن کی زبان علم ادب کے اُن رسمی قواعد کے دوسے بہتر ہے جن کو خود انسان ہی نے وضع کیا، نہ اس لیے کہ مالک مین و آسمان اور بادشاہ ارض و سما نے بادشاہ ہو کر پیچھے انسان کے اسالیب بیان کا بہترین متبع کیا ہے، بلکہ اس لیے کہ یہ تصنیف جلیل کلام ملوک میں وہ مہلک الکلام ہے جس کی حکمت اور حقیقت جس کا علم فضل، نور و ہدایت سب انسانی تصانیف سے حتماً بالاتر ہے! یہ ناپید اکتار علم کا مخزن ہونا ہی وہ مات کن فضیلت تھی جسکے آگے مغرورے مغرور گروہیں جھک گئی تھیں، جس کے سامنے بادشاہوں نے گردن خم کر دی تھی، عرب اور عجم سب دم بخود ہو گئے تھے، عہد رضی اللہ عنہما انور اور حضرت گیسو شمن مرگیا تھا، ابوسفیان نے بالآخر توبہ کر لی تھی، اور آج بھی اگر قرآن عظیم سے دل میں باغی اور منہ سے متبر مسلمان ایسے آگے از سرگردن اطاعت خم کر سکیں گے تو اسکی شاعرانہ حیثیت کو دیکھ کر نہیں، بلکہ لامحالہ اسکے علم ہی کے قائل ہو کر گرگیں! سورہ ہود میں ہے: (ذاتی،

۱۵ وہ یسین ہارون مجر سے زیادہ اپنے کلام میں فصیح ہے۔ ۱۶ تو اس قرآن جیسی ایک سورہ تو کہیں سے لے آؤ۔ ۱۷ تو اسی طرح کی من گھڑت دہلیز سورہیں تم بھی بناؤ۔

اعلان تھے، ذاتیات پر بے اندازہ فخر و وطن تھا۔ اس بنا پر ان کے درمیان ادنیٰ سی بات پر نارحسب
 مشعل ہو جاتی تھی۔ پھر ان خانہ زاد لڑائیوں میں قبیلوں کے قبیلے اپنی بسالت اور تہور، اپنے شرف اور
 تفاخر، اپنے زور و عمل کے جوہر دکھانیکے لیے شوقیہ مل جاتے تھے۔ پھر خود نمائی اور نفس پسندی کی آن
 اکثر اوقات اس حد تک نمایاں ہو جاتی تھی کہ برسوں کے مقابلے اور انتہائی کُشتِ خون کے باوجود مصما
 نام زبان پر لانا بے غیرتی میں داخل تھا۔ ہادیؑ اسلام نے اس ہلاکت انگیز معاشرت کو حکومتِ خدا اور

(تہ تحت لہن صفحہ ۶۵) اَمْرٌ يُمْرُّونَ اَقْرَبُ لَهٗ قُلْ كَا تُوْا بِعَشْرِ اَسُوْدٍ مِّثْلِهٖ مُضًا نَسِيتُ اَنَّا اَعْمٰلُ مِنْ اَسْتَكْبَرْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
 اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقٰٓيْنَ ۚ فَاِنْ لَّوْ يَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ ۚ فَاَعْلَمُوْا اَنَّمَا اَنْزَلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَكُلُّ اَنْتُمْ
 مُّسْلِمُوْنَ ۝ (۱۱ : ۱۳-۱۴)

کی قرآن کے منکر کتے ہیں کہ محمدؐ اسکو اپنی طرف سے گھڑا ہے۔ انہیں کہہ دو کہ ان تم بھی ایسی ہی گھڑی ہوئی دس سو تیس لے آؤ، اور اگر تم اس
 الزام دہی میں سچے ہو تو خدا کو چھوڑ کر تمام دنیا جہان کے لوگوں کو، ہمارے ہمارے طاقت جو مدد کے لیے بلاؤ کہ تمہاری بنائی ہوئی سورتیں
 مقابلے میں پوری آڑ لگیں۔ پھر اگر لوگ رسپر بھی تمہاری اس عورت کو قبول نہ کریں تو جانے رہو کہ یہ قرآن عظیم ہم اس خدا سے زمین و آسمان کے علم کو
 اپنے ساتھ لیکر آ رہا ہے (اَنْزَلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ) اس شائع کا ثبات کی ناپید رکنا رکھتے کا امین ہے اور وہ وہ عظیم بے مثال ہے جسکے مثل کوئی اور
 نہ تھا نہیں (وَاَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ) تو کیا تم اس ناممکن حصولِ فضیلت کو پیشِ نظر رکھ کر اسکو کتابِ خدا تسلیم کر لیتے یا رہو؟
 خدا سے زمین و آسمان معاف شدہ کوئی شاعر نہ تھا کہ لوگوں کو ادبی مقابلے کے لیے بلاتا، اس کی جڑی اور کاگر دھکی ہی ہے کہ انسان کا علم کے بالمقابل
 محض سچ ہے، یہ وہ شے ہے جو شاگرد کو استاد کے سامنے، محکم کو حاکم کے حضور میں، جاہل کو عالم کے روبرو، مستغنیث کو منصف کے آگے
 حتماً چپ کر دیتی ہے، اسی کے جوئے ہوئے کسی کو دم مارنے کا پارانہیں ہوتا! اگر نبیست رسولؐ کے زمانے میں تمام کا تمام عرب فصاحت کا
 شیدا تھا، اگر عرب کو اپنی شاعری کے بالمقابل تمام دنیا لنگ نظر آتی تھی، تو بھی خدا پر اسکا کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اور نہ اس موقع کو غنیمت جان کر (العیاذ باللہ)
 خدا اپنی فصاحت کو ظاہر کرنے کا اشتیاق رکھتا تھا۔ اُس پاکستان نے اگر قرآن کو عربی زبان میں اتارا تھا تو محض اسلئے کہ عرب کی گھر قوم
 قانین خدا کو سمجھ جائے: اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فَرٰہُ اَنَّا عَرَبِیٌّ لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۲۰: ۱۱۳) اُسکے نشا کو اذکر سے: اِنَّا جَعَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۲۰: ۱۱۳)
 اُن کا کوئی لنگ نہ رہے: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ دُوْنِ اِلٰہِیْلَسَانِ فَاِذَا بَلَغَ الْیُسُفٰیْنِ لَعَلَّہُمْ یَسْمَعُوْنَ (۲۰: ۱۱۳) اُن کی بہانہ سازیاں میروم ہو جائیں، انکو اس شیع
 ویتیں کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے، اُن کے لیے باعثِ تذکر و تسبیح ہو: فَاِذَا بَلَغَ الْیُسُفٰیْنِ لَعَلَّہُمْ یَسْمَعُوْنَ (۲۰: ۱۱۳) (۸۸: ۳۳)
 مصدر: ارسات ہو: فَاِذَا بَلَغَ الْیُسُفٰیْنِ لَعَلَّہُمْ یَسْمَعُوْنَ (۲۰: ۱۱۳) اُن سے زیادہ قطعاً اور قاطبہ کچھ نہیں آؤ
 اگر مسلمانانِ عالم سپر بھی کسی مضحکہ انگیز دہم میں گرفتار ہیں اور قرآن کو کسی عربی نزل گو یا ہندی تک بند کا مجموعہ نکالتے سمجھتے ہیں تو سمجھتے ہیں اس کلام الہی
 عظمت اور صداقت میں لرزنا کوئی فرق نہیں آتا۔

اس میں شک نہیں کہ ہر وہ کتاب جس کا منشا علم و فہم کی طرف رہنمائی کرنا ہو، جو صدق نیت اور خلوص دل سے لکھی گئی ہو، جو ستر یا پراستی

۱۵ مطالب کے لیے دیکھو من صفحہ ۶۰-۶۱ دیکھو من صفحہ ۶۱-۶۲ دیکھو تحت لہن صفحہ ۶۶-۶۷ دیکھو تحت لہن صفحہ ۷۵-۷۶ اسے پیغمبرؐ ہم نے
 قرآن کو تمہاری زبان کو بھاس پہن کر عرض اس لیے آسان کر دیا ہے کہ تم اس کے ذریعے سے خدا سے ڈرنے والی قوم کو خوشحالی کی خبر دو، اور عرب کی جگہ لاد اور نفاق پرور
 قوم کو عذابِ خدا سے ڈراؤ۔

خوف، حکم الحاکمین کے حلقہ اثر میں لاکر کالعدم کر دیا۔ سب فرقہ بندیوں اور نفاق آرائیوں جسے اکھاڑیں، صدیوں کے دشمن دوست کر دیئے، سینوں کی کدورتیں نکال پھینک دیں، دلوں سے کینے کیسے اچک لیں، اور اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ (۱۰:۳۹) کا لشکر انگیز فرمان بارگاہِ خداوندی کے ہاں سے دکھلا کر چند برسوں کے اندر اندر محکوم اور شکست زدہ اہل عرب کو فرماں فرمائے عالمیان اور بادشاہ وقت بنادیا!

یہ سب کچھ اسلام اور قرآن کا ناقابل انکار حجزہ تھا مگر عرب کی جبلت اور طینت کو کون بدل سکتا تھا؟ وہ عادتیں اور چھبستیں جو اُن کی فطرت میں ہزار درہزار برس پہلے سے چلی آتی تھیں کس طرح چشمِ زدن میں اُن سے رخصت ہو کر اپنا نقش پانہ چھوڑتیں؟ وہ ملی اوصاف جو قرون اور صدیوں پہلے اُنکی مٹی میں خمیر ہو چکے تھے، اُن کے طبعی میلان کار کو کیسے بے اثر چھوڑ دیتے؟ قرآن کی قاطع نظر اور متحد الاعمال تعلیم کی فدایانہ تعمیل میں عرب اپنی ظاہری عبادات اور مسومات کو بدل سکتے تھے، اپنی آبائی روایات اور اعتقادات کو بادیِ نظر میں چھوڑ سکتے تھے، اپنے داخلی مناقشات اور قبائلی تنازعات کو علی رؤس الاشہاد مچو کر سکتے تھے، بلاغت اور فصاحت کے ذاتی ادعا کو بھی طوعاً و کرہاً خیر باد کہہ سکتے تھے، مگر طبائع کے باطنی رُجحان اور اصلی طریقِ تخیل کو ہرگز نہ بدل سکتے تھے۔ اُنکا مسلک دہم و خیال یونان کی قدیم وہمی روایات سے ہزار ہا سال قدیم تر تھا۔ اُنکی قبائلی زندگی کی بُنیاد رُو آفرینش سے اسی انداز پر چلی آتی تھی۔ وہ اسی وہمی اور اعتقادی ماحول کے بگڑے ہوئے طفلک اور اسی فرقہ آرائی اور انتشار کے کُنسہ مشرق استاد تھے۔ اس بنا پر اُن میں کسی حقیقت کشا علمی صداقت یا عافیت انگیز

ملے ایمان واسے تو آپس میں بہائی بہائی ہی ہیں۔

(ترمذی تحت لمعن صفحہ ۶۶) اور حقیقت پرستی ہو، جس واقعہ الام کی تائید اور صراطِ مستقیم کی توحید ہو، جس کا منہائے نظر انسان کو اس کا راہِ راست دکھانا اور اجتماعی ہلاکت سے حتی الوسع بچانا ہو، ہر ایسی کتاب خود بخود اپنے زورِ بیان کے باعث اپنی صداقت اور حقِ نظر کی وجہ سے پہنچ بلکہ بسا اوقات فصیح بھی بن جاتی ہے، لیکن اس بلاغت اور فصاحت کا شاعرانہ تکلف اور آوڑ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ انہی مثنویوں میں قرآن حکیم بھی پہنچ ہے۔ جیسا کہ آگے چلکر جا بجا واضح ہو گا۔

بہر نوع محولہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ قرآن حکیم کے متعلق شاعرانہ فصاحت کا دعویٰ سزا یا اہل عرب یا مسلمانانِ عالم ہی کی ایجاد ہے۔ صاحب القرآن کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔

معاشری آئین کا معنا اور اصالت رائج ہو جانا از بس متعذر تھا۔ اسی قطع کی ایک متفرق اور اوہام پسند فوج کی قوم، ان سے صد بار برس پیشتر اپنے ضعف ایمان اور طغیان کے باعث غضب الہی کے تنور میں درنگیں نہ طور پر غرق ہو چکی تھی؛ (سورہ ہود ۳۵: ۱۱-۴۹) اسی بنزیرۃ العرب کے ایک حصے میں عاؤ ثمود کی احکام الہی سے متذبذب اور آیات خدا کی مکتذب قوئیں بالآخر اللہ کے عذاب غلیظ اور صلیحہ سے دوچار ہوئی تھیں (سورہ ہود ۵۰: ۱۱-۶۰) اسی دیار کے بسنے والے اصحاب مدین، صدیوں پیشتر کم وزنی اور شرک کرتے کرتے غضب الہی کی پہنچ کے شکار ہو گئے تھے (سورہ ہود ۸۴: ۱۱-۹۵) اور وہ دراصل اسی مٹی میں رہنے والے وہم زدہ لوگ، اور قریب قریب اسی آب و ہوا میں پلے ہوئے فرقہ بند آدمی تھے جنہوں نے وادی سینا میں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت بیضا کو ہاتھ میں لیکر، اسکی غیبت میں اپنی پرانی عادت کے مطابق اللہ سے انکار، اور بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تھی (سورہ اعراف ۳۸: ۱۵) انہیں بلکہ وہ انہی عرب کے ہم نسل (سامی) اور قریب النسل (عبرانی)، ہم مشرب اور ہم سنگت میں رہنے والے بھائی بند تھے جنہوں نے حکومت، فارغ البالی، زرخیز زمینوں، معتدل آب و ہوا، چشموں اور نہروں اور انواع و اقسام کے طیبات رزق کی بے قدری کر کے بالآخر ذل و مسکنت کی وہی پرانی طرز معیشت کو پسند کر لیا تھا؛

وَاذْكُرْ اٰمَمٰی لَنْ تَصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ رَاجِحٍ فَاَدْمُ لَنَا ذِكْرَكَ بِخَيْرٍ لَّنَا بِنَا تَنْبِیْتِ الْاَرْضُ مِنْ بَعْلٰہَا وَفَنَّا بَہَا وَفَوْہَا وَعَدِیْہَا وَبَصَلْہَا قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ اِلٰہِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَکُمْ مِّنَا سَاَلِفٌ مِّمَّنْ عَلٰی عِلْمِ الرَّحْمٰنِ وَالْمَسْكَنَةِ وَاِنَّا لَبَعْضُہُمْ مِّنَ اللّٰہِ ذٰلِکَ بِاَعْمٰی کَانُوْا یُکْفَرُوْنَ یَا اٰیَّتِ اللّٰہِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیْنَ بِخَيْرِ الْحُجَّتِ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ (۶۱: ۲)

اور اے نبی اسرائیل! کیا تمہیں وقت یاد ہے جب تم نے موسیٰ سے کہا تھا کہ اے ربوئی! اب تو ہم ایک ہی قسم کے ان اچھے اچھے کھانوں کو اس سرزمین کے شکار وغیرہ سے تنگ آ گئے ہیں تو آپ ہمارے لیے اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ شیری درخت طاق اور شیر (سن و سلوی) کی بجائے ہمارے لیے زمین سے جو چیزیں اگتی ہیں، یعنی ترکاری اور گلری، گیہوں اور سورا دریاں، پیدا کرے۔ مٹی بھی کہا گیا تھا کہ زمین اترے گی یہ سب ہیں خاتم نبیین کو چھوڑ کر حکومت اور فاس کی ادنیٰ معاشرت کو پسند کرتے ہو۔ اچھا تو یہاں کسی تمدن شہر کو بچل پڑو جہاں کی ماکہ قوم تم کو

فلاح اور زراعت میں لگا دے گی، اور تم کو وہی کچھ مل رہے گا جو مانگتے ہو۔ پہران پر ذلت اور محتاجی پس دی گئی اور وہ خدا کا ہرے غضب میں آگئے؛ یہ سب اس لیے کہ انہوں نے خدا کے مستعد کئے والے احکام سے غفلت برتنی شروع کر دی تھی، اور نسل کو ناحق قتل کیا تھا، اور نیز اس لیے کہ اپنے امیر جماعت کی نافرمانی کی تھی اور کابلی، کاجوری، اور ناقدر شامی میں حد زیادہ تجاوز کیا تھا۔

صدر اسلام کے اہل عرب نے بلاشبہ صاحب شریعت کی زندگی میں ہی کلام الہی کے آگے سر بسجود ہو کر اپنا سارا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا تھا؛ وہ سارے کے سارے ایک اقل قلیل مدت میں ماسوی اللہ کے قطع منکر اور خدا و رسول کے قطع مطیع ہو گئے تھے؛ قرآن اُن کا واحد منہا ہے عمل، اور کتاب خدا اُنکی ایک جگہ لا لگاؤ نظر میں گئی تھی؛ اُسکے محض ابتدائی اصول پر بے دھڑک اور بلا تامل عمل کر نیکیے شکر نے میں منعم لم نزل فی دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت، اور زمین کی وسیع تر وراثت اُن کو سپرد کر دی تھی؛ وہی نہروں والے جنات جنگا وعدہ، بادی النظر میں خدا نے آخرت میں کیا تھا، قرآن کے مبادیات اور ایمان کے حرف اول پر بھیجا با عمل کے عوض میں اُن کو اس دنیا میں ہی مل گئے تھے؛ اُن کے مشعلستان ایمان دل، اور شریعتان عمل جگر، اُن کو چند برسوں میں ہی ہندوؤں کے پار، عراق عرب کے میدانوں، افریقہ کی تپتی ہوئی ریتوں، اور اندلس کی خوشگوار چٹائیوں پر لیگئے؛ یہ سب کچھ اہل عرب کی سینہ نظیر خوبیوں کا ایک منظر تھا مگر جب زمین کی بادشاہت مل گئی، اور امن کے لازماً حاصل ہو گئے تو سلطنت کے ممکن و مستقر اکیلے قرآن میں استدلال اور اجتہاد ناگزیر ہو گیا، عرب کی مختصر سیاسیات میں توسیع اٹل نظر آئی؛ تب اسلام کے یہ جاں باز

۴۱ ایک مرتب نے تخمینہ لگا یا ہے کہ رسول خدا کی وفات (سال ۶۳۲ء) کے بعد بارہ برس کی مدت میں (گویا فاروق اعظم کے عہد خلافت کے انتہا (سال ۶۴۴ء) تک) مسلمانوں نے چھتیس ہزار شہر اور قلعے اپنے قبضے میں کر لیے تھے۔ چار ہزار تاجانوں اور سیکلوں کو اپنے تصرف میں لے کر سجدہ میں تبدیل کیا۔ گویا اسلامی افواج کی اوسط رفتار تقدم مسلسل بارہ برس تک یہ رہی کہ ایک دن میں نو شہر یا قلعے سر کر لیتے تھے جو آج کسی قاہر سے قاہر یورپی فوج کے لیے از بس معتذر ہے۔ خود المانیہ، اپنی ناپید امثال جندیت کے باوجود، حال (یعنی ۱۹۱۳ء) کے محاربہ عظمیٰ میں اس قمار کے خوش عیش ترک بھی نہ پونچ سکے۔ اوروں تو دول یورپ کے برخلاف جارحانہ تقدم چند مہینوں تک قائم رکھنا بھی اسکے لیے بالآخر پیامت بنکر رہا۔ حضرت عمرؓ کے مقبوضہ مالک کا رقبہ بائیس لاکھ مربع میل تھا۔ ہجر کے ایک سو برس بعد تک مسلمان پرانی دنیا کے قینوں تیرا غلطوں میں پہل گئے؛ ایشیا میں دریائے انک کی حدود انکے ایک طرف، اور یورپ میں فرانس کے جنوبی اوروں کی میدان (دوسری طرف تھے، افریقہ کا تمام شمالی علاقہ بھی انہی کے دست قدرت میں تھا، گویا اسواروہ الکبریٰ کی سلطنت کے قریب قریب سب مہذب نیا پران کا لفظ ایک صدی کے اندر اندر ہو گیا تھا۔

فدائی جو اپنے تمدن کی تمام اگلی روایات اور گلیات کو خدا کی راہ میں مستور کر چکے تھے، اسکے ذہنی مطالب کی طرف متوجہ ہونے لگے، کچھ عرصہ سران کی جمع و ترتیب میں صرف ہو چکا تھا، کچھ اور تصنیف کتابت میں حسیح ہوا، نقاط اور حرکات ایجاد کی گئیں، مگر اعراب کے استعمال سے معانی کی نوعیت کے متعلق ایک علیحدہ اور انوکھا اجتہاد قائم ہونا شروع ہوا، عرب اپنی وہمی، نفاق آرا، اور مجادلانہ طبیعت سے مجبور ہو کر اس جدوجہد میں ہمہ تن مصروف ہو گئے، تلفظ کی زبردوں اور زبردوں اور اختلاف معانی پر ترکیب الفاظ اور تغیرات عوالم پر متقل مناظرات ہونے لگے، کوفی اور بصری میں نحو یوں کے دو مقتدر اور متخالف گروہ قائم ہو گئے۔ ان فساد آفرین مجاہدوں میں تلاش سند کے بہانے سے عرب قبائل کی مختلف لغات اور جاہلیہ کا سارا علم ادب مدون ہو گیا، راویوں کی مختلف جماعتیں جاہلی اور مختصر شعرا کے طبے یابس سب ابیات اور قبائل کی جھوٹی سچی سب روایتیں پیش کر نے لگیں۔ کوہِ عرب کی ارباب ذوق، نازک اور ظنی طبیعتیں قرأت کے سطحی اختلافات کی بھی محتمل نہ ہو سکیں، علما کا ایک پُر مغر گروہ مختلف قرأت، رموز و اوقاف، اور ترتیل قرآن کی طرف لگ گیا۔ فصاحت و بلاغت کی ان مہمک یا دو دہائیوں میں عرب جو اپنا بیشتر اعتقاد قرآن کی بے مثال فصاحت ہی پر رکھتے تھے، اور جو اپنی دارالکلامی اور سخن شناسی کے کبھی منکر نہ ہوئے تھے، اسی ناگوار اجتہاد کو اسلام کی بہترین خدمت سمجھنے لگے۔ شعر و سخن کی ان دلدادہ طبائع، اور وہم و وسوسہ کی ان مجبور سر توں میں کلام خدا کی محبت نے استدلال کی

۴ قرآن کی مختلف سورتوں کی آیتوں کی داخلی ترتیب خود صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی میں کر دی تھی، مگر ایک مدت تک یہ سورتیں علی الحساب اہل عرب کے سینوں کے اندر محفوظ رہیں اور کتابت قرآن کا سوال پیدا نہ ہو سکا، غزوہ یمامہ کے بعد جب حضرت عمرؓ نے خلیفہ اولؓ کی توجہ جمع قرآن کی طرف لائی تو صدیقؓ کہہ بڑھنے زید بن ثابتؓ کی وساطت سے قرآن کو جمع کیا۔ لیکن اس وقت سورتوں کی باہمی ترتیب کا خیال غالباً نہیں کیا گیا۔ خلیفہ ثالثؓ (المستوفیؓ) کے عہد میں سورتوں کی مستقل ترتیب عمل میں آئی جو آج تک قائم ہے۔ پہلے ہل تہ قرآن کی کتابت شاہِ حمیری خط میں تھی۔ پھر اس کے بعد کچھ تصرف کر کے کوفی خط کو لے لیا۔ بعد ازاں زید، زبر، پیش، جزم، وغیرہ وغیرہ حرکات اور نقاط ایجاد کیے گئے۔ اور اس خط کو اور بھی ترقی ہوئی۔ پھر دوسری صدی ہجری کے اوائل میں جب مسلمانوں نے اندلس اور افریقہ کو فتح کر لیا اور انہیں منصفیہ سے ۳۵۵ھ میں بندہ پر قبضہ کر کے اس کو علم عربیہ کا مرکز بنایا تو خط بغدادی کی ابتدا ہوئی جو آج بعض اہم تبدیلیوں کے بعد ہم جگہ جاری ہے۔

بجائے الفاظ سببی اور ظاہر نوازی، اور اجتہاد کی جگہ خیال آرائی اور بلند پروازی از خود پیدا کر دی، فصاحت پرستی صحیح معنوں میں اور شروع ہو گئی! قرآن ہی سے ثابت کرنے کی ناروا کوشش کی گئی کہ انسانوں اور جنوں کا متفق گروہ بھی انکی ایک سورت حبیبی فصیح و بلیغ تصنیف پیدا کرنے سے متغیر ہے: ﴿وَمَا

۴۰ سورہ نبی ہر ایک میں ہے :

قُلْ لِّدِينِ اجْتَمَعَتْ الْاِیُّسُ وَالْحَنِیْنَ عَلٰی اَنْ یَّا تُوَیِّعُثِلْ هٰذَا الْقُرْآنُ لَا یَا تُوْنُ یُثْلٰہُ وَلَوْ کَانَ بَعْضُہُمْ لِبَعْضٍ ظَہِیْرًا ۝ (۸۸:۱۷)

اے محمد! تم علی الاعلان کہہ دو کہ اگر اس ہنسائے عالم کے سب جن و انس بھی اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن غیبی کی مانند اپنے ہر قرآن بنائیں تو ہرگز اس جیسانہ لاسکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کی مدد پر ملے ہوئے ہی کیوں نہ ہوں سورت کی تشریح اپنے موقع پر آنے کی یہاں اس سے بحث نہیں!

یہاں ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی فصاحت یا عبارت آرائی کے متعلق ایک حرف نہیں کہا گیا۔ کیونکہ اگر کتاب فصاحت ہی میں تھا تو تمام دنیا کے جن و انس کو دعوت دینے کی کیا ضرورت تھی، صرف قارء الکلام اہل عرب ہی کو بلا یا ہوتا جن کا مقابلہ کچھ معنی بھی رکھ سکتا تھا پس جب دعوت عام ہے تو موازنہ بھی لامحالہ کسی ایسی خوبی کا ہے جسکے متعلق ہر شخص حتی المقدور کچھ نہ کچھ خوبے کر سکتا ہے اور وہ خوبی علم، حکمت یا ہدایت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی اس امر کا تصفیہ کہ محمولہ بالا آیت (۸۸:۱۷) میں ﴿یُثْلٰہُ هٰذَا الْقُرْآنُ﴾ کے الفاظ سے بعینہ کن معنوں میں ثیل قرآن کے ممکن نہ ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے، سورہ انفال کی ایک اور آیت سے بھی ہوتا ہے جو اس لحاظ سے از بس حسنی خیر ہے :

وَ اِذْ اَنْشَلٰ عَلَیْہِمْ اٰیٰتِنَا قَالُوْا اَقْبَلْ سَمِعْنَا لَوْ لَشَاءَ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ (۸:۳۱)

اور ان ناپاک اہل عرب کے انکار کی یہ شان ہے کہ جب ہماری آیتیں انکو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو متبادل فرماتے ہیں کہ ہاں اس میں تمہارے محمدؐ کے قرآن اور اسکے دعوے سے میری کی حقیقت کو خوب سمجھا (قَالُوْا اَقْبَلْ سَمِعْنَا) ، اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسی ہی بیش پا افتادہ باتیں بنالیں (لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا) ، ان میں رسالہ ہی کیا ہے، یہ تو وہی ڈھکوسلے ہیں جو اگلے لوگ ہم کو عیش سے سنباتے چلے آئے ہیں۔

یہاں ظاہر ہے کہ مِثْلَ هٰذَا کا اشارہ قرآن حکیم کے نفس موضوع اور مشمولہ حکمت اور ہدایت ہی کی طرف ہے جس کی منکرین عرب نے اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کہہ کر تحقیر کرنی چاہی ہے۔ اگر ادبی اور فطری خوبیوں کی طرف اشارہ ہوتا تو اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کے الفاظ بے موقع اور بیجھے نہ کیونکہ اَسَاطِیْرُ کے لفظ سے غیر فصاحت کے معنی قطعاً نہیں نکلتے اور نہ اَوَّلِیْنَ سے مراد پرانے اَدِیاء اور فصحا کی جماعت ہے۔ اپنی معنوں میں مِثْلَ کا لفظ سورہ طور کے اندر واقع ہوا ہے :

اَمْ یَقُوْلُوْنَ لَقَوْلَہٗ ۚ بَلْ لَا یُقِیْنُوْنَ ۚ قُلْیَا تُوَیِّعُثِلْ یٰٓہٰٓ مِثْلَہٗ اِنْ کَانَ اَصْحٰبُ الْقُبُوْرِ ۝ (۵۲:۳۳-۳۴)

دیکھا لوگ کہتے ہیں کہ محمدؐ اس قرآن کو اپنی طرف سے بنالیا ہے۔ یہ تو ان کام چوروں کے لنگ عذر اور کٹ جھٹیاں ہیں، اصل بات یہ جو کہل کہہ رہے ہیں ان کے لگنے کی نیت ہی نہیں رکھتے (اَمْ یَقُوْلُوْنَ)۔ (کیونکہ ایمان لانیکے ساتھ ہی قرآن پر عمل کرنا انہیں واجب ہو جاتا ہے) اور وہیے اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات بھی تو لے آویں۔

یہاں بھی صاف طور پر قرآن کا مِثْلَ شعرو فصاحت میں طلب نہیں کیا گیا بلکہ مقصود اسکے مضامین کو قدر قیمت میں برتر ثابت کرنا ہی اسکے شعر ہونے سے انکار نہیں پہلے اسی سورہ میں ہو چکا ہے: اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَآءَکُمْ نَزَّلْنَاہُ بِہِیْزَلٍ ۚ اَلَمْ یَقُوْلُوْا اِنْ ہٰذَا اِلَّا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۚ (۵۲:۳۴) یعنی کیا لوگ رسولِ خدائی نسبت کہتے ہیں کہ وہ تو محض ایک شاعر جو (جس نے اپنے زبیر خلیل کے باعث چند فرامادی پیدا کر لیے ہیں۔ اسی واہ واہ تہی ہمت جیتا کہ زندہ ہو) اور ہم تو اس امر کے منتظر ہیں کہ موت کا واہ واہ اسکو آدھوچے اور اسی سب ان ترانیاں خاک میں مل جائیں۔

.....وَكَيْلٍ لِّقُرْآنٍ تَرْتِيلًا ۝ (۴۳:۴۳)

اور قرآن کو خوب سوجھ کر پڑھا کرے۔

ظاہر پرستی کے ان لانا انتہا اور شبانہ روز مشاغل کے باعث قرآن کے مطالب میں حقیقی تدبیر محال تھا۔ اسلام کی دماغی قوت کا بہترین حصہ اس دردناک طور پر ضائع اور منتشر ہوتا گیا۔ قرآن کی درس تدریس تمام عالم اسلام میں انہی اصول پر ہونے لگی۔ اس اثنا میں جمع و تدوین احادیث کے نئے نظریے نے اجتہاد کا رخ ایک اور ہی طرف بدل دیا۔ سینکڑوں محافظین دین تسلسل اور تواتر کے نامکن اور غیر یقینی اجتہاد میں مصروف ہو گئے۔ راویان احادیث کے حسب نسب اور نامہ ہائے اعمال کی ایک نہایت وضعی مگر پُر زور تحقیق شروع ہو گئی۔ احادیث کی صحت کا معیار اہل عرب نے پہر اُسی عقیدہ مندی اور غلبہ وہم کی بنا پر کتاب الہی تطبیق یا کم از کم عدم تضاد کی بجائے رِوَاۃ کے ذاتی اعتبار کو قرار دیا۔ دینی اور خدائی معاملات میں اس رِوَاۃ ارادت کا اظہار، اور بیان کا انسان سے یہ عقیدہ مندانہ سلوک عرب کی ظاہر پرستی اور نا حقیقت شناسی کی ایک اور دلیل تھی جس کا نتیجہ بالآخر یہ ہوا کہ قسم قسم کی احادیث، موقع اور مطلب کے بنا بننے کے لیے معتبرین کے نام پر موضوع ہونے لگیں حتیٰ کہ اُن کی چھان بین محال ہو گئی اور جب قیمتی وقت صرف ہوا کلام الہی کے مطالب میں براہِ رست اجتہاد اُس قدر کم ہوتا گیا، اور ضمناً مسلمان ایک حسرت انگیز طریقے پر قرآن کے ناقص اور غیر مکمل مفاہیم اور غیر مشحج ہونے کے خاموش قائل ہو گئے!

درحقیقت اس تمام سطحی جدوجہد کے بروئے کار نہ آنے کی اصلی وجہ اہل عرب کا طریقہ تخیل تھا۔ عرب کی گذشتہ ہزار سالہ تاریخ میں اُن کا دماغ تخیل کی دوہری شوقوں سے پڑتا رہا۔ شاعرانہ شوق کی بنا پر انہوں نے قرآن کے ظاہری محاسن کو دیکھنا شروع کیا اور بالآخر اس کو کمال پر پونچھا دیا، عجیب و غریب رسمی علوم ایجاد کر کے اسکے صنائع اور بدائع کی مکمل تدوین کی، نص قرآن کو ایک بیروزیبر کے اختلاف سے پاک کر کے

۴ احادیث کے معیار صحت کی حقیقت اور متعلقہ معاملات کے بارے میں ایک مبسوط بحث عنقریب تیسری جلد میں آئے گی۔

اہل آباد تک انسانی تصرف سے محفوظ کر دیا۔ اویامی شرق کی بنا پر عرب نے قرآن کے باطن میں بھی استتلال شروع کر دیا تھا مگر چونکہ طبائع میں غیب کی باتوں سے الفت تھی، اور کہانت، وسواس، ظن، اور فزیت کے عناصر غالب تھے اس لیے کتاب الہی کو کھولتے ہی اُن کا خیال ماہیت خدا، حقیقت نبوت، کیفیت وحی، ملائک، جنات، موت، مابعد الموت، بہشت و دوزخ وغیرہ وغیرہ کی طرف معاً منتقل ہو گیا۔ یہ سب موضوعات لامحالہ اس منظر کے تھے کہ اُن کے متعلق تخیل کی بلند پروازی بدرجہ اتم ہو سکتی تھی ظن و تخمین کے ان معاملات پر عرب اور عجم نے دل کھول کر بحثیں کیں، جاہلیہ عقائد کے اکثر لازمات کو ہامی لباس پہنا کر ان اٹھاہ مضامین میں خلط مبحث کر دیا۔ مگر چونکہ ازمنہ جاہلیہ کے عقائد، یونانیوں کے علم الاصلنام کی غیر مانند، مدون بھی نہ ہوئے تھے، خود قبائل میں پہلے سے ہی ان نظریات کے متعلق بے انتہا تفرقہ موجود تھا، اور اُن کی صحت کی تائید یا تردید بھی قرآن سے نہ ہو سکتی تھی، اس لیے اس نوع خیال کا لازمی نتیجہ فرقہ بندی ہوئی، عرب نے اس حادثہ عظمیٰ سے بہت پہلے مسئلہ امامت کے متعلق ایک غیر اسلامی اور جاہلی عقیدے کی بنا پر تفرقہ ڈال کر، اسلام کو دو ناقابل وصال گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا، مگر اب ظنی اجتہاد سے الہیات کی سطحی موٹنگافیاں کر کے، ایک خدا، ایک رسول، اور ایک قرآن کے بارے میں بھی عقائد آرا کا درونک اشتات پیدا کر دیا: ﴿كَمَا أَتَيْنَا عَلَى الْمُفْتَسِمِينَ ۚ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ۚ وَتَوَلَّوْا بِلِسَانِكُمْ هُوَ لَكُمْ هُودًا ۚ أَجْعَلِينَ ۚ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝﴾ (۹۰: ۱۵-۹۳) جامع المتفسرین نے، جو مسلمانوں کی ایمانی اور عملی دونوں

۱۔ یہ قرآن تو اگر ہم نے کسی اور قوم پر نہیں تارا کہ وہ اسے کوہن عین مانکر اس کے مطالب میں تطابق قائم کریں، بلکہ دراصل اس تفرقہ آرا قوم کی طرف اُتارنا، جو حسب طرز کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آپس میں بانٹ لینے والے ہیں۔ اپنے اپنے حصے کو علیحدہ کر کے تفریق پیدا کرتے ہیں۔ پس تیسرے پروردگار کی قسم کہ ہم ان سے اُن کے ان بد اعمال کی ضرور باز پرس کریں گے!

۲۔ قرآن کو عیضین (ٹکڑے ٹکڑے کر کے) معانی میں ہیں کہ کسی کسی ایک حصے کو لیکر اپنے مطالب کے معنی پیدا کر لینا، اسی پر اپنی کشت و جو صرف کرنا، اور باقی حصوں کو نظر انداز کر کے فرقہ بندی جیسا کہ آج ہر اسلامی فرقے کا شیوہ عمل بن گیا، گویا نقطہ نظر امر ہم بینہم ذمہ کل حزب بما لہم منہم فرجین (۵۳: ۲۳) کا مستدق بننا، جسکی تشریح صفحہ ۴۹ پر گذر چکی ہے۔ یہ طریق تخیل ظاہر ہے کہ کس قدر ہلک جی جیت کسی تصنیف کا تمام لایعجل پیش نظر نہ کر کے کسی ایک حصے کے ظنی معانی انسان چیلے بنا سکتا ہو، مسلمانان عالم نے کتنا کتنا اس نقطہ نظر سے لیکر اپنے اپنے فرقے بنائے ہیں۔ اسی لیے آج انہیں دناک پیش ہو رہی ہے: ﴿فَوَيْلٌ لَّكَ مِنَ الْغَاۓِمِ ۚ أَجْعَلِينَ ۚ كَمَا كَانُوا يَكُونُونَ ۝﴾ (۹۲: ۹۳) یعنی ان آیات اسی سے یہی تشریح ہے کہ قرآن حکیم فی نفسہ تمام کا تمام مربوط ہے اور یہ انسان ہی ہے جو آیات کے حسب حسابانی بیان کر کے انکو بے ربط کر رہا ہے، لیکن حقیقت اسوقت اظہر من الشمس ہو گئی ہے کہ فرقہ بندی ہر ایک سے رت کر اس کتاب میں مربوط المعانی ثابت کر دیا جائے گا۔

زندگیوں کو چٹان کی طرح مضبوط دیکھنا چاہتا تھا، لامحالہ ظن کے انہی نامہوار نتائج کو پیش نظر رکھ کر، اسکی بعض قسموں کو قطعی طور پر گناہ قرار دیا تھا، مگر قرآن کریم کے ان عظیم الشان مقاصد تک پہنچنے کے لیے تابعین عرب کو اسکی آیات میں حقیقی تامل اور تدبر کی ضرورت تھی!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (۱۳: ۲۹)
اے ایمان والو! اکثر قسم کے ظن سے بچتے رہا کرو کیونکہ بعض ظن دخل گناہ ہیں۔

اسلام کی ارضی سلطنت کے استمرار و تکمیل کے لیے یہ فساد فہمیں مباحث کس طرح مفید ہو سکتے تھے قرآن کے متعلق ان لفظی تنازعات اور سطحی کج بحثیوں میں ہی مسلمانوں کی زندگی کے کم و بیش دوسو برس ضائع ہو گئے۔ اس اثنا میں حفاظت قرآن کے مفید اور بے مثال عمل کے ماسوا عرب تخیل کا لے دیکر نبی متیجہ ہوا کہ کلام الہی کی درس و تدریس کے ضمن میں عوام کے سامنے جاہلیہ کا سارا علم ادب، ان کی طرز معاشرت، ان کی روایات و آہیں، ان کے اوہام باطلہ، اور ان کا دیرینہ حشلاق مدون ہو کر التزام کے ساتھ پیش نظر ہو گیا۔ ان بے سود تصریحات اور ناگوار انکشافات کے سم آلود اثر کے باعث، اسلام کی تسلیم اعتقاد میں صدہا غیر متعلق اور مفروضہ باتیں از خود دخیل ہو گئیں۔ قرآن کا سب سے بڑا معجزہ اسکی جید عبارت اور حسن بیان میں منتقل ہو گیا! اسکی تلاوت عرب سخن فہمی اور زبان نوازی کی بہترین داستان بن گئی۔ پھر فصاحت اور لغز گوئی ہر خاص عام کا مستقل بلکہ مستند شغل ہو گیا۔ عربی عجم قیل و قال میں، تحریر و تفسیر میں، زبان دانی کا اہتمام ذوق و شوق سے کرنے لگے۔ اوصرف قرآن کی فرضی تائید پر چٹات اور ملائکہ کے متعلق عقائد کی تدوین ہونے لگی۔ بہشت اور دوزخ کے مختلف مقامات اور مدارج وضع کیے گئے۔ عذاب قبر کی تشریحوں کے متعلق کلام الہی سے دور از کار استدلال کیا گیا۔ ماہیت خدا، حقیقت نبوت، کیفیت وحی وغیرہ کے مختلف نظریوں کے باعث، قرآن، رسول، بلکہ خدا کے متعلق بھی طرح طرح کے توہمات شکوک عوام میں پھیل گئے۔ قرآن کی اکثر آیات میں عجیب و غریب تاویلیں ہونے لگیں۔ بدعت کا عام ہبہا ہو گیا۔

پھر قیاس کے ان بنے نتیجہ مجادلات، آرکی اس عام کشاکش، اور الفاظ وحی کے جاذبی اثر کے باعث عوام کے غیر مطمئن اور تشنہ تلخج دل کمانت کے جاہلی عقائد کی طرف از خود مائل ہو گئے، قرآن کا مطالعہ محض رسم و تہنک کے طور پر رواج پاتا گیا، کلام الہی کے الفاظ میں غیبی برکت اور طبی تاثیر مانی جانے لگی، تہائم پرستی اور زیارت قبور کی جاہلی علامات نمایاں ہونے لگیں، **فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِلَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِلُونَ** (۹۱:۹، ۹۰:۹) پھر آئندہ احوال اور خانگی معاملات، حتیٰ کہ ملی اور بین المللی مناقشات کی پیش بینی کی غرض سے کلام خدا سے تفاؤل کیا جانے لگا! احادیث نبوی اور حروف مقطعات قرآنیہ سے زوال بقائے قوم، مدت قیام عالم، اور بقائے اسلام کی تشریحیں نکالی گئیں! سحر طلسمات کا وجود قرآن سے غلط مستنبط کر کے، اور حلول جنات وغیرہ وغیرہ جاہلی عقیدوں کا منفی ثبوت غیر متعلق اور دور از کار آیات از سر نو نکال کر عجیب غریب فریبے اُن کی قرآنی تحریم و تردید کی نوعیت بدل دی! انہی مراسم جاہلیہ و عقائد و اہیہ کی تجدید کے سلسلے میں مسلمانوں کو نجوم کے مفروضہ اعمال سے بھی لگا دیا گیا تھا۔ رفتہ رفتہ آثار کو اکب کے جاہلیہ عقائد کی تائید، ایک نہایت شرم انگیز طریقے سے کلام خدا کی وساطت سے کی جانے لگی۔ بعض فہرہ صوفیاء نے بھی خیم کے ان متعذری اور ہلاکت انگیز اثرات میں پابگل ہو کر، طبل تلع کو کبھی اور ارواح فلکی کو منظر ہر اسمائے الہی فرض کیا، اور مکر و دروغ کے خجالت آفرین ڈھکوسلے اسرار الحروف کے نام سے وضع کیے! تیسری صدی کے اخیر میں زیدیہ اور فسطیہ فرقوں نے امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ کی تقلید کے بہانے سے کلام الہی کو قطعاً ناقابل فہم قرار دے کر، اسکے اسرار و رموز کا محل جعفر اور بل سے منسوب

۱۔ تو انہی ان فطلم نہیں کر رہا تھا بلکہ وہ تو اپنی جانوں پر آپ ظلم کر رہے تھے۔

۲۔ اس منفی ثبوت کی ایک مثال صفحہ ۳۳ پر (۷: ۱۸۳) میں گند چکی ہے۔ "مَا رَیْبَ لَهَا جَوْدٌ مِنْ جَدِّهَا" سے بعض خوش اعتقادوں نے یہ مستنبط کیا کہ اگرچہ رسول خدا میں (معاذ اللہ) جتن نہیں گھسا تھا مگر عام لوگوں کے بدمنوں میں جنات کے گھس جانے کی فست آن تائید کرتا ہے! جتن کی حقیقت کے متعلق مکمل بحث غالباً جو مہی مجلد سے پہلے نہ ہو سکے گی۔ مگر جتہ جتہ اشارات درسیانی مجلدات میں بھی آئیں گے۔

جانا! ان اودام کی گرفت بالآخر اس قدر وسیع ہو گئی کہ عین اس وقت جبکہ اسلامی عظمت و جبروت کا آفتاب نصف النہار پر ٹھہرا ہوا تھا، اور اللہ کی بخششوں کے خزانے مسلمانوں کو ہر طرف سے مالا مال کر رہے تھے، اسلام کا مقتدر امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، ہارون الرشید، قرآن اور اسلام کو بالائے طاق کھکھڑا فلکیات کے مطالعے میں بذات خود اس نیت سے مستغرق تھا کہ آثار نجوم سے طالع پاکر قبائے سلطنت کی بشارت اور نزول حوادث کے حالات معلوم کرے!

لَا جَعَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَاللَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا الْحَكِيمُ
 حَكِيمٌ ۝ أَفَضْرِبُ عَنْكُمْ الذِّكْرَ صَافِحًا إِنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِينَ ۝ (۲۳: ۵-۳)
 ہم نے کتاب خدا کو عربی زبان میں اس لیے کر دیا تھا کہ تم اس کے عظیم الشان مطالب کو پا کر عقلمند بن جاؤ،
 اور یہی قرآن ہمارے ہاں ام الکتاب میں موج ہے جو ایک بڑی بلند نظر اور پراز حکمت کتاب ہے۔ تو کیا
 اس وجہ سے کہ تم اس کتاب عظیم کی اصلی غرض غایت سے دور ہوتے جاتے ہو ہم اس کو تم سے یکسر کیونٹ
 اچکھیں؟

کیا ان اعمال کے بعد انسان کی گزشتہ ہزار سالہ تاریخ میں، کفر اور ضلالت، جہل اور ابلہی، مکر اور
 سیہ کاری کی اس سے بہتر اور روشن تر مثال پیدا ہو سکتی ہے جیسی کہ سلف راشدین علیہم الرحمۃ کے ان
 ناخلف عرب عجم نے ظہور اسلام کے پانچ سو سال بعد تک، قرآن کے مطالب پر غور کرنے، اور اللہ کی شفقت
 بخشی ہوئی سلطنت کو محفوظ و مستحکم کر نیے بہانے سے دنیا کے سامنے پیش کی؟ کیا خود ابلیس، اپنی شبانہ رو
 مصروف کاری، شیطانی اغوا، اور طاغوتی مکر و حییل کے باوجود، اپنے سارے نامہ اعمال میں، اللہ کی
 پیدا کی ہوئی مخلوق کے دلوں پر ایک ہی وقت میں اس کامل حکومت کی کوئی مثال پیش کر سکتا ہے جو ہم کے

۱۰ یہ آیات صفحہ ۶ پر گزری ہیں مگر مؤسّر فیہ کی تشریح اس موقع پر چوڑی گئی تھی۔ مسیح حقیقت کے عنوان میں اس قرآنی اصطلاح اور کثر ایے الفاظ کی
 مکمل تشریح آئے گی۔ اور ظاہر کر دیا جائے گا کہ یہ اصطلاح قرآن حکیم میں کن سبب اور مختلف معانی میں استعمال ہوئی ہے۔ یہاں پر ہر صاحب نظر بطور خود
 فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہی جو ہم نے اصل کتاب میں کیے ہیں، مطالب کو مربوط کر سکتے ہیں۔ ان کا بعد کی آیتوں سے ربط بھی ظاہر ہے۔ اَلَّذِیْنَ
 کَالَفُظُ قرآن کے معنوں میں جا بجا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً آیہ (۱۶: ۲۴) میں جو صفحہ ۵۹ پر آئی ہے۔ ان آیات میں خطاب تمام اہل عرب کی طرف ہے۔

ہلاکت انگیز عفریت، اور جہل کے موت افزا دیو نے عرب کی بے علم و ہنر قوم کو کامل طور پر مسحور کر کے قائم کی؟
یُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا مِّنْ هَٰؤُلَاءِ ذُرِّيَّتِهِ ذُرِّيَّةَ الْفٰسِقِیْنَ ؕ (۲۶:۲) کیا اسلام کی ازلی صداقت اور قرآن حکیم
کی ابدی حقانیت کی آڑ میں، مکروہ و مروج کا یہ علانیت جواز، ماسوی اللہ کی یہ آشکارا عبادت، اوٹان جاہلیہ کی
یہ فاش عبودیت، فی الحقیقت بنی اسرائیل کی پرستش عجل سے بہت بڑھکر جمالت، خود کشی، اور ظلم نہ تھا
سے اہل عرب نے آج اس حسیرم تک تو نہیں کی؟ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یَقُوْمُ اَلْکُفْرُ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاَتِّخَاذِکُمْ
الْاِجْلَ فَنُتُوْا اِلٰی بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ ؕ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ عِنْدَ بَارِئِکُمْ وَ کَتٰبٌ عَلَیْکُمْ اَنْ تَاْتُوْا اِلٰی النَّجِیۃِ (۲۷:۲۸)
کیا قرآنی آیات کو بازو پر باندھ کر شفا کی امیدیں رکھنا، اُسکے اوراق سے فالیں نکال کر نتائج کا چشم براہ رہنا،
کلام الہی کے حروف کو طلسماتی فسون سمجھ کر فوری اثر کا منتظر رہنا، حادثات زمانہ کو اللہ کے آسمانی کڑوں پر
محمول کر کے غیب جاننے کی سعی کرنا، اور اس طرح پر خدا کے وجود کا بالجمہر تھان لینا، واصل بنی اسرائیل کی
خدا کے آشکارا دیدار کی خواہش، اور اُن کے مشروط ایمان کے مترادف نہ تھا جسکی سنہریں بالآخر اُن کی کھسکی
گری تھی؟ وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوسٰی اِنَّا نَرٰی اِلٰہَکَ حَتّٰی دَرٰی اللّٰہَ جِہْرًا فَآخِذْ نَکُمُ الصُّلْعٰةَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (۲۸:۲۸) انہیں کیا
پہر انہی عرب پر شدید العقاب خدا نے بنی اسرائیل کی مانند، اُنکے منقرض یا نہ اعمال اور فسق و ظلم کی پاداش میں
جلد تر عین اُن کی سلطنت کے قلب میں ہلاکو کی بجلی نہ گرائی، اور اُن کی شش صد سالہ عظمت کو تاتاریوں کے
طوفانِ جبرادے چند دنوں کے اندر خرد برد نہ کیا؟ کیا یہی عرب آٹھ سو سال تک اُنڈس کے روح پرور

۱۔ ہنوں کو اسی سے گمراہ کرتا ہے اور بہنوں کو ہدایت کرتا ہے۔ لیکن گمراہ انہی کو کرتا ہے جو حقیقت فاسق ہیں۔ اور ہلاکت کے اہل کی صفحہ ۸۸ (صفحہ ۱۲)
۲۔ اور لوگو! کیا تمہیں وہ وقت یاد ہے جب نئی نئی قوم سے کہا کہ اے ہمایو! حقیقت تم نے بچھڑے کی پرستش اختیار کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے
ہم اپنے خدا کی طرف پھرتے ہو، اسکی جناب میں توبہ کرو، یا اگر یہ نہیں کرتے تو اپنے آپ کو ہلاک کرو، غرق ہو جاؤ، اور مر جاؤ (فَتَنَّا بَآلِیٰ بَارِئِکُمْ کَا فَتْنٰکُمْ اَنْفُسَکُمْ) خدا کی نگاہ میں تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ یا توبہ کرو یا مر جاؤ۔ پہلے لوگوں نے توبہ کی تو خدا نے بھی اُن کی توبہ قبول کر لی۔ ان پر عطا کی ہوئی نعمتیں
بحال رکھیں، اُن سے کچھ مواخذہ نہ کیا، اور وہ خدا سے عظیم پاؤں جانے والوں کے حق میں براہی توبہ قبول کرنے والا، اور براہی رحم کرنے والا ہے۔
۳۔ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ! ہم تمہیں ہرگز فرستادہ خدا تعالیٰ نہ کریں گے جب تک ہم تم کو آشکارا نہ دیکھ لیں۔ پھر تم کو
بجلی نے آدھو چا اور تم دیکھنے کے دیکھتے رہ گئے۔

۴۔ مگر کیا فتنوؤا اور کَا فَتْنٰکُمْ آئیں غام سے مقصود اختیار جلا ہے۔ فتنوؤا کے بعد اُمر کَا فَتْنٰکُمْ اَنْفُسَکُمْ سے پہلے وَاِن لَّمْ تَعْلَمُوْا کے الفاظ مقتدی ہیں۔

اصلی مسکن تھے، مگر اللہ کا المناک انتقام افسوس! آج بھی کم ہوتا نظر نہیں آتا، اور یورپ کی حرص سلطنت، جوع الارض، اور ضرورت کش اقتدار سے انہیں اور بھی ذلیل و پامال کرنا چاہتا ہے!

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمَمٍ مِّمَّا سَوَّلَا بِئْسَ مَا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿٢٨﴾ (۵۹:۲۸)

اور اسے پیغمبر یا یہ تمہارے خدا کا دستور نہیں کہ وہ کسی بستی کو ہلاک کرے جب تک اُسکے اہم اور مروج خلق حصے میں اپنا پیغام بر نہ بھیج لے جو واضح طور پر ہمارے احکام لوگوں کو سنا دے، اور اس پر بھی ہم سببوں کو تباہ نہیں کرتے جب تک اُن کے رہنے والے مقررہ حدود سے تجاوز کر کے ہمارے اصلاح میں ظالم نہ بنیں۔
قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَعَثْنَا أَوْجَهًا ۖ هَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ ﴿٢٩﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۚ فَتَنْ أَمَنَ وَاصْلَهُمْ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٠﴾ (۳۸-۳۷:۱۶)

اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ کیا تم نے اس بات پر غور کیا ہے کہ اگر عذاب خدا تم پر آگیا تو اسے کس نے ہلاک کر دیا؟ ہاں! تو سوائے ظالم قوم کے کوئی اور بھی ہلاک ہو گا۔ اور پیغمبروں کو تو ہم اسی لیے بھیجتے ہیں کہ خوش حالی اور عذاب کی دونوں صورتیں پیش کر دیں۔ پھر اس کے بعد جو قوم ایمان لے آئی، اور جنہوں نے اپنی حالت کی اصلاح کر لی، اُن کی زندگی بے خوف خطر ہے!

بَلِّغْهُمْ ۖ فَهَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ ﴿٣١﴾ (۳۵:۳۶)

۱۔ ظلم اور فسق کی قرآنی مہطلاتیں منجملہ اُن جامع و مانع مصطلحات کے ہیں جن کی تشریح میں ابھی بہت دیر ہے۔ اسی قسم کے چند اور الفاظ مثلاً ایمان، صلاح، شرک، کفر، انفاق، وغیرہ اس سے پیشتر گذر چکے ہیں مگر ان کا صحیح مفہوم بھی معرض القوا میں دلریا تھا۔ مروجت جو مقصود ان آیات کے پیش کر دینے سے یہ ہے کہ قرآن کے رو سے جو قوم صفحہ عالم سے نابود ہو رہی ہے، جس کا سیاسی اور اجتماعی اقتدار گھٹ رہا ہے، جو ہلاکت کے قریب عمیق کی طرف بڑھ رہی ہے، وہ شارع کائنات کی نظر میں بلا لحاظ مذہب امت ظالم اور فاسق ہے۔ اجتماعی ہلاکت کا استعارف مفہوم یہی ہے کہ اُس قوم کا سیاسی اقتدار سطح زمین پر چھو ہو جائے۔ ورنہ کسی قوم کے تمام اہم اور اہمیت مندوں میں ہلاک ہو جائے۔ یہی اور نہ تباہی اس کی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اجتماعی ہلاکت کا لازمی نتیجہ اکثر اوقات یہی ہوا ہے کہ اُس امت کے افراد بھی رو سے زمین پر سے محو ہو گئے ہیں حتیٰ کہ اُن کا ایک فرد بھی باقی نہیں رہا، جیسا کہ صفحہ ۷ کی آیہ (۹۸:۱۹) سے ظاہر ہے مگر ایک مذہبی عمل ہے جو سلبت کے صدیوں یا قرون بعد تک ہوتا رہا ہے۔ مسئلہ بقائے اصل کو پیش نظر رکھ کر آیہ (۳۸:۲۸) میں ”فَمَنْ أَمَنَ وَأَصْلَهُ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“ کے الفاظ نہایت قابل غور ہیں۔ انہی دو آیات یعنی (۳۷:۱۶) و (۳۸:۲۸) میں ہم نے بھی ظاہر ہے کہ پیغمبران خدا کی بشارت اور تحذیف کی نوعیت کسی قوم کی اجتماعی سلامتی یا اجتماعی ہلاکت ہی ہے۔ اُن کی رسالت کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اقوام کو حفظ و بقا کے رستے پر لے جائیں یا انفرانڈاری کی صورت میں ہلاکت کا اٹل پیغام سنائیں۔ یہ نہایت قابل لحاظ ہے کیونکہ اس کی طرف اشارہ چابجاہل کتاب میں آئیگا۔ بعینہی بات آیات (۹۸:۱۹) سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ تنہا ہی نہیں

کیا تعویذوں اور گنڈوں، اہل اور جھبہ، تفاؤل اور حساب جمل سے آئندہ واقعات اور اسرار غیب کی

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۸۳) بنایا ہے، جنہوں نے قرآن کے اس ہم حکم کی تعمیل میں اپنے آپ کو لغو اور بے سند، انجمن تجو اور بے یمنی باتوں کا شکار بنا کر قوم کی ذہنی اور عملی قوتوں کو تباہ نہیں کیا، وہ آج ترقی کے فلک الافلاک پر کس طرح چڑھ رہے ہیں، اور دوسری قوموں کے بالمقابل کس قدر طاقتور بن چکے ہیں!

لیکن اور کتنوں سے قطع نظر خاص مسلمانان عالم نے جس حیرت انگیز خوش اعتقادی سے پہلی چند صدیوں سے عالم عقوبی کی جہانی تصویر اپنے ذہنوں میں جمانے کی بے طرح سعی کی ہے، جو بے سند قصے بہشت اور دوزخ کی مکانیت کے متعلق اپنے شاعرانہ تخیل کے بہت گھڑ لیے ہیں، جو عجیب و غریب خیالی سماں اُن کی فرضی کیفیت کے بارے میں بلا شہادت باندھ لیا ہے (معاذ اللہ! ہمارے سلطان ط (۲۳: ۵۳) صفحہ ۸۲) بجائے خود اُن کے ضعف یقین کی دلیل ہے۔ دنیا کے آخرت کی صحیح ماہیت کے متعلق بحث کرنے کا یہ موقع نہیں، اگرچہ جو اُس مثالی کیفیت کے جو قرآن نے انسانوں ہی کی زبان میں اُس سادہ عظمیٰ کے بارے میں جا بجا بیان کی، جس کا واقع ہونا اِٹل ہے، اور باوجود اُس مثالی کیفیت حال کے جو بہشت کی بے مثال آسائش اور دوزخ کی بے مثال تکلیف کے متعلق بار بار ظاہر کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو سورۃ کافات کے اُس مشہور قول کی بھی کچھ وقت پیش نظر نہیں جس میں بہشت اور دوزخ کی بابت فیصلہ کر دیا ہے کہ ”لَا عِینَ رَأَتْ لَآ اَوْ لَیْسَ لَہَا خَطَرٌ عَلٰی قَلْبِ الْبَشَرِ“ یعنی اسکو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا، اور نہ اسکا خیال ہی کسی بشر کے قلب پر گزرا ہے۔ جب حال یہ ہے کہ سمیع اور بصیر اور فوادان کی صحیح کیفیت تک نہیں پہنچ سکتے، اور اُن کا علم حاصل کرنا اُن کے واقع ہونے سے پیشتر حال ہے تو حیرت ہو کہ مسلمان ”وَلَا تَقْفُ مَا لَکُم مِّنْ دُونِہٖ“ کے حاکم کے باوجود کیوں اُن کے پیچھے پڑے ہیں اور فرضی قصے بنا کر اپنے دین کو غیروں کی نظر میں مضحکہ انگیز بنا رہے ہیں۔ عالم عقوبی کے بارے میں جو تعلیم اسلام نے دی ہے فقط یہ ہے کہ وہ ہے، اُسکا واقع ہونا یقینی ہے اور بس!

اِذَا رَفَعَتِ الْاَلْفُفَّةُ ۚ لَکِن لَّوْ فَعِیْنَا کَاذِبًا ۚ مَا فَضَّلْنَا کَاذِبًا ۚ لَآ اَفْعَلُہٗ ۚ (۵۷: ۱-۳)

اے لوگو! اگر غریزہ کو کہ جب وہ کھپکا دینے والا سانحہ واقع ہوگا، اور قیامت جس کے ہونے میں نہرا شک شبہ ہی نہیں تمہارے سروں پر موجود ہوگی تو تمہارا کیا ہی حسرتہ حال ہوگا۔ اُس دن تمہارے اعمال کی حقیقت صاف کھل جائیگی، بہتروں کو ابد الابد تک لیل کر دے گی اور بہتروں کے درجے ہمیشہ کے لیے بلند کر جائے گی۔

اس حادثہ کبریٰ کے واقع ہونے کا ناقابل انکار ثبوت کتاب کے متن میں اپنے موقع پر آئیگا۔ یہی یہ بات کہ وہ کب ہوگا، کہاں اور کیونکر ہوگا، جزا کیا ہوگی، مرکز کس طرح ہوگی، کیا کیفیت حال ہوگا، کیا منظر پیش ہوگا، یہ سب امور انسان کے احاطہ علم سے باہر ہیں کیونکہ سمیع و بصیر اور فواد کے حیرت و رک میں آگیا مکان نہیں رکھتے۔ اسی بنا پر اُن کے بارے میں بحث کرنا بھی عبث ہے۔ اور نہ قرون اولیٰ میں ان کی کسی ایک شق کے متعلق بحث کرنے کی اجازت تھی۔ سورۃ اعراف میں ہے:

یَسْأَلُوکَ عَنِ الْمُنَآفَئِہِ اَیَّٰنَ مَّرْسَلِہَا قُلْ اِنَّمَا عَلِمْتُ مَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ (۱۸۴: ۷)

اے پیغمبر! لوگ تمہیں قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ آخر اس سانحہ عظمیٰ کا نخل ہیرا بھی کہیں ہے، کوئی شناخت کرنے کی علامت یا نشان بھی ہے۔ ان کو کہہ دو کہ اُسکا علم تو صرف میرے خدا ہی کے پاس ہے۔

جو بات توحید خیر ہے یہ کہ اُس الْمُنَآفَئِہِ کے واقع ہونے پر کامل اور علمی یقین ہو، اسکی ہیئت اور صداقت کو پاکر بدن میں یکپایاں پیدا ہوں۔ والہ بھلا کی امیدیں سعی و عمل وہ چند ہوتا جائے، شوق کا جس بڑے، خوف کا تکلیف ظاہر ہو۔ نہ یہ کہ تاویہ انعام کے فرضی قصے گھڑ لیے جائیں، اُنکو وہ ہر ادھر کرے، افسانہ عجیب عمل کو کلام عدم کر دیا جائے۔ انعام میں قوت تشویق اور سزا میں طاقت تخویف تھی، جس کا جب تک اُنکی صحیح کیفیت معلوم نہیں، اور ساتھ ہی انکے بہترین یا بدترین ہونے میں کلام نہیں۔ یہی انداز اس موضوع کے متعلق تمام قرآن غلطیوں کا ہے مگر افسوس کہ ابھل کے مسلمانوں نے اس راہ کو اکثر نہیں سچا۔

ٹوہ لگانا، اور اس مکر و حیل سے آیات خدا کو کوڑیوں کے مول بیچنا ہی قرآن حکیم کی وہ محیر العقول حکمت آموزی تھی جس کا دعویٰ حکیم حقیقی نے بار بار کیا تھا؟ کیا صرف نحو، علوم لغت اور فنون بلاغت کو اسلامی دینیات کا جز لا یتجزی قرار دے کر، بیع اسابیغ، حکمتین اور مقامات حریری کے صنائع اور بدائع کا مطالعہ کرنا ہی فی الحقیقت "قَوْمٌ يُؤْمِنُونَ" و "قَوْمٌ يُؤْتُونَ" کے لیے وہ "هَدًى قَبْشَرًى" اور "هَدًى رَحْمَةً" تھی جس کا قرآن میں ملنے کا وعدہ کیا گیا تھا؟ فَذَكِّرْ لَّعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۵۲﴾ (۳۱-۲۹) کیا ان کے پر حکمت اور پر مغز قصوں، تشبیہوں اور مثلوں، سورتوں اور آیتوں کی فرضی اور بے سند تاویلیں بنا کر، اللہ کی پاک اور بے عیب کتاب کو سحر اور تھکن، خوارق اور عجائبات کا جامع قرار دینا، نبیؐ کو عجیب غریب کرامات کا عامل قرار دیکر ان کو تماشگر اور حقہ باز سمجھنا ہی اُس تذکیر و عتبار، اُس تفکر و تدبر کے مترادف تھا جس کی تلقین کلام الہی نے کی تھی؟ كَافُصْصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۱۴۹﴾

۱۔ تو اسے پیغمبر تم اپنی نصیحت کیے جاؤ کیونکہ تم اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے نہ تو بازگیر (گاہن) ہو اور نہ سوداؤ (بھینٹوں) کیا لوگوں نے تمہاری نسبت یہ مشہور کر رکھا ہے کہ تم خود محض ایک شاعر ہے جس نے اپنے زورِ خیال و شعور و سخن سے ہی چند افراد کو اپنا گرد و پیر کر لیا ہے۔ اس کی پیروی اور اس کی دھکیاں بھی تک ہیں جب تک وہ زندہ ہے۔ اور تم تو اس امر کے منتظر ہیں کہ موت کا حادثہ اسکو آدھوچے آدھوچے اس کی سب لن ترانیوں کو ختم کر دے۔ تم ان سے کہہ دو کہ ہمت اچھا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں پھر معلوم ہو جائے گا کہ کس کی دھکیاں محض پادریوں باتیں تھیں، اور کس کی ہدایت صرف نقش بر آب تھی۔

۲۔ پس تم ان کو یہ باتیں بیان کر دو تاکہ ان پر غور کر کے مستقل نصیحت اخذ کریں۔

۳۔ صفحہ ۸۳-۸۴ کے تحت لہتن سے ظاہر ہو کر علم اللہ الہی مطلق میں درحقیقت علم نہیں علیٰ ہذا التیاس صوفی نحو بلاغت فنون۔ ہی حالات علوم کو دین میں بغیر اس کے متاخرین عرب نے اپنے علم ادب میں سے طرہ بہ شعر کے شات اعلیٰ پائے کے قصیدوں کو مقلقات کے انداز پر منتخب کر کے شات حصوں میں منقسم کیا ہے اور اس مجموعے کا نام بیع اسابیغ رکھا ہے۔ ان سات حصوں کے نام یہ ہیں: مقلقات، مجملات، منقبات، مذہبات، مرانی، مشوبات، المہمات۔ پہلے تین مجموعوں کی تفصیل صفحہ ۸۳ کے تحت لہتن میں گزر چکی ہے۔ باقی شعر کے نام یہ ہیں: مذہبات (حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ، مالک بن عجمان، قیس بن جحیم، اجمہ بن سلج، قیس بن اسلم، عمرو بن امرئ القیس)، مرانی (ابو ذؤبہ، ہذلی، محمد بن کعب، اعشیٰ، ہامی، علقمہ، لوطوس، ابو سعید خدری، مالک بن ریب، نضلی، مستنیر بن نویر)، مشوبات (کعب بن زہر، ابوجہرہ، قطای، حطیبہ، تمیم بن قیل، شامخ، عمرو بن احمد)، المہمات (فرزدق، جریر، خطل، عبید راعی، ذوالرئۃ، حکیم بن زید، طرہ)۔

۴۔ صفحہ ۵۴-۵۸ کے متن کی آیات (۲۰۳، ۱۴۵) اور (۵۲، ۵۱) کی طرف اشارہ ہے یا (۱۱۱) کی طرف جو آگے آ رہی ہے۔

کتابوں کے بارے میں جو اُسی خدائے وحی کی طرف سے ہیں، اور لامحالہ اُس کا کلام ہیں، فصاحت کا ادعا حتماً پیش نہیں کرتے، جب خود اہل اسلام خدائے تورات کو ”مستبین“ کہنے کے باوجود، اُس کے فصیح ہونے کا گمان تک نہیں کرتے: **وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ** (۱۱۴: ۱۳۴)، جب خود خدائے عظیم کا آسانی کتابوں کے بارے میں دعوے اُن کی بے مثال ہدایت میں ہے: **قُلْ فَأَنذِرْكُمْ قَدْ عَزَمَ اللَّهُ هَآؤُلَآئِکَ مِنْهُمُ الْبَعْضُ أَن يَحْبِسَ عَنْكُمْ صُورَةَ اللَّهِ** (۲۹: ۲۸)، تو قرآن کے سطحی محاسن کو اس اعتناء و اہتمام سے دیکھنا اور باطن کو بغیر نظر انداز کر دینا، اُس کی

سے اور ہم نے موسیٰ اور ہرون کو شرح اور بلغ فی السببان کتاب دی۔

اسے پیغمبران لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تورات دونوں کتابیں جوٹی ہیں اور تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو تم بھی خدائے ہاں کے کلمے اور کتابے آؤ جو ان دونوں سے ہدایت میں بہتر ہو۔ پھر میں ہی انکی پیروی کرنے کو تیار ہوں۔

۴۴ تورات کے متعلق جو دعویٰ قرآن کریم نے کیے ہیں مفصلہ ذیل حوالوں سے ظاہر ہیں:-

سورہ مائدہ میں ہے: **إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِيهَا هُدًى وَذُرُورَةً** (۲۴: ۵)۔ ”ہم ہی نے تورات کو اُتار دیا، اُنہیں ہدایت اور نور ہے۔“ سورہ انعام میں ہے: **قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ ذُرُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ** (۹۲: ۲۰)۔ ”اُن سے پوچھو کہ وہ کتاب کس نے اُتاری تھی جسکو موسیٰ لایا تھا اور جو سائنان عالم کے لیے نور اور ہدایت تھی۔“ اسی سورہ میں تورات کے متعلق ہے: **بِمَا مَا عَلَى النَّاسِ لِحُسْنِ وَتَفْصِيلِ لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً** (۱۵۵: ۱۷)۔ ”تمام خوبیوں پر مشتمل ہے اور تمام شیا کی تفصیل ہے اور ہدایت اور رحمت ہے۔“ اگر ان خوبیوں میں ابلی بلاغت اور شاعرانہ فصاحت بھی شامل ہے تو مسلمان کیوں آج اسکو فصیح و بلیغ نہیں کہتے۔ سورہ اعراف میں الولح موسیٰ کے بارے میں ہے: **وَفِي نُحْيِيهِمْ هَآؤُلَآئِکَ وَرَحْمَةً لِّلَّذِينَ يَرْجُونَ رَبَّهُمْ** (۱۵۳: ۵)۔ ”اور اُن الولح کے متن میں اُن لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ہدایت اور رحمت تھی۔“ موسیٰ نے اس میں علیٰ ہذا القیاس، **وَأَنبَاؤُ مَن مِّنَ الْكِتَابِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّلَّذِينَ آمَنُوا** (۲۴: ۵)۔ ”یعنی ہم نے کتاب کو نبی کریم کی ہدایت بنا دیا ہے۔“ سورہ قصص میں ہی تورات کے بارے میں ہے: **لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّعِبَادِهِمُ الْمُحْسِنِينَ** (۲۴: ۵)۔ ”آپا ہے۔“ یعنی تمام عالم کے لیے بصیرت اور تہذیب کی باتیں ہیں اور ہدایت اور رحمت ہے۔ تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔“ سورہ سجدہ میں پھر **وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّلَّذِينَ آمَنُوا** (۲۳: ۳۲)۔ ”آپا ہے۔“ سورہ مؤمن میں **هُدًى وَذُرُورَةً** (۲۶: ۵)۔ ”آپا ہے۔“ یعنی ”وہاں اور صاحب عقل لوگوں کے لیے ہدایت اور عبرت ہے۔“ سورہ احقاف میں امام کا غرناقد لقب بھی کتاب کے بارے میں آیا ہے **وَمِنْ فِيهِ كِتَابٌ مِّنْ مِّنْ إِمَامٍ مَا وَرَدَ رَحْمَةً لِّلْمُتَّقِينَ** (۱۲: ۲۷)۔ ”سورہ انبیاء میں **وَمِنْ فِيهِ كِتَابٌ مِّنْ مِّنْ إِمَامٍ مَا وَرَدَ رَحْمَةً لِّلْمُتَّقِينَ** (۱۲: ۲۷)۔ ”یعنی وہاں اور صاحب عقل لوگوں کے لیے نور اور عبرت ہے۔“

انجیل کا تعارف رب زمین آسمان نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:-

سورہ آل عمران میں ہے: **وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْبُرْهُانَ وَالْأَنْجِيلَ مِّنْ قَبْلِ هَآؤُلَآئِکَ** (۳: ۳)۔ ”یعنی اُسی نے تورات اور انجیل کی اعلیٰ کتابیں بھیجیں جو قرآن سے پیشتر سائنان زمین کے لیے ہدایت تھیں۔“ سورہ مائدہ میں ہے: **وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَذُرُورَةً** (۲۶: ۵)۔ ”یعنی اس میں نور اور ہدایت ہے۔“ اور اسی آیت میں **وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّلْمُتَّقِينَ** (۲۶: ۵) کے الفاظ ہیں یعنی ”خدائے ہاں نے والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔“ قرآن کے متعلق بعض دعویٰ اس سے پیشتر اصل کتاب میں آپ کے ہیں مگر تقابل کے خیال سے تمام آیات کو یہاں پر جمع کر دیا جاتا ہے۔ سورہ آل عمران میں ہے: **هَآؤُلَآئِکَ لِلنَّاسِ هُدًى وَرَحْمَةً لِّلْمُتَّقِينَ** (۱۳۴: ۱۲)۔ ”یعنی یہ قرآن سائنان زمین کے لیے ان کے دستور العمل کی تشریح ہے اور خدائے ہاں نے والوں کے لیے ہدایت اور عبرت ہے۔“ سورہ انعام میں ہے: **أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا** (۱۱۵: ۱)۔ ”یعنی اُسی خدائے پاک نے ہماری طرف مفصل کتاب اتاری جسکے بعد کسی شے کی گنجائش نہیں ہے۔“ اسی سورہ میں کچھ آگے چل کر ہے: **وَهُدًى لِّلَّذِينَ آمَنُوا** (۱۵۶: ۱)۔

قدر و قیمت کو بے انتہا کم کرنا اور اسکی حقانیت سے انکار کرنا ہے؟ کیا قرآن میں فلسفیانہ اور فقیہانہ، انوی

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۸۹) یعنی ”اور یہ بھی ایک کتاب ہے جسکو ہم نے اتارا۔ یہی بڑی برکت پیدا کرنے والی شے ہے پس اسکے قدم بقدم چلو۔“ اسی آیت سے ذرا آگے ہو: فَهَذَا كِتَابُكَ الَّذِي هَدَيْتَ لَكَ وَتَرْجُمُهُ (۱۵۸:۱۶)۔ یعنی ”تو جان لو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس اس نافع دلیل الٰہی ہے جو تمہارے لیے ہدایت اور رحمت ہو۔“ سورہ اعراف میں ہے: وَلَقَدْ جَعَلْنَا مِنْكُمْ كَتَابًا مُبِينًا فَفَضَّلْنَاهُ عَلَىٰ غَيْرِهِ هُدًى وَرَحْمَةً لِّعَالَمِينَ (۵۲:۵)۔ ”اور ہم ان کے پاس ایک ایسی کتاب لائے جسکی تفصیل ہم نے اپنے علم سے کر دی۔ جو قوم اس پر عمل پیرا ہو اس کے حق میں ہدایت اور رحمت ہے۔“ سورہ یونس میں اسی کتاب کو ہدٰی اور رحمت کے سوا مؤید عطا کیا گیا ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ فَكُنَّا جَاءَكُمْ هُدًى وَمَوْعِظَةً مِّنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءً لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّلْمُتَّقِينَ (۱۰:۱)۔ یعنی ”اے ساکنان زمین! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے آخری دستور العمل (مؤید عطا) پہنچ چکا ہے، وہ دراصل تمہاری بد باطنیوں اور نفسانی امراض کی شفا ہے، اور جو قوم اسکی صداقت پر ایمان لاکر اسکے احکام پر عمل پیرا ہو اس کے لیے ہدایت اور رحمت ہو۔“ سورہ ہود میں کتاب خدا کی صداقت، موظلت اور عبرت پر زور دیا گیا ہے: وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْكِتَابِ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّكَ وَتَذَكُّرٌ لِّلْمُتَّقِينَ (۱۱:۱) صفحہ ۷۲ کے تحت المثنیٰ میں اسکا ترجمہ گزر چکا ہے۔ سورہ یوسف میں اسی قرآن عظیم کو تفصیل کلّی شئی و ہدٰی وَرَحْمَةً لِّعَالَمِينَ (۱۲:۱۲) کہا گیا ہے جسکی تشریح صفحہ ۸۶ کے تحت المثنیٰ میں گزر چکی ہے۔ سورہ رعد میں اسکو قانون خدا کی قطعی سند (حکم) منشاء کے حکم الحاکمین کی آخری شہادت (رحمۃ) اور العجلہ کا خطاب دیا گیا ہے: وَكَذَلِكَ أَنزَلْنَاهُ حُكْمًا وَسُورًا وَلِئِن لَّمْ يَظْهَرْ عَلَی ذَٰلِكِ الْأُمَّةَ إِلَّا ظَنًّا لَّهُمْ بَعْدَ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ مِنَ الْعِلْمِ نَالِكٌ مِنَ الْغُفْلِينَ (۱۳:۱۳)۔ یعنی ”اور اسے سیرت پر ہم نے اس قرآن عظیم کو عربی زبان میں منشاء ایزدی کی سند بنا کر اتارا جو اور اگر اسے تمہارا تو نے اس علم کے ہوتے ہوئے لوگوں کی خواہشات کا متبع کیا تو یوں کہنا خدا کی درونک سزا سے بچانے والا تیرا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔“ سورہ نمل میں پھر وہدٰی وَرَحْمَةً لِّعَالَمِينَ (۱۶:۱۶) کے الفاظ آئے ہیں۔ اسی سورہ شریفہ میں قرآن کو نبیاً قائل کلّ شئی و ہدٰی وَرَحْمَةً لِّعَالَمِينَ (۱۷:۱۷) فرمایا ہے جس کے معانی صفحہ ۸۶ کے متن میں گزر چکے ہیں۔ ذرا آگے بڑھ کر پھر اسی کے متعلق ہدٰی وَرَحْمَةً لِّعَالَمِينَ (۱۸:۱۸) ہے۔ سورہ اسبیا میں ہے: وَهَذَا ذِكْرُ لَكُم مَّا أَنْزَلْنَا (۱۹:۱۹)۔ یہ بہت برکت پیدا کرنے والی کتاب ہے جسکو ہم نے اتارا۔“ سورہ نمل میں دو جگہ بوضاحت تمام یہی مضمون ہے: هُدًى وَرَحْمَةً لِّعَالَمِينَ (۲۰:۲۰) وَرَحْمَةً لِّعَالَمِينَ وَرَحْمَةً لِّعَالَمِينَ (۲۱:۲۱)۔ سورہ لقمان میں ہدٰی وَرَحْمَةً لِّعَالَمِينَ (۲۲:۲۲) ہے، یعنی ”حسن عمل کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔“ ہدٰی وَرَحْمَةً لِّعَالَمِينَ کے الفاظ سورہ نجم السجدہ میں پڑتے ہیں: قُلْ هُوَ اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ هَٰذَا هُدًى وَرَحْمَةً لِّعَالَمِينَ (۲۳:۲۳)۔ یعنی ”اے پیغمبر کہہ دو کہ قرآن ان لوگوں کے لیے جو اسکو کتاب خدا تسلیم کر کے اس پر عمل پیرا ہیں ہدایت اور شفا ہے۔“ اور سورہ جاثیہ میں تو قرآن کو تمام عالم کے لیے بصیرت اور ہدایت کا مجسمہ کہہ کر عمل پیرا قوم کے لیے ہدایت کا لازوال مصدر اور رحمت خدا کا بے مثال فریو قرار دیا گیا ہے: هَٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّعَالَمِينَ (۲۴:۲۴)۔ اور سورہ انفاس میں اسکو ”حسن عمل کرنے والی قوم کیلئے قیام و بقا کی بشارت“ دئی گئی ہے: ”اکی بشارت کی نوعیت کیلئے دیکھو تحت المثنیٰ صفحہ ۸۶ تمام آیات قرآنی جو قرآن کے طول و عرض میں مختلف مواقع پر آئی ہیں اور جن کے حیرت انگیز تطابق اور توافق کو دیکھ کر کتاب خدا کا طالع السلام اس کے استقلال کا از خود قائل ہو جاتا ہے، اس امر کی صریح شہادت ہیں کہ خدا کی نظروں میں تو رات، انجیل اور قرآن کی مشترک خوبی ان کی بے مثال ہدایت میں ہے۔ یہی ان کا جزو عظم ہے۔ کسی ادبی یا انوی، سطحی یا زہنی تفویق کا ان آیات میں ذکر تک نہیں جس شے پر بجا فخر ہے وہ ان کے نفس موضوع پر ہے، ہدایت اور نصیر پر ہے، رحمت اور بشارت پر ہے، عبرت اور موظلت پر ہے، برکت اور شفا پر ہے، علم اور بصیرت پر ہے، حکمت اور امانت، تفصیل اور جامعیت پر ہے، استقلال و کمال پر ہے۔ لہٰذا اسو کسی دوسری شے پر نہیں۔ اور جب توراہ و انجیل کو قریب قریب انہی اوصاف کے ساتھ موصوف

اور منطقی اجتہاد کرتے وقت انہوں نے اس امر پر غور نہیں کیا کہ اسلام ایک کامل مذہبِ عمل اور کلام الہی ایک کامل کتابِ شریعت ہے، اور اس لحاظ سے اسکے نکات کو حل کرنے یا تکمیل دینے کیلئے کسی ناقص فلسفہ کسی جاہلی نقل و روایت، کسی مصنوعی لغت، حتیٰ کہ کسی یقینی اور غیر یقینی حدیث کی بھی

(تمتہ تحت لہتن صفحہ ۹۰) کیا ہے جو قرآن حکیم کے حق میں آئے ہیں اور تمام عالم کو صلائے عام دیدی کہ توراۃ اور قرآن سے بہتر کتاب تو نے آویزاں کیا؟ ایک یقیناً عین اللہ ہوا اھل کی منہما (۱۲۸، ۱۲۹) تو قرآن کی فصاحت کا وہ مخصوص اوجا جو عربی صرف اپنی زبان کی برتری چھاننے کے لیے اپنے دل سے گھڑا ہے اس وقت تک محض باطل اور بے معنی ہے جب تک کہ توراۃ کی عجمی زبان (یعنی عبرانی) کو بھی اسی قدر فصیح نہ مان لیا جائے۔ لیکن مغرب عرب کو گنگ عجم کے ساتھ یہ ناقابلِ برداشت رقابت اور شکرت کب گوارا ہو سکتی ہے۔ اور جب یہ منظور نہیں تو اس ملک تخیل کی توہنا قرن تک نشر و اشاعت کر کے باقی دنیا کے اسلام کو کیوں دیکھ دے رکھا جو کہ قرآن کی طبیعت سے بڑی فضیلت کی شاعرانہ بلاغت ہی ہو، اسی پر ایک دنیا مریض تھی، اسی کے جوش اعتقاد میں عرب سرنگوں ہو گیا تھا، عمر فاروق شاعری سے بیزار انسان دم بخود ہو کر اسلام لے آیا تھا، ایک ایک آیت کی حلا پر سب عرب و عجم سر ہنسنے لگے، آندلس کی چوٹیاں فرشِ جہیں ہو گئی تھیں، کسری کا تخت ہل گیا تھا اگر حال ہی تھا تو قرآن آج بھی موجود ہے۔ اس ایک حرف کے برابر تغیر و تبدل نہیں ہوا آج اس کی بلاغت کو دیکھ کر ان اہل عرب کے کانوں پر جوں تک کیوں نہیں رینگتی۔ آج وہ کیوں اپنی جنتی کے جوش میں کئے اور دینے کو، قرآن اور اسلام کو غیر کے ہاتھوں بیچ رہے ہیں اور شس سے مس ہو گئے ہیں!

قرآن کی کل کائنات میں بے پیر اگر کوئی آیت ہو جس کی بنا پر اس کی شاعرانہ فصاحت کا دھولے چند لہجوں کیلئے گھڑا ہو سکتا ہے تو وہ ذیل کے الفاظ ہیں جو کہ توہم و سرکھال کر لینا نسبتاً آسان ہے: وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعِزُّهُمُ اللَّهُ لِسَانَهُ يَنْشُرُهُ لِسَانَهُ لِنَبِيِّهِ ذَاكَ اللَّهُ الْخَبِيرُ وَهَذَا الْمَثَلُ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ (۱۱۳، ۱۱۴) اور ہم خوب جانتے ہیں کہ کت جتنی لوگ افواہیں اڑاتے پھرتے ہیں کہ محمد کو یہ قرآن عظیم ایک چٹا پرزہ انسان سکھایا، جو عجمی حقیقت ہو کہ جس شخص کی طرف سکھانے کی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہو، اور یہ قرآن شمسۃ اسطیس عربی زبان ہو، یہاں زیادہ سے زیادہ نتیجہ جو ایک سلیقہ منسل شخص کو مل سکتا ہے یہ ہے کہ قرآن کی زبان اس قدر صاف و بے ساختہ ہے کہ کوئی عجمی یا غیر عرب شخص اس کی نقل نہیں کر سکتا اس سے زیادہ بچہ بچہ کا لہجہ آواز ہو۔ نہیں بلکہ اس آیت صاف اس امر کا امکان باقی رہتا ہے کہ کوئی عرب اہل زبان قرآن کی عبارت کی نقل اسی سلاست کر سکے، اگر عجمی کے تیز زبان سے یہ بات قطعاً خارج ہے۔ جب یہ سلیقہ عبارت شکیل ہو کر لینا عجمی کی استطاعت باہر ہو تو ایک عربی لالہ شخص کی استطاعت بھی باہر ہو جائے اور غلط ہو۔ اگر یہی بات ہی تو عجمی اور عربی میں تفریق نہ کر لیا گیا ضرورت ہی صرف بچہ یا بہت کم وہ تو محض ایک انسان ہی اور یہ قرآن ایسی شست زبان ہے کہ اس کو دوسرے اسکا مشابہہ یا بحال ہی میرے خیال میں یہ آیت بجائے خود اس امر کی روشنی دہیل ہے کہ قرآن کی بے مثال فضیلت کم از کم اسکی عبارت آرائی اور لفظی فصاحت نہیں۔

معلم لغت پر پہلی کتاب جیسا کہ صفحہ ۷۴ کے تحت لہتن میں ظاہر کر دیا گیا ہے تیسری صدی ہجری کے اوائل میں تیار ہوئی۔ یہ خصوصیت صرف عربی زبان تک محدود نہیں بلکہ زبان کا یہی رویہ رہا ہے کہ اسکی اخت صدیوں اور قرون بعد میں مدقن ہوتی رہی ہے جب جب کسی زبان کو روئے زمین پر استقلال حاصل ہوتا گیا، لوگوں نے اس کے الفاظ کو لیکر رائج الوقت معانی کو مرتب کر دیا۔ اور اس خاص زمانے کو مد نظر رکھ کر ایک لغت تیار کر لی۔ لیکن کسی زبان کے معانی الفاظ کی تاریخ بجائے خود ایک انقلابی داستان ہے اور حقیقت قومی کے ارتقا، بقا و فنا کے ایک ثابت گہرا تعلق ہے۔ لوگ زمانے کی چلن کے مطابق الفاظ کو لیکر اس کے حسب مطلب معانی وضع کر لیتے ہیں، پہر جوں جوں محسوسات و اعمال میں تغیر ہوتا جاتا ہے، معانی بدلتے جاتے ہیں۔ اس مقام نظر سے کسی زمانے کی بنائی ہوئی لغت صرف اسی زمانے کے مروجہ معانی کی سند ہو سکتی ہے، باقی اور مابعد کے مطالب میں اسکو چندرا حکم نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زبان میں الفاظ کی ایک تعداد کثیر ہر زمانے میں موجود رہتی ہے جن کے مفہوم کی اصلیت بگڑ بگڑ کر زائل ہو چکی ہے کچھ اسکل تشبیہ سے، کچھ غلط دلچ سے، کچھ عادت کے انجادی اثر سے، کچھ صورت کے معنوی فساد سے الفاظ کا صحیح اور اساسی مفہوم بکھرتا

ضرورت نہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْہِ یَعُوْذُ بِہٖ مِنْ اَحْسَنِ حُکْمٍ اَلْقُرْآنِ یُوْنُسُ (۵۰: ۵۰) کیا وہ اس قانونِ جلیل کو

لے کر کیا یہ لوگ زمانہ جاہلیت کا حکم دینی سمجھ جاتے ہیں لیکن اس قوم کے لیے جسکو قرآن کی حقانیت پر کامل یقین برائے اللہ سے بہتر حکم نہ تھا۔

(ایضاً تحت اہل حق صفحہ ۹۱) ہوجاتا ہے، حتیٰ کہ بسا اوقات موردِ وقت کے باعث اسکا اعتراف کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ ہر زبان میں اس قسم کے الفاظ کی صدائیں سنائیں موجود ہیں جسکے اعادے کی یہاں پر ضرورت نہیں۔ لیکن خاص قرآن کی لغت کے اندر جو معنوی انقلاب امتدادِ عہد کے باعث وقتاً فوقتاً ہوتا رہا ہے مسلمانوں کی حیات کے ہیبت کی بہترین مثال جو ایمان، شکر، عبادت، کفر، صلاح، تقویٰ، ہدایت، ظلم، فسق وغیرہ وغیرہ میسوں الفاظ قرآن میں موجود ہیں جسکے مطالب جزئی یا کلیہً مسخ ہو چکے ہیں۔ ان کا اصلی کیفیت ختم ہو گیا ہے ایمان آج کسی رسمی کلموں کو دہرنے کا نام نہا ہوا عبادت دو چار رسمی سجدوں تک محدود ہو گئی ہے، اصلاح کے کوئی مستقل معانی نہیں رہے، تقویٰ پُرہیزگاری کی بے معنی اصطلاح کے مراد بن گیا ہے، ہدایت کا صحیح مفہوم ذہنوں سے قطعاً نکل چکا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کوئی انسان کی بنائی ہوئی لغت ان ایسی مصطلحات کے صحیح مفہوم کو یاد نہیں کر سکتی مگر حکیم نے اہل مرتبہ زبان الفاظ کو زبان عربی سے لیا اور ہر لفظ کے متعلق ایک مستقل مفہوم منظور رکھا اپنی لغت وضع کی، پھر اس مفہوم کی تفسیر رسولِ خدا سے تفسیر میں براہِ راست کر کر ایک خاص ماحول پیدا کیا۔ جوں جوں اس ماحول کا اثر ناپید ہوتا گیا معانی بدلتے گئے۔ مگر ان الفاظ کا الٹی اور نیچی مفہوم لب تک قرآن کے اندر موجود ہے بشرطیکہ انسان اُسکے دریافت کرنے کی سعی گوارا کر سکے۔ ایسی معانی میں کتابِ حنبلت میں آیا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (۱۱۱: ۱۱۱) اور تَفْصِیْلٌ مِّنْ کُلِّ شَیْءٍ (۱۱۱: ۱۱۱) اور تَفْصِیْلٌ مِّنْ کُلِّ شَیْءٍ (۱۱۱: ۱۱۱) اور اَلْکِتَابُ مَقْصُودٌ (۱۱۵: ۱۱۵) ہے اور اسی نقطہ نظر سے وہ سب تفسیریں اور موضوعی لغات سے بے نیاز ہے۔ اس حقیقت کے لیے کا ناقابلِ انکار ثبوت کتاب کی آئندہ مجلدات میں پیش کر دیا جائے گا۔ یہاں پر بدعا صرف نصِ دعویٰ کی تعمین ہے۔ یہ معانی کے لحاظ سے سب انسانی لغات سے بے نیاز ہونا، اور اپنے دائرے کے اندر ایک محکم اور مبسوط مفصل اور مکمل، مشریح اور نا تفسیر کتاب ہونا ہی قرآن کے انسانی تصرف سے محفوظ ہونے کی دلیل ہے اور اسی لیے اس کی شان میں کہا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَکُمْ حَافِظُوْنَ (۹۱: ۱۵)

لوگو! ہم ہی نے اس قرآنِ عظیم کو تم پر اتارا اور ہم ہی باوجود تمہاری سب جہت پسندی اور تفسیر آرائی کے اس کے ظاہر اور باطن کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور اس کے مطالب کو روئے زمین پر سے نابود ہونے سے محفوظ رکھیں گے۔

لوگ قرآن کے متعلق جو تشبیح چاہیں بنالیں، اس کی آیات کو نوڑ مروڑ کر جو مطلب جمیں نکال لیں، تاویل کے انبار کے انبار لگا دیں یا مکر کے طور پر بکھر دیں۔ مگر ان کے صحیح اور واحد معانی غورِ قرآن کے اندر موجود اور محفوظ ہیں، ایک ایک لفظ کی مکمل اور مفصل شرح انہی اوراق کے اندر ہے۔ قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصے کی ادراک جزو دوسرے جزو کی نمایاں تائید اور کامل تفسیر کر رہا ہے۔ نہ اس کو کسی فلسفے کی ضرورت ہے، نہ حکمت کی، نہ لغت اور نہ حدیث کی۔ وقت، حالت، موقع، زمانہ، مصلحت وغیرہ کا اس کے مطالب پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اس کے کلمات صدق اور عدل پر ختم ہو چکے ہیں: وَنَزَّلْنَا کَلِمَاتٍ مِّنْ لَّدُنْکَ صِدْقًا وَّعَدًّا لَا يَمْیُزُ لَیْلٌ وَّیَوْمٌ (۱۱۶: ۱۱۶) اب ان کے معانی کو، ان کے الٹی خواص کو کوئی خارجی طاقت بدل نہیں سکتی کیونکہ خدا خود اس کا محافظ ہے۔ اسی نے اسکو اس قدر مفصل اور مکمل کر دیا ہے کہ اب اس کے الفاظ کے علاوہ مطالب بھی ابدالاً بذکر محفوظ ہیں۔ انسان کا پارا نہیں کہ مکر و تاویل سے یا قیاس رائے سے ان میں تبدیلی پیدا کر کے خدا کو اپنا ہم آہنگ کر سکے! اللہ اللہ! کتابِ خدا کے جانے اور مکمل ہونے پر ایک وقت وہ کاشفِ غطا یقین تھا کہ روئے زمین کا مادی عظم اور سالارِ نبیہا و وفات سے چاروں پہلے پہلو کے عالم میں ظہور و احوال کا غلط فہم تھا کہ ایک تحریر لکھ دے جسکے بواہرست مگر وہ نہ جانے پائے، لیکن عرب کی اُس بہترین اُمت کا وہ اولو العزم امتی محمدیؐ اس فریض کو سن کر ذرا نہیں گھبراتا اور طہستانِ قلب کے ساتھ کہہ دیتا ہے کہ ختمِ الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رو کی شدت ہو جس کی وجہ سے بے ربط باتیں کر رہے ہیں ورنہ کتابِ خدا تو ہمارے لیے ابدالاً بذکر کافی ہے، اب یہیں کچھ شے بڑھانے کی نہیں رہی!

منجانب اللہ اور مکمل یقین کرتے ہوئے اس نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے تھے کہ اسلام کے حقیقی محافظ نے قرآن کی آیاتِ بینات میں مسلمانوں کی حالتِ ضعیف کا ان کے عہدِ قوت کا، ان کے وقتِ جنگ کا، ان کے خوفِ حُرّان کا، ان کے دورِ امن کا، ان کے انفرادی مقام اور اجتماعی حدیثیات کا، الغرض ان کی دائمی بہبودی کا کامل دستورِ العمل جمع کر دیا ہے؟ کیا امن اور تہذیب، اجتماعی تقدّم اور علم، تغلب اور شکن، قضا اور قانون کا لائحہ عمل ڈھونڈتے وقت وہ اُن قطعی اور عام احکام کو پیش نظر نہیں رکھتے تھے جو مسلمانوں کو ہر ممکن حالت میں صراطِ مستقیم دکھانے کیلئے کافی تھے، اور جن میں شارعِ اسلام نے صاف صاف فرما دیا تھا کہ اللہ کا طریقہ معلوم کر نیکی کے لئے کلامِ الہی کی حکمت اور عظمت کی سرکافی ہے، بلکہ دینی اور دنیاوی سببِ ملامت کی بہترین حکمِ خدا کے عظیم کی یہی مفصل اور جامع مانع کتاب ہے!

اَفَغَيْرَ اللَّهِ ابْتِغَىٰ حَكْمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ ابْتَغَتْ
الْكُذْبَ يَعْلَمُونَ ۚ اللَّهُ مُنْزِلُ ذِكْرِكُم بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونُونَ مِنَ الْمُنْزِلِينَ ۝ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ
رَبِّكَ صَلَاحًا وَقَدْ كَلَّمَكَ لَا إِيْلَآةَ إِلَّا بِنُورِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وَإِنْ تُطِعِ الْأَمْرَ
فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝
إِنْ رَبُّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ (۱۱۵: ۶-۱۱۸)

۴۰ ان آیاتِ الہی کے مطالب کی تشریح کا ایک حصہ صفحہ ۹۲ کے تحت لہن میں گزر چکا ہے۔ یہاں پر ایک دہا میں جو نہایت قابلِ غور ہیں بیان کر دیتا ہوں
اولاً: یَعْلَمُونَ (۱۱۵: ۶) اور السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۱۱۶: ۶) اور مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ (۱۱۸: ۶) کے الفاظ سے ظاہر ہے
کہ یہاں پر قرآن حکیم کی فضیلتِ علم بتلاقی گئی ہے اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ جو لوگ فی الحقیقت اس کتابِ عظیم کا علم رکھتے ہیں ان کو یقین ہو چکا ہے کہ یہ کتاب
اُس السَّمِيعِ الْعَلِيمِ یعنی بڑے سمع رکھنے والے اور بڑے علم والے کے ہاں سے اُتری ہے۔ (۱۱۵: ۶) میں تِیْن کے مفصل اور صریح علم ہو چکا دعویٰ
نور (۱۱۶: ۶) میں اُس کے مکمل اور ناقابلِ بدلِ صادق اور عادل ہونے کا اقرار ہے۔ (۱۱۶: ۶) میں کہا گیا ہے کہ اس کتاب کا بتایا ہوا دستورِ العمل ہی سبیلِ خدا
ہے اسلئے کہ صحیح علم پر مبنی ہے اور جو شے اس علم کے مخالف یا اسوے ظن ہے گمراہی ہی ہے کہ اس لائحہ عمل سے پرے ہٹا جائے اور اس علم کو نظر
انداز کر دیا جائے۔ ہدایت، یہ ہے کہ اس غریبہ علم کو مستقل دستورِ عمل بنا لیا جائے۔

ان نکات کو پیش نظر رکھ کر (۱۱۶: ۶) اور (۱۱۸: ۶) کے مطالب کا تطابق صفحہ ۸۷ کے متن کی آیات (۲۸: ۵۳) اور (۳۰: ۵۳) سے ظاہر
ہے۔ اور سبیل کے معانی عیاں ہو جاتے ہیں۔ گویا سبیلِ خدا وہ ہے جو علم سے حاصل ہوا اور جو کلمہ سبیلِ صبر اور قنوت سے حاصل ہوتا ہے اس لئے
جو شے مشابہ اور جیسے سے حاصل ہو وہ سبیلِ خدا ہے۔ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ خدا کا یہیجا ہوا کلام بھی علیٰ ہذا القیاسِ علم ہے۔ اور سبیلِ خدا پر چلنا ہی
سبیلِ خدا پر چلنا ہے۔

تو کیا یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میں (یعنی رسول) ماسوا خدا کے کوئی اور حکم تلاش کروں، اور تمہارے معاملہ کا قرآن کے ماسوا کسی اور کتاب کے مطابق فیصلہ کیا کروں، حالانکہ اس خدا نے تمہاری طرف شریعہ اور مبسوط کتاب بھی بھیجی ہے جس میں ہر طرح کی تفصیل موجود ہے۔ اور جن لوگوں کے لیے حقیقت ہم نے یہ کتاب بھیجی ہے وہ تو خوب جانتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے، اور حقائق عالیہ سے پر ہے۔ تو اسے پیغمبران کے لغو اعتراضات کو سن کر اس کتاب کے مفصل اور کامل معنی میں کہیں شک نہ کرنا۔ تمہارے پروردگار کے سب کلمات اس کتاب میں صدق و عدل پر ختم ہو گئے ہیں، اب کچھ بات کہنے کے لائق نہیں رہی، اور نہ اس کے کلمات کے صدق و عدل کو کوئی خارجی طاقت ہی بدل سکتی ہو، اور وہ خدا کے عظیم انسانی ضروریات کو بڑے سمجھنے والا اور آئندہ احوال کا بڑا علم رکھنے والا ہے۔ اور اسے پیغمبرا اگر تو اس کتاب خدا کو چھوڑ کر اکثر ان کی جزیرین میں بستے ہیں، پیر دی کرے گا تو وہ تم کو خدا کے راہ راست سے ہٹکا دیں گے۔ یہ لوگ تو محض ظنیات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور نری انگلیں دوڑاتے ہیں، علم و یقین کا ان میں نام تک نہیں۔ تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اسکے دکھائے ہوئے رستے سے ہٹک رہا ہے اور کون صراطِ مستقیم پر ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا آيَاتٌ مِنْ رَبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَلَئِنَّا أَنَا لَنُزِّلُ تُبَيِّنُ ۝ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ذِكْرُنَا فِي ذَٰلِكَ لَنُنْزِلَهُ وَلَا نُزِّلَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيِّنًا وَبَيِّنَاتٍ شَهِيدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ

الْخٰسِرُوْنَ ۝ (۵۲-۵۰:۲۹)

ان آیات الہی میں معترضین کی اس فرمائش کو کہ رسول خدا پر نشانیاں (یعنی معجزے) اترنے چاہیئے تھے، مسترد کر دیا گیا ہے اور کہا گیا کہ تمہارے خدا کے پاس ہیں، اور رسول تو تم کو اجتماعی ہلاکت سے ڈرانے کیلئے آئے ہیں۔ تماشہ دکھلانے کے لیے نہیں آئے۔ آگے چلکر فرمایا ہے کہ یہ قرآن عظیم ہذا خود ایک آیت الہی (معجزہ) ہے کیونکہ لوگوں کے پاس اجتماعی تباہی اور اس کی بشارت (ترجمہ) لیکر آیا ہے اور اسکے وسیع سے متعلق عبرت (ذکر الی) حاصل ہوتی ہے۔ کیا یہ معجزہ کم ہے کہ تمہارے پاس ایک شخص (یعنی جلیل القدر رزوات کا کلام لائے جو آسمان و زمین کا کامل علم رکھتا ہو) (یعنی علم مافی السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ) آگیا یہاں پر بھی قرآن کی فضیلت علم بتلائی گئی ہے اور اسی لحاظ سے اسکو تمام معجزوں سے برتر قرار دیا گیا ہے۔ جو نادان قرآن کو معجزہ ایسے قرار دیتے ہیں کہ اسکی شاعری اور فصاحت بیشمال ہے ان کے لیے یہ آیات از میں قابل غور ہیں۔ یہ نکتہ ادبھی واضح اسوقت ہو جاتا ہے جب ان آیات سے پیشتر کی آیت یعنی بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ يَرَوْنَ أَوْ لَوْ الْعِلْمُ (۲۹:۴۹) کو پیش نظر رکھا جائے۔ جہاں صاف طور پر فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن عظیم صاحب علم لوگوں کے سینوں میں روشن اور ناقابل انکار آیات (احکام) کا مجموعہ ہے۔

ان آیات کا آخری حصہ یعنی وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۵۲:۲۹) بھی نہایت قابل غور ہے۔ یہاں پر معجزہ پر ایک نہایت خفیف اور حسنی خیر چرچ کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ معجزات کو دیکھ کر منکر کسی کو رسول خدا ماننا فی الحقیقت ایک ناپائیدار اور غیر قائم فطنی اور وہی باتوں پر ایمان لانا ہے۔ اس کلام میں کہ بڑے سے بڑے معجزے کا اثر بھی مقامی اور وقتی ہی ہوتا ہے اور کچھ مدت کے بعد نکل اور باطل ہو جاتا ہے۔ یہاں

اور یہ جو عرب لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس شخص پر اپنے پروردگار کی طرف سے عجیب غریب نشانیاں
کیوں نہیں اُتریں تو اسے پیغمبرِ اِلاہ سے کہہ دو کہ معجزے تو خدا ہی کے پاس، اور اُسی کے دستِ قدرت
میں ہیں، اور میں تو صرف ایک عابدِ خدا سے ڈرنے والا اور احکام کو کھلے طور پر بیان کر دینے والا ہوں۔
کیا ان لوگوں کے لیے یہ بات کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اُتاری جو اپنے واضح کردیجاتی ہے، اور میں
اُس قوم کے لیے جو اسکے حقائقِ عالیہ پر ایمان رکھتی ہو، رحمت اور نصیحت ہو۔ اِن سے کہہ دو کہ میرے داد
تمہارے درمیان خدا گواہ پس ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین کی سب باتوں کا علم رکھتا ہے، اور جو کوئی غیبی
امور بھی، باطل اور غیر یقینی باتوں پر اعتقاد رکھتے ہیں اور خدا کے نافرمان ہیں وہی بالآخر گھٹائے میں ہیں۔
اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ طَرِيقَ
رَبِّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (۱۶: ۱۲۵)

(یعنی تحت الممتحن صفحہ ۹۴) معجزات کی باہریت سے بحث کرنے کا مقام نہیں اور نہ اُن کے وجود سے انکار کرنا اس کتاب کا مستہائے نظر ہے۔
یہ بحث غالباً تیسری جگہ میں نہایت شرح و بسط سے کی جائے گی اور بتایا جائے گا کہ قرآن عظیم کی مقدار کم از کم اپنے عہدِ نزول میں معجزوں کو غیر ضروری نہ تھا
ہے اور اپنی صداقت کا تمام اَدعا اپنے علم اور حکمت کو قرار دیتا ہے۔ مگر سوت یہ ظاہر ہے کہ خدا کو جو رسول اور عوام کے درمیان گواہ نہیں پایا گیا ہے،
(قُلْ كَفَى بِاللّٰهِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا) اس سے مقصود یہی ہے کہ یہ کتاب جو اُن کے سامنے ہے مخزنِ علم ہے اور اُس ذاتِ پاک کی تائید ہوتی ہے
جو آسمانوں اور زمین کا علم رکھتا ہے چنانچہ دوسری جگہ ہے: قُلْ اَنزَلْنَاهُ بِالَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۶: ۱۲۵) یعنی اُسے پیغمبر اعلان کرتا
کہ اس کتاب کو اس ذاتِ اور عالی تبار خدا نے اُتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کے ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ گو یا کہا گیا ہے کہ اس کتاب کو بطور خود جانچ
تول کر دیکھ لو اگر اس میں وہ علم اور حکمت موجود ہے جو ہم کسی ضد کی بنائی ہوئی کتاب میں ہونے کے متوقع ہو تو اس کو مان لو، ورنہ رد کر دو۔ یہی تیسری
صداقت کی دلیل ہے۔ میں معجزوں سے اپنے آپ کو منوانا نہیں چاہتا۔ اور جو لوگ صرف معجزوں کے ذریعے سے کسی کی سچائی کو آزما نا چاہتے
ہیں اور نفسِ پیغام کو نہیں دیکھتے، یا جو سرے سے خدا کے منکر ہیں انہی کو نقصان پہنچتا ہے کیونکہ ہر کس ناکس کچھ نہ کچھ خرقِ عادت باتیں دیکھلا
سکتا ہے یا ڈھنگا کر سکتا ہے کہ یہ بجلی میری وجہ سے گری، یہ قحط میری بددعا سے پڑا وغیرہ وغیرہ۔

آج جو کہ مسلمانانِ عالم نے قرآن کو اس نظر سے دیکھنا چھوڑ دیا ہے اور عظم و شہادت کو چھوڑ کر باطل اور بے حقیقت باتوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں
اسی وجہ سے وہ گھٹائے میں ہیں (اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ) اور اس وقت تک میں گے جب تک حقیقت کو اپنا رہنما نہ بنائینگے۔

۴۔ کلامِ خدا کو بار بار اِلٰہی کلمۃ کہا گیا ہے جیسا کہ صفحہ ۵ کے تحت الممتحن کی آیات (۲۱: ۶۲)، (۱۵۱: ۲)، (۱۲۹: ۲) اور (۱۱۳: ۴) سے ظاہر ہے
قرآن کے لیے هُوَ عَزَّ وَجَلَّ کا لقب بھی تین بار آیا جو جیسا کہ صفحہ ۸۹-۹۰ کے تحت الممتحن کی آیات (۱۳۴: ۳)، (۵۷: ۱۵) اور (۱۱۴: ۱۱) سے ظاہر ہے۔ اس
بنیادِ آیت کے مطابق صاف ہیں یعنی لوگوں کو اس تشران ہی کے دستورِ العمل کی طرف بلاؤ۔ کیونکہ خضرِ نبیہ علم و حکمت ہوئی کے باعث سبیلِ نبی
یہی ہے۔ ماقبل کی آیات (۱۱۴: ۱۱) سے (۱۱۵: ۱۱) سے (۱۱۶: ۱۱) سے (۱۱۷: ۱۱) سے (۱۱۸: ۱۱) سے (۱۱۹: ۱۱) سے (۱۲۰: ۱۱) سے (۱۲۱: ۱۱) سے (۱۲۲: ۱۱) سے (۱۲۳: ۱۱) سے (۱۲۴: ۱۱) سے (۱۲۵: ۱۱) سے (۱۲۶: ۱۱) سے (۱۲۷: ۱۱) سے (۱۲۸: ۱۱) سے (۱۲۹: ۱۱) سے (۱۳۰: ۱۱) سے (۱۳۱: ۱۱) سے (۱۳۲: ۱۱) سے (۱۳۳: ۱۱) سے (۱۳۴: ۱۱) سے (۱۳۵: ۱۱) سے (۱۳۶: ۱۱) سے (۱۳۷: ۱۱) سے (۱۳۸: ۱۱) سے (۱۳۹: ۱۱) سے (۱۴۰: ۱۱) سے (۱۴۱: ۱۱) سے (۱۴۲: ۱۱) سے (۱۴۳: ۱۱) سے (۱۴۴: ۱۱) سے (۱۴۵: ۱۱) سے (۱۴۶: ۱۱) سے (۱۴۷: ۱۱) سے (۱۴۸: ۱۱) سے (۱۴۹: ۱۱) سے (۱۵۰: ۱۱) سے (۱۵۱: ۱۱) سے (۱۵۲: ۱۱) سے (۱۵۳: ۱۱) سے (۱۵۴: ۱۱) سے (۱۵۵: ۱۱) سے (۱۵۶: ۱۱) سے (۱۵۷: ۱۱) سے (۱۵۸: ۱۱) سے (۱۵۹: ۱۱) سے (۱۶۰: ۱۱) سے (۱۶۱: ۱۱) سے (۱۶۲: ۱۱) سے (۱۶۳: ۱۱) سے (۱۶۴: ۱۱) سے (۱۶۵: ۱۱) سے (۱۶۶: ۱۱) سے (۱۶۷: ۱۱) سے (۱۶۸: ۱۱) سے (۱۶۹: ۱۱) سے (۱۷۰: ۱۱) سے (۱۷۱: ۱۱) سے (۱۷۲: ۱۱) سے (۱۷۳: ۱۱) سے (۱۷۴: ۱۱) سے (۱۷۵: ۱۱) سے (۱۷۶: ۱۱) سے (۱۷۷: ۱۱) سے (۱۷۸: ۱۱) سے (۱۷۹: ۱۱) سے (۱۸۰: ۱۱) سے (۱۸۱: ۱۱) سے (۱۸۲: ۱۱) سے (۱۸۳: ۱۱) سے (۱۸۴: ۱۱) سے (۱۸۵: ۱۱) سے (۱۸۶: ۱۱) سے (۱۸۷: ۱۱) سے (۱۸۸: ۱۱) سے (۱۸۹: ۱۱) سے (۱۹۰: ۱۱) سے (۱۹۱: ۱۱) سے (۱۹۲: ۱۱) سے (۱۹۳: ۱۱) سے (۱۹۴: ۱۱) سے (۱۹۵: ۱۱) سے (۱۹۶: ۱۱) سے (۱۹۷: ۱۱) سے (۱۹۸: ۱۱) سے (۱۹۹: ۱۱) سے (۲۰۰: ۱۱) سے (۲۰۱: ۱۱) سے (۲۰۲: ۱۱) سے (۲۰۳: ۱۱) سے (۲۰۴: ۱۱) سے (۲۰۵: ۱۱) سے (۲۰۶: ۱۱) سے (۲۰۷: ۱۱) سے (۲۰۸: ۱۱) سے (۲۰۹: ۱۱) سے (۲۱۰: ۱۱) سے (۲۱۱: ۱۱) سے (۲۱۲: ۱۱) سے (۲۱۳: ۱۱) سے (۲۱۴: ۱۱) سے (۲۱۵: ۱۱) سے (۲۱۶: ۱۱) سے (۲۱۷: ۱۱) سے (۲۱۸: ۱۱) سے (۲۱۹: ۱۱) سے (۲۲۰: ۱۱) سے (۲۲۱: ۱۱) سے (۲۲۲: ۱۱) سے (۲۲۳: ۱۱) سے (۲۲۴: ۱۱) سے (۲۲۵: ۱۱) سے (۲۲۶: ۱۱) سے (۲۲۷: ۱۱) سے (۲۲۸: ۱۱) سے (۲۲۹: ۱۱) سے (۲۳۰: ۱۱) سے (۲۳۱: ۱۱) سے (۲۳۲: ۱۱) سے (۲۳۳: ۱۱) سے (۲۳۴: ۱۱) سے (۲۳۵: ۱۱) سے (۲۳۶: ۱۱) سے (۲۳۷: ۱۱) سے (۲۳۸: ۱۱) سے (۲۳۹: ۱۱) سے (۲۴۰: ۱۱) سے (۲۴۱: ۱۱) سے (۲۴۲: ۱۱) سے (۲۴۳: ۱۱) سے (۲۴۴: ۱۱) سے (۲۴۵: ۱۱) سے (۲۴۶: ۱۱) سے (۲۴۷: ۱۱) سے (۲۴۸: ۱۱) سے (۲۴۹: ۱۱) سے (۲۵۰: ۱۱) سے (۲۵۱: ۱۱) سے (۲۵۲: ۱۱) سے (۲۵۳: ۱۱) سے (۲۵۴: ۱۱) سے (۲۵۵: ۱۱) سے (۲۵۶: ۱۱) سے (۲۵۷: ۱۱) سے (۲۵۸: ۱۱) سے (۲۵۹: ۱۱) سے (۲۶۰: ۱۱) سے (۲۶۱: ۱۱) سے (۲۶۲: ۱۱) سے (۲۶۳: ۱۱) سے (۲۶۴: ۱۱) سے (۲۶۵: ۱۱) سے (۲۶۶: ۱۱) سے (۲۶۷: ۱۱) سے (۲۶۸: ۱۱) سے (۲۶۹: ۱۱) سے (۲۷۰: ۱۱) سے (۲۷۱: ۱۱) سے (۲۷۲: ۱۱) سے (۲۷۳: ۱۱) سے (۲۷۴: ۱۱) سے (۲۷۵: ۱۱) سے (۲۷۶: ۱۱) سے (۲۷۷: ۱۱) سے (۲۷۸: ۱۱) سے (۲۷۹: ۱۱) سے (۲۸۰: ۱۱) سے (۲۸۱: ۱۱) سے (۲۸۲: ۱۱) سے (۲۸۳: ۱۱) سے (۲۸۴: ۱۱) سے (۲۸۵: ۱۱) سے (۲۸۶: ۱۱) سے (۲۸۷: ۱۱) سے (۲۸۸: ۱۱) سے (۲۸۹: ۱۱) سے (۲۹۰: ۱۱) سے (۲۹۱: ۱۱) سے (۲۹۲: ۱۱) سے (۲۹۳: ۱۱) سے (۲۹۴: ۱۱) سے (۲۹۵: ۱۱) سے (۲۹۶: ۱۱) سے (۲۹۷: ۱۱) سے (۲۹۸: ۱۱) سے (۲۹۹: ۱۱) سے (۳۰۰: ۱۱) سے (۳۰۱: ۱۱) سے (۳۰۲: ۱۱) سے (۳۰۳: ۱۱) سے (۳۰۴: ۱۱) سے (۳۰۵: ۱۱) سے (۳۰۶: ۱۱) سے (۳۰۷: ۱۱) سے (۳۰۸: ۱۱) سے (۳۰۹: ۱۱) سے (۳۱۰: ۱۱) سے (۳۱۱: ۱۱) سے (۳۱۲: ۱۱) سے (۳۱۳: ۱۱) سے (۳۱۴: ۱۱) سے (۳۱۵: ۱۱) سے (۳۱۶: ۱۱) سے (۳۱۷: ۱۱) سے (۳۱۸: ۱۱) سے (۳۱۹: ۱۱) سے (۳۲۰: ۱۱) سے (۳۲۱: ۱۱) سے (۳۲۲: ۱۱) سے (۳۲۳: ۱۱) سے (۳۲۴: ۱۱) سے (۳۲۵: ۱۱) سے (۳۲۶: ۱۱) سے (۳۲۷: ۱۱) سے (۳۲۸: ۱۱) سے (۳۲۹: ۱۱) سے (۳۳۰: ۱۱) سے (۳۳۱: ۱۱) سے (۳۳۲: ۱۱) سے (۳۳۳: ۱۱) سے (۳۳۴: ۱۱) سے (۳۳۵: ۱۱) سے (۳۳۶: ۱۱) سے (۳۳۷: ۱۱) سے (۳۳۸: ۱۱) سے (۳۳۹: ۱۱) سے (۳۴۰: ۱۱) سے (۳۴۱: ۱۱) سے (۳۴۲: ۱۱) سے (۳۴۳: ۱۱) سے (۳۴۴: ۱۱) سے (۳۴۵: ۱۱) سے (۳۴۶: ۱۱) سے (۳۴۷: ۱۱) سے (۳۴۸: ۱۱) سے (۳۴۹: ۱۱) سے (۳۵۰: ۱۱) سے (۳۵۱: ۱۱) سے (۳۵۲: ۱۱) سے (۳۵۳: ۱۱) سے (۳۵۴: ۱۱) سے (۳۵۵: ۱۱) سے (۳۵۶: ۱۱) سے (۳۵۷: ۱۱) سے (۳۵۸: ۱۱) سے (۳۵۹: ۱۱) سے (۳۶۰: ۱۱) سے (۳۶۱: ۱۱) سے (۳۶۲: ۱۱) سے (۳۶۳: ۱۱) سے (۳۶۴: ۱۱) سے (۳۶۵: ۱۱) سے (۳۶۶: ۱۱) سے (۳۶۷: ۱۱) سے (۳۶۸: ۱۱) سے (۳۶۹: ۱۱) سے (۳۷۰: ۱۱) سے (۳۷۱: ۱۱) سے (۳۷۲: ۱۱) سے (۳۷۳: ۱۱) سے (۳۷۴: ۱۱) سے (۳۷۵: ۱۱) سے (۳۷۶: ۱۱) سے (۳۷۷: ۱۱) سے (۳۷۸: ۱۱) سے (۳۷۹: ۱۱) سے (۳۸۰: ۱۱) سے (۳۸۱: ۱۱) سے (۳۸۲: ۱۱) سے (۳۸۳: ۱۱) سے (۳۸۴: ۱۱) سے (۳۸۵: ۱۱) سے (۳۸۶: ۱۱) سے (۳۸۷: ۱۱) سے (۳۸۸: ۱۱) سے (۳۸۹: ۱۱) سے (۳۹۰: ۱۱) سے (۳۹۱: ۱۱) سے (۳۹۲: ۱۱) سے (۳۹۳: ۱۱) سے (۳۹۴: ۱۱) سے (۳۹۵: ۱۱) سے (۳۹۶: ۱۱) سے (۳۹۷: ۱۱) سے (۳۹۸: ۱۱) سے (۳۹۹: ۱۱) سے (۴۰۰: ۱۱) سے (۴۰۱: ۱۱) سے (۴۰۲: ۱۱) سے (۴۰۳: ۱۱) سے (۴۰۴: ۱۱) سے (۴۰۵: ۱۱) سے (۴۰۶: ۱۱) سے (۴۰۷: ۱۱) سے (۴۰۸: ۱۱) سے (۴۰۹: ۱۱) سے (۴۱۰: ۱۱) سے (۴۱۱: ۱۱) سے (۴۱۲: ۱۱) سے (۴۱۳: ۱۱) سے (۴۱۴: ۱۱) سے (۴۱۵: ۱۱) سے (۴۱۶: ۱۱) سے (۴۱۷: ۱۱) سے (۴۱۸: ۱۱) سے (۴۱۹: ۱۱) سے (۴۲۰: ۱۱) سے (۴۲۱: ۱۱) سے (۴۲۲: ۱۱) سے (۴۲۳: ۱۱) سے (۴۲۴: ۱۱) سے (۴۲۵: ۱۱) سے (۴۲۶: ۱۱) سے (۴۲۷: ۱۱) سے (۴۲۸: ۱۱) سے (۴۲۹: ۱۱) سے (۴۳۰: ۱۱) سے (۴۳۱: ۱۱) سے (۴۳۲: ۱۱) سے (۴۳۳: ۱۱) سے (۴۳۴: ۱۱) سے (۴۳۵: ۱۱) سے (۴۳۶: ۱۱) سے (۴۳۷: ۱۱) سے (۴۳۸: ۱۱) سے (۴۳۹: ۱۱) سے (۴۴۰: ۱۱) سے (۴۴۱: ۱۱) سے (۴۴۲: ۱۱) سے (۴۴۳: ۱۱) سے (۴۴۴: ۱۱) سے (۴۴۵: ۱۱) سے (۴۴۶: ۱۱) سے (۴۴۷: ۱۱) سے (۴۴۸: ۱۱) سے (۴۴۹: ۱۱) سے (۴۵۰: ۱۱) سے (۴۵۱: ۱۱) سے (۴۵۲: ۱۱) سے (۴۵۳: ۱۱) سے (۴۵۴: ۱۱) سے (۴۵۵: ۱۱) سے (۴۵۶: ۱۱) سے (۴۵۷: ۱۱) سے (۴۵۸: ۱۱) سے (۴۵۹: ۱۱) سے (۴۶۰: ۱۱) سے (۴۶۱: ۱۱) سے (۴۶۲: ۱۱) سے (۴۶۳: ۱۱) سے (۴۶۴: ۱۱) سے (۴۶۵: ۱۱) سے (۴۶۶: ۱۱) سے (۴۶۷: ۱۱) سے (۴۶۸: ۱۱) سے (۴۶۹: ۱۱) سے (۴۷۰: ۱۱) سے (۴۷۱: ۱۱) سے (۴۷۲: ۱۱) سے (۴۷۳: ۱۱) سے (۴۷۴: ۱۱) سے (۴۷۵: ۱۱) سے (۴۷۶: ۱۱) سے (۴۷۷: ۱۱) سے (۴۷۸: ۱۱) سے (۴۷۹: ۱۱) سے (۴۸۰: ۱۱) سے (۴۸۱: ۱۱) سے (۴۸۲: ۱۱) سے (۴۸۳: ۱۱) سے (۴۸۴: ۱۱) سے (۴۸۵: ۱۱) سے (۴۸۶: ۱۱) سے (۴۸۷: ۱۱) سے (۴۸۸: ۱۱) سے (۴۸۹: ۱۱) سے (۴۹۰: ۱۱) سے (۴۹۱: ۱۱) سے (۴۹۲: ۱۱) سے (۴۹۳: ۱۱) سے (۴۹۴: ۱۱) سے (۴۹۵: ۱۱) سے (۴۹۶: ۱۱) سے (۴۹۷: ۱۱) سے (۴۹۸: ۱۱) سے (۴۹۹: ۱۱) سے (۵۰۰: ۱۱) سے (۵۰۱: ۱۱) سے (۵۰۲: ۱۱) سے (۵۰۳: ۱۱) سے (۵۰۴: ۱۱) سے (۵۰۵: ۱۱) سے (۵۰۶: ۱۱) سے (۵۰۷: ۱۱) سے (۵۰۸: ۱۱) سے (۵۰۹: ۱۱) سے (۵۱۰: ۱۱) سے (۵۱۱: ۱۱) سے (۵۱۲: ۱۱) سے (۵۱۳: ۱۱) سے (۵۱۴: ۱۱) سے (۵۱۵: ۱۱) سے (۵۱۶: ۱۱) سے (۵۱۷: ۱۱) سے (۵۱۸: ۱۱) سے (۵۱۹: ۱۱) سے (۵۲۰: ۱۱) سے (۵۲۱: ۱۱) سے (۵۲۲: ۱۱) سے (۵۲۳: ۱۱) سے (۵۲۴: ۱۱) سے (۵۲۵: ۱۱) سے (۵۲۶: ۱۱) سے (۵۲۷: ۱۱) سے (۵۲۸: ۱۱) سے (۵۲۹: ۱۱) سے (۵۳۰: ۱۱) سے (۵۳۱: ۱۱) سے (۵۳۲: ۱۱) سے (۵۳۳: ۱۱) سے (۵۳۴: ۱۱) سے (۵۳۵: ۱۱) سے (۵۳۶: ۱۱) سے (۵۳۷: ۱۱) سے (۵۳۸: ۱۱) سے (۵۳۹: ۱۱) سے (۵۴۰: ۱۱) سے (۵۴۱: ۱۱) سے (۵۴۲: ۱۱) سے (۵۴۳: ۱۱) سے (۵۴۴: ۱۱) سے (۵۴۵: ۱۱) سے (۵۴۶: ۱۱) سے (۵۴۷: ۱۱) سے (۵۴۸: ۱۱) سے (۵۴۹: ۱۱) سے (۵۵۰: ۱۱) سے (۵۵۱: ۱۱) سے (۵۵۲: ۱۱) سے (۵۵۳: ۱۱) سے (۵۵۴: ۱۱) سے (۵۵۵: ۱۱) سے (۵۵۶: ۱۱) سے (۵۵۷: ۱۱) سے (۵۵۸: ۱۱) سے (۵۵۹: ۱۱) سے (۵۶۰: ۱۱) سے (۵۶۱: ۱۱) سے (۵۶۲: ۱۱) سے (۵۶۳: ۱۱) سے (۵۶۴: ۱۱) سے (۵۶۵: ۱۱) سے (۵۶۶: ۱۱) سے (۵۶۷: ۱۱) سے (۵۶۸: ۱۱) سے (۵۶۹: ۱۱) سے (۵۷۰: ۱۱) سے (۵۷۱: ۱۱) سے (۵۷۲: ۱۱) سے (۵۷۳: ۱۱) سے (۵۷۴: ۱۱) سے (۵۷۵: ۱۱) سے (۵۷۶: ۱۱) سے (۵۷۷: ۱۱) سے (۵۷۸: ۱۱) سے (۵۷۹: ۱۱) سے (۵۸۰: ۱۱) سے (۵۸۱: ۱۱) سے (۵۸۲: ۱۱) سے (۵۸۳: ۱۱) سے (۵۸۴: ۱۱) سے (۵۸۵: ۱۱) سے (۵۸۶: ۱۱) سے (۵۸۷: ۱۱) سے (۵۸۸: ۱۱) سے (۵۸۹: ۱۱) سے (۵۹۰: ۱۱) سے (۵۹۱: ۱۱) سے (۵۹۲: ۱۱) سے (۵۹۳: ۱۱) سے (۵۹۴: ۱۱) سے (۵۹۵: ۱۱) سے (۵۹۶: ۱۱) سے (۵۹۷: ۱۱) سے (۵۹۸: ۱۱) سے (۵۹۹: ۱۱) سے (۶۰۰: ۱۱) سے (۶۰۱: ۱۱) سے (۶۰۲: ۱۱) سے (۶۰۳: ۱۱) سے (۶۰۴: ۱۱) سے (۶۰۵: ۱۱) سے (۶۰۶: ۱۱) سے (۶۰۷: ۱۱) سے (۶۰۸: ۱۱) سے (۶۰۹: ۱۱) سے (۶۱۰: ۱۱) سے (۶۱۱: ۱۱) سے (۶۱۲: ۱۱) سے (۶۱۳: ۱۱) سے (۶۱۴: ۱۱) سے (۶۱۵: ۱۱) سے (۶۱۶: ۱۱) سے (۶۱۷: ۱۱) سے (۶۱۸: ۱۱) سے (۶۱۹: ۱۱) سے (۶۲۰: ۱۱) سے (۶۲۱: ۱۱) سے (۶۲۲: ۱۱) سے (۶۲۳: ۱۱) سے (۶۲۴: ۱۱) سے (۶۲۵: ۱۱) سے (۶۲۶: ۱۱) سے (۶۲۷: ۱۱) سے (۶۲۸: ۱۱) سے (۶۲۹: ۱۱) سے (۶۳۰: ۱۱) سے (۶۳۱: ۱۱) سے (۶۳۲: ۱۱) سے (۶۳۳: ۱۱) سے (۶۳۴: ۱۱) سے (۶۳۵: ۱۱) سے (۶۳۶: ۱۱) سے (۶۳۷: ۱۱) سے (۶۳۸: ۱۱) سے (۶۳۹: ۱۱) سے (۶۴۰: ۱۱) سے (۶۴۱: ۱۱) سے (۶۴۲: ۱۱) سے (۶۴۳: ۱۱) سے (۶۴۴: ۱۱) سے (۶۴۵: ۱۱) سے (۶۴۶: ۱۱) سے (۶۴۷: ۱۱) سے (۶۴۸: ۱۱) سے (۶۴۹: ۱۱) سے (۶۵۰: ۱۱) سے (۶۵۱: ۱۱) سے (۶۵۲: ۱۱) سے (۶۵۳: ۱۱) سے (۶۵۴: ۱۱) سے (۶۵۵: ۱۱) سے (۶۵۶: ۱۱) سے (۶۵۷: ۱۱) سے (۶۵۸: ۱۱) سے (۶۵۹: ۱۱) سے (۶۶۰: ۱۱) سے (۶۶۱: ۱۱) سے (۶۶۲: ۱۱) سے (۶۶۳: ۱۱) سے (۶۶۴: ۱۱) سے (۶۶۵: ۱۱) سے (۶۶۶: ۱۱) سے (۶۶۷: ۱۱) سے (۶۶۸: ۱۱) سے (۶۶۹: ۱۱) سے (۶۷۰: ۱۱) سے (۶۷۱: ۱۱) سے (۶۷۲: ۱۱) سے (۶۷۳: ۱۱) سے (۶۷۴: ۱۱) سے (۶۷۵: ۱۱) سے (۶۷۶: ۱۱) سے (۶۷۷: ۱۱) سے (۶۷۸: ۱۱) سے (۶۷۹: ۱۱) سے (۶۸۰: ۱۱) سے (۶۸۱: ۱۱) سے (۶۸۲: ۱۱) سے (۶۸۳: ۱۱) سے (۶۸۴: ۱۱) سے (۶۸۵: ۱۱) سے (۶۸۶: ۱۱) سے (۶۸۷: ۱۱) سے (۶۸۸: ۱۱) سے (۶۸۹: ۱۱) سے (۶۹۰: ۱۱) سے (۶۹۱: ۱۱) سے (۶۹۲: ۱۱) سے (۶۹۳: ۱۱) سے (۶۹۴: ۱۱) سے (۶۹۵: ۱۱) سے (۶۹۶: ۱۱) سے (۶۹۷: ۱۱) سے (۶۹۸: ۱۱) سے (۶۹۹: ۱۱) سے (۷۰۰: ۱۱) سے (۷۰۱: ۱۱) سے (۷۰۲: ۱۱) سے (۷۰۳: ۱۱) سے (۷۰۴: ۱۱) سے (۷۰۵: ۱۱) سے (۷۰۶: ۱۱) سے (۷۰۷: ۱۱) سے (۷۰۸: ۱۱) سے (۷۰۹: ۱۱) سے (۷۱۰: ۱۱) سے (۷۱۱: ۱۱) سے (۷۱۲: ۱۱) سے (۷۱۳: ۱۱) سے (۷۱۴: ۱۱) سے (۷۱۵: ۱۱) سے (۷۱۶: ۱۱) سے (۷۱۷: ۱۱) سے (۷۱۸: ۱۱) سے (۷۱۹: ۱۱) سے (۷۲۰: ۱۱) سے (۷۲۱: ۱۱) سے (۷۲۲: ۱۱) سے (۷۲۳: ۱۱) سے (۷۲۴: ۱۱) سے (۷۲۵: ۱۱) سے (۷۲۶: ۱۱) سے (۷۲۷: ۱۱) سے (۷۲۸: ۱۱) سے (۷۲۹: ۱۱) سے (۷۳۰: ۱۱) سے (۷۳۱: ۱۱) سے (۷۳۲: ۱۱) سے (۷۳۳: ۱۱) سے (۷۳۴: ۱۱) سے (۷۳۵: ۱۱) سے (۷۳۶: ۱۱) سے (۷۳۷: ۱۱) سے (۷۳۸: ۱۱) سے (۷۳۹: ۱۱) سے (۷۴۰: ۱۱) سے (۷۴۱: ۱۱) سے (۷۴۲: ۱۱) سے (۷۴۳: ۱۱) سے (۷۴۴: ۱۱) سے (۷۴۵: ۱۱) سے (۷۴۶: ۱۱) سے (۷۴۷: ۱۱) سے (۷۴۸: ۱۱) سے (۷۴۹: ۱۱) سے (۷۵۰: ۱۱) سے (۷۵۱: ۱۱) سے (۷۵۲: ۱۱) سے (۷۵۳: ۱۱) سے (۷۵۴: ۱۱) سے (۷۵۵: ۱۱) سے (۷۵۶: ۱۱) سے (۷۵۷: ۱۱) سے (۷۵۸: ۱۱) سے (۷۵۹: ۱۱) سے (۷۶۰: ۱۱) سے (۷۶۱: ۱۱) سے (۷۶۲: ۱۱) سے (۷۶۳: ۱۱) سے (۷۶۴: ۱۱) سے (۷۶۵: ۱۱) سے (۷۶۶: ۱۱) سے (۷۶۷: ۱۱) سے (۷۶۸: ۱۱) سے (۷۶۹: ۱۱) سے (۷۷۰: ۱۱) سے (۷۷۱: ۱۱) سے (۷۷۲: ۱۱) سے (۷۷۳: ۱۱) سے (۷۷۴: ۱۱) سے (۷۷۵: ۱۱) سے (۷۷۶: ۱۱) سے (۷۷۷: ۱۱) سے (۷۷۸: ۱۱) سے (۷۷۹: ۱۱) سے (۷۸۰: ۱۱) سے (۷۸۱: ۱۱) سے (۷۸۲: ۱۱) سے (۷۸۳: ۱۱) سے (۷۸۴: ۱۱) سے (۷۸۵: ۱۱) سے (۷۸۶: ۱۱) سے (۷۸۷: ۱۱) سے (۷۸۸: ۱۱) سے (۷۸۹: ۱۱) سے (۷۹۰: ۱۱) سے (۷۹۱: ۱۱) سے (۷۹۲: ۱۱) سے (۷۹۳: ۱۱) سے (۷۹۴: ۱۱) سے (۷۹۵: ۱۱) سے (۷۹۶: ۱۱) سے (۷۹۷: ۱۱) سے (۷۹۸: ۱۱) سے (۷۹۹: ۱۱) سے (۸۰۰: ۱۱) سے (۸۰۱: ۱۱) سے (۸۰۲: ۱۱) سے (۸۰۳: ۱۱) سے (۸۰۴: ۱۱) سے (۸۰۵: ۱۱) سے (۸۰۶: ۱۱) سے (۸۰۷: ۱۱) سے (۸۰۸: ۱۱) سے (۸۰۹: ۱۱) سے (۸۱۰: ۱۱) سے (۸۱۱: ۱۱) سے (۸۱۲: ۱۱) سے (۸۱۳: ۱۱) سے (۸۱۴: ۱۱) سے (۸۱۵: ۱۱) سے (۸۱۶: ۱۱) سے (۸۱۷: ۱۱) سے (۸۱۸: ۱۱) سے (۸۱۹: ۱۱) سے (۸۲۰: ۱۱) سے (۸۲۱: ۱۱) سے (۸۲۲: ۱۱) سے (۸۲۳: ۱۱) سے (۸۲۴: ۱۱) سے (۸۲۵: ۱۱) سے (۸۲۶: ۱۱) سے (۸۲۷: ۱۱) سے (۸۲۸: ۱۱) سے (۸۲۹: ۱۱) سے (۸۳۰: ۱۱) سے (۸۳۱: ۱۱) سے (۸۳۲: ۱۱) سے (۸۳۳: ۱۱) سے (۸۳۴: ۱۱) سے (۸۳۵: ۱۱) سے (۸۳۶: ۱۱) سے (۸۳۷: ۱۱) سے (۸۳۸: ۱

طاق نسیان دریا کا وہ ناقابل فہم اور ناکاربر آرد و فربہ بن چکا ہے کہ اُس کے بارے میں بہت حاضروہ کی غلط روی کو دیکھ کر عقل کا نپ اٹھتی ہے۔ اُسکی تعلیم و تہذیب کے اکثر تدعی آج کشور کشانی اور جہان بینی قوت اور امن، ہمکن اور تغلب کے سب اگلے اور شکر انگیز اربانوں کو پاؤں سے ٹھکر کر خوف و مسکنت، ذل و اساک اور عجز و خمبول کے عبرت انگیز ماحول میں، عجوبوں کے اندر بیٹھے، کبر و مروت میں گمن ہیں۔ اُسکی رواں تلاوت کو دارِ آخرت کی طلسمی کلید سمجھتے ہیں، اُسکو اکثر بھجارت اور چیتاں بنائے بیٹھے ہیں، کہیں اُسکو ٹپریوں میں لپیٹ کر بچا جا رہا ہے، کہیں اُسکے تعویذ بنکر گلے کا ہار ہو رہے ہیں، کہیں اُسکی خوب خوانی پیٹ کا ایندھن بن رہی ہے، کہیں خوش اعتقاد اُسکو گہول گہول کر پی رہے ہیں، کہیں ستم ظریف پہنکیں مار مار کر اڑا رہے ہیں، کہیں اُسکے اوراق میں کسی عظیم اسم کی تلاش ہے، کہیں سکورت رٹ کر بے اثر کیا جا رہا ہے، کہیں اُس سے مُردے کو ثواب پونج رہا ہے، کہیں خدا کو داؤد خن مل رہی ہے، کہیں تخمین ہاشناس اور جاہل کی واہ واہ ہے، انہ غرض یہ طلب ہے بحث نہ مقصود سے سروکار ہے، نہ تعمیل پیش نظر ہے۔ اس کتاب جلیل سے لے کر دیگر کچھ اخذ ہو رہا تو یہی استعار اور فالنامے ہیں، تمام اور ٹوٹے ہیں، فسونی اور سحری اعمال میں، اور اگر کوئی طبقہ ان مہمل اثرات سے

۱۰ ایک استعارہ نامہ ہی قطع کا حال میں سیری نظر سے گذرا ہے جسکو طالع اور ناشتر نے اپنی تجارت کو فروغ دینے کی غرض سے علامہ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ المتوفی ۶۳۰ھ (۱۲۲۸ء) اندلس کے مشہور فقیہ اور محدث، اور صاحب الفتوحات المکیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس طومار نویر منظم کے بارے میں، جس نے اپنی عمر میں ۶۸۹ کتابیں لکھیں، اور جو ظاہر یہ فرقے کا رکن کرکین شاکیا جاتا تھا، وفاق سے معلوم نہ ہو سکا کہ کمانک یا مختصر رسالہ اُسکے قلم سے نکلا ہو مگر جرمین مشرق برکلمین نے اُسکی سوچاں مروجہ تصانیف کی جو فرست دی ہے، اُنہیں اسکا کہیں مذکور نہیں۔ تاہم اُسکی بعض تصانیف کے مذاق کو پاکر جنہیں سے اکثر جفر اور رمل، اور اعتقاد وادامہ پر ہیں، عجب معلوم نہیں جو تاکہ یہ استعارہ نامہ بھی اسی عجب ایجاد شخص کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہو لیکن مصنف کی ذات قطع نظر جس مکر و فریب طالع صاحب نے اس رسالے کو عوام کی نظروں میں عجیب غریب ثابت کرنے کی سعی کی جس مدیدہ وہی سے اُسکی طلسمی جداول کو قرآن کا زندہ مجسمہ بتایا ہے، اور جو ادعا مصنف کی اسرار وافی خدا اور رسالے کی حقانیت کے بارے میں کیا ہے، اُسکا پھل کمول دینا لازمی ہے مصنف نے اس رسالے میں ۲۳ جدولیں تیار کی ہیں۔ ہر ایک جدول میں ۱۰ خانے شرفا غرا اور ۱۶ خانے شرفا جوبہا کہینچے ہیں۔ ہر قرآن کی پانچ حسب حال آیتوں کے نمبر لیکر یعنی وہ نمبر جن سے سائل کے مطلوب سوال کے جواب کا ہاں یا نا، سہیا یا نحس، مخالف یا موافق ہونے کا اندازہ ہو سکے، ہر جدول کے ۱۰ خانے اس انداز سے پر کر دیئے ہیں کہ ہر نمبر سے کا ایک ایک حرف علی الترتیب چارصل خانے چورہ کر پانچویں خانے میں سما جائے۔ مثال کے طور پر پہلی آیت کے حرف خانہ نمبر ۱، ۱۱، ۱۶ وغیرہ میں، دوسری آیت کے حرف خانہ نمبر

نسبت محفوظ ہے تو اس میں مقاصد قرآن کے بارے میں ہولناک فتنہ راق ہے۔ ذہنی ویرانیاں اور غوغائے قیامت ہے، سطحی حصیں ہیں اور لفظی تنازعے ہیں، تفریق آراء ہے، انتشارِ نظریہ، اشتتِ عمل ہے؛ ایسا تحفہ شوقِ اختلافِ قرآن، ایسا مجموعہ شعر و سخنِ قرآن، ایسا سحری اور طلسماتی جدول، ایسا کائناتی طبا عمل، اُمت کے افراد میں کیا ہمتِ مثالِ مراد کیا اتحاد کا پیدا کر سکتا ہے انکی نظروں میں یہ مختلف شکست ہی قرآن کی کشتِ ہدایت ہے، بشارت اور رحمت ہے، نور و شفا ہے، عرب کی جاہلی عادتوں اور وہسی عقیدوں کا پُرانا خمیس مسلمانوں کی اعتقادی زندگی میں اس تیزی سے سرایت کر چکا ہے کہ اب ان کے طرزِ تخیل سے اس اثر کو دور کرنا گوشت کو ناخن سے جدا کرنا ہے۔ آج دینِ تین کے باقی علم بردار اہل عجم بھی عرب کی ان روایات کے اعلیٰ اور آیاتِ خدا کی تکذیب کے جُرم میں تیرہ سو برس کی خواب آور مملکت کے بعد رفتہ رفتہ اُسی موت و فنا کے گھاٹ اتر چکے ہیں جس پر ان کے پیشوا اہل عرب کئی سو برس پہلے اترے تھے!

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ كَبِيرٌ
مَكِّيَّن ۝ (۱۸۲: ۴-۱۸۳)

لوگو! سن رکھو کہ جس قوم نے ہماری آیات کی تکذیب کی، جسے انکی حقیقت کے بلند مرتبے سے گرا کر جھوٹ بنا دکھایا ہم انکو نامعلوم طور پر آہستہ آہستہ ہلاکت کی طرف گسیٹ لیا جائیگا اور کچھ مدت تک انکو ڈھیل بھی دینگے کہ خوب نیند کر لیں کیونکہ میرا ڈاؤ بیشک بڑا بچکا ڈاؤ ہے۔

(بیشک تحت المشرق صفحہ ۹۷) ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴ وغیرہ میں، تیسری آیت خانہ نمبر ۸، ۱۳، ۱۸ میں علی بن القیاس باقی دو آیتیں بھی باقی خانوں میں لپیٹی ہیں سے ہنری گئی ہیں۔ پھر اس جدول کو خوش اعتقاد سائل کے سامنے رکھ کر حکم دیا گیا ہے کہ وہ انکھیں کھل کر اسے کسی خانے پر لٹکی رکھے۔ اور اس حرف سے شروع کرے آگے اور پیچھے کے چار خانوں کو علی التواتر چکر کرے فہ لکھتا جائے یہ سب حرف ظاہر ہے کہ ان پانچ آیتوں میں سے کسی ایک یا سیکے ہونگے۔ اس لاپنی عمل کو دیکھ کر جو خوف شخص حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیا کرامت ہے جس حرف پر لٹکی رکھتے ہیں ایک قرآنی آیت نجاتی ہے اور ہمارے سوال کا جواب خود بخود دیدی جاتی ہے۔ استخارہ نامہ میں کل ۲۳ جدولیں موجود ہیں مگر طالع صاحب کے واضح ہے کہ تینیں کیا ایسی تینیں ہر ظلمی جدولیں چشمِ زدن میں تیار ہو سکتی ہیں اور نہ صرف قرآن آیتوں سے بلکہ کوکب شامستر کے ہر اشکوک سے بھی۔ مامصفیٰ کی اسرارِ دانی اور تقرب کا عقیدہ، سودا کی نسبت اس قدر کمزور یا کافی ہے کہ جس شخص نے اپنی عمر کے ۷۵ برس میں بالادِ وسط ہر برس چار کتابیں لکھی ہوں اُسکے زود نویس قلم سے بعض اوقات ایسی لاپنی تصنیف کا کل جاننا کہ کچھ تعجب خیز نہیں۔

۱۸۷۵ میں ترجمے میں ہم نے تکذیبِ آیات کے صحیح مفہوم کی ایک ادنیٰ صورت پیش کر دی ہے اور اشارہ کر دیا ہے کہ کسی حقیقت پر جھوٹ کا لباس ڈھونڈنا بھی تکذیب ہی ہے۔ اس تکذیب کا نتیجہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس حقیقت کے متعلق متذبذب عقیدیں و ایمان پیدا ہو جاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ اسکی تعمیل منعقد ہو جاتی ہے۔ یہ فقدانِ عمل ہی صحیح معنوں میں تکذیب ہے جیسا کہ کچھ دیر بعد چل کر ظاہر ہوگا۔

مگر یونانی فلسفے اور عرب تخیل کے ان تمام مضغف ایمان، اور مضرب عمل اثرات کے علاوہ
دنیا سے اسلام کو دائرہ عبودیت اور حلقہ صلاحیت سے حقیقی اور معنوی طور پر خارج کرنے، اور آج دریا
زمین سے یکسر محروم کر دینے کا سب سے بڑا باعث وہ طریق اجتہاد تھا جو صاحب شریعت (علیہ الصلوٰۃ
والسلام) کی وفات کے کچھ دیر بعد ہی اسلام میں شروع ہو گیا تھا۔ اس سمت تخیل نے جس سرد مہری نا شنائی
اور بے دردی سے اسلام کے آباد اشیان کو بے رونق کیا، جس رجحان اور تغنا سے اسکی خانہ بزم اندازی
کی، جو نقصان عظیم رفتہ رفتہ اور نامحسوس طور پر مسلمانان عالم کی علمی اور تمدنی، ذہنی اور اقتصادی زندگی
کو پہنچایا، تاریخ عالم میں تخیل کی حیرت انگیز انقلاب آفرینی کی جسد مثال ہے؛ مگر اس اہم موضوع
کے مطالب دلنشین کرنے کیلئے ایک مستقل اور طول و طویل بحث کی ضرورت ہے جو متن اولیٰ

۲۰ صفحہ ۸۷ کی آیات (۱۰۵: ۱۰۶) کی طرف اشارہ ہے۔

یہ بحث اس قدر طول و طویل ہے کہ غالباً آئندہ تین یا چار مجلدات سے پیشتر ختم نہ ہو سکے گی۔ اس میں بتدریج تمام اُس ممالک اور جمہورانہ تخیل کی
تکذیب کر دی گئی ہے جسکے باعث اسلام آج محض اعتقادی اور نظری، لفظی اور رسمی شے کا نام بن گیا ہے، سعی و عمل سے اسکا خگا کچھ وسط
نہیں رہا۔ سب اعتقادات اور معاملات عالم قول و خیال میں منتقل ہو گئے ہیں یا ان کے مقاصد و اغراض قطعاً بدل چکے ہیں اور فعل و عمل کے
لائق کوئی شے نہیں رہی۔ یہ سکرۃ الارباح و دراصل آئینہ استخلاف (۲۲: ۵۵) صفحہ ۸۷ کے الفاظ 'اُمْنُوْا وَّعَلٰی الصّٰلِحٰتِ' کی تشریح ہی ہے
اور آئینہ میں کلام الہی کے ایک معتبر حصے کے مطالب بھی عیاں ہو گئے ہیں صفحہ ۸۷ کے اُس عبارت آموز سوال کا جواب کہ آج یہ وہ سو برس کے
بیدلہ نائن عالم کیوں وراثت زمین سے محروم کر دیئے گئے، اور مغرب کی بیدار قومیں کیوں انکی مستخلف بن چکی ہیں، نیز اس اثنا میں نظر انداز نہیں
کیا گیا۔ جہاں جہاں موقع ملا ہے جو اب کی مختلف شقیں ظاہر ہوتی گئی ہیں حتیٰ کہ عنوان عمل کے اخیر میں (دعا تھا یا بچوں مجلد ہوگی) اس
جواب کو خٹا طے کر دیا ہے۔ اس مجلد میں باقی بحث صرف لفظ ایمان اور اسکے تکلف پر ہے۔ پھر انکی اہم شرائط کو پیش نظر رکھ کر ثابت کیا گیا ہے
کہ اسلام کا واحد منہا نئے نظر کیا تھا۔ اسکا تمام دستور العمل کس مستقل نصب العین کے درپے تھا۔ وہ طبع نظر کیونکر حاصل ہوا تھا اور آج کیوں
نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے وغیرہ۔ مجلد کا آخری حصہ عبادات کی اساسی حکمت علمی پر مشتمل ہے۔ اسلام کے موجودہ ماحول میں ہی وہ اہم اور غریب
جو دین اسلام کے ارکان خیال کیے جاتے ہیں اور انہی پر اعمال صالحہ کے الفاظ کا اکثر طر سلاق آجکل ہوتا ہے۔ اس بنا پر کتاب کے ابتدائی
حصوں میں عبادات کے صحیح مفہوم کو وضع کر دینا انب معلوم ہوتا ہے۔

کتاب کا مستقل حصہ دراصل اسی عنوان سے شروع ہوتا ہے جو آئندہ اوراق میں قائم کیا گیا ہے۔ مقدمہ کتاب میں صرف اُن دعادی کو پیش کیا
گیا تھا جو قرآن حکیم نے اپنے بارے میں کیے۔ قرآن کی تعلیم یا تجویز و تدبیر سے اُس حصے کو چنداں سروکار نہ تھا۔ آئندہ اوراق میں تقریباً پانچ جلدوں کے
انداز کتاب الہی کی تعلیم پیش کر دیا جائے گی، اور ثابت ہو جائے گا کہ تاسیس جماعت کے متعلق قرآن کی تجویز و تدبیر کس در حکمت کا لہ سے ہے
اور کس سمت و استقلال سے اُن دعادی کی تائید کرتی ہے جو اس حیرت انگیز کتاب نے اپنے بارے میں علی الاعلان کیے۔ اس مجلد میں بالخصوص عبادات
کی حکمت اور تاسیس جماعت کے چند اساسی اصول پر بحث کی جائے گی جیسا کہ گذر چکا ہے۔ باقی اصولوں اور بالخصوص معاملات اور تعلیمات پر

کی اعتقادی اور سیاسی زندگی، اور قرآن حکیم کے اجتماعی دستور العمل کے متعلق ہے۔

(مبیت تحت اسٹن صفحہ ۹۹) بحث بعد کی چار جلدوں میں ہوگی۔ انہی جلدات میں ضمیمہ معتقدات کی حقیقت کا انکشاف کر دیا جائیگا۔ تین باپا جلدیں علم القرآن (معلومات)، تاریخ القرآن (ماجریات)، اور طریق عمل کے متعلق ہونگی جو اس کتاب کا آخری حصہ ہے۔

معلومات کی بحث کے ضمن میں اسلام کی موجودہ فرقہ آراہیت کا بدل کھول دیا جائے گا۔ اور ثابت کر دیا جائے گا کہ ایک خدا، ایک رسول، اور ایک قرآن کے ہوتے ہوئے صراطِ مستقیم بھی صرف ایک ہی ہے۔ سب فرقہ بندی اور تشیع، اربہائیت اور غلط تخیل زہد، غلوئی الدین اور لٹائی افراط و تفریط وغیرہ وغیرہ کتاب الہی کے منشا کے نفیض اکثر عیاں کر دی جائے گی۔ دین اسلام کے جو پرے عارضی اور اکتسابی غلاف اٹ کر اسکو صحیح معنوں میں فقط القرآن علیہ السلام (۳۰: ۱۳۰) کا مصداق ثابت کر دیا جائیگا۔ یہ حقیقت کہلے از سر نو منکشف کر دی جائے گی کہ اسلام وہ راہِ عمل، وہ مذہب سہی و کار، اور وہ فطرۃ کاملہ ہے جس پر سطح زمین کا ہر فرد بشر بلا لحاظ ملک و ملت مجبور بلکہ مجبور ہی۔ اسی پر چکر ستراسرا من ہی، ذیوی اور اجتماعی اس ہے، فردی اور شخصی اس ہے، اخروی اور دنیوی اس ہے۔ اُس سے دھماکے کر ضعف و شکست ہی، قوموں اور امتوں کی شکست ہی، قبیلوں اور گروہوں کا انتشار ہے۔ الغرض دین الہی کو امتیاز مروجہ کے مختلف گروہوں اور پھیڑوں کے اعتقادی رنگے یکسر آزاد کر کے خدا کے واحد کی وحدت انگیز کیرنگی میں رنگ دیا جائے گا۔ اس نازک موضوع کی بحث و تجویس سے مفید نتائج برآمد کر سکیں گے اس امر کا عزم انیال رکھا گیا ہے کہ کتاب خدا کے طالب العلم کے اُن ذاتی جذبات کو جو وہ کسی فرقے سے متعلق ہونے کی حیثیت میں کسی عقیدے یا شخص یا طرز عمل کے متعلق اس کتاب کے کمال مطالعے سے ہیشتر رکھتا ہو حتیٰ الوسع کم سے کم ٹھیس لگے، حقیقت کی طرف بتدریج اور بالذیل رہنمائی ہو، جو بات کہی جائے اُسکی مسند موجود ہو، محض سفلی جذبات کو بھڑکا کر راہ راست پر لانے کی بے سود سعی نہ کی جائے۔ اس دعا کو پیش نظر رکھ کر کتاب کی طوالت کا باعث ظاہر ہے، یہ مقصود ایک فرقے کو مراد نہ کرنا، یا دوسرے کی توہین کرنا نہیں بلکہ حتیٰ الامکان اسلام کے سب رسمی ماننے والوں کو ایک مشترک اور صحیح راہ کی طرف انگشت نما کرنا، تاکہ اگر کچھ میں نے بھلا ہے حقیقت ہی تو ذہن خود بخود اس طرف مائل ہوگا، اسکے لینے کسی ناروا تر غیب یا غیر ضروری تشویق کی ضرورت نہیں۔

قارئین کتاب سے صرف اس قدر استدعا ہے کہ آئندہ جلدات کے رابطہ اور تسلسل کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ کیونکہ ہر عرصے کی بنا پر فرقے ثابت کیے ہوئے دعوے پر ہے اور کتاب کے سبب آئندہ مباحث ایک سلسلے کی مختلف اور مرتب کڑیاں ہیں۔ اور ایک ہی نتیجے کی طرف استقلال جاری ہیں۔ اگر تمام کتاب کے سبب گذشتہ مطالب درس تدریس کے کسی مرحلے میں پیش نظر نہ رہے تو قرآن حکیم سے کوئی مدلل نتیجہ حسنہ نہ نکالا جاسکے گا۔ اس تصنیف کا سب سے اہم حصہ آخری جلدات میں جنہیں قرآن حکیم کی تمام تعلیم سے کمال تفتیش و تلاش کے بعد مستقل نتائج اخذ کیے گئے ہیں پرزہل زندہ امتوں کے تحفظ و بقا کیلئے ایک نئے طریق عمل مستند طرز کے مسلمانان عالم کو انکی حیات و موت کا آخری پیغام دیا گیا ہے!

لفظ فطرۃ کا عامہ وہ شے ہے جس سے کسی فرد متنفذ کو کسی حال میں مغر نہیں اگر دین اسلام فقط القرآن علیہ السلام ہی جیسا کہ صفحہ ۵ پر مذکور ہے کیا کیا ہے تو وہ بھی بلاشبہ وہ شے ہے جسکی تعمیل پر تمام زمین کا ہر شخص اسطرح مجبور ہے جس طرح کہ اپنی کسی اور فطرۃ پر اور جسکے برعکس چلنے کی فوری ضرورت نہیں یعنی باپے جس طرح کسی اور فطرۃ سے باغی شخص کو اس دنیا میں لٹی ہے۔ ایک شخص اگر کھانا نہیں کتا یا کئی دن شام نہیں سوتا تو اسکا جلد مر جانا لازمی ہے۔ اس بات کو کہنا، اور سونا اس کی فطرۃ میں داخل ہیں، اور فطرۃ سے باغی ہونے کی انتہائی سزا ملکوت ہے۔ پس اس مقام سے نظر سے دین اسلام بھی وہ طریق عمل ہے جس پر چل کر اس دنیا میں ہر جا امن مل رہا ہے جیسا کہ آئندہ اوراق میں جگہ و واضح ہوگا۔ وہ کسی رسمی کلمہ شہادت کا پڑھ لینا نہیں جیسا کہ اکثر مسلمان سمجھے بیٹھے ہیں!

مقدمہ ختم ہوا

تکلیف ایمان منہائے سلام

وَأَنذِرْ لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٣٨﴾ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكُفُّوا عَنَّا

اور تم ہی سب سے بڑھ کر ایمان والے ہو

متذکرہ صدر صحبت کے اُس حصے سے جو تبلیغ دین اور اعلان نبوت کے متعلق ہے، یہ امر فریح ہے کہ داعی اسلام کی بعثت اختلافِ ہل کے حق میں ایک منظرِ رحمت تھی۔ اعلائے کلمۃ الحق نے اعتقادات کے علاوہ، عرب کی مہینت اجتماعی میں ایک ناقابل یقین انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ لغو توحید نے، اور اللہ کے برگزیدہ رسول کے خلقِ عظیم نے اہل عرب کے سینوں کو چاک کر کے، اُنکے دلوں کو چیر چیر کر، عداوتیں اور کینے نکال دیئے تھے! پیغمبرِ برحق کی بے لوث ریا، اور وقفِ عمل زندگی نے بخل و حسد کے تنگ تار یک قلوب میں ایمان کا نور، اور اعمالِ صالحہ کی وسعت دیدی تھی! خدائے واحد کی ہستی پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ناقابل انکار شہادت نے ہر منقش کو اللہ کی حمایت میں آمادہ عمل کر دیا تھا! خدا کی حقیقت، اُسکی رحمتوں کے دریا، اُسکی حکمت اور علم کے سمندر، اُسکی لاناہتا بخششیں، اُسکی قدرتِ کاملہ، ساتھ ہی اُسکے عذاب کے طوفان، اُسکے زلزلے، اُسکی تہس نہس کر دینے

۱۴۰۰ صحبت حاضر کے مطالب خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ آئندہ مباحث، بلکہ ایک دور سے کتابچہ کی حکمت کو کاغذِ سمجھنے کا اکثر دار و مدار اسی صحبت پر ہو گا۔ یہ سو برس کے انقلابِ تخیل کے بعد ایمان کی حقیقت کو از سرِ نو پالینا، یاد دل پائے کا صحیح کیفِ حال پیدا کر کے پیکرِ ایمان اور شاہِ خدا بن جانا آسان کام نہیں۔ مگر اس فقدانِ حال اور صورتِ اشکال کے باوجود قرآن حکیم کے اندر ایمان کی صحیح تصویر درخشاں ہے، سلام کی ناقابل انکار دلیل جو وہ ہے۔ اسی بات کو پیشِ نظر رکھ کر جہاں جہاں اس صحبت کے اندر آیاتِ الہی میں ایمان کا لفظ آیا ہے الفاظ کو حلی حروف میں لکھ دیا کہ اس ناقابل تشبیح اصطلاح کی صحیح ماہیت سمجھنے میں آسانی ہو۔ اُسکی اہم قرآنی شرائط اور لوازم واضح ہوں اور ہر رفتہ رفتہ انسان کے ذہن میں اسکا تکلیف بیٹھتا جائے گی۔ اہم ہمارے کلام خدا کا طالبِ علم بطورِ غور اس حقیقت کو سمجھنے کا قابل ہو کہ سہمی دلائل کا جزو لاینفک کس انتہائی حد تک ہے۔ نہتائے سلام کی حقیقت منور ہمارے ایمان کی

والی چٹخیں، اُنکی بجلیاں، اُنکوں کے سامنے صاف نظر آگئی تھیں؛ اُس رب لم نزل کو جسکی عجیب شخصیت وہم کے محیط سے باہر اور امکان کے نقص سے بری ہے، احمد مرسل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی حیرت انگیز شناسائی نے ہر شخص کے روبرو عیاں کر دیا تھا؛ مومنوں کے کانوں میں اسکی صدائیں بڑھ آگئی تھیں؛ اُنکی آنکھیں، اُنکے دل، اُنکے ہاتھ، اُس لامکان ذات کو اپنے گھروں کے اندر میدانوں اور حجروں میں، سجدوں اور دعاؤں میں آشکارا محسوس کر رہے تھے؛ وہی آسمان زمین، وہی چاند اور ستارے، وہی زرع و نخیل، جو عرب کی ہموار اور غیر دلچسپ سرزمین میں ہر دم اُن کے پیش نظر رہتے تھے، اِس جو یائے حق نبیؐ کی دیدہ عبرت نگاہ کے باعث معرفت خدا کے سبکدوش بن کر رہتے تھے اور حقانیت کے بے پایاں مظاہر بن گئے تھے!

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْبَتْنَا بِهِ حُلُمًا أَيْنَ ذَاتُ الْهَجَرِ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُشَبِّهُوا أَشْجَارَهُاءَ عَالَمٍ اللَّهُ بَلَّ هُمْ قَوْمٌ يَعْبُدُونَ (۱۲۴: ۹)

لوگو! خدا اس پر غور کرو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا؟ اور آسمان سے تم لوگوں کے لیے پانی نکلنے کے لیے پانی نکلنے کے ذریعے سے ہم نے خوشنما باغ لگائے اور لوگو! کیا تم میں طاقت ہے کہ اُنکے درختوں کو اگا سکو؟ اور کیا پھر اس حقیقت کے عیاں ہو جانے کے بعد اسو خدا کے کوئی اند قابل اطاعت اور الٰہی عبادت رہتا ہے؟ آہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں کہ ناحق دوسری طرف جھکے ہوئے ہیں!

پتوں کی پینکھڑیوں میں، پرندوں کے پروں اور درختوں کے خوشوں میں صنّاع بے مثال تھے کا ہاتھ کام کرتا ہوا صاف نظر دلادیا تھا!

الَّذِينَ يَرْوُونَ إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوْاءِ السَّمَاءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (۱۱۶: ۷۹)

کیا لوگوں نے پرندوں کے حال پر نظر نہیں کیا جو فضائے آسمانی میں سحر ہیں، اُن کو اڑنے وقت کون سمجھا رہا ہے اور کون سنبھالنے کی قیادت دے رہا ہے؟ جن لوگوں میں ایمان موجود ہے اُنکے لیے اس حقیقت میں بھی غور و فکر کی کئی علامتیں ہیں۔

فطرت کے بدیع مخلوق ظواہر اور مخیر العقول صنّاع کی طرف، کلام الٰہی کی اتھک ترغیب تحریر نے عرب کی طبائع پر گہرا اور ناقابل انحراف اثر پیدا کر دیا تھا!

دلوں نے اللہ سے وہ سچا لگاؤ پیدا کر لیا تھا کہ اٹھتے بیٹھتے ایک دنیاوی حاکم کی طرح اُسکے حضور میں سر پائے اور سچے اُسکی رحمتوں اور بندہ نوازیوں کے چشمہ راہ اور اُسکے قہر سے خوف زدہ رہتے۔ حضور ہی قلب کی حیات قرار دے اور قرب رسول کے جرات آموز اثر نے اُن کو اللہ کی رضا میں مصیبت سے قطعی بے خوف اور جان سے قطعی بے نیاز کر دیا تھا۔ اُن کے فلک شگاف حوصلے اور کوہ فگن جراتیں، اُس حاکم الحاکمیت کی خوشنودی اور حمایت میں ہر وقت پایہ رکاب رہتیں؛ وہ ایک اہل الغرض اور مشاہدہ دار نوکر کی طرح، اُس آہوں سے اوجھل اور جلیل القدر ذات کی خوشنودی کی خاطر، اُسکے ادنیٰ اشاروں اور حکموں پر چونک چونک اٹھتے، اور دوڑ دوڑ کرتے؛ وہ اللہ کے رعب و قار اور اُسکے جاہ و جلال کے آگے ہر انسانی منزلت کو بقدر وقت و قیمت، اور دنیاوی رعب و اب کو، سچ سمجھتے؛ وہ اپنے سچے مخدوم، اور مقتدر منعم کابول بالا کر نیسے دلوں کی جانوں کو ہتیلیوں پر رکھ کر قصور و کسری کے دربار میں، اپنے خرقہ پوش اور اُمی سفیہ کا تنبیہی پر روانہ بے دھڑک لیجاتے؛ وہ اپنے حقیقی آقا کا آواز بلند کرنے کی غرض سے جان، مال، اور تعلقات نبوی کے انقطاع سے ایک لمحے کے لئے دریغ نہ کرتے؛ وہ ایک مزدور خوشدل کی طرح اللہ کے اس نیک نیت کی حمایت میں تلواروں سے کٹ، اور تیروں سے چھن جاتے مگر ہمت نہ ہارتے؛ وہ اُس کالی کالی والے رسول کی جانفروشانہ اطاعت میں موت کی آرزوئیں، اور قتل کی منتیں مانتے؛ وہ اللہ کی کبریائی اور جبروت کے بالمقابل ہر کیش کا غرور توڑنے کے لئے پہاڑ سے لڑ جاتے اور آسمان سے ہاتھ پائی کرتے؛ اُن کی مودبانہ خدمت اور فدا یا نہ عبادت خدا نے ذوالجلال کے وجود، اُسکی عالم آرا حکومت، اُسکی عالی مقامی

۴ سورہ مجادلہ میں ہے:

لَا يَجْعَلُ قَوْمًا يَقُولُونَ يَا لِلّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قُلُوبًا مِّنْ حَادٍ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَلَوْ كَانَتْ اَبَاءَهُمْ اَبْنَاؤُهُمْ
اَوْ اَوْلَادُهُمْ اَوْ عَشِيرَتُهُمْ اَوْ لِيْلِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيْكُنْ هُمْ يَرْوِجُوْنَ قِتْلَهُ (۲۲۱، ۵۸)

اے مخاطب! جو لوگ خدا کے خدا ہونے پر ایمان لاتے ہیں، اور جو روز آخرت کی جس راہ و منزل پر یقین رکھتے ہیں، اُن کو تو تم ہرگز نہ دیکھو گے کہ خدا اور اُسکے رسول کے مخالفین اور منافقان ہزاروں کے ساتھ میل جول کریں گے وہ انکے ہاتھ پائی انکے بیٹے یا انکے بہائی بنا، یا انہوں ہی کی پیش ہوا ہی وہ لوگ ہیں جنکے دلوں کے اندر خدا نے ایمان لگا کر انکے دل پر لکھ دیا ہے اور جو کون بھی ناپید گناہ طاقت و جہت کا ایک حصہ عطا فرما کر انکی مدد کی ہو (یَرْوِجُوْنَ قِتْلَهُ)۔

اسکی استقامت عہد، اسکی سطوت و جبروت، اسکے جبر و قہر کی وہ زندہ اور زبردست شہادت تھی جو ہر منکر کو قائل کر دیتی! اُن کی سزا پاسعی اور پلینِ عمل زندگی اللہ کی غلامی کو بہترین غلامی، اور اسکی چاکری کو مفید تر چاکری بنانے کی وہ بانگِ ہل اور وہ صیست ناقوس تھی جسے اقل قلیل مدت میں ایک سیہ کار اور بے حس عالم کو اللہ کی عبودیت پر متفق العمل کر دیا تھا!

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (۱۲۳:۲)

اور اس تسلیم کی خواہش اور اللہ کے رنگ میں رنگے جانے کے باعث (دیکھو آیہ ۱۳۸:۲) ہم نے تم سب کا ایک مرکز یعنی قبلہ اقرار دیکر تم عرب کو روئے زمین کی امتوں کا مرجع و مرکز بھی بنادیا ہے تاکہ تم اپنے حق عمل سے تمام دنیا کے سامنے خدا کے وجود کی گواہی دو، اور رسول خدا تمہیں اللہ کی گواہی دیتے رہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۚ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ وَاللَّهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِهِ اصْطَفَىٰ آلَ إِبْرَاهِيمَ الْإِسْلَامَ ۚ مِنْ قَبْلُ ۚ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ (۱۳۸:۲-۴)

۱۔ وَكَذَلِكَ: اگر ربط پہلے مضمون کے تسلسل سے ظاہر ہوتا ہے چو آیت (۱۲۳:۲) سے شروع ہوا ہے۔ اس ربط کو ثابت کرنے کا یہ موقع نہیں مگر سورہ بقرہ کے ربط کا اظہار غالباً پانچویں جملہ سے پہلے ہو سکیگا۔

۲۔ شَهِيدًا عَلَى النَّاسِ: ہونے کے یہی معانی ہیں کہ لوگوں کو تمہارے اعمال افعال سے، تمہاری گمے دواؤں تکلیف برداری سے، تمہاری خدمت گذاری اور ملازمت سے خدا کے خدا اور حاکم اعلیٰ ہونے کی سچی گواہی بجائے، وہ چشم خود دیکھ لیں کہ تم کسی ایسی جلیل القدر ہستی کے ملازم اور پابند ہو جو گو نظروں سے اوجھل ہے مگر اس کے ہونے اور مقتدر ہونے میں گمان نہیں یہی سچی و عمل آج کسی نیادی حاکم کی ملازمت اور اس کے موجود ہونے کی صریح بلکہ عینی شہادت ہے، خواہ وہ حاکم ہر دم لوگوں کی نظروں سے چہا رہے اور عوام نے اسکو ایک لمحے کے لیے بھی چشم خود دیکھا ہو۔ جب تک ایک ملازم کسی آقا کے حکموں کی تعمیل میں مصروف ہو، اسکی خاطر انہی جان کو تکلیف میں ڈال رہا ہے، اور کسی دوسرے کے ہاں سے امیدوار مژدہ نہیں ہوتا، تب تک اس آقا کے ہونے کی عینی گواہی موجود ہے۔ کیونکہ کوئی شخص اپنے آپ کو بلا مفرج و مخم میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ شہادت: یہیں کہ منہ سے اُشہدُ اَنَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، یا کوئی اور ایسا کلمہ پڑھ لیا جائے جیسا کہ آجکل کے مسلمان سچے بیٹے ہیں! جب تک ملازمت اور عبادت لگائے ہو گواہی، یعنی شہادت جسکا تعلق لامحالہ مشاہدے سے ہو، قائم نہیں ہو سکتی۔ یہی بات عمل کی نوعیت کیا ہو اسکی تشریح آگے چلکر خود کتاب خدا کریم میں اسلام کا ثبوت کہ شہادتِ غلامی کی ہے آیت (۱۳۵:۲) صفحہ ۲۰۲ کے الفاظ شَهِيدًا عَلَى النَّاسِ سے ملتا ہے۔ شہادت کے قرآنی معانی آج صدیوں کے انقلابِ تخیل کے بعد قطعاً خراب ہو چکے ہیں۔ عامۃ الناس نے بلا استثنا اس کے معانی نماز پڑھنا،

اسے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو! اپنے خدا کے حضور میں عملاً جھکتے رہو، (اِذْ كُنْتُمْ) ، اُس کے سب احکام کے آگے تسلیم خرم کرو، (وَأَنِجُوا) ، اس کے سچے غلام بنے رہو، (وَأَعْبُدُوا) ، اور پہلے اور پسندیدہ خدا کا مومن بن گئے رہو تاکہ تم بالآخر کامیاب ہو جاؤ اور اپنی مراد کو پونہجو۔ اور اعلیٰ خدا میں کوشش کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے۔ اُس نے تم ہی کو اس مطلب کے لیے دنیا جہان کی امتوں سے انتخاب فرمایا ہے، اور تم ہی وہ لوگ ہو جن پر (تمہارے اپنے زعم میں) خدا نے اعمال و فرائض کے متعلق کچھ ناروا سختی نہیں کی۔ یہی دستور اہل تمہارے باپ ابراہیم کا تھا، اور اس خدا کی عملی غلامی، اور تسلیم کے نصاب عمل کو مد نظر رکھ کر ہی اُس نے اس سے پہلے بھی تم جیسے حکمران اور کارکن آدمیوں کا نام مسلم رکھا تھا، اور اب بھی تمہیں اُسی نام سے پکارتا ہے۔ اور یہ سب اس لیے کہ رسول تو خدا کے آقا سے نامدار ہوئے کی تمہیں گواہی دیتے رہیں، اور تم تمام جہان کے سامنے اپنے اعمال کے ذریعے سے خدا کے وجود کی زندہ شہادت بنو! پس ان سب باتوں کو مد نظر رکھ کر نماز پر قائم رہو، ہماری بارگاہ عالیہ میں پنچوتہ حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دو، اور ہمارے وجود کو دنیا پر ثابت کر دینے کی خاطر قرآنی مال (الزکوٰۃ) بھی کیا کرو۔ اور اللہ کو مضبوط پکڑے رہو! وہی تمہارا آقا ہے، پر کیا ہی اچھا آقا، اور کیا ہی اچھا مددگار ہے!

قبولیت اثر، اور محسوسات قلب کے نتیجے و احیا کا فیہ محمد معتمد اور وہ نیکو کار زمانہ تھا جب کہ خدا کو خدا تسلیم کر لینا، اہل عرب کی نگاہوں میں آفتاب کی کرنوں اور مہتاب کی شعاعوں سے بھی عیاں تر

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۱۰۵) لے لیے ہیں، اور ہر شخص چند بار ماتھے کو زمین پر گر کر کبے غل بخش اپنے آپ کو عابد قرار دیتا ہے۔ شامین غفلان علماء، فقہاء، جملہ سب کا غالب خیال عبادت سے نماز یا تسبیح گردانی ہی ہے، اور اگر کوئی شخص ذرا زیادہ وسیع النظری سے کام لیتا ہے تو باقی ارکان اسلام کو بھی داخل عبادت کر دیتا ہے یا حد سے حدی الحساب اور احسانا کہہ دیتا ہے کہ خدا کے لیے اٹھنا اور بیٹھنا بھی شامل عبادت ہے۔ یہی نہیں بلکہ قریب قریب ہر مذہب کی لغت میں یہ اصطلاح صرف دعایا نماز تک محدود ہو گئی ہے۔ پُرانی الہامی کتابوں کے متعلق تحقیق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ان کے الفاظ کے ہتھلک کی کوئی سند موجود نہیں اور ترجموں میں الہامی الفاظ کی صورت، روح اور مطالب سب بگڑ چکے ہیں مگر قرآن حکیم کے اندر عبادت کا اصلی اور صحیح مفہوم اب تک موجود ہے بشرطیکہ اسکی آیات میں صحیح تدبر کیا جائے ان آیات الہی میں جو زیر بحث ہیں، "اِذْ كُنْتُمْ" اور "اَنِجُوا" اور "اَعْبُدُوا" کے مین الفاظ آئے ہیں اور اگر جیسا کہ کم از کم مجھے یقین ہو چکا ہو خدا سے زمین و آسمان کا کلام ہر قسم کے حضور و زاید بنے نتیجہ تکرار، یا شاعرانہ فصاحت سے قطعاً سیر ہے، اور اس کا ایک جملہ، ایک لفظ اور ایک حرف بھی اول بدل، پس و پیش، یا حذف نہیں کیا جاسکتا، تو اس نتیجے پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کہ "اِذْ كُنْتُمْ" اور "اَنِجُوا" اور "اَعْبُدُوا" کے الفاظ کے تین مختلف اور مستقل معانی ہیں جو شارح قرآن کے ذہن میں اس وقت تھے جب یہ آیت وحی کی گئی۔ ان کو نماز کا رکوع و سجود جیسے قریب المطالب یا مترادف معانی قرار دینا، یا زور بلاغت کا تکرار فرض کر لینا کلام خدا کی توہین ہے۔ کتاب خدا کے اس ابتدائی حصے میں اس حقیقت کی برتری پر

وسطہ عمل بن گیا تھا! تعبت کی یہ شانِ خطراری، (وَاعْبُدُوا اللَّهَ) اور عتصامِ خدا کا یہ الحافی، رنگ تھا

سلسلہ دیگر (۲۲: ۱۷۷) صفحہ ۱۰۵

(بقیہ سخت لمٹن صفحہ ۱۰۶) چنداں زور نہیں دیا جاسکتا کیونکہ کلامِ الہی کے الفاظ کے استقلالِ مطالب اور وحدتِ معانی کی مثالیں کثرت سے پیش نہیں ہوئیں، لیکن آگے چلکر جوں جوں اور شہادتیں ملتی جائیں گی یہ نکتہ عیاں ہوتا جائیگا۔ مسخِ حقیقت کے عنوان میں اس بات کا کافی ثبوت دے دیا جائے گا کہ فرضِ قرآن کے رُوسے سجدہ اور عبادت ایک تکلیف دل کی دو مختلف حالتیں ہیں اور اسی لیے بالائزہ علیحدہ علیحدہ بیان کی گئی ہیں۔ سبکو دے معانی بھی قرآن کریم میں مانتا گزرنے یا سر ہکا دینے کے نہیں، بلکہ اس سے مقصود تکلیفِ اطاعت اور صرف اطاعت ہی۔ اگرچہ مانتا گزرناس کا ایک جز ہو سکتا ہے۔ مطیع شخص ممکن ہے اپنی اطاعت کے جوش میں مانتا بھی گزرتے مگر یہی مانتا گزرتے والا لازماً مطیع نہیں ہوتا۔ سورہ الرحمٰن میں ہے: **وَالْجَنَّةُ وَالْجَنَّةُ يَسْجُدُونَ** (۵۵: ۶)، اور ستارے اور درخت سجدہ کر رہے ہیں۔ یعنی احکامِ خدا کی اطاعت میں مصروف ہیں۔ ظاہری سجدہ مراد نہیں اور نہ ہوتا ہے۔ سورہ نحل میں ہے: **وَاللَّهُ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ**۔ (۲۹: ۱۷) اور جو کچھ آسمان و زمین میں چلنے والی شے ہو خدا کے آگے سجدہ کر رہی ہے۔ یعنی اس کے قانون کی مطیع ہے۔ علی ہذا القیاس (۱۵: ۱۱۳) اور (۱۸: ۲۲) میں بھی مضمون ہے۔ سورہ آل عمران میں اہل کتاب کے متعلق کہا ہے: **يَسْجُدُونَ لِلَّهِ اَلَاءَ الْيَتٰىلِ وَهُمْ لَا يَسْجُدُونَ** (۳: ۱۱۳)، یعنی راست کے اوقات میں احکامِ خدا کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔ حالانکہ زمین پر مانتا گزرناس کا طریق نما نہ تھا اور آج بھی نہیں۔ سورہ اعراف کے اخیر میں ہے: **اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْجُدُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِمْ وَيَسْجُدُوْنَ فَلَا یَسْجُدُونَ** (۲۰: ۶)۔ یہاں عبادت اور تسبیح اور سجدے کا وہی لغوی تکرار ہے، اور لفظوں میں تفریق کر دی ہے مگر ظاہر ہے کہ ان کے یہ معانی نہیں ہو سکتے جو اہل کوگوں نے ان الفاظ سے لیے ہیں۔ کیونکہ مذکور ان کا ہے جو اس رُوسے زمین پر نہیں ہیں اور عالم ارواح میں بس رہے ہیں۔ سورہ نجم میں ہے: **فَاَسْجُدْ لِلّٰهِ وَاعْبُدْ** (۲۰: ۵۳) یہاں بھی سجدہ اور عبادت کو لفظوں میں الگ کر دیا ہے اگرچہ کیفیت ہی اطاعت کا ہے۔ سجدے کا لفظ کلامِ الہی میں صرف وجہ ظاہری مانتا گزرنے کے معنی میں آیا ہے۔ ایک سورہ نحل میں ملکہ سب کے متعلق: **وَجَدْتُمَا وَقَوْمَهُمَا یَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ وَرِجْزٍ** (۲۴: ۲۵) یعنی وہ اور ان کی قوم خدا کو چہرہ کر سجدہ کرتے تھے۔ اور دوسری سورہ نجم سجدہ میں: **لَا تَسْجُدْ لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدْ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِنَاةً تَعْبُدُوْنَ** (۲۵: ۳۱) مگر ان دونوں موقعوں پر صرف ایک واقعہ الامکان ظاہر ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں یعنی لوگ سجدے کے آگے مانتا گزرتے تھے یا عیث فعل جو ترک کرتے ہو نہ کیا کرو۔ آیت (۳۱: ۲۵) سے **تَسْجُدُوا** اور **تَعْبُدُوا** کا الفاظ میں الگ ہونا بھی ظاہر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر تم فی الحقیقت خدا ہی کے غلام ہو، ان **تَسْجُدُوا** ان **تَعْبُدُوا** اگر ان کے احکام کی تعمیل کر رہے ہو **اِنَاةً تَعْبُدُوْنَ** اگر اسی کے مطیع اور اسی کے حلقہ بگوش بنے ہو **اِنَاةً تَعْبُدُوْنَ** تو اس ظاہری سجدے کو بھی جو شمس و قمر کے آگے کرتے ہو، چھوڑ دو، کہ یہ بھی کیفیتِ عبودیت کے منافی ہے۔ یہ رسم بھی خدا ہی کے آگے ادا کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ گویا خدا نے عتقل کے نزدیک ملازمت ایک آقا کی جنتا کرنا اور سلام سلام دوسرے کو کرنا ایک لایعنی سی بات ہے۔ اگرچہ ایک شخص کے ظاہر اور سجدہ کرنے اور درپردہ عابدِ خدا ہونے کے استثنائی امکان کو یہاں پر پیش ہی نہیں کیا گیا بلکہ اسکو اشارۃً تسلیم کیا گیا ہے۔

نکوع کا لفظ بھی جسکے معانی اصطلاحاً آج نماز میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بجنے کے ہیں، قرآن میں ان معنیوں میں نہیں آیا۔ اس کا قرآنی مقصود بھی اطاعت اور تعمیلِ احکامِ الہی ہے۔ سورہ مائدہ میں ہے: **اِشْهَادًا لِّمَنْ لِّلّٰهِ وَرِسُولُهُ** **وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یَقِیْمُوا الصَّلٰةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰیةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ** (۵: ۵۵) یعنی اے ایمان والو! تمہارا دوست اور مددگار تو خدا ہی ہے جو تمہیں قوت افزا احکام دے رہا ہے اور اسکا رسول (جو تمہیں راہِ رست پر لے جا رہا ہے) اور باقی ایمان والے (جو عملاً ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں) اور یہ وہ لوگ ہیں جو نماز پر قائم رہتے ہیں اور قربانی مال کرتے ہیں، اور قانونِ خدا کے آگے عملاً تسلیم خم کرتے ہیں **(وَهُمْ رَاكِعُوْنَ)** یہ آخری الفاظ تفسیر کی ضرورت کے لیے (معاذ اللہ)

وَاَعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ کہ رب العرش کی مقتدر حکومت دلوں کی ریسوں، عزائم کے رہنڈروں، اور اعمال کی شاہراہوں پر یکسر قائم ہو گئی تھی! سب عمل اُسی کے لیے وقف تھے، سب جدوجہد اُسی کی خاطر

مہم و اعتصموا باللہ کے ہی معانی ہیں کہ ہم دایم دیکھ رہے ہیں کہ سب عمل تعلق خدا سے قائم کرو۔ یعنی جس طرح کسی دنیاوی آقا سے غرضمندی اعتصام پیدا کرتی ہے اُن طرح بلکہ اس سے زیادہ اس احکام الحاکمین سے اعتصام پیدا کرو۔ اسی کیفِ عبودیت کو متن کتاب میں الحافی رنگ کے الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے۔

(تفسیر تحت اہل حق صفحہ ۱۰۷) نہیں بڑھائے، اور نہ یہ ایک ہیودہ تصور ہے جو الصلوة کے بندگی ہے اور جس میں رکوع لا محالہ شامل ہے بلکہ رکوع کے اصلی معنی بھی اطاعت احکامِ خدا ہی تھے یا کم از کم کلامِ الہی کی اصطلاح میں یہ تھے۔ رکوع، بمعنی رکن نماز بعد میں لوگوں نے وضع کیا اور زبانِ زعمام اس قدر ہوا کہ اصلی معانی مٹ گئے۔ اب انسانی لغت اُس حقیقت کو منکشف کرنے سے عاجز رہی جیسا کہ ہم نے صفحہ ۹۱-۹۲ کے تحت اہل حق میں دعویٰ کیا ہے یہی بات: وَاقِمْ الصَّلٰوةَ وَالْاٰتِیَ الْاُکُوْفَ وَالْاٰتِیَ الْاُکُوْفَ وَالْاٰتِیَ الْاُکُوْفَ (۱۲-۲۳) سے ظاہر ہے۔ یعنی الصلوة پر قائم رہو اور الکووف کو دیکھو، اور سب اہم یہ امر کہ قانونِ خدا کو تسلیم کرنے والوں کے ساتھ تم بھی تسلیمِ حق کرو۔ سورہٴ مرسلات میں مزید وضاحت کے ساتھ ہے: وَادْرِیْ اَقْبِلْ لَنُفَعَّکَ اَوْ نَنصُرَکَ اَوْ نَنصُرَکَ اَوْ نَنصُرَکَ (۴۷-۴۸-۴۹)۔ اور یہ وہ لوگ تھے کہ جب ان کو کہا جاتا ہے کہ قانونِ خدا کے آگے جھک جاؤ تو اس کی تعمیل کرنے سے کترتے ہیں۔ تو لوگو! اُس دن ان جھٹلانے والوں کے حال پر افسوس ہے! گویا رکوع تسلیم نہ کرنا تکذیبِ پیغامِ رسل ہے۔

ان تمام آیاتِ الہی سے جو قرآن سے جستہ جستہ لی گئی ہیں، ثابت ہو کہ قرآن کی لغت میں رکوع، سجود، عبادت، تسبیح وغیرہ غیر اطاعتِ خدا کے قلبی کیفیت کے مختلف مراحل اور مظاہر ہیں جس کا نتیجہ احکامِ الہی کی تعمیل ہی ہے، اس سے کتر کچھ نہیں، کوئی شخص صرف نماز کی رکعتوں کو سدا ادا کر کے یا تسبیح کے منکوں کو پیہر کر عبادتِ خدا نہیں بن سکتا، اگرچہ جو شخص فی الحقیقت اطاعت گزار ہے اُس کے لیے ان عبادات کو کیفیتِ دل اور وقتِ قلب کے ساتھ ادا کرنا اسی طرح طبعی ہے جس طرح کہ ایک غلام کا آقا کی شبانہ روز خدمت کے ساتھ ساتھ سلام کرنا، یا احبابِ الہی کے درستانِ کرنا بھی ایک لازمی فعل ہے۔ پس یہ احکامِ خدا کی شبانہ روز تعمیل کرنا ہی سچی عبادت ہی، اور اسی نقطہ نظر سے کسی کی عبادت کرنا فی الحقیقت اُس کی ملازمت اور تعبدِ خستیا کرنا ہی ہے۔ اس کے ماسوا کچھ نہیں، عبادت کے یہ معانی کلامِ الہی کے قریب قریب ہر ورق پر ثبت ہیں اور اصل کتاب میں اس کی بیسیوں مثالیں آگے چلے گی۔ سرورِ دو تین مثالیں اور پیش کر دی جاتی ہیں جسے یہ حقیقت اور بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ سورہٴ انبیاء میں ہے:

وَجَعَلْنٰهُمْ اٰمَةً لِّعٰلَمٍ وَّاٰتٰیہُمْ اٰیٰتٍ لِّیَعْلَمُوْا اَلْاٰتِیَ الْاُکُوْفَ وَالْاٰتِیَ الْاُکُوْفَ وَالْاٰتِیَ الْاُکُوْفَ (۳۱-۳۲)

اور لوگو! ہم نے انہیں برہم علیہ السلام کی اولاد کو لوگوں کا سرور اور پیشوا بنایا، وہ ان کی رہنمائی ہمارے قانون (یا حکم) سے کرتے رہے، اور ہم نے ان کی طرف سے ایک اور منہدِ جماعت کا مومن (الحجرات) کے کرنے کی وحی بھی، ان کو حکم دیا کہ الصلوة پر قائم رہیں، الکووف کو دیتے رہیں۔ اور وہ لوگ تو نماز گزار یا پند زکوٰۃ ہی نہ تھے بلکہ دنیا کے ہمارے اطاعت گزار بندے اور غلام بنے رہے (وَمَا لَکُمْ اَلَّا تَعْبُدُوْا)۔ (باقی)

کے اکثر شاہین کلامِ الہی نے اَلْاٰتِیَ الْاُکُوْفَ کے الفاظ سے جماعت نماز کا حکم مستنبط کیا ہے اور اس لحاظ سے رکوع کے معنی اسلامی نماز کے متعارف رکن کے لیے ہیں، نماز کے جماعت ادا کرنے کے وجہ ازوم کے شخص کو احکام نہیں ہو سکتا جیسا کہ آگے چلے صفحہ ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱

گیا اور اسے قرآن عابد وہ شخص ہے جسکی ہیئت کدائی ہمیشہ وہ موجود خراج ہے پیشتر بنی اسرائیل کی فرعون کے ماتحت رو کر تھی یا جو کشتہ مشرقی اقوام کی یورپ کے دست نظام سے آجکل ہے بنی اسرائیل کے مظلوم فرعون کے حملات کی تعمیر کے ضمن میں ہزاروں من تھپتھاپے ہوتے پھکڑوں میں لٹے جاتے تھے، اُن کی آنسو بھی گاڑیاں ملیں تک ٹانپ ٹانپ کر کھینچتے تھے، اُن کی بہکات کو پالکیوں میں لٹھ پھرتے تھے، اُن کے سروں چھپتے سریاں لگائے دم جو دوپلے جاتے تھے اُن کی سواریوں کے ساتھ ساتھ دوڑتے تھے، پناؤں میں شانہ روزِ سخت سازی اور جھگڑوں میں تجوہِ جسم کرنا اُن کا آبائی پیشہ تھا، چمڑے کے گندھے ہوتے کڑے اُن کے بدنوں کو لہولہاں کر دیتے تھے وہ اُن کی ضرب سے سرکوں اور چراہوں پر بے ہوش و کس گریختے۔ لیکن بادشاہت کے رعب جلال کے آئے اُن تک نہ کر سکتے تھے۔ لیکن جیتھڑوں سے چونہ رکھتے ہوئے تھے اور سکنت کے سیاہ کیے ہوئے بدن فرعون کی عبادت اور طاغوت کی غلامی، شکم شاہ اور بے گداز تعلق بشراور قہر خدا کی وہ عبرت انگیز شادائیں تھیں جو ہر صاحبِ نظر کو کپکپاتی تھیں۔ اس لقب میں صدیوں کی عادت اور رواج کے باعث اس قدر عجیب نہ لگتے تھے کہ اس قسم در قوم کی خدمت میں دن رات لگے نہ اُن کی نظروں میں عین سعادت تھا۔ فرعون مصر اُن کو بلالہ کر کچر اپنے آگے آتا نہیں رگڑا آتا تھا۔ اور نہ منہ سے رسوا اپنے آپ کو خدا کا کرتا تھا بلکہ یہی تلقین اور لقب در وہ جبری عبادت تھی جو ہر راسخ سمی سجدوں اور زبانِ دعویٰ سے بڑھ کر تھی۔ اسی کے ضمن میں حسبِ موقع ماتھے بھی رگڑے جایا کرتے تھے۔ بتائیں اور نہ شادیں بھی ہو کر تھیں جیسے نہ فرس نہیں بن جاتی تھیں، اُن کی پروردگار نہ ہوتی تھی، جان کو جو کچھ میں ڈاکٹر کا قوس کو خوش کیا جاتا تھا یہی طرزِ عمل ہمیشہ آج ہر شرف قی قوم کا

۱۰ لکھا لکھ دُن کو مہمل کا ضرے سے ہر روز کار سے کہہ اس رُخِ صوفِ فرعون کے عابد تھے کہ تمام دنیا قیوم کی خدمت میں نہ جاتے تھے سجدہ کا نہ کیا۔ اور نہیں۔

الْمُسَوَّلُ شَهِيدًا عَلَيْكَ) نے عالم ارواح کے شاہد مہر نزل پر سے نقاب الٹ کر خدا اور بندوں کے درمیان آقائی اور غلامی، حاکمی اور محکومی، حسن و عشق کے انداز پیدا کر دیئے تھے! (هُوَ مَوْلَاكَ)

۱۵ دیکھو (۷۸۱۲۲) صفحہ ۱۰۵۔ ۱۵ ایضاً صفحہ ۱۰۵۔

(تفسیر تحت اہل صفحہ ۱۰۹) شیوہ عبادت ہے، اور جس فرد یا قوم کے طریق عمل میں خدا سے زمین و آسمان کے بارے میں یہی شیوہ عبادت اور یہی انداز عشق ظاہر ہو وہ "اعْبُدُوا اللَّهَ" (۷۷: ۲۲) کے الفاظ کا صحیح مصداق ہو سکتی ہے۔ عبادت کے اسی انداز عمل کو پیش نظر رکھ کر اصل کتاب کی زیر بحث آیت (یعنی ۷۷: ۲۲) کے بعد "وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ" کے الفاظ آئے ہیں یعنی "اس رب زمین و آسمان کی خدمت اور اعلا میں وہ وہ کوششیں، وہ وہ حکم و داریاں، وہ وہ ایثار اور کلیغیں اٹھاؤ جو اتنے بڑے آقا کے شاہان شان ہوں!" عبادت کا یہی مفہوم آیہ "وَمَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ" (۱۶۰: ۱۶) میں جو صاحب نظر پر عیاں ہے۔ اب سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ اگر عبادت یہ ہے تو رکوع و سجود یعنی (الْكَفُّ وَالْإِجْتِدَادُ) (۷۷: ۲۲) کے الفاظ کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ اسکی تشریح بھی نبی اسرائیل کی عبادت کی تحولہ بالا تفصیل میں ضمنا ہو گئی ہے مگر فرما زیادہ وضاحت پیش نظر ہے۔ بغرض مندی اور احتیاج شوق انعام اور خوف سزا ہی وہ چیز ہیں جو ہر عبادت کی محرک اول ہیں۔ انہی کے ہوتے اطاعت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے، اطاعت کے ساتھ ساتھ رکوع و سجود کا پابہونا بھی لازمی امر ہے۔ جب تک کسی نعم کے انعام کی امید لگی ہے یا اسکی سزا کا خوف باقی ہو، اس کے آگے بچھتے رہنا، اس کے پاؤں پڑنا، اسکی خوشامد اور اطاعت کرنا قطعی ہے۔ یہی رکوع و سجود کا سچا کیفیت حال ہے۔ اور اسی نقطہ نظر سے رکوع و سجود اسلامی نماز کا جزو لاینفک بھی ہے۔ بیم و امید کا وجود عبادت، یعنی تعلق اور ملازمت از خود پیدا کر دیتا ہے۔ اور اسی عبادت کا ایک ادنیٰ جز رکوع و سجود ہے۔ لیکن نماز میں رسماً ہاتھ باندھ لینا یا گھٹنوں کے بل گر پڑنا نہ عبادت جو نہ رکوع۔ جب تک خوف رہا کا باقی تعلق اصلاً اس جو نہ ہو اور اگر زمین رسماً نہیں بلکہ عملاً بلکہ جبراً خدا کے آگے ٹھکیں۔ اسی کیفیت کو پیش نظر رکھ کر سورہ انبیاء میں ہے: "وَيَذَرُونَا ذُكُورًا مَّهْمًا" (۹۰: ۲۱) یعنی وہ لوگ ہمیں ہم پر جاسے بلا کر کرتے تھے اور اسی لیے ہماری درگاہ میں عاجز بن کر آتے تھے۔ "قَوْلُ أَفُلَىٰ" کے عربی کی یہی کیفیت دل ہم نے اہل کتاب میں ظاہر کی ہے (دیکھو صفحہ ۱۰۴) اور یہی ایمان کا جزو لاینفک ہے۔ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا" کے خطاب سے ظاہر ہے کتاب کے عربی دیا ہے میں نے لفظ عبادت سے جا بجا اسکی علمی مفہوم ملا دیا ہے۔

عبادت خدا کے صحیح معانی آج یہاں تک سمجھ ہو چکے ہیں کہ دنیا کا کوئی ایک مذہب بھی اس کے اصلی یا خدائی مفہوم پر عمل کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔ نہیں بلکہ جعفر کوئی مذہب قدیم تر ہے اسقدر اسکی عبادت ایک لفظی اور رسمی، بے نتیجہ اور بے معنی شے بن گئی ہے حتیٰ کہ اسکی نماز کے بقیہ آثار بھی مروت کے باعث قطعاً بے حقیقت اور مضحکہ خیز بن گئے ہیں۔ وحشی اقوام میں جکے مذہبی محسوسات متہون اقوام کے معتقدات باقیہ سے نسبتہ قدیم تر ہیں، نماز یا عبادت کا کوئی مستقل تخیل حتماً باقی نہیں رہا۔ افریقہ اور آسٹریلیا کی بعض وحشی قومیں بظاہر اس گٹھے سے مستثنیٰ نظر آتی ہیں مگر ان میں بھی نماز کا تخیل کسی مٹی کے بت کے گردا گرد ناپسندہ یا با آواز بلند نام پکارنے تک محدود ہو اگرچہ خدمت جن عبادت کے خیال سے قبروں کے اندر لگ جانا اور پانی، میوے، اور مٹیوں کے چڑھاوے چڑھانا بھی کہیں کہیں مروج ہو۔ ہندوؤں میں عبادت خدا کسی دیوی کی مورتی پر پہول چڑھانے یا خوراک اور مال کی قربانیاں کر کے ستر اور فہو نماز کا تخیل اس کے مان چھو بگڑتے صرف اشتنان کرنے، تشنگ لگانے، اٹھا ٹھیکنے، ہاتھ جوڑنے اور مندروں کے اندر گھنٹے بجانے تک گیا ہے۔ ہندو مذہب جسکی عبادت اور صلہ کے تخیل میں آج کوئی مابہ الامتیاز قائم نہیں رہا اور جو کسی زمانے میں آریمت کی ماسلح کے لیے آیا تھا، اسی انقلاب کا شکار ہو چکا ہے۔ اسکی نماز آج صرف ایک چرخ کے گھمانے پر ختم ہے! جعفر چکر چرخ کو دیتے جاتے ہیں اسقدر زیادہ موثر یا بہتر نماز ہو جاتی ہے جتنی کہ بڑے بڑے ہیکلوں میں اس چرخ عظیم کو گھمانے کے لیے آبی کلیں اور پرن چکیاں استعمال ہوتی ہیں! خود عرب اور انالی تکہ کا قدیم

دلوں میں ارادت کے اُسی کارکن جوش کی خوش آئند غلش، اور سینوں میں تعلق کے اُسی غرضمند شوق کی دل آویز لگن راکرتی تھی۔ مومنوں کے توجہ طلب اور رشک آشنا قلوب میں، شاپہرستی کی

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۱۱۰) ابراہیمی مذہب خدائے ذوالجلال کی علی عہودیت اور اس کے احکام کی مفسر و شانہ اطاعت سے ہٹتے ہٹتے اس قدر لغو اور بے معنی شے بن گیا تھا کہ خانہ کعبہ کی نماز صرف سیٹیاں اور تالیاں بجانا ہو گئی تھی۔ سورہ انفال میں وَمَا كَانُوا عِنْدَ الْقِبْلَةِ لَكُمْ مَكَاةً وَتَصَدُّقًا لِّقَوْلِ الْعَبَاكِ ابِهَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ (۳۵: ۸) کا اشارہ اسی لابیٰ نماز کی طرف ہے اور بصراحت تمام کہ وہ یہاں نماز کی ابراہیمی کیفیت کو نسخ کر دینا کفر اور ہلاکت کے مترادف تھا۔ یہود و نصاریٰ کے مذہبی حلقوں میں عبادت اور نماز اصلاً اور عللاً ایک ہی شے سمجھی جاتی ہیں، اور زیادہ تر گیت گانے، ارغنون بجانے، یا حد سے حدر عظم سننے اور تسبیح پہرے، یا نذرانہ و انجیل کے ترجموں کی رواں تلاوت کرنے پر مشتمل ہیں۔ اگرچہ عبادت یعنی خدمت خدا کا اظہار ہیکلوں اور کلیساؤں میں خوشبودار چیزیں جلاکار، شمعوں کی قربانگاہ کے گرد گردش کر کے، یا استغفوں کی مقرر کردہ رسوم کو بصحت تمام ادا کر کے کر دیا جاتا ہے اسلام کے اندر اگرچہ نماز کی ظاہری شکل و صورت میں اس کے جدید ترین مذہب ہونے کے باعث (فرقہ بند لوگوں کے جزوی اختلاف سے قطع نظر) قابل ذکر تبدیلی پیدا نہیں ہوئی مگر اس کے مقاصد و اغراض اس قدر نسبتاً منہضاً ہو چکے ہیں کہ الصلوٰۃ اب صرف ایک رسمی اٹھک بیٹھک کا نام رہ گیا ہے جو ہر نماز گزار کو تہا صحت اور التزام سے ادا کر دینا ہے اور سب کو خدمت خدا کا جزو عظیم شمار کرتا ہے۔ گویا جہاں خدمت نفس اور عبادت حکام، تعلق اولاد اور تعبد مال باہ میں دن رات ایک کر دیئے جاتے ہیں وہاں خدمت خدا کے لیے ہی دو ایک سحر سے کر دینا کا عظیم اہم بارگراں، بن چکا ہے جو عجم و رجا کا تکلف دلوں سے محو ہو کر خدا پر احسان امتنان کی صورت پیدا کر گیا ہے۔ ارضی حاکموں اور نفسانی تیوں کی عملی عبادت و گواہ خدا میں شیعہ کو حتمت نامہ بدخل کر چکی ہے، اور اسی لیے یہ نیچو قہر بیکار طبقہ بڑی محسوس ہو رہی ہے۔ لیکن جب خوف کے سختی، اور درجہ کے سزاوار ارضی خدا بن چکے ہوں تو رب زمین و آسمان سے استعانت کی ضرورت کیوں باقی رہے اور تپا خشرع و خضوع کیونکر پیدا ہوا سو فہرہ میں دَاَسْتَعِيْنُوْا بِالْصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاتَّقُوا لِكَيْ تَكُوْنُوْا عَلٰى الْخٰشِعِيْنَ (۲۵: ۱۲)

اور لوگو! اپنی مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کرنے کے لیے استقلال سے طلب عانت کیا کرو اور ساتھ ساتھ نماز میں کھڑے ہو کر خدا کے حضور میں بھی گڑگڑو کہ اصلی حلال مشکلات اور سبب الاسباب ہی ہے اور یہ نماز تو ان لوگوں کے سوا جن کا تمام تعلق ہم سے وابستہ ہو چکا ہے (الخاشعین) جن کا سبب ہم و جاہم ہی سے ہے (الخاشعین) دیکھو آیت (۹۰: ۱۲) جو اوپر گزری چکی ہے جو ہم ہی کو منعم اور ہم ہی کو مذل قرار دیتے ہیں اور اسی لیے ہمارے ہی آگے عاجزیاں کرتے ہیں (الخاشعین)، باقی سب کے نزدیک ایک بیگاری بیگار ہے!

اسلامی مذہبی حلقوں میں نماز اب صرف الفاظ کو صحت اور خوش الحانی سے دہرانے کا نام رہ گیا ہے، مطالب سے کوئی غرض یا بحث باقی نہیں رہی، پیش امام کی ساری توجہ اسی میں ہے کہ قرأت درست ہو، صفیں سیدھی ہوں، ارکان صحیح طور پر ادا ہوں، قرآن کا کوئی کجرا حسب حال یا نا حسب حال ہر قسم میں چلا دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ مقتدی کا کشمکش تمام بھی انہی سطحی باتوں میں صرف ہوتا ہے۔ اسی لیے نماز کے ادا کرنے میں ایک تکلف اور آلودہ پیدا ہو گئی ہے جو اسکی اصلی غایت بلکہ صورت کو بھی آہستہ آہستہ مسخ کر رہی ہے۔ اور کچھ عجب نہیں کہ آئندہ ہزاروں ہزار برس بلکہ اس سے بھی کم مدت میں اسلامی نماز اہل چین کے چرخ کی مانند مضحکہ انگیز نہ بن جائے۔ اور جس طرح آج کسی سے قرآن اور روئے دین کو کر یا بالوساطت روضہ رکھو اگر ثواب حاصل کرنا مرسوم ہو گیا ہے، طحی سح رفتہ رفتہ نماز کو ادا کرنے والے پیشہ ور صاحب بھی مقرر ہو جائیں جو آج کے خیال سے، اسکو کٹختی بنیستی تر کرے جلد جلد ادا کرنے کی کوئی آسان سہیل نکال لیں۔ اب بھی موسیقی عنصر اور نظریاتی، اسلوب نماز میں قدر نمایاں ہو چکا ہے کہ جہاں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ دنیاوی حاکم کے دربارہ جاکر دم خشک ہو جاتا ہے، ملاقات سے پہلے ہونٹوں پر پشپشیاں جم جاتی ہیں، بدن میں کپکپیاں اور چہروں پر زردی چھا جاتی ہے، اور فطر عجب مارے منہ سے الفاظ تک نہیں نکلتے، وہاں مالک میں آسمان

نگاہوں کی غلط اندازیاں، اور لب جان بخش کے بستم کی غیر نوازیاں خلجان عظیم پیدا کر دیتی تھیں! وہ خدا کی دامن درازی کے بالمقابل اپنے دست نارسا کو دیکھ کر اور بھی سخی و غل کر تے اور انتخاب خدا کا

(بقیہ تحت اہم صفحہ ۱۱۱) اور خالق شمس و قمر کے حضور میں جا کر ترمیم پیدا ہو جاتا ہے! پروانک نہیں رہتی کہ کس کی جانب میں کھڑے ہیں، کیا مانگ رہے ہیں، کیوں مانگ رہے ہیں، کیوں گھٹنوں کے بل گر رہے ہیں، کیوں سجدے کر رہے ہیں، کیوں ٹھوڑیاں گر رہے ہیں۔ پیش امام کا سارا روبرو نہیں صرف ہوتا ہے کہ نماز بلند سے بلند آواز میں ادا ہو، مقتدی سب کے سب اس کے ترمیم کو سن سکیں اور سجدے سے بے اختیار واہ و واہ کرتے نکل جائیں۔ سورۃ نبی امیر میں ایک الہی ارشاد ہے جو بجا ہے خود اس امر کی دلیل ہے کہ آجکل کی ترمیم والی نماز قرون اولیٰ کی نماز نہیں ہے۔

قُلْ ادْعُوا اللّٰهَ اَوْ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْنَ فَكُلٌّ مِنَ الْاَلْحَمْدِ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ الَّذِي لَا يَلْبَسُ ثِيَابًا وَ لَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ بَارِئٌ كُلِّ شَيْءٍ سَيِّدٌ

ذٰلِكَ سَيِّدٌ (۱۱۰، ۱۱۱)

اے محمد! ان مجاز میں نہ کہہ دو کہ خدا کو اللہ کہہ کر گزراؤ یا الرحمن کہہ کر بلبلانا ہو جن نام سے بھی پکارو گے تو اسے سناں مچے گا۔ اسے (مقصود صرف کیف دل ہے، باطنی عرف ہے، اس کی جانب میں بھی عاجزی ہے، دل کو بلا دینے والا خشوع و خضوع ہے، اور پراس خشوع و خضوع کے بعد باقی اوقات میں کیف طاعت ہے) اس کے لئے نام کی کوئی تخصیص نہیں اور نہ نام لے کر پکارنے سے تمہارے دل کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ ہاں البتہ اپنی نماز میں ان ظاہری ادب ضروریوں کو کہہ کر اسکو چلا کر مت پڑھو اور بالکل چپکے ہو کر پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ ان دونوں کے بیچ بیچ ایک متوسط طریقہ اختیار کر لو جس سے تم کس کے حضور میں کھڑے ہو، اور وہ کتنا بڑا بادشاہ ہے۔ یہ ظاہری ادب بھی کیف ل پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اگرچہ خدا سب باتوں سے بے نیاز ہے۔

نماز کے موجودہ رنگ سے صرف نظر کر کے اگر گرد سہری مرسوم عبادات کی کتنی و ماہیت کی طرف نظر دوڑائی جائے تو لامحالہ کہنا پڑتا ہے کہ انکی غرض غایت میں بھی مردت کے باعث بے انتہا تصرف ہو چکا ہے۔ صوم، زکوٰۃ، حج وغیرہ وغیرہ سب کے سب معنادار چکے ہیں۔ تسبیح کا تخیل مسلمانوں نے قطعاً نصرا نیوں اور یہودی راہبوں سے لیا ہے۔ اگرچہ تسبیح ہندوؤں اور بدھ کے معتقدوں میں بھی مدت مدید سے جاری ہے۔ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تمام عمر تسبیح کا استعمال کائیۃ نہیں کیا، اور اگرچہ عبادت خدا کا یہ مضحکہ انگیز متبادر اپنے ضرور کہیں کہیں دیکھا ہو گا مگر اس کے ہتھمال کے متعلق آپ کے ارشاد کا ایک حرف کہیں موجود نہیں۔ اسوۂ حسنہ پر چلنے والے مسلمانوں نے آج زہر و انفاق کا تمام ساز و سامان اپنی چار گروہ دھاگے کے اندر دیکھ لیا ہے، اور اس خدا کے عظیم کے پکپکادینے والے اسما کو ہر ادھر کر کے نتیجہ اور بے اثر کر دینا اس قدر آسان سمجھ لیا ہے کہ ہر کسناکس اسکو ہاتھ میں لے کر مسلمان ہونے کی سند حاصل کر لیتا ہے اگرچہ درپردہ وہ قوم کی بیخ کنی کے منصوبے سے بیخ کن کر امت کو تباہی کے کنارے پر لگا رہا ہو۔ مگر یہ نازک موضوع اس قابل نہیں کہ کتاب کے ابتدائی حصے میں اس کے الزوا علیہ پر مدلل بحث کی جاسکے۔

محول بالا بحث و تجویز سے کم از کم یہ ظاہر ہے کہ اسلام میں عبادت کے معانی احکام خدا کی پیروی و تعمیل کرنا ہی ہے کوئی انسان کی بنائی ہوئی انت اسکے صحیح مفہوم کو ختم ادا نہیں کر سکتی۔ اور بطور کسی آفاقی ملازمت میں وقت کی تخصیص نہیں ہوتی اس طرح عبادت بھی وقت سے ختم بے نیاز ہے۔ الصلۃ صرف ایک پنجوقتہ حاضری اور سلام سلام ہے جو ہر وفادار اور حکمران مسلم اور مطیع غلام کے لئے روزانہ خدمت کے بعد ضروری ہے لیکن سجا خود عبادت نہیں۔ اسی لئے قرآن میں بار بار صلۃ کے لفظ کو عبادت علمیہ کر دیا ہے۔ اور اسی تعبد کا اقرار نماز میں تھ باندھ کر ہوتا ہے: اِنَّكَ تَعْبُدُ رَبَّكَ تَعْبُدُہٗ یعنی اے خدا! ہم تیرے ہی غلام نہیں گے۔ امد تعبد ہی سے مشکلات میں مدد مانگیں گے۔ "وَرَبُّكَ عَبْدٌ" کے معانی تم تیری ہی نماز پڑھتے ہو۔ "اے نبی! بے معنی ہے کیونکہ نماز تو کسی کی پڑھی جا رہی ہے ہر اس کا اقرار نوسہ ہے۔ خدا کی خدمت صرف یہی ہے کہ اس کے بتائے ہوئے احکام ماننے جائیں۔ اس سے زیادہ یا کم کچھ نہیں۔ آگے چل کر اصل کتاب میں بتایا جائیگا کہ یہ فرماں برداری بھی انسان کے اپنے ہی فسخ کے لئے ہے، خدا اس مدت سے قطعاً بے نیاز ہے۔ گویا یہ خدمت بھی عجب خدمت ہے جو غلام کی اپنی ہی بہتری کے لئے ہے۔

(باقی)

حق ادا کرنے میں کچھ کسر اٹھانہ رکھتے، (هُوَ لَجَبَلُكُمْ) تسلیم اُن کا واحد شیوہ عمل، اور اطاعت اُن کا اہم طریقہ کار تھا، (هُوَ مَنَّكُمْ الْمَسَلِينَ) بڑی سے بڑی مصیبت اور مشکل سے مشکل خدمت اُن کے چہرے پر ملال اور ماتھوں پر ہل نہ آنے دیتی (وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ)۔ منعم بے مثال کے یہ خوشدل مزدور، اور ملت ابراہیم کے یہ سچے پیرو، اپنی بہتری اور فلاح کی خاطر پسندیدہ خدا کاموں کی طرف لپک لپک کر پونچتے اور ایک عالم کو خوش مرزا کر دیتے، (وَأَفْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ)؛ خدائے بے نیازی جناب میں اُنکے رکوع و سجود کسی غمزدہ اور بے نوا انسان کی نگاہ عاطفت کی پیہم دُعا، اور بے محابا کرم کے سوا بن بن کر ظاہر ہوتے تھے نمازوں اور عاؤں میں اُنکے قحے اور قعدے ہول جاہ اور عجب جلال کی مضبوط حرکات، اور عجب بے بسی کے ترخم انگیز اور اضطرابی اعمال بن گئے تھے! بارگاہِ خدا میں اُنکا دست

۱۰۵ ص ۲۲ (۷۸: ۲۲) صفحہ ۱۰۵۔ ۱۰۵ ص ۲۲ (۷۸: ۲۲) صفحہ ۱۰۵۔ ۱۰۵ ص ۲۲ (۷۸: ۲۲) صفحہ ۱۰۵۔

(تجوید تحت ۱۱۲) عبادت کا یہ اصل انتہائی مفہوم سر کے مشہور لفظ سیوا (خدمت) اور انگریزی کی کلیسانی اصطلاح سروس (ملازمت) سے ظاہر ہو گیا۔ آج کوئی شخص انکو ان معانی میں نہیں لیتا۔

متذکرہ صدر بحث و تحقیق سے بہرہ نوع یہ ظاہر ہے کہ اذکذا، اور انجند ذل، اور انجند ذل، کے الفاظ قرآن حکیم میں اپنے اصلی معانی استعمال ہوئے ہیں، ان سے مقصود خدا کی ملازمت، عیب نہ انہی معنوں میں خستیا کرنا ہے جن معنوں میں کئی نبیادی حاکم کا تعبد خستیا کرنا جاتا ہے، اسی سلام سلام اور بچو تہ نماز اس ملازمت کا صرف ایک جزو خفیف ہو۔ اس طاکری کا حصہ عظمیٰ عمل ہو، اطاعت احکامِ خدا ہے، تسلیم و انقیاد ہے، جاکر اُنکے فی اللہ حق چھاد رہا ہے۔ اس کے سوا ختم کچھ نہیں۔ جو سطحی خلاف عبادت کے صحیح مفہوم پر انسان کی سہل پسندی اور کاجوری کے باعث لپک گیا ہے خود لوگوں نے ڈال ہے، قرآن کے محفوظ اور ناقابل بدل کلام کو اس سے کچھ سلاہیں عبارت کے معانی خود کلام کے اندر وجود مصنوں میں کوئی لغت انکو ابلا بادتک بدل نہیں سکتی قرآن میں جہاں عبادت کا لفظ دلف ہوا ہو اسکی آئی غرض ناست یہی جیسا کہ تیدہ اور لقی میں ظاہر ہو گا۔ اگرچہ شارحین قرآن نے عام طور پر اس غور طلب فقرے کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ خدائے مسلمانوں پر دین کے بارے میں کوئی نئی رو نہیں لکھی اور اپنے حسب مطلب سانی پیدا کر کے مسلمانوں کیلئے (اور سب سے پہلے اپنے نفس کیلئے) اسی عمل سے گریز کرنا کی ایک عمدہ دلیل بحال لی ہے لیکن اگر ذرا تاثر سے کام لیا جائے تو ان الفاظ کے یہ معانی ہرگز نہیں ہو سکتے۔ خود انہی آیات (یعنی ۷۷: ۱۲۲-۷۷: ۱۲۳) اور ان کے جوگے چلکر پیش کردہ بانیگی ظاہر ہے کہ ایمان کی شرط خدا کی راہ میں سخت سے سخت مصائب کا سنا کرنا ہی ہے۔ یہ بات دجاہد ذل فی اللہ حق چھاد رہا ہے (۷۷: ۱۲۲) سے ظاہر ہے۔ یہ خدا کی ایک بکرہ سکتا ہو کہ تمہارے لئے دین اسلام میں ہم نے کوئی ذرا سی بھی نہیں رکھی حالانکہ ایمان کی شرط و جد یہ کہ انکی راہ میں جان تک دینے ذکر و عمل تمام خطایاں اہل عرب کی طرف سے جو پیش کے رٹنے پر اپنی انتہائی سعی و عمل سے "لَمْ يَكُنْ لَكَ عَلَى النَّاسِ" بن چکے تھے، اور انہی کارکن کو کوئی بابت خدائے نرانا ہو کہ تم ہی جمع معنوں میں مسلم ہو، تم ہی خدا کو در حقیقت خدا تسلیم کرتے ہو، تم ہی ابراہیم کے سچے پیرو ہو، تم ہی میری منتخب امت ہو، اور تم ہی خدا کے وہ سچے غلام ہو کہ خدا کا شکل سے شکل اور صبر و دامت صبر اور حکم کو تنگ نہیں کرتا، تم ہی ہر مستقل مزاج اور تکلیف جزار، وہ اولوالعزم اور صابر لوگ ہو کہ خدا کی کوئی خدمت بھی تمہارے ماتھوں پر نہیں پڑے دیتی اعلیٰ کا کلمہ اور ان آیات میں جہاں جہاں لفظ کلمہ ہے ان سب پر مذہب و دین سے خطاب صرف قروں لوئی کے مسلمانوں کی طرف ہو یا ان کی طرف جو ان جیسے کارکن ہیں۔ انہی کے لئے خدائے موعود اور ختم النبی بھی ہے نہ آج کل کے برائے نام مسلمانوں کا جن کو دزدانک سزا نہیں دے رہا ہے!

قیام کسی نیازمند دل کے طبعی اضطراب کی سکوت افرا دھڑک، اور غرضمند انسان کی بے تابی دل کی ادب آموزد یک بن بن کر ظاہر ہوتا تھا رِکَايَةُ الَّذِينَ آمَنُوا لَزُكْوًا وَاسْتِجْدًا۔ اُن کا ایمان ان کے اعمال کا صحیح عکس اور اُن کے سجدے ان کی اطاعت کی صحیح تصویر تھے! خداوندِ عالم کی یہی وہ سچی عبادت اور وہ ناقابل انکار شہادت تھی جسے ایک اقل قلیل مدت میں اہل عسرب کو روئے زمین کی اُتھوں کا مرکز بنا دیا تھا! (۲: ۱۴۳)۔ عشق و عمل کے اسی نقطہ وحید سے خدائے واحد کی محبت کے آتش افشاں فوارے، اور نورِ ایمان کے آسمان سیر شعلے پھوٹ پھوٹ کر اناف عالم میں پھیل گئے تھے! یہی ہرگز نہ اور منتخب اُمت تھی جس کے دعوئے محبت کو آزمائیکے لیے شاہد امتحان طلبے قوم کے ہر فرد پر چما دیا تسفیف فرض کر کے مدعی ایمان کی جان کو عشق خدا کے سببا کا نہ جرم کا خون بہا تجویز کیا تھا، اور پھر وہ اس علم کو اور نعم لم یزل کی حیرت انگیز حیلہ جوئی اور حکمت آمیز بہانہ طلبی تھی جو اس سرسروشادہ تنہور کے انعام میں مومنوں کو ہر موقع پر عطا فرما کر چند برسوں کے اندر ہی اندر روئے زمین کے بڑے سے بڑے ہتھے کی بادشاہت بخش دی تھی! (فَتَنِمُ الْمُؤْمِنُ وَيَغْفِرُ النَّصِيحَةُ)

بہ تمنائے تو ترک و وہاں کر دولی

مہربانی تو ہم درخور آں می بایست

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ حَيْثُ مَا كَانُوا فَمَا لَهُمْ
الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا اللَّهُمَّ غُفْرَةً وَرِزْقًا كَرِيمًا (۴۱: ۷)

۱۵ دیکھو (۷۷: ۱۲) صفحہ ۱۰۵ ۱۵ دیکھو صفحہ ۱۰۵ ۱۵ دیکھو (۷۸: ۲۲) صفحہ ۱۰۵

۱۰۰ "الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا" کی شرائط جو اس آیت شریفہ میں بیان کی گئی ہیں نہایت غور طلب ہیں۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا کے متابعہ ہجرت اور جہاد اور نصرت باہمی کی شرائط پیش کر دینے کا مطلب یہی ہے کہ ایمان کا منہ سے اقرار کر لینا محض کچھ شے نہیں جیتک کہ اس بانی اقرار کی تصدیق عمل سے نہ ہو۔ چنانچہ سورہ عنکبوت کے شروع میں ہی تاکید ہے (یکسر ہی بات آیہ ۱۵: ۳۹) سے ظاہر ہے جو صفحہ ۱۱۵ کے متن میں ہے:

أَحِبُّبَا النَّاسَ أَنْ يَتَزَكُوا أَنْ يَتَزَكُوا أَنْ يَتَزَكُوا وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ (۱۰۰)

کیا لوگوں نے اپنے دل میں یہ سمجھ رکھا ہے کہ زبان سے صرف اتنا کہنے پر جہت جائیگے کہ ایمان لے آئے اور اُن کا اسمان نہ لیا جائیگا۔ حالانکہ انکو اس بات کا خوب علم جو کہ ہم نے اُن لوگوں کی آزمائش ہی ازیں سے عمل کی تھی جو بن سے پہلے ہو گئے ہیں۔ تو یاد رکھو کہ خدا ان لوگوں کو ضرور معلوم کرے کہ یہ کیا جو اپنے یقین کی ہرگز عمل تصدیق کرنے والے ہیں (الَّذِينَ صَدَقُوا) اور ان کا بھی پول کھول دیا جو نہ سے بکواس کرتے ہیں اور دل سے جھٹلاتے ہیں (الَّذِينَ كَذَبُوا)۔ صدق اُن کیلئے دیکھو ۱۰۰

اور جن لوگوں نے خدا کو مولا مان کر اسکا آواز بلند کرنے کی خاطر ہجرت وطن خست یاسکی، اور اُس کی راہ میں دشمنوں سے لڑے، اور جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو پناہ دی، اور حصول مقصد میں اُن کی حتی الامکان مدد کی، تو یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں! ان کے لیے میرے ہاں سے انکی تقصیروں اور گزشتہ زمانہ کیوں پر پردہ پوشی ہے، اور علاوہ ازیں بالآخر عزت و آبرو کی روزی۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ كَمَلَتْ لَهُمْ قُلُوبُهُمْ وَجَاهَدُوا وَأَبَوا هَؤُلَاءِ
وَأَنفُسَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصُّدُقُونَ ۝ (۱۵:۴۹)

سچے ایمان والے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے خدا کو فی الحقیقت اپنا آقا سمجھا (آمَنُوا بِاللَّهِ) اور رسول کو صدق دل سے اُسکا بیجا ہوا پیغام بر جانا، اور ہر سچے بعد خدا کی آقا فی اور رسول کی صداقت میں کسی طرح کا شک شبہ نہ کیا۔ اور اس سببی ایمان کی تائید میں اپنے جان مال سے خدا کا بول بالا کرنے کی خاطر دشمنوں سے لڑے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے یقین کی بذریعہ عمل تصدیق کرنے والے، اور اپنے ایمان کو سچ کر دکھانے والے ہیں۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَلَجُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَكْثَرُ
دَرَجَةٍ عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَالِيُونَ ۝ يُكَبِّرُهُمْ فِي هَؤُلَاءِ مِنَّا وَرِضْوَانًا وَجَنَّةٍ
لَّهُمْ فِيهَا نَجَعِيهِمْ مَّقِيمُونَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ (۲۲:۱۹-۲۰)

۱۔ جنت کا ترجمہ ہم نے باغات اور سرسبز زمینیں کر دیا ہے۔ یہاں اس بحث کو طوں یا مناسب نہیں۔ قرآن حکیم میں جنت اور الجنتہ، مختلف اصطلاحیں ہیں جنکا مفہوم بھی للہ تعالیٰ مختلف ہونا چاہیے۔ جنت اور الجنتہ، میں فرق، اور اول الذکر کا قرآنی مفہوم میسری مجاہدین عیاں کر دیا جائیگا۔ اگرچہ الجنتہ کی حقیقت پر بحث چہنی مجاہد سے پہلے متکل نہ ہو سکے گی۔ یہاں صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ قرآن کریم میں جنت، کا لفظ کسی قول پر بصراحت تمام زمینی باغات کے لیے استعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورہ مدینہ ۲۵: "وَفِي الْأَرْضِ قُطُوفٌ مُّتَجَوِّزَاتٌ وَجَنَّتٌ مِنْ أَعْنَابٍ وَنَخِيلٌ مُّجْتَمِعُونَ" (۲۲:۱۳)۔ اور زمین میں پاس پاس کئی قطعے ہوتے ہیں اور انگور کے باغات اور کھیتی اور کجور کے درخت۔ "سورہ یس میں ہے: وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَأَنبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَشَجَرٍ النَّخِيلِ ۝ (۹:۵۰)۔ اور ہم نے ہی آسمان سے برکت دینے والا مینہ اتارا پھر اُسکے ذریعے سے باغ اگائے اور کھیتی کا اناج۔" سورہ مومنوں میں پھر اسی مار مبارک کے بارے میں ہے: فَأَنشَأْنَا لَكُم بِهِ جَنَّاتٍ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ (۲۳:۱۹) یعنی ہم نے اس پانی کے ذریعے سے تمہارے لیے کجور اور انگور کے باغ اگائے۔ "سورہ یس میں علیٰ ہر القیاس یہی مضمون ہے: وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّتٍ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مَاءَ الْعَيْنِ ۝ (۲۴:۳۶)۔ اور ہم نے اس زمین میں کجور اور انگور کے باغات پیدا کیے اور اُس میں پانی کے چشمے بہائے۔" سورہ النعام میں ہے: وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوضَاتٍ وَغَايَرَ مَعْرُوضَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّيْتُونَ (۱۱۳:۶)۔ اور وہی ہے مطلق تو ہے جس نے باغ پیدا کیے۔ جن میں سے بعض کی ہڈیں مٹھڑے چڑھتی ہیں اور بعض سطح زمین پر بیگتی مٹی ہیں اور کجور کے درخت اور کھیتی۔ اسی سورہ میں ہے: وَجَنَّتْ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالنَّيْنُونَ وَالزَّيْتُونَ (۱۰۰:۶)۔ اور انگور اور زیتون اور ان کے باغات۔

ان مثالوں کے علاوہ جن سے جنت، کا زمینی باغات ہونا ظہر من الشمس ہے قرآن میں ایک اور قطع کی مثالیں موجود ہیں جسے جنت کا

کی وہ عملی تثبیت، یقین رب کا وہ عملی ثبوت، اور عبودیت کی وہ ناقابل انکار تصدیق ہوتی تھی جس سے بڑھ کر کم نوا اور سرور مایہ انسان کے پاس کوئی تصدیق نہیں، کوئی ثبوت ممکن نہیں: (اُولَٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ)۔ یہی وہ قربانیاں تھیں جو اس حاکم اعلیٰ کی ملازمت میں کر دینا سچی ارادت، سچے تعبد اور سچے ایمان کی قطعی دلیل تھیں: وَالَّذِينَ آمَنُوا أَكْثَرُ حُبًّا لِلّٰهِ (۱۶۵:۱۲)۔ یہی عبادت کا صحیح مفہوم، بلکہ رکوع و سجود کی صحیح منطق تھی۔ خدا کی بندگی یہی تھی کہ کسی مستر اور کمتر خواجہ کی غلامی نہ ہو، اسکی محبت کے بالمقابل کسی شے کو ترجیح نہ ہو، وطن کا غم نہ ہو، اولاد کی عبادت نہ ہو، مال کی غلامی نہ ہو، نفس کا تعبد اور جان کی پروا نہ ہو، نمازیں سچی شان اطاعت، اور اعمال میں رنگ سجود کا ظہور ہو۔ یہی شدت محبت اور غلبہ عشق قرن اول کا اسل ایمان تھا، اور یہی ہر دنیاوی حاکم کی عبادت کا صحیح پیش نہاد آج بھی ہے۔ اسی سبیل خدا، اور ایمان کے صلے میں مغفرت تھی، رزق کریم تھا (۷۴: ۷) رحمت کی نوید امن اور رضائے رب العرش کی بشارت تھی، جنت تھی، قائم اور دائم نعمتیں تھیں، اجر عظیم تھا، فوز جلیل تھا، (اُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ)۔ خدائے بے نیاز کی خدائی پر سچا ایمان، اور رضائے احکم الحاکمین کا سچا عشق آجکل کے لفظی اور ظہری، سطحی اور ناکارہ ایمان کی غیر مانند کسی بے روح وبے حقیقت اقرار باللسان یا کسی بے نتیجہ اور غیر مری تصدیق بالقلب سے ہی کس طرح رو بر ہو سکتا تھا، اس سے عمدہ برا ہو نیکیے لیے سعی و عمل کی مستقل خلش، رنج و محن کی صبر گسل ابتلا، تکلیف مصائب کی پیہم برداشت، اور ظلال سیوف کی عمل پرور آزمائش لازم تھی: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰی تَعْلَمَ الْوَسْطِيَّةَ مِنْ بَيْنِ

طہ و کیمہ (۱۵: ۴۹) صفحہ ۱۱۵ اور جن لوگوں نے خدا کو حاکم اعلیٰ مان لیا اُن کی محبت اور ارادت خدا سے بہت شدید ہے۔ اور سب اسوائے پاؤں سے (گو یا ایمان کا شرط یہ ہے کہ سب گمراہ خلق خدا سے ہو۔ سب زیادہ ملازمت اسی کی ہو، اسی کے حکموں کی اطاعت ہو وغیرہ) صفحہ ۱۱۵
 ۱. صادق کا لفظ بالاسلام قرآن کریم میں اس شخص کے لیے استعمال ہوا ہے جو اپنے قول و ایمان کو فعل و عمل سے سچ کر دکھائے۔ آجکل صادق کے معانی میں کچھ تحریف واقع ہو چکی ہے، اور معمولی سچ بولنے والے کو بھی صادق ہی کہتے ہیں۔ صدیق مبالغے کا صیغہ ہے اور یہ لقب حضرت ابو بکرؓ کو لایا اسی بنا پر ملا تا کہ وہ اپنے قول و عمل سے سچ کر دکھاتے تھے۔ صبیحۃ کی اصطلاح کا قربانی ماں کے معنوں میں ہونیک ہی یہی وجہ ہے کہ مال کا ایثار و عطی کے معاون اور توثیق دہنے کی تصدیق ہے۔ مصدق، یعنی صادق ہی قرآن کریم میں کئی جگہ آیا ہے۔ صادق یا مصدق کی ضد کاذب یا مکتذب ہے۔ جس کا ذکر صفحہ ۱۱۴ کے تحت آیت (۳: ۲۹) کے اندر آچکا ہے اور وقتاً فوقتاً آگے چل کر آئے گا۔ اُولَٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُونَ کے معانی صفحہ ۱۱۵ پر ہم نے اسی بنا پر کیے ہیں۔

مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ وَنُقْبِلُوا إِلَيْكُمْ (۳۱: ۳۰) رب زمین و آسمان کی عبادت کا اذہا کسی رسمی اور دور کعتی نماز یا پنجوقت رکوع و سجد کی مقابلہ آسان، بے اثر اور بے ضرر مشق کر لینے سے ہی کیونکر قابل تسلیم ہو سکتا تھا اسکی صداقتان تکمیل کے لیے ہر آن اور ہر وقت اطاعت کا رنگ لازمی تھا، تسلیم کے اعمال، اور تبت کی شان چاہئے تھی، ماسو کا جھوٹا لہدی تھا، نفس پر کامل حکم اور غیر پر کامل قدرت ناگزیر تھی۔ گویا سب کا انکار اور ایک استرا سے سرکشی اور ایک کی ماتحتی ضروری تھی! عالم آرائے کون و مکان اور وجہ طراز زمین و آسمان کی عبودیت بے ریا محبت اور وہ بے لاگ خدمت تھی جس میں غیر سے تعلق اور ماسو کی اطاعت کو حتماً دخل نہ تھا۔ اسی عالم آرا اصول پر تکوین عالم کی اساس قائم تھی، اسی پر کون و فساد کا سب انحصار تھا، اسی پر چل کر رزق کریم تھا، اسی سے ہٹ کر عذاب الیم تھا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۚ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ ذَرْعٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطِيعُونِ (۵۱: ۵۷-۵۸)۔ اس تمام ہسنگامہ کائنات کی وجہ بنایم تھی کہ زمین و آسمان کی سب کہ وہ مخلوق

۱۔ اور اسے سنانو! ہم تمہارے ایمان کو ضرور آزا کر دیں گے، یہاں تک کہ تم میں سے جو لوگ ہماری حمایت میں دشمنوں سے لڑنے والے اور مصائب کو برداشت کرنے والے ہیں ان کو ہم اچھی طرح معلوم کر لیں اور تاکہ تمہاری اہلی اور اندہ دنی حالت کو جانچ لیں۔ ۲۔ اور اسے لوگو! ہم نے اس کائنات فطرت کے جن و انس کو صرف اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ وہ ماسو سے قطع نظر کر کے ہمارے ہی چاکر، اور ہمارے ہی حکمران بنے رہیں۔ ہم ان سے کچھ روزی کے تو خواہاں نہیں ہیں اور نہ اس کے کہ ہم کو کہلاتے ہیں۔

۳۔ یہاں عیاں ہے کہ صبر کے معنی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کے نہیں جیسا کہ عافیت پسند آنت نے لے لیے ہیں، بلکہ مصائب و حوادث کا استقلال اور غم سے مقابلہ کر کے اپنے سرخ پانا ہے۔

۴۔ یہاں ظاہر ہے کہ عبادت کے معانی وہ نہیں ہوسکتے جو لوگوں نے بنائے ہیں۔ خدا نے زمین و آسمان معاذ اللہ اس بات کا محتاج نہیں کہ لوگ کسی نماز پر بیٹے اور خوشامد کرتے ہیں۔ بلکہ مقصود تعمیل احکام ہی ہے۔ یہی دنیا کا ہر حاکم اپنی رعیت سے چاہتا ہے، اگرچہ زمین و آسمان کا مالک اس صورت اختیار سے بھی بے نیاز ہے۔ اور جیسا آگے چل کر ثابت ہوگا، انسان سے تعمیل احکام کی آرزو کرنا کچھ خواہش اختیار کے باعث نہیں بلکہ انسان کی اپنی ہی بہتری کیلئے ہے۔ اس نقطہ نظر سے آیہ وَمَا خَلَقْتُكُمْ مِّنْ غَيْرِ أَنْ تَعْبُدُونِي ۖ فَمَا تَعْبُدُونَ إِلَّا أَنْفُسَكُمْ ۚ أَنْتُمْ عَلَىٰ غَلَبَةٍ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ کی تفسیل میں لگے ہیں: یعنی انکی فطرت اور طبیعت میں یہ بات پہلے سے رکھ دی ہے کہ تہا سے احکام (یعنی قانون فطرت) کی تعمیل کے ہون انکی رسم نیاموں میں نہیں چل سکتی۔ گویا جب وہ اطاعت سے محروم ہوئے سزا انکو لامحالہ ملکر رہیگی۔ اور انکو عالم کا اصل اصول ہی ملازمت قانون خدا (یعنی عبادت) ہے۔ یہ اصول ہر صاحب نظر کیلئے ہتھ انداز میں پیش ہے کہ اسکو اور عیاں کر نیکی ضرورت نہیں۔ ہر جگہ اسی پر عمل درآمد ہوتا ہے۔ چوتھے یا بیٹھے کسی امر میں جدوت انسان نے قانون خدا کی متابعت یا نفاذ کی، اس وقت یا بدیہ و زود اسکو اسکا نفع یا نقصان بھاتا ہے، حتیٰ کہ ایک است ضرورت کم نیند کر نیکیا مزا اسکو اگلے دن ہی درمیرا اور مرض کی صورت میں مل رہتا ہے۔ اس حقیقت کثایت (۵۱: ۵۷) کی مکمل تشریح و تصدیق آئندہ جلدات میں ہوگی جبکہ قانون خدا اور انین فطرت کو عیاں کرو دیا جائیگا، اور جب ہر کون زمین کو اس قانون سے مفر اور اس عبادت سے گریز کرنے کی کوئی سہیل نظر نہ آئے گی۔ یہاں پر مقصود صرف عبادت کے معانی کی توضیح ہے۔

سب جن وانس اس شارع کائنات ہی کے تابع فرمان ہو کر رہے، اُسی کے حلقہ عبودیت میں داخل ہو، اُسی کے سکمائے یا بتائے ہوئے قانون پر چلے، گویا اُسی کی عبادت میں لگی رہے۔ وہ خدا کے عظیم و جلیل انسان کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے فعل کو ہر آن اپنی ہی مرضی، اور اپنے ہی قانون کے مطابق دیکھنا چاہتا تھا۔ اُسکی غیور ذات رحم و مغفرت کی ناپید اکنا وسعت کے باوجود، انسان کی صغیر و کثیر کو معاف کر سکتی تھی مگر اپنی اطاعت، اپنی محبت، اور اپنی عبادت میں شرکت غیر کو قطعاً ناقابل غفور و رحیم قرار دیتی تھی: **إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا** (۱۶: ۴) صاحب ایمان بشر کے ہاں سے یہ دلبر امتحان پسند فرما دیں کہ تم کس قلب کا خواہشمند، اور

۱۔ بیشک اللہ اس بات سے چشم پوشی ہرگز نہیں کر سکتا کہ اُسکے مقام و منصب میں کسی دوسرے کو شریک طاعت اور شریک محبت کیا جائے۔ اس کے ماسوا جو تقصیر میں انسان کرے، انکو اگر مناسب سمجھے تو نظر انداز کر سکتا ہو، اور جس شخص نے اپنی محبت میں غیر اللہ کو شریک کیا وہ فی الحقیقت اپنی بہتری کے راہ بہت سے بہت دور ہٹ گیا۔ **لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ** اُسکے معنی ہم نے مناسب سمجھا کیئے ہیں۔ اس کا ثبوت تیسری جلد میں غلطہ عمل کے عنوان میں آئے گا)

(الفیہ تحت لہتن صفحہ ۱۱۸) اس آیت شریفہ میں چون کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے، چون کی حقیقت سے یہاں پر بحث نہیں ہو سکتی، اس کے لیے بھی بہت دیر ہے مگر خلقت کے لفظ سے ہمدرد ثابت ہو کہ چون خدا کی پیدا کی ہوئی ایک مخلوق ہے، اور ان سے قانون فطرت کی تعمیل کا موقع خدا استعدا ہے جو قدر انسانوں سے ہی مزید غور کر نیوالے شاید اس نتیجے پر بھی پہنچ سکیں کہ چون بھی انس کی طرح ایک سرکش خدا مخلوق ہے جس کی بنیاد کو دود کرنے کیلئے خدا نے عبادت کا طریق تجویز کیا ہے۔

۲۔ عتق کے معانی دراصل پردہ پوشی کرنے ہیں۔ اسی سے مغفرت یعنی زور کے ہو لوگوں نے مجاز بخشش کے لیے ہیں اور فرض کر لیا ہو کہ یہ تمام بخشش قیامت کے دن ہوگی۔ اس سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ اور علیٰ ہذا القیاس سزا بھی شرک کرنے والوں کو سیدھا ہوگی مگر اس فرضی داستان کی کوئی مثال **يَغْفِرُ** کا صبیحہ حال استقبل دونوں کے لیے ہمتا ہے۔ ایسے کوئی وجہ نہیں کہ بخشش اور سزا، یا انعام اور عذاب کسی شخص یا قوم کو یوم آخرت سے پہلے نہ مل سکیں۔ بلکہ تعجب ہوتا ہو کہ جب گناہ استعدا قابل معافی ہے تو سزا میں کیوں اتنی دہل دے دیجائے کہ لکھو کہ اس پر کفر فرمائیے اور شخص کو خواہ مخواہ شرک کرنے پر مجبور ہو! دراصل یہ تمام ناروا اور بے سنداویل شرک کے صحیح معانی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہو۔ اور جب آج مسلمانوں کے بنائے ہوئے اصطلاحی مشرکوں کو اس دنیا میں سزا کی بجائے پے درپے انعام مل رہے ہیں تو ان کے لیے معذرتیامت کے متعلق یہ دل خوش کن داستان گھڑ لینا بھی از بس ضروری ہو چکا ہو، گویا ان کے نزدیک خدا کی حکومت (العیاذ باللہ) اس دنیا پر قائم نہیں ہو، اور وہ اگرچہ شرکین سے بیدار ناراض ہو مگر انکو معاف کر دینا ان کے بس کی بات ہے، اگلی جلدات میں زکوٰۃ، فہم، اس تحیل کو غلط ثابت کر دیئے، اور بتائینگے کہ شرک کو کیوں سزا میں لایا گیا ہے۔ وہ خدا کے عظیم قدر و صریح احباب اور شدید العقاب ہے۔ اور شرک کا بدلہ کس سیدہ دی، کس بے نیازی، کس شدت اور سرعت سے لیتا ہے۔ اور آخرت کا عذاب تو دنیاوی عذاب سے کہیں بڑھ کر ہو: **وَلَعَنَ اللَّهُ الْفَاحِشِينَ فِي أَسْفَلِ السُّفْلِ** (۱۳: ۲۴)۔

شرک کی تعریف از دوسے قرآن بے حد جامع و مانع ہے جیسا کہ پیش کر دیا گیا ہے۔ یہاں پر اسکی صرف ایک شق کی سرسری تصریح کر دی گئی ہے یعنی یہ کہ کسی نے کو محبت اور اطاعت میں خدا کے ہم نوا اور برابر نہ کر دیا جائے۔ مسلمانان عالم کو غور کرنا چاہیے کہ آیت **وَالَّذِينَ آمَنُوا أَكْثَرُ حَبْلًا** (۱۵: ۲) سے

بیستون کی جوئے شیر کے سے تاب گسل اور صبر پاش اعمال کا امیدوار تھا! اسکی نظروں میں ایمان و کفایت
قلب فی جہکا اٹل متیجہ سعی و عمل تھا! وہ ہجرت اور جہاد کی آڑ میں ایمان کے دعویداروں سے نقد جان کا طالب
تھا! اور انہی سرفروشان حکم الہ کو عشق خدا کے سچے شہید، رب العزۃ کی حکومت کے سچے گواہ، اور رزق
کریم کے قطعی اہل قرار دیتا تھا۔

اِنْ يَسْأَلُكُمْ فَرَجٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ فَرَجٌ مِّثْلُهُ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نَذْرٌ لِّهَآئِلِنَ الْاَوَّلٰى
وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَرَجَعْنَ مِنْكُمْ شُهَدَآءُ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ ۝ وَ
لَيَمْحِصَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ
وَلَمْآ يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَلَقَدْ كُنْتُمْ مِّنْ قَوْمٍ
الْمُتَّيِّنٰتِ مِنْ قَبْلُ اَنْ تَلْقَوْهُ ۚ فَقَدْ رَآئِيْمُوْهُ ۚ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ (۱۳۹-۱۴۲)

اگر تمہیں اس لڑائی میں شکست کا زخم لگا ہی تو اس سے پہلے فریق مخالف کو بھی ایسا ہی زخم لگ چکا ہے اور
یہ فتح و شکست کے ن تو ہم بقدر مناسب کبھی اور کبھی اُدھر پہنچتے ہی رہتے ہیں، اور یہ اس واسطے بھی کہ ہم
جان لیں کہ خدا پر سچا ایمان رکھنے والا کون ہے، اور نیز اسلئے کہ اللہ تم میں سے اپنے سچے گواہوں کو منتخب کرے
ورنہ وہ کچے ایمان والوں کو تو محبت ہی نہیں کرتا۔ اللہ اس طریق عمل سے ایمان والوں کو اپنے متعلق شک شبہ کی
میل کھیل سے نکھار دینا چاہتا ہے، اور پہر اپنے مہلی محبت پیدا کر کے منکرین کے زور کو توڑ دینا، اور تمہاری
جماعت میں سے شائبہ شک کفر کو دور کر دینا چاہتا ہے۔ کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ (خدا کو منہ سے خدا کے کلمات
میں جادوئل ہو گئے حالانکہ ابھی تک تو اللہ نے اُن لوگوں کو جانچا ہی نہیں جو تم میں سے اسکی حمایت میں ثابت
قدم ہو کر لڑنے والے، اور مصیبتوں کو برداشت کر رہے ہیں۔ اور تم تو موت کے آئیے پہلے ہی میری محبت کے
جوش میں) مرنے کی آرزو میں کیا کرنے تھے تو آج تم نے ہکو اپنی آنکھوں نے دیکھ لیا، اور پہر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے
انتظار کر رہے ہو!

(تفسیر تحت الممتحن صفحہ ۱۱۹) کی تعریف ایمان کو پیش نظر رکھ کر وہ ہر روز کھدرا بر سرِ شمشک کے قریب پہنچتے ہیں جس کی بخشش کی قطعاً کوئی امید نہیں!
سورۃ نساء میں بھی اسی قطع کی ایک آیت ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ افْتَرٰى اِثْمًا عَظِيْمًا ۙ (۴: ۴۸)

لوگو! جوش ہوش میں نہ کرو کہ وہ خدا کے عظیم اس بات سے چشم پوشی ہو کر نہیں کرتا کہ اُسے برابر کسی دوسری شے کی اطاعت کی جائے یا اس سے محبت
رکھی جائے۔ اُن ایسے سوا کر کوئی اور گناہ ہو تو جس کو نہ سبھی معاف کر سکتا ہو اور لوگو! جس شخص نے خدا کیساتھ مساوا کر برابر کر دیا تو اُس نے اپنے پتے یکساں عظیم گناہ کیا!
۞ "تِلْكَ الْاَيَّامُ نَذْرٌ لِّهَآئِلِنَ الْاَوَّلٰى" کے خدائی الفاظ آج قوم کی مرثیہ خوانی کی مجالس اور مسلمانوں کی عام گفتگو کے ضمن میں اس سید روی، سہیت اور

نہ تھی اور اُس سے جی پُسر کر بھاگے بھاگے پھرے!
 ان آیات الہی میں ضمناً ایماں کی تشریح ہو گئی کہ اسکا اصل نتیجہ فتح قوم ہے۔ شہداء کے سنی معلوم ہو گئے۔ ظالمین کا پتہ لگا
 گیا۔ ایمان والے لوگ ظالم ہیں۔ اور اسی لیے ہلاکت اور شکست کے اہل صفحہ (۸) آیات (۲۰: ۲۵) کفر کی ایک حد تک وضاحت ہو گئی کہ میدان جنگ میں

عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَ لَهُمْ جَنَّاتٍ بَاطِنٍ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ قَوْلًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ
وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝ (۱۹۸: ۳)

پہر پروردگار عالم نے انکی دعا قبول کر لی اور فرمایا کہ ہم تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔ مرد ہو یا عورت ہماری نظروں میں سب برابر ہیں۔ تم سب ایک دوسرے کی جنس ہو تو جن لوگوں نے ہماری خاطر ہجرت وطن کی، اور ہماری ہی وجہ سے اپنے گھروں سے نکالے گئے، اور ستائے گئے، اور دشمنوں سے لرزے، اور مارے گئے، ہم انکی سب اجتماعی بد حالیوں، فائدہ بر باد یوں، اور داماندگیوں (سینائیہم) کو ان سے دور کر دینگے، اور انکو ایسے عمدہ باغوں میں لیجا دھل کرینگے جن کے نیچے نہیں بہ رہی ہوگی۔ یہ اللہ کے ہاں سے انکے اعمال کا بدلہ ہوگا اور اچھا بدلہ تو اللہ ہی کے ہاں ہے۔

آہ! لیکن اس مالک الملک اور پروردگار عالم خدا کو، جسکی طاقت اور حکومت جسکی عزت اور عظمت صحیفہ فطرت کے ہر ذرے میں نمایاں ہے، جس کی بے نیازی کی شان صغیر عالم پر ذر روشن کی طرح ثبت ہو، ایک دلیل، بے حیثیت، اور پیمبر انسان کی سپہم عبادت، سچی محبت اور لاشریک طاعت کی کیا حاجت تھی؟ ھُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقَدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهِمِّنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ تَسْبِيحُ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (۲۳: ۵۹) وہ جانوں کا خالق، دنیا کے امن و آسائش کا فیصل (الْمُؤْمِنُ الْمُهِمِّنُ) موجب اور مصور خدا، جسکی تسبیح و تقدیس میں اُس کے

سلاہ وہ اللہ ایسا پاک ذات ہو کہ اُسکے سوا کوئی آقا ہونے کے لائق نہیں۔ بادشاہ جہاں ہے، پاک ہو، تمام عیوب سے مبرا ہے، امن دینے والا کھپا ہے، زبردست اور بڑا دباؤ والا ہے، صاحب عظمت ہو۔ جس کو یہ لوگ اُس کی عظمت میں شریک کرتے ہیں وہ ان سے بالاتر ہے۔ وہی ہر شے کا خالق، بلکہ موجد اور صورت دہ ہے، اُسکے بڑے بڑے اوصاف ہیں (الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى) جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اُسکے احکام کی تعمیل میں سرچڑھ رہے (يُسَبِّحُ) اور وہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔

رقبہ تخت اہلین صفحہ ۱۲۱) خدا کی لڑائیاں آخری دم تک استقلال سے نہ لڑنا کفر اور انکار خدا ہے۔ صلوٰۃ کے مطالبہ ہونے کہ وہ صرف استقلال ہی ہے، جہمنا کی حقیقت کھل گئی کہ وہ صرف قتال بالیتفہم ہی ہے۔ جو لوگ جہاد کے معنی تسبیح پر نہ دینے کے لیے ہیں اُن کے لیے یہ آیات ازبس عبرت انگیز ہیں۔ اور بالآخر یہ کہ تمنائے موت کے معنی سجدہ میں آگے نہ کہ اس سے مراد لڑائی میں کٹ مرنیکے ہیں کہ یہی سب بڑی عبادت کسی آقا نے نادر کی ہو سکتی ہے۔ یہی ہر بادشاہ اپنے سپاہی سے چاہتا ہے اور اس کے عوض میں تحفے اور انعام، جاگیریں اور زمینیں تقسیم کر دیتا ہے۔ تمنائے موت کا ذکر تیسری جگہ میں عنقریب آئیگا۔

۱۰ اس آیت کریمہ میں لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ وَلَا دُخْلَ لَهُمْ جَنَّاتٍ بَاطِنٍ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ کے الفاظ تشریح طلب ہیں۔ لیکن ان کی تشریح صفحہ ۱۳۱ کے تحت اہلین میں مصیبت کے عنوان میں آئے گی۔

اپنے قول کے مطابق آسمان وزمین ہر وقت مصروف رہتے ہیں، اس ذرہ مقدار انسان سے اپنی محبت کے ولولے میں، تحمل آلام، نقص اس، اور خراج مال و جان کا کیوں طالب تھا؟ وَلَيَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَالْبَشِيرُ الظَّالِمِينَ ۚ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمْ مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۚ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَواتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْتَادُونَ ﴿۱۵۵-۱۵۷﴾

۱۵۷ اور ایمان والو! اس میں شک نہیں کہ ہم تم کو ذرا اچھی طرح (بیٹھ کر) دشمن کا خوف و لالچ، میدان جنگ میں ہوکوں مار مار کر، مال اور جانوں میں کچی کر کے پیداوار کا قحط و لالچ (الثمرات) نتائج کو خلاف امید کر کے (نقص من) آزمائشیں گے اور تمہارے ایمان کی قدر قیمت، اور سعی و عمل کی حد کا اندازہ لگائیں گے، لیکن اگر تم فی الحقیقت صاحب ایمان ہوئے تو تم بھی ان آزمائشوں میں پورے اتر کر رہو گے اور اپنے سعی و عمل کو ہرگز کم نہ ہونے دو گے۔ اور اسے محمد مصائب کا استقلال سے مقابلہ کرنے والوں کو ہماری خوشنودی اور کامیابی کی بشارت دیداد و بَشِيرُ الظَّالِمِينَ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان پر کوئی اجتماعی مصیبت آپڑتی ہے تو مبالغہ بول اٹھتے ہیں کہ ہم تو فی حقیقت خدا ہی کے اطاعت گزار ہیں۔ (إِنَّا لِلَّهِ) اسکا بتائے ہوئے حکم پر طبعی گے (وَالَّذِينَ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) اسی کی طرف اپنا تامل رجوع کر دیں گے (وَالَّذِينَ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) اور اپنے سعی و عمل سے خدا کو پر غرض کریں گے یہ مصیبت جو ہمیں پہنچی ہے لا محالہ ہماری سعی میں کسر کے باعث ہی ہے۔ (وَالَّذِينَ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر اپنے پروردگار کے بیشمار افضال ہیں، بخیرین آخرتین کے نمبر (صَلَوَاتٌ) ہیں، رحمت اور عنایت ہی، اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو مصائب کے دور کرنے کے متعلق صحیح راہ عمل مل چکی ہے (وَالَّذِينَ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)۔

۱۵۸ یہاں الظَّالِمِينَ کا لفظ پہلے آیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ صابر وہی لوگ ہیں جو اجتماعی مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہیں، اسکے دور کرنے کے لیے بہترین مستعد رہتے ہیں۔ نہ وہ جو ہاتھ پر ہاتھ دھڑکھڑاپنی بربادی کا تماشا کرتے اور شس سے شس ٹکٹ نہیں ہوتے کبھی کبھار آپس کا لکیر یا عورتوں کی طرح آنسو بہا کر اپنے نفس کو دھوکہ دیتے ہیں کہ صابر نہیں!

۱۵۹ (وَالَّذِينَ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) کے الفاظ مسلمانانِ ہمان جس حیرت انگیز نادانی، جہالت اور نا فہمی سے نہ معلوم کتنی قرون سے کسی عزیز کی موت یا ادنیٰ سی ادنیٰ خانگی اذیت پر استعمال کرتے آئے ہیں، اور اس محض زبانی عبادت کے حیلے میں اپنے آپ کو رحمت خدا کا مستقل حذر گنتے ہیں، اُس سے کم از کم یہ مترشح ہوتا ہے کہ کلام الہی کا صحیح علم کتنا جلد رحم و رول کی لکیر میں پڑ کر بے اثر ہو گیا تھا، اور آیات خدا کے مطالب یقینی کے بلند مرتبے سے گر کر ظن و اعتقاد کی اونے سطح پر کس سرعت سے پونچ گئے تھے۔ اوپر کی عبارت میں ہم نے ان آیات (یعنی ۱۵۵-۱۵۷) کا مربوط اور مسلسل ترجمہ کر دیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ ان میں نہ کسی خانگی مصیبت کا ذکر ہے اور نہ یہ ترغیب دی گئی ہے کہ جب تمہارا کوئی رشتہ دار مر جائے تو (وَالَّذِينَ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) کے الفاظ منہ سے بڑھڑاؤ، پھر جب کہہ لو گے تو خدا کی طرف سے تم پر صَلَوَاتٌ اُتریں گی، رحمت رب نازل ہوگی، اور تم ان الفاظ کے دہرنے ہی "مُفْتَادُونَ" یعنی ہدایت پانے والوں میں سے بن جاؤ گے (۱۵۷-۱۵۸) یہ سب تشریح نہایت لچر اور شرمناک ہے۔ کوئی ذہن سلیم اسکو ایک لمحے کے لیے بھی متبدل کرنے پر تیار نہیں۔ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پر صرف اجتماعی مصائب کا ذکر ہے جسکی تائید جمع کے صیغے سے ہوتی ہے جو ان آیات میں برابر چلا جا رہا ہے۔ مُصِيبَةٌ جس کا ذکر آئے (۱۵۷-۱۵۸) میں ہوا ہے لا محالہ وہ خوف کا ماحول ہے جو ہر شکست زدہ اُمت پر آج کاوی رہتا ہے (بَشِيرٌ مِّنَ الْخَوْفِ)، وہ فقر و افلاس جو محکمیت اور ضعف کی حالت میں غلام قوموں کا پیچھا نہیں چھوڑتا (وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ)، وہ قلت تعداد ہے جو دشمن کی اکثریت، اُپرست اور هجوم کے بالمقابل عجز و بچاگی پیدا کر دیتی ہے (وَالْأَنْفُسِ)، وہ قہر خدا جو جس سے

وہ کیوں حبسِ وطن اور قتال بالسیف کو ہی ایمان کا صحیح معیار قرار دے کر مہاجرین و انصار کو
سچے مومنوں کی فہرست میں شمار کرتا تھا: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آذَوْا

(یعنی تحت اہل حق صفحہ ۱۲۳) انتہیں قحط اور وبا، فاقوں اور بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہیں، جس کے باعث دنیاوی انعام سب اچک لیے جاتے ہیں
(وَالَّذِينَ آمَنُوا) دشمن ہر وقت تاک میں لگا رہتا ہے، اور کفر کی کمروری کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ گویا یہاں پر بعینہ اس قطع کی مصیبت کے بیان
و ابلا کا ذکر ہے جو اخلوتِ نرسے کے باعث قوموں پر طاری ہو جاتی ہے اور جس کا مصداق آج تمام عالمِ اسلام ہے۔ قرآن حکیم نے اس قحط
اور ضعفِ قوت، اس خوفِ عدد اور ہم موت کی تصریح ایک دوسرے موقع پر بھی کی ہے جس میں بوضاحت تمام جملہ دیا ہے کہ کسی قوم کا آزاد
ہونا اور دنیوی نعمتوں اور طبیعتاتِ رزق سے متمتع ہونا ہی نصرتِ الہی ہے:

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ فَخَافُوا أَنْ يَسْخَطَ عَلَيْكُمُ النَّاسُ فَأَؤْتَوْكُمْ وَأَيُّكُمْ يَنْصُرُهُ
وَأَذْكُرُوا يَوْمَ أَنْصُرَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ (۲۶: ۸)

اور مسلمانو! وہ وقت یاد کرو جب تم دنیا میں قنار میں تھوڑے سے تھے، کمزور اور بے بس گئے جاتے تھے، اور ہر آن اس خوف کے باعث تھے
رہتے تھے کہ دشمن تمہیں اچک نہ لے جائیں۔ پھر خدا نے وہ اجمال نے تمہارے اعمال کو پسند فرما کر تم کو اپنی پناہ میں لے لیا، اپنی مدد سے تم کو قوی
بنایا، اور دشمن پرست دیکر عددِ قسم کی دنیاوی نعمتیں بخشیں، اور یہ سب اس لیے کہ تم قوت اور امن، نعمتے آئی اور تائید خدا کی دل سے قدردان
آئیں قوت انگیز احکام پر مستور عمل کرتے رہو (لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ)۔ (شکوہ کے ان معانی کی تصریح کے لیے دیکھو صفحہ ۱۳۸)

یہ آیت مسلمانوں کی بحث کے ضمن میں صفحہ ۱۲ کے تحت آیت میں گذر چکی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ آیاتِ اٹھارہ (یعنی ۱۵۴-۱۵۵) میں خوفِ الہی
يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَوْفِ اللَّهِ اور تَقْضِي تَرَكَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ، یعنی قتل، اور مستضعف فی الارض ہونا ہے، اور یہی وہ مصائب گہرے ہیں جن کا
ابتلا مقصود ہے کسی عزیز کا مر جانا، تَقْضِي تَرَكَ... اَلْأَنْفُسِ، نہیں ہو سکتا۔ مزید برآں تعجب ہو کہ جہاں کسی شخص کی طبیعی یا ناگہانی موت پر اَللّٰهُ کا غیر متعلق
فقہ نہایت الزم کے ساتھ استعمال ہوتا ہے وہاں خوف اور ہول اور نقصان مال کے موقع پر رد ہوا نہیں بولا جاتا؛ یہ دلیل بجائے خود اس امر کی
شہادت ہے کہ اخلافِ مسلمین نے کلمہ استرجاع کو قطعاً غلط سمجھا ہے اور اس کے خلاف مفہوم سے یکسر الگ ہو گئے ہیں۔

لیکن اس استدلال سے قطع نظر ایک اور صورت نظر بھی ہے جو اس دعوے کی یکسر تغلیط کر دیتی ہے کہ کسی مسلمان کی طبیعی یا ناگہانی موت وہ
مُصِيبَةٌ، جو جہر اَللّٰہ کے لئے کی ضرورت یا اجازتِ از روئے قرآن ثابت ہو، مُصِيبَةٌ کا لفظ کلامِ الہی کے اندر بالاتزام اس خلافِ انتقام یا اجتماعی سزا
کے معنوں میں آیا ہے جو قومیں یا افراد اپنی غفلت یا نافرمانی کے باعث اپنے ہاتھوں مول لے لیتے ہیں۔ انفرادی اموات اس جدول میں داخل
نہیں کیونکہ نیک و بد سب ایک نہ ایک ان مرنا ہے اور ہر شخص کمر ناز و سزا یا انتقام واقع نہیں ہوتا۔ اگرچہ ایک ملک میں عام وبا کا پھیل جانا
یا طوفان سے سبستیوں کا ہلاک ہو جانا مُصِيبَةٌ میں داخل ہو سکتا ہے۔ یہ نکتہ اس حیرت انگیز صحت اور تطابق کے ساتھ قرآن حکیم میں جا بجا بیان
ہوا ہے کہ مُصِيبَةٌ کے الحالِ رخ شدہ معانی کی صحیح تصویر کشی کرنے کی غرض سے اس شہادت کا تمام و کمال یہاں پر لکھ دینا ضروری ہے۔

سورۃ آل عمران میں غزوہ اُحد کے متعلق ہے:

أَوَلَمْ نَكُ أَهْلًا بِتِلْكَ مِصْرَيبَةٍ قَدْ أَصَابَكُمْ مِصْرَيبَةٌ فَاذْكُرُوا قُلُوبَكُمْ هَلْ هِيَ مِنْ غَيْرِ أَنْفُسِكُمْ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَمَا
أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَيَا ذُرِّيَّاتِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَنَّ الْمُؤْمِنِينَ وَلِيَعْلَمَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (۱۶۴-۱۶۶)

مسلمانو! تم بھی عجیب لوگ ہو کہ جب تم پر جنگیں شکست کی مصیبت آپڑی، حالانکہ تم ہی جنگ بد میں دشمنوں پر اس سے دینی مصیبت ڈال چکے تھے،
تو تمہارے چلے چوت گئے اور بے دلی ہو کر گئے کہیں! یا اے کھال سے گئی۔ اے محمد! ان سے کہہ دو کہ یہ مصیبت آئی تو تمہارے اپنے کیے سے
آئی، اپنی نامردی اور بزدلی سے آئی، اور خدا تو راستہ دار و عدل ہے نہایت کہ اپنے بزدلوں کے کسی گروہ پر بے جا عسارت نہیں کرتا اِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ

نَصْرًا وَإِلَيْكَ هُمُ الْمُوقِنُونَ ۚ فَخَذَلْنَاهُمْ مَغْفِرَةً لِّذُنُوبِهِمْ ۚ وَذَرْنَاهُمْ فِي عَمْعِهِمْ ۚ وَكَانَ ثَمَرُهُمْ كَرِيمًا ۚ (۷۴:۷۳) وہ کیا سمجھ کر اور کیا بد نظر رکھ کر اپنی رائے میں قتل ہو جانے والوں کو زندہ اور قیامت کی حالت میں قتل کر دیا تھا، وَلَا تَقْتُلُوا الَّذِينَ يَتَّقُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُقَاتِلُونَ ۚ (۲:۲۱۷) اسی سورت میں ہے کہ تمہارے اعمال کو دیکھ کر تمہیں شکست دے۔ اور یاد رکھو کہ جس دن مقامِ احد میں دونوں فریق بھر گئے اور تم کو شکست کی مصیبت پہنچی تو یہی خدا ہی کے حکم سے تھا اور غرض یہ تھی کہ خدا ایمان والوں کو الگ معلوم کرے اور ظاہری مسلمان دشمنوں کو الگ، لیکن دل میں نفاق رکھنے والوں کو الگ پہچان لے۔

یہاں بظاہر ہے کہ قرآنی اصطلاح میں مَصِيبَةٌ وہ شے ہو جو اپنے ہی کر تو ت سے آتی ہے اور بطور منکر کے ہو۔ سورہ نسا میں ہے: فَكَذَّبَتْ إِدَا اَصْحَابُكُمْ مَصِيبَةً رَّيْمًا فَلَمْ يَمُتْ اَبْنَاهُمْ ثُمَّ جَاءَهُمْ بِخَلْفَةٍ فَاُولَئِكَ اَحْسَاؤُا تَوْفِيقًا (۱۲۴:۱۲۳) یعنی ”تو پھر ان منافقوں کی کیا ہی بُری حالت ہو گئی جب ان ہی کے اپنے کر تو ت کی وجہ سے انہوں کو مَصِيبَتِ نازل ہو تو تمہارے پاس تمہیں کھانے ہوئے دوڑے آئیں کہ بخدا ہماری غرض تو یہی تھی کہ سبیلِ ملاپ اور اتحاد پیدا ہو۔“ اسی سورت میں انہی منافقین کے متعلق ہے: وَارْتَضَوْا وَلَسْتَ بِمُحِيطٍ بِذَلِكَ ۚ فَذَلِكِ اَصْحَابُكُمْ مَصِيبَةً ۚ قَالَ فَلَنْ اَنْتَعِمَ اللَّهُ عَلٰی اَزْوَاجِ اَكُنْ مَّهْمًا شَهِيْدًا (۷۴:۱۲۴) یعنی ”مسلمانو! تم میں ضرور ایسے لوگ بھی ہیں جو ارادہ کر بیٹھے ہیں کہ ہم ضرور کسی بڑی طرحی جہاد سے پیچھے ہٹے ہیں گے، پھر اگر لڑائی میں تم پر شکست کی مصیبت آپڑتی ہے تو دل ہی دل میں کہتے ہیں کہ خدا نے مجھ پر ایسی آسان کیا جو میں ان لوگوں کے ساتھ لڑائی میں موجود نہ تھا۔“ یہاں پر مصیبت صاف اجتماعی مصیبت ہو۔ سورہ توبہ میں پھر انہی مسلمان نامنافقوں کے ذکر میں ہے: اِنَّ لَّوَيْكُ حَسَنَةً لِّسَنَتِهِمْ ۚ ثُمَّ هُمْ ۚ وَارْتَضَوْا وَلَسْتَ بِمُحِيطٍ بِذَلِكَ ۚ فَذَلِكِ اَصْحَابُكُمْ مَصِيبَةً ۚ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اَزْوَاجَكُمْ فَاُولَئِكَ اَحْسَاؤُا تَوْفِيقًا (۷۴:۱۲۴) یعنی ”اے محمد! اگر تم کو جنگ میں فائدہ پہنچتا ہے یا غلبہ حاصل ہو رہا ہو تو ان لوگوں کو بُرا لگتا ہے، اور اگر تم پر شکست کی مصیبت آنا نازل ہوتی ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا کام پہلے ہی سے ٹھیک ٹھاک کر لیا تھا، اور تمہارے پاس سے اٹھ کر واپس جاتے ہیں تو ان کی باچیں کھلی ہوتی ہیں۔“ یہاں بھی مصیبت صاف لڑائی میں شکست کھانے کی مصیبت ہو، انفرادی مصیبت سے بحث نہیں۔ سورہ قصص میں پھر مصیبت کو اپنے اعمال کی سزا کہا گیا ہے: وَلَوْ لَا اَنَّ لَّوَيْكُ حَسَنَةً لِّسَنَتِهِمْ ۚ ثُمَّ هُمْ ۚ وَارْتَضَوْا وَلَسْتَ بِمُحِيطٍ بِذَلِكَ ۚ فَذَلِكِ اَصْحَابُكُمْ مَصِيبَةً ۚ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اَزْوَاجَكُمْ فَاُولَئِكَ اَحْسَاؤُا تَوْفِيقًا (۷۴:۱۲۴) یعنی ”اور یہ اتمامِ حجت اس لیے ہو کہ باوا ان پر ان کے اپنے ہی کر تو توں کے بدلے میں مصیبت نازل ہو۔۔۔۔۔۔“ سورہ شوریٰ میں مصیبت کے مفہوم کو یہ کہہ کر قطعاً عیاں کر دیا ہے کہ اقوامِ عالم پر کوئی مصیبت نہیں آتی مگر یہ کہ ان کے اپنے ہی کر تو ت کے ہی اگرچہ خدا ان کو دانا کیوں پر گرفت نہیں کرتا: وَمَا اَصْحَابُكُمْ فَوْنٌ مَّصِيبَةٍ ۚ فَمَا اَسْبَدَتْ اَيُّكُمْ يَكْفُرًا وَيَعْفُو اَعْنِ كَذِبُهُ (۳۲:۳۱)۔ سورہ حدید میں اجتماعی مصیبت کے باعث نزول کو یہ کہہ کر اور بھی واضح کر دیا ہے کہ دنیا کی سب مصیبتیں نہایت سوچ بچار کے بعد نازل ہوتی ہیں:

مَا اَصْحَابُكُمْ فَوْنٌ مَّصِيبَةٍ ۚ فَمَا اَسْبَدَتْ اَيُّكُمْ يَكْفُرًا وَيَعْفُو اَعْنِ كَذِبُهُ (۳۲:۳۱) مَا اَصْحَابُكُمْ فَوْنٌ مَّصِيبَةٍ ۚ فَمَا اَسْبَدَتْ اَيُّكُمْ يَكْفُرًا وَيَعْفُو اَعْنِ كَذِبُهُ (۳۲:۳۱) تَأْسُوْا عَلٰی مَا فَاَلَا تَكْفُرُوْا وَلَا تَقْرَبُوْا اِيْمَانًا لِّلْكَفْرِ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ (۲۳:۲۲-۲۳)

اسے لوگو! جو مصیبتیں دوسرے زمین پر نازل ہوتی ہیں، یا جو تمہارے اپنے ہاتھوں میں آتی ہیں، سب کی سب پہنچنے کے ہم ان کو پیدا کرنا ایک سبب سے ہوتی ہیں (جو علم الہی ہے) (ہر کے اندر اس مصیبت کے مالہ اور علیحدہ پر پوری بحث ہوتی ہے، اس کے سبب جوہ کامل طور پر بیان ہوتے ہیں، واقعات اور حالات سلسلہ وار قلمبند ہوتے ہیں) اور ہر کامل غور و خوض کے بعد اس مصیبت کے اجزا کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور اگر فی کثرتین قبیل اُن تَبْرَأْ اَھْلًا، اور لوگو! اس بادشاہ کو کون و مکان کی حکومت اس قدر منظم، اس قدر قوی، اس قدر دھندلے دس اور عادل کچے یہ سب بظاہر ناممکن باتیں خدا کے لیے بھی آسان ہیں۔ اور اسے نا عاقبت اندیش انسانوں! تمہاری جزا و سزا میں یہ عظیم الشان اہتمام اس لیے ملاحظہ رکھا گیا ہے کہ تم لوگ جیسے تمہارے ماتحت سے چلی گئی ہے اس کو اپنی ہی بد اعمالی کا نتیجہ سمجھو، اور ناخنِ خدائی فیصلوں کو اس استیلاوی اور بے اصولی سمجھ کر اپنی قسمت پر نشانہ نہ ہونے پر دُرُ تَأْسُوْا عَلٰی مَا فَاَلَا تَكْفُرُوْا، یا جو انعام تم کو دیا گیا ہے اس کو بلا سبب اور بے وجہ سمجھ کر اڑے اڑے پڑے اور سعی و عمل سے ناغل ہو جاؤ، اور جانے دے کہ خدا اُسے دے دے گا پھر اُسے اپنی باز نکلتے کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ (خدا کے سعی و عمل کے پسند کرنے کے متعلق اس کتاب میں اتنی شہادتیں لی چکی ہیں کہ ان آیاتِ الہیہ کا اس کے سوا کوئی اور مفہوم ہو نہیں سکتا۔)

داعی وعدے دے دیا کرتا تھا؟ وہ کیوں اپنی سرسری آنکھ کی الفت سے بھری ہوئی نظر میں
اُن غازیانِ ملت، اور فدائیانِ دین پر ہی ڈالتا تھا جو اسکی راہِ مجتہد میں دیوارِ آہن کی طرح ثابت قدم

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۱۲۶) یعنی اجتماعی بد حالی کے معنوں میں استعمال ہوئی ہے سَبَّحْتَہُ ہے اور جس کی ضد حَسَنَہ ہے۔ یہاں اس
تقریب پر ان اہم اصطلاحات کی توضیح بھی کر دی جاتی ہے اگرچہ اسکی ضرورت اس کے چل کر واضح ہوگی **الف** سورہ نہل میں ہے: مَا أَصَابَكَ
مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنْ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ (۴۹: ۳۰) یعنی اسے لوگو! جو بھلائی تم کو اس دنیا میں پہنچی ہے وہ تمہارے خدا
بتائے ہوئے راہ پر چلنے کی وجہ سے ہے اور جو سزا تم کو اس دنیا میں ملتی ہے وہ تمہارے اپنے کثرت سے ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سورہ شوریٰ میں ہے: وَلَوْلَا
نَجْمُهُمْ سَيِّئَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَتَّ آيَاتُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۳۰: ۳۱) یعنی اگر ان کو انکے اپنے کثرت سے کوئی بُرائی پہنچے۔ جس سے مقصود افرادِ امت کی غفلت کی
وجہ سے اجتماعی سزا کا ملنا ہے۔ سورہ اعراف میں اقوام کو سزا ملنے کے ابتدائی مراحل کے ذکر میں ہے: ثُمَّ يَكُونُ أَلْهَامًا مِّنَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةِ حَتَّىٰ يُقَالَ
(۹۵: ۴) پر ہم اس قوم کی ظاہری بد حالی کو خوشحالی اور فلاحِ الہیائی سے بدل دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ لوگ اس کے زعم میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ اسی
سورہ میں آگے چل کر ہے: وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالنَّاصِيَةِ وَالْقَيْسَرِ مِنَ الشَّجَرَاتِ لَعَلَّہُمْ يَذَّكَّرُونَ فَآذَا جَاءَهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَئِنَّا هَلَكُنَا
وَلَئِن لَّيُصِيبُہُمْ سَيِّئَةٌ يَّظْلَمُونَ تَارَةً مَّوْسٰی وَمَنْ مَّقَعُ ءَادَمَ (۱۳۰: ۴) اور ہم نے فراعون کی قوم کو برسوں کی خشک سالیوں اور کسی پیداوار کی سزا اسی لیے دی
تھی کہ وہ لوگ عبرت پزیر اور اپنی بد اعمالیوں سے باز آئیں۔ ہر جب انہر کوئی اجتماعی راحت نازل ہوتی تھی تو کہتے کہ خدا کی طرف سے خوشنودی مزاج کا
یہ پروانہ ہمارے ہی نیک اعمال کی وجہ سے ہے اور اگر انہر کوئی مجموعی آفت آتی تو مومنوں اور انکے ساتھیوں کے بد افعال کا نتیجہ گردان کر ان کے سر پر ہوتے
یہاں نَقَضَ مِنَ الشَّجَرَاتِ کے متذکرہ صمدِ معانی (صفحہ ۱۳۲) تحت امتن کی تائید بھی ہو گئی اور سَبَّحْتَہُ کے مطالب بھی صاف ہو گئے۔ سورہ مدثر میں ہے:
وَلَيَسْتَجِزْنَ ذَٰلِكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثَلَاتُ (۱۱۳: ۶) اور اسے پیغمبر! یہ لوگ تم سے خوشحالی اور اجتماعی عافیت مانگتے
کی بجائے عذاب کی جلدی پھا رہے ہیں حالانکہ انکو خوب معلوم ہے کہ ان سے پہلے ہمارے ہاں سے وہ وہ دردناک عذاب آئے ہیں کہ ان کی کماؤ میں جلی
آتی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس سورہ نمل میں حضرت صالح کا قول ہے: قَالَ يَقْدِرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَا كُنْتُمْ تَتَّقُونَ (۲۶: ۱۲۵) یعنی حضرت نے کہا کہ اے قوم! تم کیوں خوشحالی اور امن (الحسنۃ) کو چھوڑ کر ذل و مسکنت کے عذاب (السَّيِّئَةِ) کے لیے
جلدی پھا رہے ہو، تم کیوں خدا سے ذوالِ بھلال سے اپنی گزشتہ دامنہ گویوں پر پردہ پوشی کی درخواست (سَبَّحْتَہُ) نہیں کرتے مگر تم سختی انعام و
اکرام ہو جاؤ۔ یہاں بھی سَبَّحْتَہُ سے مراد صاف طور پر وہ اجتماعی بد حالی ہے جو احکامِ خدا کی عدم تعمیل کے باعث ہر قوم پر وقتہ بوقتہ یارفتہ رفتہ نازل
ہو جاتی ہے۔ سورہ آل عمران میں ہے: اِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا سَبَّحْتَہُ لَقَدْ خَوَّلَاہُمَا (۱۱۹: ۱۳) یعنی مسلمانو! اگر تم کو کوئی اجتماعی
خاندہ پہنچے ہے تو انکو برا لگتا ہے اور اگر تم پر کوئی قومی آفت نازل ہوتی ہے تو یہ منافق خوش ہو جاتے ہیں۔ یہاں سَبَّحْتَہُ کی کوئی دوسری تاویل
غیر ممکن ہے اور مطالب بالا التزام وہی ہیں جو پہلے بیان ہوئے۔ سورہ اعراف میں بنی اسرائیل کے بارے میں ہے: وَقَطَعْنَاهُمْ فِی الْاَوْدُسِ اَمَمًا
وَمِنْہُمْ الطَّيِّفُونَ وَمِنْہُمْ ذُو الْقَلْبِ وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُونَ (۱۶۸: ۴) اور ہم نے بنی اسرائیل کو بالآخر گروہوں میں
تقسیم کر کے سطحِ زمین پر پسپا دیا، ان میں سے بعض اچھیں صلح بنی ہیں (اور مدتِ مدید تک ہمارے انعاموں سے بہرہ ور ہوئی ہیں) اور بعض بہت
جلد غیر صلح ہو گئیں (اور جلد صفحہ زمین سے محو کر دی گئیں) اور ہم نے ان کو غیر صلح امتوں کی آزمائش طرح طرح کی اجتماعی خوشحالیوں (الحسنات) اور غیر
قسم کی جماعتی بد حالیوں (السَّيِّئَاتِ) سے کی کہ شاید یہ انعاموں کے ملنے کی لم کو سمجھ کر اور سزاؤں کے آنے کی حقیقت کو پا کر ہمارے قانون کی طرف لوٹ
آئیں (لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُونَ)۔ گویا یہاں مراد یہ ہے کہ جہاں کچھ مدت کے لیے راہِ راست پر آ جاتے تھے تو ہم اپنی نعمتوں کا دروازہ یکسر کھول دیتے تھے تاکہ
انکو معلوم ہو جائے کہ انعام یکسر ہماری متابعت کی وجہ سے ملتا ہے، اور جہاں ہمارے قانون سے سرکش ہو بیٹھتے تھے تو ان کو بد حال کر دیتے تھے کہ
سمجھ لیں کہ یہ بد حالی انکے اپنے کثرت سے ہی ہے۔ سورہ زمر میں سَنَیَاتِ کا یہی مفہوم ذرا اور بھی واضح طور پر ہے: فَاصْبِرْ لِّمَا سَنَیَاتِ مَا کُنتُمْ بَوَالِغًا

رہ کر لڑا کرتے تھے: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَأَنَّهُمْ بُنَيَانٌ مَرْصُوعُونَ (۱۲: ۱۷)۔ نہیں! وہ زمین و آسمان کے خزانوں اور ملار اعلیٰ کے گنجینوں کا مالک خدا جس کے قبضے میں کائنات عالم کی مقادیر

سے بیک خدا انہی لوگوں کو ہار کرتا ہے جو انکی حمایت اور محبت میں صف باندھ کر لڑتے ہیں اور ایسے جے رہتے ہیں کہ گویا ایک دیوار ہیں جس میں سے بلا دیا گیا ہے۔

(تیسرے تحت ص ۱۲) ظَلُمُوا مَنْ هَؤُلَاءِ سَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ سَبَّحَاتٌ مَآكِبًا وَمَا هُمْ بِمُخْجِرِينَ (۵۱: ۳۹) یعنی تو ان لوگوں کو ان کی بد اعمالی کے برے نتائج اجتماعی بد اعمالوں (الشیئات) کی صورت میں پہنچے، اور ان اہل مکہ میں سے بھی جو لوگ حدود سے تجاوز کر رہے ہیں (ظَلُمُوا) ان کو بھی ان کے اعمال کے برے نتائج قوی زہون عالی کی صورت میں عنقریب پہنچنے والے ہیں، اور یہ لوگ ایسے طاقتور تو ہیں نہیں کہ ہم کو عاجز کر دیں۔ اس موقع سے فرمایا سَبَّحَاتٌ کو پھر اسی مفہوم میں استعمال کیا ہے: وَبَيْنَ الْيَمِينِ سَبَّحَاتٌ مَآكِبًا وَحَاقَ بِهِمْ قَاتِلُهُمْ فَكَانُوا لَهُ يَشْمُوعُونَ (۸۱: ۳۹) یعنی پھر ان لوگوں کو اپنے قوت کے برے نتیجے اجتماعی شکست و ریخت (سَبَّحَاتٌ) کی صورت میں ظاہر ہو گئے، اور بس سزا کو یہ لوگ انہی غفلتوں سمجھ رہے تھے ان پر آنازل ہوئی۔ یہاں بھی سَبَّحَاتٌ سے مراد بصراحت تمام وہ فقر و فساد، خوف کا ماحول، اور ذل و شکست ہی جو اقوام عالم کو ان کی غفلتوں اور بد اعمالیوں کی پاداش میں ملتا ہے۔ اس سے مقصود گناہ، نہیں جس کا عملی مفہوم آج شرعی مصطلح بن کر کچھ بے معنی سا ہو گیا ہے۔ چنانچہ سورہ ہود میں سَبَّحَاتٌ کا یہ عالی مفہوم اور بھی واضح ہے: وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ مَا أَذَقْنَاهُ مُسْتَبِينَ لَيَقُولُنَّ ذَهَبَ اللَّيْلُ بِالسَّيِّئَاتِ عَنِّي (۱۱: ۱۱) یعنی اگر انسان کو کسی تکلیف کے پہنچنے کے بعد ہم نعمائے الہی کا تہوڑا سا مزہ چکھا دیں تو تمنا اپنے دلیں یقین کر لیتا ہے (لَيَقُولُنَّ) کہ اب (میشہ کے لیے) میری سب خستہ حالیوں مجھ سے دور ہو گئیں؟

(ب) ان مثالوں سے قطع نظر قرآن حکیم میں کِسْبُوا السَّيِّئَاتِ اور عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ کے معنی فیر چلے بھی استعمال ہوئے ہیں جن کا صحیح مفہوم قوم کے افراد کا ان مجموعی گناہوں اور بد اعمالیوں میں مبتلا ہونا ہے جس کا نتیجہ اجتماعی شکست و ریخت ہو۔ یہاں نہ صرف دو مثالیں پیش کر دی جاتی ہیں۔ سورہ یونس میں ہے: وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ يَنْظِلُّهَا وَيَرْجِعُهُمْ فِي لِقَاءِ رَبِّهِمْ (۱۰: ۲۷) یعنی جس قوم نے بد اعمالیاں کیں تو یاد رکھو کہ برے عمل کا ویسا ہی پرائیجہ ہے، اور وہ نتیجہ یہ ہے کہ اس قوم پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ گویا اندرون سے قرآن سَبَّحَاتٌ اور اجتماعی بد اعمالیوں (مثلاً فقر و اندازی، بددیانتی وغیرہ وغیرہ) ہیں جن کا نتیجہ قوم کی بد حالی ہے۔ رہی یہ بات کہ اس آیت میں اس دنیا کی جزا و ذلت کا ذکر ہے، آخرت کی سزا کا ذکر نہیں، اس کا ثبوت تیسری جگہ میں آئے گا جہاں تمام رکوع کا مربوط ترجمہ کر دیا ہے۔ سورہ قصص کے آخری رکوع میں آخرت کی جزا و سزا کے بارے میں ہے: مَنْ جَاءَ بِأَحْسَنَةٍ فَلَهُ خَيْرٌ مِمَّا يَتِمَتُهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُخْفِئُهَا مِنَ الَّذِينَ يَكْمُلُوا السَّيِّئَاتِ اَلَا مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۸۲: ۲۸) یعنی جس شخص نے اپنی جماعت کے حق میں ایک بھلائی کی تو اس کو اس بھلائی سے بہتر اجر دیا جائے گا، اور جس نے اپنی قوم کو کوئی گزند پہنچایا تو بد اعمالیاں کرنے والے لوگوں کو تو ان کے اعمال کے مطابق ہی سزا ملے گی۔ گویا کِسْبُوا السَّيِّئَاتِ کے قرآنی معانی قومی بد حالی کو اپنے ہاتھوں خسریدنا، اور عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ کا صحیح مفہوم اس بد حالی اور ذلت کے لیے عمل کرنا ہے جیسا کہ آج قریب قریب ہر مسلمان اپنی قوم کے لیے اساتفا اور سزا کر رہا ہے۔ ایک اسی قطع کی تشریحی اصطلاح مکرر و السَّيِّئَاتِ ہی جو سورہ نحل میں واقع ہوئی ہے: اَلَا يَتَذَكَّرُ الَّذِينَ يَكْمُلُوا السَّيِّئَاتِ اَلَا يُخْفِئُ اللَّهُ لَهُمْ اَلَا يَتَذَكَّرُ الْعَنَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ (۱۲: ۱۶) یعنی تو کیا وہ لوگ جنہوں نے اس کارگاہ سعی و عمل میں بد اعمالیوں اور غفلتوں کا حال بچھا رکھا ہے (مَكْمُولُوا السَّيِّئَاتِ) انکی حقیقت اس امر سے بیخوف و خطر ہو گئے ہیں کہ خدا کسی دن ان کو زمین و ہوا مارے یا پھر کوئی اور عذاب اُدھر سے آنازل ہو جس سے ان کو سان گمان نہ ہو؟ گویا مَكْمُولُوا السَّيِّئَاتِ سے مراد اجتماعی غفلتوں کا پے در پے بھرم بننا، لیکن مکرور یا سے یہ سمجھنا کہ دراصل کسی جسم کا ارتکاب نہیں ہو رہا جیسا کہ: اَجَلُ عَالَمِ سَلَامٍ میں ہر جگہ ہو رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن حکیم میں بعض اوقات حُسْنٌ اور سَيِّئَةٌ کے الفاظ باہمی النظیر انفرادی نیکیوں اور ذاتی برائیوں کے لیے متعل نظر آتے ہیں۔ معاشری خصوصیات

ان فاقست اور گدیہ گر عرب کے مال و متاع کا محتاج اور قرض حسنہ کا امیدوار کیوں

(بقیہ تحت اہم صفحہ ۱۲۹) جدوجہد مراد ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں یہود کے سیاسی بدو جزا اور اجتماعی عروج و زوال کی توجیہ کے بارے میں ضرائی ارشاد ہے:

لَقَدْ سَرَدْنَا لَكُمْ اَلْكَفَّ عَنْكُمْ وَاَمَلْنَا ذُنُوبَكُمْ بِاَمْوَالٍ وَبَنَيْنَ وَجَعَلْنَاكُمْ اَكْثَرَ نَفِيرًا اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنَّا لَكُمْ لَا تَغْنِبُ كُنُوزَ اِنَّا اَسَا لَكُمْ فَاَتَاكُمْ فَاَمَّا قَوْمٌ مِّنْهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ شَيْئًا (۶۱۱-۶۱۰)

پہلے بنی اسرائیل کے نافرمان ہمارے لوگو! ہم نے ہر دست و پاؤں کو تم پر حاکم بنا دینے کی سزا کے بعد (دیکھو آیہ ۵۱۱) تم کو افسوس غلبہ دیکھیں باہمی دہی، مال و بیسیوں سے تمہاری مدد کی، اور تم کو بڑے جتنے دے بنا دیا۔ اور ہم نے بارگرم تم پر عیاں کر دیا کہ اگر تم نے شمن عمل سے اپنی اجتماعی حالت درست کر لی (اِنْ اَحْسَنْتُمْ)، تو اس کا فائدہ قسماً کو پونچھا (اَحْسَنَّا لَكُمْ) اور اگر اس سے پیشتر تم نے بڑے عمل کر کے اپنے آپ کو غیر کا محکوم بنالیا تھا (اِنْ اَسَا لَكُمْ) تو اس کا نقصان بھی تم ہی کو ملتا تھا (فَاَتَاكُمْ)۔

یہاں صاف طور پر رب زمین و آسمان کی نعت میں حسن عمل (اَلْحَسَنَاتِ) سے مراد اجتماعی سیداری اور قومی احیاء کے وہ متعارف اعمال ہیں جنکا اٹل نتیجہ غلبہ قوم ہے، اور سُورِ عمل (اَلْعَمَلِ) قومی اخلاق کا وہ انحطاط عظیم ہے جس کا نتیجہ محکومیت اور غلامی ہے جن لوگوں نے حسن عمل سے مراد ہٹا خٹانوں میں بیچکر تسمیہیں چلانا سمجھ رکھا ہو اُن کے لیے یہ آیات از بس سبق آموز ہیں! بنی اسرائیل کی قوم نے اپنے ظالم حاکموں (نہیں بلکہ خدا کے سخت گیر اور باریع بندوں) عیباد اللہ اُولٰٓئِہِ بَاہِنِ سَخِرَ لَہُمُ الدِّیَارُ (دیکھو آیہ ۵۱۱) سے نجات اعلیٰ فائوں کے اندر تسمیہیں پھونچ کر حاصل نہیں کی تھی، وہ لا محالہ تیغ و تنگ یکدم باہر نکلے ہونگے ایمان کی اہل قویوں اُنکے دلوں میں موجزن ہوئی ہوگی۔ اتحاد، صبر، ایثار مال و غیرہ ان کا مذہب عمل بن گیا ہوگا، پھر رب غفور رحیم نے اُنکے اس حسن عمل کو دیکھ کر اُن کے گزشتہ گناہ، معاف کر دیئے ہوں گے، اور یہ بادشاہت حاصل ہونا ہی خوشنودی خدا کی علامت تھی! مال و اولاد کی کثرت (اَمَلْنَا ذُنُوبَكُمْ بِاَمْوَالٍ وَبَنَيْنَ) اور اُن کا جم غفیر ہو جانا (وَجَعَلْنَاكُمْ اَكْثَرَ نَفِيرًا) بھی کچھ تسمیہوں کے دور سے نہ تھا، یہ سب افضال الہی عروس سلطنت کی وہ اونٹنیں تھیں جو ہاتھ باندھے ہوئے اس کے جلوں میں ہر وقت حاضر تھیں ہیں اور ہر اس قوم کے گمراہ جالابن جاتی ہیں جبکی میمانی عروس بادشاہت قبول کرے جو قوم اس کا رگہ عمل میں اپنی بہتری کے لیے حتی الامکان ہاتھ پیرا رہی ہے، جو سعی و عمل کی دوست ہے، آزاد اور زور آور ہے، جو اُولٰٓئِہِ بَاہِنِ سَخِرَ لَہُمُ الدِّیَارُ ہے، وہی اَحْسَنَّا لَكُمْ کی مصداق ہے، وہی قانون خدا کی پابند ہے، وہی خدا کی علامت ہے، وہی عبادت کا حق ادا کر رہی ہے، وہی عیباد اللہ ہے! منکلوں کو ہاتھ میں پیر پیر کر رواں کرے خدا کی بندگی ہرگز نہیں پہنچتی! اسکے لیے لازم ہونا شرط ہے، کام کرنا شرط ہے، متفق اور متحد ہو کر ہاتھ پیرا کرنا شرط ہے! لیکن اس موضوع کو یہاں بطول دینا بہت کچھ پیش از وقت ہے۔

(ج) سَبَّحْتَ اور حَسَنْتَ کے متعلق متذکرہ صدر بحث سے جو (الف) اور (ب) کے ماتحت ہوئی اس قدر ظاہر ہے کہ جہاں آیات مشورہ (الف) میں ان اصطلاحوں سے مقصود اجتماعی بد حالی اور قومی خوشحالی ہے، وہاں آیات مذکورہ (ب) میں ان سے مراد وہ اعمال ہیں جو اجتماعی بد حالی اور خوشحالی کا پیش خیمہ ہوتے ہیں اور جن کا انجام بادشاہت اور تسلط فی الارض یا محکومیت اور غلامی ہے۔ اس نقطہ نظر سے کلام الہی میں جہاں جہاں یہ الفاظ آئے ہیں وہاں مراد یہی طاقت انور یا شکست انگیز اعمال ہیں اس سے کتر قطعاً کچھ نہیں۔ سورہ انعام کے آخری رکوع میں ہے: مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَكَانَ عَظْمًا مِّنْ اَمْتِ الْاٰمَنَاتِ وَ مَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكَانَ اِلَآءًا مِّنْ اِلَآءِ مُنْكَرًا وَ هُمْ لَا يَرْجِعُونَ (۱۶۱-۱۶۰)، یعنی جو شخص اس کا رگہ سعی و عمل سے ایک حَسَنَةً لکھا یا تو اس کو اُس جیسی دس حَسَنَاتِ انعام میں ملیں گی اور جس نے اپنی جماعت کے حق میں کوئی شکست انگیز عمل کیا تو اس کو صرف اس قدر سزا ملے گی جس قدر اس نے شکست و ریخت کی تھی، اور پھر زیادتی تو کسی صورت میں نہ ہوگی! یہاں بادی النظر میں محاکمہ عام معلوم ہوتا ہے اور خیال میں آتا ہے کہ کسی خاص نیک کی تخصیص نہیں کی، لیکن اس سے پہلے کی آیت: اِنَّ الْاٰمِنِیْنَ قَرَّتْ قُلُوْبُہُمْ وَ کَانَتْ مَشِیْعًا لِّمَنۢ لَّتْ وَہُمْ فِیۡ شَیْءٍ مَّاۤ اٰمَنُوْا

راہ کرتا تھا، اور اس بروقت مالی امداد کے صلے میں چند سکوں کے بدلے، جنت کے نظریہ

(بقیہ تحت اہل صفحہ ۱۳۰) اَکْمَرُہُمْ اِلٰی اللّٰہِ شَعْرَہُمْ یَسْتَعْمِلُوْنَہُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ (۱۶۰:۶) یعنی اسے پیغمبر جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرستے بن گئے، تمہارا ان سے کچھ تعلق نہیں ہے، ان کا معاملہ خدا کے حوالے ہو کر وہ خود ہی انکو دردناک سزائیں دے گا اور اس وقت ان کے ہر اعمال کا نتیجہ موبہ و تباہی کا جبکہ شکست و ریخت اُن کے سروں پر چھائی ہوگی۔ معافی صلیبیہ کہتی ہے کہ حَسَنۃٌ اور سَیِّئۃٌ کے الفاظ باہر اسی اتحاد اور منہ پر بندی کے متعلق استعمال ہوئے ہیں جو ایک اجتماعی عمل ہے، اور ایسے ہی دوسرے اور نتیجہ خیز اجتماعی نیکیوں کے متعلق خدا نے زمین و آسمان نے دس گنا ثواب مقرر کیا ہے۔ نہ یہ کہ اگر کسی راہ چلے گدیر کر کو دپیسے دیدیے جائیں تو خدا سے بہت پیسوں کا امیدوار انسان ہوتا ہے۔ علی ہذا القیاس سورہ نمل کے اخیر میں الحَسَنۃ کو اس قدر جلیل القدر اور لائق الطاف و کرامت عمل قرار دیا گیا ہے کہ قیامت کی نفسی اور کس مہر کی دن اُس ایک احسنۃ کا عامل سب خیر و فرح سے امن میں ہوگا، اور ایک اسِئۃ کا کرنے والا اوندھے منہ جہنم میں دھکیل دیا جائے گا: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنۃِ کَلَّہُ خَیْرٌ مِّمَّہَا، وَهُمْ قَرْنٌ فَرَحٌ یُّقِیْمُوْنَ اَمْنًا وَهُمْ قَرْنٌ جَلَدٌ بِالْاَسْیۃِ فَلَبِثَتْ وُجُوْہُہُمْ فِی النَّارِ وَہَلْ یُخْرَجُوْنَ اَکْثَرًا مَّا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۲۴: ۸۹-۹۰) یعنی جس شخص نے قیامت کے دن الحَسَنۃ کو اپنی شفاعت میں پیش کیا تو اسکو اس کے عمل سے بہتر اجر دیا جائے گا اور ایسے لوگ اُس دن قیامت کی تمام خیر و فرح سے امن میں ہونگے، اور جو سَیِّئۃ کو اپنے ساتھ لایا تو ایسے لوگ اوندھے منہ و فرخ میں دھکیل دیے جائینگے اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا یہ دردناک سزا تم لوگوں کو ماسوا تمہارے اعمال کے کسی اور جرم کی پاداش میں مل رہی ہے؟ ان آیات الہی سے ظاہر ہے کہ الحَسَنۃ کا معیار از روئے قرآن کس قدر بلند ہے۔ آج لوگوں نے نیکی کا معیار بہت حدت و مستور کر لیا ہے کہ ادنیٰ سی اور بے نتیجہ نیکیاں کر کے دس گنا ثواب کے منتظر رہتے ہیں اور اس ناروا نرم میں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہتے ہیں۔ قریب قریب یہی بات سورہ المؤمن (۲۴: ۴۰) میں ہر گز اس کے اعادے کی یہاں پر ضرورت نہیں۔ قرآن حکیم کی کل کائنات میں صرف دو باتیں تھیں (۲۴: ۴۰) کہ (۱۴۱: ۳۴) ہیں جہاں بادی النظر میں سَیِّئۃ یا حَسَنۃ کے الفاظ انفرادی معانی میں استعمال ہوئے ہیں مگر جس وقت اُن آیات الہی کا ربط اصل کتاب میں ظاہر کر دیا جائے گا تو عیاں ہو جائے گا کہ اُن موقعوں پر بھی ان قرآنی مصطلحات کا بلند معیار بہت ستر قائم ہے۔

اس تمام طول و طویل بحث و تمحیص سے جو ان اوراق میں سَیِّئۃ اور حَسَنۃ کے الہی مفہوم کے متعلق ہوئی ہر نوع یہ ظاہر ہے کہ سَیِّئۃ کے معانی بھی مَصِیْبۃ، کی قرآنی اصطلاح کی مانند دنیاوی اور اجتماعی بدحالی کے ہیں۔ جو سزائیں اقوام عالم کو اس دنیا میں قانون خدا سے منحرف ہونے، اور ذاتی غفلتوں کے تسلسل میں ملتی ہیں، اُن کے لئے قرآن نے لفظ سَیِّئۃ تجویز کیا ہے۔ اسی لحاظ سے جہاں جہاں قرآن میں "لَا تُکْفِرْ عَنْہُمْ سَیِّئَاتِہُمْ" یا "لَا تُکْفِرْ عَنْہُمْ سَیِّئَاتِہُمْ" وغیرہ کے الفاظ ہیں، انکا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ہم اُن کی تمام جماعتی بدالیوں اور خانہ بر باد یوں کو دور کر دینگے۔ نہ یہ کہ ہم اُن کے گناہوں کو معاف کر دینگے۔ جس کے معنی عملاً غیر محمّدیوں کیوں کہ شخص یا قوم کو پتہ نہیں لگ سکتا کہ اس کے گناہ و حقیقت معاف ہوئے ہیں یا نہیں۔ اکثر شارحین قرآن نے ان الفاظ کا یہ معنی اور بے نتیجہ سزا تجویز کر دیا ہے اور حقیقت سے دور جا پڑے ہیں۔

سَیِّئۃ کے لفظ پر طول و طویل بحث آیہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (۱۵۶: ۲) کے تحت میں اس لئے کی گئی ہے کہ صفحہ ۱۳۲ کے متن کی آیہ (۱۹۴: ۳) میں "لَا تُکْفِرْ عَنْہُمْ سَیِّئَاتِہُمْ وَلَا تُخْلِفْہُمْ جَنَّتِہُمْ" کے الفاظ آچکے ہیں اور سَیِّئۃ کی تشریح نہیں ہو سکتی تھی جب تک کہ مَصِیْبۃ کی تشریح نہ کر دی جاتی۔ ہر فرج ظاہر ہے کہ اس آیت میں مراد یہ ہے کہ جن لوگوں اور قوموں نے میری راہ میں قتال کیا اور قتال کرتے کرتے ترک وطن پر مجبور ہوئے، میں اُن کی اجتماعی بدالیوں کو دور کر دوں گا، اور انکو ایسے باغوں اور سرسبز زمینوں (جَنَّتِہُمْ) کا بادشاہ بنا دوں گا جن کے تے نہریں بہتی ہوگی و ضمناً یہاں جَنَّتِہُمْ کے معانی کی بھی تشریح ہو گئی۔ اگرچہ جَنَّتِہُمْ کے متعلق مکمل بحث تیسری جلد پر چورہ دی گئی ہے۔ جو شخص اس قتال میں بچے رہے اُن کے لئے زمین کے جَنَات کی بادشاہت اور جو مارے گئے اُن کے لئے آخرت کے

باغات اور نہریں کیوں فروخت کر دیا کرتا تھا، اور پھر ان نعمائے الہی کے باوجود اس

(بقیہ تحت اہل بیت صفحہ ۱۳۱) باغ بہشت - یہی ”ثَوْنٌ عِنْدَ اللَّهِ“ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ ”ثَوْنٌ“ کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ ثواب دنیاوی ہے اور سودا نقد۔ آخرت کا اُدھار مقصود نہیں جیسا کہ شارحین نے بالعموم فرض کر لیا ہے اور اس بار فرض کے باعث مسلمانوں کے آگے سے بادشاہت زمین کا وہ اہم منصب العین اور بہترین انعام دور کر دیا ہے جس پر سعی و عمل کا تمام حصر تھا۔

صلوات کے مفہوم کی تشریح

آیہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (۱۵۶:۲) کے مطالب کی صحیح تعین کے بعد جو غور طلب بات لائق شرح و بیان رہ جاتی ہے یہ ہے کہ آیہ (۱۵۶:۲) کے الفاظ اَوَّلَیْکَ عَلَیْہِمْ صَلَواتُکَ تَزِیْرُہُمْ مِّنْ حَکْمَکَ کا مفہوم بعینہ کیا ہے، نہیں بلکہ مرقبہ طریق درود خوانی میں اللہ تعالیٰ کی بخشش کے کیا معانی ہیں۔ اہل اسلام کی شرعی مجالس میں اور دوسرے موقعوں پر نبی کریم کے نام پر درود بھیجنے کا طریقہ ابتدا سے رائج ہے اس پر مسلمان روزِ اول سے نہایت شد و تہ سے حصہ لیتا چلا آیا ہے، اور اس درود کا بار بار پڑھنا داخل ثواب سمجھا ہے۔ صدر اسلام میں ایسے کچھ دیر بعد تک جب کہ نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پڑھایا ہو سبقت ابھی تازہ ہی تھا، اور اسلامی اوامر و نواہی کی حکمت بالغہ پر مسلمان کے ذہن نشین اس قدر ہو گئی تھی کہ اس کی تعمیل کیلئے عن الضرورت ہزاروں میل چلنا بھی اُسکے لئے ناگوار نہ تھا، ممکن ہے کہ کم و بیش ہر مسلمان درود پڑھتے وقت اُسکے صحیح مفہوم سے واقف ہو بلکہ اسکو صحیح سمجھ کر اور کیف دل کے ساتھ ادا کرتا ہو لیکن آج جبکہ مسلمانان عالم اسلام کا اکثر دس بھول گئے ہیں، درود کا صحیح مفہوم اور اس کا سچا کیفیت حال ذہنوں سے قاطبہ نکل چکا ہے، اور باقی ملفوظات شرعی کی طرح یہ بھی محض سی اور بے نتیجہ رہ گیا ہے۔ آج جب کسی اوسط مسلمان کو درود کے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ وہ کیا ہے، کیوں اور کس لئے پڑھا جاتا ہے، اس کی آہی حکمت کیا تھی، تو وہ آئیں یا میں شائیں کہ نظر آتا ہے، اور بالآخر جب تک نہیں پونج سکتا تو سب ہتھیار ڈال کر کہہ دیتا ہے کہ خدا کے احکام میں عقل کو کچھ دخل نہیں، ہمیں کلام نہیں کہ یہ طریق تفہیم کسی حق طلب قوم کے لئے انہیں مملکت دی، اور فقدان عمل کا راز بھی اسی دم مزین اور بکشا حالت کے قیام میں ہے۔ آیہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کی تذکرہ صدر توضیح کے بعد کم از کم یہ ظاہر ہے کہ خدا نے اپنی جناب سے اُن لوگوں کو تحسین و آفرین کہنے کا وعدہ کیا ہے جو کسی اجتماعی مصیبت کے دفع کرنے کی غرض سے قانونِ خدا کی طرف لوٹ آتے ہیں، اور ایسے ہی کارکن لوگوں کے بارے میں اَوَّلَیْکَ عَلَیْہِمْ صَلَواتُکَ تَزِیْرُہُمْ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ گویا صلوات سے مراد وہ شاباش اور تحسین و آفرین ہے جو کسی شخص کو کسی پسندیدہ کام کے سر انجام کو دیکھ کر دیا جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں سرور کائنات پر صلوات اور سلام بھیجنے کا حکم سورہ اجزائے ان الفاظ سے ظاہر ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتُہٗ یُصَلِّوْنَ عَلَی النَّبِیِّؐ ۙ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا اَسْلَمَیْمًا (۵۶:۱۳۳)

لوگو! تم کس بار داغ میں ہو اور کیوں آئے دن نئے نئے ہمتان باندھ کر اور خرابیدہ نشتے جگا جگا کر رسول خدا کو تنگ کرتے ہو حالانکہ اس جلیل القدر نبی کی شان و منزلت ہے کہ وہ زمین و آسمان کا مالک خدا، اس کی عالم آرا قوتوں کے علم بردار رشتے کے سب اس کی حیرت انگیز طاقت عمل، اس کی محبوبیت ویر پائش، اُسکے انقلاب انگیز زور بہشت، اس کی مقلب القلوب روحانیت پر تحسین و آفرین کے نعرے لگاتے رہتے ہیں (صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا اَسْلَمَیْمًا) اور ہر دم اُسکے فیروز اور ستارہ کائنات ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ اسے ایمان والو! تم بھی اپنے اس نہ مائے جلیل پر آفرین کے نعرے لگاؤ (صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا اَسْلَمَیْمًا)۔

تمام امت کا سلام بھیجا کر (صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا اَسْلَمَیْمًا) اُسکے احکام کے آگے تسلیم و عزم کر دیا کر (صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا اَسْلَمَیْمًا)۔ اس کی حقیقت اصل کتاب میں بتدریج عیاں کر دی جائے گی۔ لیکن یہاں ظاہر ہے کہ نبی پر درود بھیجنے سے مراد کفایت کے ساتھ اُسکے جلیل القدر کارناموں پر تحسین و تہنیت، اس کا نام پر لب آنے پر تحسین و آفرین کے نعرے لگانا، اسکو زندہ باد و سلام کہنا وغیرہ جیسا کہ آج ہر قوم اپنے رہنماؤں کے دیار سے مشرف ہو کر کیا کرتی ہے۔ اس عقیدت کیشی کا نتیجہ اکثر یہی ہوا کرتا ہے کہ دل میں اُن کاموں کی عظمت برتے رہتی ہے، اور ہر شخص کے دل میں کچھ نہ کچھ اس ہمت

قرض حسنہ کی چند در چند واپسی کا کیوں اصرار کرتا تھا؟

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۱۳۲) قدم بقدم چلنے کی آنگ پید اہوتی ہے۔ یہی مقصود نبی کریمؐ پر درود بھیجنے سے تھا اور یہی اسکا ثواب (فائدہ) ہے مگر واسعتر کا کہ یہ رسم بھی اب بے اثر ہو چکی ہے!

رہی یہ بات کہ صلوات سے مقصود بعینہ سچ تھا جو اد پر بیان ہوا، اور صلوات کا اعلیٰ صرف پیغمبر خدا ہی سے مخصوص نہیں بلکہ ہر درجہ پرست شخص اس کا مستحق ہے، اور اس زمانے میں تہاجب کہ قرآن وحی کیا جا رہا تھا، اس کا ثبوت سورۃ توبہ کی ایک آیت سے ہوتا ہے جس میں منافقین عرب پر درود بھیجنے کا حکم رسول خدا کو دیا گیا ہے!

[illegible]

اور لوگو! ان بدو اعراب میں سے ایک طبقہ ان لوگوں کا ہے جو خدا کو حاکم اعلیٰ مانتے ہیں اور اس کے حضور میں رزقِ قیامت کو جواب دہی کرتے ہیں۔
 کرتے ہیں، اور جو ایثار مال وہ کرتے ہیں اس کو خدا کے تقرب اور رسول کی شاباش (صلوٰۃ) کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اسے بغیر ایمان کے ذہن نشین
 کر دے کہ یہ مال خرچ کرنا بیشک ان کے لینے باعث تقرب ہے، اور اگر وہ اس طرح اپنی اجتماعی بہتری کے لیے مال خرچ کرتے رہے تو عقیقہ خدا ان کو اپنی
 رحمت میں لے لیگا۔ یہیں شک نہیں کہ وہ کارکن لوگوں کے حق میں گذشتہ واما ندگیوں پر بڑا پردہ ڈالنے والا، اور مبارکِ رحم کرنے والا ہے۔

رحمت میں لے لیگا۔ آپس شک میں کہ وہ کارکن کو لوگوں سے علی بن لکھ و امامت میں جو پروردگار نے
یہاں صاف طور پر صدقوں کا مطلب و شاہد اور دعائے خیر ہے جو رسول خدا پیے مفید کارکنوں کو دیا کرتے تھے اور جو ان کے پیے باعث انبیا
الطینان ہوا کرتی تھی۔ سورہ احزاب میں قرون اولی کے کارکن اور شہدائے خدا مومنوں پر خدا اور اس کے فرشتوں کا ورد و بھجور صدقوں کی حقیقت کو
اور بھی عیاں کرویا ہے: (اس آیت میں الخلق اور اللہ کے صحیح مفہوم پر بحث نہیں آئی ہے مگر قرآنی مفہوم اور اگر دیا جائے لیکن اس کا ثبوت بعد میں کسی حق پر لینگا)

هُوَ الَّذِي أَصْرَبَ عَلَيْكُمْ وَامْلِكُكُمْ لِمُخْرِجِكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ حَرِيمًا (٢٣: ٢٣)

[illegible]

لَٰكِنَ الرُّسُلَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُخْلَصُونَ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَمُرُّ خُلْدٌ فِيهَا
ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (۹: ۸۸-۸۹)

لیکن رسول اور جو لوگ اسکی تائید میں ایمان لاکر اپنے مال و جان سے جہاد کرتے رہے، یہی ہیں جنکو بہتر
سے بہتر چیز میں دی جائیں گی، اور یہی کامیاب لوگ ہیں۔ اللہ نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے
نیچے نہروں بہ رہی ہیں، وہ انہیں ایک مدت مدید تک رہیں گے، اور یہ بڑی ہی کامیابی ہے۔

(تہ تحت لہن صفحہ ۱۳۳) یعنی اسے ایمان والو! خدا کا اپنے دلیں احساس کثرت سے کیا کرو، اور صبح و شام اسکی تسبیح و تقدیس کرتے رہو گا کیا ایسا
محسن، ایسا رحیم، ایسا صاحب لطف کر خدا جو تم کو شاباش دے دے کر عظمت سے نور کی طرف نکالتا ہے اور تمہارے وصلے بڑھا کر تم کو حقیقت
اور امن، امکان فی الارض اور بقا کی طرف لاتا ہے اسی کے شایاں ہے کہ ہر دم اس کا کھٹکا اور اسکی یاد دل میں لگی رہے۔

ان تمام مثالوں سے ظاہر ہے کہ وہ شرعی ماحول جو لفظ فعل علی کے گردا گرد پیدا ہو گیا ہے خود لوگوں کا پیدا کیا ہوا ہے۔ قرآن کو اس سے کچھ بڑا
نہیں قرآن حسب موقع عام مومنوں بلکہ منافقوں پر درود بھیجنے سے بھی نہیں جھجکتا! ضمناً یہ ثابت ہو گیا کہ اہل اللہ و تحسین اللہ میں ہے۔
اس تمام تسبیح کے بعد نسبتاً افسانہ عظیم انسان حکایت کے صحیح مطالب بھی صاف ہو جاتے ہیں جو ہر مسلمان پانچ وقت خدا سے جل شانہ
کے حضور میں سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھ کر کرتا ہے۔ یعنی 'الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَلَّمَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ' اور 'اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ' کے مطالب۔ آج فیصدی ایک
تفہیم بھی ان تینوں قرآنوں کے مقاصد کی تک نہیں پونچتا اور علی الحساب بڑبڑا کر سلام پھیر دیتا ہے۔ الضلوة کے صحیح مقاصد کے متعلق مفصل
بحث اصل کتاب میں آگے آ رہی ہے لیکن ظاہر ہے کہ نمازیں حضور کی دل نہ ہونیکا بڑا باعث اس کے صحیح مطالب کو نہ سمجھنا ہے۔ جب ایک شخص نہیں سمجھتا
کہ وہ مخاطب کو کیا کہہ رہا ہے اور کس غرض و مطلب کے لئے کہہ رہا ہے تو اسکا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ وہ اسکو طوطے کی طرح پڑھ کر چھڑا ساتا دے اور اس
آرائیحات، خدائے حضور میں ہر مسلمان عالم اور عال کا وہ فرائض تحسین و تفرین ہے جو وہ نبی کریم کے چہرے انگیز اور جلیل القدر کارناموں کو ذہن میں
لا کر دین میں پانچوقت (اداکرتا ہے، وہ رب ذوالجلال کی جناب میں طہستان سے بیٹھ کر سب سے پہلے اس آقا سے ذوالہن کی نعمتوں کا مقرر ہوتا ہے
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَلَّمَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ، پھر اس رسول اعظم کے اعمال کو جسے تیس برس کی اقل قلیل مدت میں ایک جاہل اور احمق قوم کا با و آدم بلکہ
انکو دینے زمین کے اکثر حصہ کا بادشاہ بنا دیا تھا، سراہتا ہے، اُسپر رحمت اور بکثرت بھیجنے کی سفارش کرتا ہے، اسکو عظم الناس سمجھتا ہے ہدائت
عَلَيْكَ أَكْبَرُ النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، پھر اپنے آپ کو اسی جلیل القدر رہنما کا ایک پیرو، اور امت و وسطی کا ایک کارکن شاکر کے اُس شہدار علی
الناس امت اور اس کے صلح عمل ارکان پر سلام بھیجتا ہے (اَسْلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ)، بعد ازاں خود اپنے دن بہرے کارناموں اور
اعمال کو نہایت عاجزی سے خدائے زمین و آسمان کے حضور میں پیشکش کر کے اپنے آپکے شاہد ہونے اور اُس رسول کے امتی ہونے کا مقرر ہوتا
ہو (اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللَّهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ) اسکے بعد اللہ تعالیٰ علی محمد اور باریک علی محمد ہے۔ پھر خدا کے ساتھ کسی نبی کی حضور کی دل، اور
خلق خدا سے قطع تعلق کے بعد باشندگان زمین کو اَسْلَامٌ عَلَيْنَا وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ کا نعرہ دہیں بائیں ہوا، اور نہایت ادب سے اسکے حضور سے اٹھ جائے۔ یہ نماز کا
اگر اسی کیفیت لکھا نہ (ا) ہو تو کچھ معنی رکھتی ہی نتیجہ خیز ہے، ورنہ ایک بے اثر اور بے ثواب رسم ہے جسکو لاکھ بار کرنے سے کچھ نتیجہ سترتب نہیں ہو سکتا۔
انسان جو چاہے فرض کرے مگر اس کا رضاء قدرت کے اندر ہی ختم ہو جاتا ہے جو واقع الامر ہے فرض اور طعن کو اسکے اندر کچھ دخل نہیں!

۴۰ الحسنات، کی تشریح صفحہ ۱۳۶ کے تحت لہن میں سیدنا اور سیدنا کی شرح و بسط کے ضمن میں ہو چکی ہے اور وہاں پر ثابت کر دیا ہے کہ
حَسَنَات، کا اسی مفہوم وہ اجتماعی برکتیں اور خوشحالیاں ہیں جو انہوں کو ان کے حسن عمل کے انعام میں دیا کرتی ہیں، نیز یہ کہ بعض موقعوں پر حَسَنَات سے

وَقَالُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِي يَفْرِضُ اللَّهُ
فَرَضًا حَسَنًا فَيُضَوِّفُهُ لَهُ أَصْعَابًا فَكَثِيرٌ ۖ وَاللَّهُ يُفَرِّضُ وَيَبْصُطُ ۖ وَ

(ترجمہ تحت المہتمن صفحہ ۱۳۴) مقصود ہذا خود وہ اجتماعی اعمال ہیں جن کا نتیجہ قوم کی خوشحالی ہو اگر کرتا ہے۔ اس آیت شریفہ میں 'الْخَيْرَاتِ' کا لفظ استعمال
ہوا ہے، اور سابق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پر بھی 'مومن' اور مجاہد بالمال والا نفس قوم کو اجتماعی خوشحالی کی بشارت دی گئی ہے 'أَوَلَيْكَ لَمْ يَخْلُقْ
وَأَوَلَيْكَ لَمْ يَخْلُقْ'۔ شارحین نے جو خیرات سے مراد ٹیکیاں، اور فلاح کا مطلب انفرادی نجات، لے لیا ہے۔ بے معنی ہے، کیونکہ نیک عمل اپنی
جہاد مال جان کے بدلے نیک عمل، ملنا کچھ سستی نہیں رکھتا۔ اور فلاح، بھی ذہنی اور اخروی دونوں مقصود ہے۔ صرف اخروی نہیں جو منظر دستانہ حال
نہاں ہے اور اس قدر محرک سعی و عمل نہیں ہو سکتی جس قدر کہ اخروی اجر۔ نہیں بلکہ اجتماعی نفع کا حاصل ہو جانا، یا اسکی جستجو میں اپنی جان اور مال کو قربان
کر دینا ہی کسی تنفس کی اخروی نجات کا پیش خیمہ ہے، اور یہی اس آئندہ اور بدی نجات کے حاصل کرنے کا صحیح معیار ہے۔ اس موضوع پر مدلل بحث
اصل کتاب میں کچھ دیر بعد آئے گی، سروست لفظ خیرات سے سروکار ہے جسکے معنی ہم نے دنیا کی بہترین اشیاء اور نعمتوں کے لئے کیے ہیں۔ اس مفہوم
کی تائید قرآن حکیم میں کئی موقعوں پر بالقراحت موجود ہے۔ سورہ مومنون میں فرقہ بند، مشرک، اور منتشر الاعمال قوموں کے بارے میں ہے: أَلَيْسَ بَيْنَهُمْ
أَنْتُمْ أَنْتُمْ لَكُمْ مِنْ مَّالٍ وَبَيْنَهُمْ نَسَارٌ لَكُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا يَتَذَكَّرُونَ ۝ ۵۵-۵۶ کیا یہ لوگ اس زعم میں ہیں کہ ہم جو فی الحال
مال اور اولاد کی کثرت سے انکی مدد کر رہے ہیں، اس سے یہ مترتب ہوتا ہے کہ ہم انکو اپنی اچھی اشیاء (الْخَيْرَاتِ) اور نعمتوں کے لئے (الْخَيْرَاتِ) کے عطا کرنے
میں جلد بازی کر رہے ہیں۔ نہیں بلکہ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ہم ان کو کچھ اپنے پاس سے دے نہیں رہے، بلکہ لگے دیئے ہوئے انعام ہی رفتہ رفتہ چھین
رہے ہیں۔ آگے چلکر ایمان والی قوم کے بارے میں ہے: أَوَلَيْكَ يَسْأَلُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَبِقُونَ ۝ ۶۱-۶۲ یہی وہ لوگ ہیں جو فی
انعام خدا (الْخَيْرَاتِ) کے حاصل کرنے میں جلدی کر رہے ہیں (وہ وہ لوگ جن کا ذکر اوپر ہوا) ۶۲-۵۵: ۵۶، اور یہی ان کو لپک لپک کر کھینچ رہے ہیں۔
ان دونوں موقعوں پر الْخَيْرَاتِ کے کوئی دوسرے معانی ہو نہیں سکتے، اور مراد صاف طور پر اجتماعی انعام ہیں، انفرادی نہیں۔ سورہ مائدہ میں علیؑ کا
اختلاف کی برائیوں کے ضمن میں ہے:

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۚ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ (۳۸:۵)

اور اسے ساکنان زمین اگر خدا اپنی مرضی کرتا (لو شَاءَ اللَّهُ) تو ضرور تم انسانوں کو ایک امت بنا دیتا۔ لیکن یہ صورت اختلاف جو تم نے اپنی خود رانی اور
خدا سے گشتگی کے باعث پیدا کر لی ہے اس سے شایع کائنات کی غرض یہ ہے کہ وہ تم مختلف شدہ امتوں کا امتحان اتان اہلیتوں اور نعمتوں کے بارے
میں لے جو اسے تم کو دیں (لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ) تو اسے انسانی امتوں تم اپنے آپ کو اس آزمائش میں کامیاب ثابت کرنے کے لئے خداوند
عالم کے بہترین اجتماعی انعامات کی طرف لپک دو (فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ)۔ جانے رہو کہ تم سب نے ایک ایک دن خدا کی طرف ٹوٹنا، اور اسے حضور میں
اپنے سعی و عمل کی جواب دہی کرنی ہے۔ پھر اس دن وہ بنی نوع انسان کا خالق خدا تم کو اس حقیقت حال سے مطلع کرے گا جسکے بارے میں تم آپس میں
اختلاف پیدا کر کے ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہو گئے تھے۔

اس آیت شریفہ کے مطالب کے متعلق مکمل بحث صفحہ ۱۳۴ کے تحت المہتمن میں آئے گی۔ وہاں پر لَوْ شَاءَ اللَّهُ کا تذکرہ صدر مفہوم ثابت کر دیا جائے گا لیکن
ادنیٰ نال کے بعد صاف ظاہر ہے کہ الْخَيْرَاتِ سے مراد یہاں پر وہ اجتماعی انعامات ہی ہیں جو اقوام عالم کو ان کے سعی و عمل کے ثمرے میں سے اپنی جانب سے ہیں
اور انہی انعامات پر قبضہ کر لینے کے لئے اسْتَبِقُوا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ نیکیوں کی طرف پکنا، جیسا کہ اکثر شارحین نے سمجھ لیا جو محض بے نتیجہ مصیبت
ہے کیونکہ سعی و عمل کے متعلق تمام تر غیبی تحریریں کسی مستقل انعام کو پیش نظر رکھ کر ہو سکتی ہے، سعی بے حاصل کو فی نفسہ مال سعی سمجھنا محض ایک
شاعرانہ تخیل ہے، جس کی حقیقت از روئے عمل کچھ نہیں۔ یہی مفہوم الْخَيْرَاتِ کا سورہ فاطر کی اس معنی خیز آیت میں ہے: نَحْنُ أَوَّلُ مَا الْكَلْبُ

إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○ (۱۲: ۱۴۴-۱۴۵)

اور خدا کا بول بالا کر نیکیے ضمن میں اگر دشمن سے لڑائی کی نوبت بھی آپہنچے تو قتال کرو، اور خوب جان لو کہ خدا تمہارے ارادوں کو بڑا سمجھنے والا، اور تمہارے اعمال کو بڑا جاننے والا ہے۔ کون ہے جو اللہ کو خوش دلی کے ساتھ قرض دے، اور پھر خدائے قرض کو اسی کے لینے کئی گنا بڑھا دے۔ تنگ ست کرنا یا کشائش دینا بالآخر خدایہی کے اختیار میں ہی، اور اسی کی طرف تم بالآخر رجوع کرتے ہو۔

(یہ تحت ص ۱۳۵) الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا... فَيَنْهَوْنَهُمْ عَنْ مُقْتَصِدِهِمْ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ... سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ يَا ذَنِ الْقُلُوبِ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ (۳۵: ۳۶)، یعنی اُسے لوگو! پہرہ پہنے اپنے بندوں میں سے جس قوم کو اہل سبھا (یعنی مسلمانانِ قرونِ اولیٰ) اُسکو قانونِ خدا (الْكِتَابُ) کا وارث ٹھہرایا، تو اُن (کی آئندہ نسلوں) میں سے کوئی امت ایسی ناعلم ہوگی کہ بد اعمالیوں سے اپنے آپ کو ہلاک کرے گی (ظالم لِنَفْسِهِ) اور کوئی ایسی ہی ہوگی کہ اپنے اور سطر درجے کے سعی و عمل سے ہلاکت اور عروج کے مین میں رہے گی (مُقْتَصِدٌ) اور کوئی ایسی بھی ہوگی جو اپنے انتہائی جہد و عمل سے خدائے عظیم کے عطا کردہ انعاموں کی طرف لپک لپکے پونچھے گی (سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ) اور یہ آخری حالت کا قائم ہو جانا انتہائی فضل و کرم ہے۔ یہاں سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ کے ساتھ يَا ذَنِ الْقُلُوبِ کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ وہ اجتماعی انعام خدا کے حکم سے ملیں گے خدا کے حکم سے نیکیوں کی طرف لپکنا کچھ بے معنی سا ہے، اور یہاں استعارہ بظاہر اُس حالت کو پیش نظر رکھ کر لیا گیا ہے جب منہج کسی انعام کی بخشش کے لینے اذن دیتا ہے اور منعم علیہ اس کے لینے آگے کو پکارتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ صاحب القرآن تعالیٰ کے بہشت کی حوروں کو لفظ خَيْرَات سے یاد فرمانے کی وجہ بھی انکی یہی انعامی حیثیت ہو جو اوپر بیان ہوئی۔ سورۃ الرحمن میں ہے: فِي هُنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ (۵۵: ۷۰) یعنی اُن باغات کے اندر یہ عزیز القدر انعامات الہی یعنی خوبصورت، بیبیاں ہوں گی!

خَيْرَات کے اس مفہوم سے قطع نظر قرآن حکیم میں چند مواقع ایسے ہیں جہاں پر اس اصطلاح سے مراد خَيْرَات کے مفہوم کی طرح وہ اعمال ہیں جنکا نتیجہ افضال و کرم ہے۔ ایک آیت (۲۱: ۷۳) صفحہ ۱۰۸ کے تحت اہل بیت میں گزیر چکی ہے مگر یہاں پر اسکا اعادہ کیا جاتا ہے: وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً لِّهَؤُلَاءِ يَافُكِرُونَ يَا قَوْمِ نَآؤُا وَحْيَيْنَا إِلَيْهِمْ فَعَلِ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ... وَكَانُوا لَنَا عِدِينَ (۳۳: ۲۴) اور لوگو! ہم نے انھیں اور یعقوب علیہا السلام کو بھی اُن کے باپ ابراہیم علیہ السلام کی طرح اُن کی قوم کا پیشوا بنایا، وہ اپنی قوم کی رہنمائی ہمسا قانون کے ذریعے سے کرتے رہے، اور ہم نے ان کی طرف مفید جماعت اور مصلح قوم کاموں (الْخَيْرَاتِ) کے کرنے کی وحی بھیجی، انکو حکم دیا کہ الصلوة کو قائم کریں، الزکوٰۃ کو دیتے رہیں، اور وہ لوگ تو ناز و نگہدار اور پابند زکوٰۃ ہی نہ تھے بلکہ فی الحقیقت ہمارے بندے اور غلام بن کر رہتے تھے۔

الصلوة اور الزکوٰۃ کی اجتماعی حیثیت کے متعلق مکمل بحث اہل کتاب میں آنے والی ہے تاہم سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پر اُن قومی اور اجتماعی اعمال کا ذکر ہو رہا ہے جن کا نتیجہ مصلح قوم ہے اور جو ائمہ اقوام کا پیش نما و ہمیشہ سے رہا ہے۔ گوشت نشین بن کر رام رام چینی کا یہاں نہ کرنا نہیں۔ عامۃ الناس نے نیک بننے (یعنی فعلِ الْخَيْرَاتِ) کو اکثر ہی سمجھ لیا ہے۔ بعینہ اسی قطع کے اعمال کا ذکر اسی سورۃ میں زرکریا اور یحییٰ علیہما السلام کے بارے میں ہے: اِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَتَذَكَّرُونَ عِبَادًا وَرَهَبًا... وَكَانُوا لَنَا خَشِيعِينَ (۹۰: ۲۱) یعنی ہم نے اُن پر احسان بدین وجہ کیے کہ ان میں شک نہیں یہ لوگ مفید قوم اور مصلح امت اعمال طرف لپک لپک کر پونچھتے تھے، اور ہم کو اجتماعی انعام کی رغبت، اور اجتماعی منزع کے خوف سے پکارا کرتے تھے، اور اسی ہم ورجا کے باعث ہماری جناب میں سچا خضوع و خضوع کیا کرتے تھے۔ "رغب و رہب اور خوف اُمید کا تکلیف دل میں تھی پیدا ہو سکتا ہے جب انعام دنیاوی ہو، اور یہی خضوع کا سچا باعث اکثر ہوتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے ادنیٰ تا اعلیٰ اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ یہاں بھی الْخَيْرَات سے مراد مست عباد ہے، تسبیح گروانی قطعاً نہیں۔ سورۃ آل عمران میں جو خدائی حکم بعض صالح اہل اہل کتاب کے بارے میں ہے اس مفہوم کا صریح طور پر یہ ہے: يَا مَعْرُوفُ بِالْغَيْرِ وَفِيهِمْ مَعْرُوفٌ عَنِ الْمُشْكِرِ وَيَسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَآؤُا لِكُلِّ

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ (۱۱۵۷)

کون ہی جو اپنے مال کا بہترین حصہ خدا کا نام بلند کرنے کی خاطر صرف کرے، اور پھر خدا ہی اس کے واسطے اسکو چند و چند کر دے، اور ساتھ ہی اسکو اسکی خدمت کا باعث اجر دے۔

(اِنْ تَقْرَضُوا مِنَ اللَّهِ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ ذَلِيلٌ) (۱۷۴: ۱۷۵)

(بقرہ تحت ۱۷۴ و ۱۷۵) وَمَا يُعَلِّمُونَ هَٰذَا قَوْلًا يُكْفَرُ بِهِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ (۱۷۴: ۱۷۵) یعنی یہ یہود و نصاریٰ اسے اس قدر ایمان لوگ ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت میں مصروف رہتے ہیں، اور مفید جماعت اعمال کی طرف پیک پیک کر پونچتے ہیں، اور یہی وہ لوگ ہیں جو دراصل اصل کلمائے جانیکے مستحق ہیں۔ اور یہ لوگ کوئی بھی مصلح قوم عمل (یعنی خلیفہ کریں ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ ان کے اس عمل کی قدر نہ کی جائے گی، اور خدا تو اپنے قانون سے ڈرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ یہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، یعنی متقین وغیرہ اصطلاحات قرآنی کے صحیح مفہوم سے بحث نہیں لیکن ظاہر ہے کہ "الْحَيَاتِ" سے مراد اجتماعی حدود و حدود ہی ہے، اسکا فنی عمل نہیں کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت غائی نہیں رہ کر نہیں ہو سکتی، اور یہی بخیر و فی الخیرات کا عمل بھی اسی ضمن میں جو سورہ بقرہ تحت ۱۷۴ شدہ قبلہ مرکز امت گردانے کی بحث کے بعد الہی ارشاد ہے: وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ اِنَّ مَا كُنْتُمْ اِيَّائِهَا يَكُمُ اللَّهُ مُجْتَبِعًا ۚ اِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۱۷۴: ۲) اور مسلمانو! تمہیں یاد رہے کہ اس کا رگاہ اتحاد و اتفاق میں ہر قوم اور امت اپنے اپنے کوئی نہ کوئی سمت اٹھا دلاش کرتی ہے (ولیکل ویکل ویکل) اور ہر جب وہ لوگ کسی ایک مرکز کو مقرر کر لیتے ہیں تو سب کے سب طبعاً اسکی طرف رجوع ہوجاتے ہیں (ہو مولا لہما)، تو اسے مسلمانو! تمہاری اس جگہ پر نظر رکھ کر قوت افزا اور طاقت اندوز اعمال کی طرف پیک پیک کر پونچو (فاستبقوا الخیرات) اور تقریباً کے متعلق جو بات سب سے اہم اور نتیجہ خیز ہے یہ ہے کہ تم روئے زمین کے کسی گوشے میں ہو، اور کسی طرح پر یکبر ہوئے ہو خدا تم کو اس جگہ پر مجتمع کر دیا کریگا، اور دوسری قوموں کے بالمقابل تمہارے مجموعی رعب و قہار کو برقرار کریگا، جانے رہو کہ ظاہر شے پر ظاہر ہے "الْحَيَاتِ" کا مفہوم یہاں پر اس قدر ظہر میں آئیں ہے کہ اس کے لئے کسی مزید بحث کی ضرورت نہیں۔

الغرض ان تمام آیات الہی کے غائر مطالعے کے بعد یہ مستنبط ہوتا ہے کہ "الْحَيَاتِ" کی جامع و مانع اصطلاح کا الہی مفہوم بھی حسنات کی طرح وہ اجتماعی انعامات ہیں جو منقسم حقیقی اقوام عالم کو ان کے حسن عمل کے صلے میں عطا فرماتا ہے جو اعمال ان انعامات ملنے کا پیش خیمہ ہیں وہ بھی از روئے قرآن الخیرات میں دہل ہیں خواہ انکی جزا اجتماعی انعام کی صورت میں عامل کی حیات میں ملے یا نہ ملے۔ اسلام کے روئے سب سبھی عمل جماعت کی بہتری اور تقویت کے لئے ہی ہے۔ جو عمل اس دنیا میں اس طرح نتیجہ خیز نہیں وہ داخل خیرت و حسنات نہیں، جو یہودی قوم کی تبت سے کیا نہیں گیا وہ داخل سبھی عمل ہرگز نہیں۔ انفرادی حدود و حدود اجتماعی حسن عمل کا یہ وہ عالم انگیر فلسفہ تھا جسکی صحیح تعلیم نے قرون اولیٰ کی اسلامی جماعت کے ہر فرد میں مضبوطی اس حد تک پیدا کر دیا تھا کہ لوگ برسوں اور عروں تک ایک امیر اور ایک نظام ایک جماعت اور ایک مرکز کے ماتحت سرکھن اور تیغ بہر پھر کر بھی اپنے آپ کو استغنیٰ الخیرات کا مصداق نہیں سمجھتے تھے، اور آج جبکہ وہ نبوی اور الہی درس و دہنوں سے قطعاً کل چکا ہے، اس خطا طعن کی یہ حالت ہے کہ کسی جگہ منکے کو کوئی دیگر بات سب پر چند بار نام خدا رٹ رٹ کر اسے کہتے ہیں الخیرات کے مصداق اور جنت کے حقدار بنے بیٹھے ہیں مگر ہوشمند نظروں میں آج انکی کے اس بہت بڑے کا نتیجہ عالم اسلام کے حق میں یہیست کن ثابت ہوا ہے کہ جہاں قرون اولیٰ کے کموکار مسلمانوں کو روئے زمین کی بادشاہت انعام میں ملی تھی وہاں فائدہ مال کے یہی پسند سبج برداروں اور صالحوں اعلیٰ پاکیزوں سے ملنے میں جہاں رہیں اور ذل و مسکنت سب طرف سے یوں لپیک کہہ رہی ہے کہ یہی ہر کھانے کو نہیں ملتا، فَاَعْتَبُوا وَاُولٰٓئِیْ اَلَا بُصَارَہ۔

۴۴ اس آیت کریمہ اور پیشتر کی آیات (۱۱: ۵۷) اور (۱۳۵: ۲) میں قَرْضًا حَسَنًا کے الفاظ آئے ہیں۔ عوام نے اس سے مراد خدا کے نام پر کوئی بطور قرض حسنہ دینے کے لئے لئے ہیں۔ ہم نے ترجمے میں ایک حد تک یہی صورت برقرار رکھی ہے لیکن اگر تامل سے دیکھا جائے تو یہاں پر غلط فہمی کی

اگر تم خدا کے لیے اپنے مال کا بہترین حصہ کاٹ کر الگ کر دو گے تو تمہارے ہی لیے وہ اسکو چند روز
 کر دے گا، تمہارے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا، اور اللہ تو بڑا قدر شناس اور فراخ حوصلہ خدایہ
 جو کسی کی اجرت روک کر نہیں رکھتا۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَتَّقُونَ اللَّهَ يَنْزِلُ اللَّهُ بِهِمْ آيَاتٍ مُّزِيلَةً لِّاَعْلَالِهِمْ يَوْمَ يُنْفَخُ
 عَلَيْهِمُ الْكُفْرُ فَهُمْ فِيهَا ضَالِّونَ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكْفُرُ بِاللَّهِ وَنَبِيِّهِ أَوْ يَفْتَرِي عَلَى اللَّهِ كُفْرًا مِّنْ قَبْلُ فَهُوَ يَزِيدُ فِي كُفْرِهِمْ
 وَلَهُمْ فِيهَا عَذَابٌ عَظِيمٌ

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۱۳۷) کچھ خصوصیت نہیں اگرچہ فرض کا لفظ بگڑتے بگڑتے ہی معافی خستہ یا کر چکا ہے۔ فرض کے اصل معنی کاٹنے کے
 ہیں، اور اس لحاظ سے اِنْ تَقْرَضُوا مِنَ اللَّهِ قَرْضًا حَسَنًا کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اگر تم لوگ خدا کے لیے اور اُسکی آقا کی کوہ نظر رکھ کر بہترین ٹکڑا کاٹ کر
 الگ کر دو گے، تو خدا بھی اس حصے کو چند روز چند کر دے گا گویا اس حکم الحاکمین کی خاطر اگر انسان اپنے آرام کا، اپنی جان کا، اپنے مال و جائداد کا، اپنی
 محبوب اشیاء کا بہتر سے بہتر ٹکڑا وقف کر دے، اور اپنے پر تکلیف گوارا کر کے اسکی لڑائیاں لڑے تو یہ اسکی لوگ کی بہترین شہادت ہو یہی بات سورہ
 منزل کے مفصلہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے، جہاں زکوٰۃ اور فرض حسنہ کو الگ الگ بیان کر کے اُنکے مطالب میں تفویق نمایاں کر دی ہے،

فَافْرَضُوا مِمَّا قَسَمْنَاهُ لَكُمْ وَأَقْبَلُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَآخِرُ صُوَالِ اللَّهِ قَرْضًا حَسَنًا (۲: ۱۷۷)

قرآن و جوہ کی بنا پر (د جوہ کی تفصیل پر کسی موقع پر آئے گی)، جو حصہ اس تسبیح عظیم کا تم آسانی سے مطالعہ کر سکو، پڑھ لیا کرو۔ اور الصلوٰۃ پر

قائم رہو، اور ایثار مال کیا کرو، بلکہ خدا کے لیے اپنی ہر ملکہ کوشش کا بہترین حصہ کاٹ کر الگ کر دیا کرو۔

آیہ زیر بحث میں وَاللَّهُ شَكُّوْهُ حَلِيْمٌ کے الفاظ بھی غور طلب ہیں۔ شکر کے معانی آج قطعاً سمجھ چکے ہیں۔ ہر شخص دونوں ہاتھ اٹھا کر اس رسم کو
 ادا کر دیتا ہے اور چند الفاظ منہ سے بڑبڑا کر سمجھ لیتا ہے کہ ایک اہم فرض ادا ہو گیا۔ حالانکہ عام انسانی تعامل میں کیفیت قلب کا وجود ہی سچا شکر ہے، جو
 شخص دل سے اپنے نعم کی عطا کی ہوئی نعمت کی قدر کرے وہی شاکر ہے، اور نعم کا شکر ہونا یہی ہے کہ وہ اپنے خادم کی خدمت کی دل سے قدر
 کرے۔ اس کیفیت قلب کے لیے ظاہر ہے کہ کسی وقت کی تعیین، یا رسم کی پابندی ضروری نہیں بلکہ ہم قدر دانی کرنا ہی سچا شکر ہے، ایک شخص
 اگر خدا کی دی ہوئی نعمت کا صحیح استعمال کر رہا ہے، اسکو برقرار رکھنے کے لیے مسلسل سعی و عمل کرتا ہے، اس سے متیق ہوئے ہیں کہ غایت کو ہر وقت
 زیر نظر رکھتا ہے، اور دل سے خدا کی منفیت کا مقرر ہے تو وہ صحیح معنوں میں شاکر ہے۔ خواہ وہ تمام عمر میں ایک بار بھی رسماً ہاتھ نہ اٹھائے
 بر خلاف اس کے جو شخص خدا کی نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے، اُن کو برت دار رکھنے کے لیے حتی الامکان سعی نہیں کرتا، اُن کو جیسے
 سمجھ کر پاؤں سے ٹھکرا دیتا ہے، کفایت کو پیش نظر نہیں رکھتا، یا ایک یہودہ سا استغنا اختیار کر کے اُن کی بے قدری کرتا ہے، وہ
 اگر تمام عمر بھی ہاتھ اٹھائے رکھے اور منہ سے نعتیہ الفاظ بڑبڑاتا رہے تو شاکر کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ مسلمانان عالم نے آج شکر کا
 مفہوم بہت در غلط سمجھ لیا ہے کہ صرف الفاظ باقی رہ گئے ہیں اور خدا کی مقصود باطل کر دیا ہے۔ وَاللَّهُ شَكُّوْهُ حَلِيْمٌ کے الفاظ سے
 ظاہر ہے کہ خدا بھی اپنے بندوں کا شکر ادا کر سکتا ہے مگر ہاتھ اٹھا کر نہیں بلکہ اُن کی خدمات کی سچی قدر دانی کرے اور وقتاً فوقتاً ان کا صلہ دینے
 سے شکر کرے ان معانی کا قرآنی ثبوت جا بجا آگے چلکر (اور بالخصوص تیسری جلد میں) آئے گا۔

ہم یہ آیات شریفہ اگرچہ رسول خدا کے زمانے میں اجارا اور رہبان کے خالق خدا کو لوٹ لوٹ کر بے اندازہ مال جمع کر لینے متعلق آتی ہیں، مگر میں نے ان کا اطلاق اپنے
 عالم کر دیا ہے کہ آج مسلمانان عالم کے دلوں میں، اند قوموں کے بالمقابل، مال کی جنت استقدر بڑھ گئی ہے کہ ہر شخص کم بیش اسکا مصداق ہو رہا ہے۔ خود
 اسلام کے اندر اہل کتاب کے اجارا اور رہبان کے بالمقابل لاتعداد ایسے سرگرم پیدا ہو گئے ہیں جو اپنی نفسانی خواہشوں کو، نظر بھکر لوگوں سے بے پروا ہو کر
 ہیں اور ہر اسکو خدا کی لڑائیاں لڑتے ہیں صرف نہیں کرتے۔ انہی لوگوں کی شان میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں جیسا کہ غالباً تیسری جلد میں عیاں کر دیا جائیگا۔

اور جو لوگ سونے اور چاندی کے ڈھیر لگائے رکھتے ہیں اور خدا کا نام بلند کر نیکی خاطر کچھ صرف نہیں کرتے، انہیں میری طرف سے دردناک عذاب کی خوش خبری سننا اور روز قیامت کو یہی دولت جہنم کی لگ میں رکھ کر تپائی جائے گی، اور پھر اس سے ان کے ماتھے، انکی کرٹیں، اور انکی پیٹھیں داغی جائیں گی، اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا تو آج اپنے ڈھیروں کے ڈھیر جمع کر رکھنے کا مزہ چکھو۔

کیا مخالفین اسلام کی نظروں میں خلد بیریں کی یہ ارزانی نرسوشتی، اور اداسے قرض کے یہ دل خوش کن وعید، اُس خدا نے غنی کے کامل غنا اور کمال تنعم کے نقیض نہیں ہو سکتے تھے؟ لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَكَتْنَاهُمْ مَا قَالُوا وَفَعَلْنَا لَهُمْ آيَاتٍ بَاطِلَةً يَكُونُ فِيهَا دُخَانٌ لِّأَعْيُنِنَا ۖ وَنَقُولُ دُخَانٌ أَعْيُنُنَا بِهَا ۖ (۱۸۰:۱۳۳)

کیا خود سید البشر اور سرور کائنات کے بارے میں زکوٰۃ و صدقات کے بن نازک اور شکوک انگیز تقاضاؤں کے باعث، معاذین اُمت کی طرف سے طماع و حرصیوں نے کا گمان نہیں ہو سکتا تھا؟ کیا راہ خدا کی بظاہر بے معنی اصطلاح کی آڑ میں انفاق مال، جرم عشق کا کوئی خدائی تاوان، یا مذہبی کاروبار کا کوئی آبی محصول تھا جو (العیاذ باللہ) کسی بُت پرست مجاہد کی طرح، خدا کا گودھری میں یہ مست رسول ہر مسلمان سے حصول کر لیا کرتا تھا؟ اَللّٰهُ يَتَقَبَّلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَاخُذُ الصَّدَقَاتِ ۚ وَالَّذِي لَا يَجِدْ إِلَّا تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ فَهُوَ شَاكِرٌ لِّهُ ۚ (۱۸۰:۱۳۴)

کیا خدا کی عبودیت کے اعتراف میں قربانی مال کا یہ وجوب و لزوم بنارس کے کسی مندر کے چڑھائے یا نذر و نیاز تسبیح کی کوئی رسم تھی جو خدا نے پاک نے اسلام میں گداگروں اور مفت خوروں کی اُمت کو ترقی دینے کی نیت سے وضع کی تھی؟ کیا دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طالب جان و مال خدایا العیاذ باللہ، کسی برہمن کی جبین نیاز کیش کی غضب آلود دیوی، یا متحرا کے نقشہ نما اور زنا رپوش مشرک کا کوئی

سلسلہ اس نے ان لوگوں کی بکواس سن لی جو جہنم میں طفرے لگتے ہیں کہ تمہارا اللہ تو محتاج ہے جو قرض مانگتا رہتا ہے اور ہم مالدار ہیں، ہم انکی انگشتا خیلوں کو لکھ رکھیں گے، اور انکے پیچھے فرس کے ناحق قتل کو بھی ہر جہنم ہمارے غضب کا دریا جوش لا رہا ہے ہم کہیں گے کہ اس ہسم کردینے والے عذاب کا مزہ چکھو۔

سے کیا ان لوگوں کو اس بات کی خبر نہیں کہ اللہ اپنے غلاموں کی توبہ بھی ہر وقت قبول کر لیتے تیار ہے اور اس توبہ کی تائید و تصدیق میں خیرات کا مال بھی لے لیتا ہے، اور وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم دل ہے۔

مہیب دیوتا تھا جو انسانی جان کی خوں چکان تر بانی، اور مال و زر کے ہلاکت آفرین جسمانوں کے بغیر مطمئن اور سکون نہیں ہو سکتا تھا، اور جسکے ناز و حرص و غضب کے تنور میں قیامت کے روز مسلمان عاصیوں کی پیشانیاں اور بدن داغے جلنے کا وعدہ تھا! اور کیا یہ اسلام کے جابر اور قابض خدا کا حکمانہ ظلم و ستم یا محض ایک سبب اور نئے نتیجہ و راز دوستی تھی جسکے روسے وہ جنت کے پیش پا افتادہ وعدے کر کے، مومنوں کے جان و مال پر قابض ہو گیا تھا؟

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَرِ الْجَنَّةِ يَفْقَهُ الَّذِينَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَلَىٰ عَلَيْهِمْ حَقًّا فِي التَّوْبَةِ وَالْإِجْتِهَادِ وَالْقُرْآنِ
وَمَنْ أُوْتِيَ بَعْضُهَا مِنْ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرْ وَأَبْغِ عَمَّا الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكُمْ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (۹: ۱۱۱)

بیشک اللہ نے ایمان والوں سے انکی جانیں اور انکی مال اس عیسے پر خرید لیے ہیں کہ انکے لئے جنت ہے انہیں انجیل
جنت دیگا۔ یہ لوگ اب خدا کے نام کا دھکا بجانے کی خاطر دشمنوں کو قتل کرتے ہیں، ان کو قتل کرتے
ہیں اور آپ بھی قتل ہوتے ہیں۔ یہ خدا کا پکا وعدہ ہے جو تورات اور انجیل اور قرآن میں ہر مومن کے
ساتھ برابر چلا آیا ہے، اور خدا سے بڑھ کر اپنے قول کا پورا اور کون ہو سکتا ہے۔ تو اسے ایمان والو!
اپنے اس سودے کی جو تم نے خدا کے ساتھ کیا ہے خوشیاں مناؤ، آپہں تمہاری بڑی کامیابی ہے۔
اس میں تم کو فلاح دارین ہے۔

آہ معاذ اللہ نہیں! اس تمام عجیب و غریب لین دین، اور محیر العقول ترغیب و تحریر سے خدائے
بے نیاز کا مقصد جو یہ ساکنان عالم کو اپنی ناپید امثال ذات کا شید اور مفتون بنانا، انکے دلوں میں

مؤمن کی صحیح تعریف، اور الجنتہ کے حقدار بننے کی کامل شرائط اس آیت کریمہ سے وضع ہیں۔ یہی شرائط بطریقہ صفحہ ۱۱۱ کی آیات (۱۱۱: ۱۱۱)
اور (۱۱۱: ۱۱۱) کی آیت (۱۱۱: ۱۱۱) میں موج ہیں۔ اگر آج مسلمانان عالم نے اپنے نفس کو وہو کہوے کہ کوئی اور بشر میں وضع کر لی ہیں تو
اس سے قانون خدا میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس خوش اعتقاد کی بدست میں الجنتہ مل سکتا ہے، خواہ لوگ ہزاروں برس
تک یہ سب برباغ اور خوش کن خواب پڑے دیکھا کریں بشرط پوری جان اور سارے مال کے انثار کی ہے نہ یہ کہ تھوڑی سی تکلیف برداشت کر کے
یا چند پیسے ناروا طور پر خیرات کر کے ایک کمر سا بنالیا جائے۔ جیسا کہ بالعموم ہر مسلمان نہایت التزام سے کرتا ہے۔ غنمنا فی التَّوْبَةِ وَالْإِجْتِهَادِ وَالْقُرْآنِ
الْعَظِيمِ سے ظاہر ہے کہ ان دونوں کتابوں پر عمل کرنے والی مجاہدات و ام بھی صحیح معنوں میں مومن اور جنت کی حقدار ہو سکتی ہیں۔

ورو پیدا کرنا تھا! اپنی محبت اور اپنے تعلق سے وہ دارائے عالمیان، انسان کے غرض مند اور انعام طلب
 قلوب میں ایک اولوالامر کا خوف، اور ایک منعم اعلیٰ کا ڈر بھلانا چاہتا تھا: اَلَا اِنَّ الْخَلْقَ وَالْاٰمَرَ تَبْرَكَ اللهُ
 رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۵۴:۷) وہ باشندگانِ روئے زمین کا ایک حاکم کل اور ایک بادشاہِ حقیقی سے لگاؤ
 پیدا کر کے، اُن کے اعتقادات اور معاملات میں، اُن کے اعمال و افعال میں مشترک عبودیت کا تذلل
 اور عام نیاز مندی کا عجز نہ دیکھنا چاہتا تھا، اور ہر اس عجز و نیاز کی حوصلہ افزائیں، اور حیاتِ انگیرِ شرب
 سے چار دانگ عالم میں، اس گنبدِ فلاک کے نیچے، التوحید کا نعمۂ مستطیر اور حقانیت کا ہنگامہِ عظیم
 پیدا کرنا چاہتا تھا!

درو دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
 ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کروہیاں

هُم الَّذِيْنَ يَقُولُوْنَ لَا تَنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ الرَّسُوْلِ لِيَنْفِقَ مِنْهُ اَوْ لِيَبْذُلُوْهُ وَلِلّٰهِ حِزْبُ الْاَشْقٰتِ الْاَوْفَرُ وَلٰكِنْ
 الْمُنْفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ (۷۶:۷)

یہ منافق تو وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو بہکایا کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی تائید و تقویت میں جو رسولِ خدا کے گرد جمع ہو گئے ہیں، اپنا مال نہ
 خرچ کیا کرو۔ جب روپیہ پسید ان لوگوں کے پاس نہ ہوگا تو عاجز اگر آپ ہی تشریف لے جائیں گے۔ یہی انکی قوت کا راز ہے۔ آہ ایسے
 منافقین نہیں سمجھتے کہ مال انکی قوت اور اجتماع کا راز نہیں، اللہ خدا کو اسکی ضرورت ہی ہے، کیونکہ زمین آسمان کے خزانے ہی کئی

آہ یہ بھی نہیں! اس صاحبِ جلال خدا کو جسکی سطوت اور جبروت میں، جسکے حاکمانہ رعب و وقار میں، جسکی
 طاقت اور حکومت میں، روئے زمین کے تمام انسانوں کی سرکشی اور شفقہ انکار بھی یک سرِ مو فرق نہیں
 لاسکتی: وَقَالَ مُوَسٰی اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا فَلَنْ اَلْقِیَ حَمِیْدًا (۲۸:۱۱۳) فی الحقیقت میں منظور تھا
 کہ درو دل کے اس نازہ عمل میں، اور مشکلات و محن کی صبر آزمائیں، وہ ہر مومن کے قلب کو دنیاوی

۱۵ لوگو! سن کہ وہ تمام کائنات جہاں اسی کی پیدائی ہوئی اور انکے جسے ذبیح سے سب کچھ ہوتا ہے، نیز اسکی ہی پیدوار گار عالمین و حقیقت بڑا صاحبِ برکت ہے
 ۱۵ اور موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ اگر تم اور جتنے لوگ روئے زمین پر ہیں سب کے سب ملکر بھی خدا کی نافرمانی کریں تو خدا کو ذرا بھی پرواہ نہیں وہ
 بے نیاز ہے اور دنیا ہی سزاوار حمد و مدح ہے۔

خطرات اور بدنی مصائب کے خوف سے پاک کر کے ان میں صبر و انگیز کا کشور کشا نور اور قوت کی جلا پیدا کر دے:

وَلِيَجْزِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيُخَوِّعَ الْكَافِرِينَ ۝ (۳: ۱۴۰)، وَلِيَبْلُغَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُخَوِّعَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ (۳: ۱۵۳) ۱ وہ ہر مسلمان کے دل کو توحید کے مشترک مرکز پر لا کر ان کی جماعت میں وحدت و استحکام کا دستور عمل پیدا کرنا چاہتا تھا: وَيَذْهَبَ عَنْكُمُ رُوحُ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝ (۵: ۱۱) ۲ وہ اپنی ذات پر کامل ایمان، اور اپنے جاہ و منصب کے سچے خوف سے امت کے ہر فرد میں استقلال کا نظم و نسق، اور اتحاد و عمل کا طریق کار دیکھنا چاہتا تھا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (۳: ۱۹۹) ۳ وہ ایمان کے جرأت انگیز ولولوں، اور مقام خدا کے ہمت آفرین تذکروں سے اسلام کے متنفذ میں مقابلے کی ناقابل تسخیر روح اور ثبات کا ناقابل شکست

۱ اور تاکہ اللہ ایمان والوں کو خالص بنا دے اور خدا کے وجود میں شک شبہ کرنے والوں کو دبا بیٹ کر دے۔
 ۲ اور اس غرور و اُتھ میں تم کو ہرا دینے میں یہ مصلحت تھی کہ خدا اس ایمان کو جو تمہارے سینوں کے اندر چپا بیٹھا ہے آزمائے، اور دیکھے کہ باوجود ہر ہمت کے خدا پر یقین رکھنے والا کون ہے، اور تمہارے دلوں کو ڈرا اور دوسووں، خوف مصائب اور خطرات سے پاک صاف کر دے، اور جانے رہے کہ خدا سینوں کے حالات سے مہم و واقف ہو، جیتا کہ تمہارے دلوں میں یہ دساوس اور خدا کے متعلق شکوک ہیں فتح تمہارے قدموں کو نہیں چوم سکتا اور خدا یہ چاہتا ہے کہ تائید غیبی کے حوصلہ افزا، اور جامع القلوب اثر سے شیطان کی آلائش (یعنی نفاق) کو تم سے دور کر دے، اور تاکہ تمہارے دلوں کو آپس میں جوڑ کر مضبوط کر دے، اور ہر اس اتحاد کے ذریعے سے تمہارے پاؤں میدان جنگ میں جٹائے رکھے۔
 ۳ اسے ایمان والو! اُن اجتماع کا کالیف کا جو تمہیں بیش آئیں سختی سے مقابلہ کرو، اور ایک دوسرے کو مقابلہ کرنے کی تلقین کرتے رہو، اور ایک دوسرے میں گتھکرا یک بجائو، اور خدا سے ڈرتے رہا کرو تاکہ دشمن کے بالمقابل تم کامیاب ہو جاؤ۔

۴ اس آیت کریمہ میں ایمان کی بعض اہم شقیں بتلا دی گئی ہیں۔ گویا مصائب کا مروانہ وار مقابلہ کرنا، ایمان ہے، (اصْبِرُوا) جماعت کے اعضا کے مابین استقلال کا ماحول پیدا کرنا ایمان ہے، (وَصَابِرُوا) اور سب اہم یہ کہ کامل اور باہمی اتحاد پیدا کرنا بھی ایمان، کا جزو اعظم ہے، (وَرَابِطُوا) جس قوم کے اندر یہ عظیم الشان خاصیتیں موجود ہیں، وہ خدا کے عظیم کے ایک اہم حکم کو مان رہی ہے، اور وہی ہے جو اس کے نفل قانون کے بموجب کامیاب ہو رہی ہے، (لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) گویا یہاں پر بھی 'تُفْلِحُونَ' سے مراد دنیاوی غلبہ ہی ہے، دوسری فلاح کا یہاں ذکر نہیں۔ دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ اس استقلال، یقین صبر، اور اتحاد کو اتقائے خدا پر محمول کیا گیا ہے (وَاتَّقُوا اللَّهَ) گویا وہی قوم حقیقی ہے جو فی الحقیقت خدا سے، اس کے قانون سے، اس کی اہل سزاؤں سے ڈرتی ہے جس میں استقلال ہر ایک دوسرے کو مستقل بنانے کی اہمیت ہو، اور متحد رہنے کی صلاحیت موجود ہو۔ فرقہ بند اور ڈرلوک قوم خدا سے قطعاً نہیں ڈرتی کیونکہ وہ اس کی سزا سے بے خوف ہو چکی ہے اور اسی لیے منقہ کھلانے کی اہل نہیں۔

اتقائے یہ معانی بالصرحت دو اور آیتوں سے جو صفحہ ۲۹۷ پر گذر چکی ہیں ثابت ہیں۔ آج کل کے مسلمانوں کو اس خدائی محاکے سے عبرت پکڑنی چاہیے۔

جذبہ قائم کرنا چاہتا تھا، یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْقِيَمَةُ فُتِحَتْ كَأْتِبْتُمْ وَأَوَّكِرُوا اللَّهُ كَثِيرٌ الْعَذَابُ لِقَوْمٍ كَذِبُوا

(۲۵: ۸) وہ اپنی لاشریک اطاعت اور بے ریا عبادت کے آلہ عمل سے مسلمانوں کے ارادوں میں

قوت، حوصلوں میں افزائش، نیتوں میں صداقت، اور پائے عمل میں ثبات دیکھنے کا متمنی

تھا۔ وہ اسلام کی دنیاوی شوکت و احتشام اور مادی ارتقا و عروج کو روحانیت کے بے امان ہتھیاروں، او

اخلاق کی اٹل قوتوں سے حاصل کرنا چاہتا تھا، اور امت کے اس اجتماعی اور انتہائی غلبے کو ہمہ تن

ایمان کا واحد منہ تھائے نظر، اسکی فلاح و نجات کا اٹل ضابطہ عمل، اُسکے تقویٰ اور عبادت کا صحیح

معیار، اُسکے کفر و شرک کی سچی محک، اسکی جزا و سزا کا قطعی مدار قرار دیتا تھا!

يُشْهِدُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّالِثِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُخْلِدُ

اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ (۲۴: ۱۱۳)

اللہ ایمان والوں کو اپنے پتے قول کے ساتھ اس دنیا کی زندگی میں خوب جاکر رکھتا ہے او

آخرت میں بھی اُنکو خوب جاکر رکھگا۔ لیکن کچے ایمانداروں اور بُزدلوں کو جو اُسکے احکام کی

متابعت نہیں کرتے وہ حفظ و امن کی راہ سے ڈنگا دیتا ہے، اور خدا تو وہی کچھ کرتا ہے جو مناسب سمجھتا

۱۵۔ اے ایمان والو! جب دشمن کی کسی فوج کے بالمقابل تم صاف آرا ہو جاؤ تو ثابت قدم رہا کرو، اور اسوقت خدا کا دیہان اور بھی زیادہ دل میں
رسمو تاکہ تمہارے حوصلے بڑھیں، اور بالآخر تم دشمن کے بالمقابل کامیاب ہو جاؤ۔

۱۶۔ یہاں ایمان، کوہِ دشمن کے بالمقابل ثابت قدم رہنے پر محمول کیا گیا ہے۔ ”وَإِذْ كَرَّ اللَّهُ كَثِيرًا“ کا مقصود یہ ہے کہ جب تم دشمن کے
بالمقابل ڈٹ کر کھڑے ہو جاؤ تو اُس حاکمِ اعلیٰ کا خیال دلیں لاؤ جس کی ماتحتی میں تم کھڑے ہو۔ پھر جس طرح ہر سپاہی کو اپنے سپہ سالار کی یاد،
اُسکے انعاموں کی یاد، اُسکی سنہراؤں کی یاد میدانِ جنگ میں اور بھی مستحکم دیتی ہے اسی طرح تم بھی مالکِ زمین و آسمان کی یاد کے اپنی ہتھوں
بڑھاؤ تاکہ تم دشمنِ ہنسِ پاؤ (لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ)۔ گو یا یہاں بھی تَقَاتُورُ سے مراد دنیاوی نیست ہے، آخری فلاح مراد نہیں۔ اور نہ ”وَإِذْ كَرَّ اللَّهُ“
کَثِيرًا سے مقصود یہ ہے کہ گھر بیٹھے تسبیحوں پر خدا کا نام بڑھاتے رہو تاکہ قیامت کے دن فلاح پاؤ جیسا کہ بعض نادانوں نے سمجھ کر آیاتِ الہی کو
بے ربط اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِشِينَ (۹۱: ۱۵) ص ۴۳ کے مصداق بن گئے ہیں۔

۱۷۔ جو عجیب و غریب تاویلیں شاذینِ قرآن نے اس آیت شریفہ کے مطالب میں اپنے پاس سے بنالی ہیں بجائے خود ایک فتنہ ہے۔ بعضوں نے قیوں
ثابت کو کوئی اہم غنیمت فرض کر لیا ہے جیسے ایک زبانِ سادہ ایمان، لانا فرض قرار دیا ہے، بعضوں نے عالمِ اسلام کی موجودہ زبوں حالی، اور خدا
اس اٹل وعدے میں اختلاف دیکھ کر یکتا کے معنی ”روحانی ثابت قدمی“ بنا لیے ہیں، وغیرہ وغیرہ، لیکن ایمان کی اُن کڑی شرطوں سے جو
بیان ہوئیں ظاہر ہے کہ جس قوم میں وہ خالص موجود ہوں اُنکا اس دنیا میں حکم کر رہنا، مضبوطی اور قوت سے بسر کرنا، علی الرغمِ عروجِ غالب کر رہنا
اٹل ہے یہی حقیقت بعینہ اس آیتِ کریمہ میں عیاں کر دی گئی ہے، اور جملہ دیا ہے کہ صاحبِ ایمان قوم کا اس دنیا میں تمکن اور اختلاف فی الافاض قطعاً ہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُمْ مُسْلِمُونَ
وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا لِعَهْدِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ
أَعْدَاءً ۚ فَآلَفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِرُوا لِمَا بَيْنَ يَدَيْكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ
مِّنَ النَّارِ فَإِن يَأْتِ الْكُفْرُ مِنكُمْ لَنَمَسْكُ بِهِ أَيْدِيَكُمْ وَلَنُفَعِّلَنَّكُمْ هُمِلُوا

(رقیع تحت المین صفحہ ۱۴۳) اور آخرت میں بھی اسی کا بول بالا ہے۔ گویا اس آیت اور آیہ "أَن تَمُوتُوا إِلَّا وَأَنتُمْ مُسْلِمُونَ" کا منقول ایک ہی ہے جو صفحہ ۷ پر گزری چکی ہے۔

"روحانی ثابت قدمی" جس کا ذکر آج کل کے مسلمان اس شہر و مد سے کرتے ہیں ایک پادریوں اور بے مصلحتی بات ہو، یقیناً کالفاظ قرآن کریم میں جہاں کہیں آیا ہے اسی مادی ممکن اور مادی استحصال کے لیے آیا ہے۔ دو مثالیں اصل کتاب میں ابھی ابھی گزری چکی ہیں، یعنی یقیناً

بِذَلِكَ الْآيَةِ (۱۱) اور اذْذِكْرُوا لِعَهْدِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً (۱۲)۔ دو اور پیش کر دیا کرتی ہیں۔ سورہ انفال میں ہے:

لَا يُؤْتِيكَ إِلَىٰ الْمَلَائِكَةِ إِنِّي مَعَكُمْ فَنُفِثُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأَلْتَنِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
فَأَضَرُوا نَفْسِي وَالْأَغْنَىٰ وَالْأَعْنَىٰ وَأَضَرُّوا نَفْسِي كُلَّ بُنْيَانٍ (۱۳)

اسے سمجھا، یہ وہ وقت تھا کہ تمہارا پروردگار، تمہارا سپہ سالار اعظم خدا ملا کہ کی فوج کو حکم دے رہا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تو تم ایمان والوں کے پاؤں میدان جنگ میں جھانک رہے ہو، ان کے حوصلوں کو وہ چن کر دے، ان کے استقلال کو اور بھی مضبوط کر دے، ہم غریب و مکیوں کے دلوں میں انہی ٹٹھی بہر مسلمانوں کی دہشت ڈال دیں گے، تو ماروان کی گردنوں پر کہ چور چور ہو جائیں، اور لگاؤ ان کی پروردگار کے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔

مَلَائِكَةٍ کی ماہیت سے یہاں پر بحث نہیں لیکن ظاہر ہے کہ فَنُفِثُوا الَّذِينَ آمَنُوا اسے مقصود اضیٰ تغلب اور ممکن ہی ہے۔ روحانی استقلال کا کچھ کر نہیں۔ یہی الفاظ قریب قریب زیر بحث آیت میں استعمال ہوئے ہیں۔ دوسرا موقع سورہ نحل میں ہے:

قُلْ نَذْرٌ لَّكَ ذِي الْقُرْبَىٰ مِنْ رَبِّكَ لَا تُخَوِّفُ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ (۱۶) (۱۵)

اسے سمجھا، تم علی الاعلان کہہ دو کہ اس قرآن عظیم کو روح القدس میرے پروردگار کے ہاں سے لیکر اس لیے آتا ہے کہ جو لوگ اس کے احکام پر ایمان لائے ہیں ان کو اس دنیا میں مضبوطی سے اور جا کر رکھے اور تاکہ یہ قانون جلیل تسلیم کرنے والوں کو مسیح راہ عمل دکھائے (ہُدًى)، اور ان کو جماعتی سلامتی اور حفظ دین کی بشارت دے (بُشْرَى)۔

روح القدس کی حقیقت سے یہاں پر بحث نہیں صفحہ ۷ کے تحت المین میں بغیر ان خدا کی بشارت کی نوعیت واضح کر دی گئی ہے۔ اس آیت پر بحث ظاہر ہے کہ یہاں بھی لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا کے الفاظ سے دنیاوی ثبوت اور استقلال ہی مراد ہے۔ "روحانی ثابت قدمی" کی ترغیب پیش کرنا مسکرتوں کے لیے کچھ معنی نہیں رکھتا۔ دنیاوی خوشحالی کا لالچ ہی وہ شے ہے جو ہر مخالف کو مانے پر مجبور کر سکتا ہے۔

قول ثابت کے الفاظ جو زیر بحث آیت میں آئے ہیں، ان سے مراد وعدہ خدا کی توثیق ہی ہے اور کچھ نہیں۔ ضمناً اس آیت سے بَصُل کے معانی بھی صاف ہو گئے کہ یہ یقیناً، کی ضد کے طور پر آئے ہیں۔ گویا اس دنیا کی زندگی میں مضبوطی اور ممکن سے نہ رہنا ہی ضلالت ہو۔ ظالمین کا لفظ ہر جہاں استعمال ہوا ہے۔ اس سے پیشتر صفحہ ۱۳ کے متن کی آیت (۱۳: ۱۳) میں ہوا تھا۔ یہاں بھی ظالمین سے مراد کچھ ایمان والے ہی ہیں کیونکہ جو لوگ اپنے ایمان کی کمی کی وجہ سے دشمن سے شکست کھا جائیں وہ فی الحقیقت اپنی جانوں پر آپ ظلم کر رہے ہیں۔ آج ظلم کی قرآنی اصطلاح کے معانی بالکل بدل چکے ہیں لیکن آئندہ جہالت میں وقتاً فوقتاً اسے مختلف مفہوم بیان کر دیے جائیں گے۔ مقدمہ کتاب میں ظالم قوم کے معنی قرآنی حکام پیش کیا گیا تھا اور وہ یہ تھا کہ ظالم قوم جماعتی طاقت یعنی ہے (دیکھو صفحہ ۱۸) آیات (۲۸: ۵۹)، (۶: ۴۷) گویا بَصُل اور بَصُل کا تعلق ظاہر ہے۔

یقیناً اس کے معنی ہر مناسبت جتنا کہیے ہیں لیکن اس کا ثبوت فلسفہ علی (غالب تیسری جلد) میں آئے گا۔

وَلَنَكُنِّي مِنْكُمْ أُمَّةً يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۱۰۳-۱۰۴)

اے ایمان والو! مقامِ خدا سے ڈرتے رہا کرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اُسکے احکام کے آگے ہر دم تسلیم خم رکھو، اور مرتے دم تک سرتاپا تسلیم بنے رہو۔ اور سب ایک دوسرے سے مکمل کر کے اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو، اور تیر تیر پر گزند نہ ہو جانا۔ اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے برخلاف عداوتیں اور کینے بھرے پڑے تھے، پھر خدا کو اپنا سچا آقا ماننے کے باعث اس نے تمہارے دل سپیں جوڑ دیے، پھر تم اسکی اس نعمت کے باعث بھائی بھائی بن گئے۔ تم اس سے پہلے اس قدر کبھر چکے تھے کہ گویا آگ کے گڑھے کے کنارے جا گئے تھے، پھر اس نے تم کو اس سے بچا دیا۔ اس طرح خدا اپنے احکام تم سے کہول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔ اور تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہیئے جو صرف ہی اتحاد (الْحُجْرَاتِ) کی دعوت دے، اسی عظیم القدر نیکی (المَعْرُوفِ) کی تلقین یا تخصیص کرتا رہے، اور تفرقے کی مکروہات (الْمُنْكَرِ) سے باز رکھتا رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکو ہم اس دنیا میں کامیاب کریں گے۔ اور دیکھو ہم بھپکے دیتے ہیں کہ ان جیسے نہ بن جانا جو ایک دوسرے سے پھرتے، اور جنہوں نے خدا کے کھلے کھلے احکام آتے سمجھے بھی آپس میں فرقہ آرائیاں اور اختلاف قائم کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکو ہم دردناک عذاب دینگے۔

کیفیتِ اتقا

صَبِّحُوا لِلَّهِ ذُرًّا عِزًّا وَإِنِ اتَّقَوْا لِلَّهِ عِزًّا عَظِيمًا (۱۸۹-۱۹۰)

(ایک دوسرے کو استقلال کی تحریک کرو، اور ایمان کرنا ایک بجاؤ، اور خدا سے ڈرنے کا کامیاب بجاؤ)

جامعِ اقلوب خدا کی نظروں میں ایک معنی ایمان کا صحیح تقویٰ اسی کامل مصاحت اور

۱۔ ان آیات قرآنی کے مطالب نہایت قابل غور ہیں۔ اصل کتاب میں سیاق کلام کو پیش نظر رکھ کر ایک مربوط ترجمہ کر دیا گیا ہے مگر وہ ایک باتیں خاص طور پر لائقِ ذکر ہیں جو یہاں بیان کر دی جاتی ہیں:-

اولاً۔ اعتصام بچل اللہ، اور جماعت کے کامل اتحاد کو ہر تیسری جگہ چوتھی بار اتقا نے خدا پر محمول کیا گیا ہے۔ پہلی مثالیں صفحہ ۴۴، ۴۹،

اتحاد (لَا تَفَرَّقُوا أَرْوَاحًا) کا مسلک عمل تھا۔ یہی وہ سچی ہدایت (لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ) (۱۰۲: ۳) اور یقینی فلاح (وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) (۱۰۲: ۳) تھی جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان کا منہاں سہی اور مقصد حیات ہو سکتا تھا۔ خدا نے ہر ترکی صحیح معنوں میں عبادت (غلامی)، اور اُس کے جاہ و منصب کے سچے خوف (تقویٰ) کا صحیح پیش نہا یہی ہو سکتا تھا (اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ) (۱۰۱: ۳) کہ ایک مقتدر حاکم کے کئی ملازموں کی مانند، اُس کے بندوں میں تالیف قلوب کے جذبات، اور اخوت و مساوات کے اصول قائم ہو جائیں (وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ فَأَجْعَلَ قُلُوبَهُمْ رِجْمًا) (۱۰۱: ۳)

(بقیہ تحت صنف ۱۳۵) اور ۱۳۲ پر گذر چکی ہیں۔ گویا کسی قوم کا بالاجماع قانون خدا (جَبَلِ اللَّهِ) کو مضبوط پکڑے رکھنا اور اُس میں فرقہ بندی نہ بننا ہی اتقا کے خدا ہے۔ وہی قوم فی الحقیقت شدید العقاب خدا کی اٹل سزوں سے ڈرتی ہے، وہی اُسکی عالی مقامی اور طاقت انتقام سے خوفزدہ ہے جو اُس میں اختلاف پیدا کر کے اپنے آپ کو کمزور نہیں کرتی۔ کیونکہ فرقہ بندی کا اٹل نتیجہ شکست و ریخت ہے اور یہ قانون ارتقاء عالم ہے کہ اس کا اطلاق ہر جا اور ہر وقت ہو رہا ہے، کوئی امت یا گروہ اس ٹکٹے سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ جتنا ایک حکم اعلیٰ کا ڈر دل میں بس رہا ہے رعیت کے افراد آپس میں لڑ بھڑ نہیں کئے۔ جب تک کئی غلام ایک مقتدر آقا کی غلامی (عبادت) کرتے ہیں اُن کا ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرہونا محال ہے!

ثانیاً: اختلاف قلوب کو نعمت خدا کہا گیا ہے اور اَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ کے الفاظ نہایت قابل غور ہیں۔ اگرچہ ہادی النظر میں اس جملے کے معنی یہی ہیں کہ خدا نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت کی راہ و رسم پیدا کر دی، لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس اختلاف کا واقعہ ہونا خدا کا کوئی غیبی، استہدادی یا تقدیری فعل نہ تھا جس پر کل کے مسلمان نہایت تنہا ہی سے اعتقاد رکھتے ہیں اور بلا سعی و عمل اس کے ہر واقعہ ہو نیکی منتظر رہتے ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ اُس ایک خدا کی عبودیت ہی تمہارے اتحاد کا باعث ہوئی۔ تم سب نے، اسکو صحیح معنوں میں اتقا اور حاکم علیٰ ان ایما اور پھر اُس کے سچے خوف و اتقا کے باعث تمہارے دل آپس میں جڑ گئے۔ گویا اتحاد کا واقعہ ہونا ایک مسبب بالاسباب فعل تھا جس کا بالواسطہ محرک خدا کے عظیم کا صحیح معنوں میں ڈر تھا۔

مثلاً: ابھی تفریق اور اختلاف کو "عَلَى شَفَا حُزْنٍ قُرْبَ النَّارِ" کہا گیا ہے۔ یعنی جس قوم میں باہمی عداوتیں اور کینے رونائیں وہ جہنم کے کنارے پر کھڑی ہے۔ یہاں پر فرقہ آرائی کو النَّار سے تعبیر کرنا ازہر میں منہسی خیر ہے۔ گویا اجتماعی ضعف اور عدم اتحاد ہی دنیا کا سب سے بڑا جہنم ہے جن فرض اعتقاد مسلمانوں نے قرآن کے لفظ النَّار کو فاسدہ اخروی جہنم سمجھا ہے اُن کے لئے یہ الفاظ نہایت غور طلب ہیں لیکن ان آیات الہی میں سب سے زیادہ غور طلب آیت اِنَّ وَ لَنُكُنَّ بِكُمْ لَوْمَةً (۱۰۳: ۳) ہے۔ جو بات لائق دریافت ہے یہ ہے کہ دعوت الی الخیر، امر بالمعروف، اور نھی عن المنکر کا صحیح مفہوم کیا ہے، اور وہ کیا ہے جسکی تبلیغ و تلقین کے لئے ایک جماعت قائم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اولیٰ سائل بھی صراحتاً اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ الخیر، اور المعروف، کا صحیح مفہوم اس آیت میں اس طرح واضح اور صرف اتحاد ہی ہے، اور اسی نقطہ نظر سے ان الفاظ پر آل شخصہ صی دافع ہوا ہے، اور چونکہ ہمیشہ تراویح کی آیات میں اتحاد کی خوبیاں اور اختلاف کی برائیاں ظاہر کی گئی ہیں اور یہ آیت اُن کے درمیان گہری جوتی ہے اس لئے خدا کے عظیم نے عالم اسلام کے لئے ایک ایسی جماعت بنانے کا حکم دیا ہے جو سب امت کو اتحاد کی دعوت یا تخصیص دیتی ہے اور انکو تفسیر کے کمزورات (المنکر) سے وہدم باز رکھے۔ اس سطح نظر کے مساوی اس سے کم و بیش خیرا اس آیت کا اور کچھ مطلب نہیں۔ کلام الہی کو مربوط اور مدلل یقین کر نہ والوں کیلئے اس کے سوا کسی اور نتیجے پر پہنچنا ممکن نہیں۔

مسلمانان عالم اور شارحین قرآن نے اس آیت کا مفہوم قطعاً غلط سمجھا ہے، اور الخیر و المعروف کے معنی عام کر کے عالم اسلام کو ایک غلط

اخواناً (۱۰۲:۱۳) وہ سب کے سب یکجان و یک زبان ہو کر اسکی حکومت کے ہر آن شاہد، اور اسکی بارگاہ عالیہ بہر حال مرعوب رہیں؛ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجَالَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ (۶۰:۲۳) وہ اللہ کو ہر وقت اپنے ذاتی مناقشات میں حاضر و ناظر، اور بہر حالت میں نگران اعمال یقین کر کے اس کے رعب و قار کا احترام اور احکام کا پاس کرتے رہیں؛ اَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْظُمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِنْ جُنُودٍ لِّلَّهِ إِلَّا هُوَ

سے خدا سے ڈرنے والے توبہ لوگ ہیں جو باوجود اس کے کہ جو کچھ ان کے پاس ہے اعلیٰ کلمۃ الحق میں صرف کر دیتے ہیں، مگر ان کے دل اندر سے ہلتے رہتے ہیں کہ انہوں نے ایک ن خدا کے حضور میں جواب دہی کے لئے کھڑا ہونا ہے (اور ممکن ہے کہ خدمت خدا کا حق ادا نہ ہوا ہو)!

(بقیہ تحت مہتمن صفحہ ۱۳۶) اور معلوم اور نامحور دوسرے پر لگتے ہیں۔ مطالب کی اس عام افراقی میں چنانچہ اگر یہ حالت ہو گئی ہو کہ ہر ایک جماعت کے ہر فرد ہر گروہ، امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر کے ظاہری ادعا کی آڑ میں، ہر طرف پھیلے ہوئے خلق خدا کو دھوکہ دے رہے ہیں اور کسی مستقل پیش نہاد نہ ہونے کے باعث ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہو کر اسلام کی رہی سہی قوت کو اور بھی منتشر کر رہے ہیں۔ ہر گروہ اپنے آپ کو داعی الی الخیر، کا خطاب دیکر جماعت میں تفریق و اشتات پیدا کر رہا ہے۔ سب کے سب اپنی اپنی ہٹ دھرمی اور ضد کے باعث مختلف سمتوں پر نہایت کبر و تکبر سے جا رہے ہیں اور اپنے زعم میں خدا کے ایک اہم حکم کی تعمیل کر رہے ہیں! جو حیرت انگیز فساد بندیاں ان گروہوں کی متخالف اور متقابل تسلیم و تقبیل سے پیدا ہو رہی ہیں۔ بجائے خود خدا کے عظیم کے مقصد و مصلح و اتحاد اور اس آیت کے منہائے نظر کو باطل کر رہی ہیں وہ اعتصام بحبل اللہ، اور اختلاف قلوب، اور اخوانیت، جو امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر کے مطلوب تھی یک قلم مٹ رہی ہے۔ ہر گروہ اپنی اپنی دوکان بچائے سر بازار بیٹھا ہے اور حتی الوسع چرب زبانی اور تقاضی سے کام لیکر بے وقوف امت کے گاہکوں کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے! اگر نظر تعمق اس آیت شریفہ کے مضمون کی طرف دیکھا جائے تو عیاں ہو جاتا ہے کہ رب کون و مکان تعالیٰ نے تمام عالم اسلام کیلئے ضرر ایک گروہ اور ایک جماعت ہی کو دعوت الی الخیر، اور امر بالمعروف، کے لئے تجویز کیا ہے نہ دس بیس مختلف گروہوں کو جو وَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اٰلَہَكُمْ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ پس لامحالہ پیشینہ نکلنا ہے کہ ایسے عالم آرا، ایسے بختا، اور منتخب گروہ کا مقصد بھی یہی ہو سکتا ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک کے مسلمانوں کے مابین اتحاد قائم رکھے، ان کو اعتصام خدا کی دعوت دے، ان کے اختلافات کو وقتاً فوقتاً دور کرتا رہے، ان میں تہذیب و تمدن پیدا نہ پیدا ہونے دے، سب نیا سے اسلام کو جبراً ایک مقصد و مہم، ایک مطمح نظر اور ایک راہ عمل کی طرف ایجا گروہ کوئی مختل نظام کے تحت کام کر رہا ہو، اور تمام مسلمانوں کا صحیح معنوں میں قائم مقام ہو۔ ایسا گروہ تاریخ شاہد ہے کہ قرن اول سے قطع نظر مسلمانوں نے آج تک نہیں بنایا اور اسی لئے میراثین ہے کہ امت مروجہ اس آیت کبرے کے خدائی مطالب کی تعمیل کرنے سے حتماً قاصر رہی ہے!

اس گروہ کے متعلق، وَاولئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، کا ارشاد ہے۔ فلاح، کے معانی قرآن کریم میں دنیاوی کامرانی کے بھی ہیں جیسا کہ کسی ایک مثالوں سے جو پیش روئی نہیں ظاہر ہے۔ گویا خدا فرماتا ہے کہ یہی وہ گروہ ہے جو فلاح دارین حاصل کرے گا اور اُمت کو صحیح معنوں میں قوت دے گا۔ آگے چلکر فرقہ بند امت کے لئے، وَاولئِكَ لَہُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ، کہا گیا ہے۔ گویا یہ عذاب بھی دنیاوی ہی ہے جو ہر خلاف زوہ امت کو دنیا میں متاثر و اولئِكَ، کا تکرار بھی لامحالہ ظاہر کرتا ہے کہ دعوت الی الخیر، اور امر بالمعروف، کا مفہوم دنیا سے اسلام کو ایک مقصد و مہم تھا پر قائم و تہذیب و تمدن ہی ہے اور وہ پیش نہاد دنیوی قوت اور ممکن ہے اس کے مساو اختیار کیا نہیں۔

لیکن اس تمام خارجی استدلال سے صرف نظر کر کے قرآن حکیم کے الفاظ میں داخلی غور و فکر بھی اس نتیجے کی طرف راغب کرتا ہے کہ اَلْحٰیذِ الْمَعْرُوفِ، اور الْمُنْكَرِ کے الہی مطالب یہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ اَلْحٰیذِ الْمَعْرُوفِ، کے صحیح مفہوم کے متعلق ایک مختصر بحث ابھی صفحہ ۱۳ کے

مَرَاتِبُهُمْ وَلَا خَمْسَةَ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَذَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ إِنْ كَانُوا يُشْعِرُونَ بِمَا عَلَّمُوا يَوْمَ
الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (۷۸، ۷۹)۔ وہ اسکی محتبانہ رقابت میں سب جزوی معاملات اور فرعی مختلفات کو
بالائے طاق کھسکا اُسی کی خدمت و اعلا میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔ وہ اس احکم الحاکمین کے

۱۵۔ اے انسان! کیا تو نے اس حقیقت پر کبھی غور نہیں کیا کہ اللہ تو جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہر اسے اسکا علم رکھتا ہے جب تین شخص آپس میں صلح و مشورہ
کرتے ہیں تو ہر حال چوتھا وہ ہوتا ہے، اور پانچ ہوں تو چھوا وہ ہوتا ہے، اور اس سے کم ہوں یا زیادہ اور کہیں ہی ہوں وہ اُن کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔
پھر جو کام یہ آج کر رہے ہیں اُن کو روز قیامت کو موبہ ہوتا دے گا، لوگو! درحقیقت خدا ہر چیز سے واقف ہے!

(تقریباً تحت المیزان صفحہ ۱۳۷) تحت بہن میں ہو چکی ہے جس سے ظاہر ہے کہ صاحب القرآن تعالیٰ نے اتحاد کے اجتماع میں عمل کو یہاں پر لفظ (الْحَبْرُ)
سے یاد فرمایا ہے (يَنْعُونَ لِي الْحَبْرُ)۔ (المعروف) اور (مَعْرُوف) کے الفاظ بھی کلام الہی کے اندر بالالتزام دو شخصوں یا فریقوں کے درمیان حصّہ
یا صورت اصلاح و اتحاد پیدا کرنے کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ سورہ بقرہ میں خاوند اور عورت کے باہمی تعلقات کی کشیدگی کے
بارے میں ہے: وَلَا تَطْلُقُوا الْمَرْءَ الَّذِي أَنْكَرْتُمْ أَنْكَارُكُمْ فَإِنْ أَنْكَرْتُمْ شَيْئًا مِنْهُ فَعَلَاكُمْ بِنُكْحَانِكُمْ فَانْكِحُوا لَهُنَّ فَإِنْ عَفَا عَنْهُنَّ فَلَهُنَّ مَا ظَنَنْتُمْ لَهُ عِندَ اللَّهِ وَلَا تَجْعَلُوا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُنَّ مَوَاقِفَ لُحُومٍ فَإِنَّهَا هِيَ حَاكِمُهُنَّ وَالْزُّبُرُ وَالْزُّبُرُ
(۲۳۱، ۲۳۲) اور جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو اور انکی عدت پوری ہوئے تو جو طلاق کا ارادہ فسخ کر کے انکو پوری صلح صفائی سے (یعنی معروف)
پھر زوجیت میں رکھ لو، یا ان کو مصاحبت سے رخصت کر دو، اور نہ کہ نہینے کی نیت سے انکو نہ رکھو کہ بعد میں زیادتی کرو۔ یہی مضمون اس آیت سے ظاہر
بھی ہے: فَإِنْ مَسَّكُمُ الْمَعْرُوفُ بِمَا جَاءَكُمْ مِنْ بَنَاتٍ أَوْ بَنَاتٍ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيهَا وَفِي بَنَاتٍ لَمْ يَمْسَسْكُمُ الْفَرْجُ خُلُوعٌ بِمَا أَسَرْتُمْ وَأَرْسِلْهُنَّ إِلَى الْبَابِ
عَلَيْهِنَّ بِمَا مَعْرُوفٌ (۲۳۸، ۲۳۹) یعنی اور اگر انکے خاوند مصاحبت کرنا چاہیں تو ان کو پورا حق ہے کہ اس اٹھائیں اپنی عورتوں کو پھر اپنی زوجیت
میں واپس لے لیں، اور اُس صورت میں جس طرح پر مصاحبت اور صلح صفائی سے رہنا عورتوں پر لازم ہے (عَلَيْهِنَّ بِمَا مَعْرُوفٌ) اسی طرح پر
مردوں کی طرف سے عورتوں کے ساتھ لُحُومٍ مِثْلُ الذِّئْبِ (مصاحبت کا سلوک کیا جانا بھی لازم ہے) اسی نوع میں مسئلہ عورتوں کے بارے
میں ہے: فَإِنْ تَغَضُّبْتُمْ عَنْهُنَّ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِي ذَلِكَ إِنْ كُنْتُمْ مُعْرِضِينَ (۲۳۲، ۲۳۳) یعنی طلاق ہوئے پیچھے تم ان عورتوں کو
منع نہ کرو کہ نئے خاوندوں سے نکاح کر لیں اگر دُفَرِغْنَ آپس میں مصاحبت اور اتحاد پر (بِالْمَعْرُوفِ) راضی ہو گئے ہوں۔ آگے چل کر دودھ پلانے کی
اجرت کے بارے میں ہے: وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ إِنْ دَرَسَ مِنْهُنَّ فَتَمْلِكُ بِالْمَعْرُوفِ (۲۳۳، ۲۳۴) اور باپ پر لازم ہے کہ ایسی زیر تجرّہ مطلقہ ماؤں کو
صلح صفائی کے ساتھ کھانا اور کپڑا دے۔ اور اگر وہ بچہ پلانے کا باہمی سمجھوتہ ہو جائے تو فرمایا ہے: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ أَنْكِحْتُمْ بِمَا أَنْكِحْتُمْ
بِالْمَعْرُوفِ (۲۳۳، ۲۳۴) یعنی اس صورت میں دایہ سے دودھ پلوانے والی نہیں کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ جو کچھ ماؤں کو دینا کیا تھا صلح صفائی کے تھا
دے دو۔ راند عورتوں کے دوسرے بیاہ کے بارے میں ہے: فَإِنْ أَنْكِحْتُمْ بِمَا أَنْكِحْتُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ بِالْمَعْرُوفِ
(۲۳۴، ۲۳۵) پھر جب وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو نیک نیتی اور صلح روی سے (بِالْمَعْرُوفِ) جو کچھ دوسرے بیاہ کے بارے میں اپنے دل پہنچان
لیں اسکی پیمائش تم دائرِ ان نیت سے کچھ نہیں، اور اسی لئے تمہیں پس فعل سے واسطہ نہیں جو چاہیں اُن کو کرنے دیں۔ اس موقع پر المعروف سے
مراد راند عورت کا صلح دی کے ساتھ دوسرا بیاہ کرنا ہے نہ یہ کہ اٹھے اور وہ وطیرہ اختیار کرے جس سے خاندان کی ناموس برباد ہو اور فاسقانی
کی صورت پیدا ہو۔ گویا یہاں بھی مقصود اصلاح و اتحاد اور فساد کو مٹانا ہی ہے۔ شادی شدہ بیکارہ عورتوں کو شرب زخاف سے پیشہ طلاق دینے کے
بارے میں ارشاد ہے کہ کچھ گناہ نہیں مگر اُن کو بطور احسان کے کچھ دے دینا چاہیے: عَلَى الْمُسْبِغِ فَنُكْحٌ وَعَلَى الْمَغْطَرِ فَنُكْحٌ وَمَتَاعًا
بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ (۲۳۶، ۲۳۷) مٹھورو والا اپنی حیثیت کے مطابق اور بے مٹھورو اپنی حیثیت کے موافق تم اسکو اپنے راند

پاس ادب اور لحاظ سے دلوں کے بغض اور حسینوں کے حسد کا لکڑیا ہوا گڑھ اور مستحق ہو جائیں، وہ دانائے نہان و آشکارا کی مجتہسانہ دانش اور متفکشانہ بینش کا کامل یقین کر کے، دلوں کی تہ کے سرسبز و خفایا کو آلالش گناہ سے قطعاً پاک صاف کر دیں مخلص اور عقیدتمند خواجہ تاشوں کا اپنے آقائے حقیقی سے یہ وہ معترفانہ خوف، اور وہ غیر متزلزل اِقتابا جس نے ہر ناگہاں مصیبت کے وقت

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۱۴۸) سمجھو جبکی غرض غایت یہ ہے کہ طلاق صلح صفائی کے ساتھ اور بغیر دنگے فساد کے طے پائے (مُتَاَعًا بِالْمَعْرُوفِ) اور یہ ہے کہ مصالحت سے چلنے والے اشخاص پر یہ نذرانہ تو ایک طرح کا حق ہے، کچھ آگے چلکر مطلقہ عورتوں کے بارے میں بھی اسی طے کا حکم ہے، وَلَمْ يَطْلُقْ مُتَاَعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (۲۴۱: ۲) یعنی مطلقہ عورتوں کے لئے کچھ نہ کچھ نذرانہ بطور احسان یا یادگار دینا چاہیے تاکہ فریقین صلح صفائی کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا ہوں، اور خدا سے صحیح معنوں میں ڈرنے والوں کے لئے تو یہ معمولی سی رواداری بطور ایک فرض کے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص صحیح معنوں میں متقی ہے اسکا منتہائے نظر دنیا میں ہمیشہ یہی رہتا ہے کہ انتہائی معاملات میں بھی کم سے کم فساد پیدا ہو۔ طلاق وہ مکروہ شے ہے جو دو فریقوں کے درمیان ایک ناقابل برداشت شقاق کا باعث ہوتی ہے۔ اگر اسکا واقع ہونا ہر نوع ضروری ہو گیا ہے تو ایک صلح پسند آدمی ہر فرض ہے کہ اس عورت کو جسکے ساتھ اس نے اتنی مدت صحبت کی ہے ایک معتد بہ رقم بطور نذرانے کے پیش کرے تاکہ مخالفت کے جذبات انتہا تک نہ پہنچنے پائیں۔ از رو اجماعی تعلقات کے منقطع ہونے پر ہر یقین ایک دوسرے کو کم از کم دشمن نہ سمجھیں اور اسلامی عیت کے اندر شکست انگیز تقریریں پیدا نہ ہوں۔

ناسمجھ اور کم عقل قبیلوں کے سرپرستوں کو سورہ نسا میں ہدایت ہے: وَقُولُوا لِلّٰهِ قَوْلًا مَّعْرُوفًا (۵) یعنی اُن کے ساتھ صلح صفائی سے بڑا کرو۔ محتاج سرپرست کے بارے میں ہے: وَمَنْ كَانَ فِقْدًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ (۶: ۴) یعنی اگر سرپرست کم مقدور ہو تو اس قبیلم کے مال میں سے بقدر مناسب (بِالْمَعْرُوفِ) اپنے گذارے کے لئے لے لے۔ یہاں بقدر مناسب مراد یہ ہے کہ دلیں اس قبیلم کی طرف نیکی، صلاح و نیکی اور مصالحت کا خیال ہوا، اسکو تباہ کرنے اور لوٹنے کی نیت نہ ہو، اسکے بارے میں عدوت اور مخالفت کے جذبات موجب نرن نہ ہوں۔ یہیوں کے ساتھ سلوک کے بارے میں ہے: وَمَا تَقَرَّبْ وَهَنَّ بِالْمَعْرُوفِ (۱۹: ۴) یعنی انکے ساتھ حسن سلوک سے رہو۔ لونڈیوں سے بھل کر نیکی متعلق ہے: وَالْوَهْنُ أَجْوَدُ هَنَّ بِالْمَعْرُوفِ مَخْصَصًا عَلَى مَسْجُودٍ وَلَا مُتَّحِدًا لِّتَأْخُذَ بِهِ (۲۵: ۴) یعنی اُن کو انکی اس مستقل مصالحت کے عوض میں انکے ہر منصفانہ طور پر (بِالْمَعْرُوفِ) ادا کرو لیکن شرط یہ ہے کہ وہ گہرے بلو عورتیں نہ بن کر رہیں، بدکاری اُن کی غرض نہ ہو، اور نہ پوشیدہ طور پر بدکاریں۔ یہاں الْمَعْرُوفِ سے مقصود حق ہر کا اس مقدار میں ادا کرنا ہے کہ فریقین میں رضامندی پیدا ہو جائے، گو یا منتہائے نظروں پر اتحاد ہو۔

سورہ نسا میں منافقین اسلام کے بارے میں ہے: لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ جُنُودٍ لَّكُم مِّنْ اَمْرٍ بِصَدَقَاتِكُمْ اَوْ مَعْرُوفٍ اَوْ اَصْحَابِ بَيْتِ النَّبَايِ (۱۱۳: ۴) اُن لوگوں کی اکثر سرگوشیوں اور خفیہ ریشہ و دانیوں میں تمہارے (حُكْمًا) یا صلح و صلاح کی صورت (خَيْرًا) بنانے کا نوناہ نہیں، اِن کا دار و مدار ہی نفاق پر ہے، البتہ وہ شخص اس سے مستثنیٰ ہے جس نے اوروں کو ایثار مال کرنے کی ترغیب دی (اَمْرًا بِصَدَقَاتِكُمْ) مصالحت کا کوئی عنوان قائم کیا (اَوْ مَعْرُوفٍ) یا لوگوں کے درمیان میل ملاپ کا بیج بویا۔ یہاں صاف مَعْرُوفِ سے مقصود اتحاد برخلاف تفرقہ اور نفاق کے ہے جو منافقوں کی اصلی غایت ہوا کرتی ہے۔ سورہ توبہ میں انہی منافقوں کی تعریف میں ہے: الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ فِتْنَةٌ لِّبَعْضٍ يَّاهْرُونَ بِالْمُتَّكِرِ وَيَهْوُونَ عَيْنَ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ اَيْدِيَهُمْ لَّا يَمْلِكُ لَئِنْ دُلُّوا عَلٰى سِرِّهِمْ اَلَّا يَكْفُرُوا بِالْمَعْرُوفِ (۶: ۹) یعنی نفاق ڈالنے والے مرد اور نفاق ڈالنے والی عورتیں سب ایک ہی تہیل کے جٹ ہیں، لوگوں کو نفاق (الْمُتَّكِرِ) کی ترغیب دیتے ہیں، اور مصالحت اور اتحاد (الْمَعْرُوفِ) سے باز رکھتے ہیں، اور یہی نہیں بلکہ ایثار مال کے

مومنوں کے صبر میں استقامت، اور اتحاد میں استواری پیدا کر دی تھی: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَ**
صَابِرُوا وَرَابِطُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۱۴۹: ۳)۔ یہی وہ مہیت انگیز ذکر، اور ارتعاش آنسریں یا دُخا
 تھی جو تیروں اور تلواروں کی بارش میں بھی پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دیتی تھی: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا**
إِذَا الْقِيَمَةُ فُتِحَتْ فَأَنْتُمْ تَوَازَعُوا ۚ وَاللَّهُ كَثِيرٌ أَلْعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۲۴۵: ۸)۔ (اسی باہمی ولایت اور اتقا کا لازمی نتیجہ
 فلاح دین اور غلبہ اسلام تھا: **وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدِّينَ آمَنُوا فَإِنْ حَرَّبَ اللَّهُ هُمْ الْعَالِيُونَ** (۵۶: ۵)۔

۱۵ دیکھو صفحہ ۱۴۲ ۱۴۳ دیکھو صفحہ ۱۴۳ اور جو اللہ کا دوست اور رسول کا معاون بنارہا، اور جس نے ایمان والوں کے ساتھ اتحاد قائم کیا، وہ اللہ
 کے گروہ میں سے ہی۔ اور اللہ کا گروہ ہی تو غالب گروہ ہے۔

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۱۴۹) موقع پر اپنی مٹھیاں پہنچ لیتے ہیں۔ یہاں پہلی دفعہ **الْمُنْكَرُ** کا لفظ آیا ہے اور ہر صاحب نظر بطور خود دیکھ سکتا ہے
 کہ **الْمَعْرُوفُ** اور **الْمُنْكَرُ** کا مٹھائے نظر اس آیت کریمہ میں بیسنہ وہی ہے جو آیات زیر بحث یعنی (۱۳۲-۱۳۱-۱۳۰) صفحہ ۱۴۵ میں ہم نے
 ظاہر کیا ہے۔ اس نقطہ نظر کی تصدیق حیرت انگیز طور پر آئندہ آیتوں سے ہوتی ہے جو مومنوں کی تعریف میں آئی ہیں: **وَالْمُؤْمِنُونَ وَ**
الْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُعِظُونَ عَلَى الْمَعْرُوفِ وَيُحْذِرُونَ الْمُنْكَرَ لَعَلَّ كُفُولَهُ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ
وَسُورَتَهُ (۱۴۹: ۷)، اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں ایک دوسرے کے صحیح مومن ہیں و مسمت ہیں، وہ لوگوں کو باہر گمراہیوں
(الْمَعْرُوفِ) کی دعوت دیتے رہتے ہیں، اور نفاق **(الْمُنْكَرِ)** کے مکروہ نتائج سے باز رکھنے کی سعی کرتے ہیں اور الصلوة کو قائم کرتے ہیں، اور جب
 موقع ایثار مال کرتے، اور خدا اور اسے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ الصلوة کی اجتماعی حیثیت، الزکوٰۃ کے اجماعی فوائد اور اطاعت خلو
 رسول کی ماہیت اور سیاسی حکمت عملی پر بحث آئندہ اوراق میں آئے گی، لیکن مساقی مضمون سے عیاں کہ **الْمَعْرُوفِ** کی دعوت فی الحقیقت اتحاد
 کی دعوت ہے، اسکے سوا اتحاد اور صلا کچھ نہیں۔ **الْمُنْكَرِ** کی الہی اصطلاح تفریق اور مخالفت کے معنوں میں ایک دواور موقعوں پر استعمال ہوتی
 ہے جو یہاں لکھ دیئے جاتے ہیں، باقی موقعے اصل کتاب میں عنقریب آئیں گے۔ سورہ حج میں ہے: **وَلَا تَتَّبِعُوا لِهَٰتِهِمْ أَلِيسَتْ بِآيَاتٍ تَعْرِفُ فِي**
وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالْمُنْكَرُ يَكَاذِبُونَ كُنُوتُونَ يَأْتِيهِمْ يَنْتَوُونَ عَلَيْهِمْ أَلَيْسَ لِهَٰتِهِمْ (۲۲: ۲۲)، یعنی اسے پیغمبر! جب ان منکرین عرب کو ہمارے
 روشن امتیجہ فیض احکام پڑھ کر سناے جاتے ہیں تو تم ان لوگوں کے چروں پر مخالفت اور نفاق کے آثار اس شدت سے دیکھتے ہو کہ گویا کوئی دم میں
 یہ لوگ ہمارے احکام مسناہیوں پر چل کر بیٹھیں گے۔ گویا **الْمُنْكَرُ** یہاں پردہ قلبی انکار ہے جس کا نتیجہ تفریق اور اختلاف ہے۔ سورہ عنکبوت میں
 حضرت لوط علیہ السلام کا قول اپنی قوم کے بارے میں ہے: **أَيُّكُمْ لَنَا نَارٌ مِنَ الرَّجَالِ وَنَقَطَةُ مِنَ السَّيْلِ ۚ وَكَانُوا فِي كَادٍ مِنَ الْمُنْكَرِ**
 (۲۹: ۲۹)، یعنی ہیکل تم لوگ عورتوں کو چھو کر رزق کوں کے ساتھ باغی کرتے ہو، شاہراہوں پر ڈکے مارتے ہو، اور اپنی ٹولیاں میں دنگے بجاتے اور
 ناچائیاں پیدا کرتے ہو **(الْمُنْكَرِ)**۔ مفسرین نے جو **الْمُنْكَرِ** کے مراد بے حیائی کے کام لیا ہے محض بے سبب اور بے سند ہے۔ جب **تَأْتُونَ**
الرَّجَالَ اور **نَقَطَةُ مِنَ السَّيْلِ** کے الفاظ میں نوعیت جرم کی پوری تخصیص ہے تو **تَأْتُونَ الْمُنْكَرِ** میں بھی وہ تخصیص جاری رہنی چاہیے اور وہ سوال
 نہیں جو ہم نے بیان کر دی۔ رہنروں اور لواطت پرست غنڈوں کا شیوہ ہمیشہ سے یہی چلا آیا ہے کہ بات بات پر دنگا کٹر کرتے ہیں اور آپس
 ایک دوسرے کے خلاف گروہ بن جاتے ہیں۔ یہی وہ جرم عظیم تھے جن کی پاداش میں قوم لوط کی تباہی ہوئی تھی۔ لواطت سے بڑھ کر کیا بے حیائی
 ہوگی جس کا ذکر **تَأْتُونَ الرَّجَالَ** بلکہ اس سے پیشتر کی آیت (۲۸: ۲۸) میں **لَا تَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ** کے الفاظ میں ہو چکا ہے۔ پہرہ بین بعد کیا
 شے کو بے سبب دہرا کلام الہی کے شایان شان نہیں۔

اسی اتفاق کے قیام اور باہمی نفاق کو دور کرنے کے لیے قرآن آیا تھا: فَارْتَبِعْ رُتْبَةَ رَّبِّكَ لِتُحْشَرَ بِرَبِّهِ
 الْمُنَافِقِينَ وَتُؤْتِيَهُمْ فَوْقَ مَا لَكَ بِهِ (۱۹: ۹۷)۔ اسی الخیر اور المعروف کی مسلسل تبلیغ اور پیہم تلقین کیلئے رب العظیم
 نے مسلمانوں میں ایک مستقل جماعت کی تاسیس ضروری سمجھی تھی۔ یہ تفریق بین الانس اور ہی وہ المنکر
 اور حنیفہ کائنات کا وہ سب سے بڑا گناہ تھا جس کے انہاد استیصال کے لیے مسلمانانِ جہان پر ایک
 غیر منقطع جہاد لازمی کر دیا تھا: وَلَنَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ
 أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۱۱۰: ۳)۔ اسی صحیح تقویٰ کے وسیلہ عمل سے مسلمانانِ عالم کو ساکنانِ زمین پر ایک
 امتیازی خصوصیت اور مقام بلند ملنے کا وعدہ تھا۔ اور اسی تقویٰ کے العام میں منہم حقیقتی نے دنیا کے

سطح سے پیہرا ہم نے قرآن کو تمہاری زبان کا لباس پہنا کر سہل الفہم صریح اسے کر دیا تھا کہ تم اس کے ذریعے سے حق (اور حق) قوم کو (اجتماعی) ہدایت و نفاق
 آرا اور جہاد اور قوم کو (اجتماعی) ہلاکت اور عذاب سے ڈراؤ۔ اس کے لفظ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایک جگہ ہفتوں کے تحت اہل بیت میں گزر چکی ہے اس لئے ترجمہ کیلئے دیکھو صفحہ ۱۴۵۔
 (زینتِ محبت اہل بیت صفحہ ۱۵۰) الغرض جس نقطہ نظر اور درجہ تعمق سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والی آیات کو دیکھا جائے، ہر صاحبِ نظر کو ان کا مطالعہ
 اس نتیجے پر پہنچانا ہے کہ کلامِ آہی کی قانونی زبان میں المعروف، کی اصطلاح سے مراد اتحاد اور المنکر سے مقصود نفاق اور اختلاف ہی ہے۔ نیکی اور برائی
 کے لغوی معانی جو شارحین قرآن نے ان دو اصطلاحوں کے لیے ہیں اس قدر غیر محدود اور بے نتیجہ ہیں کہ ان کے مان لینے کے بعد کسی ایک حکم خدا کے بارے
 میں مستقل نتائج پر پہنچنا از بس دشوار ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم ساکنانِ زمین کے لیے ایک قانونِ عمل ہے۔ اور قانونی کتاب کے سرادر ہی ہے کہ اس کا کوئی
 قانون قیاس یا رائے یا تاویل کے تابع نہ ہو سکے، بلکہ ایک حکم کا صرف ایک ہی مطلب اور ایک ہی طریقِ عمل ہو اور بس، نہیں بلکہ سب سے ضروری ایہ
 کہ ہر مفسر المعانی اصطلاح کی آئینی تعریف خود اس کے اندر موجود ہو، اپنی وضع کی ہوئی مصطلحات کی شرح و بسط کے لیے اس کو کسی دوسری کتاب کا
 محتاج نہ ہونا پڑے۔ بعینہ انہی معانی میں قرآن عظیم تمام انسانی لغات سے بے نیاز ہے۔ (دیکھو معقولہ ۹۲) کہ اپنی سب مصطلحات کی آپ ہی تعریف
 کرتا ہے، آپ ہی اپنی لغت، اور آپ ہی اپنی تشریح ہے، اس کے کسی ایک امر و نہی یا آیت کا صرف ایک ہی پیش نہاد، ایک ہی مقصود، اور
 ایک ہی طرزِ عمل ہے۔ دستورِ خدا کے شارحین کا فرض ہے کہ وہ اس مقصدِ غرض کے واحد و عندیہ کو صاف اور روشن الفاظ میں واضح کر دیں
 کہ انتشارِ عمل کی گنجائش باقی نہ رہے، کوئی شخص یا گروہ تاویل کو دھوکے کی شئی بنا کر گریز کی سبیل نہ نکال سکے، مگر وہ یا کی آتشیں نہ چپے، ہر ایک
 عذر نہ بنا سکے۔ جو تفسیر اس اہم مقصود کو پیش نظر نہیں رکھتی وہ فی الحقیقت کلامِ خدا کی شرح نہیں۔ اس کا پیش نہاد و اشتاتِ عمل ہے، تفریق
 قول و تصدیق امتدادی۔ جب تک مطالبِ بین اور غیر مشکوک، واحد و متحد و نہ ہو جائیں کسی حکم کی تعبیل کرنا محال ہے، جب تک آفاکاً صحیح
 عندیہ مسلم نہ ہو غلام کی تعبیل بے معنی ہے: وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (۱۱: ۱)۔ المعروف اور
 المنکر کے صحیح مفہوم کے متعلق اسی تبیین کی سہی میں نے اس تحت اہل بیت میں کی ہے اور میرا یقین ہو چکا ہے کہ جہاں جہاں ان الفاظ کا استعمال
 قرآن حکیم میں ہوا ہے وہاں اسی مقصود ہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔ ہر نوع یہ کام بحث و محسوس سے عموماً کاغذ اور حقیقی ثبوت ہے کہ قرآن حکیم اپنی اصطلاحات کی
 میں تمام انسانی لغات سے بے نیاز ہے، نہیں بلکہ لغت اس کے مطالب کی تشریح کیلئے اکثر لغات گمراہ کن ہو گئیں کہ تغیر و تبدل اور کتب اللہ (۱۱: ۱۶)۔
 صفحہ ۹۲-۹۳ کے تحت میں نہیں آسکتی۔

بشاواب اور سرسبز ملکوں کی بادشاہت مومنوں کے لیے اپنے پاس بطور امانت رکھ لی تھی!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنْكُمْ لَئِذَا قَامَا ذُنُوبَكُمْ عَنْكُمْ يُشَاقِقُوا وَيَكُونُوا يَوْمَئِذٍ
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (۲۹:۱۸)

اے ایمان والو! اگر تم خدا کا سچا خوف کر کے (متحد بنے) رہو گے تو وہ تمہارے لیے ایک مستیاز
پیدا کر دے گا، تمہاری سب اجتماعی و اماندگیوں اور دنیاوی جستہ جالیوں کو تم سے دور کر دے گا،
تمہاری نشینی غفلتوں سے چشم پوشی کرے گا، اور خدا تو فی الحقیقت برفضل کرنے والا ہی بشرطیکہ بند
اُسکے ملکوں پر چلیں۔

وَأَصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَلَالٍ مِمَّنْ يَمُوتُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ
مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۝ (۱۲۶-۱۲۸)

اور اسے پیغمبر! مخالفوں کی ایذاؤں کو صبر اور استقلال سے برداشت کرو۔ جہاں تمہیں تکالیف خدا
کی وجہ پہنچ رہی ہیں، وہاں تمہارا تحمل بھی خدا ہی کی وجہ سے ہوگا (ورنہ یہ لوگ فی بحقیقت صبر کے
اہل نہیں)۔ لیکن انکے سلوک کو دیکھ کر غم بھی نہ کھاؤ اور جو چاہا زبیاں یہ تمہارے برخلاف کر رہے
ہیں اس سے دل تنگ بھی نہ ہو جاؤ، بلکہ استقلال سے اپنے اصولوں پر جے رہو، کیونکہ تقویٰ
کا صحیح مفہوم یہی ہے۔ اللہ بیشک انہیں کا ساتھ دیتا ہے جو مقام خدا کا سچا خوف دل میں رکھ کر
اسکی لڑائیاں استقلال سے لڑتے ہیں، اور جو اجتماعی ہبہودی کو پیش نظر رکھ کر عمل کرتے ہیں
(هُم مُحْسِنُونَ) دیکھو حسنات کا مفہوم تحت بہتین صفحہ ۱۳۰۔ الی آخرہ۔

لَا يَغُرُّكَ أَنْ تُقْلِبُ الَّذِينَ كَفَرُوا رَأْيَ الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ
بِئْسَ الْمَادُ ۝ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا لَهُمْ جَهَنَّمُ شَعِيرَىٰ مِنْ حَتَّىٰ مَا لَا تَهْمُهُمْ خَلْدُ

یہ یکتہ عنک سرتینا نکفہ کے الفاظ کی تشریح کافی طور پر صفحہ ۱۳۱ کے تحت المتن میں ہو چکی ہے جہاں پر عیاں کر دیا ہے کہ اس جملے سے
صاحب القرآن تعالیٰ کی مراد اجتماعی اور دنیاوی بدحالیوں، اور عمومی دماندگیوں کا دور کرنا ہے۔ یجَعْلُ لَكُمْ فُرْقَانًا کے الفاظ سے
ان مطالب کی اور بھی تائید و تصدیق ہوتی ہے کیونکہ فُرْقَان، یعنی امتیاز باقی اقوام عالم کے بالمقابل، اور دنیاوی حیثیت ہی سے ہوتا
ہے ورنہ بے معنی ہے، اور اگر یہ امتیاز زور قیامت ہی کو عیاں ہونا جیسا کہ آجکل کے ابکا مسلمانوں نے فرض کر لیا ہے تو یَغْفِرُ لَكُمْ کے
الفاظ اس مطلب کو ادا کرنے کے لیے بالکل کافی تھے۔ یہ بات 'وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ' سے بھی ظاہر ہے کیونکہ جیسا آگے چل کر ثابت
کیا جائے گا۔ فضیل کے معنی از روئے قرآن دنیاوی افضال ہی کے ہیں۔

یہ آیات الہی سے ظاہر ہے کہ صَبْر، یعنی مصائب و نوائب کا استقلال سے مقابلہ کرنا۔ اتقائے الہی کی ایک اہم شق ہے یہی بات آیہ
(۱۲۸:۶) سے ظاہر ہے جو مقدمہ کتاب میں صفحہ ۳۹ پر آچکی ہے۔

فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ أَرَادُوا أَن يَمُوتُوا (۱۹۵: ۱۹۷)

اے پیغمبر! دشمنانِ خدا کا ان تمہارے شہروں میں چلنا پھرنا، اور ایمان والوں کے بالمقابل نیامیں آرام و آسائش سے رہنا تمہیں کہیں مغالطے میں نہ ڈالے۔ یہ سب ایک قلیل فائدہ، اور چند روزہ مہلت ہو جو انکو دیکھا جا رہی ہے۔ پر دیکھ لینا ان کا نہ کا نا جہنم ہے اور وہ بہت سی بُری جگہ ہے۔ لیکن جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا سچا خوف کیا ہم انکے استقلال اور استقامت، انکے صبرِ اتحاد کے بڑے میں انکو ایسے خوشنما باغوں میں داخل کرینگے جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہیں وہ اس میں ایک تہ مدت تک رہینگے۔ یہ تو انکی مہمانی اللہ کی طرف سے اس نیامیں ہوگی، اور جو کچھ حسنِ عمل کرنیوالوں کے لیے اللہ کے پاس رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے۔

۴۴۔ ان آیات میں بعض باتیں نہایت غور طلب ہیں:-

اولاً۔ یہاں پر کفر اور اتقا کا باہم مقابلہ کیا گیا ہے۔ کافر قوم کی دنیوی آسائش اور بہت کچھ 'مَتَّامٌ قَلِيلٌ'، کہا گیا ہے، اور مراد یہ ہے کہ ایک اقل قلیل مدت کے اندر ہر کافر قوم سے دنیاوی نعمتوں کا چھینا جانا اٹل ہے، اور بعد ازاں اس دنیا کے اندر شکستِ یحیت ابدالاً باذیک انکاحہ ہو رکتھ ما ولفھ جہنم کو پیش (المہمادہ)۔ کافر قوم کے دنیاوی عذاب اور اجتماعی ہلاکت کے متعلق مقدمہ کرنا بکے آخری حصے (صفحہ ۹۶) میں قرآن حکیم کا حکم پیش کر دیا تھا، اور وہ یہ تھا کہ ہر کافر قوم کی اجتماعی ہلاکت قطعی ہے۔ اس نقطہ نظر سے 'مَتَّامٌ قَلِيلٌ' کا متذکرہ بالا مفہوم عیاں ہے۔ اکثر لوگوں نے 'مَتَّامٌ قَلِيلٌ' کا مفہوم یہ سمجھ لیا ہے کہ کافر قوم کو جو دنیاوی نعمتیں مل رہی ہیں وہ انکو دنیا کی اس چند روزہ زندگی کیلئے ملتی ہیں اور سلا بعد ازل بہ طور ملتی ہیں گی، پھر دیکھتے بعد قیامت کے دن انکو جہنم میں ڈالا جائیگا۔ وغیرہ وغیرہ، یہ سب فلسفہ نہایت لچر اور ناپاک ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب خدا اُن سے ناراض ہو تو دنیا کی چند روزہ نعمتیں بھی کیوں انکو ملیں، یہیں سے عذاب کیوں نہ شروع ہو جائے اور آخر دم تک ملتا رہے۔ کیا یہ بات دعاؤ اللہ، خدا کے بس کی نہیں رہی کہ وہ اس دنیا کے اندر اُن سے نعمتیں چھین سکے۔ اور آخرت کے واقع ہوئیے پہلے نہ دے سکے قرآن حکیم کی تمام حکمت اس ناروا تحلیل کے سراسر خلاف ہے۔ اور کس تحلیل کا اُنت حاضر میں رواج پا جانا بھی حقیقت کافر اور کفر کے صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ ہے۔ خود انہم 'اَلَا تَخْلُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مِّنْ حَیْثُ يَخْلُوْنَ' (۱۳۸: ۱۳۹) صفحہ کا مضمون کافر قوم کی دنیاوی خوشحالی کے متناقض ہے اور صاف اس امر کا دعویدار ہے کہ سرین قوم کی دنیوی فلاح قطعی ہے۔ یہی بات 'فَاِنَّ حَرْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ' (۵۱: ۵۲) صفحہ ۵۱ سے ظاہر ہے، اور اگر قرآن حکیم اختلاف کے انسانی عصب قطعاً مبرا ہے تو دنیاوی خوشحالی کسی کافر قوم کے شامل حال حتماً نہیں ہو سکتی۔ جو بات آیات زیر بحث (یعنی ۱۹۵: ۱۹۷) میں بھی گئی ہے یہ جو منکرینِ خدا کی ظاہری خوش حالی، اُن کا تغلب اور تمکن فی الارض ایمان والوں کو دھوکہ نہ دے، اُن کو متعجب نہ کر دے کہ خدا کی طرف سے ان کو انعام کیوں اس میں، ورسائل انکو انعام مل نہیں رہے بلکہ رفتہ رفتہ ان سے چھینے جا رہے ہیں۔ جو تغلب یا تمکن اُن کو اپنے آباؤ جہاد کی طرف سے وراثت ملا ہے وہ ایک متاعِ قلیل ہے۔ ایک اقل قلیل مدت میں انکے نابل اور بے ایمان ہوجانے کے باعث چھین لیا جائے گا گویا تمہارے اتنی کے چھینے جانے کی تیاری ہو رہی ہے اور ہلاکت اُن کے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ پھر جب عذاب الہی آپونچے گا تو اُن کا نہ کا نا جہنم ہے! رکتھ ما ولفھ جہنم کو پیش (المہمادہ)۔

ثانیاً آیات زیر بحث (۱۹۵: ۱۹۷) میں کافر قوم کی متاعِ قلیل کے بالمقابل متقی قوم کی دائمی آسائش کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ بتلایا ہے کہ جہاں کافر قوم کی دنیوی طاقت روز بروز زوال پڑے اور کوئی دن جاتا ہے کہ وہ صفحہ زمین سے نیست و نابود ہو جائے وہاں متقی قوم کا یہ حال ہے کہ سرسبز زمینوں کی بادشاہت اُن کا حصہ ہے (لَهُمْ جَنَّاتٌ جَزَّاءٌ فِيْهَا نَهَارٌ) وہ ان زمینوں کے مالک سدا سدا رہیں گے

جس کی آسماں و فز و ز اور زمیں پاشش ٹکڑے قبروں کی مستحکم اور مقیم سلطنتوں کی بنیادیں ہل جاتی تھیں؛ جس کی آہنیں ضربے رومۃ الکبرے اور فارس کے بلند نشینان عیش و عشرت کے تحت ہلنے، اور تلج و گمگانے لگتے تھے؛ جسکے قلعہ شکن اور حوصلہ کش گھسان کے باعث قوی سے قوی دشمن کے حواس باختہ، اور روہیں فنا ہو جاتی تھیں؛ جس کی خانہ برباد طاقت اور تباہ کن قوت کاراز، دشمن سے قطع نظر، آج خود ہمارے لیے تازیانہ عبرت ہے:

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَتَمِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنْهُمْ لَانُفَعَهُمْ
حُجْرُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَنَّهُمْ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَدْ فِي ذَلِكَ يُرَى الْفَيْسُ الَّذِينَ يُؤْتُوهُمْ رَبُّهُمْ
زَايِدًا وَالْغُفْلِينَ فَاخْتَارُوا لِأَوَّلِ الْبَصَارِ (۵۹: ۲)

وہ خدا ہی تو تھا جس نے اپنے ہمارے اور ثابت قدم مومنوں کے ذریعے سے منکر خدا اہل کتاب کو ان کے گھروں سے پہلی ہمارے بنا کر نکال دیا؛ اے ایمان والو! تمہیں اپنی قوت کا صحیح اندازہ نہ ہونے کے باعث گمان بھی نہ تھا کہ یہ لوگ اپنے گھروں سے نکل جائیں گے، وہ اس خیال میں مست تھے کہ ان کے قلعے ان کو خدا کی پکڑ سے بچالیں گے، مگر اللہ کے لشکر نے ان کو ادھر سے دھر پکڑا اور ہر سے ان کو دھرم و گمان بھی نہ تھا، اور ان کے دلوں میں ایمان والوں کی ہیبت بٹھا دی؛ اب وہ ان گھروں کو اپنے ہاتھوں اور ایمان والوں کے ہاتھوں سے اُجارتے ہیں، تو اے بعیرت والو! اس واقعہ سے عبرت پکڑو کہ ایمان کیا کچھ کر سکتا ہے!

کیا یہ اللہ کا محبت آمیز نذر تھا، کیا یہ اُس سے بڑے سپہ سالار کا ہول مرتبت، کیا یہ اُس کا عظیم تر کا
عشق انگیز خوف، کیا یہ اُس دلق پوش پیغمبر کا رعب رسالت، یورپ کی حصن پاش توپوں
اور رومۃ الکبرے کی قلعہ نشین فوج کی منجنیقوں سے بدرجہائش اور ہلک تر ہتھیار نہ تھا جس نے
صدر اسلام کے متقی مومنوں کو انہی شکستہ نیروں اور گندملو اوروں کے ذریعے سے روئے زمین کے
شاداب تر ملکوں کا وارث بنا دیا تھا؛

وَكَتَبْنَا فِي هَذِهِ الْكِتَابِ مَا كَانَ لَكَ قُلُوبًا لِيُصِيبَ
بِهِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَرَحِمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُمُ بِاللَّيْلِ يُنْفِقُونَ الزَّكَاةَ

۴۔ یہاں صاف ظاہر ہے کہ مشقی قوم کی دنیا بھی درست ہو اور آخرت بھی بخیر گزیرگی پیش نہیاد ہی خوشحالی کا ہونا اور انہی کے آئی سے فیضیاب ہونے کی اہمیت رکھنا ہی
انسان کے خدا کی علامت ہے، لیکن یہ بحث پانچویں جلد سے پہلے نمونہ کی کتاب کے متذکرہ صدر معانی کا ثبوت فلسفہ علی میں آئے گا۔

وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾

اور انہوں نے کہا کہ اسے پروردگار عالم! تو اس دنیا کی بہتری اور آخرت کی فلاح ہمارے نام لکھ دے
کیونکہ ہم سب الگ ہو کر تیری ہی طرف آگئے ہیں، تو اللہ نے فرمایا کہ ہم اپنا عذاب تو اسی پر نازل کرتے
ہیں جسکو ہم ہمہ وجہ مستوجب سزا قرار دیتے ہیں (مَنْ اَشَاءُ)، لیکن ہماری رحمت تمام عالم چاہی
ہے تو ہم یہودی دنیا اور فلاح آخرت عنقریب اُن لوگوں کے نام پر لکھ دینگے جو ہم سے سچے طور پر رُخ
ہیں، جو ہمارا بول بالا کرنے کی غرض سے قربانی مال کرتے ہیں، اور جو ہمارے احکام کے نفع مند نہ ہوں
پر ایمان رکھ کر اُن پر عمل کرتے ہیں (بِقِيٍّ مَعْنَى)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾

اے ایمان والو! مقام خدا سے ڈرتے رہا کرو، اور پسندیدہ خدا کا مول کے وسیلے سے اُس سے قرب
حاصل کرنے کی سعی کرو۔ اور اسکی حمایت میں جانیں لڑاؤ تاکہ تم آخر کار اس دنیا میں کامیابی اور اُس کے چکر
فلاح حاصل کرو (لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ)۔

۱۔ جس حیرت انگیز نادانی بلکہ جاہل عارفانہ سے بعض نامعانت اندیش اور فخر بند مسلمانوں نے اس آیت الہی کے مطالب میں قصداً اضطراب کر کے ابغوا
إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ کے الفاظ کو اپنے اپنے انسانی کارندوں اور پیروں کی تلاش، اور لکے قوسل سے قرب خدا حاصل کرنے پر محمول کیا ہے، اور جس
ظاہری سکوت اور باطنی طمیسناں سے یہ حضرات نے بھی اس آیت کو اپنی طرف منسوب دیکھ کر دنیا سے اسلام کی صد نشینی خود بخود قبول کر لی جو
اُس سے کم از کم یہ پتہ چلتا ہے کہ جہاں مسلمانان عالم نے قرآن حکیم کے الفاظ کی حفاظت میں اس شدت سے حصہ لیا کہ باقی دنیا ان کے اس کارنامے پر
ہمیشہ رشک کرتی رہے گی، وہاں کتاب الہی کے مطالب کی حفاظت کی طرف سے کامل بے اعتنائی اور بے حسنی خستہ کر کے دین اسلام کی روح
کو نہایت سرعت سے فنا کر رہے ہیں۔ اب ہر شخص جس آیت کا جو مطلب چاہتا ہے بنا لیتا ہے، اور الفاظ کے مطالب کو کہیں جان کر اس کے پیچھے
ایک نہایت آہاد اور پروردگار کا بیان بجا لیتا ہے۔ آج تاویل کے محشرستان مکر و فساد میں کسی ایک آیت الہی کے معانی کی تفسیر مشکل ہو گئی ہے،
ہر شخص اپنے اپنے بگڑے اور مبنی مانی تاویل کو ہاتھ میں لیے ہوئے تفریق و انتشار کے عدم آباد کی طرف نہایت شوق سے جارہا ہے، اور خدا سے
قطعا نہیں ڈرتا کہ جن مطالب کی نشر و تبلیغ وہ نہایت تن دہی سے کر رہا ہے، اور جس خدمت اسلام کے بہتے پر وہ نجات آخرت کا امیدوار
ہے اس خدمت اور مطلب کی کوئی خدائی سنبھلی ہے۔ آج یہی آیہ وسیلۃ (۳۵۱: ۵) پر پرستی کی سندیں ہر موقع پرست یقین اور التزام کے
ساتھ پیش کر دی جاتی ہے، قرآن سے دن رات سروکار رکھنے والے مسلمان اور پیروں کے پڑھانے ہوئے مرد خدا تک پوچھنے کے لیے پیروں
کے قوسل کو اس قدر نگہریہ سمجھتے ہیں کہ اُن کے طرز استدلال اور عقل، اُن کی قرآن فہمی اور نگاہ کو دیکھ کر عقل کا نپ اٹھتی ہے۔ لیکن یہ خدا کے
اس آخری کلام کا زندہ معجزہ ہے کہ جس جس آیت کے مطالب مسلمانوں نے اپنا مطلب بنا بنے کیلئے حرف کر لیے ہیں اسکی تغلیط کا پورا سامان
خود قرآن کے اندر حیرت انگیز استقلال کے ساتھ موجود ہے۔ قرآن حکیم کا ہر حصہ اپنے مطالب کا آپ محافظ ہے، اسکو کسی مفسر یا شاعر
کسی من مانی لفظ یا دل سے بنائی ہوئی حدیث کی حاجت نہیں آیہ وسیلۃ کے ان نادر و اسمانی کا پورا رد و سوزہ بنی اسرائیل کے اندر موجود ہے
اور یہ رد و اس وجہ سکوت ہو کہ کسی بے بنیاد پرست کو اس کے آگے دم مارنے کی مجال نہیں بشرطیکہ وہ اس کو کام میں لانے کی توفیق اسکو از لافی

اَلَا تَتْلُوْنَ فَاِذَا كُنَّا اِيْمَانًا مِّنْهُمْ وَهُمْ يَدْعُوْنَكَ
 اَوَّلَ مَرَّةٍ اَفَتَشْتَوْنَهُمْ فَاَللّٰهُ اَحْسَنُ اَنْ يَّخْلُقَ مَا يَشَاءُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۳:۹)
 اے ایمان والو! تم ان لوگوں سے دل کہو لکر کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا، اور
 رسول خدا کو وطن بدر کر دینے کا ارادہ کیا، اور ایذا دینے میں پہل بھی انہوں نے کی۔ کیا تم ان
 لوگوں کی طاقت اور تعداد سے ڈرتے ہو؟ پس اگر تم میں ایمان موجود ہے تو خدا ان کہیں
 بڑھکر حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

(تفسیر تحت المثنیٰ صفحہ ۱۵۶) ہو جائے! انسان انسان کی عبادت کر نیکی متعلق کتاب خدا کا حکم ہے:

قُلْ اَدْعُوا اِلَیْهِ زَعَمْتُمْ اَنْ تَدْعُوْهُ فَاَلَمْ یَكُنْ کُتُبُ الضَّمْرِ عَنْ کُتُبِ الْاَسْمَاءِ (۱۴:۱۰) اُولَئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ
 یَبْتَغُوْنَ اِلَیْ رَبِّهِمْ الْوَسِيْلَةَ اَلَيْسَ اَقْرَبُ وَ یُرْجَوْنَ رَحْمَتَهُ وَ یَخْلُقُوْنَ عَن اَبْهَةٍ اِنْ عَنَابَ رَبُّكَ كَانَ
 خُبْرًا وَ دَآءًا (۱۴:۱۱-۱۵)

اے محمد! ان لوگوں سے کہہ دو کہ خدا کو چوڑ کر تم نے جن انسانوں (الزین) کو اپنے زعم میں اپنا کار ساز سمجھ رکھا ہے۔ (جن کو تم خدا
 کے ساتھ ساتھ حالت تور و زور شکلاشا سمجھ بیٹھے ہو) ان کو پکار دیجو تو تمہیں مسامح ہو جائے گا کہ یہ لوگ نہ تم سے تکلیف کو دور کر سکیں
 اور نہ اسکو بدل ہی سکیں گے۔ یہ شخص جکونادان لوگ حاجت روا ہمسکریا کرتے ہیں، (اور اپنے اپنے شکلاشا اور سفارشی بننے کی آس لگاتے
 بیٹھے ہیں) خود اس قدر محتاج ہیں کہ ان میں سے خدا کے بڑے مقرب ہی (اَقْرَبُ) اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کر نیکی
 ویسے ڈھونڈتے رہتے ہیں (یَبْتَغُوْنَ اِلَیْ رَبِّهِمْ الْوَسِيْلَةَ)، اُس کی رحمت کے ہر دم ہیم براہ، اور اسکی منزلت سے برترانِ خوفزدہ رہتے
 ہیں (تو وہ ہر شکلاشا اور سفارشی آپ کیسے بن سکتے ہیں)، اور لوگو! خدا کا عذاب وہ شے ہے جس سے ڈرنے کے سوا کسی کو چارہ نہیں۔

یہاں پر انسان کو انسان کی عبادت، اور ملازمت اختیار کر نیکی منع کیا ہے، اور نصیحت تمام اس بات پر زور دیا ہے کہ خدا اور انسان کے درمیان شے
 سے بڑا انسان اور معزز سے معزز بشر بھی حاجت روائی کا وسیلہ یا نجات کا ذریعہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ ان میں سے جو سب سے زیادہ مقرب، بارگاہِ حق
 وہ بھی اصل صاحبِ کبریا و جودت کے سامنے اس قدر عاجز اور بے بس ہے کہ اسکا اپنا ہی قرب اور تقرب بڑا رکھنے کے لیے وسائل ڈھونڈنے سے
 فرصت نہیں ملتی، پھر وہ کسی غیر کی سفارش یا شکلاشا کی کیا کر سکا گا، گویا جب شے سے بڑا شے بھی اپنی ہی نجات کے فکر میں ہے، اور اس کے لیے
 شبہ روز سعی کر رہا ہے تو پھر کسی خود ساختہ "پیر طریقت" یا "ولی" کی کیا مجال ہے کہ کار سازی کر سکے، جب اس آیت سے عفاف ظاہر ہے کہ کوئی
 انسان کسی انسان کا وسیلہ نہیں بن سکتا، اور بڑے سے بڑا انسان حتیٰ کہ نبی بھی اپنی نجات کا وسیلہ ڈھونڈتا ہی تو یَبْتَغُوْنَ اِلَیْ رَبِّهِمْ
 الْوَسِيْلَةَ، کے "الْوَسِيْلَةَ" کا مفہوم لامحالہ پیر پستی کے علاوہ کوئی اور شے ہے جو نبی یا جیسے مقرب بارگاہِ انسان بھی تلاش کرتے ہیں، اور وہ شے
 سعی و عمل کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے "اَقْرَبُ" بارگاہِ حق میں نہیں کسی ایک مسلمان کو اعتراض نہیں ہو سکتا، اور یہی مسلم
 ہے کہ اپنے اپنی زندگی میں کوئی پیر نہیں پکڑتا بلکہ تمام عمر سعی و عمل کرتے انتقال کر گئے یہی بات آیت زیر بحث کے سیاق سے ظاہر ہے جان الْفَتْوَا
 اَلَيْسَ الْوَسِيْلَةُ، کے مقابلہ میں رَجَا ہند و اِنِیْ سَبِيْلِهِم، کہا گیا ہے جسکے واحد معنی ہی ہیں کہ خدا کی راہ میں اپنا جان، مال، آرام، گھر بار سب کچھ نہ دے، ایک سپاہی کا
 کی خوشنودی اور قرب حاصل کر نیکی لیے بعینہ ہی سعی و عمل ضروری ہے یہ کہ بادشاہ کی لڑائیاں لڑنے سے انکار کرے اور غنیمت حاصل کرنے یا کسی نشین بننے کے لیے
 دوسروں کی سفارش کا طلبگار بنے۔ خدا نے زمین و آسمان کی حکومت اہلِ خرمگ کی حکومت کی طرح (معاذ اللہ) بوج نہیں ہے کہ تنہا کسی کی سفارش پر بلا سعی و عمل لجا لیا
 کریں۔ ان آیات کا مضمون یہ کہنا ہے کہ انسان خدا کے سوا کسی کٹر معنی سے خوفزدہ نہ ہو اور دشمن سے بخوف و خطر قتال کرے۔

۱۵۷

لَا يَسْتَاذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ
وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ○ إِنَّمَا يَسْتَاذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ
قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ○ (۴۵-۴۴:۹)

اے پیغمبر! جو لوگ خدا پر ایمان لاتے ہیں اور روز آخرت کے محاسبے کا بھی انکو یقین ہے، وہ تو تم سے
اس بات کی خصمت مانگتے نہیں کہ اپنے مال و جان سے شریک جہاد ہوں اور اللہ تو سچے تقویٰ والوں کو
خوب جانتا ہے۔ نہ شامل ہونیکے لیے لگ بھگ کر کے تم سے خواہاں اجازت وہی لوگ ہوتے ہیں
جو اللہ اور روز حساب کا یقین نہیں رکھتے۔ انکے دل شک میں پڑے ہیں، اور اسی شک میں پڑتے
کر رہے ہیں کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ يَحْسِبُونَ ○ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ يَحْسِبُونَ
لَهُمُ الْبَشَرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ○ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَعْلُ
الْعَظِيمُ ○ (۶۳-۶۲:۱۰)

یہاں ایمان، کسی شرط جہاد یا مال والا نفس ہے، اور یہی شرط تقویٰ کی ہے، (وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ) گویا خدا جیسے حاکم اعلیٰ سے ڈرنے
کے یہی معنی ہیں کہ اُنکی راہ میں جان و مال سے دریغ نہ کیا جائے۔ آج ہی شیوہ ہر ملازم کا اپنے مشاہرہ وہ آقا ہے۔ وہ اگر جہاد سپاہی اور
سچا غلام ہے تو اپنے مالک سے ڈر کر اور اُنکی حفاظت میں جان تک لڑوے گا۔

یہاں صاف ظاہر ہے کہ متقی قوم کو جہاں آخرت میں کچھ باک نہیں وہاں اُنکی دنیا بھی درست ہے۔ کوئی قوم جسکی دنیا درست
نہیں، متقی، جو نے کی مصداق نہیں ہو سکتی، اور چونکہ آقا کے معافی صاف ہو چکے اس لیے جو قوم مستحکم ہو کر رہے گی، مصائب کا
مردانہ وار مقابلہ کرے گی، صبر پورے اور ذرا لڑے، پر عمل کرے گی، خوشنودی خدا حاصل کرنے کیلئے ابتلائے وسائل کرے گی، قَوْمًا
لَدُنَّا، نہ بنے گی، اُنکی دنیا بہر نوع اور لامحالہ اچھی ہے، اور وہی لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ کی بشارت کی سچا اہل ہے، اُنکو یہاں پہنچی دشمن کا ڈر نہیں اور
اُنکے چکر تو بدلتا باقی ہے۔ اسی قوم ہی دلیا را اللہ ہو سکتی صحیح مصداق ہے۔ وہ بیگمناں خدا کی دوست ہے اور خدا کا دوست ہے، کیونکہ یہاں
بھی سب نعمتیں دے رہا ہے اور اُنکے چکر بھی بے حساب دیگا۔

مسلمانوں نے نہ معلوم کس بنا پر اولیاء اللہ کا خطاب اُن دنیا سے الگ تھلک رہنے والے فقراء اور پریشان موہاب کو دیا ہے جو تمام عمر اپنے
اعتکاف خانوں میں بند رہ کر خلق خدا سے بیزار رہے، جنہوں نے امت کو متحد کرنے میں کبھی سہی نہ کی جنہوں نے خدا کی لڑائیاں لڑنے میں اپنی جان کو
پیش نہ کیا، جنکو خدا نے دنیا میں کوئی بشارت نہ دی، جو خلق خدا کو متحد کرنے کی بجائے اُنٹا اپنے اپنے پیچھے لگا کر متخالف الہا اور منتشر
الحمل کر گئے، جسکی تاثر زندگیاں نہایت رنج و غم اور ذل و سکنت میں کیں۔ خدا کا دوست وہی ہے جو اُنکی خاطر تکلیف اُٹھائے لیکن ہر دوستی کا تقاضا
یہ ہے کہ وہ مالک الملک خدا اُنکو اس تکلیف اٹھانیکے مسئلے میں سب سے بخوف خطر کرے۔ اگر یہ نہیں تو کچھ اولیائی نہیں، اگرچہ ساری دنیا اُنکو ولی کہہ کر پکارتی
رہے! آج اگر سطح زمین کے طول و عرض میں خدا کا حج معنوں میں دوست کوئی ہے تو وہ بندہ خدا جو اپنی جماعت کی بہتری کی خاطر نرن بدن کو
تخلیف میں ڈال رہا ہے، دشمن کی قوت سے خوفزدہ نہیں ہوتا، جو اس واسطے قطع نظر کر کے خدا ہی سے ڈر رہا ہے، جو قَالَهُ أَتَقْتُلُونَهُ (۱۳:۹) پر
عمل کر کے سب سے بخوف و خطر ہو گیا ہے۔ اگر کسی خدا کے بندے میں یہ ڈر اور یہ نڈری، یہ تقویٰ اور یہ بخونی، یہ خوف خدا اور لا خوف ولا حزن ماسوا اچکا ہے تو
وہ بلاشبہ ولی ہے، وہ لاریب خدا کا دوست ہے، خواہ وہ چین کا رہے والا ہو یا ہند کا۔ خدا کو اپنی دوستی میں کسی ملک یا مذہب کی تخصیص نہیں!

لوگو! یاد رکھو کہ خدا کے سچے دوستوں کو نہ تو کسی قسم کا خوف ہے اور نہ وہ آزدہ خاطر رہتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور مقامِ خدا سے ڈرتے رہے۔ انہیں اس دنیا میں بھی عافیت اور ان کی بشارت ہے، اور آخرت میں بھی فلاح ہے۔ خدا کے وعدوں میں رقومبل کا امکان ہرگز نہیں اور یہ فلاح دارین تو بڑی بھاری کامیابی ہے۔

وَلَسْكَرَتُكُمْ إِلَّا رِضًا مِّنْ بَعْدِ هَٰذَا ذَٰلِكَ لِمَنْ يَخَافُ يَغِيظُ الْفُجَّارَ ۖ وَخَافَ قَبِيلٌ (۱۳۱:۱۳۲)
اور دشمن کے غارت ہوئے پیچھے ہم ضرور تم کو اسی سرزمین میں بسائیں گے۔ یہ صلہ اس شخص کے ہے جو میرے مقام و منصب ڈرتا رہا اور جس نے میرے عذاب سے بچنے کی سعی کی۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ فَالْوَحْيُ الْحَقُّ ۚ لَئِنْ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً
وَلَنَأَزِيدَنَّ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ حَقِيرَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۳۶:۱۳۷)

اور ان لوگوں سے جنہوں نے مقامِ خدا کا سچا احساس کیا پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے اپنے ہاں سے تمہاری اس خدمت کے عوض میں کیا دیا تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اچھے سے اچھا۔ جن لوگوں نے بھی خدمت کی اور اپنے حسنِ عمل سے خدا کو خوش کر دیا ان کے لیے اس دنیا میں بھی بہتر سے بہتر نعمتیں ہیں اور آخرت کا گھر تو اس سے کہیں اچھا ہے۔ اور تقویٰ کرنے والوں کو ٹھکانا تو بہر حال نہایت ہی اچھا ہے۔

قُلْ لِيُعْبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا الْإِلَهَ الَّذِي رَزَقَهُم مِّنَ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَالْآخِرَةَ
اللَّهُ وَاسِعٌ (۱۳۹:۱۴۰)

اے پیغمبر! ہماری طرف سے کہہ دو کہ اے ہمارے بندو! جو ہم پر ایمان لا چکے ہو، مقامِ خدا کا تقویٰ کرتے رہا کرو۔ جنہوں نے ہم سے ذکرِ ہماری حمایت میں جان و مال کی قربانی کی ان کے لیے اس دنیا میں زمین کی بادشاہت کا بہترین اجر ہے۔ اور خدا کی زمین تو بڑی وسیع ہے۔ بیشک مصیبتِ برداشت کرنے والوں کو ان کا عوض بے حساب دیا جائے گا۔

۱۔ یہاں متقی قوم کے لیے بادشاہتِ زمین کا انعام صاف ہے۔

۲۔ یہاں پر صاف ظہورِ متقی قوم کے لیے دنیا کے بہترین انعام وقفِ کرشمے کا وعدہ ہے۔

۳۔ یہاں پر روئے زمین کی وسیع بادشاہتِ متقی قوم کے لیے وقف ہے۔ اور صاف فرمادیا ہے کہ دنیاوی انعامات اس قدر بے حسا ہیں کہ تمام کرۂ زمین اس میں شامل ہے (وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ) یہی سچا حسنِ عمل ہے (لَئِنْ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً) اور اللہ

صلحِ عمل کی بھی یہی تعریف ہے جس کی تلاش ہم کر رہے ہیں۔ حسنات کے تحت بہت صفحہ ۱۳۰ میں بھی احسنکم سے یہی مراد ہے! (وَيُؤْتِيَهُم مَّا يَشَاءُونَ)

ضمناً اس آیت میں پہر ٹلا دیا ہے کہ صبرا یعنی مصائب کا مروانہ وار مقابلہ کرنا، انصاف خدا کی ایک اہم شق ہے (إِنَّمَا يُؤْتِي الضَّالِّينَ أَجْرَهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ)

اس اتحادِ عمل اور تزکیہٴ اخلاق کا اصلی راز خدا نے واحد کی خالص عبادت اور براہِ راست
عبودیت تھی۔ قرآن کی حیرت انگیز تعلیم، اور داعیِ اسلام کی حیرت انگیز یقین آفریں صحبت نے خداوندِ عالم
کا اپنے عاجز اور محتاج بندوں سے براہِ راست تعارف کر کے عجب و معبود کے درمیان سے سب
مشکوٰۃ حجاب دور کر دیئے تھے۔ رسولِ خدا کی ناقابلِ انکار صداقت اور انکسارِ نفس نے بندے کا
ہاتھ مالکِ ارض و سما کے مقتدر ہاتھ میں دے کر خود ایک بے تعلق اور پیغامِ وہ بشر کی حیثیت قبول
کر لی تھی، ذاتیات اور شخصیت کا تملکِ ایمان اور مضعّف یقین غنصرِ اسلام کے خمیر میں قطعاً نابود تھا،
توحیدِ تمام اُمت کے اجمال کا نقطہٴ حیدر بن گئی تھی، ہر بشر کا معاملہ، بلا واسطہٴ غیرے اور بلا امتیاز
احدے، اُس شعبہٴ و نازلِ حقیقی کے ساتھ وابستہ ہو گیا تھا جسکی قدرت اور عظمت کے صحیح اندازے نے ایک
عالم کو کھپکھپایا تھا! نفع اور ضرر کے اسی ہیمثال یقین نے سرزمینِ عرب میں خوفِ خدا کی مشترک لہر دوڑادی
تھی، اسی خوف کے باعث باہمی عداوتیں مٹ گئیں، کینے اُچکے لئے گئے، بھائی چارے کا سماں ہر طرف بند
کیا تھا! انسان کی عزت و تکریم اور اُس کے انعام و اکرام کا معیار بھی خدا کے نزدیک اُس کا تقویٰ ہی تھا: ”
إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوِيهِ“ (۱۳: ۴۹)، ”قلوب کے اندر ایک مشاہدہ وہ حاکم کی مانند اُس کے
رب مرتبت اور ہول جاہ کی بجلیاں، نفع و ضرر اور بیم ورجا کی لالہ انتہا تاروں کے ذریعے سے دوڑ گئیں،
پھر وحدتِ ایشیہ کی کششِ اتصال نے، اور یک منہی کے متحد لہٴ سلب و خوف نے ہر مومن کے قلب میں
مشترک عبودیت کی عصبيت، اور عالمِ آرا اخوت کا اعتصاب پیدا کر دیا: ”إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ“ فَاصْلَحُوا
بَيْنَ أَخَوِيكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ“ (۱۰: ۱۴۹)۔ یہی وہ علی تقویٰ اور وہ مخلصانہ توحید تھی جو

۱۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے بڑی عزت والا اور سچے فضل و کرم میں ہے جو خدا سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ اور اللہ تو انسان کی قدر و
قیمت کو بڑا جاننے والا، اور اُس کے حال و احوال سے بڑا باخبر ہے۔

۲۔ خدا پر ایمان رکھنے والے تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، تمہارا فرض ہے کہ آپس میں صلح کرو اور خدا کی ننگی سے ڈرو، جو اور اس کا تقویٰ کرو کہ وہ تم پر رحمت فرمائیگا۔

۳۔ یہاں ہر پرصالحات و موافقات کو اتفاق الہی پر محمول کیا گیا ہے جس قدر خوفِ رعیت کو حاکمِ اعلیٰ کا ہے سیدِ قدرت کے افرادِ متحد نہیں گئے۔

ساہا سال تک اسلام کو نئی طاقت اور نئی زندگی بخشی رہی، قُلْ اِنَّ اَمْرًا اُنْزِلَ عَلَيْنَا لَنْ اَكُوْنَ اَقْوَلُ الْمُسْلِمِيْنَ ؕ (۱۳۹-۱۴۰)، قُلْ اللّٰهُ اَعْبُدُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ اِسِي تَقْوٰى كِيْ يَّادْرِبَ
 عمل میں اللہ کی رحمتوں کے دریا اُبھ جاتے تھے! یہی اتقاد تھا کہ اُس حلیل القدر ذات کی سچی عبادت
 اور اُسکی موجودگی اور وحدت کا زندہ شہار تھا! اسی کی بے انتہا برکت سے نصرت حق اور فتح مبین ہر
 وقت شامل حال رہ کر اشاعت اسلام کا قطعی باعث ہو کرتی تھیں: (اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۖ وَسَرَّيْنَا
 النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۚ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ۚ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ؕ (۱۱۵-۱۱۶)۔ اللہ کے محکم
 اور خالصہ اُسی سے ڈرنے والے سپاہی، عقیدت کے سرسبز شانہ جو شہرِ استعدی کی داعی انقلاب
 اُننگ، اور محبت کی مضطر امتحان وفا کے باعث صبر اور استقلال، توکل اور مردانگی کے عظیم نظیر پیکر

۱۔ اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہدو کہ تجھ کو تو خدا کے ہاں سے یہی حکم ملا ہے کہ میں تمام ارادت اور خلاص (الذین)، تمام عقیدت اور اعمال (الذین)
 کو خالصہ خدا ہی کیلئے وقف کر کے ہمدنِ نبیک کا غلام بن رہوں (اَعْبُدُ اللّٰه)۔ اور مجھے یہی حکم ملا ہے کہ میں ہی سب سے پہلے اُسکا پناؤں قاتے حقیقی تسلیم کروں،
 اور علی طور پر اُسکی عبودیت میں رہوں (اَقْوَلُ الْمُسْلِمِيْنَ)۔

۲۔ ان سے کہدو کہ میں اپنی تمام ارادت اور محبت کو انہی کے لئے خالص کر کے اُسکی غلامی کر رہا ہوں (اَعْبُدُ)۔

۳۔ اے پیغمبر! جب اللہ کی مدد آئے گی، اور دین اسلام کی فتح عظیم کا وقت آجوں چکا، اور تو دیکھے گا کہ لوگ جوق در جوق دینِ خدا میں داخل ہو رہے
 ہیں، تو ان وقت اپنے پروردگار کے شکر کرنے میں سرسجود ہو جاؤ! اُسوقت اپنی طاقت کی اور اپنی گزشتہ تقصیروں کی معافی طلب کرو کیوں کہ وہ
 فی الحقیقت بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے (اور ایسی مہربانیوں کے موقع پر ہی اُس سے ایسی درخواستیں کرنی چاہئیں)۔

۴۔ یہاں اَعْبُدُ کے معنی صاف ظاہر ہیں اور اس سے مقصود نماز پڑھنا قطعاً نہیں ہو سکتا۔ دین کے معنی قرآن کی اصطلاح میں طرزِ عمل یا راہ
 عمل کے ہیں۔ یہی معنی لفظ مذہب کے ہیں۔ گویا اَعْبُدُ اللّٰه مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنا تمام طریقِ عمل خالصہ خدا کی منشا کے
 مطابق کر کے اُسکے غلام بنے رہو۔ ہر سچے ملازم (یعنی عبد) کا شیوہ بھی یہی ہے کہ وہ کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کرتا، اُسکی سب ہاگ و ڈر آقا کی مرضی پر منحصر
 ہے اور وہ اپنی مشیت اور اپنی خواہشات کو مالک کے حکم کے بالمقابل فنا کر دیتا ہے۔ ہاں اس امر کا تصفیہ کہ مالک میں آسمان کی مشیت فی الواقع کیا ہے؟ یہ
 ایک بڑا دقیق سوال ہے اور اہل کتاب میں اسی کی ایک ہم شوق پر بحث جاری ہے۔ بہر نوع ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ دین کے معنی کسی شخص کا مسلمان ہونا،
 یا نصرانی ہونا، یا یہودی ہونا نہیں بلکہ ہر غلام کا اپنے آقا کے حق میں طرزِ عمل ہی اُسکا دین ہے۔ والا مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے کچھ معنی نہیں بنتے
 یہی بات لُكْهُ دِيْنَكُمْ وَلِيْ دِيْنِہٖ (۱۰۹، ۱۱۰) سے ظاہر ہے۔ یعنی تمہاری خدمت کا اجر لیگا اور مجھے میرے کیسے کا۔ خدا کو ملائکہ یَوْمَ الدِّیْنِ
 (۱۱۰) بھی ایسے ہمارے ہمارے دن اعمال کی اجرتوں، اور خدمتوں کی مزدوریاں، ادا کرنے کا ہو گا۔ (دین کے اس مطلب کی حقیقت کے لیے پیکرِ پیام کتاب نمبر ۴)۔
 ۵۔ اس سورۃ کے صحیح معانی کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایک دفعہ سوال کیا گیا تھا۔ میں نے مربوط اور ناقابل انکار معافی لکھ دی ہے۔ خدا
 کی نصرت قطعاً کسی قوم کے شامل حال نہیں ہوتی جب تک کہ اُسکی سعی و عمل خدا کو فی الواقع خوش نیکو نہ ہو یہی وقت فی الحقیقت کسی حاکم سے معافی
 مانگنے کا بھی ہے۔ یہ وقت اسکی رحمت کا دریا جو شہر میں آتا ہے اور وہ بسا اوقات علی الحساب سے دیتا ہے۔

بن گئے تھے، انکی قوت و استحکام کار از دروں انکے متحد اور متفق قلوب میں مضمر تھا، نیتوں کی نیکی اور تہذیب نفس کے لہجہ ایم آفریں اثر نے ان کے اعمال میں ناقابل یقین ضبط، اور افعال میں طبعی یکسانیت پیدا کر دی تھی، بڑے بڑے مقتدر اور حبیبی عساکر جو مدت مدید کی تیاری اور صرف کشمیر کے بعد ان کے مقابل کھڑے ہوتے تھے، انکے ضابطہ عمل، انکی پیش بندی اور ہستام، انکے نظم و نسق، اور خوف قانون خدا، انکی مشق تحمل اور ستم برداری پر رنگ رہ جاتے تھے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ** وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مِّنْ ذَاتِ لَدُنِّهَا وَيُحْيِي اللَّهُ تِلْكَ الْأَمْثَالَ لَعَلَّكُمْ تَخْشَوْنَ اللَّهَ تَعَالَىٰ لَعَلَّكُمْ تَرْجِعُونَ (۱۸۱:۵۹) لالچ اور بدولی، ہراس موت اور قنوط، تشقت اور جمود کے ان زرخسرید اور بے مولا، ان ناآشنائے پایان عمل اور کرار پر پڑے ہوئے

۵۹ اسے ایمان والو! قانون خدا سے ڈرتے رہا کرو اور تمہیں چاہیے کہ ہر شخص اس بات پر نظر کرتا رہے کہ اُس نے اُسے دلے کل کے لیے کیا تیاری کی ہے اور آئندہ مصائب کے لیے کیا حفظ نفس اور پیش بندی کی ہے۔ اور قانون خدا سے گھر ڈرتے رہو۔ اللہ جو کچھ سعی و عمل کرے گا وہ اُسے بخوبی و تقویٰ دے گا۔ اس آیت الہی میں پیش از وقت تیاری اور دوران زندگی کا احوال کے الہی پر محمول کیا گیا ہے اور دشمن کے بالمقابل حفظ نفس کو استعداد ہم قدر عبادی کہ دو نعمۃ اللہ کے الفاظ ایک آیت کے اندر آئے ہیں۔ اس نکتہ کو اسے مقصود و لا محالہ یہ ہے کہ خدا کا قانون اہل اور واجب الخوف و وہ الہی قوم کو انعام کا مستحق قرار دیتا ہے جو ہر نوع اسکی اہل ہو، جسے سعی و عمل سے اپنے آپ کو فتح و ظفر کا اہل ثابت کیا ہو، جس نے ایمان و عمل کے لیے تیاری کی ہو (فَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَىٰ تُومٍ كُوفِي بے جارحانیت و نظر نہیں رکھتا، جس جس نے جہننا زاد راہ کل کے لیے جہنم کہا ہو، جہنم حفظ اُس نے آنے والی مصائب کے برخلاف ختم کیا کیا ہے، اُس قدر اجر اُسکو لا محالہ مل رہیگا۔ یہی بات **إِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ مِّنْ أَعْيُنِ النَّاسِ** سے ظاہر ہے گویا خدا عمل اور صرفہ عمل کو چاہتا ہے اور اُسکی دیکھ کر فیصلے صادر کرتا ہے۔

نہیں پسند اور آخرت کے مشہدائی مسلمانوں نے **فَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَىٰ تُومٍ** کے معنی روز قیامت کی تیاری کے لیے ہیں حالانکہ **عَيْنٌ** کے معنی کسی آنے والے کل کے ہیں، اور مزید یہ ہے کہ اس پر الیٰ تعصی بھی دخل نہیں کہ اس کے معنی خاص روز قیامت کے ہوں۔ جامع ترمذی المتوفی ۳۸۰ھ میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ **إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدْرِي لِقَاءَ يَوْمٍ** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لیے کوئی ذوق و رغبت نہ کرتے تھے۔ روایت کی صحت یا عدم صحت سے بحث نہیں، صرف **لِقَاءَ يَوْمٍ** سے مطلب ہے جس کے معنی ہمارے صاف انبوال کل کہیں روز قیامت کے نہیں پہنچے۔ خود قرآن کریم میں چار موقعوں پر **عَدَا** کا لفظ استعمال ہوا ہے اور چاروں موقعے انبوال کل کے معنی میں ہیں۔ سورہ یوسف علیہ السلام کے متعلق انکے ہمائیوں کا قول ہے: **أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَزْنِجْ وَيَكْتُمُ** وَأَقَالَهُ سَحَابًا مِّنْ سَحَابٍ (۱۲: ۱۳) یعنی ہمارے ساتھ کل یوسف کو بھیج دے کہ اپنے اور کیلے، اور ہم اسکی حفاظت کا ذمہ لیتے ہیں۔ سورہ کہف میں ہے: **وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُشَايِرُ إِيَّانَا عَدُوٌّ** ذَالِكَ عَدَا (۲۲: ۱۸) یعنی کسی شے کی باہت یقینی طور پر صحت کہو کہ میں اسکو ضرر بالضرر کل کر دوں گا۔ سورہ لقمان کے اخیر میں ہے: **وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّا أُكَلِّبُكَ** (۳۱: ۳۲) اور کوئی متفکر نہیں جانتا کہ کل کہا کر دیا، علیٰ ہذا القیاس سورہ قمر میں قوم شوقی تباہی کے متعلق ہے: **سَيَعْلَمُونَ غَدًا مِّنَ الذِّكْرِ أَتَىٰ الْأَمْرَ** (۱۰۶: ۵۳) یعنی یہ لوگ غفریب کسی آنے والے کل کو دیکھ لیں گے کہ کون جوڑا اور گستاخ ہے۔ تب ہی کہ اس شہادت کے ہوتے ہوئے **عَدَا** کے معنی کھڑا قیامت کے ہو سکتے ہیں، اور کس میدروی سے مسلمان آیات خدا کو توڑ کر تحریف منہوی کے مجرم بنتے ہیں۔

سپاہیوں کی، ان اللہ کے عاشق، بیقرار استلا و محن نصرت حق اور وراثت زمین کے موعود، موت کے تشنہ و منتظر، دست پخت گوارہ مہر، اور جنت خریذ علاموں کے مقابلے میں کیا بساط تھی جو ہرگز آتی، مومنوں کے فلک کشا حصے اور متحدہ دلوں کی کوہ شکن طاقتیں، دشمن کے جہم غفیر کو پہلے امین پیوند زمین کر دیتیں، ایمان کا جرات افزا اثر معائن کی قوت عمل کو چند دھچک کر دیتا، اور ایک حیرت انگیز طریقے پر یہی ظاہر اکم سامان جماعت دشمن کا تہس نہس کر دیتی!

یار مردان خدا بش کہ در شتی نوح

ہست خاک کے کہ بہ آب بحر طوفان!

لَا اَنْتُمْ اَشْدُّ رَهْبًا لِّفِي صَدُورِهِمْ قَوْلُ اللَّهِ ذَالِكُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ لَا يُفَانِلُوْكُمْ جَمِيْعًا اَلَا فِیْ قُوٰی مُخَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ قُلَادَةِ جَدِّ بِاَسْمِهِمْ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ يَدُ خُصْمِهِمْ جَمِيْعًا وَقَالُوْا هُمْ شَتَّى ذَالِكُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (۱۵۹-۱۶۳)

مسلمانو! تم اللہ پر ایمان رکھنے کے باعث ہی ان منکرین خدا کے دلوں میں ابتر شدید مہمیت بٹھلا رہے ہو، اور محض اسلئے ہی کہ یہ ایک ناسمجھ قوم ہے، جسکو ایمان کی قوت کا علم نہیں۔ اب تو انکی یہ حالت ہو کہ سارے کے سارے بلکہ بھی تم سے بڑے کی تاب نہیں رکھتے مگر یہ محفوظ استیلا یا دیواروں کی آڑ میں ہو کر لڑیں۔ بات یہ ہے کہ انکی آپس کی لڑائیاں اور باہمی عداوتیں سخت ہیں بظاہر

۱۵۹ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ، اور قَوْمٌ لَا يَعْقِلُوْنَ کے الفاظ یہاں پر نہایت قابل غور ہیں۔ گویا یہ منکرین خدا لوگ اس بات کا تقصد اور نقل ہی نہیں کر سکتے کہ قانون خدا کیا ہے، وہ کن اقوام کو دنیا پر ہنس رہا کرتا ہے، کن کو سزا دینا ہے۔ یہ لوگ آپس میں لڑکر اپنی قوتوں کو ضائع کر رہے ہیں اور دشمن سامنے آتا ہے تو دم دبا کر ہباگ جاتے ہیں ان کو اتنی عقل ہی نہیں کہ سمجھیں کہ اتحاد اور اختلاف قلوب میں کیا برکتیں ہیں، اور خدا کس طرح متحد القلوب قوم پر اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے۔ گویا ان آیات میں رمزا اور کنایہ جملہ دیا ہی کہ بڑول متفرق، اور محالہ ہونا کافر قوم کا خاتمہ۔ آج مسلمانان عالم خود قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ، اور قَوْمٌ لَا يَعْقِلُوْنَ، اور خُصْمِهِمْ جَمِيْعًا وَقَالُوْا هُمْ شَتَّى کے صحیح مصداق بنے ہوئے ہیں دوسری قوموں نے اپنے اندر اذ کے مابین اتحاد پیدا کر لیا ہے۔ مسلمان ان کے خوف سے ہباگے ہباگے ہیں اور قلعہ کی اوت میں بیٹھ کر بھی لڑ نہیں سکتے۔ ہر گز شکست و ریخت ہے، خوف و حسرت ہے، بچ و ماتم ہے: 'بَا سْمِهِمْ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ يَدُ خُصْمِهِمْ' کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو کاٹ کھانے کو دڑتا ہے۔ آہ لیکن خدا کوئی مسلمانوں ہی کا خدا نہیں وہ رب العالمین ہے اور ہر قوم کو، کسی سعی و عمل کے سوا حق اجر دے رہا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا اَيُّهَا الَّذِيْنَ لَا بُدَّ لَهُمْ

"بَا سْمِهِمْ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ يَدُ خُصْمِهِمْ" کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ہمارے متعلق ان کا خوف آپس میں بہت شدید ہے مگر اس سے مطلب

کافی طور پر مربوط نہیں ہوتا۔

تو انکو مجتمع اور متحد دیکھیں گے لیکن انکے دل ایک دوسرے سے جدا ہو چکے ہیں یہ اسلئے کہ ان لوگوں میں سلیقہ اتحاد نہیں، انہیں عقل نہیں۔ یہ متحد قلوب کو کیا جانیں۔ اور ایک نصب العین پر قائم ہونے کی قوت کو کیا سمجھیں۔

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَامُونَ فَاِنَّهُمْ يَأْتُمُونَكُمْ كَمَا تَأْتُمُونَ وَتَرْجُونَ
مِنْ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (۱۰۴:۴)

اے ایمان والو! دشمن قوم کی تسخیر و تعاقب میں نرم نہ پڑ جاؤ، اگر لڑائی میں تم کو تکلیف پہنچ رہی ہو تو جیسے تم کو پہنچتی ہے انکو بھی پہنچ رہی ہے، اور تم کو تو خدا سے وہ وہ امیدیں ہیں جو انکو مگر نہ ہرگز نہیں۔ اور اللہ طرفین کے سب حالات سے اور قتال کی حکمت علی سے خوب واقف ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِزْبًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ
يَغْلِبُوا أَمَّا ثَلَاثِينَ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ قَائِدٌ يُغْلِبُوا الْفَاقِينَ الَّذِينَ كَفَرُوا يَا أَيُّهَا قَوْمُ
لَا يَفْقَهُونَ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّمَا عَلَيْكُمْ فِتْنَةً وَأَنَّ لَكُمْ مِنْهُ مَخْطَبًا وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ قَائِدٌ
صَابِرٌ يُغْلِبُوا أَمَّا ثَلَاثِينَ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يُغْلِبُوا أَلْفًا ثَلَاثِينَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ
الصَّابِرِينَ (۸: ۶۵-۶۶)

اے پیغمبر! ایمان والوں کو دشمنان خدا کے برخلاف لڑنے پر برا بیخستہ نہ کیا کرو۔ ایمان والوں کی قوت تو ہندو زبردست ہے کہ اگر تم میں سے ہر دہشت کرنے والے بیس مومن بھی ہوں تو وہ مخالف فریق کے دو سو نفر پر غالب رہیں گے، اور اگر تم میں سے ایسے سو ہوں تو کفار کے ہزار نفر پر غالب رہیں گے یہ اسلئے کہ یہ قوم ایمان کی غلبہ پسند طاق کو سمجھتی ہی نہیں۔ اس وقت اللہ نے اپنے حکم کا بوجھ تم پر سے ہٹا کر دیا ہے، اور محسوس کیا ہے کہ ابھی تم میں کمزوری و سائل باقی ہے۔ تو اس کمزوری کی حالت میں بھی تم میں سے ایک سو صابروں کو دو سو دشمنوں پر غالب رہیں گے، اور اگر ایک ہزار ہونگے تو وہ دو ہزار پر غالب رہیں گے، اور اللہ تو مستقل مزاج لوگوں ہی کا ساتھی ہے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ وَلَمْ

ہم یہاں صبر کے مطالب سے مراد صاف ہو گئے ہیں کہ اس کے بعد کسی مزید تفسیر کی حاجت نہیں رہتی۔ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ کے الفاظ یہاں ہر تفسیر میں اور مقصود یہ ہے کہ یہ لوگ صبر کے غلبہ پر فخر تاج کو نہیں سمجھتے۔ ان آیات میں صبر کو ایمان پر محمول کیا ہے۔ (خُذُوا حِزْبًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ) گویا ایمان کی ایک شق صبر بھی ہو لیکن جو اہم چیز ان آیات کے مطالب سے نکلتی ہے یہ ہے کہ جو قوم اس دنیا کے اندر اپنے سے کم تعداد میں ہے پھر بھی وہ شمشیر کاغیر ضروری، انتہائی کمزوری کے لیے کسی کو شکست کھاؤ لیکن اگر اپنے سے نصف یا دو چہرے تو بھی کافی انتہائی ایمان سے کہ ایک سے بھی کم کو پیچھے لے لیکن اگر ضعف کی حالت میں ہو کو بھی اس کے توازن کا کچھ نہ کچھ دھریا ضرور رہتا ہے؛ گو کیا کفر کی ایک ہم شق ازبے قرآن ہر ولی ہو، میدان جنگ و مارا جاوے ایسی واضحیافت رکھنے یا شرعی ہجائے نہ ہونے سے کوئی شخص خدا کے نزدیک کافر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس مطالب کے لئے صفحہ ۱۶۳ کا تحت اس پر بھی دیکھنا چاہیے۔

جُنْدًا نَالَهُمُ الْغُلْبُونَ ﴿۱۳۷﴾ (۱۳۷-۱۴۳)

اور لوگو! ہمارے پیغامبر بندوں کے حق میں ہمارا پیٹھ ہی ارشاد ہو چکا ہے کہ ہمارے پاس ہے ملکہ اور بددیوبائے گی، اور بیشک ہمارے بندوں کی فوج ضرور غالب کر رہے گی۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفْتَاؤُا نَتَزَّلَ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَكُونُوا مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۖ إِنَّا كُنَّا نَسْتَفْتِيكَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَإِنَّا نَكُونُ ۚ وَلَكُم فِيهَا مَا نَشْتَهُ فِي الْأَنْفُسِ وَلَكُم فِيهَا مَا تَدْعُونَ ۚ نَزَّلْنَا مِن عَذَابِ

ترجمہ ﴿۱۳۷﴾ (۳۱-۳۲)

بیشک جن لوگوں نے خدا کو اپنا آقا مان لیا اور ہر کسپر تندہی اور استقلال سے جے رہے، ان پر ہماری رحمت کے علمبردار فرشتے نازل ہو کر ان سے کہتے ہیں کہ اے خدا کے خالص بندو! دنیا کے مصائب اور دشمن کے هجوم کو دیکھ کر کچھ اندیشہ مت کرو اور غم نہ کھاؤ بلکہ اپنے عمل اور استقلال کے صلے میں بہشت کی، جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، خوشیاں مناؤ۔ خدا نے عذوق فرماتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں ہم تمہارے مددگار ہیں اور آخرت میں بھی تمہارا ساتھ نہ چھوڑینگے۔ اور تمہارے لئے دنیا اور آخرت دونوں جگہ میں (فیہما) جو کچھ تمہارا جی چاہے گا ملیگا، اور جو کچھ بھی طلب کرو گے حاضر کیا جائے گا۔ غفور رحیم خدا کے ہاں سے یہ تمہاری ممانی ہے۔

۞ ان آیات الہی اور بعد کی آیات سے صاف ظاہر ہے کہ دنیاوی تمکن اور ارضی القلب کا ایمان والوں کے شامل حال ہونا قطعی ہے۔ اس موقع پر اگرچہ نبی کریم ﷺ کے الفاظ آئے ہیں مگر بعد کی آیتوں میں یہ قید اٹھادی گئی ہے: "مَنْ يَدْعُنْ إِلَىٰ كَيْفَ تَصْرُفُ مِنْهُ عَافِيَةً لِّسُنَّةِ الْمُؤْمِنِينَ"۔ یہ لفظ نتیجہ نکالنا ہے کہ صرف پیغامبر ہی منظر و منظر ہوا کرتے ہیں یا وہ مومن جو ان کی میت میں خدا کی لڑائیاں لڑتے ہیں۔ بعد کے مومنوں کیلئے "أَعْلَوْنَ" بکری بننے کی کوئی شرط نہیں، وہ صرف زبانی ایمان سے مومن کے درجے تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہ پھر اور پاک تاویل استدرجہ کی گنج ہے کہ اس کے لئے کسی رد کی ضرورت نہیں۔ فتح و نصرت کا سلسلہ دنیا میں روز اول سے لگا ہے اور روز قیامت تک جاری رہے گا۔ کچھ قومیں اس طرح کے مکر بنا کر اپنے نفس کو دہوکہ دیتی ہیں: "أَنَّهُمْ أَكَلُوا مِن دُونِ الْوَيْدِ"۔ کما ماکہ اس قدر صاف اور ناقابل تاویل ہے کہ اسے جو کسی مکرور یا گنجائش نہیں رہتی۔ لیکن یہ بحث و تجویس چوتھی اور پانچویں جگہ کے لئے وقف کر دی گئی ہے۔

۞ ان آیات سے ظاہر ہے کہ ایمان والوں کی دنیا ہی درست ہے اور آخرت بھی۔ "قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ" سے مراد صرف منہ سے کہنا نہیں بلکہ خدا کو فعل سے اپنا حاکم اعلیٰ ماننا، اور اس کے احکام کی نہایت تہذیب سے تعمیل کرنا ہے۔ مگر یہ بحث نہیں مگر اس قدر ضرور ظاہر ہے کہ "مَلَائِكَةُ" خدا کے عظیم کی وہ مخلوق ہے جو فتح و نصرت کا پروانہ اس دنیا میں لیس کر پونجی ہے۔ جو قوم "لَكُمْ فِيهَا مَا نَشْتَهُ فِي الْأَنْفُسِ" کی مصداق ہے، جس کو اس دنیا میں قوت اور امن نصیب ہے، جو دشمن کے خوف و حزن سے نجات پا چکی ہے اس پر خدا کے ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔ یہی بتا کر کیونکر نزول ہوتا ہے۔ اسکی تشریح میں ابھی دیر ہے: "نَزَّلْنَا مِن عَذَابِ عِزِّ جُنْدٍ" سے ظاہر ہے کہ فیہما کی ضمیر کا مرجع "الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" بھی ہے۔

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَيَوْمَ يَقُومُ الْآلُوهَا ۝ (۵۱:۴۷)
اے لوگو! بگوش دل بن رکھو کہ ہم اپنے پیغمبروں، اور ان لوگوں کی جو بچے دل سے ہمارے خدا
ہونے پر ایمان لے آئے ہیں مدد کرتے ہیں، ان کو غلبہ عطا فرما کر رہتے ہیں، اور یوم قیامت کو بھی
ان کی تائید کریں گے۔

ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نَحْنُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (۱۰۳:۱۰)
اے لوگو! پھر جس دن ہمارے عذاب کا وعدہ آپونچتا ہے تو ہم اپنے پیغمبروں، اور ایمان والوں کو
عذاب کی شکست سے نجات دیتے ہیں۔ یہی ہمارا قانون ہے اور ہم نے اپنے اور لازم کر لیا ہے کہ ایمان والوں
کو ہر نوع نجات نہیں۔

فَأَنصَرَفْنَا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (۱۴۰:۳۰)
پھر اے لوگو! ہم نے مجرموں کو شکست دیکر ان سے بدلہ لیا، اور ایمان والوں کو منظر و منصور کرنا تو
ہم پر لازم تھا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ (۱۸:۴۱)
اور ہمارے لوگو! ہم نے ایمان والوں کو غلبہ عطا فرمایا اور ان لوگوں کو جو ہمارا سچا اتقا کیا کرتے تھے۔

رب الافواج اور عزیز و حکیم خدا نے ایمان کی اسی مقرب العمل کیفیت، اتقا و قلوب کی اسی

یہاں بصراحت تمام کہہ دیا ہے کہ دُئِل کے سوا صاحب ایمان قوم کی دنیوی منسلح یقینی ہے۔
یہاں پھر دُئِل کے ساتھ ساتھ دُئِلِیْنَ اَعْتَبَا بھی ہے۔ اور نجات کے مطالبہ ہونے کے ہیں کہ اس سے مرد دنیاوی ملحق ہی و نجات
کو محض خسروی نجات، سمجھنا آج ناکارہ مسلمانوں نے اپنی طرف سے بنایا ہے۔
یہاں دُئِل کا خاص طور پر ذکر نہیں کیا گیا۔ صرف ایمان والوں کی نصرت کا حتی وعدہ ہے بشرطیکہ وہ ایمان والے ہوں صفحہ ۱۲۰ آیات
(۱۳۹:۱۳۷-۱۳۶) میں غزوہ احد کی شکست کے باعث میں خدا نے عظیم نے مسلمان، ہنگوئوں کو کافر، اور ظالم کہا تھا۔ گویا اگر سب کے سب صاحب اتقا ہوتے
تو یہ شکست نصیب نہ ہوتی۔ یہاں پر تاکید اسی مضمون کو دوسری عبارت میں دہرایا ہے اور فرمایا ہے کہ جو قوم صاحب ایمان ہو اس کو نصرت عطا
کرنا ہمارے لیے لازم ہو چکا ہے۔ خدا نے عظیم کی اپنے پر یہ پابندی اندوے عدل ہو نہ از روئے احسان و سخاوت جیسا کہ بے سنی و عمل مسلمانوں نے
فرض کر لیا ہے، اور آج بے درپے شکستوں کو دیکھ کر حیران ہیں کہ خدا کا وعدہ کیوں پورا نہیں ہوتا!
صفحہ ۱۵۰-۱۵۱ کے متن کی آیات میں ہم نے جستہ جستہ قرآن عظیم سے وہ موقع پیش کر دیئے تھے جس میں متقی اقوام کی دنیوی منسلح اور کون
فی الارض کا قطعی وعدہ کیا گیا تھا، اتقا کی بعض ہم شرطیں بیان کر دی تھیں۔ ان آٹھ موقعوں پر جو کتاب کے متن میں پیش کر دیئے ہیں صرف
ایمان والوں کی دنیوی منسلح کا ذکر ہے، لیکن خاص اس آیت یعنی (۱۸:۴۱) میں ایمان، اور تقویٰ، دونوں کو یکجا کر کے متقی اور مومن
قوم کی دنیوی نجات کا فیصلہ کر دیا ہے۔ ایمان کی شرائط اس سے پیشتر ذکر کر دی گئی ہیں۔ اور ان میں اور تقویٰ کی شرطوں میں
ماثلت عیاں ہے۔ چنانچہ آگے صفحہ ۱۵۰ پر ثابت کر دیا جائے گا کہ ایمان اور اتقا قریب قریب ایک ہی شے ہیں۔

عدو شکن طاقت، اور صبر کی اسی عظیم گمل استطاعت کو نظر رکھ کر رسول کریم کو طہیسان لایا
تہا کہ کامیابی اسلام کیلئے تو حیدر کا یہی وحدت انگیز ماحول، اور ایمان والوں کی یہی چوٹی سی
جماعت کافی ہے!

وَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ
وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ طَائِفَةٌ عَزِيزٌ ذُو حُكْمٍ ۝ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ
اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (۶۳: ۶۴-۶۵)

اے پیغمبر! سب سے بڑا احسان جو خدا نے تم پر کیا ہے یہ ہے کہ اُسے مومنوں کے دل کا ٹھہرنے
اگر تم روئے زمین کے خزانوں کو خرچ کر ڈالتے تو بھی اُنکے دلوں میں یہ الفت نہ پیدا کر سکتے تھے
لیکن وہ خدا کی مشترک عبادت ہی تو تھی جسے ان کو آپس میں جوڑ دیا! بیشک خدا بڑا زبردست اور
صاحب تدبیر ہے۔ اے پیغمبر! اب تمہیں اللہ اور یہی مومن جو تمہارے تابع فرمان ہیں ہر ایک
سے نبٹنے کے لیے کافی ہیں۔

کھاپیتِ خدا کا عظیم الشان وعدہ عرب کے بے زرا اور بیضر نبی سے اُس وقت ہوا تھا جب کہ
بعثت کے چھٹے سال میں اسلام کا وہ زبردست اور تندہ خود شمن عمر (رض) محمد کے خلق عظیم کے آگے سپر
ڈال چکا تھا، اور عرب کے کل برعظم میں صرف چالیس ہزار اور پندرہ عورتیں ایمان لائی تھیں! مگر
آلفت کی دلوں کے بیچ میں چلی ہوئی نہر سبیل نے اور طاعت کے پیدا کیے ہوئے ابرہار نے
اس بے نشان اور کمزور پورے کو ایک دن سر فلک درخت بن کر سایہ پرور اور زمیں شگاف
کر دینا تھا!

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ
رُكْعًا يَنْبَغُونَ فَضِلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَشْرَ
السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَرِيعٍ آخِرٍ شَطَاةٍ

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کے مطالب کے لیے صفحہ ۱۴ کے تحت المتن کو دیکھنا چاہیے۔ مرقومہ صدر ترجمے میں ہم نے ان معانی کا اصل بیان کر دیا ہے۔ خدا کو سچ
ممنون میں خدا ان لینے کے بعد اسکے امنے والوں کا آپس میں متحد ہونا قطعاً ہی۔ اسی حقیقت کو اصل کتاب میں تو حیدر کا وحدت انگیز ماحول کہا گیا ہے
اگر آج یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو اسکا باعث یہ کہ مسلمان خدا کو درحقیقت خدا نہیں مانتے۔

فَازِرَةٌ فَاسْتَخْلَفَا وَاسْتَخْلَفَا عَلَى سَوَاقٍ يُعْجَبُ الزَّعْرَاءُ لِعِظَابِهِمَا لَكَ قَارٌ
وَعَلَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (۲۹:۱۳۸)
اے دین خدا کے دشمنو! یاد رکھو کہ محمد خدا کا بھیجا ہوا نبی ہی، اور اسی لیے تمہاری سبکدوشیوں کا باوجود
بیمخوف خطر ہے! جو لوگ اُنکے ساتھ ہیں اعلیٰ سلام کے حق میں بڑے سخت ہیں، آپس میں بھید چل
ہیں، رافت و محبت کی ایک سلسلہ لگنے لگوں میں بہری ہی تم کو دیکھو گے کہ ہمارے حضور میں کبھی گھٹیل
کے بل کھڑے ہیں، کبھی زمین پر ہاتھ ٹیکتے ہیں۔ گویا ستر یا سطح رکھ کر فضل خدا اور خودی رب العالمین کی
طلبگاری میں لگے ہیں۔ اطاعت کے نشان (آئۃ التَّجْوُد) اُنکے چہروں میں رقی و خجور ہیں، عیاں ہیں (سینما اُھل)
عکبر لاری کی عاتیں انکی شکلوں نظر آ رہی ہیں۔ یہی اوصاف اُنکے توحید اور تعظیم میں لکھے ہیں، یہی آج انکا طرز عمل ہے
وہ رفتہ رفتہ اس طرح زہر پکڑتے جاینگے جیسے ایک کہت ہو جسے پہلے عین اپنی سوئی نکالی، پہر چلنے اور حرکت
سے آہستہ آہستہ زہر پکڑا، پھر رفتہ رفتہ موٹا ہو کر لہنی جڑ پر سرور کھڑا ہو گیا۔ اکیساں ہیں کہ اپنی خستوں کو باز رکھ کر
بلغ بالغ ہو رہے ہیں، اور دشمن ہر کس مارے حسد کے جل رہے ہیں۔ اے لوگو! خدا نے محمد کے ساتھیوں سے جو
دل سے ایمان لائے، اور جنہوں نے تندرستی مناسب اعمال بھی کیے (آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ) اس میں نیاں اجر
عظیم دینے اور انکی اجتماعی دامن دگیوں اور بدعالیوں پر پردہ پوشی کرنے کا وعدہ فرمایا ہے!

۴۴۔ یہ آیت عظیمہ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کی پہلی قسط ہی جو ہم نے صفحہ ۳۵ کے جواب میں ایمان کی تشریح کے بعد پیش کر دی ہے گویا اُنکے
عَلَى الْكَفَّارِ لَبَنًا، رُحْمًا يُدَبِّدُ عَنْهُمْ، ہونا، تعمیل حکام خدا میں رکھنا، اور سب اہم یہ کہ ہر دم اور ہر آن خدا کے انعامات کی تلاش میں لگے رہنا،
قوت اور طاقت، تمکین اور تسلط کے روپے رہنا (يَبْتَغُونَ كِفْلًا مِّنَ اللَّهِ) اور اس کے لیے وسائل تلاش کرنا ہی ایمان اور عمل صالح ہی۔ جو قوم دشمن
ساتھ نہایت سختی سے پیش آ رہی ہے، آپس میں نہایت خد اور حمل ہی، قانون خدا کی نہایت پابندی، خدا کی دنیاوی نعمتوں اور لڑتے دین حاصل کرنے کے روپے ہونے
ساتھ ہی خطے کے حضور اپنے آپ کو حاضر تار کرتی ہے، وہی اعمال صالحہ کر رہی ہے، وہی ایمان کی شرطوں کو پورا کر رہی ہے، وہی حیرت انگیز سرعت نشوونما پا رہی ہے،
وہی ان تین کطلوں میں اس طرح پہل رہی ہے کہ نام نہاد مسلمان آج اُنکے تمکین کو دیکھ کر دنگ رہے، اور شدت غیظ کے باعث اپنی انگلیاں لٹ رہے۔ آہ!
لیکن، نہ صرف مسلمان ہی کاغذ انہیں وہ رب العالمین ہے اور جو اُنکے قانون پر چل رہے وہی انعام پار ہے!

سینما اُھل فی وَجْهِهِ مِزَانُ الْمُنْجَرِّجِ سے یہ ملامت گز نہیں کران لوگوں! ناریں پڑھ پڑھ کر اپنی پشیمانیوں پر گٹے ڈال لیتے ہیں جیسا کہ آج کل بعض
سادہ لوح مسلمان اپنے ماتوں کو زمین پر غدار کر کر ڈال لیتے ہیں اور سب سے کہتے ہیں رسول اور اَجْرًا عَظِيمًا (۲۹:۱۳۸) کے حصار بننے میں بلکہ چھڑ
قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی کیفیتِ قلب اور شدتِ اطاعت کا مثالی اظہار ہے گویا یہ کہ اے اطاعت کے نشان تم نے چہرے پر چھو کے چھوٹے آج کے
کہا جا آج، اُنات و اقبال شمس کے چہرے پر نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ تھے کاؤز تک نہیں بلکہ چہرے (وَجْهِهِ) کا ہی اور تمام چہرے میں اطاعت نظر آ رہی ہے نہ صرف تھے میں۔ اس عرصے کی صدق
مُحَمَّدٌ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَالْزَّكَاةُ وَالْفَاظَةُ ہوتی ہے کہ زمین پر ہاتھ گرنا اور اُنکا شیوہ نماز نہ تہا۔ سینما کے معنی نشان کے ہیں چنانچہ سورۃ بقرہ میں جب آدمی سے سبیل سفر کے
بارگشس ارشاد ہو: فَخَرِّمُوهُمْ سَبِيلَهُمْ (۲:۲۱۷) یعنی تم ایسے لوگوں کے نشانوں سے باز جاؤ گے (وَمَا يَتَّبِعُ الْآخِرُ صَفْحًا) یہاں بھی اُنکو لاکھٹا کوئی ذکر نہیں اور نہ گٹے
ڈال لینے سے کوئی شخص مطلع نہ ہو کہ نہیں پہچانے وہ گٹے نام چہرے پر ڈال لیے ہوں! اکیساں توجہ بات اس آیت میں لفظہم سے جس نے غلط ہے کہ رسول خدا کے
ساتھیوں سے بھی عظیم کا وعدہ صرف انہی کو ہے جو آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کے مصداق رہے، گویا کہ پڑھ کر مسلمان بن جانا شرط نہیں بلکہ یہ عمل کرتے رہنا
اور ہر دم ختمہ ایمان بنے رہنا شرط ہے!

اطاعت رسول

يُؤْتِي السَّلَاطَةَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ رُسُلِهِ وَلَئِنْ يَأْمُرْ بِشَيْءٍ مِثْلِ مَا تُؤْتِي السَّلَاطَةَ لَمَّا تَأْمُرُ بِهِ فَمَنْ يُؤْتِي السَّلَاطَةَ لَمَّا تَأْمُرُ بِهِ فَمَنْ يُؤْتِي السَّلَاطَةَ لَمَّا تَأْمُرُ بِهِ

جس نے رسول کا حکم مانا اُس نے گو یا خدا کی اطاعت کی۔

طاعت رسول، اور اُس کے منجانب اللہ ہونے کا یہ یقین تھا کہ عین اُس وقت جب کہ مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت اس پاک نبیؐ کی امامت میں اللہ جل شانہ کے حضور میں، اپنے عجز اور بنیوی کی داستان گڑ گڑا کر گڑا کر سنا رہی تھی، اور مسلمانوں کے ایمان سے منور دل اس بارگاہ عالیہ کی فیت کا سماں اپنے سامنے صاف دیکھ رہے تھے، تحویل قبلہ کا حکم ملا؛ قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو پاش پاش کر دینے والے یہ مومن سنا اس اللہ کے سچے نبیؐ کی تبدیل سمت پر اسی طرح بیچون و چسپا، درست بے شائبہ استعجاب منتقل ہو کر ہر صنف بستہ ہو گئے، اور استمانہ خدا پر ہر پٹخنے لگے؛ عرش کے دم بخود اور صف آرا فرشتے جنہوں نے اپنی مَدۃ العمر طاعت، بے اختیارانہ عبودیت اور دم مزین عبادت کے حوصلے پر ایک مرتبہ اللہ کی جناب میں انسان کو بُرا بہلا کھنے، اور اپنی فوقیت جت لانے کی جرات کی تھی، اور جنہیں خدا نے پاک نے انسان کی خفت و توہین کرنے پر ٹوک دیا تھا، اس کیفیت کو دیکھ کر انگشت بدلتا رہ گئے، مگر جبریدہ رحمت کے کاتبوں کو حکم ملا کہ اس نادار روزگار شمس کے نام پر روئے زمین کی بادشاہت اور اللہ کی سب نعمتوں کی وراثت ابھی سے لکھ دی جائے!

۴ سورۃ بقرہ میں اس عبرت آموز اور شاندار قصے کا یوں ذکر ہے۔ ہم نے ایک نظمی ترجمہ کر دیا ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ خیر مفہوم پیرسری محل سے پہلے بیان نہ ہو سکے گا۔ ملائکہ کی شیع اور سورۃ بقرہ کا ربط پانچویں جلد میں عیاں کر دیا جائے گا۔

وَاذْ قَالِ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۚ قَالُوْۤا اَنْجِزْ فِیْہَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْہَا وَّیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَیَحْکُمُ بَیْنَہُمْ ۚ لَیْسَ لَہُمْ شَیْءٌ ۚ قَالِ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۱۰ (۳۰:۱۰)

اور اے پیغمبر! سکھان زمین کو وہ وقت یا دولاؤ جب تمہارے پروردگار نے مَلٰٓئِکَۃ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے فرشتو! میرا ارادہ ہے کہ اس زمین میں اپنا ایک قائم مقام بناؤں۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار! کیا حضور کسی ایسی مخلوق کو اپنا نائب منتخب فرما سیکے گا جس میں خفا و پہلائے اور ناہن میں خونریزیوں کی ہے، حالانکہ ہم ہیں کہ رُفقا فرشتہ سے تیری تعریف میں لگے ہیں، اور تمہیں سلجھام کے پابری بول بالا کر رہے ہیں۔ پروردگار عالم نے جوابے یاکہ ہاں بیشک لیکن میں اپنی ان شہنشاہی مصلحتوں کا خوب علم رکھتا ہوں جن کی اہمیت تک تم نہیں پہنچ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى
عَقْبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكُمُ بَیْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْإِذْنِ مِنْ هَدَى اللَّهُ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ رِجَالَكُمْ
إِنْ اللَّهُ بِالنَّاسِ لَشَدِيدٌ رَحِيمٌ ۝ (۱۴۳-۱۴۲)

اور اسے پیغمبر اہم نے کچھ عرصے کے لیے بیت المقدس کو قبلہ اسی غرض سے قرار دیا تھا کہ جسبت قبلہ کا
حکم پونچے تو ہم ان لوگوں کو جو رسول کی بے چون و چسپا پیروی کریں، ان سے جو سرتابی کر کے اٹھ
پاؤں پر جائیں، الگ معلوم کر لیں۔ اور قبلہ کا دفعہ بدلا جانا بلاشبہ ایک اہم بات تھی مگر جن لوگوں کو
خدا نے اطاعت رسول کا رستہ دکھا دیا تھا ان کے لیے کچھ قابل اعتراض نہ تھی۔ اور خدا ایسا نہیں کہ
رسول کی صداقت پر ہمارے اس حیرت انگیز علی ایمان کو ضائع ہونے دے، وہ تو ایسے اعمال کو بھگت کر
بیشک تمام عالم پر حیدر مشفق اور مہربان ہو جاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَاسْمَعُوا لِرَسُولِهِ وَلَا تَوَلَّوْا عُنْدَهُ ۖ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ۚ وَلَا تَوَلَّوْا
كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۚ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ
الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۚ (۲۰: ۲۳-۲۲)

اے ایمان والو! اللہ کے احکام مانو، اور رسول کے بالمشافہ احکام کی بھی بلا حیل و حجت تعمیل کیا کرو،
اور در انحالیکہ تم اسکا حکم سن رہے ہو یعنی دیدہ و دانستہ، اُس سے سرتابی نہ کیا کرو۔ کیونکہ وہی تمہارا
اولوالامر ہے۔ اور نہ تم ان لوگوں کی مانند بنو جو منہ سے ہاں کہہ چورٹے ہیں اور پھر حکم کی تعمیل فوراً نہیں کرتے
اللہ کے نزدیک بدترین حیوانات وہ ڈھیسٹھ اور مچلے لوگ ہوتے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے خواہ انکو کتنا ہی سہلایا
جائے، اور اطاعت امیر کی لم سے پیچھے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

۱۴۱۔ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ قرآن اولیٰ میں متابعت رسول بھی فی الحقیقت ایمان کی ایک اہم شق تھی۔ رہا یہ امر کہ یہ اتباع کن
معنوں میں تھا اور آج جبکہ رسول خدا صلعم موجود نہیں کیونکہ ہو سکے اسکی تصریح اسی صفحہ کے آئندہ تحت اہتمام میں کر دی ہے۔ تحویل قبلہ کی
متذکرہ صدر توضیح سے صرف ظاہر ہے کہ رسول خدا کے قدم بقدم چلنا اور بے چون و چرا اسے حکم کی تعمیل کرنا اُسپر ایمان لانے کے ملوف تھا۔
یہی بات ’’امنا‘‘ آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے جو آیت (۱۵۷: ۱) میں آگے چل کر آتی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۱۵۷)۔

اس آیت ’’اسْمَعُوا لِلَّهِ وَاسْمَعُوا لِلرَّسُولِ‘‘ کا اتنی مقصود مراد سنت اور نسیان درس کے باعث مسلمانانِ جہان کے ذہنوں سے استقامت محو ہو گیا ہے کہ وہ آج
اس اخطا طے کے رستے میں شرعی رسوم اور فقہی مسائل کی ایک غامضی سی پابندی کو ہی اطاعت خدا و رسول سمجھ لیتے ہیں آپ کو دین اسلام کے ایک اہم
فریضے سے سبکدوش کر رہے ہیں۔ انکے نزدیک صوم و صلوٰۃ وغیرہ ارکان دین کا شرعی التزام یا کتب احادیث کا کلتی دین اور سطحی اتباع یا
اطاعت خدا و رسول کا انتہائی مقصود ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسری شے انکے ذہنوں میں ساقی نظر نہیں آتی، کوئی اتنی یا پیچیدہ آواز آتی ان کی

يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَحْكُمُونَ ۝ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُغِيْبُ الَّذِينَ الظَّالِمُونَ وَأَمَّا مَن كَانَ غَافِلًا ۖ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَدِيدُ الْعِقَابِ (۲۵-۲۴:۸)

اے ایمان والو! جب اللہ اور رسول تمہیں کسی ایسے کام کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی اور موت بخشے ہو (یعنی قتال اور متعلقہ فرائض) تو تم انکے احکام کو گوش دل سنو اور مستعدی سے انکی تعمیل کرو اور غیب

(تفسیر تحت الممتحن صفحہ ۱۷۰) خواب استراحت میں کھل نہیں، کوئی امیر اسرائیل انقلاں و استیجاب نہیں۔ اطاعت خدا، اور اطاعت رسول کی اصلی اور ابتدائی غرض و غایت کو یہاں کر دینے کا یہ موقع نہیں۔ یہ موضوع اطاعت امیر کے عنوان میں بالاستقلال باندا لکھا ہے جو دوسری جگہ میں آئے گا مگر مذکورہ صدر آیات (یعنی ۲۰-۲۲:۸) سے جو یہاں پر بطور تہیہ کے پیش کر دی گئی ہیں، ظاہر ہے کہ ان آیات خدا کا عملی منظر ترن اول میں کچھ ہی ہو، لیکن اطاعت رسول کا مقصود نبی آخر الزمان کے عہد حیات میں اس کے بالمشافہ احکام کی تعمیل ہی تھا۔ آیات (۲۰-۲۲:۸) میں وَأَن تَتَّقُوا اللَّهَ أَن تَكُونُوا مِمَّنْ كَانُوا تَاجِرِينَ ۖ اور فَأَلَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَكُونُونَ ۖ کے الفاظ، اور آیت (۲۳:۸) میں إِذَا عَاكَفُوا ۖ کی تفسیر دوسرے کی صریح تائید میں ہے۔ گویا رسول خدا کا کسی بات کو منہ سے کہنا، اور صدر اسلام کے مومنوں کا بطیب خاطر اس حکم کی فوری تعمیل کرنا، اور لنگ عذرارت پیش نہ کرنا ہی اطاعت رسول تھا۔ صدر اسلام میں نہ کوئی حدیث کی کتابیں تھیں جن کی رسمی درس نہ تھیں اطاعت رسول کے مترادف تھی، نہ فقہی تصانیف تھیں جنکو عینک لگا کر پڑھ لینا، اور پڑھ کر باب تمام بالاسے طاق رکھ دینا اتباع رسول کے ہم معنی تھا، جیسا کہ آج اکثر سہل پسند مسلمانوں کا شیوہ اعتقاد ہے۔ قرن اول میں رسول خدا مسلمانوں کے قائد عظم اور سپہ سالار نبوی حیثیت میں وقتاً فوقتاً احکام نافذ کیا کرتے تھے جو مصالح وقت کے لحاظ سے مسلمانوں کے اجتماعی دفع کے لیے ضروری تھے، عرب کے جس جس گوشے میں ان فرما رہے تھے ان میں پونچھتی تھیں لوگ بلیک بلیک کرتے حاضر ہو جاتے، اور اپنا تن من و دھن اس نیک سیرت سردار کی خاطر قربان کر دیتے! یہ اطاعت رسول کا صحیح مفہوم تھا۔ رہا یہ امر کہ آج جب کہ رسول خدا بذات خود مصالحت وقت کے مطابق حکم دینے کے لیے موجود نہیں تو اطاعت رسول کا بدل کیا ہو، اور کسے حکم کی تعمیل فرض ہے، یہ ایک علمی سوال ہے جسکی تصریح اپنے موقع پر کر دی جائیگی مگر اس بحث میں آیت (۲۵:۸) کے مطالب خاص طور پر قابل التفات ہیں جہیں عصیان خدا اور رسول کا نتیجہ وہ فتنہ عظیم قرار دیا گیا ہے جسکی لپیٹ میں بلا امتیاز احرارے ساری کی ساری جماعت آ رہی ہے۔ یہ فتنہ لا محالہ سیاسی شکست و ریخت اور اجتماعی بد نظمی ہی جو امیر جماعت کی نافرمانی اور تشقیق آراء سے ہر جا پیدا ہوتی ہے اور جو نظام کائنات کا اصل اصول ہے۔ اس نقطہ نظر سے اطاعت رسول اور سبجابت للرسول کے معانی اور بھی صاف ہو جاتے ہیں اور اسلامی جماعت کی رہنمائی کے لیے ہر وقت کسی ایسے اھمیکر کا موجود ہونا لازم و ملزوم ہو جاتا ہے جو خدا و رسول کے احکام کی تابعداری جگہ گرائے اور سب موقع پر شکست و ریخت سے بچانے مسلمانین کو سکھائے (۲۴:۸) کے الفاظ ہی اس عہدے کی حتمی تائید کرتے ہیں کہ یہ لیا اجتماعی اور سیاسی قوت کا حاصل کرنا ہی تھا۔ اب رہا یہ امر کہ أَطِيعُوا اللَّهَ ۖ کا کیا مفہوم ہے اسکا جواب اعتقاد اور نظریہ اگرچہ یہی رہا ہو کہ کچھ کلام الہی کے اندر لکھا ہو انکی پیروی کرنی اطاعت خدا ہے مگر عملی مقام نظر سے یہ بات ناممکن العمل ایسی ہے کہ قرآن حکیم ایسے احکام و قوانین کا مجموعہ ہے جنہیں اکثر کی سبقت پیری کرنی محال ہو جاتی ہے، ان میں بعض مثلاً جہاد باسیف اور ہجرت وغیرہ ایسے امور ہیں جن کا نفاذ وقتی اور مقامی حال احوال کو دیکھ کر ہوتا ہے اور جو لاجالی کسی امیر کے ماتحت سرکاری ہو سکتے ہیں۔ اس بنا پر بھی مسلمانوں کی بہت کا کسی ایک دلو الامر کے اذن میں نہ ہونا از روئے قرآن ضروری ہے، مگر رسول خدا کے عہد حیات میں اطاعت خدا سے مراد عملاً رسول خدا کے احکام کی تعمیل ہی تھی خواہ وہ احکام بالمشافہ اور صلیبی تھے یا بذریعہ وحی خدا کے ماں سے پونچتے تھے، حتیٰ کہ سورۃ میں مِّنْ قِبَلِهِ الرُّسُلُ ۖ فَذَلِكُمْ أَطَاعُوا اللَّهَ (۸:۸۰) کہہ کر اطاعت خدا کو فی الحقیقت اطاعت رسول میں مدغم کر دیا ہے۔ گویا فرقوں اولیٰ کے عربک بارگاہ خداوندی سے حکم ہوتا ہے کہ جس شخص نے رسول خدا کے کہے کو بلا جہل و دہرا مانا اسنے فی الحقیقت خدا کے کہے کو مانا۔ پس أَطِيعُوا اللَّهَ ۖ کا منہ پر صدر اسلام میں اطاعت رسول ہی تھا اس نکتے کی تائید وَلَا تَوَلَّوْا عَنِّي ۖ (۸:۸) اور إِذَا عَاكَفُوا (۲۴:۸) کی واحد غائب ضمیر میں سے بھی ہوتی ہے

سمجھ لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حامل ہے، اور جو کچھ اُن کے درمیان بخت و پزیر ہوتی ہو اُنکو خوب جانتا ہے یہ بھی جانے رہو کہ تم ایک نہ ایک ان اُنکی حضور میں حاضر کیے جاؤ گے۔ اور اُس اجتماعی موت سے ڈرتے رہا کرو جو ایسے جماعت کی حکم عدولیوں اور داخلی فتنہ و فساد سے بالآخر پیدا ہوتی ہے اور جو خاص کر انہی لوگوں پر نازل نہیں ہوگی جنہوں نے تم میں سے سرتابی کی ہے بلکہ تم سب اسکی زد میں آ جاؤ گے، اور جانے رہو کہ اللہ کی مار بڑی سخت ہو۔

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَلَنَّهُمْ وُكْرًا وَاتَّبَعُوا الْتَوَكَّرَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۵۴﴾

تو جو لوگ اس رسول کی صداقت اور نبیائے اللہ ہونے پر ایمان لائے، اور انکی حمایت کی، اور ان کو مدد دی، اور عیسے جیسا کہ ہدایت انہوں نے اس نور عظیم (قرآن) کے ذریعے سے دکھائی جو ان کے ساتھ آئے، یا جو ان کے قلب میں تھا، اسکی متابعت کرتے رہے تو یہی وہ لوگ ہیں جو اس دنیا میں کامیاب ہوں گے۔

آہ! یہ وہ صادق النسیۃ متابعت، اور وہ محیۃ لعل اطاعت ایسے تھی جو مومنوں کے ہمیشہ اتلاف و تلوین و طہارت نفس کا نتیجہ تھی۔ یہ وہ کرشمہ اتحاد و عمل تھا جس کا قطعی اور حسی باعث ہوتا نفس اور اتقائے خدا تھا۔ یہ وہ محتبانہ اتقا، اور مقام خدا کا ہول تھا جس کا محسوس صلی وجود خدا کا یقین اور اسکی خالص عبادت تھی، فاعبدوا اللہ مخلصا للدين، اَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (۲۳۹: ۲-۳)۔ یہ وہ غیر

صلہ تو خاص خدا ہی کی فرمانبرداری مد نظر رکھ کر اسی کی خدمت کیا کرو۔ ویکو سچی خدمت گذاری خدا ہی کے شایاں ہے۔

(تمہ تحت اہتن صفحہ ۱۴۱) جن کا مرجع رسول ہی ہے، تشبیہ کی ضمیروں کی ضرورت نہیں سمجھی۔ لیکن ان باتوں سے قطع نظر آیت (۲۵: ۸) میں ظلموا کا لفظ سے زیادہ قابل غور ہے۔ مقدمہ کتاب میں کئی جگہ (مثلاً صفحہ ۹۶، ۸۱) پر اس قرآنی اصطلاح کی جامعیت کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ ان آیات (یعنی ۲۴۱: ۲۵-۲۶) سے صاف ظاہر ہو کہ شایع کائنات کی نگاہوں میں ایسے جماعت کی نافرمانی کرنا ظلم ہے اور اس کا نتیجہ عذاب خدا اور عذاب شکست ہو۔ ظلم کے معانی کی یہ دوسری قسط ہے جو ضمناً یہاں پر یاد کر دی گئی ہے۔ پہلی قسط صفحہ ۱۲۰ کی آیت کریمہ (۱۳۹: ۳) کے تحت اہتن میں آوازی تھی جہاں بتلایا گیا کہ جو قوم بڑی ہل ہر میدان جنگ میں لڑتی ہے وہ رب زمین و آسمان کی نظروں میں ظالم ہے۔

۱۴۱: ۲۵-۲۶ ان آیات کے مطالب پر غور کر کے بعد لفظ دین کے معانی اور بھی صاف ہو جاتے ہیں جو صفحہ ۱۹۱ کے تحت اہتن میں بیان ہوئے۔ واللہ الدین الخالص کا مقصود یہی ہے کہ انسان کا سب سے اعلیٰ (الدین) خالص (الخالص) خدا ہی کی رضائیں وقف (اللہ) ہو، سب خالص فرمانبرداری (الدین الخالص) خدا کی ہو۔ ماسوا کی نہ ہو، سچے دل سے اطاعت (الدین الخالص) اسی حکم الحاکمین کی ہو، خالص راہ عمل (الدین الخالص) خدا کے لیے مخصوص کر دیا جائے گویا دین کے معنی راہ عمل کے ہیں اور یہ طرز عمل ہی خدا کی نظروں میں کسی شخص کا پلین یا مذہب یا دین ہو سکتا ہے۔ اعتقاد ہی یا نظری دین کے معنی خدا کی نگاہوں میں کچھ نہیں، جیسا کہ آج کل بعض خوش اعتقادوں نے دین اسلام کو سمجھ لیا ہے۔ نیز تشریح کیلئے اردو دیباچے کے پہلے صفحات پر غور کرنا چاہیئے۔

مگر اسکی شان عافیت اور کبریا ئی اس بات کی مقتضی تھی کہ وہ ہمیں کرام اور کتابہ جی کے ذریعے سے اس ظلم و جہول انسان کو جسے فہم و ادراک کی امانت اپنے ذمے لیکر (۳۲: ۴۰) اور حیوانوں کی غیرتاً اپنے آپ کو قانون فطرت سے قطعی بے خبر کر رکھا ہے، جسکے ایک حد تک صاحب اختیار ہونے کی وجہ سے اسکو اپنی راہِ عمل میں ہر قسم پر لغزش کا سامنا ہے، جو آپ صاحب ارادہ ہونیکے باعث اپنے مالک حقیقی کے ارادے سے طبعاً نا آشنا ہے، جسکے صاحب تدبیر ہونیکے جرم میں فطرت نے اسکو اپنے پاس کوئی ہدایت نامہ یا طرز عمل مہیا نہیں کیا، جسکے فساد فی الارض کی اور خونریزی کی دوستانیں جسکے ظلم و ستم اور تمرد، نفس پرستی اور خود پسندی کی حکایتیں، اسکی نشاۃ اول سے پہلے ہی، زمین و آسمان کی حکمران قوتوں، اور مقدس فرشتوں کے بزبان چوپکی تھیں، جو آج اپنے علم و عقل کے غرور اور ہوشِ تیز کے گھمنڈ میں کتابِ خدا حتیٰ کہ وجود خدا کا بھی مست کبرانہ انکار کر رہا ہے: **أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ نَظْفَةٍ فَاذَاهُمْ خِصْمٌ مُّبِينٌ ۚ وَكَرَبْنَا مُنَافِكًا وَنَسِیَ خَلْقَهُ مَا قَالَ مَنْ نَجَّى الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۚ** (۳۶: ۷۷)، جو اپنی تجویز پر نازاں، اور اپنی سعی و عمل پر مستون ہو کر قدرت کی قاہر اور جابر روحانی قوتوں، اور کارخانہ جہان کے اہل اور عظیم امثالِ اسلامی اصولوں کی معاندانہ روک اور تمسخر کے درپے ہے: **فَاذَاهُمْ أَشَدُّ شَرًّا فَاذَاهُمْ أَشَدُّ شَرًّا ۚ** (۳۹: ۷۹)، مانہ کتابِ جی کے ذریعے سے اس ظلم و جہول انسان کو فطرت کے عالم آرا حلقہ جی اور احسانی، مادی اور روحانی قانون سے باخبر کر کے، ابدال آباد تک بخوف و خطر، اور قوت و استقامت سے رہنے کے قابل بنادے، وہ اسکی توانے دُر کہ کے سامنے **فطرت** کی کتابِ مبین کا فوری اور تیار ملخص پیش کر کے کارگاہ

ملہ کیا انسان کو معلوم نہیں کہ ہم نے اسکو گندے پانی سے پیدا کیا پر ہرچہ کہ ہم کھلا ہمارا مخالف بنا رہتا ہے اور ہماری نسبت باتیں بناتے لگاتے ہیں، اپنی اہل کو بھول گیا اور کتاب ہے کہ ہمارا گلی سٹری ہڈیوں کو کون از سر نو زندہ کرے گا۔

۵ انسان کی عادت ہے کہ جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے۔ پر جب اسکو کوئی نعمت ہم بطور احسان عطا فرماتے ہیں تو کہنے لگتا ہے کہ یہ تو مجھے میری ذاتی لیاقت کی وجہ سے (یعنی سمیع و بصیر اور ذہن سلیم کے صحیح استعمال کے باعث) (علی علیہ السلام کا ترجمہ دیکھو صفحہ ۸۳) ملی ہے۔ اسے نا سمجھ انسان! یہ نیت تو آدائش کے طور پر ہی ہے کہ ہم دیکھ لیں تو اسکا جائز استعمال کیا تاکہ کتابے لیکن انہیں سے اکثر لوگ ہماری اودست کے قانون کا ظلم نہیں رکھتے۔

قدرت کے عظیم الشان اور مستنوع الحصول اسرار سے آگاہ کروے، **تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُبِينٍ** ۱۷۵
وَأَشْرَاهُ لِلْغُوثِ مَبِينٍ ۱۷۶، **الَّذِي فِي عِلْمِهِ بِالْقُدْرَةِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ** ۱۷۷، **كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَ كَاذِبٌ**
اسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّ إِلَهَ لَنَا الْوَحْدُ ۱۷۸، وہ اسکے عیود اور ناقص علم پر حکیم حقیقی کی لامتناہی حکمت کے
مہتمم بالشان سرانرو خفایا کا اضافہ کر کے اسکو حفظ النفس اور اجتماعی استحکام کے اٹل اصول سکھلا دے، وہ
اسکے مجزوی اختیار کے بالمقابل قادر مطلق کی ناپید کنار قدرت اور استطاعت کی عملی سرحد مقرر کر کے
بنی نوع انسان کو تجاوز کے نفس کش عمل، اور عدوان کے ضبط شکن فعل سے روک دے، **تِلْكَ حُدُودُ**
اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۱۷۹، وہ اُن کو نظم و نسق کا طبعی اور
صحیح طریقہ سکھلا کر، ان کے اعمال میں فطری صلاحیت، اور عزائم میں لازوال استقامت بخش دے، وہ
انسان کے تنگ افق نظر کو کتاب خدا کے اٹل فیصلوں، اسکی غفیل الفشال ہدایت اور بشارت، برکت اور
رحمت، علم اور حکمت، نور اور شفا کی وساطت سے وسیع تر کر کے اقوام عالم کے نمکس وچ بٹھا کا مسئلہ سہل تر
کرنے، **وَلَقَدْ جَعَلْنَاهُمْ بَكْبَتٍ فَصَلَّٰتُهُمْ عَلَىٰ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ** ۱۸۰، وہ انہیں انسان کی
دینی اور دنیاوی انفرادی اور اجتماعی دونوں زندگیوں کو اعتدال کے زریں اصول، صلاحیت کی محکم

۱۷۵ یہ قرآن کریم کی آیات ہیں اور اس کتاب مبین کے احکام ہیں جو ہر شخص کے پیش نظر ہے۔ ایمان والوں کے لیے ان احکام میں سراسر ہدایت عمل اور
بشارت ہے۔

۱۷۶ خدا پاک ذات ہی جسے ظہور و جہول انسان کو کتاب ہی کے ذریعے سے (بالذکر) وہ عظیم الشان شان سکھلا دیئے جو اس سے پہلے وہ ہرگز نہیں جانتا
تھا۔ نہیں نہیں یہ حقیقت انسان کی کمال سرکشی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہدایت سے بے نیاز سمجھتا ہے اور اگر وہ بظہر عین دیکھے تو وہ اس قدر محتاج ہو کہ ہر بات
میں اسکو اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرنے کی حاجت ہے۔

۱۷۷ یہ قانون فطرت ہے اور یہی اسکی مقرر کی ہوئی حدود ہیں۔ پس اس سے تجاوز نہ کرو۔ حدود سے آگے نہ بڑھو۔ اور جس قوم نے خدا کی حدود کو تجاوز کیا وہی ظالم ہے۔
۱۷۸ اہم ترین لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب لائے ہیں جس میں ہم نے ہر اہم امر کی تفصیل اپنے علم کے ذریعے سے کر دی ہے۔ ایمان والی قوم کے قلب میں اسکے
احکام سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔ (یہ آیہ شریف صفحہ ۵۸ کے متن اور صفحہ ۵۹ کے تحت آیت میں آچکی ہے)

۱۷۹ کتاب مبین، کی ضمنی تشریح مقدمہ کتاب میں صفحہ ۶۱، ۶۲ پر گزری ہے جہاں اس آیت کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

۱۸۰ یہاں ظالم کے متعلق فیصلہ کر دیا ہے کہ جو قوم قانون فطرت کی حدود سے تجاوز کرے وہ شارع کائنات کی جہ طلاع میں مخالف ہے اور آیہ ۱۷۵: ۱۷۶ کے
۱۸۱ کے محاکمے کے مطابق طاقت کی اہل۔ ظالم کے معانی کے متعلق یہ تیسری فطری جوہر نے ادا کر دی ہے پہلی وہ طبعی یعنی جن جن فی القتال اور عیدان میں صفحہ ۸۶
۱۷۲ کے تحت آیت میں آچکی ہیں۔ ۱۷۳ قرآن مجید کے متعلق صفحہ ۸۹-۹۰ کے تحت آیت کی طرف اشارہ ہے۔

سطح، اور اتفاقاً اتحاد کی استوار زمین پر لاکر انکی جماعت کو پیش از وقت شکست کے خوف سے طعی تبا
اور بیوقت قتل سے عملاً مامون و مہزون کرنے!

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝
وَيَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (۱۵: ۱۶)
اسے باشندگان زمین! پروردگار عالم کی طرف سے نہیں وہ نور اور واضح کتاب آپکی ہر جگہ ذیل
سے خدائے اقدس کو جو نشانے ایزدی کی متابعت کرتی ہے، قیام فی الارض اور سلامتی کے رستوں پر
لے جائیگا، انہیں اپنے فضل و کرم سے جہالت اور نا عاقبت اندیشی کی ظلمتوں سے نکال کر علم اور حفظ
نفس کے نور کی طرف لائیگا، اور انہیں اس نعمت عظمیٰ کے سیدھے رستے پر ڈال دیگا!
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝ (۱۶: ۱۷)
اور اسے محمد! ہم نے تم پر یہ کتاب اس پائے کی نازل کی ہے کہ ہمیں انسان کے متعلق تمام صوبی قواعد کا
مفصل بیان موجود ہے۔ اور تسلیم عمل کرنے والی قوم کے لیے تو یہ سراسر ہدایت ہے، رحمت ہے اور سلامتی
اُمم کی بشارت ہے!

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝
غَيْرِ ذِي عِلْمٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ (۳۹: ۲۴-۲۸)

اور ہم نے تو کافرانہ انسان کو راہ ہدایت اور طریق عمل بتلانیکے لیے اس قرآن میں ہر ممکن حالت کو پیش نظر
رکھ کر مثالیں بیان کر دی ہیں تاکہ لوگ ان سے نتائج اخذ کر سکیں۔ اسی وضاحت کے لحاظ سے ہم نے
اسکو عربی زبان میں کو بیاد و سہیں کس طرح کی پیچیدگی یا منطق کی گنجی نہیں رکھی۔ اور یہ سب اس لیے

۱۵: ۱۵ کے متعلق بحث صفحہ ۶۲ کے تحت اہم میں گذر چکی ہے: سُبُّلُ الشُّكْرِ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ قرآن حکیم کا منتہا اقوام عالم کو ممکن فی الارض
فظظ نفس کے اصول سکھانا ہے۔ بظاہر، کاشحی مفہوم ہی جہالت اور عدم تعقل قلوب خدا کی تاریکیوں کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مقدس کتاب میں ثابت
کر دیا گیا ہے کہ قرآن کا طغرائے تہیاباؤ کا علم ہی جو اور یہی بات آیہ (۵۱: ۱۶) سے ظاہر ہے جو صفحہ ۱۵ کے متن میں آچکی ہے۔ روحانی ظلمتوں اور روحانی
نور کا ذکر بعض ناقرآن شناس مسلمان کرتے ہیں ایک بے معنی سی اور بے نتیجہ بات جو صفحہ ۵۵ کی آیت (۱۱: ۱۲) یعنی نبی مہدی کی تہیاباؤ اور اللہ پر کل بحث معجزاتی
ضیاء ان آیات کبر سے یہی منبسط ہوتا ہے کہ سُبُّلُ الشُّكْرِ یعنی حفظ نفس کی راہوں پر چلنا اور جہالت کی ظلمتوں سے نکل کر علم کی منور راہوں پر گامزن
ہونا ہی صراط مستقیم ہے۔ صفحہ ۱۵: ۱۶ اور ۱۷ کے حواشی میں کسی قوم کا علم کی حقیقت نامعلوم ہونا، سبیل خدا پر چلنے کے مترادف قرار دیا گیا تھا، اور قریب قریب یہی مطلب
ان آیات میں جو تحوُّلِ مَسْتَقِيم کے مکمل مفہوم بیان کرتی ہیں ابھی کچھ دیر گزری تھی کہ اُس اجتماعی خوف (دیکھو سلسلہ تفاسیر صفحہ ۱۷) کے
ماحول سے نکل کر سلامتی اور امن کی راہ پر قدم بڑھائے، اور جہالت کی فیوض سے آزاد ہو کر علم کے جہاں کش نور سے مزین ہو۔ یہی صراط مستقیم ہے جس کی
درخواست ایک دن پانچویں خدا کے حضور میں ہوتی ہے: (هُدًى صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمِ ۝ (۱۵: ۱۷) اُسے خدا کو صراط مستقیم یعنی سیدھی راہ پر چلا۔

کہ لوگ ان مشرَح احکام کو سنکر اتقا پید کریں، ہر بادی سے بچیں۔ اور غفلت نفس اختیار کریں (یَنْفُتُونَ)
وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْذِنُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِرُونَ ۚ يَبِئْسَ
أَٰدَمُ ۖ إِنَّمَا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمَا آيَاتِي ۚ فَذِينَ الْآثِقِ وَأَصْلِهِ فَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (۳۵-۳۴)

اور ہر ایک قوم کے صفحہ ہستی سے مٹنے کی ایک میعاد مقرر ہے۔ پہر جب انکی تباہی کے اسباب
مکمل ہو چکے ہیں تو اس سے ایک گھڑی نہ پیچھے رہ سکتے ہیں، نہ ایک گھڑی آگے بڑھ سکتے ہیں۔
پھر اگر اس وقت کوئی عذر پیش کرے گا تو ہم کہیں گے کہ اے بنی آدم! اپنے تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا
کہ جب کبھی ہماری طرف سے تم ہی میں سے ہمارے قاصد تمہارے پاس پہنچیں اور ہمارے حکام تم پر
واضح کر دیں۔ توجو قوم ہلاکت سے دامن بچا کر چلی اور جسے اپنی حالت کی صلاح کر لی، انکو اس دنیا
میں کسی قسم کا خوف و خطر لاحق نہیں ہوگا۔

بَلَىٰ قَا مَن أَسْمَكُ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَنَ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (۱۱۲:۲)

اصل تو یہ ہے کہ جسے اپنے آپ کو بہت تن قانون خدا کے سپرد کر دیا، اور اس کے بتائے ہوئے پسندیدہ عمل کیے
تو اسکا اجر تو اس شخص کے اسے پُروردگار کے ہاں سے ملے گا۔ لیکن وہ قوم دنیا میں بے خوف و خطر ہے!
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ مُّشْرِكُونَ ۖ ثُمَّ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ

۱۔ یہ آیت مسئلہ ارتقا کے تحت امتن صفحہ ۱۳ میں آچکی ہے مگر وہاں پر ۱۲ آیتیں اور ۱۷ آیت کے صحیح مفہوم کو ملتوی کر دیا گیا تھا۔ اس وقت تک
’اتقوا‘ کے الٹی مفہوم کی کئی شقیں ظاہر ہو چکی ہیں، مثلاً اُمت و جسد بنا (آیہ ۲۳: ۵۲) صفحہ ۱۴۹، باہمی اتقا اور قائم رکھنا (آیہ ۱۹: ۱۹۹)
صفحہ ۱۵۰، ایک دوسرے کو استقلال کی تلقین کرنا (آیہ ۱۳: ۱۴۹) صفحہ ۱۵۰، نفرت نہ پیدا کرنا (آیات ۱۳-۱۰۱-۱۰۲) صفحہ ۱۴۹، محنت
میں افسر تلقین کرنا (آیہ ۱۶: ۱۴۹) صفحہ ۱۶۰، آئندہ مصائب کے لیے پیش از وقت تیاری کرنا اور غفلت نفس کے لیے مستعد رہنا (آیہ ۱۸: ۱۸۰)
صفحہ ۱۶۲ وغیرہ وغیرہ سب اعمال ’اتقوا‘ میں داخل ہیں۔ جس قوم میں یہ فاضلتیں بدرجہ اتم موجود ہوں گی وہ از روئے قرآن
’ذَمِّنَ الْآثِقِ‘ کہ مصداق ہے۔ اور اس دنیا کے اندر ’وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ‘ کا مصداق بننا بھی سیکھا حصہ ۱
’اصْلَحْ‘ کی تشریح ہی کچھ کچھ ہو چکی ہے۔ مثلاً ’مُحْسِنٌ بَيْنَهُمْ‘ والی آیت (۲۹: ۱۴۸) صفحہ ۱۶۸ کے متن میں، اور ان آیتوں میں جو
مقدمہ کتاب میں صفحہ ۸۷، ۸۸ اور ۱۵۹ پر چھپ چکی ہیں۔

۲۔ ’اسلام‘ اور اخسان کا ذکر جو اس آیت میں آیا ہے وہ دراصل ’اتقا‘ اور صلاح ہی کے دوسرے نام ہیں جیسا کہ کچھ دیر
پہلے بیان کر دیا جائے گا۔ اسی لیے ’مُسْلِمٌ‘ اور ’مُحْسِنٌ‘ قوم بھی دنیا میں بے خوف و خطر ہے۔ بلکہ اس سے ذمہ دہن کا اہل فیہر استعمال کرنا
اور اہل انان علیہم اور بیکٹر نوں میں جمع کی ضمیر لانے کا مقصود یہ ہے کہ ہر نفس کو اس کے ذاتی عمل کا اجر و ثواب کی صورت میں واضح ہو جائے (ذکرہ آجروہ
عند ربہ) اور جس قوم کا وہ رکن ہو اسکا دنیاوی اجر کا خوف علیہم وہ ہم بیکٹر نوں کی صورت میں ہو یا جوہر میں یہاں بھی اجتماعی موصول ہو سکتا ایک مثال
صفحہ ۳۳ پر گزر چکی ہے۔

كَانَتْ اِيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ذَاتَقُوَّةٍ وَاللّٰهُ عَلٰى الْمُؤْمِنُوْنَ كَرِيْمٌ ۝۵۰۱۱

اے ایمان والو! اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب ایک دشمن قوم نے تم پر پناہ دست تعدی دراز کرنے کا تہیہ کر لیا تھا اور اللہ نے تمہیں صبر اور استقلال، تہور اور اتحاد کا سبق دیکر تم کو ان کے ہاتھوں کو روک دیا۔ اور اے مسلمانو! مقام خدا کا خوف ہمیں ہر آن رکھنا اس کے احکام کی متابعت کرتے رہو کیونکہ دشمن پر غالب آنے کا راز اسی تقویٰ میں ہے اور ایمان والوں کو چاہیے کہ اپنی حتی الامکان سعی کے بعد نتائج کے بارے میں خدا ہی پر توکل کیا کریں۔

آہ! اُس مالک الملک، اُس رب العالمین خدا کی عالم آرا رواداری امت رسول کے ہی خوفِ حزن کو امن و امان میں بدل دینے کے اہتمام میں تھی۔ قرآن حکیم کے اوامر و نواہی، آجکل کے عالم اور پست کن تختیل کے مطابق، دنیاوی نقطہ نظر سے محض بے وجہ اور بے نتیجہ نظریے نہ تھے، وہ کسی شہِ آخرت اور زاد و معاد کے بے سبب اور بے وسیل، انفرادی اور شخصی سامان نہ تھے جن کا تیار کرنا خوشنودی خدا کے لیے "لَمَنِ اَنْتُمْ رَضَوْنَاهُ" (۱۶:۵) رہا اور فردا ضروری تھا، بلکہ وہ مستقل اور نتیجہ خیز اجتماعی اعمال تھے جن کا اولین پیشینہ اس دنیا کو خوش اسلوبی سے نہا بننا ہی تھا۔ خدائے وحد پر ایمان، اسکی عبادت اور طاعت، اس کے تقویٰ اور اتحاد، اس کے جہاد اور ہجرت، صبر اور توکل، بلکہ صدقات اور زکوٰۃ کا صحیح مال یہی تھا کہ دین اسلام مسلمانوں کے متفقہ کسبِ عمل سے دنیا کی تمام مجتہعات پر سیاسی اور اجتماعی معنوں میں غالب آجائے۔ وحدتِ جماعت، مصالحتِ افراد، استلافِ قلوب، اطاعتِ خدا، اطاعتِ رسول، متابعتِ اولوالامر، ایمان کے وہ لاینفک اجزاء، اور اتقائے خدا کے وہ ناقابلِ انفصال

۱۱۔ اس آیت شریفہ کے مطالب کی مسئلہ ارتقا کی شق ۳ دہم صفحہ ۱۱۱ سے مائلت عیاں ہے۔ قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ اس میں دشمن سے بچنے کے لئے اللہ کی نعمتِ خدا سے تعبیر کیا گیا ہے اور ظاہر ہوا ہے کہ قانونِ خدا پر چلنا ہی دشمن کے دستِ تشدد سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ نہیں بلکہ قرآن حکیم کی حکمتِ جامعہ نے حفظِ نفس کا تیرہ ہدف نسخہ "ذَاتَقُوَّةٍ" کے جامع اور ملغ الفانط کے اندر بند کر دیا ہے۔ گویا جس قوم کے افراد میں اتقا کی صلاحیتیں موجود رہیں، جو قوم متحد اور متفق بن کر رہی، جس نے تفرق سے اپنے آپ کو بچائے رکھا اور خطہ تقدیم کے طور پر اپنے آپ کو بہ وجہ مبارک یا وغیرہ دیکھو (امت، صفحہ ۱۷۷) اس پر کسی دشمن کی دست درازی عبث ہے۔ آیت کے آخری حصے سے "تَوَكَّلْ" کے معانی کی ایک جملہک نظر آتی ہے۔ گویا توکل یہ ہے کہ انسان قانونِ خدا پر کھڑے ہو کر نتائج کا منتظر رہے، عافیت پسند مسلمانوں نے آج توکل کے معانی ہاتھ پر لے کر پیش کیا ہے۔

حصص تھے جبکہ مال کا رلا محالہ اس دنیا میں حصول عافیت اور غلبہ اسلام ہی تھا، فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحْ

ذَاتَ بَيْنَكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۱۱: ۸)، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (۵۹: ۱۳)، قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۱۱۳: ۵)۔ ہجرت اور جہاد کے

جارجانہ اور مدافعتانہ اور امر بھی حفظ نفس اور تقویت جماعت کے وہ عالم آرا، معرکہ الآرا اور حلیل القدر اصولی

تھے جس نے ظہور آفرینش سے آج تک روئے زمین کی ہر زندہ قوم، عالم حیوانات کی ہر صالح اور متعدد نوع

بلکہ کائنات فطرت کی ہر ذی حیات جنس طبعاً اور حقاً کا رہندہ ہے! شارع فطرت کے نزدیک اعلائے حق

کی خاطر حرب خدا اور عسکون بننا ہی وہ لازمہ ایمان، مستحق اجر، اور مستوجب رضا فعل تھا جس کا انجام

راحت و نیا اور صلاح عاقبت دونوں تھا، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ

هُمُ الْمُطِيعُونَ (۲۲: ۵۸)، فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ (۵۷: ۵)، وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۱۱۳: ۱۳)

۱۔ یہی اس علم الحاکمین کے مقام منصب سے تھے جو اگر تمہیں اس کے منصب کا صحیح احساس ہے تو آپہیں کامل طور پر بخدا اور صلاحت سے رہو۔
اور اگر تم ایمان اور تقویٰ کے مدعی ہو تو خدا کے سب احکام کی کلی متابعت کرو اور اس کے علاوہ رسول (یعنی تمہارے امیر جماعت) بھی جو کچھ تمہیں کہیں مٹا
تمہیں کیا کرے۔

۲۔ اے ایمان والو! اللہ کے احکام کی فوری اور کمالی متابعت کرو، رسول کا کہا بلا چون چسپا نا کرو، اور تمہیں جو شخص تمہارے گروہ کا امیر مقرر کیا گیا ہو

اس کے احکام کی بھی پوری متابعت کرو۔ پھر اگر خدا خواستہ تمہارے اور حاکم وقت کے درمیان کسی معاملے میں جھگڑا ہی ہو جائے تو امداد رسول پر

چوڑو اور حاکم جماعت کی اطاعت میں کسر اٹھانا نہ رکھو اگر تم فی الحقیقت اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور روز قیامت کا تمہیں پورا یقین ہے (رسول آپہی

خدا اور رسول نبی ہیں) کہ کون غلطی پر تھا، یہی تمہارے لیے بہترین طریق عمل ہو اور تمہاری اطاعت گزاری کی بہترین تائید ہے۔

۳۔ تو اس سے بھاگ کر تمہیں فی الحقیقت ایمان موجود ہے تو خدا کو ہر دم محسوس کرتے رہو اور اس کا اتفاق (یعنی وہ اعمال پیدا کرو جو اتفاق کے لیے ضروری ہیں)

خدا ان سے انکے اعمال کے باعث خوش ہو چکا ہے اور وہ خدا سے اپنے کیے کا اجر پا کر خوش ہو گئے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کی فوج اور اللہ کے سپاہی

ہیں۔ منکرو! بگوش ہوش شن رکھو اور مومنو! مطمئن رہو کہ خدا کی فوج ہی اس دنیا میں غالب آئیگی اور آخرت میں فلاح پا کر رہے گی۔

۴۔ تو لا محالہ خدا کے سپاہی ہی اس دنیا کے اندر غالب اگر رہیں گے۔
اور اگر تم فی الحقیقت ایمان والے ہو تو بالآخر تم ہی تم غالب اگر رہو گے۔

۵۔ اس وسیع التاویل ایچ پی دہ، لیکن اہم اور سبق آموز آیت کے صحیح مطالعہ کی تصریح دوسری جگہ میں پیش کر دی جائے گی۔ یہاں پر مطالبہ صرف
اس فقید بحث ہے کہ اطاعت خدا، اور اطاعت رسول، کو ایمان کی شرط لایفک قرار دیا گیا ہے، اطاعت اولوالامر کا سوال بعد میں اٹھایا جائیگا
۶۔ اس آیت میں صریح طور پر اتفاق کو شرط ایمان قرار دیا گیا ہے اتفاق کے اعمال کا موجود ہونا فی الحقیقت ایمان کے موجود ہونے کے مترادف ہے (دیکھو صفحہ ۱۷۶
آخری سطر)۔

خوشنودی خدا کی خاطر ایثار مال اور اتیانے زکوٰۃ بھی وہ مصدق ایمان، محرک عشق اور مطہر قلب اعمال تھے جن کی تہ میں اسلامی جماعت کی اقتصادی استواری اور مالی استحکام کا عظیم الشان راز مضمر تھا، انہی کے باقاعدہ اجرا و استنزام میں تاسیس بیت المال کی وہ عظیم المنفعت اور کثیر النفع حکمت پنہاں تھی جو سب مہمات امور میں اور خوف و خطر کے موقع پر، اُمت کو مالی مشکلات سے قطعاً بے نیاز کر سکتی تھی بغیر ضل اس چارہ فرمائے جہاں کو جس کی ذات تجميع الصفات عارضۃً تبلیج سے قطعاً مستبعد ہے۔

اسلام کا فرمانی سے انسانوں کی اپنی ہی یہودی نظیر تھی: هَا أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَدْعُونَ لِلنَّفْقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قُلْ

مہم قرآن حکیم نے جیسا قرآنی مال کو ایمان کا جزو عظم قرار دیا ہے، بلکہ ایک رو سے ایمان کی تصدیق کا معیار ہجرت، جہاد فی سبیل اللہ، نصرتِ نبیؐ، مجاہدین کے ساتھ ساتھ (جن کا ذکر صفحہ ۱۱۴ کی آیہ (۸۴: ۸) میں ہو چکا ہے) اقامت صلوة اور جہادِ مال کو بھی تسلیم کیا ہے جیسا کہ سورہ انفال کی ذیل آیت کے الفاظ اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا سے ظاہر ہے:

الَّذِينَ يُؤْتُونَ الصَّلَاةَ وَنَتَاءً قُلُوبِهِمْ يُنْفِقُونَ ۚ اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ ۚ
رَزَقُكَ كَرِيمٌ (۸: ۳-۴)

اور یہ وہ لوگ ہیں جو صلوة پرقائم رہتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے اُنہیں سے ایک مستند بہ حدت تقویت جماعت کے لئے صرف کرتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو فی الحقیقت ایمان والے ہی ہیں۔ یہ مرد و کا ریل و علی کے نزدیک ایسے ہی لوگوں کے جیسے بلند ہونگے، انکی پہلی دانا بڑی پو سے انھیں کیا جائے گا (مغفرت) اور عزت و آبرو کے مقام اُنکے لئے وقف ہونگے۔

الصلوة کی حقیقت سے یہاں بحث نہیں، مگر المؤمنون حَقًّا کا استعمال تمام قرآن میں صرف انہی دو موقعوں پر ہوا ہے۔ اور ان سے ایثار مال کا مصدق ایمان ہونا ظاہر ہے۔ کلام الہی نے صدقہ (یعنی اتفاق مال) کی مطلق بھی اسی تہ سے وضع کی ہے (دیکھو تحت آیت صفحہ ۱۱) اور اسی شخص کو 'صادق' اور 'مصدق' نہیں دیا ہے جو اپنے ربانی دعویٰ کو عملاً یعنی زچہ کر کے سچ کر دکھائے۔ سورہ حدید میں ہے:

اِنَّ الْمُصَدِّقِينَ وَالْمُصَدِّقَاتِ ذَاتِ الْاَقْبَانِ وَالَّذِي اسْتَفْتٰهُمُ فَذَكَرُوا فَهُمْ عَلٰى مَا كَانُوْا عَلٰى سَبِيْلٍ ۚ (۱۸: ۵۵)

اِس میں شک نہیں کہ اپنے ایمان کی تصدیق کرنے والے مرد و عورتیں وہی ہیں جنہوں نے فدائے زمین و آسمان کی خاطر اپنے مال کا بہترین حصہ کاٹ کر الگ کر دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکو ان کے ایثار کا اجر چند در چند دیا جائے گا، اور اُنکے چکر بھی انکی ارضِ مت کا باعث بدلہ لیگا۔

ایثار مال کا محرک عشق الہی ہونا سورہ آل عمران کی اس آیت سے ظاہر ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا حُبَبْتُمْ ۚ وَمَا يُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا (۹۱: ۳)

لوگو! خدا کی محبت کے بارے میں تزکیہ نفس اور اخلاص کے مرتبے (الذین) کو تم ہرگز نہ پونچ سکو گے جب تک کہ اُسکے اعلان میں اُنکے احکام کی تعمیل میں اُن چیزوں میں سے نہ خرچ کرو جنکو تم محبت کرتے ہو (مقابلہ کرو اسکا آیت) وَلَئِنْ بَيْنَ اَصْحٰۤاۡنَۃً حُبًّا فَلِلّٰہِ (۱۰۴: ۹) سے جو صفحہ ۱۱۵ پر گزری ہے اور جس میں بتلایا ہے کہ خدا کی محبت کے بالمقابل کسی شے کی محبت نہیں ہو سکتی (اور یاد رکھو کہ جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے خدا اُس سے خوب واقف ہے۔

اس آیت شریفہ میں بالضرحت، اس واقع الامر کا اظہار کیا گیا ہے کہ کسی محبوب کی خاطر کسی عزیز شے کا ایثار کرنا عاشق کے شملہ محبت کو اور بہتر کرتا ہے۔ بالخصوص اُن حالت میں کہ عاشق مطلق ہو کہ محبوب کو اُنکے ایثار کا علم ہے۔ یہی مکمل تصورِ فیضی ہے۔ یہاں ہم نے ترجیح میں ظاہر کر دیا ہے کہ

۱۷۷۷ء کو لوگ بغاوت میں رہو شہنشاہ کو کہہ دو کہ آج تمہیں خدا کی راہ میں اپنے توفی نامہ کے لئے فوج کرنے کو بلایا جاتا ہے۔ اس پر بھی تم میں ایسے آدمی موجود ہیں جو دین سے بخل کرتے ہیں۔ اور جو بخل کرتا ہے تو حقیقت میں اپنے آپ سے بخل کرتا ہے۔ ورنہ اللہ توفی اور بے نیاز ہے اور تم ہی اس کے محتاج ہو۔ اور اگر تم نے حکم خدا سے روگردانی کی تو آبی بخل کے باعث ہلاک ہو جاؤ گے اور خدا دوسرے لوگوں کو تمہاری جگہ لایا ہے۔ ان کا اور وہ تم جیسے بد عمل، فاسق، پسند، اور ناکارہ لوگ بھی نہ ہوں گے۔ ۱۷۷۷ء اور جس نے خدا کی حمایت میں اپنے پرکھنے پر نہیں اور دشمن سے ہمدیکے تو وہ اپنے ہی پہلے (یعنی حصول قوت) کیلئے سعی کر رہا ہے ورنہ خدا تو دنیا جہان کے لوگوں سے بے نیاز ہے (۱۷۷۷ء-۲۰۱۷ء کو منظر کشی کے لئے اہل کابیرہ ترجمہ کیا گیا)

خَذِيرُ امْرِئٍ لِّهِمْ صَدَقَةٌ تَطْمَئِنُّ بِهِمْ وَتَزَلُّجُهُمْ يَهْأَوِصِلُ عَلَيْهِمْ (اِنَّ صَلَاتِكَ سَكَنٌ لِّهٖمُ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيْمٌ) (۱۰:۳۹)

اسے منبرِ اِن مُشکلیں اور منافقین عرب (انکے مذہب اور لفاق کے قلبی مرض کو دور کرنے کی غرض سے) انکے مال میں سے کچھ سے بطور صدقہ کے لیا کرو کہ یہ صدقہ باندی النظر میں انکی مرض و بیماری کیفیت کی تصدیق کر لے۔ آخر یہ طریقہ قسمت یا ریکہ کی بجائے اُن کے دلوں کو محبت، استقامت پاک کر دے (طَمَئِنُّ بِهِمْ) اور انکے نفوس کو الایس حیات سے متبرک کر دے (تَزَلُّجُهُمْ) اور یہی نہیں بلکہ ان کا شکریہ اور کیا کرو (صَلِّ عَلَيْهِمْ) انکو دعائے خیر دو (صَلِّ عَلَيْهِمْ) انکے پس فصل کے عوض میں تسخیر و آفرین کو (صَلِّ عَلَيْهِمْ) کیونکہ تمہاری شاہد (صَلَوَاتُكَ) انکے لئے موجب سکین ہوتی ہے اور انکو اور بھی بہتر کام کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور وہ تو خدا بشخص کا خیر باطن کو سمجھنے والا اور دل کی کیفیات کو خوب جاننے والا ہے۔

۴۷ (۴۸) سے صاف ظاہر ہے کہ اتفاقِ مال فی سبیلِ اللہ صحیح غرضِ غایتِ امت کی اجتماعی اور سیاسی بہتری ہی ہے، اور اس میں کھل کر نہ گویا دنیا
قومی بہتری میں کھل رہا ہے۔ اس امر کی تائید کہ یحییٰ بن عُثْمَان سے مراد قوم کی دنیاوی اور اجتماعی بہنوی سے کھل کر ادا ہے، اردن روز قیامت کے بہشت سے
کھل کر ادا جیسا کہ بعضوں نے ذکر کیا ہے اہل مدینہ کا مسخ کرنے کی غرض سے اپنی طرف سے کٹر لیا ہے، اَوَانِ تَتَوَلَّوْا اِلَیْ سُبْحٰنِیْ لَوْ مَا غَدِیْ کُھل کے الفاظ سے ہوتی ہے۔
جو ظاہر میں آئے ہیں گویا ایسا مال نہ کرنے کا نتیجہ ہوگا کہ قوم کی مالی قوت کو نقصان پہنچے گا، اپنی طرح سے غیظوں کے بالمقابل اسکی مدافعت نہ ہو سکے گی۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَسْلُبُوهَا مِنْ أَفْئِدَتِهِمْ ۚ أُولَٰئِكَ أَلْجَوْا إِلَىٰ عَذَابٍ أَلِيمٍ
 هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلَىٰ الدِّينِ كُلِّهِ وَلِيُذْكَرَ الشُّرُكُوفُ
 یہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ اللہ کی شعل نور کو کھنچیں ماسار کر بھادیں اور خدا اس بات پر اڑا ہوا ہے کہ علی الرغم
 اعدائے نور کو پورا کر کے رہے۔ خدا ہی تو وہ پاک ذات ہے جسے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا
 تاکہ اسکو دنیا کے تمام مذاہب پر غالب کرے، گو مشرکوں کو یہ بات کیسی ہی ناگوار لگے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلَىٰ الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا
 وہ خدا کی مقتدر ذات ہی تو ہے جسے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسکو بلا آخر دنیا کے
 تمام مرقع عمل پر غالب کرے، اور درحقیقت اس طرز عمل کو کامیاب کرنے کیلئے خدا نگہبان بس ہے۔

وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَيِّطَ الْحَقَّ وَكَلِمَتَهُ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۚ لِيُخَيِّطَ الْحَقَّ وَيَجْلِبَ الْبَاطِلُ ۚ لَوْ
 كَرِهَ الْغَافِرُونَ (۸: ۷۵-۸۰)

۷۵۔ اس آیت کریمہ سے جس کے لگ بھگ ایک آیت سورہ صافات میں بھی مذکورہ صمد آیات (۹۱: ۹-۱۳) سے عین پہلے آتی ہے، اور یہی ظاہر ہے کہ
 لِيُظْهِرَ عَلَىٰ الدِّينِ كُلِّهِ سے مراد اسلام کا اجتماعی اور سیاسی غلبہ ہی ہے۔ اس کے ماسواحتہ کچھ نہیں: کافر عرب اسلام کی دنیاوی طاقت ہی کو
 مٹانا چاہتے تھے، وہ اپنی گشتی ہوئی قوت کے بالمقابل مسلمانوں کے بڑھنے ہوئے سیلاب کو روکنے کے واسطے تھے۔ اور اس سیاسی ممکن ہی کو
 لَوْ كَرِهَ اللَّهُ کہا گیا ہے جسے انعام کا وعدہ خدا نے عزوجل کر رہا تھا کہ کفار کو اسلام کی روحانی طاقت سے کچھ حسد یا تعرض نہ تھا۔ بن نام نہاد مسلمانوں
 آج امت کی زبوں حالی اور شرعی وضع قطع کو مذاہب عالم پر اپنی روحانی فتح، سمجھ لیا ہے انکے لیے یہ آیات نہایت سبق آموز ہیں، سو وصف کی تذکرہ
 صمد آیت یہ ہے: يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَسْلُبُوهَا مِنْ أَفْئِدَتِهِمْ ۚ وَلِلَّهِ مُلْكُ نُورِهِ ۚ وَلَهُ يُذْكَرُ الْكُفْرُوفُ (۸: ۷۵)۔ لہذا پھر ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

۷۶۔ اس آیت شریفہ سے پیشتر کی آیت ہے:

لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الْوَدَّ بِالْحَقِّ ۚ لَنَلْقَيْنَهُ لَخَالِدًا فِي السَّعَةِ الْحَسَنَةِ ۚ إِنَّ شَاءَ اللَّهُ ۚ آمِينَ ۚ لَعَلَّ الَّذِينَ لَا يُحِبُّونَ دَعْوَةَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
 مَقْضِيَّيْنِ لَا تَخَافُونِ ۚ فَاعْلَمُوا مَا تَعْلَمُونَ ۚ لِيُجْعَلَ مِنْ دُونِ ذَٰلِكَ قَرِيبًا (۸: ۷۴-۷۵)

اسیں شک نہیں کہ خدا نے عزوجل اپنے پیغمبر کے رسول کی وہ رویا سے قلبی جو اسکو پیغمبر نظر بسا در شہادہ رفقہ استقامت کیا تھیں عالم خواب میں کافی تھی
 بالحقین پر کہ دکھایا اور وہ دنیا یہ غمی کہ اگر خدا سے بے نیاز نہ ہاں ہی دلی کو پسند فرما کر مناسب جہا (إِنْ شَاءَ اللَّهُ) تو ہم لوگ جہد ہرام میں سب
 دشمنوں سے محفوظ و مومن ہو کر بے خوف خطر داخل ہو گے، اور وہاں باکر سکھ مطابق اپنا سرمنڈہ او گئے یا بال کثرت ہو گے۔ پھر مسلمانوں فتح مکہ کے اس
 اہم مرحلے تک پہنچنے کیلئے خدا وہ وسیلہ ڈال دیا جس کا قبیل علم نہ تھا (فَعَلِمُوا مَا لَمْ تَعْلَمُونَ) اور صدیقہ کا عہد نامہ مکہ کے سرمنڈے سے پہلے دشمن سے کراہی باج کی حقیقت
 ایک منہ منتخ ہے۔

روایات کی حقیقت سے یہاں پر بحث نہیں اگرچہ ہم نے ترجمے میں رویا کے واقع ہونے کی توجیہ اور مناسب حالات میں صحیح سعی و عمل کے بعد اس کے سچ ہونے کی تو
 بھی اشارہ بیان کر دی ہے مگر یہ آیت اس امر کا مزید ثبوت ہے کہ زیر بحث آیت یعنی (۸: ۷۴-۷۵) میں لِيُظْهِرَ عَلَىٰ الدِّينِ كُلِّهِ سے مراد مسلمانوں کا اجتماعی اور سیاسی
 غلبہ ہی ہے کیونکہ جہد ہرام میں داخل ہونے کے بعد قریب قریب کا فلوپہ از روحانی غلبہ، جسکی داستان آج کل کے کم ہمت اور نا کارہ مسلمانوں اپنا دل خوش رکھنے کیلئے گزرتی
 تھا مرا نہیں، اور نہ روحانی غلبہ کوئی ایسی شے ہے جس پر ذکیر الکفر (۸: ۷۴) اور ذکیرہ الشکر (۸: ۷۵) اور ذکیرہ الحجج (۸: ۷۶) کا
 اطلاق ہو سکے، اور جس کا فلوپہ کی جڑ نیا دکت ہے، جیسا کہ آگے چل کر سورہ انفال میں ہے: وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ (۸: ۷۵)۔

اور لوگو! خدا تو اس بات کا ارادہ کر رہا ہے کہ اپنے احکام کے قوت افزا اثر سے صداقت کو اس دنیا کے اندر مستحکم کر دے، اور منکرین کی جڑ بنیاد کاٹ ڈالے، اور یہ اس لیے کہ حق کو حق اور باطل کو باطل کر دکھائے اگرچہ ان مجرموں کو یہ بھی کیوں نہ لگے جو اسکے احکام کی تعمیل نہیں کرتے!
 وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكُلِّ مِثْلٍ وَلَوْ كَرِهَ الْغَافِقُونَ ۝ (۸۲:۱۱)

اور خدا اپنے احکام کی قوت افزا وساطت سے حق کو اس دنیا کے اندر مستحکم کر دیتا ہے اگرچہ مجرموں جو خدا کی نافرمانی کرتے ہیں بُرا ہی کیوں نہ لگے۔

غلبہ اسلام و اتحاد عالم

لَا تَقْرَأُ بَآيَاتِ الْكِتَابِ حَتَّى يُفَرِّغَ مِنْهَا لِيَوْمٍ وَاحِدٍ ۝ (۱۳۶:۱۲)

ہم انبیاء میں سے کسی ایک کے مابین فرق نہیں کرتے (سب کے ایک پیغام کے لئے ولا سمجھتے ہیں) اور ہم تو درحقیقت خدا ہی کو عالم اعلیٰ ماننے والے ہیں

اُس قاضی حاجات کے پیش نظر واصل ایک ایسی مقتدر جماعت کی تنظیم و تسبیق تھی جو اُن جان کی مہذب نفس اور مطہر اخلاق قربانیوں سے دنیا کی تمام اہمتوں پر غالب کر انسان کی دنیوی فلاح اور اجتماعی نجات کا باعث ہو، وہ مسلمانوں کی جماعت کو عبادتِ خدا کے حوصلہ انگیز عمل، تقویٰ کی وجہ افزائش، اور ایمانِ غلبہ اندوز غم کے ذریعے سے ہر معاند گروہ سے عہدہ برآ کر کے اُسکے عالم آرا اتحاد، او، ناقابل شکست اخوت کی مہیت دلوں میں بٹھارنا تھا! وہ جہاد فی سبیل اللہ کو حفظِ جماعت اور دفاعِ نفس کا اسلحہ و حید اور فلاحِ عاقبت کا قطعی اور فوری وسیلہ قرار دیکر، متنفس کے دل میں بلے کی ناقابل شکست رچ، اور فیروز مندی کی شدید ترپ پیدا کرنا چاہتا تھا! اِذْ لَكُمْ خَيْرٌ لِّكُلِّ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (۱۱:۶۱)
 وہ اسلام کی عالم آرا صداقت، توحید کی ناقابل انکار حقیقت، اور انسان کے مخلصانہ اعمال کے تہیائے اثر سے پہنائے جہان کے اندر اسکی مہیت اجتماعی میں روزِ سنوں تقدم اور ارتقائی تقویت دیکھنا چاہتا تھا!

۱۔ غلبہ کو پیش نظر رکھ کر اسلام کا اتحاد عالم کی دعوت بنیاد حید آگے چل کر وضع ہوگا اظہار میں نظروں میں و متبادا میں معلوم ہوتی ہیں لیکن اِنی تامل سے نتیجہ یہ ہو نچا دیتا ہے کہ اسلام انسان کی مہیت اجتماعی میں ایک تہذیب و عمل (الحض) کا اعلان (الذین)، اور ایک صلہ و تقسیم (بین الجن) بیکر کے سبکے مجمع کرنا چاہتا تھا گویا سب کو نظر سے اس حد بلکہ رست پر علا چلا جاتا تھا تا جبر کا نتیجہ ممکن فی الارض ہو، یوں یوں اور نصیبوں کی طرح ایک شرعی فرقہ بنانا اور لکھنا پیش نہاد قطعاً نہ تھا اگرچہ آج بھی چکا ہو! اسی اتحاد و اُصول انسانی کے مجموعی نادرے کو پیش نظر رکھ کر سب نبی اکرام نے اعلان کیا تاکہ فرقہ وانی تقسیم پس از اتحاد حاصل نہ ہو! (مجموعہ بیباچ کتاب صفحہ ۶۲)

بِهِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَحِينُ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرَأَيْتُمْ دُونَ اللَّهِ قُلُوبًا تَلْفُظُوا الْقَوْلَ اللَّهُ هَهُنَا
يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ ○ (۶۳:۳)

اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ اے اہل کتاب! آؤ ہم سب ایک ایسی حقیقت پر متفق ہو جائیں جس کا ہمارے
اور تمہارے درمیان کم از کم زبانی طور پر یکساں اقرار ہے، اور جس پر فی الواقع عمل کرنے میں تمہیں کوئی
عذر ہو سکتا ہے نہ ہمیں، اور وہ یہ ہے کہ ہم باسواضرا کے کسی غیر کے ملازم نہ بنیں گے، اور نہ کسی شے کو
اطاعت گذاری میں اسکے ہم مرتبت کریں گے، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا آقا نہ سمجھے گا۔
پھر اگر اس سچی اور مطلق اہل بات کے ماننے سے بھی منہ موڑ لیں تو ان سے کہہ دو کہ اب گو ابھی دو کہ ہم
حقیقت میں خدا کو خدا مانتے ہیں نہ تم۔ کہ صرف منہ سے اقرار کرتے ہو لیکن اسکے احکام پر عمل نہیں کرتے۔
قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى آبَائِهِمْ وَالسَّجِيلِ وَالْأَسْحَى وَيَعْقُوبُ
وَالْأَسْبَاطُ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى عِيسَى مَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا تَفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ
وَمَنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ○ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا وَإِنْ
لَوَلَوْا فَآرَأَيْتُمْ فِي شِقَاقِ شَيْءٍ كَفَيْتُمْ كُفْرَهُمُ اللَّهُ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ صَبَّغَهُ اللَّهُ
وَمَنْ أَحْسَنُ مِنْ اللَّهِ صَبْغَةً؟ وَنَحْنُ لَهُ عِبِيدُونَ ○ (۱۳۶:۲-۱۳۸)

اے ایمان والو! تم تمام عالم کی امتوں سے مصالحتانہ طور پر کہہ دو کہ ہم تو اللہ کو اپنا خدا مان چکے ہیں، اور
ہم قرآن کو اس کا قانون تسلیم کر کے اس پر عمل کرتے ہیں اور ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ جو کچھ ابراہیم اور اسماعیل اور
اسحق اور یعقوب اور اولاد یعقوب پر نازل ہوا، اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا، اور جو کچھ نیا کے درنا

○ (ان آیات الہی میں اتحاد کی طرف ایک اور اہم قدم بڑھایا گیا ہے اور صاف الفاظ میں تمام انبیاء نے جہاں کو بلا تفریق احد سے منجانب اللہ
تسلیم کر کے متحدہ اہل عمل ہونے کی دعوت دی گئی ہے۔ لیکن اس اتحاد کا اساس کار ہر وہی خدا کو حاکم علیہ تسلیم کرنا (وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ) (۱۳۶:۲)
اور اس کی عملی عبادت کرنا (وَنَحْنُ لَهُ عِبِيدُونَ) (۱۳۸:۲) قرار دیا گیا ہے۔ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُ بِهِ کے الفاظ سے عیاں ہے کہ
ایمان فی حقیقت عمل ہی کا دوسرا نام ہے، زبان سے اسکو کچھ تعلق نہیں، جو شخص کہتا ہے مگر کرتا نہیں وہ از روئے اسلام کچھ
نہیں۔ اس امر کی تصدیق میں کہ دعوت عام ہے اور دوسرے سخن کسی ایک فتنے مثلاً یہودی یا نصاریٰ کی طرف ہی نہیں بلکہ تمام عالم کی طرف
ہے، قرآن حکیم کی ان آیات کو پیش نظر کرنا چاہیے۔ جن میں ہر راحت تمام کہا گیا ہے کہ ہر آفت بلکہ ہر فتنے میں خدا کا کوئی نہ کوئی رسول
ہو گا ہے جو لوگوں کو عبادت خدا کی طرف بلا کرے گا۔ سورہ نحل میں ہے،

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ○ (۱۳۶:۲)

یعنی ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی رسول اس غرض کے لیے بھیجتے رہے ہیں کہ لوگوں کو بتلائیں کہ اے لوگو! اس خدا سے غزو

جل کی ملازمت خست یا کر لو، اور شیطان کی غلامی سے بچتے رہو۔

اس قسم کی اور آیتیں آگے چلا کر دوسری جگہ میں آئیں گی۔ دیا چہ کتاب میں آئے ہیں اسلام کی اس اتحادی دعوت کی حکمت کو دوسرے نقطہ نظر سے واضح کیا

پہنچیں اور اپنے پروردگار سے ملا، سب اسی ایک خدا کی طرف سے تھا۔ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی، اس حالت میں کوئی مابہ الامت یا تسلیم نہیں کرتے۔ اور ہم تو ہر نوع اسی خدا کے واحد کے فرمانبردار ہیں۔ تو اگر یہ سب طرح جس طرح تم نے اپنے آپ کو اطاعت احکام خدا کے لیے وقف کر دیا ہے یہ بھی اپنے آپ کو سپرد کر دیں تو بس راہ راست پر آگئے اور تمہاری انہ کوئی وجہ پر غاش نہیں لیکن اگر یہ روگردانی کریں تو سمجھ لو کہ تمہاری ضد پر ہیں۔ پھر اس حالت میں خدا تم کو ان کے شر سے اپنے حفظ و امان میں رکھیں گا اور وہی حقیقت میں حالات کا بڑا کھنچنے والا اور بڑا جاننے والا ہے۔ ان سے کہہ دو کہ جس مصالحانہ اور اتحادی رنگ میں ہم رنگ ہوئے ہیں یہی اللہ کا رنگ ہو۔ اور اللہ کے رنگ سے بہتر رنگ کس کا ہوگا، اور ہم تو اسی کی خدمت کر نیوالے ہیں۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰى اٰبْرِهٰىمَ وَاِسْمٰعٰىلَ وَاسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ
وَالْاِسْبٰطِ وَمَا اَوْثَقٰى مُوسٰى وَعِيسٰى النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُغْنٰى فِىْ بَيْنِ اَحَدٍ مِنْهُمْ
وَالْحَقُّ لَكَ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۳﴾ (۸۳:۳)

اے محمد! ان یہود و نصاریٰ سے صلح صفائی سے کہہ دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں، اور اس کتاب پر جو ہر کوئی لکھی، اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جو کچھ ابراہیم اور اسمعیل اور یعقوب پر اتارا گیا تھا اور جو کچھ بھی موسیٰ اور عیسیٰ اور دنیا کے تمام پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا تھا، اسی خدا کی طرف سے تھا۔ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی کوئی فرق تسلیم نہیں کرتے۔ اور ہم تو ہمہ تن اسی خدا کے فرماں بردار غلام ہیں۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَفَعَلَ اللّٰهُ النَّبِيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاُنْزِلَ مَعَهُمُ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِىْ مَا اَخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اَخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰوَدُوْهُ
مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيِّنَةً فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِلَّا اَخْتَلَفُوْا فِيْهِ
مِنْ الْحَقِّ بِاٰذِنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ ﴿۸۴﴾ (۸۴:۱۲)

صفحہ ۸۴ کی آیہ (۸۴:۱۲) سے اس آیت کی مانند عیاں ہے۔ قابل لحاظ بات یہ ہے کہ وَتَحْقِقُ لَكَ مُسْلِمُوْنَ کی شرط یہاں بھی التزام کے ساتھ موجود ہے، گویا مشرک بننا خدا کی خدائی کو عملاً تسلیم کر لینے کے ہم معنی ہے۔

چند شاحین قرآن نے اس آیہ شریفہ کے مفہوم کو کثرت غلط سمجھا ہے اور نہایت لایعنی، بے نتیجہ، اور مستناقض ترجمہ کر کے مطالب کو گڈا کر گئے ہیں۔ میں نے متن میں ایک بامعنی اور مدلل ترجمہ کر دیا ہے مگر ایک باتیں لائق تشریح ہیں:-

(۱) كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً تین کائناتیں کسی گزشتہ واقعہ کو بیان کر کے لینے استعمال نہیں کیا گیا، بلکہ ایک ایسے واقعہ الامر کے اظہار کیلئے جو بہر حال درست ہو۔ اس طرح ہر کائنات کا استعمال قرآن میں بیسیوں جگہ ہوا ہے۔ ہم صرف سورہ نساء کے پہلے چند رکوعوں سے مثالیں اخذ کرتے

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۱۸۸) ہیں، اِنَّ اللہَ کَانَ عَلَیْکُمْ حَکِیْمًا (۱۴: ۱۱)، بیشک خدا بڑا صاحب علم و حکمت ہے، اِنَّ اللہَ کَانَ تَوَّابًا رَحِیْمًا (۱۴: ۲۳)، بیشک خدا بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، وَکَانَ اللہُ عَلَیْکُمْ حَکِیْمًا (۱۴: ۱۱)، اور خدا بڑا صاحب علم و حکمت ہے، اِنَّ اللہَ کَانَ عَفُوًّا رَحِیْمًا (۲۳: ۲۳)، بیشک خدا بڑا صاحب عفو و درگزر ہے، اِنَّ اللہَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (۲۹: ۱۴)، بیشک خدا تم پر ہر شے میں بہت مہربان ہے، وَکَانَ لِلّٰہِ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا (۳۰: ۲۴)، اور یہ بات کرنا خدا کے لیے آسان ہے، اِنَّ اللہَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (۳۲: ۲۴)، خدا لا محالہ ہر شے سے موبہد ہے، اِنَّ اللہَ کَانَ عَلَی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدًا (۳۳: ۲۴)، بیشک خدا ہر شے پر پوری گواہی کرتا ہے، اِنَّ اللہَ کَانَ عَلَیْکُمْ حَکِیْمًا (۳۴: ۲۴)، خدا لا محالہ بڑا عظیم و جلیل خدا ہے، اِنَّ اللہَ کَانَ عَلَیْکُمْ حَکِیْمًا (۳۵: ۱۴)، خدا بیشک بڑا صاحب علم و خبر ہے، اِنَّ اللہَ لَا یُغَیْبُ مَنْ کَانَ فَعْلًا لَا تُخْذِرُ (۳۶: ۱۴)، بیشک خدا اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے اور بڑائی کا تاہرے و بخیر و غیرہ لیکن کان کا یہ استعمال خدا سے غول کی صفات کے متعلق مخصوص نہیں بلکہ ہر واقعہ الامر کے اظہار کے لیے آیا ہے۔ مثلاً سورہ بنی اسرائیل میں ہے: وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجْزًا (۱۱: ۱۱)، اور انسان بڑا ہی جلد باز ہے، عَلٰی ہٰذَا الْقِیَاسِ سُوْرَةُ کُفِّیْہِیْنَ ہے: وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرُ شُیْءًا جَدًّا (۱۸: ۵۴)، اور انسان کثرت معاملات میں جھگڑا لوی۔ اسی سورہ نسا میں آئے ہیں کہ: اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّقْوُودًا (۱۳: ۱۰۳)، اس میں شک نہیں کہ نازہ حکم الہی ہے جو اپنا والوں پر تشیہ و وقت فرض ہے، سورہ بنی اسرائیل میں ہے: اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَلٰی وَاٰفَیْئَاتِہٖ (۱۱: ۵۳)، بیشک شیطان انسان کا کٹاؤٹن ہے، الغرض کما شک مثالیں لکھی جائیں تمام کلام مجید اُن سے بہرہ طلب لیکن اُنکے مطالعے سے عیاں ہو جاتا ہے کہ کَانَ الْقَاسِ اُمَّةً وَاٰحَدٌ فَضًا (۲۳: ۲۱) میں صرف ایک واقع الامر و حقیقت کو بیان کیا گیا ہے، اور وہ حقیقت کہ یہ ہے کہ کُلُّ بَنی اٰدَمَ فی حَقِیْقَتِہٖ اِکْبَرُ گروہ ہیں، ایک دوسرے کے اعضا ہیں، انکی نوع ایک ہی ہے، ایک جسمی شکل صورت، ایک جیسے اعضا، ایک ہی آبا و جادو، بلکہ آخرت میں ایک ہی جوہر ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اس وحدت نوع کے ہونے ان میں بنائے نزع و اختلاف طبعاً اور فطرئاً ناروا ہے۔ کارگا و فطر کے قانون کے مطابق اگر کسی غیر انسانی نوع یا فرد کو جوہر پر فاض ہے تو صرف غیر نوع کے افراد سے ہم جنس سے برسر پر کار اور آمادہ جدل رہنا مقتضائے طبیعت ہرگز نہیں، اور نہ ادنی مخلوق کی طرز معاشرت اس طریق عمل کی تائید کرتی ہے۔ اس آئین طبیعت کی طرف محل اشارت مسئلہ ارتقا کے تحت المثنیٰ صفحہ ۱۲ میں کیے جانے ہیں لیکن تفصیل کے لیے ابھی وقت درکار ہے۔ بہر نوع زیر بحث آیت میں اس قدر حقیقت کو آشکارا کر کے کہا ہے کہ شارع کائنات نے انسان کو ایک ہی انت کردار انکی طرف مختلف اوقات میں مختلف انبیاء کی وساطت سے الکتباً یعنی ان کا واحد لا محکم عمل بھیجا جو اگرچہ مختلف زبانوں میں آتار مگر اسکا منشا و حاصل ایک تھا (وَاَنْزَلَ عَلَیْکُمْ الْکِتٰبَ)۔ اس لامحکم عمل کا مقصود بالذات نسل انسانی کو اجتماعی بقا کی بشارت دینا، یا عدم تمویل کی صورت میں اجتماعی ہلاکت سے ڈرانا ہی تھا، (رَبِّعَتِ اللّٰہُ النَّبِیْنَ مُبَشِّرِیْنَ وَنَذِیْرِیْنَ)۔ انبیاء کے پیغام کی نوعیت کے متعلق کافی بحث صفحہ ۸۱ کے تحت المثنیٰ میں ہو چکی ہے۔ اور یہاں بھی علی ہذا القیاس ہی تھا بقا کی بشارت مقصود ہے جو قانون خدا کی تمویل طبعی نتیجہ ہے۔ الکتب کے صحیح مفہوم کے متعلق زیادہ توضیح کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔ اگرچہ ہر گروہ میں ہم نے ایک مستقل عنوان اس موضوع کے لیے بانڈا ہے، مگر اِنَّ اللہَ عَلَیْکُمْ حَکِیْمًا کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ لا محکم جو مختلف انبیاء کی وساطت سے آیا فی الاصل سب اقوام عالم کیلئے ایک تھا۔ اور معقول بات یہی ہے کہ ایک خدا کی طرف سے ایک ہی نوع انسان کی طرف ایک ہی پیغام ہو، خواہ اس کے پیغامبر کئی مختلف اشخاص ہوں۔ اسی حقیقت کہنے کے مد نظر حکمران حکیم نے بلا امتیاز سب اہل انسانی

اعمال کی رہنمائی کرے اور اگر کسی امر میں اُن میں اختلاف پیدا ہو تو اسکا قطعی فیصلہ کر دیا کرے۔
لیکن جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی وہی لوگ اپنے پاس کھلے کھلے اور واضح احکام آئے چھپے اُس کے
مقاصد میں اُسکے معانی اور مطالب میں سجدہ اختلاف، محض آپس میں سر کے باعث کرنے لگے اور
فرقے بن گئے۔ پھر آخر کار وہ راہ حق جسکے متعلق لوگوں میں اس قدر اختلاف پیدا ہو گیا تھا اللہ نے
اپنے حکم سے ان ایمان والوں کو دکھا دی اور اللہ تو اُسی کو راہ راست دکھاتا ہے جو مناسب سمجھتا ہے

(بقیہ تحت اہم صفحہ ۱۸۹) کتابوں کو الکتاب کے جامع اور مانع لفظ سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ آگے چلکر واضح ہوگا، اور یہی وجہ ہے کہ سب
انبیائے جہان کو پنجائے نبی تسلیم کرنا، اور اُن میں کوئی ماہر الامت یا زقائم نہ کرنا عین اسلام ہے۔ آیت زیر بحث میں بتایا
کہ الکتاب اس لیے بھی گئی تھی کہ انسان کی امت واحدہ میں اگر کوئی جنس وری یا فرعی اختلاف واقع ہو جائے، تو یہ کتاب جلیل اُسکے متعلق اپنا
قطعی حکم دے کر اُس ختلاف کو مٹاتی رہے، اور ہر نوع انسان پرستور امت واحدہ بنے رہیں جیسے کہ وہ نظر ثانیائے گئے تھے، لیکن کتب دینی
التاس فیما اخذت لکھو (فیہو، بعد ازاں انسانوں نے آپس میں صدارت و ہدایت دہری سے ان روشن احکام (البیتات) کو توڑ پھڑ کرنے معافی پیدا کر لیا
اور الگ الگ فرقہ بنیاں کر لیں۔ کتاب خدا کے سب انسانی معاملات میں آخری اور قطعی حکم ہو گیا۔ لیکن متعلق کئی آیتیں مقدمے کے اخیر (یعنی صفحہ ۹)
میں پیش کر دی تھیں، مگر آیت زیر بحث سے عیاں ہے کہ الکتاب کے بھیجے اور انبیاء کی بعثت کا مقصود بالذات نوع انسانی کو مستحق العرض
اور متفق العمل کرنا ہی تھا، متفرق و فرقہ بند کر کے ایک فریق کو دوسرے کے برخلاف لڑوانا حتماً نہ تھا۔ یہ اتحاد عالم کا برقرار رکھنا ہی اسلام
کی تعلیم کا وہ درس اولین ہے جو اُسکے ہر صفحے سے عیاں ہے اور اسی کیلئے حتی الامکان سعی کرنا عین ایمان ہے، (فہکما للہ الذین اٰمنوا) یہی سچی
ہدایت ہے اور قرآن حکیم کی حکیمانہ گفت میں ہی صراط مستقیم کے مفہوم کی اہم شق ہے (واللہ یحییٰ من یشاء ویمیت من یشاء والیٰ صراط مستقیم) صراط مستقیم
کے مفہوم کی پہلی شق، یعنی علم فطرت کا حامل ہونا صفحہ ۳۷ کے تحت الملتن (آیہ ۱۲۲، ۱۲۳) میں، اور دوسری شق یعنی حفظ نفس صفحہ ۳۷ کے تحت اہم (آیہ ۱۶، ۱۷)
میں بیان ہو چکی ہے۔ دیا چہ کتاب میں جو دعویٰ ہے اُنہی سے کرام علیہم السلام کے ایک پیمانے کی بابت کہتے ہیں تصدیق یہاں بالخصوص ہوئی
اس آیت شریفہ کے مطالب میں نیاں مقاصد کے باعث معنوی تحریف اس قدر واقع ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کے لیے متذکرہ صمد مفہوم کا
معترف بن جانا آج نہایت غیر مانوس معلوم ہوتا ہے۔ فرقہ بندی اور مذہبی تعصب انسان کے ہر رگ پہ میں اس شدت سے سرایت کر چکے ہیں کہ اسلام کو
جامع ملل مذہب یقین کر لینا آج مسلمانیت کے منافی اکثر ہو چکا ہے۔ تاہم اگر غائر نظر سے حقیقت کی طرف دیکھا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ رب العالمین
اور رازق کبریا نے خدائے نزدیک سب انسان یکساں ہیں، جو سب کو کمال محبت سے پال رہا ہے، جسکے خزانہ غیب سے سب کیساں انعام پارہے ہیں
ایسا حکم دینا کیونکر گوارا ہو سکتا ہے جس سے انسان ایک دوسرے کو کاٹ کاٹ کر رکھائیں، اس روحانی باپ کی طرف سے اگر کوئی پیغام ہو سکتا ہے
تو یہی کہ سب انسان مل جلکر رہیں، اتحاد و اتفاق سے رہیں، ایک حکم عطا کے حکموں پر چلیں، شیطان کی ملازمت نہ کریں، آپس میں ہمانی ہمانی
نہیں، وغیرہ وغیرہ۔ یہی عین اسلام ہے، اور یہی اسلاف صالحین کے اس قول کا صحیح مفہوم ہے کہ اسلام کے اندر کوئی فرقہ نہیں۔ قرآن حکیم کے پہنچ فی
المطالب اور عریق فی البیان ہونے کی یہ آیت ایک روشن شہادت ہے۔

قرآن کی عبارت کے متعلق ترتیل کے نشانات اور رموز و اقاف اہل عرب نے نزولِ وحی کے بہت دیر بعد غالباً تاج بن یوسف والی عراق کے ایک
امیر عبد الملک (المنوفی ص ۸۳) کے علم خلافت میں لگائے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ قرآن کا صحیح علم سینوں کے اندر ناز و نازہ تھا۔ یہ سوجھ بوجھ کو حوالہ
کے نشان اور اقاف کی علامتیں اکثر اوقات قرآن کے ربط کو معلوم کرنے اور صحیح مطالب کے حل کرنے میں بہت کچھ مدد دیتی ہیں۔ آیت زیر بحث میں کان الناس
اُمۃ قاصۃ کے بعد علامت تفویٰ جس سے مدویہ کو مطالب کی تہ تک پہنچنے کیلئے کافی دیر تک ٹھہرنا ضروری ہے اگرچہ پڑھنے والے کیاں پر
مسلل عبارت کا گمان ہوتا ہے۔ یہ دلیل بجا ہے خود اس امر کی شہادت ہے کہ کان الناس اُمۃ قاصۃ کے معنی نہیں جو اختلاف شارحین کے کہتے ہیں۔ انبیائے
کرام ہرگز اس طلب کے لیے نہیں آئے تھے کہ فرقہ بند بنکر لوگوں کو آپس میں لڑائیں۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَفُتِحَتْ بَابُ الْجَنَّةِ
فِي يَوْمِئِذٍ بَخَعًا فَوْزُونَ ﴿١٩﴾

اور انسان تو فی حقیقت ایک ہی امت ہیں لیکن انہوں نے خدا اور کتاب خدا کے متعلق باہمی
خلاف اور ہٹ دھرمی سے اختلاف پیدا کر لیا۔ اور اسے پیغمبر اگر تیرے پروردگار نے انکو ایک معین
دیتے تک دنیا میں رکھنے کی پہلے سے ہی نہ ٹھان لی ہوتی تو جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف کر رہے
ہیں اب تک کبھی کا انکو صفحہ ہستی سے معدوم کر کے فیصلہ کر دیا ہوتا۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا
جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعِيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ فَإِنْ
حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعْتُ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ الْأَمْثَلُ
أَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ احْتَدَ فَاءُ وَإِنْ لُكُوا فَاثْمًا عَلَيْكَ الْبَلَاءُ وَاللَّهُ
بِخَيْرٍ بِالْعِبَادِ ﴿١٨-١٩﴾

خدا کے نزدیک انسان کا سچا دستور عمل یہی اپنے آپ کو خدا کے ہمہ تن مطیع کر دینا ہے۔ اور انقلاب
اگر اسلام کے اس جامع الناس مقصد کو غلط سمجھ کر آپس میں ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے تو اس

مہم میں بھی وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً سے مقصود ایک واقع الامر کو ظاہر کرنا ہے نہ کسی گندہ شتمہ دانتے کو بد دلانا۔ اس طرح کا وَمَا كَانَ کا
استعمال قرآن میں بعض جگہ ہوا ہے مثلاً سورہ شوریٰ کے اخیر میں: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا (۵۱: ۴۲) اور یہ کسی بشر کی
مجال نہیں کہ خدا اس سے وہ بد ہو کر کلام کرے مگر وحی کے ذریعے سے۔ علیٰ ہذا القیاس سورہ نمل میں ہے: مَا كَانَ لَكَ أَنْ تُنْشِئَ شَيْئًا فَهَلَا
(۹۰: ۱۲) یعنی تمہاری طاقت نہیں کہ ان کے درختوں کو اگا سکو۔ اور سورہ قصص میں مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ طے ہے۔ یعنی انکو کچھ اختیار نہیں ہے۔
ہر نوع یہاں بھی صاف ظاہر ہے کہ منشاء خدا تمام عالم کو متقی کرنا ہے۔ اور یہ کہ انسان اپنی خورافی کے باعث آپ متفرق ہو گیا ہے۔
نیز یہ باہمی اختلاف اور ایک قوم کا دوسری قوم سے مجادلے اور محاربے کرنا رب زمین و آسمان کی نظروں میں وہ مکروہ اعمال ہیں جن کا فیصلہ وہ
کسی نہ کسی دن کرے گا اور زیادتی کرنے والوں کو کما حقہ سزا دیگا!

﴿إِنَّ آيَاتِ جَبَلِ بْنِ إِسْلَامٍ﴾ کی حقیقت قطعاً عیاں ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام صحیح طریقہ عمل (الدین) اور سچا انسانی دستور العمل
(الدین) اور خدا کا وہ طبعی آئین کار (الدین) (دیکھو تحت لہجہ صفحہ ۱۶۱) ہے جس کا دوسرا نام ایک حاکم اعلیٰ نہ کی انتہی میں رکھ کر اتحاد اور
اصلاح بین الناس ہے جو اختلاف پہلے حاملین الکیتب میں قائم ہو گیا تھا وہ لوگوں کا خود پیدا کردہ تھا اور اس کا اصلی باعث انسان کی آئین
خدا (العلیم) سے بغاوت تھی (بَعِيًا بَيْنَهُمْ) اور نہ الاسلام اور اسلمت و جہی للہ کی صورت میں اقتراف قطعاً پس دامن نہیں سکتا۔
کہوں کہ ایک آقا کے کسی غلام یا ایک حاکم کے کسی تحت ملازم بشمولیکہ وہ اس کے آقا اور حاکم ہو نیکیے دل سے مقرر ہوں اور اس کی طاقت منہ و جہ سے غور و
ہوں آپس میں ہوت پیدا نہیں کر سکتے۔ پس یہی اتحاد، یہی قانون خدا کے آگے سر جھکا دینا، یہی خدا کو خدا تسلیم کر لینا (الاسلام) ہے جو اور یہی
سچی ہدایت ہے: (فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ احْتَدَ فَاءُ)۔ یہاں ہر اتحاد کو ہدایت کہا ہے۔ پہلے دو موقع آئے (۲: ۱۳۷) صفحہ ۱۸ و (۲: ۱۳۸) صفحہ ۱۸
صفحہ ۱۸ میں گندہ کچے ہیں۔ امت متاجیرہ اور متاجیرہ کتاب میں میں نے بعینہ یہی اسلام پیش کیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ و ۳۱ و ۳۲ و ۳۳ و ۳۴ و ۳۵ و ۳۶ و ۳۷ و ۳۸ و ۳۹ و ۴۰ و ۴۱ و ۴۲ و ۴۳ و ۴۴ و ۴۵ و ۴۶ و ۴۷ و ۴۸ و ۴۹ و ۵۰ و ۵۱ و ۵۲ و ۵۳ و ۵۴ و ۵۵ و ۵۶ و ۵۷ و ۵۸ و ۵۹ و ۶۰ و ۶۱ و ۶۲ و ۶۳ و ۶۴ و ۶۵ و ۶۶ و ۶۷ و ۶۸ و ۶۹ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۲ و ۷۳ و ۷۴ و ۷۵ و ۷۶ و ۷۷ و ۷۸ و ۷۹ و ۸۰ و ۸۱ و ۸۲ و ۸۳ و ۸۴ و ۸۵ و ۸۶ و ۸۷ و ۸۸ و ۸۹ و ۹۰ و ۹۱ و ۹۲ و ۹۳ و ۹۴ و ۹۵ و ۹۶ و ۹۷ و ۹۸ و ۹۹ و ۱۰۰ و ۱۰۱ و ۱۰۲ و ۱۰۳ و ۱۰۴ و ۱۰۵ و ۱۰۶ و ۱۰۷ و ۱۰۸ و ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۱۱ و ۱۱۲ و ۱۱۳ و ۱۱۴ و ۱۱۵ و ۱۱۶ و ۱۱۷ و ۱۱۸ و ۱۱۹ و ۱۲۰ و ۱۲۱ و ۱۲۲ و ۱۲۳ و ۱۲۴ و ۱۲۵ و ۱۲۶ و ۱۲۷ و ۱۲۸ و ۱۲۹ و ۱۳۰ و ۱۳۱ و ۱۳۲ و ۱۳۳ و ۱۳۴ و ۱۳۵ و ۱۳۶ و ۱۳۷ و ۱۳۸ و ۱۳۹ و ۱۴۰ و ۱۴۱ و ۱۴۲ و ۱۴۳ و ۱۴۴ و ۱۴۵ و ۱۴۶ و ۱۴۷ و ۱۴۸ و ۱۴۹ و ۱۵۰ و ۱۵۱ و ۱۵۲ و ۱۵۳ و ۱۵۴ و ۱۵۵ و ۱۵۶ و ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹ و ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲ و ۱۶۳ و ۱۶۴ و ۱۶۵ و ۱۶۶ و ۱۶۷ و ۱۶۸ و ۱۶۹ و ۱۷۰ و ۱۷۱ و ۱۷۲ و ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۱۷۵ و ۱۷۶ و ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹ و ۱۸۰ و ۱۸۱ و ۱۸۲ و ۱۸۳ و ۱۸۴ و ۱۸۵ و ۱۸۶ و ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ و ۱۹۶ و ۱۹۷ و ۱۹۸ و ۱۹۹ و ۲۰۰ و ۲۰۱ و ۲۰۲ و ۲۰۳ و ۲۰۴ و ۲۰۵ و ۲۰۶ و ۲۰۷ و ۲۰۸ و ۲۰۹ و ۲۱۰ و ۲۱۱ و ۲۱۲ و ۲۱۳ و ۲۱۴ و ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ و ۲۱۹ و ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۲ و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۲۲۵ و ۲۲۶ و ۲۲۷ و ۲۲۸ و ۲۲۹ و ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ و ۲۳۳ و ۲۳۴ و ۲۳۵ و ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۳ و ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ و ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲ و ۳۱۳ و ۳۱۴ و ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰

علم کے آئینے پیچھے جو انکو نبیوں کی وساطت سے منشاء خدا کے متعلق ملتا تھا۔ اور زیادہ تر اس اختلاف کی وجہ آپس میں ضد ہی تھی۔ لیکن جو شخص خدا کے صریح احکام کو پس پشت ڈالتے ہیں ان سے بہت جلد حساب لے لیتا ہے۔ پس اسے پیغمبر اگر مشیت خدا کی اس کامل تشریح کے بعد بھی یہ لوگ تم سے کٹ جتنی کہیں (اور اپنی بزدلی، کم ہمتی، اور مہٹ کے باعث اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر نیے گریز کریں) تو ان سے کہہ دو کہ میں تو خدا کے آگے اپنا تسلیم خم کر چکا اور جو لوگ میرے پیرو ہیں وہ بھی اپنے آپ کو اللہ کے غلام بنا چکے۔ پھر ان اہل کتاب اور عرب جاہلوں کو کہہ دو کہ کیا تم اس بات کے لیے تیار ہو پھر اگر یاں کریں تو بیشک راہ راست پر آگئے اور اگر منہ موڑیں تو اسے پیغمبر یا تم پر حکم خدا کا پونچا دینا فرض ہے اور بس۔ اور اللہ بندوں کے اعمال کو بغور تمام دیکھ رہا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يَتَّبِعُ مَنِ يَشَاءُ وَلَهُدَىٰ مَنِ يَشَاءُ ط
وَلَقَدْ عَلَّمْتُمُ الْقُرْآنَ عِلْمًا مُّؤْتًى ۝ (۹۳:۱۶)

ہم اس آیت شریفہ میں امت واحد بن کر نہ ہونے کو بصراحت تمام ضلال کہا گیا ہے (يَتَّبِعُ مَنِ يَشَاءُ)، اور متفق و متحد بننے کو ہر جتنی باہریت سے تعبیر کیا ہے (يَتَّبِعُ مَنِ يَشَاءُ)، اور غیر مشکوک الفاظ میں دہکی دی ہے کہ تفریق و انتشار کی پیمائش خدا کی جانب ضرور باضر و ہونگی جیسا کہ آج مسلمانان عالم کو پوری ہے، مگر وہ نہیں سمجھتے یہاں نہیں پہنچتا ہی موصولی اور تمام قوم کیلئے آیا ہی پہلی مثالیں صفحہ ۳۳، ۳۴ پر گزرنے لگی ہیں۔ اتحاد کو بالائے نام (۱۳:۴۲)، (۲:۱۱۳)، (۳:۱۹)، اور (۹۳:۱۶) میں ہدایت کے لفظ سے تعبیر کرنا قرآن حکیم کے حیرت انگیز استقلال مطالب ادبے مثال تطابق کا وہ بدیع ثبوت ہی جو ہر صاحب نظر پر واضح ہے۔

مشاء کا استعمال اس آیت میں تین بار ہوا ہے اور اس دقیق المطلب صطلح کے متعارف مفہوم کو پیش نظر رکھ کر باہمی نظریہ میں اعتراض ہو سکتا ہے کہ جب خدا نے عزوجل نے انسان کو ایک امت بنانا نہیں چاہا، تو اس پر چارے کا اس میں کیا قصور ہے، اور جب خدا اپنے حسب مرضی لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور علی الحساب ہدایت دیتا ہے تو پھر ہم سے پیمائش کیوں کر ہے گا اور اس فعل کو كُنْتُمْ لَعَنَةً سے تعبیر کرنا ناوا ہے یہ اعتراض بجائے خود اس امر کی روشن دلیل ہے کہ مشاء کے وہ معنی قطعا نہیں ہیں جو عوام نے لے لیے ہیں۔ مشیت خدا کے متعلق مکمل بحث فلسفہ عمل کے عنوان (غالباً تیسری جلد) میں آئے گی مگر مذکورہ صدر آیات کو پیش نظر رکھ کر مختلف پسند ہی انسان کے متعلق پیش ہوتی ہیں ظاہر ہے کہ انسان کے اعمال ہی اختلاف کا باعث ہوتے رہے ہیں، خدا کا منشا ہرگز نہ تھا کہ انسان مختلف الغرض اور منتشر العمل ہو کر رہے لیکن خدا نے عزوجل چونکہ قادر علی کل شے ہے، اور اس کے بالمقابل انسان کا جزوی خستیا بعض میں ہے، اس لیے بلند مقام نظر سے یہ باہمی اختلاف بھی جو انسان نے اپنے اعمال کے باعث پیدا کیا ہے لامحالہ اسکی مشیت کے مطابق ہو رہا ہے۔ اس کے دائرہ قانون و اقتدار سے باہر نہ نہیں ہوتا۔ منشاء اسے اتنی اور مشیت ایزدی کے درمیان یہ باریک فرق بعد میں اور بھی عیاں کر دیا جائے گا لیکن قرآن حکیم میں خدا کے عزوجل کے متعلق مشاء کا استعمال جہاں کہیں ہوا ہے اسی اصول کو پیش نظر پیشتر ہوا ہے اور اس آیت کریمہ میں تو كُنْتُمْ لَعَنَةً کو کہہ کر انسانی فتنہ داری کو قطعاً صاف کر دیا ہے۔ پس جب انسان ہی تمام اختلاف کا بانی ہے تو یہ بحث آیت کا ایک ہی مفہوم ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر خدا اپنا منشا کرنا (وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ)، مگر وہ اپنی مرضی کے مطابق کرنا اور ترجیحاً ہی مرضی کو اپنے منشا میں داخل نہ ہونے دیتا (وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ) تو تم کو امت و جدہ بنا تا اور روز قیامت تک یوں ہی بنائے رکھتا (لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً)، کیونکہ تم سب ایک ہی نوع کی مخلوق ہو

اگر اسد اپنی مرضی کے مطابق کرتا تو تم کو ایک امت بنا کر رکھتا اور تم میں کبھی کسی اہم امر کے متعلق اختلاف نہ پیدا ہوتا۔ لیکن جسکو گمراہی کا اہل سمجھتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسکو روزِ عذاب دیکھتا ہے ہدایت دیدیتا ہے لیکن لوگو! یاد رکھو کہ یہ سب تفرقہ جو تم بذاتِ خود آپس میں پیدا کر رہے ہو اسکی باز پرس تم سے ضرور ہونی ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ جَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَأَسْبِغُوا الْخَيْرَاتِ
إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (۴۸: ۵)

اور اے ساکنانِ زمین! اگر خدا اپنی مرضی کرتا (لَوْ شَاءَ اللَّهُ) اگر وہ اپنے حسبِ پسند کام کرتا (لَوْ شَاءَ اللَّهُ) تو ضرور تم انسانوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور تم سب کے سب متحد الخیال اور متفق الاعمال ہو جاتے اور

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۱۹۲) اور واحد الامل ہو (بیانِ اللہ کے لفظ پر زور ہے) لیکن چونکہ اسے تم اشرف المخلوق اور ذی شعور انسانوں کو اپنے اعمال پر ایک بہت بڑی حد تک قدرت دے رکھی ہے اسلئے یہ اختلاف جو پیدا ہو رہا ہے تمہارے اپنے کرمات سے ہے۔ اس صورتِ حال میں وہ خدا کے عظیم بھی تمہارے اعمال کو دیکھ کر جس قوم کو نا اہل سمجھتا ہے اپنی مشیت (یعنی قانونِ ارستِ اللہ) کے رو سے تفریق و شکست کی راہ ضلال دکھاتا ہے، (وَلَكِنْ يَجْعَلُ مِنْ يَشَاءُ) اور جسکو بہت جود اہل سمجھتا ہے اپنی مشیت کے اہل زور سے اتحادِ عمل کا راہ راست دکھاتا ہے، (وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ) لیکن لوگو! یاد رکھو کہ جو کچھ بھی تم کہتے ہو اسکی پرسش ضرور ہوگی: (وَلَا تَتَّبِعُوا عَمَّا كُنْتُمْ تَخْتَلِفُونَ) آگے چلکر ہم دوسری جگہ میں عیاں کر دیں گے کہ خدا کے خیر آفریں نے اپنی سب ادنیٰ حیوانی مخلوق کی ہر نوع کو جو انسان کی غیر اندر اپنے میں کچھ خستیاں ارادہ نہیں رکھتی، اور جسکا ذاتی اقتدار منشاء خدا میں کچھ خیل نہیں ہوتا، امت واحدہ ہی بنایا ہے ان کے افراد کے مابین خٹکاوئی اختلاف رونما نہیں ہوتا۔ وہ سب کے سب مختلف جماعتوں میں منقسم ہیں۔ لیکن آپس میں متحد اور متفق ہیں پس یہ انسان کا اپنی نوع کے ساتھ تخالفِ تباہی فی الحقیقت اسکی خود رانی اور صاحبِ اختیار ارادہ ہونیکے باعث جو وہ فطرت کا منشاء ہے جسکے اندر ایک نوع کے افراد میں اتحاد ہی اتحاد ہے۔

۴۸: ۵ اس آیت کے میرے اور بھی واضح طور پر عیاں ہو جاتا ہے کہ اختلاف کا اصلی باعث خود انسان ہی ہے: (بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ) اور خدا کی عین مرضی یہ ہے کہ بنی نوع انسان متحد ہو کر رہے۔ (الْخَيْرَاتِ) کے صحیح مفہوم کی تفسیر صفحہ ۱۳ کے تحت ملے گی جو چوکی ہے اور ظاہر ہے کہ خدا کا کسی امت کو اجتماعی انعاموں سے مشرف کرنا، اس بات کی علامت ہو کہ وہ امت مشیتِ ایزدی کے مطابق جن رہی ہے۔ (رِشَالِ) کے طور پر کہ وہ امت اُمَّةً قَاصِيَةً بن کر رہتی ہے اور تفرقہ بند نہیں بنی تو لامحالہ خزانہ خدا سے باو شامت یا آزادی وغیرہ کا انعام باقی رہا جبکہ انعام کے بارے میں ایک آیت مسئلہ ارتقا کے تحت المتن صفحہ ۱۳ میں آچکی ہے۔ اور یہاں بھی ظاہر ہے کہ اقوامِ عالم کے متعلق منشاء ایزدی انکاسعی عمل اور ایک دوسرے پر مسابقت ہی جو مسئلہ ارتقا کو پیش نظر رکھ کر اس آیت کا مفہوم اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔

۴۸: ۵ آگے چلکر فلسفہ عمل میں ہم ثابت کر دیں گے کہ مشیتِ خدائی بحقیقت اس کا قانون ہی ہے۔ جو قانون خدا نے عزوجل نے روز اول سے بنا دیا ہے، اُسی کے مطابق عمل درآمد ہوتا ہے، اُنہیکے روستے جزا و سزا مل رہی ہے اور وہی اُنکی مشیت ہے۔ ہر معقولِ حاکم کے شایانِ شان ہی ہے کہ ایک فہم سوج سمجھ کا قانون نافذ کرے اور ہر کے مطابق عمل کرنا اپنا ضرر گروائے، حتیٰ الامکان سب پر قائم رہے، بلکہ اسکو ہر خارجی آسیہ بچائے رکھے۔ خدا کی مشیت الیہا ذابندہ کوئی استبدادی مشیت نہیں کہ گمراہی میں پاشے اور گمراہی میں تو لہر بن دکھائے بلکہ وہ روزِ آخر منشاء سے اہل ہے، ناقابلِ رد و بدل اور بالاتق ترمیم ہے: فَلَنْ يَخْذَ اللَّهُ مِنِّي لَوْلَا اَنْتَ لَوْلَا وَلَكِنْ يَخْذُ اللَّهُ مِنِّي لَوْلَا (۴۸: ۳۵) یعنی اے مخاطب! تو قانونِ خدا میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاسے گا اور ہرگز کوئی تحول نہیں دیکھیں گے

خدا کے وجود کی گواہی دیتے ہوئے اعدائے قائم رہو

[illegible][illegible]

انتلاف کی طرف یہ چہنری بازگشت تھی جبکہ اولین پیش نہاد ساکنانِ عالم کو پابندِ خدا، اور بریدہ ماسوا کے ایک کر دینا تھا! دین اسلام کی صدائے عام (۶۳:۱۳)، (۸۳:۱۵)، (۱۳۳:۳۵) انسان کی اعتقادی اور نسلی، ملکی اور تہذیبی تفریق کو خنریب کے برخلاف وہ عربہ جو صدائے اور آمادہ پیکار آواز تھی جس سے عمدہ برآہونے کی شرط وحید توحید کا علمی اقرار، اور ہنگی خدا کا علمی اعتراف تھا، وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ، وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (۲۸:۳)، فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (۱۳:۴) دین الہی مصاحبت اور حبسی اتحاد عمل کی یہی وہ طبعی اور قابل تسلیم بنا، اور یہی وہ مشترک اساس تھی جس پر خلق خدا کے اجماع و انتلاف کا امکان ہو سکتا تھا، اِسْمُ اللَّهِ أَحَدٌ کی علمی اور شیخ خیر للکامیں ہی وہ آسمان شگفا

۱۷ اور جو شخص اس علی اسلام کے سوا کسی اور مذہبِ عمل کی تلاش میں ہوگا، اسکا وہ مسلک ہرگز قابلِ قبول نہیں ہوگا، اور بالآخر وہ
نیپاں کاروں میں سے ہوگا۔

[illegible]

طاقت، اور وہ انجذابی اثر نہاں تھا جو ہر مقامی نصب العین، اور ہر نسلی مطمح کو نالائق التفات کر دیتا تھا! اسی حقیقت کی عالم آرا عظمت، اور مستم بالشان نافیت کے باعث مومن کا ایمان ایثار کا لازوال مصدر، اسرارِ عمل کا عظیم الشان پیکر، اور سچوم قوت کا بے خوف و خطر مسکن بن گیا تھا۔ لیکن یہ توحید ہی وہ مسکنِ قلب اور مرکزِ نفس دوا تھی جو غلبے کے سُکرا اثر کے باوجود قدم قدم پر پہنچی جذبات کو مشتعل ہونے سے روکتی تھی، جو بڑے سے بڑے دشمن کے بالمقابل رفق و مسامحت، حسنِ معاملت اور اخلاق کے ملکوتی صفات کو ہر مومن کے قلب میں جو حسن کیے رکھتی تھی، جو احتسابِ نفس کی پیم و برید کے باعث اُسکے ادنیٰ سے ادنیٰ عمل کو بھی حدِ اعتدال سے گزرنے نہ دیتی تھی، جو حق خدا کی ہر دم محافظ، اور حقوقِ عباد کی ہر آن نگران تھی، جسے حُسنِ حِلاقی کی ربانی فضیلتیں، اور خوفِ خدا کی تدو سی بزرگیاں ہر تنفس کے اعمال میں جاری و ساری کر دی تھیں، جسکے صحیح نقش نے مومنوں کے زندہ قلوب میں باہمی محبت کا حس، اور یک نگی کی لہر دوڑادی تھی، جسکے مصلح اعمال اثر نے مسلمان کی زندگی کو ہر انسان کے لیے قابلِ تقلید نمونہ بنا دیا تھا۔ اسی توحید کے نفع مند اور تیسرے خیر یقین نے، مسلمانوں کے روزانہ معاملات میں بلا تفریق قوم، اور بلا امتیاز مذہب رستی اور صلاحیت پیدا کر دی تھی: **بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِوَعْدِهِ وَاتَّقَىٰ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ** (۵۵:۳)۔ میدانوں میں لڑنے والے یرشیر ہر ہر، اور پہاڑوں سے ہاتھ پائی کرنے والے یہ سچ تو یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنے عہد پر قائم رہا، اور خوفِ خدا کے باعث بد معاہلی سے بچا تو اللہ تعالیٰ کرنے والوں کو بیشک دوست رکھتا ہے۔

توحید کے سعلق میں نے قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ اس کا اٹل نتیجہ اتحادِ قلوب ہے علیٰ ہذا القیاس جو قوم متحد ہے اُسکے افراد کے دلوں میں توحید بس ہی ہے! چونکہ سب ایک کام کرتے ہیں اسلئے انکا آقا بھی ایک ہی جو قوم متفرق ہو اُسکے خدای الگ الگ ہیں بلکہ اسکا خدا و حقیقت شیطان ہو جو آپس میں لڑتے ہیں اور اپنا اپنے خدایں نہ کہے۔ اسی لیے تعادل کی کوئی صورت پیدا نہیں کی۔ یہی رزق اللہ الْفَیْضُ (۱۳۰:۱) صوفیہ کے الفاظ میں شعر تھا۔ اسی نظر سے توحید کی اہمیت نظر آتی ہے یہاں ایفا سے عہد کو اتنا سے اتنی پر محمول کیا گیا ہے گویا جو شخص اپنے قول کا پکا اور معاملے کا مستباز ہے وہ خدا سے صحیح معنوں میں رزق ہے، اسکو اللہ کے ہر دم حاضر و ناظر ہونے کا یقین ہے، وہ فی الحقیقت اُس پاک ذات کو اپنے اور سرین ثانی کے درمیان گواہ (یعنی شاہد) اور ضمان شہیرا کر عہد کرتا ہے، اور ہر ایسی جلیل القدر ذات کی ضمانت میں اُس عہد کو نبانے کے لیے اپنی جان تک کی پروا نہیں کرتا۔ ایسا کھر شخص اور ایسی خوش عالم قوم بلاشبہ خدا کی دوستی کے قابل ہے **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ** (۱۶:۹۱)۔

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلَهُ اللَّهُ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ صَوَابَكُمْ

تَعْمَلُونَ (۹۱:۱۶)

جاننا بطل، اسلام کی تنہی صدا اور اللہ کے امر و نہی کے آگے یوں جھک گئے تھے کہ انکے اعمال کو بھی
بعض اوقات ان کی بشریت پر گمان گذرتا تھا! وہ سلاطین عالم پر حکم کی نظر رکھتے تھے، مگر سبکبار و غلی کا

(بقیہ تحت مباحث صفحہ ۱۹۸) اور لوگو! جب جب کسی شے کے کرنے کا اپنے دل میں عزم مصمم کرو تو اس خدا سے باندھے ہوئے عہد کو پورا کر کے رہو! اور یہی
نہیں بلکہ ان معاذیں کو جنکو تم اپنے دامن ہاتھوں (الایمان) کو ایک دوسرے سے ملا کر دیتے ہو، چٹکائے پیچھے نہ توڑو کیونکہ اگرچہ معاہدہ دو
شخصوں ہی کے درمیان ہوا ہے مگر تم فی الحقیقت خدا کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو۔ اور میں شک نہیں کہ جو کچھ تم کر رہے ہو خدا اُس سے بخوبی واقف ہے۔
اسلام نے ایفائے عہد کو ہر حالت میں سختی سے برقرار رکھنا اپنے پراسرار لازم کر لیا تھا کہ عین اسوقت جب کہ اکیس برس کی مسلسل سعی و عمل کے
بعد دینے میں مسلمانوں کی اجتماعی طاقت اوج کمال پر پہنچ چکی تھی، جب دشمنان دین کو خدا کی جناب سے قتال کی صلائے عام مل رہی تھی اور
برارت کی آیتیں نازل ہو رہی تھیں، رب عزوجل نے مسلمانوں کو عہد پورا کرنے کی بہر حال تلقین فرمائی اور کہدیا کہ میری دوستی کا تقاضا یہ ہے
کہ میری ضمانت رسولانہ ہونے پائے، جب تک عہد ہو چکا ہے تب تک قائم رہے بعد ازاں تمہارا اختیار ہے لیکن اُس سے پہلے دشمنوں
کو چھیڑنا اتفاقاً سے خدا کے برخلاف ہے!

إِنَّا لَنَاقِضُ مَا عَاهَدْنَاكَ مِنْ الْمَشْرِكِ ثُمَّ لَنَنْقَضَنَّ مَا عَاهَدْنَاكَ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهِ قُوَّةٌ وَاعْلَمْتَ أَنَّكَ لَنْ تَكُونَ مَعَهُمْ إِلَى
مُدَّةٍ يُوَدُّهَا اللَّهُ يَحِبُّ الْمُتَّقِينَ (۳۰:۹)

ہاں یہ سب کرو لیکن دشمنان دین میں سے جن لوگوں کے ساتھ تم نے صلح کا عہد بیان کر رکھا ہے، اور بعد ازاں انہوں نے ایفائے عہد میں
تمہارے ساتھ کسی طرح کی کمی نہیں کی، اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی، وہ متفقہ ہیں۔ ان کے ساتھ جو عہد بیان ہے اسے اس حد
تک جو انکے ساتھ ٹھہری تھی پورا کرو۔ اور جانے دو کہ خدا نے یہ نیا زانیہ لوگوں کا دوست ہو جو اُس سے صحیح معنوں میں دُستے رہتے ہیں
اور ہر حال انکی آمیز کو برسر رکھتے ہیں۔

یہاں چھ سورتوں کے تفاوت کے بعد ایفائے عہد کے بارے میں پہلی آیت (اللہ یحب المتقین) کے الفاظ کو دہرانے، اور تکمیل عہد کو اتفاقاً الہی
پر ماحول کرنا قرآن کے حیرت انگیز لطافت اور شکار مطالب کا بدیہی ثبوت ہے۔

عہد و پیمان کو برسر رکھنا، آپس ذاتی اغراض کو ہر حال حائل نہ ہونے دینا، ہر دم خدا کو فریق ثالث سمجھتے رہنا، اور ایفائے عہد کا اطلاق
بلا تفریق رنگ و نسل ہر قوم پر کرنا وغیرہ ایشیائے اسلامی اصول ہیں جنہر سلطنت کی بنیادیں ستوار ہوئی چلی آ رہی ہیں، جب تک مسلمانان عالم
نے اس اصل اصول کو برقرار رکھا وہ تمام عالم کے بادشاہ بنے رہے، جب ان سے چیل تین چھوٹ گئی، اور مغربی اقوام کی استواری عہد کی دھماک
جیسی تو مغرب کو ایشیائی اقوام پر وہ تسلط اور شکن، اور عزت کا ڈھیر ہوا کہ دنیا عیش و عشرت کر لے، اور آج حکمہ جنگستان کے عدم اتفاق اور
باز عہد کی کچر چا ہور ہا ہے تو اس کے رعب و قار کی بنیادیں بھی اس تیزی سے ہل رہی ہیں کہ ہر صاحب نظر قانون خدا کے نکل ہونے کا ثبوت
پاکر کھپکا جاتا ہے۔

قرآن حکیم کے عجائب خانے کے اندر یہ آیتیں وہ غریزہ القدر جو اہریر سے ہیں جو تمہوں کے اندر پیٹے ہوئے موجود ہیں، انکی قدر و قیمت
کا صحیح اندازہ لگانا، انکی حکمت عالیہ کی تہ تک پہنچنا ناشناس کام متا نہیں! یہ وہ انمول موتی ہیں جنکو نابل کا ہاتھ لگنا بھی جائز نہیں، وہ انکو
سنگ خف سبھکر ہینکٹ یگا، اُسکے اُسے سیدھے معافی کر کے ولیم اساطیر الاولین سبھ لیکھا۔ لیکن جن قوموں نے ان کثرت کثا اصول کو لیکر
خزانہ غیبیہ انعام پاسے ہیں وہی ان الفاظ کو سمجھیں گی، نادان کیا سچے اور کیا پاسے اسکا پلید و لغ اور نار ساذہن قرآن کے پاکیزہ مقولات کو خسر
بحث میں لاکر وہ حقیقت پلید کر رہا ہے اور اسی لئے قرآن غصیم کو ایسے شخص کے ہاتھ لگنے سے چڑھے،

إِنَّكَ لَنَرَىٰ ظَنَّهُ ۚ فِي كَيْبٍ مَّا لَنُورٍ ۚ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۚ تَبٰرَكَ الَّذِي مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِينَ (۸۰:۵۷)

موسیٰؑ پر اوردی چلی آیتوں کا نزول سبھ میں ہوا تھا گو یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلخی کو کہیں تیرا سر گزر چکے تھے۔

اُن میں نام نہ تھا، ولا تَشْرَعُ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طَوْلاً (۱۷: ۳۷) وہ آسمان کی زمینوں پر تمکن کے چشم براہ تھے، مگر اللہ کی اس زمین پر دھیمے چلتے تھے! وَجِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا اسْلِمْنَا (۱۲: ۶۳) مغرور و مستکبر شمشاہوں کے تاج آئے دن

۱۵ اور اسے انسان! میری اس زمین پر اگر کثرت چلا کر کیونکہ اس دھماکے کے ساتھ چلنے سے تو زمین کو پھاڑ نہیں سکیگا، اور نہ تن کر چلنے سے تو پہاڑوں کی لمبائی کو پونچھ سکیگا۔ ۱۶ اور اللہ کے پیارے بندے تو وہ ہیں جو اس زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں، اور جب کم علم اور غور آن آدمی آئے بحث مباحثہ کریں تو مسلم کہ کر ٹال دیا کریں۔

(مقیہ تحت المشرق صفحہ ۱۹۹) گو کہ یہ قرآن عظیم بڑی ہی عزیزانہ دیر لکھا ہے۔ اس کے اندر کے جواہر ربیعہ اور ان میں نہ درتہ اس طرح پلٹے ہوئے ہیں کہ قدر شناس لوگوں (المطالعون) کے سوا کوئی اسکو چومنے نہیں پاتا، کوئی ایسی ترکہ نہیں پونچھتا، انکی عظیم الشان نافیت کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ اس کے اندر سب سے بھاگوں نہیں یہ تو پروردگار عالم کی طرف سے اتارا ہوا کلام ہے!

سلطنت کے امور عالیہ تو یک طرفہ، ذاتی اور چوٹے چوٹے معاملات میں بھی آج مسلمان کو قطعاً حق نہیں رہا کہ وعدہ کیا شے ہے، اس کے ایفا کے کیا معنی ہیں، وہ کس سبیل کا نام ہے، اس کے کرتے ہی کس قدر ہتھام کی ضرورت ہو، خدا کے نزدیک اسکا پورا کرنا کس قدر محبوب ہے۔ اسلاف صائبین کے نزدیک کریم انسانی بلکہ مودی ہی تھی کہ وعدہ ہر حال وفا ہو خواہ اس کے ایفا میں جان و کھنوں شے الکرم آفا وعدہ دینی۔ اور قل مروا جان اردو کے مشعل کی شہادت میں ہیں۔ لیکن آج بدعہدی اور ناپاؤ داری کا شبیہ زبان مسلمانوں میں اس قدر رواج پا گیا ہے کہ ہر و ایک نظر نہیں آتا۔ یورپ کی قومیں مقابلہ اب بھی بدجھا اچھی ہیں، ان میں ایفا کے عہد کا خاص اہتمام ہے، پابندی وقت بچہ ہے، زمین و آسمان نجاتے لیکن اوسط مغربی اپنے وعدے کو نال دینا مادی ہمتا ہے اور اسی لیے صحیح معنوں میں متقی ہے، محبوب خدا ہے، اور اسی محبوبیت کے صفات میں بادشاہت زمین کا انعام پارہا ہے!

۱۷ تکبر نہ کرنا اور زمین پر لڑ کر نہ چلنا جہان بانی، حکمرانی، اور ہر لہو سنہری کا عظیم الشان اصل اصول، جو جس کی اہمیت کا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے تکبر اور تسعون اعمال تو ام کی بادشاہت کے تختے اپنی آنکھوں سے لٹتے دیکھے ہیں۔ آج مغرب کے متمدن اور ناجام شناس عالموں کے اپنی رغبت سے فرعون کی سلوک اور ناک نتیجہ ہندوستان کی مسافر نواز اور غیر پرور زمین میں بے دیکریہ ہوا ہے کہ برطانیہ کی عالم تسلط کی بنیادیں سو برس کی نہایت قلیل مدت میں تسزلزل ہو چکی ہیں، دلوں پر حکومت کے آثار قطعاً باقی نہیں ہے، اعتماد کا اکثر حصہ کا لودم ہو چکا ہے، عزت کے دل بگڑ چکے ہیں، اور اگر نظام سلطنت باقی رہتا تو کبھی جبر و تعدی کے زور پر دھنخ کھو کھلی ہو چکی ہے، اور کوئی انسانی تجویز آج اسکو مضبوط نہیں کر سکتی۔

۱۸ اس آیت شریفہ میں نکسر المزاج اور فروتن انسانوں کو عباد الرحمن کا خطاب دیا گیا ہے، گویا ایسا اخلاق پیدا کرنا صحیح معنوں میں عبادت ہے۔ جو شخص پس قطع کا ہو، ہر ایک سے نہایت خائف سے پیش آئے، عجب غور کا اس میں نام لکھا ہو، اور بڑے سے بڑا دنیاوی مرتبہ رکھنے کے باوجود خوش خلقی سے پیش آئے وہ فی حقیقت خدا کی ذاتی سے مرعوب ہے۔ اپنے آپ کو اس کے بالمقابل پہنچ جھتا ہے، سب انسانوں کو برابر برتتا ہے اور اسی لیے صحیح معنوں میں اسکا بندہ (عبد) ہے۔ علیٰ ذلک اس قابل اور کم علم آدمی سے بحث نہ کرنا اور حکمت علی سے اسکو ٹال دینا بھی چھاوت میں داخل کیا گیا ہے گویا باوجود پس تمام انکسار طبیعت کے لغو اور لاپرواہیوں کی صحبت سے حتی الوسع اعراض کرنا بھی ملازمہ مست خدایں شامل ہر سو قسم میں صاحب ایمان لوگوں کی تعلیف میں ہے:

وَإِذْ أَسْمِعُوا الْقَوْمَ عَصْفُوا عَثَرَتْهُ وَكَالُوا النَّاسِ الْكُفْرَ أَعْمَالَهُمْ ذُكِّرُوا وَلَمْ يَنْتَفِعُوا بِالْحَقِّ لَئِنْ رَأَوْهُمْ لَيَكُونُنَّ عَنْ يَمِينِهِمْ (۲۸: ۵۵)

اُن کے قدموں پر بچھا دیتے تھے، مگر اُن کے انکسار طبع، اُنکی لعینت دل، اُنکی ملائمت سلوک، اُن کی نیچی نظروں میں فرق نہ آتا تھا! فرمانروائی کی منگیں، اور جہان بینی کے ولولے اُن کے دلوں میں جڑ گئے تھے مگر طبائع میں وہی سادہ پن اور خاکساری، وہی اطاعت کیشی اور اللہ کا شغف، وہی شکر انجام قوم اور ناموس اسلام کا پاس گھر کر گیا تھا۔ اُنکی زندگیاں فطرت کے عتدال کی صحیح تصویریں، اور اُنکے دل خشیتِ خدا کے مستقل نشیمن بن گئے تھے: قُلْ مَّا رَدِّقُ بِالْإِنْسِطِطِند (۲۹:۴) اُن کا ہر عمل اور ہر شغل ریت

(بقیہ بحث صفحہ ۲۰۰) اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کسی نوبت کو سنتے ہیں تو اس سے حتی الوسع کنارہ کش ہو جاتے ہیں، اور ایسے لوگوں سے کہہ دیتے ہیں کہ ہماری جو ہر کوسہ ہیں اسکا نتیجہ ہم کو دلیکا اور جو تم کو رُسہ ہو تمہارے ساتھ ہے۔ آپ مہرانی فرمائیں اور ہم کو اس بحث میں شامل نہ سمجھیں، خدا کی سلامتی تم پر لیکن ہم ان لوگوں کی تلاش میں نہیں جو علم نہیں رکھتے اور بے علم نکلیں دوزخ تہ ہیں۔

یہاں پر قریب قریب اسی مضمون ہے جو زیر بحث آیت (۶۳:۲۵) میں ہے۔ بلکہ قائلو! اور سئلہ اور الجا ہیڈین کے الفاظ بھی مشترک ہیں اگرچہ سبوح اللہ کا مضمون آیت (۶۳:۲۵) میں بالصرحت بیان نہیں کیا گیا بلکہ آگے چلکر اسی سورہ میں عباد اللہ تعالیٰ کی تعریف کے تسلسل میں بیان کیا گیا ہے: وَالَّذِينَ لَا يَشْتَعُونَ الزُّدَّ وَلَا ذَا مَرَدٍّ وَلَا ذَا لَلْفَرِّ مَرَدٍّ وَلَا ذَا لَلْفَرِّ مَرَدٍّ وَلَا ذَا لَلْفَرِّ مَرَدٍّ (۶۳:۲۵) یعنی خدا کے بندے وہ ہیں جو جونی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی بیوقوف مشافوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو بے نیاز ہو کر گذر جاتے ہیں۔ اس کرا کو پیش نظر رکھ کر خود اذ آخاطہم الجملون قائلو اسئلہما (۶۳:۲۵) اور وَلَا ذَا مَرَدٍّ وَلَا ذَا لَلْفَرِّ مَرَدٍّ وَلَا ذَا لَلْفَرِّ مَرَدٍّ (۶۳:۲۵) کے دو تہرپ المعانی مضامین میں ایک ہی بیان کے سیاق میں واقع ہوتی ہے، مجھے خیال پیدا ہوا ہے کہ اول الذکر آیت میں جملہ کون سے مراد علم اور جملہ لوگ نہیں بلکہ ناواقف اور نا آشنا لوگ مقصود ہیں جیسا کہ سورہ بقرہ میں سخن نزولہ فقر کے لئے کیا گیا ہے: يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنَىٰ عَنْهُمُ التَّعَفُّفُ تَعَفُّفَهُمْ يَسْئَلُهُمُ لَوْلَا يَسْتَعْلُونَ النَّاسَ (النَّاسُ) (۲:۲۵) یعنی یہ فقرا وہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے اور اپنے مال و جان کو نمانے والے مست الست لوگ ہیں کہ ناواقف ان کی ظاہر سے بے نیازی اور خود داری کو دیکھ کر ان کو غنی سمجھتا ہے، اُنکے چہرے اسقدر بارونق اور پیشانیوں اسقدر کشادہ کشادہ ہیں کہ تم ان کی صیرت سے اُنکو صاف پہچان لو گئے، وہ بھک منگوں کی طرح لوگوں سے پٹ کر سوال نہیں کرتے۔ علی ہذا القیاس خاطہم سے مراد بھی مخاطب ہونا یعنی بالمقابل آجانا ہے نہ بحث و مباحثہ کرنا۔ اگر اس اوّل کو تسلیم کر لیا جائے تو آیت (۶۳:۲۵) کے معانی نہایت مربوط و صاف ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

اور اللہ کے خاص بندے تو وہ ہیں جو اس زمین پر نہایت اور انکسار کے ساتھ چلیں، اور اُنکی اخوت کا حق

اس قدر تیر ہے کہ جب ناواقف اور نا آشنا آدمی بھی سرباراران سے دوچار ہو جاتے ہیں (خاطہم الجملون)

تو انہیں سلام کرنے میں سبقت کرتے ہیں۔

یہ تشریح اسقدر سخن اور نتیجہ خیز ہے کہ میں اسکو عالم اسلام کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ یہ ناواقف اور نا آشنا شخص کو سلام کرنے میں پہل کرنا عالی ہمتی اور جرح مہلا کا وہ انتہائی درجہ ہے جسکو مسلمان کسی مانے میں سیکہ کر تمام عالم کے بادشاہ بن گئے تھے، اسی کے باعث ایک نیا نئے قدیموں پر شمار گئی تھی، یہی وہ عالم آرا اخوت تھی جسے دشمن کو کپکپا دیا تھا۔ رسول خدا خود اسی خلق عظیم کے موجود تھے۔ راہ چلتے لوگوں کو سلام کرتے۔ اور ہمیشہ پہلے سلام کرنے میں بازی لیا کرتے تھے چنانچہ صحیح بخاری کتاب الایمان میں ہے کہ ایک دفعہ فرمایا: بہترین اسلام یہ ہے کہ فقرا کو کھانا کھلاؤ (یعنی اُن فقرا کو کھانہ کی تعریف) (۲۴:۱۲) میں گذری اور سچ جان پہچان ہو یا نہ ہو اسکو سلام کرو۔ یہی اسوہ حسنہ فاروق اعظم کا تھا۔ اسلام کا یہ جابر الیومنین اور احزاب اکابر اور انعم سلاطین مدینہ کی گلیوں میں شکستہ کھڑے پڑا تھا جسکو چاروں طرف اُفتاد و ناواقف سب کو سلام سلام کرتا گذر جاتا تھا۔ اور اگر کسی مسلمان باوقار عالم بھی چند بھوکے پیٹے پر فیض عمل غبار کر رہا ہو تو اب بھی اُنکی سب گزری پر نہایت ہی مگر! اہل خوت کا وہ پرانا احساس باقی نہیں رہا۔ اور نئے نئے حکمرانوں کی ہذا خلق اور کافر قوموں میں چلا گیا ہے!

لم نزل کے وجود کی صریح شہادت، اور اسلام کے دین اللہ ہونے کا زندہ ثبوت تھا۔ توحید کی یہ روح عمل
لاریب اُس مصدقہ حقیقت، اُس سید البشر، اُس نبی اسلام (علیہ التحیۃ والسلام) کی حیرت انگیز تعلیم اور
مقابلہ لعل و صبحت کا نتیجہ تھی جس نے غارِ صرا کی انہمن آراخوتوں سے ٹکڑے، ریگ زار عرب کے ان باد یہ پیم
بدوؤں کے سامنے خدائے ہیثال کی ذات اس قدر مشخص کر دی تھی!

سر خدا کہ عابد و زاہد بکس گفت

در حیرتم کہ در و کشاں از کجا شنید

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ
الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ (۱۳۵:۴)

اے ایمان والو! علی الاطلاق خدا کے وجود کی گواہی دیتے ہوئے اعتدال اور میانہ روی پر قائم رہو!
خواہ یہ اعتدال تمہیں اپنے پر یا والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ کرنا ہو!
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ
عَلَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا الْعَدْلَ ۚ هُوَ أَقْرَبُ لِلْقَوِّمِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (۸:۱۵)
اے ایمان والو! انصاف کے شاہد بنکر خدا کی حمایت میں حکم کر رہے ہو جاؤ اور کسی قوم کی عداوت بھی
تم کو بے انصافی کے ارتکاب کی باعث نہ ہو۔ نہیں! بہر حال انصاف کرو! یہی تقویٰ ہے، اور خوفِ خدا
قریب تر ہے۔ اور اللہ سے ہر دم ڈرتے رہو، وہ جو کچھ تم کر رہے ہو اچھی طرح جانتا ہے۔

۴۴۴ ہاں ہر معاملے میں قسط و اعتدال پر قائم رہنے، اور عدل کو بہر حال اور بلا امتیاز حد سے رہنمائے حیات بنانے کو اتفاقاً خدا پر محمول کیا گیا ہو گیا
وہی شخص خدا کے وجود کا صحیح معنوں میں شاہد ہے وہی اسکا نوکر اور اُس سے بیگانہ شاہد جو شر سے بڑی آزمائش اور ذاتی مفاد کے موقع پر بھی نا انصافی نہیں کرتا،
بلکہ ہر آن اسکو حاضر و ناظر یقین کر کے اُس کے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔

آہ! صدر اسلام کا عالم انگیز زمانہ تو درکنار نزولِ قرآن کے کامل سات سو برس بعد تک بھی مسلمانوں نے فخرِ رسالت کے ابنِ سماں سے لائے ہوئے
پیغامِ رحیم کو اس قدر ضروری سمجھا ہوا تھا کہ محمد شاہ تغلق بادشاہ ہند کی انصاف پسندی کا ذکر کرتے ہوئے مشہور مسافر ابن بطوطہ (متوفی ۷۱۳ھ/۱۳۱۲ء)
اپنا چشم دید واقعہ (۱۳۱۲ء) بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ کسی سپہ سالار کے نے دعویٰ کیا کہ بادشاہ نے بلا سبب سکوا راہی، قاضی نے حکم دیا کہ بادشاہ یا اس کے
کو بیٹھ کر سے، ورنہ قصاص ہے۔ ابن بطوطہ ذکر کرتا ہے کہ شاہ تغلق نے اس کے لڑکے کو دربار میں بلایا اور لکڑی اس کے ہاتھ میں لے کر کہا کہ اپنا عوض لیئے۔ پہلے سپہ سالار نے قسم
دلا کہ اگر جیسا میں نے تجھ کو مارا ہے تو بھی مار۔ اس کے نے ہاتھ میں لکڑی لیکر اکیس سید بادشاہ کے لگائے۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ اسکی کلا بھی سر سے گرتی!!

ہاں! لیکن جہاں اُس نے میں حکم خدا کی تعمیل یہ تھی، جہاں خوفِ خدا اس اوج کمال تک پہنچ چکا تھا وہاں بادشاہ خدا سے انعام بھی یہ تھا کہ مسلمان
عالم کے دنیا کے طول عرض کے بادشاہ بن گئے تھے، دنیا ان کے رعب و وقار کے آگے لرزہ پرانہ راکر تھی۔ آج جبکہ قرآن کو جو دم چوم کر بلا سے طاق کرنا
اسلام کا حاصل بن چکا ہے تو خدا بھی کان سے کپڑے کھڑکوں سے نکال رہا ہے۔ خَافَتِ رُؤُوسُ الْاَوَّلٰی اَلْاَوَّلٰی۔

حکمت عبادات

لَا تَجْعَلُ مَعَكُمْ حُكْمًا فَتُخْلَفُوا وَلَا تَعْتَمِدُوا عَلَى الْبَشَرِ

ہر امت کے لئے ہم ہی لے ایک نشانِ ہدایت مقرر کیا ہے جس کو وہ مشعل بنائے تھے ہیں تو چاہئے کہ لوگ قانون کے لئے جس قسم سے تعلق رکھیں

اس روحانیت، اور علوِ اخلاق میں وہ آسمانی طاقت، اور زبردست تبلیغی اثر نہاں تھا جو اسلام کی تقویت اور اشاعت کا بہترین سامان تھا۔ بڑے بڑے دشمنانِ دین اور جبابروہ کفرمونیوں کے ان اعمال کو دیکھ کر جو خدا کے از خود قائل ہو جاتے، اور دینِ الہی کے بہترین معاون اور مددگار بنتے، اسلام کا زورِ اثر قرونِ اولیٰ کے ابتدائی ایام میں، ایک بہت بڑی حد تک اسی خاموش طریقِ عمل، شہادتِ خدا، اور تقویٰ پر تھا۔ مومنوں کا صلاحِ عمل، انکی ربانیت، ان کا سچا زہد و توہرے خود بخود دلوں میں گھر کر جاتا اور وہ آپ نمونہٗ اخلاق بن کر عوام کے لئے ایک مستقل اور غیر متزلزل ہدایت کا باعث بنتے۔ خود رسول کریمؐ کی پاکیزہ زندگی کا مقصود بالذات خلقِ خدا کے سامنے انسانی حیات کی ایک لائق رشک اور قابلِ تقلید مثال قائم کرنا تھا۔ قرآن حکیم کی اصلی غرض و غایت فی الحقیقت نبیِ نوع انسان کی درستی اخلاق اور صلاحِ اعمال ہی تھی: **إِنْ أَرَادْنَا إِلَّا أَتَاكُمْ مَا أَنْتُمْ تَكْفُرُونَ وَمَا تَنْفَعُ فِئْتٌ إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَالْيَلِيُّ الْيَوْمَ ۝ ۱۸۸** اسلام اور سب باتوں سے قطع نظر امر بالمعروف کا سراپا مجسمہ، اور نبی عنہ کے مکمل ضابطہ ہی تھا اگر اور سب مذاہب کی غیر مانس، انکی حیثیت خالصہ و اعیانہ تھی، انکی نسبت بزرگ ترقی، وہ ختم رسالت کی تمامیت اور پیامِ اخیر کی قطعیت کا حکم رکھتا تھا۔ اس میں پیغامِ خدا کی انانیت، اور انتخابِ بالعرش کی رعوت تھی: **إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ اللَّهِ الْأَسْلَافُ قَدْ قُتِلُوا ۝ ۱۸۹** ہمیں تقویتِ نفس کا ہیجان اور اجماعِ خالق کا

سلاہ پر مشتمل علیہ السلام نے اہل دین سے کہا کہ میری حق الامکان تمہارے اعمالِ اخلاق میں صلاح ہی پیدا کرنا چاہتا ہوں، کچھ تم سے اجرت و رزق نہیں مانگا (۱۸۸) قرآن کریم، میرا اس ارادے میں کل مہارتِ خدا کی اختیار میں ہے۔ اسی پر توکل کر کے میں نے اپنا کام شروع کیا جو، اور نتائج کے لئے میں میرا رعب بھی انکی طرف سے۔ سلاہ غزلے زمینِ آسمان کی نگاہوں میں اسلام ہی پسندیدہ ترین مذہب ہے، ایک سرسری ترجمہ جو ہم نے کر دیا ہے اور عوام کے ذہنوں میں لگے ہوئے اگرچہ صحیح مفہوم ہے: **أَلَا يَتَذَكَّرُ أُولَٰئِكَ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ كِتَابٌ كَرِيمٌ** (یعنی خدا کو علمِ احکام کا کتبِ کرم کر لینا) ہی وہ طریقِ عمل (دین) ہے جو خدا نے زمینِ آسمان کی نظر میں پسندیدہ تر ہے۔ جیسا کہ ہم نے صفحہ ۱۹۱ میں واضح کر دیا ہے۔

اضطرار تھا! دعوتِ جہان اُسکا مایہ جھیسرا، اور کل کائنات اسکی مشارالیه تھی:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا إِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ مَا مَنَعُ الْاِنْسَانَ اذْذَرَّ رَسُوْلَهٗ الشَّيْءَ الْاَلْوَحٰی الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهٖ وَاتَّبَعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (۱۵۸:۴)

اے محمد! تمام عالم کے لوگوں سے کہہ دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس خدا کے عظیم کافاصد ہوں جسکی سلطنت تمام آسمانوں و زمین پر مادی ہے۔ اُسکے سوا کوئی شے لائقِ عبادت نہیں۔ ہر مذکر و کردیتا ہے، ہر ماری مارتا ہے۔ تو آؤ! اُس پاک ذات کے اپنا مالک یقین کرو اور اُسکے پیچھے ہوتے آئی جی کو جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے، اور اُسکے احکام بجالاتا ہے، اپنا رہنما تسلیم کرو۔ اور اسی کی پیروی کرو تاکہ تم راہِ راست پر آ جاؤ، اگر کیا ایک آفاکومان کر سبب متحد ہو جاؤ، دیکھو ہدایت کا مضمون تحت المثل صفحہ ۱۹۲)

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَاٰتِلًا مِّنْ بَيْنِناۤ اِلَیْهِمْ بَشِيْرًا وَّاٰذِنًا وَلَٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۲۸:۳۴)

اے محمد! ہم نے تو تم کو تمام دنیا کے لوگوں کی طرف قاصد بنا کر بھیجا، تاکہ تم ہر اسے قانون پر چلنے والوں کو اجتماعی بہبودی کی خوش آئند خبر، اور ہر اسے منکروں کو دائمی عذاب کا پیغام پہنچاؤ، لیکن اکثر لوگ ابھی تک اس واقعے سے مطلع نہیں ہوئے کہ تمہارا پیغام تمام عالم کے نام

ہر متنفذ قوم، اور مجتمع انسانی کے پیش پیش رہنا اسکی حیات کی علامت تھی! اسکے صلوات عام میں سیما کی جاذبی ترپ، اور قبلہ نما کا مقناطیسی اضطراب تھا! حصول قوت اُسکا نشان سیما، اور غلبہ عام اُس کا طرہ امتیاز تھا! وہ عامۃ الناس کو اپنی حقیقت اور سادگی تعلیم سے، اپنے روز افزوں اثر اور جماعتی اقتدا سے، اپنی انقلاب انگیز تجویز اور بے مثال ہدایت سے، مومن کے زورِ جنسلاق اور روحِ عمل سے خدائے احد کی علی عبادت اور غلامی کی طرف کھینچ کر جامعیت اور وحدت پیدا کرنا چاہتا تھا، اسی حیثیت کی بنا پر اُسکے اوامر و نواہی کا ہر شعبہ عمل جلب اقتدار، توسیع اثر، اخوت اور مساوات کا بطور خود متواتر جہاد تھا۔ جنسلاق کی درستی میں بلاشبہ ایک سطحی نقطہ نظر سے، تنفس کی ذاتی ہدایت، یا انفرادی نجات ہی پیش نظر تھی، صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے نفس راوی افعال بظاہر ایک مسلمان کے اپنے خدا سے تعلق قائم کرنے کے انفرادی ذرائع ہی تھے، صوم کا فریضہ بادی النظر میں، کسی ایمان دار کا شخصی اثبات یا اُسکے نفس امارہ کا شخصی اجتہاد ہی تھا، طواف بیت اُحرام بھی ظاہر مسلمانوں کے درمیان خدا سے اظہار ارادت کا ایک مرسوم شیوہ ہی تھا، قرآن حکیم کے اور اوافر نواہی بھی سطحی نظر میں تدبیر اور نیکو کاری کی یہی نفس راوی شان لئے ہوئے تھے،

مگر سر نوشت اُمت کے اس خوشنویس اجل نے، ان تمام احکام کی تہ میں، غالباً سلام کی وہ
 نستعلیق حکمت عملی ملحوظ نظر رکھی تھی جو صد برس تک مسلمانوں کو اور امتوں کے بالمقابل، مابہ الامتیاً
 مقام دیتی رہی، ان احکام کی اجتماعیت، ان کی مرکزیت، ان کی پابندی وقت اور یک رنگی میں فطرت
 کی صلاحیتیں اتحاد کی تکرار، انسان کی نوعی وحدت کا اظہار، ضبط نفس کی تعلیم، مساوات کا حوصلہ افزا
 اثر، اور عصبیت کی روح تھی، ان کے استمرار و تعلق میں، اُن کے تعود اور تسلسل میں حکومتِ خدا کا
 متواتر سماں اور اتقانے قلوب کا پیہم ضبط باندھ دیا تھا، وہ تقویت اسلام کے بہترین
 اوزار، اور تکثیر جماعت کے زبردست محرک تھے، وہ تہذیب نفس اور اصلاح اعمال کے بہترین کفیل تھے۔ اس

اضلوة

کے پنجوقتہ قیام میں باہمی محبت کی لہریں تھیں! ہمیں خدا کی خدائی کا مشترک ہزار، اور اللہ کی غلامی
 کا مشترک اعلان تھا! اس میں ہر ل کی دو سکرول سے سچی رسم و راہ تھی! ہمیں خوف خدا کی مشترک
 لرزشیں، اور نیاز مندی کی مشترک خلشیں تھیں! ^{۱۱۰} ^{۱۱۱} ^{۱۱۲} ^{۱۱۳} ^{۱۱۴} ^{۱۱۵} ^{۱۱۶} ^{۱۱۷} ^{۱۱۸} ^{۱۱۹} ^{۱۲۰} ^{۱۲۱} ^{۱۲۲} ^{۱۲۳} ^{۱۲۴} ^{۱۲۵} ^{۱۲۶} ^{۱۲۷} ^{۱۲۸} ^{۱۲۹} ^{۱۳۰} ^{۱۳۱} ^{۱۳۲} ^{۱۳۳} ^{۱۳۴} ^{۱۳۵} ^{۱۳۶} ^{۱۳۷} ^{۱۳۸} ^{۱۳۹} ^{۱۴۰} ^{۱۴۱} ^{۱۴۲} ^{۱۴۳} ^{۱۴۴} ^{۱۴۵} ^{۱۴۶} ^{۱۴۷} ^{۱۴۸} ^{۱۴۹} ^{۱۵۰} ^{۱۵۱} ^{۱۵۲} ^{۱۵۳} ^{۱۵۴} ^{۱۵۵} ^{۱۵۶} ^{۱۵۷} ^{۱۵۸} ^{۱۵۹} ^{۱۶۰} ^{۱۶۱} ^{۱۶۲} ^{۱۶۳} ^{۱۶۴} ^{۱۶۵} ^{۱۶۶} ^{۱۶۷} ^{۱۶۸} ^{۱۶۹} ^{۱۷۰} ^{۱۷۱} ^{۱۷۲} ^{۱۷۳} ^{۱۷۴} ^{۱۷۵} ^{۱۷۶} ^{۱۷۷} ^{۱۷۸} ^{۱۷۹} ^{۱۸۰} ^{۱۸۱} ^{۱۸۲} ^{۱۸۳} ^{۱۸۴} ^{۱۸۵} ^{۱۸۶} ^{۱۸۷} ^{۱۸۸} ^{۱۸۹} ^{۱۹۰} ^{۱۹۱} ^{۱۹۲} ^{۱۹۳} ^{۱۹۴} ^{۱۹۵} ^{۱۹۶} ^{۱۹۷} ^{۱۹۸} ^{۱۹۹} ^{۲۰۰} ^{۲۰۱} ^{۲۰۲} ^{۲۰۳} ^{۲۰۴} ^{۲۰۵} ^{۲۰۶} ^{۲۰۷} ^{۲۰۸} ^{۲۰۹} ^{۲۱۰} ^{۲۱۱} ^{۲۱۲} ^{۲۱۳} ^{۲۱۴} ^{۲۱۵} ^{۲۱۶} ^{۲۱۷} ^{۲۱۸} ^{۲۱۹} ^{۲۲۰} ^{۲۲۱} ^{۲۲۲} ^{۲۲۳} ^{۲۲۴} ^{۲۲۵} ^{۲۲۶} ^{۲۲۷} ^{۲۲۸} ^{۲۲۹} ^{۲۳۰} ^{۲۳۱} ^{۲۳۲} ^{۲۳۳} ^{۲۳۴} ^{۲۳۵} ^{۲۳۶} ^{۲۳۷} ^{۲۳۸} ^{۲۳۹} ^{۲۴۰} ^{۲۴۱} ^{۲۴۲} ^{۲۴۳} ^{۲۴۴} ^{۲۴۵} ^{۲۴۶} ^{۲۴۷} ^{۲۴۸} ^{۲۴۹} ^{۲۵۰} ^{۲۵۱} ^{۲۵۲} ^{۲۵۳} ^{۲۵۴} ^{۲۵۵} ^{۲۵۶} ^{۲۵۷} ^{۲۵۸} ^{۲۵۹} ^{۲۶۰} ^{۲۶۱} ^{۲۶۲} ^{۲۶۳} ^{۲۶۴} ^{۲۶۵} ^{۲۶۶} ^{۲۶۷} ^{۲۶۸} ^{۲۶۹} ^{۲۷۰} ^{۲۷۱} ^{۲۷۲} ^{۲۷۳} ^{۲۷۴} ^{۲۷۵} ^{۲۷۶} ^{۲۷۷} ^{۲۷۸} ^{۲۷۹} ^{۲۸۰} ^{۲۸۱} ^{۲۸۲} ^{۲۸۳} ^{۲۸۴} ^{۲۸۵} ^{۲۸۶} ^{۲۸۷} ^{۲۸۸} ^{۲۸۹} ^{۲۹۰} ^{۲۹۱} ^{۲۹۲} ^{۲۹۳} ^{۲۹۴} ^{۲۹۵} ^{۲۹۶} ^{۲۹۷} ^{۲۹۸} ^{۲۹۹} ^{۳۰۰} ^{۳۰۱} ^{۳۰۲} ^{۳۰۳} ^{۳۰۴} ^{۳۰۵} ^{۳۰۶} ^{۳۰۷} ^{۳۰۸} ^{۳۰۹} ^{۳۱۰} ^{۳۱۱} ^{۳۱۲} ^{۳۱۳} ^{۳۱۴} ^{۳۱۵} ^{۳۱۶} ^{۳۱۷} ^{۳۱۸} ^{۳۱۹} ^{۳۲۰} ^{۳۲۱} ^{۳۲۲} ^{۳۲۳} ^{۳۲۴} ^{۳۲۵} ^{۳۲۶} ^{۳۲۷} ^{۳۲۸} ^{۳۲۹} ^{۳۳۰} ^{۳۳۱} ^{۳۳۲} ^{۳۳۳} ^{۳۳۴} ^{۳۳۵} ^{۳۳۶} ^{۳۳۷} ^{۳۳۸} ^{۳۳۹} ^{۳۴۰} ^{۳۴۱} ^{۳۴۲} ^{۳۴۳} ^{۳۴۴} ^{۳۴۵} ^{۳۴۶} ^{۳۴۷} ^{۳۴۸} ^{۳۴۹} ^{۳۵۰} ^{۳۵۱} ^{۳۵۲} ^{۳۵۳} ^{۳۵۴} ^{۳۵۵} ^{۳۵۶} ^{۳۵۷} ^{۳۵۸} ^{۳۵۹} ^{۳۶۰} ^{۳۶۱} ^{۳۶۲} ^{۳۶۳} ^{۳۶۴} ^{۳۶۵} ^{۳۶۶} ^{۳۶۷} ^{۳۶۸} ^{۳۶۹} ^{۳۷۰} ^{۳۷۱} ^{۳۷۲} ^{۳۷۳} ^{۳۷۴} ^{۳۷۵} ^{۳۷۶} ^{۳۷۷} ^{۳۷۸} ^{۳۷۹} ^{۳۸۰} ^{۳۸۱} ^{۳۸۲} ^{۳۸۳} ^{۳۸۴} ^{۳۸۵} ^{۳۸۶} ^{۳۸۷} ^{۳۸۸} ^{۳۸۹} ^{۳۹۰} ^{۳۹۱} ^{۳۹۲} ^{۳۹۳} ^{۳۹۴} ^{۳۹۵} ^{۳۹۶} ^{۳۹۷} ^{۳۹۸} ^{۳۹۹} ^{۴۰۰} ^{۴۰۱} ^{۴۰۲} ^{۴۰۳} ^{۴۰۴} ^{۴۰۵} ^{۴۰۶} ^{۴۰۷} ^{۴۰۸} ^{۴۰۹} ^{۴۱۰} ^{۴۱۱} ^{۴۱۲} ^{۴۱۳} ^{۴۱۴} ^{۴۱۵} ^{۴۱۶} ^{۴۱۷} ^{۴۱۸} ^{۴۱۹} ^{۴۲۰} ^{۴۲۱} ^{۴۲۲} ^{۴۲۳} ^{۴۲۴} ^{۴۲۵} ^{۴۲۶} ^{۴۲۷} ^{۴۲۸} ^{۴۲۹} ^{۴۳۰} ^{۴۳۱} ^{۴۳۲} ^{۴۳۳} ^{۴۳۴} ^{۴۳۵} ^{۴۳۶} ^{۴۳۷} ^{۴۳۸} ^{۴۳۹} ^{۴۴۰} ^{۴۴۱} ^{۴۴۲} ^{۴۴۳} ^{۴۴۴} ^{۴۴۵} ^{۴۴۶} ^{۴۴۷} ^{۴۴۸} ^{۴۴۹} ^{۴۵۰} ^{۴۵۱} ^{۴۵۲} ^{۴۵۳} ^{۴۵۴} ^{۴۵۵} ^{۴۵۶} ^{۴۵۷} ^{۴۵۸} ^{۴۵۹} ^{۴۶۰} ^{۴۶۱} ^{۴۶۲} ^{۴۶۳} ^{۴۶۴} ^{۴۶۵} ^{۴۶۶} ^{۴۶۷} ^{۴۶۸} ^{۴۶۹} ^{۴۷۰} ^{۴۷۱} ^{۴۷۲} ^{۴۷۳} ^{۴۷۴} ^{۴۷۵} ^{۴۷۶} ^{۴۷۷} ^{۴۷۸} ^{۴۷۹} ^{۴۸۰} ^{۴۸۱} ^{۴۸۲} ^{۴۸۳} ^{۴۸۴} ^{۴۸۵} ^{۴۸۶} ^{۴۸۷} ^{۴۸۸} ^{۴۸۹} ^{۴۹۰} ^{۴۹۱} ^{۴۹۲} ^{۴۹۳} ^{۴۹۴} ^{۴۹۵} ^{۴۹۶} ^{۴۹۷} ^{۴۹۸} ^{۴۹۹} ^{۵۰۰} ^{۵۰۱} ^{۵۰۲} ^{۵۰۳} ^{۵۰۴} ^{۵۰۵} ^{۵۰۶} ^{۵۰۷} ^{۵۰۸} ^{۵۰۹} ^{۵۱۰} ^{۵۱۱} ^{۵۱۲} ^{۵۱۳} ^{۵۱۴} ^{۵۱۵} ^{۵۱۶} ^{۵۱۷} ^{۵۱۸} ^{۵۱۹} ^{۵۲۰} ^{۵۲۱} ^{۵۲۲} ^{۵۲۳} ^{۵۲۴} ^{۵۲۵} ^{۵۲۶} ^{۵۲۷} ^{۵۲۸} ^{۵۲۹} ^{۵۳۰} ^{۵۳۱} ^{۵۳۲} ^{۵۳۳} ^{۵۳۴} ^{۵۳۵} ^{۵۳۶} ^{۵۳۷} ^{۵۳۸} ^{۵۳۹} ^{۵۴۰} ^{۵۴۱} ^{۵۴۲} ^{۵۴۳} ^{۵۴۴} ^{۵۴۵} ^{۵۴۶} ^{۵۴۷} ^{۵۴۸} ^{۵۴۹} ^{۵۵۰} ^{۵۵۱} ^{۵۵۲} ^{۵۵۳} ^{۵۵۴} ^{۵۵۵} ^{۵۵۶} ^{۵۵۷} ^{۵۵۸} ^{۵۵۹} ^{۵۶۰} ^{۵۶۱} ^{۵۶۲} ^{۵۶۳} ^{۵۶۴} ^{۵۶۵} ^{۵۶۶} ^{۵۶۷} ^{۵۶۸} ^{۵۶۹} ^{۵۷۰} ^{۵۷۱} ^{۵۷۲} ^{۵۷۳} ^{۵۷۴} ^{۵۷۵} ^{۵۷۶} ^{۵۷۷} ^{۵۷۸} ^{۵۷۹} ^{۵۸۰} ^{۵۸۱} ^{۵۸۲} ^{۵۸۳} ^{۵۸۴} ^{۵۸۵} ^{۵۸۶} ^{۵۸۷} ^{۵۸۸} ^{۵۸۹} ^{۵۹۰} ^{۵۹۱} ^{۵۹۲} ^{۵۹۳} ^{۵۹۴} ^{۵۹۵} ^{۵۹۶} ^{۵۹۷} ^{۵۹۸} ^{۵۹۹} ^{۶۰۰} ^{۶۰۱} ^{۶۰۲} ^{۶۰۳} ^{۶۰۴} ^{۶۰۵} ^{۶۰۶} ^{۶۰۷} ^{۶۰۸} ^{۶۰۹} ^{۶۱۰} ^{۶۱۱} ^{۶۱۲} ^{۶۱۳} ^{۶۱۴} ^{۶۱۵} ^{۶۱۶} ^{۶۱۷} ^{۶۱۸} ^{۶۱۹} ^{۶۲۰} ^{۶۲۱} ^{۶۲۲} ^{۶۲۳} ^{۶۲۴} ^{۶۲۵} ^{۶۲۶} ^{۶۲۷} ^{۶۲۸} ^{۶۲۹} ^{۶۳۰} ^{۶۳۱} ^{۶۳۲} ^{۶۳۳} ^{۶۳۴} ^{۶۳۵} ^{۶۳۶} ^{۶۳۷} ^{۶۳۸} ^{۶۳۹} ^{۶۴۰} ^{۶۴۱} ^{۶۴۲} ^{۶۴۳} ^{۶۴۴} ^{۶۴۵} ^{۶۴۶} ^{۶۴۷} ^{۶۴۸} ^{۶۴۹} ^{۶۵۰} ^{۶۵۱} ^{۶۵۲} ^{۶۵۳} ^{۶۵۴} ^{۶۵۵} ^{۶۵۶} ^{۶۵۷} ^{۶۵۸} ^{۶۵۹} ^{۶۶۰} ^{۶۶۱} ^{۶۶۲} ^{۶۶۳} ^{۶۶۴} ^{۶۶۵} ^{۶۶۶} ^{۶۶۷} ^{۶۶۸} ^{۶۶۹} ^{۶۷۰} ^{۶۷۱} ^{۶۷۲} ^{۶۷۳} ^{۶۷۴} ^{۶۷۵} ^{۶۷۶} ^{۶۷۷} ^{۶۷۸} ^{۶۷۹} ^{۶۸۰} ^{۶۸۱} ^{۶۸۲} ^{۶۸۳} ^{۶۸۴} ^{۶۸۵} ^{۶۸۶} ^{۶۸۷} ^{۶۸۸} ^{۶۸۹} ^{۶۹۰} ^{۶۹۱} ^{۶۹۲} ^{۶۹۳} ^{۶۹۴} ^{۶۹۵} ^{۶۹۶} ^{۶۹۷} ^{۶۹۸} ^{۶۹۹} ^{۷۰۰} ^{۷۰۱} ^{۷۰۲} ^{۷۰۳} ^{۷۰۴} ^{۷۰۵} ^{۷۰۶} ^{۷۰۷} ^{۷۰۸} ^{۷۰۹} ^{۷۱۰} ^{۷۱۱} ^{۷۱۲} ^{۷۱۳} ^{۷۱۴} ^{۷۱۵} ^{۷۱۶} ^{۷۱۷} ^{۷۱۸} ^{۷۱۹} ^{۷۲۰} ^{۷۲۱} ^{۷۲۲} ^{۷۲۳} ^{۷۲۴} ^{۷۲۵} ^{۷۲۶} ^{۷۲۷} ^{۷۲۸} ^{۷۲۹} ^{۷۳۰} ^{۷۳۱} ^{۷۳۲} ^{۷۳۳} ^{۷۳۴} ^{۷۳۵} ^{۷۳۶} ^{۷۳۷} ^{۷۳۸} ^{۷۳۹} ^{۷۴۰} ^{۷۴۱} ^{۷۴۲} ^{۷۴۳} ^{۷۴۴} ^{۷۴۵} ^{۷۴۶} ^{۷۴۷} ^{۷۴۸} ^{۷۴۹} ^{۷۵۰} ^{۷۵۱} ^{۷۵۲} ^{۷۵۳} ^{۷۵۴} ^{۷۵۵} ^{۷۵۶} ^{۷۵۷} ^{۷۵۸} ^{۷۵۹} ^{۷۶۰} ^{۷۶۱} ^{۷۶۲} ^{۷۶۳} ^{۷۶۴} ^{۷۶۵} ^{۷۶۶} ^{۷۶۷} ^{۷۶۸} ^{۷۶۹} ^{۷۷۰} ^{۷۷۱} ^{۷۷۲} ^{۷۷۳} ^{۷۷۴} ^{۷۷۵} ^{۷۷۶} ^{۷۷۷} ^{۷۷۸} ^{۷۷۹} ^{۷۸۰} ^{۷۸۱} ^{۷۸۲} ^{۷۸۳} ^{۷۸۴} ^{۷۸۵} ^{۷۸۶} ^{۷۸۷} ^{۷۸۸} ^{۷۸۹} ^{۷۹۰} ^{۷۹۱} ^{۷۹۲} ^{۷۹۳} ^{۷۹۴} ^{۷۹۵} ^{۷۹۶} ^{۷۹۷} ^{۷۹۸} ^{۷۹۹} ^{۸۰۰} ^{۸۰۱} ^{۸۰۲} ^{۸۰۳} ^{۸۰۴} ^{۸۰۵} ^{۸۰۶} ^{۸۰۷} ^{۸۰۸} ^{۸۰۹} ^{۸۱۰} ^{۸۱۱} ^{۸۱۲} ^{۸۱۳} ^{۸۱۴} ^{۸۱۵} ^{۸۱۶} ^{۸۱۷} ^{۸۱۸} ^{۸۱۹} ^{۸۲۰} ^{۸۲۱} ^{۸۲۲} ^{۸۲۳} ^{۸۲۴} ^{۸۲۵} ^{۸۲۶} ^{۸۲۷} ^{۸۲۸} ^{۸۲۹} ^{۸۳۰} ^{۸۳۱} ^{۸۳۲} ^{۸۳۳} ^{۸۳۴} ^{۸۳۵} ^{۸۳۶} ^{۸۳۷} ^{۸۳۸} ^{۸۳۹} ^{۸۴۰} ^{۸۴۱} ^{۸۴۲} ^{۸۴۳} ^{۸۴۴} ^{۸۴۵} ^{۸۴۶} ^{۸۴۷} ^{۸۴۸} ^{۸۴۹} ^{۸۵۰} ^{۸۵۱} ^{۸۵۲} ^{۸۵۳} ^{۸۵۴} ^{۸۵۵} ^{۸۵۶} ^{۸۵۷} ^{۸۵۸} ^{۸۵۹} ^{۸۶۰} ^{۸۶۱} ^{۸۶۲} ^{۸۶۳} ^{۸۶۴} ^{۸۶۵} ^{۸۶۶} ^{۸۶۷} ^{۸۶۸} ^{۸۶۹} ^{۸۷۰} ^{۸۷۱} ^{۸۷۲} ^{۸۷۳} ^{۸۷۴} ^{۸۷۵} ^{۸۷۶} ^{۸۷۷} ^{۸۷۸} ^{۸۷۹} ^{۸۸۰} ^{۸۸۱} ^{۸۸۲} ^{۸۸۳} ^{۸۸۴} ^{۸۸۵} ^{۸۸۶} ^{۸۸۷} ^{۸۸۸} ^{۸۸۹} ^{۸۹۰} ^{۸۹۱} ^{۸۹۲} ^{۸۹۳} ^{۸۹۴} ^{۸۹۵} ^{۸۹۶} ^{۸۹۷} ^{۸۹۸} ^{۸۹۹} ^{۹۰۰} ^{۹۰۱} ^{۹۰۲} ^{۹۰۳} ^{۹۰۴} ^{۹۰۵} ^{۹۰۶} ^{۹۰۷} ^{۹۰۸} ^{۹۰۹} ^{۹۱۰} ^{۹۱۱} ^{۹۱۲} ^{۹۱۳} ^{۹۱۴} ^{۹۱۵} ^{۹۱۶} ^{۹۱۷} ^{۹۱۸} ^{۹۱۹} ^{۹۲۰} ^{۹۲۱} ^{۹۲۲} ^{۹۲۳} ^{۹۲۴} ^{۹۲۵} ^{۹۲۶} ^{۹۲۷} ^{۹۲۸} ^{۹۲۹} ^{۹۳۰} ^{۹۳۱} ^{۹۳۲} ^{۹۳۳} ^{۹۳۴} ^{۹۳۵} ^{۹۳۶} ^{۹۳۷} ^{۹۳۸} ^{۹۳۹} ^{۹۴۰} ^{۹۴۱} ^{۹۴۲} ^{۹۴۳} ^{۹۴۴} ^{۹۴۵} ^{۹۴۶} ^{۹۴۷} ^{۹۴۸} ^{۹۴۹} ^{۹۵۰} ^{۹۵۱} ^{۹۵۲} ^{۹۵۳} ^{۹۵۴} ^{۹۵۵} ^{۹۵۶} ^{۹۵۷} ^{۹۵۸} ^{۹۵۹} ^{۹۶۰} ^{۹۶۱} ^{۹۶۲} ^{۹۶۳} ^{۹۶۴} ^{۹۶۵} ^{۹۶۶} ^{۹۶۷} ^{۹۶۸} ^{۹۶۹} ^{۹۷۰} ^{۹۷۱} ^{۹۷۲} ^{۹۷۳} ^{۹۷۴} ^{۹۷۵} ^{۹۷۶} ^{۹۷۷} ^{۹۷۸} ^{۹۷۹} ^{۹۸۰} ^{۹۸۱} ^{۹۸۲} ^{۹۸۳} ^{۹۸۴} ^{۹۸۵} ^{۹۸۶} ^{۹۸۷} ^{۹۸۸} ^{۹۸۹} ^{۹۹۰} ^{۹۹۱} ^{۹۹۲} ^{۹۹۳} ^{۹۹۴} ^{۹۹۵} ^{۹۹۶} ^{۹۹۷} ^{۹۹۸} ^{۹۹۹} ^{۱۰۰۰} ^{۱۰۰۱} ^{۱۰۰۲} ^{۱۰۰۳} ^{۱۰۰۴} ^{۱۰۰۵} ^{۱۰۰۶} ^{۱۰۰۷} ^{۱۰۰۸} ^{۱۰۰۹} ^{۱۰۱۰} ^{۱۰۱۱} ^{۱۰۱۲} ^{۱۰۱۳} ^{۱۰۱۴} ^{۱۰۱۵} ^{۱۰۱۶} ^{۱۰۱۷} ^{۱۰۱۸} ^{۱۰۱۹} ^{۱۰۲۰} ^{۱۰۲۱} ^{۱۰۲۲} ^{۱۰۲۳} ^{۱۰۲۴} ^{۱۰۲۵} ^{۱۰۲۶} ^{۱۰۲۷} ^{۱۰۲۸} ^{۱۰۲۹} ^{۱۰۳۰} ^{۱۰۳۱} ^{۱۰۳۲} ^{۱۰۳۳} ^{۱۰۳۴} ^{۱۰۳۵} ^{۱۰۳۶} ^{۱۰۳۷} ^{۱۰۳۸} ^{۱۰۳۹} ^{۱۰۴۰} ^{۱۰۴۱} ^{۱۰۴۲} ^{۱۰۴۳} ^{۱۰۴۴} ^{۱۰۴۵} ^{۱۰۴۶} ^{۱۰۴۷} ^{۱۰۴۸} ^{۱۰۴۹} ^{۱۰۵۰} ^{۱۰۵۱} ^{۱۰۵۲} ^{۱۰۵۳} ^{۱۰۵۴} ^{۱۰۵۵} ^{۱۰۵۶} ^{۱۰۵۷} ^{۱۰۵۸} ^{۱۰۵۹} ^{۱۰۶۰} ^{۱۰۶۱} ^{۱۰۶۲} ^{۱۰۶۳} ^{۱۰۶۴} ^{۱۰۶۵} ^{۱۰۶۶} ^{۱۰۶۷} ^{۱۰۶۸} ^{۱۰۶۹} ^{۱۰۷۰} ^{۱۰۷۱} ^{۱۰۷۲} ^{۱۰۷۳} ^{۱۰۷۴} ^{۱۰۷۵} ^{۱۰۷۶} ^{۱۰۷۷} ^{۱۰۷۸} ^{۱۰۷۹} ^{۱۰۸۰} ^{۱۰۸۱} ^{۱۰۸۲} ^{۱۰۸۳} ^{۱۰۸۴} ^۱

[illegible]

اَلْبَرُّ وَاللّٰهُ يَعْزِمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ (۲۵:۱۲۹) ۱۔ مقام خدا کا پرہیز اور زہار وہ احساس اُن کے اعمال کو میسر سازتا

تھا، دلوں میں حمیت دین کے جو ش زین تنور، اور ذہنوں میں غلبہ اسلام کے موج دریا تھے۔ پرتل و

لہ بیشک نماز بشرطیکہ ہمیں خدا کا سچا احساس ہو، اور سب کو الصلوٰۃ کہہ سکیں اور مہر نفس شے جو تمام غلاتی برائیاں (الفحشاء) اور قہامی
تفرقہ اور فحاش (المُنکَر) سے روکتی ہے۔ اور خدا کا پرہیز احساس تو نماز سے زیادہ موثر ہے۔ اور خدا جو کچھ بھی تم کرتے ہو موبہ جانتا ہے۔

(تبیہ صحت لہجہ صفحہ ۲۰۶) میں الفحشاء کا ذکر چند موقعوں پر آیا ہے۔ لیکن وہ موقعے معانی کی تمیز کے لیے کافی ہیں۔ سورہ بقرہ میں ہے،
يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَلَا تَقْرَبُوا حُدُودَهُ إِنَّهُ يَذْهَبُ رِجْلاً يَوْمَ تَأْتِي السُّحُبُ بِالسَّحَابِ يَوْمَ تَأْتِي السُّحُبُ بِالسَّحَابِ يَوْمَ تَأْتِي السُّحُبُ بِالسَّحَابِ
الفحشاء وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَالًا تَعْلَمُونَ ۝ (۱۶۹-۱۷۰)

اے لوگو! زمین میں جو چیزیں پاکیزہ صورت اور خوش تاثیر، تم صحت اور دفع شہوات (حلالا طیبہ) ہوں انکو کھا پا کر، انفس امارہ کا گمان کر شیطان
کے قدم قدم نہ چلو، کیونکہ وہ تمہارا گلاؤں میں ہے۔ اور بیشک یہی چیزوں کے کھانے کی ترغیب دے گا جس سے تمہاری شہوات نفسانی کا ہرجان ہوتا ہے شیطا
نعین تو لا محالہ تمہیں بدی اور بے حیائی (الشقاق و الفحشاء) کے کام کرنے کو بھیگا، اور ضرور اس بات پر آمادہ کرے گا کہ نفس پروری کے جو ش میں جوت
موٹ وہ احکام خدا کی طرف منسوب کر دے جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔ (ذکر: ۱۶۹:۱۷۰) کا مقابلہ ۱۷۱:۲۸۱ سے کرو جو اس غلطی کے اخیر میں ہے۔

حلال جسم اور حکمت سے یہاں بحث نہیں۔ یہ موضوع پانچویں جلد میں آئے گا۔ نہ یہاں پر شیطان کی حقیقت سے سروکار ہے لیکن الفحشاء سے مراد
یہاں نہ صرف بیحیائی، نفس پروری، اور شہوات نفسانی کو فروغ دینے والی باتیں ہیں۔ کیونکہ آگے چلکر آیہ (۱۷۱:۲۸۱) میں لحم خنزیرہ کہ جسم احم کر دیا ہے۔
جو بڑا بیچ شہوت تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی سورہ میں ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ فِي الدِّينِ وَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكُمْ وَتَكُونُوا مَنكُورِينَ
وَلَسْتُمْ بِأَعْيُنِ اللَّهِ إِلَّا كَالْظُلُمِ فِي ظُلُمٍ أَدْمَغْتُمْ وَأَعْلَوُا أَنَّ اللَّهَ عَنِ حَيْدٍ ۚ لَّكِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْعُدُ كَوْنَهُ الْفَقْرُ وَيَا فَحْشَاءَ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَعْفَرَةً ۚ فَتَمَنَّىٰ وَفَضَّلَ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (۲۶۸-۲۶۹)

اے ایمان والو! اپنی امت کی تقویت اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر اپنی کمائی میں سے بہترین اشیاء (طیبات) صرف کیا کرو، اور جو اشیاء ہم نے
تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں اُن میں سے بھی بہترین چیزیں دو، اور ناکارہ چیز کے دینے کا ارادہ بھی نہ کرنا، اگر گویا اسی سے خیرات کا پتہ اساتیر
حالا کہ وہی شے اگر کوئی تم کو بدیہہ یا چاہے تو تم اسکو طیب خاطر منظور نہ کرو، ماسوا اس کے کہ دیدہ دانستہ اپنی بات رکھنے کے لیے اُس شے کے بیکار ہونے
سے چشم پوشی کرو۔ جانے رہو کہ خدا ان چیزوں کو اپنے لیے نہیں مانگتا، جو کچھ ہے تمہاری اپنی خاطر ہے اور وہ بڑا ہے نیاز اور بڑا سزاوار ہے شیطان
نعین تمہیں ایثار مال اور بہترین اشیاء کے دینے کے وقت افلاس سے ڈراتا ہے، اور تجلّی لسا کی باطنی بے حیائی (الفحشاء) کا حکم دیتا ہے اور
خدا تمہیں اس ایثار کے بعد اجتماعی بد حالیوں پر پردہ پوشی (معفرت) اور دنیاوی انعام و اکرام (فضل) کا وعدہ فرماتا ہے اور جانے رہو کہ وہ حد
عظیم پرستی کنجائش والا اور ہر قسم کی نیات سے بخوبی واقف ہے۔

یہاں اس سب سے حسنی اور باطنی بے حیائی کو جو قوم کی بہتری کی خاطر ایثار مال نہ کرے پیدا ہوتی ہے الفحشاء سے تعبیر کیا ہے! سیرۃ اعراف میں
شیطان کے آدم کو بہکانے کے قصے کی تفصیل کے بعد ہے:

يَسْتَبْشِرُ آدَمَ لَا يَفْتِنُهُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ ابْنُ كُرَيْشٍ مِنَ الْجَنَّةِ يَأْتِيهِمْ عَنْ لِبَاسٍ لَّيْسَ لَهَا سَوَاقِيمٌ لَّانَّهُ يَرَكُوهُ هُوَ
فِيهِمْ لَا تَرَوْنَهُمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَلَوْ أَفْعَلُوا فَأَنصَرُّهُمْ ۚ فَالْوَجَلُ وَجَلْنَا عَلَيْهِمْ
الْبَاءَ نَاوَالَهُمْ نَاهِيًا قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ۚ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ (۲۸-۲۹)

اے اولاد آدم! کہیں شیطان تم کو ہر اسی آزمائش میں نہ ڈلے جس طرح کہ تمہارے والدین کو بہشت سے نکلوا دیا تھا، انکے لباسوں کو بہنوں سے

انکسار کے اس ملکوتی ارتعاش میں سب شخصی معاملات اور ذاتی تمناؤں کو بالائے طاق رکھ کر جو
تنہا اور ہم سوال تمام جماعت کی طرف سے متفقہ طور پر، باواز بلند پیش کیا جاتا تھا یہ تھا کہ اسے بار الہا!

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۲۰۷) کہیں پتا ہوتا تھا کہ انکے عیوب اور شررنگا میں انہیں ظاہر ہو جائیں، وہ مع اپنے چیلے چانٹوں کے تمہاری گناہ میں لگاؤ
اور کمزوریاں دیکھ کر ہر جہاں تم انکو نہیں دیکھتے، پس تم اس سے حتی الوسع بچے رہو اور اس کے دام تزییر میں ہنس کر اپنے آپ کو شکار ہونے اور اپنی شررنگا ہونے
کو عیاں کرنے کا موقع نہ دو۔ لوگو! ہم نے اس دنیا میں ان لوگوں کو جو ایمان کے قوت افزا اعمال و خصائص سے بے بہرہ ہیں (الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ) انہی شیطانوں کا محب صمیم (اَوَّلِيَاءُ) بنا کر رکھا ہے۔ اور یہ بے ایمان لوگ وہ ہیں کہ جب کوئی مقررہ وقت، اُنت کش، یا سوت فزاعل (کا جنت) جتنے
ہیں تو انہی عیب پوشی کے لیے یہ ہانا بجا کر لیتے ہیں کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو شروع سے ہی کرتے دیکھا ہے، بلکہ حقیقت خدا نے ہم کو اس کام
کا حکم دے رکھا ہے، اسے محمد ابن نادانوں سے کہہ دو کہ خدا ہرگز کسی ہیروہ کام (الْفَحْشَاءُ) کا حکم نہیں دیتا جس کا انجام ہلاکت ہو، جس کا نتیجہ حفظ
اس کے جنت سے اخراج ہو، کیا تم جوٹ موٹ خدا پر وہ باتیں تھوپ رہے ہو جن کا تمہیں علم نہیں۔

یہ قصہ نہایت نتیجہ خیز ہے اور اس کا الطباق جو انسان کی مجبوریوں پر لگا گیا ہے اور بھی عبرت انگیز ہو کر نفس قفس کو ہمارے کھنکھانے میں نہ آدم دشمنان کی شخصیتوں
البتہ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پر الفحشاء سے مراد قوم کے دو پستی عیوب اور اجتماعی بد اعمالیاں ہیں جو لوگ نہایت وثوق سے ہر خیال
کرتے ہیں کہ باپ دادا سے چلی آئی ہیں، اور اس نقطہ نظر سے خدا کا حکم ہیں۔ ان بد اعمالیوں میں مثال کے طور پر پند قہ بندیوں، گوہر پستی، رسوم
قیمہ، اعتقادات و اہمیت وغیرہ شامل ہیں جن کا نتیجہ بحیثیت مجموعی یہ ہوتا ہے کہ اس قوم کے اجتماعی (سنوات) عیوب روبرو عیاں ہوتے جاتے
ہیں، اور بالآخر وہ ساری کی ساری قوم شیطان کو دوست رکھنے کے جرم میں قوت اور امن کے دار السلام سے بیک بینی و دو گوش کمال
و بچاوت ہے۔ فحشاء کے ان معافی کی تائید ان آیات سے اگلی آیت سے ہی ہوتی ہے جو متن کتاب میں صفحہ ۲۱۱، ۲۱۰ پر آچکی ہے: قُلْ اَمَرَ
سِرِّي بِالْقِسْطِ قَدْ وَفَّقْتُمُوهُ وَ اَتَيْتُمُوهُ وَ اَوْجِوْهُكُمْ مِّنْ عِنْدِ كُلِّ مَسْجِدٍ وَ اَدْعُوْهُ فَخُلِيْصِيْنَ لَهُ الَّذِيْنَ هُمْ كَمَا يَدَّ اَكْفَرُ تَعُوْذُ لَهُ (۲۹:۰)
یعنی اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ ان بد اعتدالیوں کا حکم ہرگز نہیں دیا گیا بلکہ میرے پروردگار نے تو مجھے ہر نوع قسط و اعتدال پر
پر رہنے کا حکم دیا ہے اور نہ یہاں ہے کہ ہر مسجد سے وقت ہمدن متوجہ ہو جایا کرو، اور تمام ارادہ مند ہی اور اخلاص اس حکم الحاکمین
کے لیے وقف کر کے اس کے حضور میں کرا ہوا جائے رہو کہ تم انکی سبجے یا رونو گار اس کے حضور میں واپس آؤ گے جس طرح کہ تم
رؤف آفرینش کو تھے؟

اس آیت میں صاف کسی ماسوا کو وسیلہ نہ بنانے اور خالصتہ خدا کی غلامی اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور ہر معاملے میں حد سے تجاوز نہ کرنے
(قسط) کو پیش نظر رکھنے کی تلقین کی ہے۔ ان سینوں آیتوں میں ظاہر ہے کہ اول سے آخر تک ربط بھی مکمل ہو سکتا ہے جب الفحشاء کو ان مصلو
میں لیا جلت جو ہم نے کیے ورنہ الفحشاء کے بالمقابل القسط اور اَدْعُوْهُ فَخُلِيْصِيْنَ لَهُ الَّذِيْنَ کے الفاظ ٹپک نہیں بیٹھتے۔ الفحشاء کا ذکر
قرآن حکیم میں اور جگہ بھی ہے، مثلاً یوسف اور ایما کے مشہور قصے میں جب اول الذکر بفعلی سے صاف بچ نکلے تو فرمایا: وَلَقَدْ هَمَمْتُ بِهِ وَهَمَّ بِهِمَا
لَوْ لَا اَنْ دَاوُدْ هَاكَ زَيْبَةً كُنْ لَكَ لَمْ يَصْرِفْ عَنْهُ الشَّوْءَ وَالْفَحْشَاءُ لَرَأَيْتَهُ مِنْ عِبَادِ قَالِ الْخُلَصِيْنَ (۲۷:۱۲) اور وہ عورت تو یوسف کے ساتھ
ارادہ بکری ہی کی تھی اور علیٰ ہذا القیاس اگر یوسف کو اپنے خدا کے احکام الحاکمین اور حاضر و ناظر ہونے کی دلیل اس وقت آنکھوں کے سامنے نہ نہر جاتی تو وہ
بھی اس عورت کے ساتھ ارادہ بکری بیٹھتے، اور یہ اسباب ہم نے اس لیے پیدا کر دیے کہ یوسف کو بدکاری اور بے حیائی سے باز رکھیں، اس میں شک نہیں
کہ وہ ہمارے خالص اطاعت گزاروں میں سے تھا۔ یہاں الفحشاء سے مراد صاف زنا کاری اور بے حیائی ہے۔ سورہ نمل میں خدا کے متعلق بھی
عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ الْبَیْعِ (۹۰:۱۱۶) ہے مگر وہاں الفحشاء کا مفہوم کچھ نہیں دیا۔ سورہ ندر میں قصہ افا کے متعلق حضرت عائشہ ام المومنین
رضی اللہ عنہا کی بریت کے بعد ایمان والوں سے خطاب ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْهُ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ

دین الحقؑ ساتھ دے کر ہیجا تھا!

اٰمَنَّا

[illegible]

شامین کلام لکھی نے بالعموم ان عظیم الشان آیات کے مطالب کو اپنے مشہور خود پسندانہ اور تکمانہ لہجے میں بیان فرما کر خپر جہلوں میں پھیل کر دیا ہے۔ ان کے نزدیک الصراط المستقیم، دین اسلام کا سیدھا راستہ ہے۔ گویا تعریف الجہول بالجہول ہے۔ انھیں کلمہ علیکم، سے مراد انکی رستے میں رُوحانی نعمتیں ہیں جن کا اہل رُوحانیت سے مسلمان قرار پائے ہیں۔ المغضوب علیہم، یہودی میں جہنم قرار دیا گیا ہے۔ صدیاں گزریں نازل ہوا تھا اور اب تک اُن کی اولاد پر نازل ہو رہا ہے۔ الضالین، نصرانی لوگ ہیں جن پر غضب خدا آنے والا ہے اور ان کی گمراہی قائم ہے۔ گویا ان پر مقام نظر سے مسلمان دن میں پانچ وقت دو شے مانگے جاسکتے ہیں جو اس کو کمال حاصل ہے۔ اور ابدالاً بذاتک حاصل رہے گی بشرطیکہ اُن سے مسلمان بتا رہا ہے۔ آج یہ ناروا تجمل ہر مسلمان کی قلم خیال میں ہندو مت کو شتم و تمسخر کر دینا جو گویا ہے کہ کوئی دلیل اس کو اقوام عالم کی اس مفروضہ حد نشینی سے ہٹانے کے لیے کارگر نہیں ہوتی، بلکہ لطف یہ ہے کہ جب اس کو اسلامی امت کی حشد عالی اور نصرانی کی دنیاوی خوشحالی یاد دلانی جاتی ہے تو وہ غیظ و غضب میں آکر اور بھی اپنے آپ کو خدا کا منظور نظر اور انھیں علیکم، کا صحیح مصداق شمار کرتا ہے۔ اور اس کی شیشی سے دست بردار ہونا اپنے لیے گناہ سمجھ کر روحانیت کی نادیدہ اور ناقابل درک کشوریں سرچھپا لیتا ہے۔ اسکی نظروں میں نصرانی بہر نفع مستوجب عذاب ہیں، ان سے خدا بجز ناخوش ہے۔ یہ الغام جو آج ان کو مل رہے ہیں بلا استحقاق مل رہے ہیں۔ نہیں بلکہ اُن کے نزدیک آج دنیاوی نعمت کچھ شے نہیں رہی، اگرچہ تیرہ سو برس سے وہ اسی دنیاوی نعمت کا کارگزار اپنے دوسرے بادشاہت زمین کو اپنے منظور خدا ہونے کا ثبوت دیتا رہا ہے، اور طرفہ تیکہ اس کو ہود کے مفضو علیہ ہونے کا اتنا فائدہ بھی اکثر اسی بتا رہے ہیں کہ انکی قوم پر اجتماعی سکنت اور دولت چاہی ہے، انکی کوئی زمینی بادشاہت نہیں رہی وہ دنیا کے ملکوں سے دبدب اور ادا ہے۔ ہمارے ہمارے ہیں وغیرہ وغیرہ مگر جب اسی حالت کا اطلاق آج بعینہ اپنے آپ پر ہوتا ہوا دیکھتا ہے تو اس کا ذہن سلیم اس کو ہندو جواب دہ دیتا ہے، اور وہ باصرہ اسی خیال پر قائم ہو جاتا ہے کہ مسلمان باوجود کس بیوں حالت کے صراط مستقیم پر ہیں، اللہ ان انھیں علیکم، میں، مفضو علیہم، ہرگز نہیں، الصراط المستقیم بننے کا امکان ان کے حق قطعاً نہیں۔ وغیرہ وغیرہ اس لٹل خوش کن تجمل کی خاطر

الضراط

(بقیہ سخت لہجہ صفحہ ۲۱۰) کہ کوئی مسند سیرہ فاتحہ کے اندر موجود نہیں، اور نہ اس فیصلے سے، خواہ وہ تمام مسلمانان عالم کا مستفقہ فیصلہ ہی کیوں ہو، قانونِ خدا یا قولِ رب العالمین کے مفہوم میں کوئی تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے۔ جو بات کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے کہ رب زمین و آسمان نے ان آیاتِ شریفہ میں ہر مسلمان کو دن میں پانچ وقت بلکہ ہر نماز میں کئی دفعہ صراطِ مستقیم پر رہنے کی دعا سکھائی ہے، اگویا یہ الضراط المستقیم ہی وہ شے ہے جس سے ہر انسان کے ہنک جانے کا ہر لحظہ خطروہ ہے، ہر مسلمان کے اس راہ سے بے راہ ہو جانے کا ہر آن امکان ہے، اور جب تک ایک تمام توجہ صرف نہ ہو، اسکا اسیرانہ خود چلتے رہتا محال ہے۔ یہ سیدھی سادی دلیل ہر پوئلک شخص کو اس نتیجے پر پہنچا دیتی ہے کہ الضراط المستقیم ہر قائم رہنے کے لیے بچہ جہد و ہمد کی ضرورت ہے اور جب تک وہ سہی عمل جاری ہے ایک مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان ہے۔ اگلے وقتوں کے ہنمندانہ دقیقہ رس اور اسلام شناس علمائے اس حقیقت کے لیے کو ان نہایت خوب صورت، بلین، اور تیسچیز الفاظ میں ادا کیا تاکہ اسلام کا صراطِ مستقیم ایک نہایت دشوار گزار بال سے سوا باریک، اور تلوار سے سوا تیز رستہ ہو، چہرے ہر شخص کو گدازنا ہے، جو شخص مسلمان ہے وہ اس رستے پر سے آسانی سے گدے جانے کا کہہ کر کہ مسلمان کی مشروطہ جدیدہ لحظہ سی و عمل کرتے رہنا اور جہتِ صیاط تمام اس راہ کو عبور کرنے کی سعی کرنا ہے، جو مسلمان نہیں وہ کٹ کر کہ جہنم میں جا کرے گا۔ وغیرہ وغیرہ، بعد کے جاہل کٹ ملاؤں نے ان الفاظ کی حقیقت کو توڑ دیا کہ صراطِ مستقیم کو عالمِ آخرت کے دوزخ کا کوئی پل بنا دیا اور سہی عمل سے گریز کرنے کا بہانہ ڈھونڈنے کے لیے اس معنی خیز بیان کو احوالِ نیامت کا ایک اقدہ بنا کر اعلان کر دیا کہ اس بلصراط پر سے ہر شخص گزرے گا، مسلمان اپنی تسریاویوں کے دنیوں پر سوار ہو کر سر پٹ جنت میں جا داخل ہوں گے۔ یہودی اور نصرانی وغیرہ کٹ کر دوزخ میں دھڑام سے گر پڑینگے! آج یہ سب حکایت حقیقت سے استغدر و دروغی ہے کہ ہر مسلم الذہن شخص اس کو سن کر بے اختیار منہں پڑتا ہے اور مسلمانیت کو یہود و مسلمانوں کا مجموعہ تسلیم کر کے اس سے یکسر متنفر ہو جاتا ہے!

ادنیٰ تامل بھی ہر شخص کو اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ جو خطِ مستقیم بال سے سوا باریک اور تلوار سے سوا تیز ہو اس پر چلتے رہنا کس قدر انتہائی احتیاط کا کام ہے اور اس میں ادھر ادھر ہونے کی کتنی گنجائش ہے۔ نہیں بلکہ جس طرح کوئی بازگیر کسی رستی پر چلتے ہوئے تمام توجہ عدل و توازن قائم رکھنے میں صرف کر دیتا ہے، اسی طرح کسی امت کا ہر لحظہ اپنی تمام جہتِ صیاط قسط و عدل پر رہنے میں صرف کر دینا صراطِ مستقیم پر چلنے کے مترادف ہو۔ دین اسلام کا یہ اصل اصول قُلْ آمُرُ بِذِي الْاَلْسُنِطِ (۲۹۱) کے الفاظ سے ہی ظاہر ہے جو اس سے پیشتر صفحہ ۲۱۰ پر آچکے ہیں۔ اصل کتاب میں آئینہ اوراق (صفحہ ۲۲۶-۲۲۷) میں صراطِ مستقیم کی قرآنی تعریف بصرحت تمام بیان کر دی جائے گی۔ جس کے مطالعے کے بعد واضح ہو جائے گا کہ جو امت صراطِ مستقیم کے اس مفہوم پر بندہ تمام اولیٰ علیٰ اتم چل رہی ہے اُس کا اس دنیا میں قوت اور نکتہ سے رہنا اٹل ہے، اُس کا بقائی الارض اور استخلاف قطعی ہے، کوئی دوسری قوم اُس کے بالمقابل صف آرا ہو کر اُسکو میدانِ حیات میں پہچان نہیں سکتی، سبے نیادی انعام اور فضائل اتنی اُس قوم کے شامل حال ہوں ہیں اور ہیں گے وغیرہ وغیرہ۔ پس یہ دنیاوی نکتہ ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس کی تعریف رب زمین و آسمان نے صِدْقَاتِ الدِّينِ اَنْعَمَتْ عَلَيْكُمْ کے الفاظ میں کی ہے۔ اور اسی سے ہٹ کر قومیں مغضوب علیہم بن جاتی ہیں یا الضَّالِّينَ میں شمار ہو کر شدۃ العقاب خدا کے عذاب کو دعوت دیتی ہیں۔ ان آیات میں یہود و نصاریٰ کے حکم کوئی تخصیص نہیں اور نہ مسلمان بالخصوص الدِّينِ اَنْعَمَتْ عَلَيْكُمْ میں وہ بلاشبہ اُس وقت تھے جب تہذیب رس خدا کے انعام اُن کو ہر طرف سے الامال کر رہے تھے مگر اب سب طرف قہر خدا ہے، تاہم نمازیں پنجوقتہ گزارنا اسی کی ہے کہ ہم کو اُس صراطِ مستقیم پر چلا کر چہرے سے توغوش ہو جائے اور دنیاوی الغامات اور تعسّرات سے الامال کر دے۔ یہی دعا ایک تخوا و اذ غلام کی اپنے آقا سے ہو سکتی ہے، اور اسی صلاحیت عمل کا کوئی آقا اپنے غلاموں سے متمنی ہو سکتا ہے۔ [اٰھدنا، اور الدِّينِ] اور علیہ صلوٰۃ اور الضَّالِّينَ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ انعام اور سزائیں سب اجتماعی ہیں۔ اور اسی لیے الضَّلَوة خدا کے حضور میں قوم کی طرف سے ایک مستفقہ درخواست ہے، افراد کا اپنی جماعت سے الگ ہو کر اس کا کوئی خصوصیت نہیں گذرانا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی مسلمان کا اسرار

السُّتَقِيمَ

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۲۱۱) قوم سے الگ تہنگ ہو کر صراطِ مستقیم پر چلنے کی سعی کرنا جیسا کہ آگے چلکر اس وقت واضح ہو گا جب کہ صراطِ مستقیم کے متعلق سب اعمال اجتماعی ثابت کر دیئے جائینگے پیغمبر خدا صلعم نے اسی مقام نظم کے الصَّلٰوۃ کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے باصرار تمام فرمایا تھا کہ جماعت کے بغیر کوئی نماز فی الحقیقت نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ کے الفاظ سے دنیاوی نعمتیں ہی مراد ہیں، یہ نماز کی رکعتوں میں و بعد اِنْ شَہَدَا اَوْ یُشَہَدَا، یہ اھکم الحاکمین کے حضور میں دست بستہ کھڑا ہونا، یہ گشتوں کے بل ہٹک جانا اور بار بار اتار گرنا، پھر اٹھنا اور گرنا، وغیرہ وغیرہ سب کچھ دنیاوی انعام کی امید اور اجتماعی سزا کے خوف سے تھا۔ اس کا ثبوت خود قرآن کے اندر موجود ہے۔ قرآن حکیم میں نعمت کا لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے مگر ماسوا ان شاذ موقعوں کے جن کا ذکر آگے چلکر آئے گا سب جگہ نعمت سے مراد دنیاوی نعمتیں ہی ہیں نہ معانی نعمتوں کا جتنے صحیح معانی کی تعیین بھی از بس مشکل ہے، قرآن حکیم میں کہیں ذکر نہیں۔ توضیح مطالب کے لئے یہ سب جوتے یہاں پر لکھ دیئے جاتے ہیں مگر خوف طوالت کے باعث بعض حوالوں کو مختصر بیان کر دیا ہے۔ مزید معلومات کے لئے سیاق کلام کو دیکھنا چاہیئے۔

(الف) سورۃ انفال میں ہے: ذٰلِكَ يٰۤاَيُّهَا اللّٰهُ لَمْ يَكُنْ مَعِيَ اَنْعَمْتَ عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی يُخَيِّرُوْا اِمَّا يٰۤاَنْفُسُہُمْ (۸: ۵۳) یعنی "یہ اس وجہ سے کہ خدا کا دستور ہے کہ وہ کسی قوم پر سے اپنی عطا کی ہوئی نعمت کو نہیں بدلتا جب تک کہ لوگ آپ ہی استعدا کو نہ بدلیں، یہاں نعمت صاف دنیاوی راحت اور امن ہے، اور اَنْعَمْتَ عَلٰی کے الفاظ بھی اُسے ہیں جن کی مالیت سورہ فاتحہ کے اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ سے عیاں ہے۔ سورہ ابراہیم میں دنیاوی نعمتوں کی تفصیل کے بعد فرمایا ہے: وَ اَنْتُمْ كُنْتُمْ كُلٌّ مَّا سَأَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعْلُوْا اِنَّہٗ لَیَسْمَعُ وَاِنْ تَنْصَلُوْهُ لَیَسْمَعُ (۱۴: ۱۲) اور لوگو! اس نے تم کو جو کچھ تم نے مانگا بقدر ضرورت دیا، اور اگر خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ہرگز نہ گن سکو گے۔" یہی بات آیت (۱۸: ۱۶) میں ہے مگر اُس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ سورہ لقمان میں کشتیوں کے سمندر میں چلنے والوں سے ترکیب (انسان کے لئے سہولت سفر پیدا کرنے) کو بھی نعمت الہی کہا گیا ہے: اَلَمْ تَرَ اَنَّا نُنْصَلِكُ الْخِیْرَ فِی الْبَحْرِ وَنُنْصَلِہٖ اَنْتُمْ لَیْزِکُمْ وَنَحْنُ الْبَیْزُ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ (۳۱: ۳۱) یعنی اُسے مخاطب کیا تو نے اس حیرت انگیز حقیقت پر غور نہیں کیا کہ کشتیاں سمندر میں خدا کی نعمت (احسان) کے باعث چل رہی ہیں، اور یہ اسلئے کہ خدا تم کو اپنی قدرت کے حیرت انگیز عجوبات دکھلائے! اس میں شک نہیں کہ عجائبات قدرت پرستقلال سے ہر غور کرنے والے (صَبَّارٌ) دیکھو صبر کے مطالب تحت آیت (صفحہ ۱۱۸) اور نعمتوں کے خدا کے صحیح معنوں میں قدر دان (شَکُوْرٌ) دیکھو شکر کے مطالب تحت آیت (صفحہ ۱۳) شخص کے لئے کشتیوں کے سطح سمندر پر چلنے میں علم و عمل کے ہتھیار اشارات (آیات) موجود ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس سورہ قمر میں کنگروں کے پتھر اُسے آل لوط کی بچاؤ کو نعمتِ خدا ہے: وَ اَنَّا اَرْسَلْنَا عَلَیْہُمْ حَاصِبًا اِلَّا اَلْاِلٰہُ لَوْحٌ وَّجْہٌ یُّحْیِیْہُ رِجْجٌ وَّ نَعْمَۃٌ مِّنْ عِندِیْ نَاذِرٌ لِّکُلِّ بَٰغِیٍّ مِّنْ شَکُوْرٍ (۵۴: ۳۲) یعنی پھر ہم نے اس قوم پر پتھروں کی بارش کی مگر فائدہ آل لوط کے لوگوں کو ہم صبح ہوتے ہوئے بچائے گئے، یہ ہمارے اس آل لوط پر نعمت تھی اور جو لوگ ہمارے احکام کی قدر دانی کر کے اُن کی ماحقہ تعمیل کرتے ہیں (مَنْ شَکُوْرٌ) دیکھو شکر کے مطالب تحت آیت (صفحہ ۱۳) انکو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ سورہ قلم میں حضرت یونس کے پھل کے بیٹ سے نکل کر نجات پانے کو نعمتِ خدا سے تعبیر کیا ہے گویا اس موقع پر بھی نعمت دنیاوی مصیبت سے نجات پانے کے مترادف ہے، روحانیت سے اسکو کچھ واسطہ نہیں: لَوْ کَا اَنَّ تَدَارَکَہُ یَعْمَۃٌ مِّنْ رَبِّہٖ لَنَبِیْنٌ بِالْعَرَا وُفُوْا مَدْمُوْمٌ (۶۸: ۶۹) یعنی اگر خدا سے رحیم کا فضل و کرم ان کی دستگیری نہ کرتا تو بڑے عالموں جلیل میاں میں یہ ہینک ویسے ہوتے۔ سورہ احقاف میں نعمت کا دنیاوی مفہوم ذرا واضح تر ہے چنانچہ اہل بیت و حق آیت کے مطالب میں اَنْعَمْتَ عَلٰی کے الفاظ قابلِ لحاظ ہیں یہاں تمام کمال لکھ دیئے جاتے ہیں: وَ وَضَعْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِّ اَحْصَآءٍ جَعَلْنٰہُ اَمْرًا کُوْہًا وَ وَضَعْنٰہُ کَرْہًا وَ جَعَلْنٰہُ ذَیْفَلًا وَ جَعَلْنٰہُ شَہْرًا حَاشٰی اِذَا بَلَغَ اَشْلُوْکَ وَ کَلَّمْکَ اَرْبَعِیْنَ سَنَہً ۙ قَالَ رَبِّیْ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُوْرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَاٰلِیَّ وَاٰلِہٖٓ

صراط

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۲۱۲) اَنْ اَتَمَّكَ صَالِحًا تَوْضَعُ كَافًا لِيُزِيَنِي فِي ذَرِّيَّتِي ۚ اِنَّ رِزْقِي ثَبَتَ لِيْلَكَ وَارِثِي مِنْ الْمُسْلِمِينَ ۝ (۱۵: ۳۶)

اور لوگو! ہم نے انسان کو حکم دیدیا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے، وہ فی الحقیقت اس سلوک کے سخی ہی ہیں کیونکہ تکلیف اللہ کا ہی اسکی ماں نے اسکو پیٹ میں رکھا، اور دردناک اذیت کے بعد ہی اسکو جنا، پہنچ ہی نہیں بلکہ اس کا پیٹ میں رہنا اور اسکے دودھ کا چوسنا اسکی ذاتی برکت میں جا کر ختم ہوتا ہے لیکن انسان وہ ناشکر اور احکام خدا سے باغی انسان ہے کہ ماں کی ان تکالیف کی کماحقہ پروا نہیں کرتا اور طغیانیہ کی نادانیوں اور کم عقلیوں پرست رہ کر ماں باپ سے ایٹھا ایٹھا پرہتا ہے اور اسکے احسان کو کچھ خاطر میں نہیں لاتا۔ اسکو صحیح معنوں میں پرہش نہیں آتی، جب تک کہ آخستہ کاروں سن رشتہ و تیز کے کمال کو پہنچ کر آپ چالیس برس کی عمر کا ہو جاتا ہے (حتیٰ اِذَا بَلَغَ اَشُدُّهُ) پر جب باپ بن کر خرداؤن تکالیف کو سنے لگتا ہے تو زبان حال کا راہنما ہے کہ اے میرے پروردگار! مجھے اس بات کی توفیق دے (قَالَ رَبِّ اَوْزِ عَشِيًّا) کہ میں تیری ان نعمتوں کی صحیح معنوں میں متذکر کروں (اِنْ اَشْكُرْ، دیکھو مشک کے معانی تحت المثنیٰ صفحہ ۱۱۳) جو تم نے میری طغیانیہ کی تین اور آج کر رہا ہے، اور جو میرے ماں باپ پر کی تھیں، اور مجھے توفیق دے کہ میں وہ مناسب اعمال کروں جن سے تراضی ہو جائے، اور یہی اولاد کو بھی (جو ہماری میاں بیوی کی تکالیف سے بچ رہے) مناسب راہ پر لا (وَاَصْلِحْ لِي فِي ذَرِّيَّتِي)، میں تو اب چالیس برس کی فحلت کے بعد تیری ہی طرف لوٹ آیا ہوں (اِنَّ رِزْقِي ثَبَتَ لِيْلَكَ) افسوس معنوں میں تیرے احکام کو پرزور حکمت سمجھ کر انکو تسلیم کرتا ہوں۔

(قرآن کی بلاغت یہی ہے کہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مطلب ادا ہو جائے اور صاحب غور و فکر فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس میں تفسیر کا بعینہ ہی مطلب ہے جو بیان ہوا اس میں انسان کی فطرت اور عادت مستقرہ کو واضح کیا گیا ہے۔ چالیس برس کی عمر کو پہنچ کر حقیقت حال کا گھٹنا ہر صلیب پر واضح ہے۔ زندگی کی اسی سنسزل پر استعداد تیز حد کو پہنچ جاتی ہے اور انسان کو اپنی ماہیت پر غور کرنے اور کس دنیا جہان کے کا جاننے کو بنظر متقن دیکھنے کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ خور و سول خدا صلعم کو بقوت کا خلعت بھی اسی عمر میں عطا ہوا تھا۔ فاقم و تدبر لیکن اس بخت سے قطع نظر اس آیت شریفہ میں نعمت، کا مفہوم سر اسر دنیاوی احسان ہی ہیں۔ روحانیت کا یا پھر کچھ ذکر نہیں۔ سورہ یوسف میں علی ہذا النبیاس تاویل احادیث کے علم کو اتمام نعمت قرار دیا ہے: وَنِعْمَتُكَ مِنْ فَاوِزِيلٍ لَا حَاوِيَةٍ لِّدَعْوَتِكَ ۚ عَلَيَّكَ (۶۱: ۱۳) یعنی تیری نعمت خدا تم کو تاویل احادیث کا علم کا ہاوسے گا اور اپنی نعمت کا تم پر اتمام کرے گا، تاویل احادیث کے صحیح مفہوم سے یہاں پر بحث نہیں مگر ظاہر ہے کہ تحصیل علم کو یہاں نہایت فرمایا ہے۔ سورہ فاطر آیت (۲۱: ۳) میں اَنَّمْ اللّٰهُ کے الفاظ دنیاوی مصیبت سے نجات پانے کے معنوں میں آئے ہیں اور وہ آیت صفحہ ۱۲ کے تحت المثنیٰ میں گذر چکی ہے مگر یہاں پر اس سے استدلال نہیں کیا کہ وہ الفاظ بطور قول غیر استعمال ہوئے ہیں بلکہ الہی مقصود ان سے مستنبط کرنا روا نہیں سمجھا!

(ب) انسان کی ناقدرشناسی کے ضمن میں کئی جگہ لفظ نعمت کا ذکر ہے جس سے مراد دنیاوی نعمتیں ہی ہیں۔ سورہ زمر میں: وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا نَادِيَهُ اِذَا اَحْوَلْنَاهُ نِعْمَةً مِّمَّا قَالِ اَلَيْسَ اَوْفَيْنَاهُ عَلٰی عِلْمٍ (۱۴۹: ۳۹)، یعنی انسان کی عادت ہو کہ جب اسکو کوئی تکلیف پونچے تو ہم کو پکارتا ہے۔ پر جب ہم اسکو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھ کو میرے علم کی وجہ سے ملی ہے۔ سورہ خم السجدہ میں ہے: وَ اِذَا اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَا بَحْا نِيْہ ۚ وَ اِذَا اَمْسَتْ الشَّمْسُ فَنَدَدُ دُعَاہُ عَرِیضٍ (۵۱: ۱۴)، یعنی جب ہم انسان پر اپنا دنیاوی فضل و کرم کرتے ہیں تو وہ ہم سے منہ پیر کرنا رکش ہو جاتا ہے اور جب اسکو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔ سورہ جن اسر ایل میں قریب قریب یہی مضمون ہے: وَ اِذَا اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَا بَحْا نِيْہ ۚ وَ اِذَا اَمْسَتْ الشَّمْسُ كَانَ يَفُحُّ مِسَاہُ (۸۳: ۱۴)، یعنی..... تکلیف کے وقت اس توڑ بیٹتا ہے۔ ان دونوں موقعوں پر اُنھیں عدا کے الفاظ قابل لحاظ ہیں۔ سورہ زمر کے شروع میں پر اسی دنیاوی نعمت کا ذکر ہے: وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا نَادِيَهُ مِیْسَاہُ

(ج) دنیاوی نعمتوں کے بارے میں انسان کو خطاب بھی جگہ ہے سورہ نحل میں ہے: **وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْهَا حَلٰلًا وَحَلَٰلًا لَّكُم مِّنْهَا رِزْقٌ** (۱۶:۱۱) یعنی لوگو! وہ خدا ہی ہے جس نے تمہارے فائدے اور آرام کے لیے پیداکردہ مہشیا کے سائے بنائے، اور تمہاری پناہ کے لیے پہاڑوں کے اوٹ بنائے اور لباس جو تم کو گرمی سے بچائیں۔ اور ایسی نرمیں بھی جو تم کو ایک دوسرے کی ماریں بچائیں، خدا یوں ہی اپنی نعمتیں تم لوگوں پر پوری کرتا ہے۔ تاکہ تم اسکو صحیح عنوان میں خدا تسلیم کرو۔ یہاں ہی صاف طور پر (نعمت) سے مراد دنیاوی نعمتیں ہیں جن کا ذکر آیت (۱۶:۱۱) سے برابر چلا آیا، اور انکے حکم کو کبیر کے طور پر ہر **يَعْبُدُونَ لِنِعْمَتِ اللّٰهِ فَتَعْلَمُوْا اَنَّهَا لَا تَكْفُرُوْهُمْ اَلْكُفْرُ وَنُوْنٌ** (۸۳:۱۶) فرمایا ہے یعنی لوگ خدا کی نعمتوں کو خوب سمجھتے ہیں، پر دیدہ دانستہ ان سے انکار کرتے ہیں، اور اس میں شک نہیں کہ ان میں سے اکثر ناشکر (کفریوں) ہیں۔ اس آیت شریفہ میں خدا کی عطا کی ہوئی دنیاوی نعمتوں کو نعمت نہ تسلیم کر نیوالوں کو بصراحت تمام کافر کہا گیا ہے، جو مسلمان آج دنیاوی نعمتوں کو سب سمجھ کر اس دنیا کو قابل نفرت سمجھتے ہیں انکے لیے یہ تہدید از بس عبرت انگیز ہے۔ اسی سورہ میں انسان کی دنیاوی خوشحالی کو بارگزر نعمت سے تعبیر کیا، **وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۖ فَمَّا الَّذِيْنَ فَضَّلْنَا لَا يَرْزُقُوْا فِیْهِمْ عَلٰی مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۚ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِعِلَّةٍ لِّلْجِدَالِیْنَ** (۱۶:۱۷) اور لوگو! اُس خدا نے ہم تم کو رزق میں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے تو جن کو زیادہ رزق دی گئی ہے وہ کچھ اپنی دولت اپنے پیش خدمت غلاموں اور ماتحتوں کو گونا گونا نہیں دیا کرتے تاکہ آقا اور غلام آپس میں برابر ہو جائیں۔ جب وہ ایسا نہیں کرتے اور اپنے فضل رزق کو نہایت اہتمام سے برقرار رکھتے ہیں تو کیا اس کے بعد بھی اللہ کے احسانات سے سنکر ہیں۔ اس معلق آیت کے مطالب کے متعلق مدلل بحث اپنے موقع پر آئیگی، مگر صاف ظاہر ہے کہ یہاں بفضل رزق کو نعمت کہا گیا ہے۔ اس سے اگلی آیت ہے: **وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَیْنًا وَحَقْدَةً ۚ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ اَلَيْسَ اَبْلَیٰ لِّیُؤْمِنُوْنَ وَیُنْعِمَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَطَرٰنٌ** (۲۱:۱۷) اور لوگو! خدا ہی وہ کارساز حقیقی ہے جس نے تمہاری آسائش کے لیے تم ہی میں کی سیبیاں بنائیں، اور تمہاری بیبیوں سے تمہارے لیے بیٹوں اور پوتوں کو پیدا کیا اور تم کو نہایت عمدہ رزق ارزانی فرمائے، تو کیا یہ لوگ اس حقیقت کے کھل جانے کے بعد بھی منہ منہ سے معبودوں کے لاطال انعاموں پر ایمان رکھیں گے، اور خدا کی دی ہوئی صریح نعمتوں کا کفران کریں گے؟ یہاں بھی صفات اور غیر مشکوک الفاظ میں بیویوں، اولاد، اور طبقات رزق کو نعمت کہا گیا ہے اور انکے عدم تمسک کو کفر پر محمول کیا ہے۔ سورہ فاطر میں ہے: **یٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ۚ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَدِرٌ عَلَیْہِمْ رِزْقُہُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ اَلَا یَذْكُرُ** (۳۱:۳۵) یعنی "اے سائنات زمین! خدا کی نعمتوں کو جو تم کو دی گئی ہیں یاد کیا کرو اور غور کرو کہ کیا فی حقیقت خدا کے سوا کوئی اور وجہ دہی ہے جو اس قدر طاقت رکھے کہ تم کو آسمان اور زمین سے رزق پونچھائے؟" یہاں نعمت وہ مادی وسائل ہیں جس پر انسان کی جیات کا مدار ہے۔ سورہ لقمان میں ہے: **اَلَمْ نَرَاَنَّكَ اَللّٰہَ یَخْشٰہُ لَکُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْمِعَ عَلَیْکُمْ ظَٰہِرَہٗ وَبَاطِنَہٗ** (۳۱:۲۱)

”فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ إِذَا دُخِلَ عَلَيْهِمْ خُبْرٌ“ (۱۶۱۶) میں دیکھیں مومن اگر نماز کرتے ہوئے کسی خبر سے غافل ہو جائیں تو ایسا کتنا برا ہے۔

(۲) انسانوں کی طرف سے عام خطاب سے قطع نظر بنی اسرائیل کی طرف خدائی خطابات بھی اسی حقیقت کے لیے کو ظاہر کرتے ہیں کہ قرآن مجید نعمت کا مفہوم دنیاوی و اخلاقی و دینی ہے۔ سورہ ابراہیم میں حضرت موسیٰ کا قول ہے: **وَلَاؤُكَ قَالَ مُوسَىٰ لِلْعَزِيزِ اِذْ كُنَّا اَعْمٰیةً ۚ لَیْسَ عَلَیْكَ اِذْ اَتَجَلَّكَ مِنْ اِلٰہِ فِرْعَوْنَ یَسْؤُوكَ سُوًّا الْعَذَابِ وَلَیْنَ یُخَوِّنُ اِبْنَاكَ كَذِبًا وَیَسْتَحْیِیُونَ لَیْسَ اَعْمٰیةً ۚ لَیْسَ عَلَیْكَ اِذْ اَتَجَلَّكَ مِنْ اِلٰہِ فِرْعَوْنَ یَسْؤُوكَ سُوًّا الْعَذَابِ وَلَیْنَ یُخَوِّنُ اِبْنَاكَ كَذِبًا وَیَسْتَحْیِیُونَ** (۱۱۳: ۶) یعنی ایک وہ وقت تھا کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اسے لوگو! خدا کی اُس نعمت کو یاد کرو جو اب اُس نے تم کو فرعون کے لوگوں کے ظلم سے نجات دی تھی، وہ تم کو غلامی میں سے نکال کر آزاد طور پر نکلیں دیتے، تمہارے بیٹوں کو ڈبو نہ ڈھونڈھ کر قتل کرتے کہ تم تمہاری قوم میں رہ جاؤ، اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے کہ لڑکیاں بن کر رہیں۔ یہاں ایک قوم کی سیاسی نجات کو نعمت خدا کا کیا ہے۔ سورہ ابراہیم میں ہے: **وَلَاؤُكَ قَالَ مُوسَىٰ لِلْعَزِيزِ اِذْ كُنَّا اَعْمٰیةً ۚ لَیْسَ عَلَیْكَ اِذْ اَتَجَلَّكَ مِنْ اِلٰہِ فِرْعَوْنَ یَسْؤُوكَ سُوًّا الْعَذَابِ وَلَیْنَ یُخَوِّنُ اِبْنَاكَ كَذِبًا وَیَسْتَحْیِیُونَ** (۱۱۳: ۶) اور ایک وہ وقت تھا کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اسے لوگو! خدا کی اُس عظیم الشان نعمت کو یاد کرو جب کہ اُس نے تمہاری قوم میں کے بے درپے کوئی پیغمبر تمہاری ہدایت کیلئے بھیجے پر تم کو بادشاہ بنا دیا، اور وہ انعامات عطا فرمائے جو دنیا جہان میں کسی قوم کو نہ دیئے تھے۔ یہاں ایک سطح میں شخص کہہ سکتا ہے کہ انبیاء کا بنی اسرائیل میں مبعوث ہونا ایک دھانی نعمت تھی، لیکن ادنیٰ تا نائل جسی اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ ان انبیاء کا آنا حقیقت اُس قوم کی اجماعی اور دنیاوی بہتری کے لیے ہی تھا، جیسا کہ **جَعَلَكُمْ اُمَّةً مِّنْكُمْ** اور **اَتَاكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنْ الْعَالَمِیْنَ** کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ خود موسیٰ علیہ السلام پیش نما بھی بنی اسرائیل کو فرعون مصر کے مظالم سے نجات دینا، اور اُس قوم کو قانونِ خدا کا پابند بنا کر بادشاہ بنانا ہی تھا جیسا کہ **مَنْ ذُو فَتْرَةٍ** صدرات آیت (۱۱۳: ۶) سے بھی ظاہر ہے، نہیں بلکہ اس آیت سے بعد کی آیتیں (یعنی ۲۱: ۵-۲۶) جس میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اوصافِ مقدس پر حملہ کرنے اور دشمن سے مروانہ دار لڑکر بادشاہت زمین حاصل کرنے کی زبردست ترغیب دی ہے، پیغمبری کے منتہا، اور **جَعَلَكُمْ اُمَّةً مِّنْكُمْ** کی نعمت کے مفہوم کو اظہار میں الشمس کر دیتی ہیں۔ آگے چلکر اسی تحتِ اہم میں اس آیت کی مزید تفصیل کر دی جائے گی لیکن ہر صاحبِ نظر بطور خود دیکھ سکتا ہے کہ بنی اسرائیل کے پیغمبر بشمولیت موسیٰ علیہ السلام، اُس قوم کو اس دنیا میں تملک اور تسلط کرنے کیلئے ہی مبعوث ہوئے تھے۔ اور یہ اجتماعی بقا کی بشارت دینا ہی ہر مرسل کا پیغامِ حلیل ہوا اگر تاہم جیسا کہ صفحہ ۱۱ کے تحت اہم میں دافع کر دیا گیا ہے۔ نبی اپنی قوم کے لیے یا تمام دنیا کے لیے چند روشن احکامِ خدا کے ہاں سے لے آتا ہے، پر جب تک لوگ اُن پر عامل رہتے ہیں اجتماعی بقا کی بشارت اُن کو ملتی رہتی ہے، جب اُس راہ سے ہٹ جاتے ہیں ہلاکت جاتے ہیں، یہی سچی روحانیت، اہم صحیح معنوں میں نعمت، و۔ اسی حقیقت کے لیے کہ اس صائب سورہ بقرہ میں دو سے نظموں میں دافع کیا ہے: **سَلِّمْ عَلَیْ اِمْرَآئِیلَ كَذَٰلَکَ اَنۡبَاۡہُمۡ مِّنۡ اٰیَۃِ بَیِّنَۃٍ ۚ وَمَنۡ یُّشِکِّلِ لَیۡحَۃِ اللّٰہِ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَہُ نَدَۡ فَاَکَلُ اللّٰہُ** **شَکَلِ یٰۤاِلَہِ الْعِزَّآتِ** (۲: ۲۱۱) یعنی اے محمد! تم بنی اسرائیل سے پوچھو تو سہی کہ ہم نے اُن کو کیا کچھ روشن حق نون اور کتنے کھلے کھلے اور غیر شاکوک حکم دیئے تھے (آیۃ بَیِّنَۃٍ)، (وہ اگر ان پر عامل رہتے تو ہمارے خزانہ عامہ سے کیا کیا انعام نہ پاتے)، لیکن جن قوم نے خدا کی نعمت کو اس کے لیے بھیجے

(تبیقہ تحت ہیئت صفحہ ۲۱) بل ذلالتو خدا نے بھی اُس قوم سے انتقام لینا ہی تھا اور میں شکر نہیں کہ وہ بہت شدت سے ہمارے لینے والا ہے۔ یہاں اُن احکام خدا کی نعمت کما گیا ہو کیونکہ اُس پر عمل کرنے کا نتیجہ اجتماعی راحت تھی، اور ذکر کرنے کا بدلہ ہلاکت کی صورت میں ظاہر ہوا یہی بات سورہ بقرہ کے اس خطاب سے ظاہر ہے: **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰذْكُرُوا اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ لَكُمْ عَلٰى الْعٰلَمِيْنَ** (۲: ۱۲۲) یعنی اے بنی اسرائیل! میری اُس نعمت کو یاد کرو جو کسی زمانے میں میں نے تم کو عطا کر رکھی تھی، اور بالخصوص اس کو کہ میں نے تم کو دنیا جہان کی سب قوموں پر بہتر طرح کی فوقیت دی تھی۔ نہیں بلکہ ایک موقع پر دنیا وی فضیلت کو دوبارہ واپس دینے کا اقرار کیا ہے بشرطیکہ احکام پر عمل نہ کر لو شروع ہو جائے۔ یا بجزارۃ اُخر سے ماسوا کا خوف (جو فی الحقیقت تمام عیسیان و عدم عیسیان کا باعث ہے) اٹھ جائے، **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰذْكُرُوا اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوا بِعَهْدِيْ اَوْفِيْهِمْ كَهٰذَا الَّذِيْ فَاذَّهْبُوْنَ** (۲: ۱۲۳) یعنی اے بنی اسرائیل! یاد کرو وہ نعمتیں جو میں نے تمہیں دے رکھی تھیں، یاد کرو کہ کیونکر تمہیں گنہگاروں میں سے ایک کی شان ہے کہ اگر آج میرے عہد کو پورا کر دو گے تو آج ہی میں بھی اپنے عطاے سلطنت کے عہد کو پورا کر دوں گا۔ اور وہ عہد یہی ہے کہ مجھ کو حاکم اعلیٰ مانکر مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ کسی وقت موقع پر اس عہد پر جان کی جو خدا سے عز و جل نے بنی اسرائیل سے کیا تھا تصریح کر دیا ہے گی، یہاں بحث صرف نعمت کے صحیح مفہوم سے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ نعمت باو شامت نہیں رہی تھی جو ان سے چین لی گئی تھی۔ علیٰ التبعاس فرعون پر جس کے پاس میں ہوا کہ وہ اُن کو اُڑھائے اور وہ وہاں سے فرار ہو کر آئے۔ **وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْكَافِرِيْنَ** (۲: ۱۲۴) (اللہ) بنی اسرائیل سے خطاب کے علاوہ قرآن حکیم میں کسی موقع پر جہاں بالخصوص تیسروں اولیٰ کے مسلمانوں سے خطاب ہے، لیکن باہر بھی نعمت سے مراد دنیا وی نعمتیں ہی ہیں۔ سورہ نحل میں رزق کی حلت اور صرمت کے ہانے میں ہے: **فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا** **وَالَّذِيْنَ كَفَرُوا يَعْجَلُ اللّٰهُ لَنَّهُمْ اَنْ يَّكُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ** (۱۶: ۱۱۳) پس اے مسلمانو! جو کچھ تمہارے تم کو دے رہا ہے تمہیں سے پاکیزہ اشیاء کو کھاؤ اور اگر تم کی کفرت خدا ہی کے تابع اور لازم ہو (اُن کو کہ تم اُن پر تائب ہو) تو اس کی نیتوں کا صحیح استعمال کرو (معانی شکر کے لیے دیکھو تحت ۱۳ صفحہ ۱۳) سورہ احزاب میں ہے: **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اِذَا كُنْتُمْ اَعْلٰى اَرْضٍ فَامْنُوا كَمَا اَمَرْتُمْ اَعْلٰى اَرْضٍ وَاجْنِبُوا اَلْقَوٰءَ تَوَّاهًا** (۳: ۱۳۳) یعنی اے ایمان والو! خدا کی اُس نعمت عطیہ کو یاد کرو جب کہ غزوۂ خندق میں تم پر لشکر کے لشکر اچڑھے تھے پہرہ نہ لگنے کے زور کو توڑنے کے لیے اُن پر تشدد نہ کیا بھجوری اور نہ بھی کے علاوہ اور مقابلہ کرنے والی قوتیں اور افواج جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے۔ یہاں بھی نعمت وہ خدائی تائید تھی جس کا نتیجہ دنیاوی فتح کی صورت میں ظاہر ہوا۔ سورہ مائدہ میں ہے: **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اِذَا كُنْتُمْ اَعْلٰى اَرْضٍ فَامْنُوا كَمَا اَمَرْتُمْ اَعْلٰى اَرْضٍ** **وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْكَافِرِيْنَ** (۵: ۱۱۵) یعنی اے ایمان والو! اپنے اوپر خدا کے اُس احسان کو یاد کرو جب ایک گروہ نے تم پر دست تقدیری دراز کر کے کاراوار کر لیا تھا لیکن خدا نے تم سے اُن کے ہاتھوں کو روک دیا۔ یہاں دشمن کے حملے سے بچ جانا نعمت خدا ہے۔ سورہ آل عمران میں بدر صفحہ کے لیے پر جو بھارتی فوج مسلمانوں کو حاصل ہوئے اور جو اخلاقی فتح انکو ابوسفیان کی دھمکی سے نہ ڈرنے اور ہر برس جب وعدہ دھمکنے سے ہوئی اسکے اعتراف میں ہے: **فَاَنْفَلَكُمُ الْيَمَنُ عَلٰى الْبَنِيّٰلِ مِنَ اللّٰهِ وَفَضَّلْنَا مُحَمَّدًا عَلَيْهِمُ سُوَّةً وَّاَتَّبَعْنَا رِضْوَانُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيْمٍ** (۳: ۱۶۳) یعنی پھر اسلام کا جبر لشکر کرو اُن کے بہادر سرخیل کوٹے تو اس شان سے تو نے کہ خدا کی نعمتوں اور اُس کے فضل و کرم سے نہ تھے، بدر کے میدان میں تین دن رات پڑے رہنے کے باوجود اُن کا بال ایک یگانہ نہ ہوا (لَا يَكُنْ سَبْعُ سُوَّةٍ) وہ خدا کی خوشنودی پر کما کر رہا ہوئے تھے اور خدا نے اُن ہی صاحب فضل و کرم سے جو اُن میں کچھ کا کچھ کر دیا ہے۔ یہاں نعمت کے دنیاوی مفہوم کے علاوہ فضل کے معانی بھی صاف ہو گئے کہ قرآن کی نیت میں اس کا مفہوم بھی دنیاوی مال و دولت ہی ہے۔ سورہ آل عمران میں راہ خدا میں اپنی جان نثار دینے والے مجاہدین کی نسبت فرمایا ہے۔ وہ مرنے نہیں بلکہ زندہ اور خوش و خوش بخش خدا کے پاس موجود ہیں، اُن مجاہدوں کو جو ابھی مارے نہیں گئے (اُخْرُوْا) امن کی بشارت دے رہے ہیں پھر اسکے بعد فرمایا ہے: **يَسْتَبْشِرُوْنَ بِمَنَ اللّٰهِ وَفَضْلِهِ** (۱۰: ۱۳) یعنی وہ لوگ دنیا میں رہے رہا

عنبر

دینیہ تحت (صفحہ ۲۱۶) مومنوں کو خدا کے ماں سے (عَنْ اللَّهِ) ونبیوی انعام واکرام اور فضل و کرم کی بشارت دے رہے ہیں۔ یہاں نعمت صاف دنیاوی نعمت مراد ہے کیونکہ غریبی انعام کا ذکر پیشتر کی آیت میں آچکا ہے۔ سورہ فتح میں صلح حدیبیہ کی دور رس حکمت عملی کو فتحِ اُفَیْنَاہ (۱: ۲۸) کہہ کر تمام نعمت اور صراطِ مستقیم کے معنی خیز القاب عطا فرمائے ہیں: وَبَلَّغْنَا فِعْمَنَّا عَلَیْكَ وَهَلْ یَاکُ جَرَّاطًا مُّسْتَقِیْمًا (۲: ۲۸) یعنی یہ سعادہ جو بظاہر خفّت آمیز معلوم مینا ہے کمزور مسلمانوں کے لئے دراصل فتحِ مبین ہے کیونکہ ان کو اپنی مثال میں اپنی قوتوں کو اور جمع کر نیک موقع مل جائے گا۔ دشمن اپنی قوت کے غرور میں اور قوی بننے کی سعی کر کے گا، اور یہ متارکہ فی الحقیقت تم پر خدا سے عز و جل کی نعمت مکمل ہو جانے کا پیش خیمہ ہوگا، اور نیز اس لئے کہ خدا تم کو دشمن پر غالب آئیے صراطِ مستقیم پر لیجائے۔ یہاں نعمت کے سیاسی مفہوم کی توضیح کے ساتھ ساتھ صراطِ مستقیم کے مطالب کی بھی ایک حد تک تشریح کر دی ہے۔ سورہ آل عمران میں قرونِ اولیٰ کے مومنوں کے بمثال اتحاد اور اخوت کو دوبار نعمت کہا ہے: وَادَّخَرْنَا لَکُمُ الدِّیْنَ لَعَلَّکُمْ اَعْلَآءٌ فَالْتَفَ بَیْنُ قُلُوبِکُمْ فَاصْبِرْ لِحُکْمِ اللّٰهِ وَذِکْرُ اللّٰهِ اَعْلٰی (۱۰۲، ۱۰۳)۔ مطالبہ (صفحہ ۲۱۷) پر آچکے ہیں یہاں اعادے کی ضرورت نہیں۔ سورہ مائدہ میں بدن کی تطہیر اور ناز سے پیشتر ہاتھ منہ دھونے کو بھی اتمامِ نعمت فرمایا ہے: فَادْبِرْ لِّیْ اللّٰهِ لَعَلَّکُمْ تَحْشَرُوْنَ وَلَکِنْ یُّدِیْنُ لِّیْطِیْعُوْکُمْ وَلَیْسَ لَیْکُمْ فِیْہِمْ اَعْلَآءٌ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (۶: ۵) یعنی خدا اس صبر اور تحمّل کی بند سے فی الحقیقت تم پر کوئی ناروا یا سببِ تنگی کر نہیں چاہتا، بلکہ وہ انسان ایسی شرفِ المخلوقات کو ظاہری شکست اور آلائش سے ہرگز پیچھے نہ پا کر صاف کرنا چاہتا ہے، اور جہاں اُسے تمہاری دنیاوی بہتری، معاشری بہبودی، اور اخروی نجات کیلئے تم کو نہایت گرانقدر اصول سکھائے ہیں وہاں وہ تمہاری جسمانی صفائی کا یہ چوٹا سا اصول سکھانے کی محنت تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کرنا چاہتا ہے تاکہ تم اس نعمت حقیقی کی اس حیرت انگیز محافظت کی دل سے قدر کرو (لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ) یا گویا یہاں بھی نعمت سے دنیاوی نعمت (یعنی جسمانی صحت) مقصود ہے، محض بدن کو دہولینا کسی شخص میں روحانیت پیدا نہیں کر سکتا، اور نہ وضو سے اُس روحانیت کا اتمام پیشِ نظر ہے۔ بعینہ اسی نقطہ نظر سے اس آیت شریفہ سے ذرا پہلے احکامِ حرمتِ ماکولات کے ضمن میں اتمامِ نعمت کا تذکرہ کیا ہے: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمُ دِیْنَکُمْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (۲: ۱۷۵) یعنی آج اے مسلمانو! ہم نے معاشری اور اجتماعی امور و نہائی کی کامل شرح و بسط کے بعد حلت اور حرمت کے ان نتیجہ خیز احکام کی بھی توضیح کر کے گویا تمہارے آئندہ اور مجوزہ طرزِ عمل کو روئے کھنگھار دینا ہے اس ابتلا گاہ سعی و عمل میں پایہ تکمیل کو پہنچا دیا ہے، بلکہ ایک رو سے اپنی تمام نعمتوں کی تکمیل کر دی ہے، اور تمہارے لئے اسی تقویت انگیز اور غلبہ اندوز اسلام کو بطور راہِ عمل پسند کیا ہے۔ حلت اور حرمت کے احکام کی نتیجہ خیز حکمت اور انکی اہمیت کے متعلق فلسفیانہ بحث کرنے میں ابھی بہت دیر ہے۔ یہ موضوع غالباً پانچویں جلد میں آسکیگا، مگر پوری اہمیت کے مطالعے سے ظاہر ہے کہ مقرر شدہ کے کھانیے، پینا، اور جیسی کرامت انگیز شے سے پرہیز کرنا، یا لحمِ خنزیری پیدا، اور مضمر صحت پر کھرا مہمنا، یا اور باقی اشیاء جنکی حرمت کی تصریح اس آیت میں ہوئی ہے انکے کھانے سے گریز کرنا فی حقیقت انسان کی معاشری اور دنیاوی زندگی کی صلاح کا ایک منظر ہی ہے، ان کو روحانیت سے متاکوئی تعلق نہیں، اور اسی اتمامِ نعمت کا مفہوم یہاں پر بھی دنیاوی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس طلاق کے متعلق احکام خدا کی شرح و بسط کے بعد ارشاد ہے: وَذَکَآءُ تَحْجٰنَ وَ اٰیٰتِ اللّٰهِ هٰذَا وَ ذَکَآءُ دِیْنِکُمْ اَللّٰہُ عَلَیْکُمْ وَ مَا اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنَ الْکِتٰبِ وَ الْحِکْمَۃِ یُعْطٰکُمْ بِہِ (۲: ۱۷۵) یعنی مسلمانو! جہاں خدا کو منہسی مغول یا یہ نتیجہ اور بے مطلب باتیں (هٰذَا) سمجھ کر مثال دیا کرو، بلکہ ان کی تعمیل خدا کے ان بیش قیمت احسانوں کو دل میں رکھ کر کیا کرو جو اُسے وقتاً فوقتاً تم کو مناسب احکام دے کر کیئے۔ اور جو گرانقدر کتاب اُس نے تم پر اتاری ہے بلکہ حکمتِ الہی کے جو بمثال حکمت اس نے تم کو اپنی جناب سے عطا فرمائے ہیں اور جن کے ذریعے وہ تم کو مناسب راہِ عمل بتاتا رہتا ہے انکو پیشِ نظر رکھ کر تعمیل کیا کرو۔ یہاں بھی نعمت سے مراد وہ اجتماعی خوش حالی ہے جو احکامِ خدا پر کما حقہ عمل کیسے ہر قوم کو اس دنیا میں نصیب ہوتی ہے، روحانی بھجوت ختامِ اُخروی۔

وَلَا الضَّالِّينَ (۵۱-۴)

دیکھتے ہیں صنف ۲۱۹، حکم کی اطاعت کرنا اپنا فرض سمجھ لیا تھا، اور اس کی تعمیل میں اپنی جانوں کو نذر دینے سے نہیں بچکتے تھے پس تنہا سے مراد یہاں پر بھی وہ توفیقِ عمل ہے جس کا نتیجہ قوم کی دنیاوی راحت ہی ہے، وہ کوئی اعتکاف کی کسرت یا سبھی ورزش نہیں جس کا اس دنیا میں بظاہر کوئی مستیجو مترتب نہیں ہوتا۔ ایمان اور علو حقائق کی یہی وہ عملی اور نفع مند کیفیت ہے جس کی بنا پر خدا نے عزوجل نے حکام اسی کے عالموں، اور رسول کے بالمشافہ احکام کی تعمیل کرنے والوں کو انعم اللہ علیہم کا لقب عطا فرمایا ہے: وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ، وَسَوَاءٌ أُولَٰئِكَ زُفِّقُوا (۴۹: ۲۹) یعنی مسلمانو! تم میں سے جس شخص نے اپنے آپ کو احکام خدا کی متابعت کے پے وقف کر دیا، اور جس نے رسول کے بالمشافہ احکام کی تعمیل میں وہی اور منصوص نیت سے کئی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے دوش بدوش چل رہے ہیں اور مثل انکے اخروی اجر کے مستحق ہوں گے (مَعَ الَّذِينَ) جنہاں اللہ نے اپنا خاص احسان کیا (أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ) مثلاً وہ انبیائے کرام جنہوں نے راہ حق میں جہاد کیے (مِنَ النَّبِيِّينَ) یا وہ صادق، لوگ جنہوں نے عمل سے اپنے ایمان کو سچ کر دیا (وَالصِّدِّيقِينَ) دیکھو تحت صنف ۱۱۴، یا وہ شہداء، خدا جو اپنے بلا مردِ اعلیٰ سے خدا کی گواہی دیتے دیتے چل رہے (وَالشُّهَدَاءِ) دیکھو تحت صنف ۱۱۵، یا وہ صالح اہل، لوگ جنہوں نے اپنی جماعت کی حالت درست کی (وَالصَّالِحِينَ) دیکھو تحت صنف ۱۶۸، اور یہ لوگ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں، اطاعت رسول کے صحیح مفہوم کے متعلق ایک ضمنی بحث صنف ۱۱۷ کے تحت صنف ۱۱۸ میں گزر چکی ہے وہاں پر اشارہ کر دیا ہے کہ اس سے مراد رسول خدا صلعم کے ان بالمشافہ احکام کی فوری تعمیل ہے جو آپ کی ہدایت کا عظیم یا رہنمائے امت واقعی اور مقامی حالات کو مدنظر رکھ کر دیا کرتے تھے، اور جن کا منہائے نظر تقویت جماعت یا غلبہ سلام ہی تھا۔ چنانچہ یہاں پر بھی جہاد بالسیف اور ہجرت وطن کے احکام اس آیت سے پیشتر آئے (۲۶: ۲۶) میں اَفْتَلَوْا اَنْفُسَكُمْ اَوْ اَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ کے الفاظ میں ہو چکے ہیں۔ اور انعم اللہ کا حکم بھی اسی قطع کے جان مال اٹھا کر کرنے والوں کے بارے میں ہے۔ اس بنا پر مختصر الفاظ میں انعم اللہ علیہم سے مراد یہاں پر بھی وہ توفیقِ عمل ہے جو ایمان کا جزو لاینفک ہے اور جس کا اس دنیا میں نتیجہ فلاح قوم، اور آگے چل کر فلاحِ آخرت ہو، انکے ماسوا کچھ نہیں۔ جن لوگوں نے اسلامی اور مردِ نوای کے اجتماعی مقاصد کو نظر انداز کر دیا جو اور بعد ازاں ان میں چند مسائل احکام مثلاً نماز روزہ کو اپنے لیے پسند فرما کر ان کی نظر دشمنی پیدا کر لی ہے، اور نہ تو تنوع کی اس کامیاب شان کو تو حاکمیت فرض کر کے اپنے آپ کو انعم اللہ علیہم کا مصداق مانا ہے انکے لیے یہ آیت از بس سبق آموز ہے۔ صدیق، اور شہداء اور صالحین اور انبیاء کی ہمدوشی کا مقام حاصل کر کے لیے انتہائی سعی و عمل شرط ہے، جان و مال کی قربانی مشروط ہے، خدمت عباد و شرط ہے وغیرہ وغیرہ، پس ہی شخص انعم اللہ علیہ کا صحیح مصداق ہو سکتا ہے جو ان جیسے نتیجہ خیز اور غلبہ اندوز، مصلح قوم اور محرک اعضا کا کام کر رہا ہے۔ سورہ مریم میں صدیق اہل ابرہیم (۱۱۹: ۳۱)، مخلص الاعمال موسیٰ (۱۹: ۵۱)، اور صادق الوعد اسمعیل (۱۹: ۵۴) علیہم السلام کے ذکر کے بعد ارشاد اسی ہے: وَادْعُ إِلَى سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَرِثُونَكَ اِنَّكَ كَانَتْ صِدْقًا نَبِيًّا وَكَفَعْنَا لَكَ مَا تَاْمُرُ بِهٖ اُولَٰئِكَ اَلَّذِينَ اَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قُلِ النَّبِيُّ مِنْ ذُرِّيَةِ اٰدَمَ (۵۶-۵۸) یعنی اسے پیغمبر! ابرہیم اور موسیٰ اور اسمعیل کے طویل القصد کارناموں کو یاد کر نیکی کے بدلے ہماری کتاب میں ادیس کا تذکرہ بھی کر، کیونکہ یہیں شک نہیں کہ یہ کارکن شخص ہی اپنے اعمال و افعال سے اپنے ایمان کی بڑی ہی تصدیق کرنے والا (صِدْقًا) اور قانون خدا سے بڑی ہی باخبر (نَبِيًّا) تھا، اور اسی وجہ سے ہم نے اس کو ایک نہایت بلند منصب پر سرفراز کیا تھا، (مُكَامًا عَظِيمًا)۔ اولاد آدم میں سے جو وہ انبیاء لوگ تھے جنہو خدا نے اپنے جدا احسان کیے، اور جو اس دنیا سے فی حقیقت مٹ کر ہو کر گئے، گویا یہ عمل کے ذریعے سے اپنے ایمان کو چکر کر دیکھنا اور صدیق بننا ہی خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے، اور یہی سچی رُوحانیت ہی ہے۔ گوشہ نشین بن کر خدا رکھتے رہنا اور مخلوق سے بے نیاز ہونا حقیقت نہ کوئی عمل ہے اور نہ ہمیں خلق خدا کی بہتری کی کوئی صورت مل سکتی ہے۔ انبیاء نے کرام علیہم السلام کی

اسے پروردگار عالم اور اسے نعمتوں کے بخشنے والے خدا! تو ہم سب کو اس سید سے

دقیقہ تحت المہین صفحہ ۲۲۰) بے مثال علی زندگیاں، انکے اس خیال میں عالم انگیز کارناموں، اور مخلوق خدا کی جستجائی اصلاح کے بارے میں ان کی آن تھک کوششوں کو پیش نظر رکھ کر ہی رب زمین و آسمان نے جابجا انہیں سلام بھیجا ہے، انکے اعمال کو سراہا ہے، اور عوام کے سامنے انکو بطور نمونہ پیش کر کے انعم اللہ علیہم کا عزیز القدر لقب دیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں جابجا اس سلام بھیجے کی کئی مثالیں موجود ہیں جن کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں۔

(رض) انبیائے عظام کی اسی علامہ حیثیت کو پیش نظر رکھ کر سورہ زخرف میں خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ہے: اِنَّ هُوَ اَكْبَرُ عَبْدًا اَنَعْمٰنَا عَلَیْكَ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّلْعَالَمِیْنَ اَلَمْ یَكُنْ اَكْبَرُ آدَمَ بَلْ ط (۵۹: ۷۳)، یعنی مسیح توفی بحقیقت ہمارا ایک حکمران اور کارکن غلام (عبد) دیکھو سخت المہین صفحہ ۱۰۱) ہی تاجس پر ہم نے اپنی جابجائے توفیق عمل عطا فرمایا خاص احسان کیا تھا (اَنَعْمٰنَا عَلَیْكَ) اور یہ روح عمل اس تک ازراہی کر دی تھی کہ ہم نے اسکو نبی اسرائیل کی جمود زدہ اور غافل قوم کے لیے ایک نمونہ (مَثَلًا) بنا دیا۔ بنی اسرائیل کے اس باطل اور اولوہم بنیم نبی پر خدائے جل و علے کے یہی وہ بے مثال انعامات تھے جن کی بنا پر سورہ مائدہ میں حضرت کی والدہ پر احسان قیلا ہے۔ یہاں پر ربط قائم کر نیکیے لیے اس سے پہلی آیت بھی قتل کر دی جاتی ہے جس سے احسان قیلائے کا سبب اور بھی واضح ہو جائے گا:

یَوْمَ یَحْجِیْہُ اللّٰہُ الرَّسُلُ فِیْقُولُ مَاذَا اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا اَعْلَمُ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُیْبِ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَ عَلٰی وَالِدِیْکَ ہ (۵: ۱۰۹-۱۱۰)

اے پیغمبر! وہ وقت بھی نہایت ہی کڑا اور کھپکا دینے والا ہوگا جب وہ مالک زمین و آسمان اور صاحب کبریا و جبروت خدا اپنے سب پیغامبروں اور قاصدوں کو اکٹھا کر کے (یَوْمَ یَحْجِیْہُ اللّٰہُ الرَّسُلُ) اُن سے اپنے پیغام کے صحیح طور پر اور کھینکے متعلق محاسبہ کرے گا اور فرمائے گا کہ تم خوب! آج تم اپنا اپنا بیان پیش کرو کہ ساکنان زمین کی طرف سے تم کو ہمارے پیغام کا کیا جواب ملا (فِیْقُولُ مَاذَا اُجِبْتُمْ) (۵: ۱۰۹) اُنہوں نے تم کو کیوں مکرست بدل کیا (مَاذَا اُجِبْتُمْ) اُس کا باشندگان زمین پر کیا اثر ہوا (مَاذَا اُجِبْتُمْ) اور بعد ازاں اور پیغمبروں سے صرف نظر کر کے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جس کی امت نے پیغام رب العالمین کی مہینت کو قطع مسیح کر کے اُسکو خدا کا بیٹا بنالیا تھا متوجہ ہوگا اور فرمائے گا (اِذْ قَالَ اللّٰہُ) بلکہ اسے ہر دم کے بیٹے یعنی تم میرے اس احسان کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری ماں پر کئے تھے۔

سورہ مائدہ کے دو آخری رکوعوں کے مطالب کو ملحوظ کرنے کا یہ موقع نہیں بلکہ پوری آیت (۵: ۱۱۰) کی شج و بسط کر دینا ہی جہاں پر بہت کچھ پیش از وقت ہے، مگر اوقاف قرآن کے رموز کو جاننے والے غور و خوض کے بعد اس نتیجے پر بطور خود پونج سکتے ہیں کہ اس آیہ شریفہ میں اِذْ قَالَ اللّٰہُ سے عَلٰی وَالِدِیْکَ تک ایک متقل بیان ہے جس میں خدائے عظیم نے احتساباً بلکہ تہذیباً تیسرے لمحے میں حضرت عیسیٰ کی توفیق عمل و استعداد نبوت کو انہر بلکہ اُن کی ماں پر بھی احسان کے طور پر قیلا دیا ہے۔ اس دعویٰ کی تائید علامت ہر سے ہوتی جو وَالِدِیْکَ کے بعد ہے اور جس مراد یہ ہے کہ اسکے بعد تیسرا جانا لازمی ہے۔ ورنہ بعد کی عبارت سے ملا کر پڑھنے سے مطالب کے بگڑ جانے (حتیٰ کہ بعض ظاہر پرست اشخاص کے نزدیک کفر کے مرتکب ہونے) کا خوف ہوگا! گویا تم جیسے باطل اور کارکن شخص کا ہونا ہی تم پر خدا کا ایک احسان عظیم تھا، اور بالخصوص اس ماں پر جسے ایسا سپوت جنا۔ ماں اور بیٹے دونوں کو احسان قیلائے کا سبب سولہویں رکوع کے شروع میں ظاہر ہوتا ہے۔ جہاں چند ہیوں رکوع کے بعد انبیائے جہاں کے ہرے مجمع میں فرمایا ہے کہ اے ہر دم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے فی الحقیقت لوگوں کو کسا تھا کہ خدا کو چوکر مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو؟ حالانکہ میں نے ہی تم کو نبی اسرائیل کا سردار بنایا تھا اور تمہاری ماں کو ایسا کارکن میتا دیا تھا کہ اکثر شائین نے کلام خدا کے ربط کو نظر انداز کر کے آیہ (۵: ۱۱۰) میں وَالِدِیْکَ کے بعد کی عبارت کو متذکرہ صدر مکرر سے ملا کر اِذْ اٰیَّدْنَاکَ بِرُوحِ الْقُدُسِ مِمَّا یَشَکُّہُ النَّاسُ فی المائدہ دیکھ کر، وغیرہ وغیرہ کو نیت قرار دیا ہے۔ یہ واقعات یعنی تائید روح القدس اور کلام فی المائدہ وغیرہ خواہ ان کا مفہوم کچھ ہی ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر

راستے پر بے چل، ان لوگوں کے رستے پر جن کو توبہ نے اپنی نعمتوں سے مالا مال کر دیا ہے

دقیقہ نعت الحق صفحہ ۲۲۱) احسان کے عائد ہو سکتے مگر حضرت مریم پر ان کا جتنا ناکچمہ بے معنی سا ہے۔ یہ آیت اس امر کی بہترین مثال ہے کہ قرآن حکیم کے اوقاف اور نشانات رکوع جو علمائے سلف نے عجاج بن یوسف کے زمانے میں لگائے تھے کس خرم و جستیا طے لگائے اور انکو کلام الہی کے صحیح مطالب پر کتنا عبور تھا اس بنا پر یہ غالب گمان بلکہ یقین یہی ہے کہ آیت (۱۱۰: ۵) میں بھی نعمت سے مراد حضرت کی وہ جبرت انگیز روح عمل تھی جسے انکو **صَلَاةٌ لَّيْلِيَّةٌ اِمْرًا ذُو بَلَدٍ** (۵۹: ۳۳) بنا دیا تھا، اور نوعیت احسان حضرت مریم پر یہی ہے کہ ایسے جلیل الشان نبی مکی تھیں۔ چنانچہ اسی امتیاز کی بنا پر سورۃ اکل عمران میں ولادت مسیح کی بشارت دینے والے ملائک کا خطاب مریم علیہا السلام ہے **اِنَّ اللّٰهَ اخَذَ مَطْلَعَكَ وَطَعْنُكَ وَاصْطَفٰكَ عَلٰی سَائِلِ الْعَالَمِيْنَ** (۱۱۲: ۱۰) یعنی تھے مریم! اسیں شک نہیں کہ خدا نے تمہیں منتخب کر لیا ہے تم کو آلائش گناہ سے پاک صاف کر دیا ہے، اور یہی نہیں بلکہ دنیا جان کی عورتوں سے تمہیں اس منصب یعنی اُمّ نبی بننے کے لیے پسند فرمایا ہے قرآن حکیم کے مطالب میں مزید غور و غوض کرنے والے شاید اس نتیجے پر بھی پہنچ سکیں کہ یہ انتخاب محض بے سبب یا علی الحساب نہ ہوا تھا بلکہ خود مریم علیہا السلام کی بے لوث اور پاکیزہ زندگی، ان کا عملی ایمان، ان کی صداقت اور حکیم داری اس انعام و اکرام کا باعث ہوئی تھی جیسا کہ سورۃ تحریم کے اخیر میں رب تعالیٰ نے **وَصَرَّبَ اللّٰهُ صَعْلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** کے الفاظ میں زود فرعون (آسیہ) اور مریم علیہا السلام کی زندگیوں کو ایمان والوں کے لیے بطور نمونہ پیش کر کے مؤثر الذکر کے حق میں فرمایا ہے، **وَصَلَّوْا فَاَنْتُمْ يَّجْلَلُكُمْ رَبُّنَا ذُوْا** **كُتُوْبٍ وَكَانَتْ مِنَ الْقَلِيْدِيْنَ** (۱۱۲: ۶) یعنی تھے ایمان والو! مریم علیہا السلام کی پاکیزہ زندگی تمہارے لیے نمونہ عمل اس وجہ سے ہے کہ نیک اور باعمل خاتون ہمیشہ احکام خدا کی بذریعہ عمل تصدیق کرتی رہی، اور اسکی پیروی کرتا ہوں کو قانون خدا سمجھ کر اُس پر حتی الوسع عمل پیرا رہی، اور وہ فی الحقیقت خدا کے فرماں بردار بندوں میں سے ایک بندی تھی، یہی تونسنتیق عمل صحیح معنوں میں وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کی بنا پر سورۃ زمر میں **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَتَاخَذُكُمْ عٰثِرًا** (۱۱۲: ۱۰) یعنی تم نے ابن مریم اور انکی ماں کو ان کی بے لوث و باعمل زندگی کی وجہ سے خدا کی قدرت کی ایک نشانی اور اعجاز بنادیا تھا اور اسی نعمت کا ذکر آیت (۱۱۰: ۵) میں ہے جس کی تشریح میں یہ سب ضمنی آیتیں پیش کی گئی ہیں۔

[illegible]

بتائے ہوئے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔

”صراطِ مستقیم“

یہ تھا سچا فلسفہ اُس نماز کا جسے اہم تر حصے کو خود خدائے جل و علی نے مومنوں کی ہدایت اور آئندہ نسلوں کی رہنمائی اور طہیستانِ مزید کے لئے، بطور وحی نازل کر کے قرآن کے ورقِ اول پر لکھ دیا تھا۔ یہی وہ واحد، فرارِ غریبی، اور درِ غریبِ طلبِ نصبِ عینِ تاجِ اسلام کی دنیاوی اور آخری بہتری کے اُس بہترین مجتہد نے، دن میں پانچ وقت مسلمانوں کے پیشِ نظر کر دیا تھا، اس صراطِ مستقیم کی دعا میں رب العالمین کے حضور میں نعمت کے جلد تر عطا ہونے کی درخواست تھی، اس میں اُس اعلیٰ مقام حاصل کرنے کا صبرِ کمال، اشتیاقِ شعلہ زن تھا، اس میں درنگ کی بے صبری نہ تھی، اور توفیقِ والتوا کا بسلاہ فیضِ شرب تھا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصِمُوا بِهِ فَيُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَرْحَمَهُمْ إِنَّ رَحْمَتَهُ قَدِيرَةٌ وَفَضِيلٌ وَيَهْدِي إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (۱۷۶: ۴)

سو جن لوگوں نے خدا کو اپنا آقا مان لیا، اور ہم کر کے قانون کی تعمیل کرتے رہے، انہیں عنقریب اپنی مہربانیوں اور بخششوں سے مالامال کر دے گا۔ اور انہیں دنیاوی مرنہ الحالی کی طرف منحصر سے منحصر، اور قریب سے قریب رستے سے لے آئے گا۔

اس میں اولین نصرت پر، اور سہل تر طریقے سے، اس معاملے کو طے کرنے کی خواہش لگائی تھی، اس میں گنجائش صبر اور تابِ مہلت کا انکار تھا، اس میں ناقابلیت اور سوسہ تدبیر، نا دور بینی اور غلط طریقِ عمل کی مشکلات

۱۰۔ اس آیت کریمہ میں الفاظِ ”يَهْدِي“ ”إِلَيْهِ“ ”صِرَاطًا“ ”مُسْتَقِيمًا“ اس امر کی شہادت ہیں کہ صراطِ مستقیم کا اسی مفہوم منحصر سے منحصر اور قریب سے قریب رستہ بھی ہے۔ دو مقامات کے درمیان سب سے منحصر رستہ صراطِ مستقیم ہے، اور ایک شے کو دوسری شے کی طرف سیدھے رہتے سے لے جانے میں انحصار اور سرعتِ نقل و حرکت دونوں مد نظر ہوتی ہیں، طے ہمارے اختیار کرنے میں لامحالہ طوالت اور دیر کی دونوں کا خوف لاحق ہے پس اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۱۷۶: ۱۰) کی دعا اور اس نسبت تک نہایت سرعت اور مختصر سے منحصر رستے سے پہنچنے کی دعا بھی ہے اور اس نعمت کے جلد تر حاصل ہونے کا اضطرابِ ضمیر ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے دلوں کی بھی وہ اضطرابِ ضمیر کی کیفیت تھی جو نماز کے وقت ہم حقیقی تہ کے حضور میں اکوشوش و حضور کرنے بلکہ بار بار اپنے اذنیوں پر بدل مجید کر دیتی تھی۔ آج بھی اضطرابِ

نجات مانگی گئی تھی، ہمیں عام انسانی لغزشوں، اور سہو و خطا کی طویل اور دشوار گزار راہوں سے پناہ طلب کی گئی تھی۔ یہ ہر اسلامی معاملے میں حسن عمل کی استدعا، اور عطاے سہولت کی عرضداشت تھی، ہمیں یہ ہر تنفس کی طرف سے سطح زمین کی تمام اسلامی جماعت کے حق میں توفیق عمل کی گزارش تھی، اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ پاکستان عرب کے ہزاروں بلکہ لاکھوں نفوس کی یہ جماعت صبح و شام زوال آفتاب پر اور دن ڈھلے، رات کی خاموشیوں اور دن کی مصروف کاریوں میں، ایک مرکزی طرف قبلہ مڑو ہو کر، نہایت عجز و الحاح سے یہ کہا کرتی تھی کہ اے آلہ العالمین! تُو دنیا کی اس عظیم الشان کشمکش

۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷ پر گزری چکی ہیں، باقی شہادت کو خوف طوالت کے باعث نظر انداز کر دیا ہے۔

(بقیہ تحت لہجہ صفحہ ۲۲۴) ہر غرضمند شخص اپنے دنیاوی منہم کے روبرو دست بستہ کھڑے ہو کر ظاہر کرتا ہے، وہ انعام کو جلد تر حاصل کرنے اور اپنے منہم کے دل کو اقل قلیل مدت میں نرم کرنے کی غرض سے کبھی اُسکے پاؤں پر تباہے، کبھی اپنی گہری اُسکے پاؤں پر ڈال دیتا ہے کبھی اُسکے آگے ٹہن پر سجدہ کرتا ہے، کبھی گر کر گراؤں میں اُترتا ہے اور ہر ہاتھ جڑنے لگتا ہے۔ اس تمام اضطرابی عمل سے مقصود منہم کے دل کو نعمت کے فوراً عطا کرنے کی طرف مائل کرنا ہوتا ہے اور میرے یقین ہے کہ نماز کے قوسے اور قوسے ہی اس منہم حقیقی کے حضور میں اس کی کیفیت دل اور اضطراب کے مظاہر تھے۔ اگرچہ آج وہ سب کیفیت حال ہر نمازی کے دل سے ہٹا ہو چکا ہے۔ فَاِنَّ جَلَدُكُمْ كَسَ مِنْ سَبْحٍ وَ مَسَاءٍ جو مستقبل قریب کے لئے بالعموم استعمال ہوتا ہے، یہی انعام کا جلد تر عطا ہونا مستحج ہوتا ہے۔ دستِ حقِ پُر اور فقیر کے دنیاوی منہم کے متعلق شہادتیں صفحہ ۱۱۶ کے تحت لہجہ میں اور چند صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷ پر گزری چکی ہیں، باقی شہادت کو خوف طوالت کے باعث نظر انداز کر دیا ہے۔

بھائی! اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ کی ضمیر کو بعض روح پسند اور سطح میں اصحاب نے خدا کی طرف پھیر لیا ہے اور اس جیسے کا مطلب یوں ادا کیا ہے کہ ایمان والوں کو خدا اپنی طرف کا سیدھا راستہ دکھا دیا۔ ادنیٰ تامل ہی ظاہر کرتا ہے کہ خدا کی طرف کا سیدھا راستہ وہ ناقابلِ درک شے ہے کہ اُسکے صحیح مفہوم کے متعلق ایک برس بحث کر نیکی بعد بھی کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ ہم نے اَللّٰهُ کی ضمیر کا مروج فقہان ظاہر کیا ہے یہی اُسکے قواعد صحیح تر مروج ہے اور اسی سے مطالب بالکل مربوط ہو جاتے ہیں۔

ہم بیان پر فائز نہیں اس امر کی شہادت ہے کہ صراطِ مستقیم کی درخواست تمام جماعت کی طرف سے ہے، انفرادی نہیں۔ اور اس لئے صراطِ مستقیم ہی لامحالہ وہ اجتماعی طہرینِ عمل ہے جس پر چکر جماعت کے دنیاوی انعام حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ آگے چکر ثابت ہوگا۔ اسلامی غماز کی تمام مشرعات میں جو بات غور طلب اور دل چسپ ہے یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ میں (جسکو پیش امام اُنت کے قائم مقام ہونے کی سے با آواز بلند پڑھنا ہے) درآخالیہ کہ مقتدی خاموش کھڑے رہتے ہیں، مشکلم اور غائب کی سب غمبیریں جمع کی ہیں۔ باقی تمام حصہ جو مقتدی دینی آواز میں بطور خود ادا کرتے ہیں سب کے سب انفرادی ہیں، ان میں سب مشکلم غمبیریں اور بیٹھے (ماسواۃ) کے، واحد ہیں۔ گویا اجتماعی حصوں کو پیش امام کی زبان سے با آواز بلند کہنے اور انفرادی حصوں کو فرداً فرداً دہرائیں ادا کرنے کا سبب انکا اجتماعی اور نفسی ہونا ہی ہے۔ اس مقامِ نظر کے ظاہر ہے کہ انفرادی طور پر اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی درخواست اصحابِ تابعین سے ہے۔ اور نماز کو اسلامی جماعت سے الگ ہو کر، یا خانہ نشین ہونے کے لئے، انکی اصلی غرض و غایت ایک بہت بڑی حد تک مفقود ہو جاتی ہے۔

۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷ پر گزری چکی ہیں، باقی شہادت کو خوف طوالت کے باعث نظر انداز کر دیا ہے۔

میں جہاں ہر قدم پر مشکلات کا سامنا ہے، جہاں معاملات کی عظمت و اہمیت کے باعث کم علم اور کوتاہ بین انسان کے لیے اکثر اوقات حق و باطل میں تمیز، اور صحیح و غلط میں فرق کرنا محال ہو جاتا ہے تو دنیا کے اس وسیع مجاہدے میں اسلام کی جماعت کو حصول قوت کے سیرے اور آسان طریقے بتا دے، تو ان میں حسن تدبیر اور صلاح عمل کی اہلیت پیدا کرے۔ تو ان میں اعتصام خدا اور تسلیم اتقا اور اتحاد کے جذبات موجزن کرے! وَنَّيْمَتِهِم بِاللهِ فَقَدْ هَمَّكَ الصَّيْطَانُ يَتَّقِيهِ كُفْرًا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (۱۰۲-۱۰۰-۱۰۱)۔ تو ان میں صبر کی توفیق اور توکل کی تہمت

۱۰۔ اور جو لوگ اللہ کے دامن کو جسم کر پڑے رہے، (اُسکے قانون کی تنہی سے قہیل کر کے اُسی کا سر اٹھو ڈھرتے رہے)، وہ تو صراطِ مستقیم لگ گئے۔ اے ایمان والو! تمہارے لیے راہِ راست یہی ہے کہ مقامِ خلا سے ہر وقت ڈرتے رہو اور ایسا ڈر وجہاں کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے، اور اُسکے احکام کے آگے مرتے دم تک سر تسلیم خم رکھو۔ اور سب ایک دوسرے سے گھل ملکر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور بچنا آپس میں تفسیق پرگز پیدا نہ ہونے دینا۔

۱۱۔ یہاں سے صراطِ مستقیم کی قرآنی تعریف شروع ہے۔ بعد کی آیات جو اس عنوان کے تحت میں پیش کی گئی ہیں سب کی سب الصَّيْطَانُ الْمُسْتَفْتِمُ کے مفہوم کی کسی ایک شق کی توضیح کر رہی ہیں۔ یہاں یہ امر نہایت غور طلب ہے کہ اسوا ایک مقام کے جس کا ذکر آگے چلکر دیا ہے، قرآن حکیم کے تمام طول و عرض میں الصَّيْطَانُ الْمُسْتَفْتِمُ کے الفاظ سورہ فاتحہ سے قطع نظر اور کہیں نہیں آئے۔ سب موقعوں پر صراطِ مستقیم بالقرآن موجود ہے، جس سے ظاہر ہے کہ ان آیات میں الصَّيْطَانُ الْمُسْتَفْتِمُ کے اسی مفہوم کی صرف ایک شق بیان کر دی ہے، تمام و کمال مفہوم کا ادا کرنا اُس جا مقصود نہ تھا۔ صراطِ مستقیم کے اسی مفہوم کی تین شقیں یعنی (۱) علمِ فطرت کا حاصل کرنا صفحہ ۳۷ تحت آیت (۴۹:۱۲۳) میں (۲) حفظِ نفس پر کار بند ہونا صفحہ ۱۴۹-آیت (۱۶:۵) میں اور (۳) اتحاد و امت صفحہ ۱۸۸-آیت (۲۱:۳۱) میں بیان ہو چکی ہیں دیکھو تحت آیت صفحہ ۱۹۰۔

آیت زیر بحث (۱۰۱:۳) کے موضوع کی مائت صفحہ ۲۲۳ کی آیت (۱۴۹:۱۲۳) سے واضح ہے۔ اعتصام باللہ اور صراطِ مستقیم کے الفاظ دونوں جگہ استعمال ہوئے ہیں اور مضمون بھی قریب قریب واحد ہے۔ آیت (۱۰۱:۳) سے نئے رکوع کے شروع ہونے کے باعث عمتِ راض وارد ہو سکتا کہ لَا تَفَرَّقُوا یعنی اتحاد کے مضمون کو جو (آیت (۱۰۲:۱۳) میں آیا ہے صراطِ مستقیم کا ایک شقی مفہوم سمجھنا اور از کارنا دلیل ہے، مگر اُسے تاہل لہی اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ یہ محاکمہ درست نہیں۔ اولاً قرآن حکیم میں نئے رکوع کا شروع ہونا اس امر کی تہا کوئی دلیل نہیں کہ بعد کے رکوع کا پہلے رکوع سے تعلق نہیں، برخلاف اس کے کلامِ الہی کے ربط کو سمجھنے والے اشخاص خوب جانتے ہیں کہ قرآنی رکوع بسا اوقات ایک سلسلہ استدلال کی کئی منازل کے ماہرین بطور وقفے کے ہو کر ملتے ہیں، اسکے واقع ہونے سے اُس موضوع کا انقطاع مراد نہیں ہوتا۔ اکثر موقعوں پر کئی رکوعوں میں ایک ہی واقعہ بیان اور سلسلہ خیال چلا جاتا ہے۔ اور بعد کا رکوع پہلے رکوع کے وعادی کا مویہ بہت کر اُس بیان کی ترکیب مزید یا تشریح کر دیتا ہے۔ بعینہ یہی بات ان دو رکوعوں میں ہے جو زیر بحث آیات کے متعلق ہیں جیسا کہ کسی آئندہ موقع پر تمام سورہ کا مربوط ترجمہ کرتے وقت عیاں ہو جائیگا۔ ثانیاً آیت (۱۰۲:۱۳) میں وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا کے الفاظ اور آیت (۱۰۱:۳) میں نَعْتَصِمُ بِاللَّهِ كُصْرًا صراطِ مستقیم کی ایک شق قرار دینا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ بعد کے رکوع میں صراطِ مستقیم کے مفہوم کی مزید توضیح ہی لَا تَفَرَّقُوا کے الفاظ میں کی گئی ہے اور مضمون برابر ایک ہی چلا آ رہا ہے۔ گو یہ تفسیق طور پر اعتصام بحبل اللہ کرنا، اور نہ صرف ایمان (اُمتون)، اور اتقا (اتقوا اللہ)، اور اسلام (وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ) ہی کی ایک اہم شق ہے بلکہ صراطِ مستقیم کا ایک شوشہ بھی ہے۔

عطاف سرا! وَمَا لَنَا لَا نَتَوَكَّلُ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَكُنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَى مَا آذَيْتُمُونَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ (۱۲: ۱۳) تو ان میں قانون خدا کا صحیح علم و عمل، اور ایمان کی اٹل طاقتیں قائم رکھ، اور ان اللہ
 طَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (۵۴: ۲۲)، مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ دُورًا هَدًى
 بِهِ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (۵۲: ۱۳) تو ان میں ایشیا و مال کے محبت انگیز لوگوں
 اور ایشیا و جان کا نتیجہ خیر ہیجان پیدا کر! اَمْ تَتْلُوهُمْ حَوَاجًا فَخْرًا زَيْدٌ حَيْدٌ وَهُوَ خَيْرٌ مِنَ الزَّيْدِ قَيْنٍ وَإِنَّكَ
 لَتَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (۴۳: ۴۲-۴۳) تو ان کو تفسیق کے ہونا ک نتائج اور شدتات انتشار کی

۱۔ اور قاصدان خدا نے قوم موسیٰ سے کہا کہ ہم کیوں نہ اپنا تمام معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں، اور ڈٹ کر نشانے خدا کی تبلیغ و اشاعت کریں،
 حالانکہ اسنے ہمارا طریق عمل ہم کو بتلا دیا ہے۔ اور ہم کیوں نہ استقلال سے اس دُکھ کو برداشت کریں جو قوم نے ہم کو دیا، اور توکل کر نیکو
 تو یہی چاہیے کہ اللہ پر توکل کریں۔

۲۔ اور خدا لا محالہ ان لوگوں کو جو اس کے خدا ہونے پر ایمان لے آئے اور جنہوں کی تصدیق میں فرمودہ خدا اعمال کیلئے، صراطِ مستقیم کی طرف ضرور لے جایگا۔
 ۳۔ اسے پیغمبر اتم اس سے پہلے کیا جانتے تھے کہ کتاب خدا کیا چیز ہے، اور کیا سمجھتے تھے کہ ایمان کسے کہتے ہیں، مگر ہم نے اس ایمان کو تمہارے
 اندر نذر کر دیا ہے جس سے تمام اصلیت تم پر کھل چکی ہے۔ اپنے بندوں میں جو کہ ہم مناسب سمجھتے ہیں اس نور کے ذریعے سے رستہ دکھاتے ہیں
 اور تم تو لا محالہ لوگوں کو صراطِ مستقیم پر ہی چلا رہے ہو۔

۴۔ اسے محمد اکیام ان ناجار اور ناجام شناس لوگوں (یعنی منافق اہل عرب) سے خچ انگ رہے ہو، کیا تم اُمت کی بہتری کے لیے انکو
 ایشیا و مال کے واسطے کہہ رہے ہو، ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو، خدا کا ایسا جو مال جو سچے مسلمانوں کی درمالت سے تم کو ملا ہے تمہاری اُمت کے حق
 میں بہتر ہے کیونکہ وہ درو مند لوگوں سے دیا ہے، اور وہی بہترین رفق دینے والے اور تم تو لا محالہ ان لوگوں کو صراطِ مستقیم پر ہی چلا رہے ہو۔

۵۔ حضرت کے صحیح مطالبہ صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰ کے حاشیوں میں بیان ہو چکے ہیں، علیٰ ہذا القیاس توکل کے جسکے لیے صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹ تحت
 المتن دیکھنا چاہیے: هَذَا نَسَبُكُمْ اَسْوَءُ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ کی طرف رہنمائی ہی ہے گویا مصائب کو استقلال سے برداشت کرنا، ان کا حکم رکھنا
 کرنا، ان کے دینے کے لیے سعی کرنا اور بعد ازاں نتائج کے بارے میں خدا کے فیصلوں پر بہر حال اعتماد کرنا اسلامی صراطِ مستقیم کی ایک شرط ہے۔
 ۶۔ ایمان کی کرنشی شرطوں اور اس کے قوت افزا اعمال کے متعلق مفصل بحث ابھی ابھی ہو چکی ہے اور ظاہر ہے کہ یہاں پر اَمْنُوْا سے مراد صرف منہ و سواغ اُمت
 یا شہرہ کشا نہیں بلکہ اُن جاگزا اور روح فرسا اعمال کا کرنا جو جسکا نتیجہ غلبہ تو ہے اور انہی اعمال کو شعائر بنالینا صراطِ مستقیم کی طرف جانا ہے۔

۷۔ الکتاب کے مفہوم کے متعلق ایک ابتدائی بحث صفحہ ۱۴۰ کے تحت متن میں ہو چکی ہے۔ یہاں مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ الکتاب
 سے مراد قانون خدا ہی ہے۔ اور یہ لفظ مطلق معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس سے کوئی خاص کتاب اتنی مراد نہیں۔ تو نہیں جانتا تھا کہ تیرا کیا حق اُمت
 کہنا جب کہ قرآن آنحضرت پر نازل بھی نہیں ہوا تھا بے معنی ہے۔ ایمان سے مراد یہاں پر یہی وہ محبت قلب ہے جسکا نتیجہ خدا کی راہ میں جان و مال
 کی قربانی ہے۔ منہ سے کچھ کہہ کر چھوٹ جانا مراد نہیں۔ اس مقام نظر سے ایمان کو جَعَلْنَاهُ دُورًا کہا گیا ہے اور بالآخر اسکو صراطِ مستقیم کی ایک شرط قرار دیا گیا ہے۔
 بہت ممکن ہے کہ جَعَلْنَاهُ دُورًا کی تفسیر ہو کہ مریض نہ صرف ایمان، بلکہ الکتاب بھی ہو کیونکہ کتاب خدا کو نور سے تشبیہ پہلے بھی
 دی جا چکی ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۴۹-آیہ (۱۵: ۱۵)۔

لا علاج شکست و سخت سے بچا! وما اختلف فيه الا الذين اؤثروا من بعد ما جاءهم البينات بغيا بينهم فهدى الله الذين امنوا لما اختلفوا فيه من الحق باذنه والله يهدي من يشاء الى صراط مستقيم (۲: ۲۱۳) تو ان میں اپنی سچی ملازمت اور لاشریک عبادت کے ولولے پیدا کرو۔ اَلَمْ اَعْمَدُ لَكُمْ بَنِي اٰدَمَ اَنْ لَا يَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُوْنٌ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۙ وَ اَنْ اَعْبُدُوْنِي وَ هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ (۲: ۲۱۳) تو اسلامی امت کے لیے ایک منسک عمل، ایک طریق ملازمت، اور ایک انداز عبادت مقرر کر چکنے کے بعد ان کو اصل قانون (اتحاد) کے متعلق سب تنازعات سے باز رکھ۔ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا هُمْ لَهَا سَوَاءٌ فَلَا يُمَارِعُونَكَ فِي الْاَهْمَرِ وَ اَدْعَ اِلٰى ذٰلِكَ مَا لَكَ لَعَلَّ هٰذَا يَفْقَهُوْهُ (۲: ۲۱۳) تو ان کو صورتاً اور معناً ایک مرکز پر جمع کر کے انکی جماعت کو قوت کا لازوال مصدر، تمرکز کا بے مثال سپر، اور شہادت خدا کا بیحدیل نمونہ بنا دے! سَيَقُوْلُ الْاَشْكٰوُ

۱۵ اور کتاب خدا کے متعلق تو انہی لوگوں نے آپس میں اصح احکام آئے پیچھے، اختلاف قائم کر لیا جن کو وہ دی گئی تھی، اور اس اختلاف کی وجہ ان کی آپس میں ضد ہی تھی۔ پھر جسے کاروہ راہ حق، جسکے بارے میں لوگوں میں اس قدر اختلاف پیدا ہو گیا تھا، اس نے اپنے فضل و کرم سے ان ایمان والوں (یعنی قرون اولیٰ کے مسلمانوں) کو کما دی، اور اس درجہ کو مناسب سمجھتا ہے صراط مستقیم کی طرف لجاتا ہے۔

۱۶ اسے اولاد آدم! کیا ہم تم کو وقتاً فوقتاً تاکید نہیں کرتے رہے، اور کیا ہم نے تم سب کی جبلت سے اس بات کا معنوی عہد نہیں لیا کہ دیکھو شیطان کی غلامی نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا کمال دشمن ہے، اور میری ہی عبادت اور علی خدمت میں لگے رہنا کہ یہی صراط مستقیم ہے، (عبادت کا مفہوم ظاہر ہے کہ یہاں پر بھی لازم نہیں کہ کوئی شخص شیطان کی نماز نہیں پڑھتا مقصود عمل اطاعت ہی ہے۔ دیکھو بحث اہلن صفحہ ۱۰۶۔ اس کے مطابق کتابتاً بالآیہ (۵۶: ۵۱) صفحہ ۱۱۸ سے لے کر آجائے۔

۱۷ لوگو! ہم نے زمین کی ہر اُمت کے لیے خدا کی عبودیت اور تعاون خدا کی اطاعت کا ایک ظاہری نشان مقرر کر دیا ہے جس پر وہ چل رہی ہیں لیکن اصل قانون سب کے لیے ایک ہے (اور وہ اتحاد ہے) تو لوگوں کو چاہیے کہ اصل قانون (الامر) کے متعلق تم سے کوئی نزاع قطعاً قائم نہ کریں۔ پس تم سب دنیا کو اپنے پروردگار کی طرف ہل کر ایک مرکز پر جمع کرو اور اسی توحید کے ذریعے سے اتحاد عالم پیدا کرو۔ اسیں شک نہیں کہ تم عالم کے مابین اس اتحاد معنوی کے قائم کرنے میں تم لامحالہ صراط مستقیم پر چو۔ الامر کی تشریح کیلئے آئندہ تحت المتن کے علاوہ ویسا چکنا صفحہ ۲-۳ و ۳۲-۳۳ کے مطالب پر غور کرنا چاہئے۔

۱۸ اس مشکل آیت کے صحیح مفہوم کو میں نے متذکرہ صدر الشریعہ میں ظاہر کرنے کی سعی کی ہے اور مطالب کو گندہ شدہ اور آئندہ سیاق و سورت سے بڑھ کر دیا ہے۔ محولہ بالا مطالب کی صحت کا اندازہ شاید اس وقت زیادہ صراحت سے ہو سکے گا۔ جب سورہ حج کے داخلی ربط اور مطالب کو جس میں یہ آیت واقع ہوئی ہے واضح کر دیا جائے گا اور حج کی اتنی حکمت علی بھی ذہن نشین ہو جائے گی۔ حج بیت اکرام کے متعلق ایک ابتدائی بحث دوسری جلد میں آئے والی ہے اور وہاں پر بھی اس آیت کے تذکرہ بالا مطالب کی تصدیق کا موقع مل رہے گا۔ یہاں پر فی الحال لفظ ھَسْبُکُمْ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا کے صحیح مفہوم سے بحث ہے۔ ھَسْبُکُمْ کے معنی میں نے نشان ملازمت خدائے کیے ہیں، اور میری مراد اس سے وہ اجتماع رسم و رسوم اور مشرعی روایات ہیں جن کے ذریعے سے روئے زمین کی ہر قوم بلا کافور مذہب ملت و ثقافتاً معبود سے اپنے تعبد و تعلق کا رسمی اظہار کرتی رہتی ہے۔ بعض امتوں میں یہ مناسک حیوانی تسرانیاں ہیں، بعض میں سالانہ اجتماع اور میلے ہیں، بعض میں کئی ظاہری نشان مثل شمشاد و زئیر کا لگا سہ رکنا ہے، بعض میں عجیب غریب اور ناقابل فہم رسومات ہیں جن کی اہلی غرض و غایت مراد سے باعث سمجھی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ (ان مشرعی

مِنَ النَّاسِ مَا وَلَهُمْ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُحَاسَنَةُ قُلْ لِلّٰهِ الشَّرْعُ وَالْمَعْرُوفُ يُهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۱۳۲:۲)

تو ان کو ابراہیم کی مخلصانہ اطاعت اور ایک منعمی کے کامل اتحاد عمل کی طرف مائل کر۔ قُلْ اِنِّیْ هَدٰی

۱۔ نا سچہ اور نادان لوگ تو یہی کہیں گے کہ ہلا محمدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو کیوں بنے وجہ اور بلا سبب اپنے پہلے قبلے سے ہٹ کر دوسرے قبلے کی طرف آگئے، اور وہ کیا ہی معمولی سی بات تھی جس پر یہودیوں اور عیسائیوں سے لڑائی ممل کی۔ قانون خدا کے ان نادانوں کو بھی مختصر سا جواب دے کر چپ کرادو کہ تمہیں اس بات کی کیوں غلطی ہے، خدا ہی کا مشرق اور خدا ہی کا مغرب ہے۔ وہ جو چاہے پسند کرے لیکن وہ جس قوم کو چاہتا ہے اور جس امت کو دیکھتا ہے مکرز اور وحدت کا صراط مستقیم دکھا دیتا ہے۔

۲۔ اس آیت شریفہ کے صحیح مطالب میں نے مذکور بالا ترجیح میں ظاہر کر دیے ہیں۔ شاہین نے جو کچھ لکھا ہے۔ سوال ان آسمان اور جواب ان زمین کا مصداق ہے۔ سنہاء اور نادانوں کا اعتراض ہے کہ قبلہ بیت المقدس سے کہ منظمہ کی طرف کیوں بدل دیا گیا انکو بے وقوفوں کا سا جواب دیا ہے کہ مشرق بھی اللہ کا ہے اور مغرب بھی اللہ کا۔ اسنے جو چاہا پسند کر لیا۔ عاقلوں اور سوچ والوں کے لائق یہ جواب ہے کہ اسلام کو ایک مرکز بنانے سے تیار سو جس قوم میں خدا اہمیت دیکھتا ہے اسکو ایک مرکز بنانے کا صراط مستقیم دکھا دیتا ہے۔ اگر بیت المقدس بدستور قبلہ رہتا تو یہ مرکز ممکن نہ تھا۔ عیسائی الگ تہنگ رہ کر اپنی ڈیڑھ اہمیت کی مسجد جدا بناتے، یہود جدا شورو مچاتے، اور وہ سچا اتحاد جو پیش نظر تھا قائم نہ ہو سکتا۔ پس بہتر یہی تھا کہ الگ مرکز بنایا جائے جس پر وہ نصارے بلکہ تمام عالم مجتمع ہو سکے اور ہو جائے۔ ضمناً جواب میں اس اہم حقیقت کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ خدا کا مشرق مغرب کی کچھ بے نیس نہیں، سب اسی کے ہیں۔ اسلئے نہ بیت المقدس مقصود بالذات تھا نہ اب کہہ ہے جو مقصود ہے وہ مرکز اور اتحاد جو گویا مسلمانوں کو متنبہ کر دیا ہے کہ اصل قانون کی طرف رجوع کریں جیسا کہ میں نے مسئلہ کے تحت اہم کے اخیر صفحہ ۲۳۳ میں واضح کرنے کی سعی کی ہے۔ یہ تحت اہم چنانچہ اس صفحے پر بھی جاری ہے اور اس آیت کے مطالب پر غور اس تمام تفسیر کو پڑھ کر کرنا چاہئے۔

(بقیہ تحت اہم صفحہ ۲۲۸) علامات کی پابندی کسی قوم کے اس کے اپنے معبود سے لگاؤ کا صرف ایک ظاہری نشان ہے، معبود کے احکام کی تعمیل پر آمادگی یا اس کے بتائے ہوئے قانون کی پابندی ان سے لازم نہیں آتی۔ بہت ممکن بلکہ نہایت کم ایک شخص ان رسومات کے ساتھ ساتھ صحیح معنوں میں ملازم خدا بن رہے۔ مگر ہر سی نبی اپنے والا (علاہی) یعنی عبادت کا دعویٰ اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک کہ اصل قانون اور احکام کی تعمیل بھی کما حقہ نہ ہوتی رہے۔ اس مقام نظر سے کسی مذہب کے اس کے اپنے معبود سے انظار تعلق کی ان ظاہری علامات کو نبی خدا کا کہنا قطعاً نادرست ہے کیونکہ عبادت اقل کے ملکوں پر ہی عمل اور اس کی خاطر مسلسل تکلیف برداری ہی ہے۔ اور ان رسوم کو بقید وقت پورا کر لینا صحیح معنوں میں عمل نہیں گو کہ ان کی پابندی بھی معبود کے احکام میں داخل ہو۔ قرآن حکیم نے اسی نقطہ نظر سے اس قطع کے وقتی اور رسمی افعال کو صحت کا سلسلہ کے جامع اور مانع لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اور عبادت کا لفظ کسی شخص کے باطنی تہجد اور اس کی قلبی اطاعت کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ چنانچہ اسی موضوع پر ایک مستقل بحث عبادت کے تحت اہم صفحہ ۱۰۵ میں گذر چکی ہے۔ اسلام میں صلوٰۃ اور حج، صوم اور زکوٰۃ کے افعال، باوہ شرعی مجاس، فقہی مراسم اور اجتماعی تیواریوں اور ظہور اسلام کے بعد امت میں رواج پائے گئے ہیں، اور جن کے باعث مسلمان باقی مسلمان امتوں سے ممتاز نظر آتے ہیں، سب کے سب مناسک ہیں داخل ہیں۔ ہمیں شک نہیں کہ نماز اور حج کے اوکرنے یا دن بھر بھجکا رہنے اور مقرو زکوٰۃ اوکرنے کے لیے ہر منتقل میں کچھ نہ کچھ اطاعت کا مادہ موجود ہونا ضروری ہے۔ مگر زکوٰۃ نماز گزار، صائم یا حاجی وغیرہ بن جانے سے عیناً درجہ لازم حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ اطاعت کا کیف ان مناسک کے اوکرنے کے بعد بھی بہر وقت موجود نہ رہے، اور تمام احکام مسلمان کی حسب موقع تعمیل نہ ہوتی رہے۔ پس مناسک اور عبادت میں مسنون فی اہمیت کیف نل کا فرق ہے اور جو مناسک قطعی اطاعت سے ادا ہو اور حاکم کا کھٹکا پیدا کرنے سے بلا مشتبہ عبادت کا ایک جزو ہے۔ مناسک اسلام کی اسی باطنی استعداد صلاح کو مد نظر رکھ کر مسنون صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ کو عبادت میں داخل کیا ہے، اور اصل کتاب میں بحث اسی الصلوٰۃ پر ہو رہی ہے جو کیفیت دل کے ساتھ ادا ہو کر

لَبَنِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۚ وَيُنَادِي مُنَادٍ أَنِ اتَّهَبُوا صَبَاحًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ قُلْ إِن صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي

(یعنی تحت اہل حق صوفی ۲۲۹) صحیح معنوں میں توبہ پیدا ہو سکے۔ نہ تو سے اور قعدے کر لینا اگرچہ مناسک میں داخل ضرور ہے لیکن عبادت
حقاً نہیں۔ قرآن مجید نے مناسک ج کے اسی طبعی نظار توبہ کو پیش نظر رکھ کر سورہ بقرہ میں واضح کر دیا تھا کہ ان سے اصل مقصود اس حاکم اعلیٰ کا
کشاکش ہے، توجہ و توجہ وہ مناسک اور ہو جائیں اصلی غرض و غایت کی طرف توجہ رجوع ہو جاوے: فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ
فَاذْكُرُوا اللَّهَ الَّذِي كُنْتُمْ تُبَايِعُونَ أَنفُسَكُمْ أَنْ تَكُونَ لَكُمُ الْكُفْرَ ۚ (۲۰۰: ۱۲) یعنی جب تم مہر رسم ج اور کر چکو تو اس احکم الحاکمین کی کُذُل میں اُس طرح لاؤ جس
طرح جو شجرت میں اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اُس کا کشاکش لگا رہے تو اچھا ہے۔ یہاں ذکر سے مراد تسبیح چلانا نہیں بلکہ فطر
خدا نے عظیم کی رکب و دیں رکنا ہے۔ لوگ اپنے باپوں کو تسبیح چلا چلا کر یاد نہیں رکھتے بلکہ ان کا خیال کرنا ان سے دلی رحم و راء رکنا ہی ان کا
ذکر ہے۔ اس آیت سے ذرا پہلے ہے: فَإِذَا أَقَضْتُمْ مِنْ عَرَقَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرِّ ۚ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا هَدَىٰ لَكُمْ (۱۹۸: ۱۲)
یعنی ہر جب تم عرفات سے کوڑ تو مشعر الحرام (یعنی مزدلفہ) میں تیر کر خدا کا کشاکش اپنے دلوں میں پیدا کرو (فَاذْكُرُوا اللَّهَ)، اور اس کو اس شدت سے دل
میں لاؤ جس طرح تمہیں بتلایا ہے۔ "یعنی یہی مقصود اہل حق کے مناسک اور ان کے بعد پیش نظر کر دیا ہے۔ چنانچہ سورہ نسا میں اس نماز کے بارے
میں جو میدان جنگ میں خوف و عدو کے باعث قصر کر دی جائے، ارشاد ہے کہ اُسے مناسک ادا کر لینے کے بعد وہی تکلیف دل میں پیدا
کر جو اہل صلوة کا منتہا ہے: فَإِذَا أَقَضْتُمْ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُؤًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقُوا
الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا (۴: ۱۰۳) یعنی ہر جب میدان جنگ میں نماز کے ارکان کو اذاعری اور گہرا ہن میں
اداکر چکو تو اس کے بعد کمرے اور بیٹھے اسی طرح بھی ہو سکے خدا کا کشاکش دل میں پیدا کر لو کہ یہی مقصود اصل نماز کا ہے، ہر جب دشمن کی طرف سے
بے خوف و خطر ہو جاوے تو اسی مسئلے والی، اور یاد پیدا کرنے والی نماز (الصَّلَاة) کو ہر قائم کرو اور یہ جو میدان جنگ میں ہی تم کو نماز پڑھنے کے
لیئے حکم کیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ صاحب ایمان بندوں پر یہ بیخود وقتہ حاضری بقید وقت فرض ہے، نہ یہ کہ جب جی میں آیا اور قلب مطمئن ہو چاہے
لی اور جب چاہا ملتوی کر دی؟ اس آیت شریفہ کے معانی نہایت غور طلب ہیں اور ان مطالب سے جو پیش کیئے گئے ہیں بعض اہم نتائج مترشح ہوتے
ہوتے ہیں: اولاً مناسک صلوة کو انتہائی خطر سے کے وقت بھی ادا کر لینا اسلئے ضروری ہے کہ پابندی وقت کا درس جو قرآن مجید نے اہل حق
کی تہ میں رکھا تھا نہ ہونے پائے۔ ثانیاً الصَّلَاة ایمان والوں کے لیئے موقوف اسلئے بھی ہے کہ بادشاہ زمین و آسمان کے حضور میں بوقت
حاضر نہ ہونا آداب شہنشی کے برخلاف، اور طاعت کے منافی ہے۔ ثالثاً صرف مراسم یعنی قعدہ اور قعدہ کر لینے سے نماز ادا نہیں ہوتی بلکہ
اس کے بعد خدا کی ٹیس دیں پیدا کرنا لازمی ہے۔ ہر نوع ان تمام مثالوں سے ظاہر ہے کہ اسلامی مناسک عبادت کے درجے پر اُسی وقت پہنچ
سکتے ہیں جب ان سے ذکر خدا یعنی طاعت پیدا کرنے والی و کج صحیح معنوں میں پیدا ہو، اور یہ ذکر کا پیدا ہو جانا ان مناسک کی رستہ کی تہیل سے
کمیں بہتر ہے۔ جیسا کہ آیت (۲۹: ۲۵) میں ذَلِكُنَّ لِلَّهِ الْفَاطِ سَ ظَاهِر ہے جو صفحہ ۲۰۹ کے تحت اہل حق میں گذر چکی ہے۔ اگرچہ مناسک
اپنے وقت اور موقع پر ادا کرنا بھی ایسا ہی ضروری ہے جیسے ادا و ادا و نواہی کی تمہیل۔ اس مقام نظر سے اسلامی مناسک فی بحقیقت ایک شخص کو
مطیع خدا بنانے کے اور ارا و وسائل ہی ہیں۔ بجائے خود منتہا، یا اصالتاً عمل نہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے یا ان کی وساطت سے توبہ
پیدا ہو سکتا ہے مگر ان کا اختیار کر لینا فی نفسہ عبادت نہیں اگر ایک شخص کسی حاکم کے نشانات ملازمت مثل چپرس یا منہجات، یا رنگ لباس وغیرہ
وغیرہ اختیار کرتا ہے، اور اس کو ملائیہ پہنے پہرتا ہے تو یہ مہینت کذابی ایک رو سے اس حاکم اعلیٰ کی اطاعت کرنے کی حرکت ہو سکتی ہو ولا بہت
ممکن ہے کہ محض نمائش کے لیئے چپرس لگنا بہتر ہے لیکن فی الحقیقت مطیع نہ ہو، اگرچہ اس علیہ السلام کی اُس دل شکاف اور نہرہ گزار
دعا کا جوا پہنے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت کی تھی بعینہ ہی راز تھا، اور اسی لیئے مٹی اور گارے کی نوکریاں سر پر اٹھاتے وقت پہلی بے اختیار ٹیس
جو اس اولو العزم نہی کے دل سے نکلی یہی مسئلہ اور مطیع بننے کی ٹیس تھی: رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةٌ مُّسْلِمَةً

لِلّٰهِ سَرَبٌ الْعَالَمِيْنَ ۚ لَا شَرِيْكَ لَهُ ۚ وَبِذَلِكَ اُخْبِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۖ (۱۶۲: ۱۶۳) اے تو ان میں تسلیم کی جو اطا

خدا کا ولولہ، اور اپنی دی ہوئی نعمتوں کی سچی قدر کرنے کی قوت دے! اِنَّ لِّزَہْرِہِمْ كَانَ اُمَّۃً

۱۵۔ اے پیغمبر تم علی الاعلان کہدو کہ اُس خدا نے مجھے صراطِ مستقیم دکھا دیا ہے اور وہی راہِ رست (دینِ ناصح) ہے جو براہِ راست نکلتا اور جو خالصہ خدا ہی کے ہو رہے تھے، اُسی کے قانون کی علامتِ ثابت کیا کرتے تھے، اور اطاعتِ گداری میں کسی شے کو بھی خدا کے برابر نہ کرتے تھے (مناکات میں المشرکین)۔ اے پیغمبر! تم کہدو کہ میں تو اُس سب زمین و آسمان کے قانون کی عملی اطاعت کی طرف اس طرح جھک گیا ہوں کہ میرے سب افعال، میرا نماز میں جھکنا، میری ملازمت و اطاعت سب انداز (شکر) میری خدمت اور بندگی کے سب ظواہر (شکر) میری باطنی اطاعت (حکلائی) اور ظاہری عبودیت (شکر) حتیٰ کہ میرا جسمنا اور مزاج بھی اُسی سب العالمین کے اعلا کے لیے ہے، اُسی کی حکومت کو لوگوں کے دلوں میں استوار کر دینے واسطے ہے۔ اور وہ وہ حاکمِ اعلیٰ ہے جس کا کوئی ہم پلہ نہیں، جس کے برابر کوئی حکمران نہیں۔ یہی حکم مجھے اُس کے ہاں سے ملا ہے اور میں سب سے پہلے اُس کو اپنا خدا تسلیم کرتا ہوں (اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ)۔

۱۶۔ مناسک کے تحت بہت میں جو اس صفحہ پر جاری ہے میں نے آیت (۱۶۳: ۱۶۴) کی تشریح کر دی ہے۔ چنانچہ یہ آیت خُن اتفاق سے اسی صفحہ کے نیل میں آگئی ہے۔ آیت (۱۶۳: ۱۶۴) کے الفاظ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ سے واضح ہے کہ یہاں پر بھی شُک سے مقصود تسلیم و اطاعت ہی ہے، اور صاف ظاہر ہے کہ خدا کو چھوڑ کر ماسوا کی محبت میں گرفتار نہ ہونا (مناکات میں المشرکین) اپنی تمام تسلی نیاز مندی (حکلائی) اور ظاہری نشان ملازمت (شکر) اور زندگی (حقیقائی) اور جان (مناکات) کو قانونِ خدا کے مطیع کر دینا اور تسلیم پنا مشیورہ عمل بنالینا صراطِ مستقیم ہے۔

(بقیعت بہت صفحہ ۲۳۰) لَكَ وَارَآكَ هَمًا سَكَنًا وَتَبَّ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيْمُ (۱۶۸: ۱۶۹) یعنی اُسے حاکم اور ہمارے پالنے والے خدا! تو اس دگستان اور بیابانِ عرب کے اندر ہماری ناچیز کوششوں کو جو ہم اس چوٹ سے اور بے حیثیت گہر کو تیرے حلیلِ قدر نام پر موسوم کر دینے کے لیے کرتے ہیں، قبول کر دینا تَقَبَّلْ تَقَبَّلْ دیکھنا کہ ترجمہ جو آیت (۱۶۸: ۱۶۹) میں ہے، تو اُن نیک نیت مساعی کو بار آور کر، اور اُسے حکمِ الٰہی کی توجہ کو صحیح معنوں میں اپنا حکمِ دار بنا۔ اور ہماری اولاد میں سے ایک اُمت پیدا کر جو فی الحقیقت تیرے حکموں کو ماننے والی ہو، اور ہم کو ہماری ملازمت کے نشان (مناکات سکن) بتلا، ہماری گذشتہ داماندگیوں سے درگزر کیونکہ اس میں شک نہیں کہ تو نائب بندوں کے حق میں بڑا ہی درگزر کرنے والا مہربان ہے۔ اسی اطاعت کے منہا کو مدنظر رکھ کر ابراہیم علیہ السلام کے دینِ تسلیم اور کثرتِ حنیفہ کو دوسرے موقع پر یوں وضع کیا ہے، قُلْ اَرَايَا لَكُمْ دِيْنًا مِّمَّا كُفِّرَتْ عَنْ بَنِي اٰدَمَ الَّذِيْنَ اَوْفَوْا بِعَهْدِيْ وَرَفَعْتُ فِيْہُمْ اِلٰہًا مِّنْ دُونِیْ ۚ وَبِذَلِكَ اُخْبِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۚ (۱۶۳: ۱۶۴) لیکن چونکہ یہ آیت غفرتِ رب آگے چل کر اس کتاب میں آ رہی ہیں۔ اس لیے مطالبہ کیے لیے دیا دیکھنا چاہیے تاہم ظاہر ہے کہ یہاں پر حکلائی سے باطنی تعبیر اور شُک سے اُس تعبیر کے ظاہری نشان مراد دیے ہیں۔ اور یہ اس وجہ سے کہ اُس نے قرآن وہی نماز فی الحقیقت صلوٰۃ ہے جس کا منہج باطنی تبت رہے ورنہ کچھ نہیں۔ گویا مقصود یہ ہے کہ اگر میرا باطن (حکلائی) کسی کی ملازمت کر رہے تو رب العالمین کی، اور اگر میرا ظاہر (شکر) کسی کے ملازم ہونے پر دل ہے تو خدا کے۔ اور یہی اصل دین، دینِ حنیف اور صراطِ مستقیم ہے! سورہ حج میں احکامِ قربانی کی توجیہ بھی اسی فکر خدا اور تسلیم کے اصل اصول پر کی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

وَلِيْلَ اُمَّۃً جَعَلْنَا مَنَسَكًا لِّیْذِکُرُوا اَللّٰہَ عَلٰی مَا ذَرَّوْہُمْ فَرِحَہُمْ وَرَہْمَہُمْ اَلَا لَعَنَّا قُلُوْبَہُمْ اَللّٰہُ عَالِمُ غُیْبِہِمْ ۚ وَاجَلٌ فَلَاہُ الْمُسْلِمُوْنَ ۚ وَبَشِّرِ الْحَسْبَیْنَ ۚ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرَ اَللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُہُمْ (۲۲: ۲۳-۲۴)۔

اے مسلمانو! تم قربانی جان کے ان ظاہری مراسم کو احکامِ خدا میں شامل دیکھ کر متعجب نہ ہو، ہم نے اس روئے زمین کی برائت کے لیے ان کے مخصوص احوال کو پیش نظر رکھ کر کوئی مذکور نشان ملازمت قرار دے رکھا ہے اور ہمارا مقصود یہ ہے کہ وہ انہیں مویشی اور چار پاؤں کے ملازمین اور بے مثال انسانوں کو جو خدا نے انہیں دے رکھے ہیں پیش نظر رکھ کر قربانیاں کرنے وقت اُن شتمِ حقیقی کی توجیہ دینے والی یاد اسکا ان کی یاد دلا دے۔

۱۷۔ چنانچہ یہ آیتیں اسی صفحہ کے متن میں آگئی ہیں اور مطالب بھی اسی صفحہ پر درج ہیں۔

دنیاوی نعمتوں سے مالا مال کر! وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كَثِيرًا مِمَّا تَسْتَبْعِلُونَ فَاتَّخِذُوا لَهُمْ نَصْرًا مِمَّا قَدْ هَدَا ۚ وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ عَلَاقَةٌ لَّئِي تَتَذَكَّرُوا

وَلَا يَكُونُ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كَثِيرًا مِمَّا تَسْتَبْعِلُونَ ۚ وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ عَلَاقَةٌ لَّئِي تَتَذَكَّرُوا (۲۰: ۲۸) ۚ تَوَّان کی ہیئت اجتماعی میں پیغمبر ان جہان

۱۵ ایمان والوں اللہ تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر چکا ہے جو تم تمام عالم کے دشمنوں کو شکست دیکر قابض ہو گئے تو یہ خیر کی غنیمت تم کو سروسٹ دلا دی اور بڑی بات تو یہ ہے کہ دشمنوں کے دست تعدی سے تم کو بچائے رکھا۔ اور یہ سب انصاف الہی تمہارے شامل حال ہے۔ پس کہ ایمان والوں کو قوت ایمان کا پتہ لگ جائے اور تمہیں دشمن کے بالمقابل غلبہ حاصل کرنے کا صراط مستقیم معلوم ہو جائے۔

۱۶ آیات بیست و تین کے بعد آئی ہے جہاں حضرت عثمان کی افواہ تک بعد پندرہ سو مومنوں ایک نکتہ کے نیچے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو ذکر کرنے کا عام تھا۔ یہاں اور اس پر آیت (۱۹: ۱۲) میں چلنے غزول نے بصراحت مومنوں کی انیمیت بشکر کرنے اور بھلائی تمام دلوں کا وعدہ کیا ہے، دشمن سے بچنے کو ایمان کا جزو قرار دیا ہے، اور ان سب اعمال کا صراط مستقیم کہا ہے۔ گویا اس نیا میں اپنے کا صراط مستقیم ہی ہو کہ دشمن کے خلاف کامل طور پر غلبہ نفس کیا جائے، اپنے حریف سے جارحانہ تشدد کے نکتہ کو بے اثر کر دینا مسئلہ انصاف کی شش سوچ و چارم صفحہ ۱۲ و ۱۳ سے اس قانون الہی کی مائت عیاں ہو اور ظاہر کی نظر پر کی اور حیوانی مملکت کی شجرت کو زمین المومنین غنیمت کی پابندی، جن کو خوش فہم نہ ہو کہ ایک کلمہ کی طرف سے اس کو سلام کو بدل لیں پسند اور صرخان مریخ نہ بچے دیا ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شہادت پر کسی اعلیٰ اعلیٰ شہرہ کے آپس کر کے آئیں اگر تم کہہ رہے ہیں کہ یہ کیا بات نہیں ہے کہ انگریزوں کی سلامتی کے رستوں کو صراط مستقیم کر دینا آیت (۱۶: ۱۵) میں لکھا ہے کہ اگر تم کہہ رہے ہو کہ یہ نہیں ہے۔

(بقیہ تحت الملتح صفحہ ۲۳۲) اور اطاعت خدا ہی تھی کہ یہی اصل قانون اور اس کا گاہ جہان کا الہی ہے) تو ان لوگوں یعنی یہود و نصاریٰ اور اور اقوام کو جن کو مناسک اسلام کے قبول کرنے میں اعتراض ہے، چاہیے کہ ایک منسک اور دوسرے منسک کے مابین ظاہری فرق کو نظر انداز کر دیں اور اصل قانون کے بارے میں تم سے کوئی نزاع پیدا نہ کریں وَلَا يَنَازِعُكَ فِي الْأَمْرِ، اور وہ اصل قانون ہے محمد ایسی ہے کہ تم لوگوں کو صحیح معنوں میں اپنے پروردگار کی طرف دعوت دیکر خود راہ عمل کرو (وَأَذِّنْ لِلنَّاسِ) اور ہمیں شک نہیں کہ تو حید کی یہ مشترک سطح قائم کرنے میں تم کو کامل راہ رست پر ہو، ان مطالب کی صحت کی قطعی شہادت اس آیت شریفہ کے عین بعد کی آیات سے ہوتی ہے جو مطالب کو مربوط کرنے کی غرض سے

یہاں پر لکھ دی جاتی ہیں، اس مضمون کے بعد ارشاد ہے:

وَأِنْ جَادَلْتُمْ فَقُلْ اللَّهُ أَغْلَبُ جَمِيعًا تَكْفُلُونَ ۚ وَاللَّهُ يَكْفُلُكُمْ وَيَكْفُلُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (۶۹-۶۸)

اور اسے خود! اگر آپ حقیقت کشائی کے بعد یہی یہ لوگ تم سے اختلاف قائم کریں اور اپنے مناسک پر صدمہ اڑے ہیں تو تم ان سے کہہ دو کہ جو فرقہ اندازیاں اور انتشار تم ہی نوع انسان میں پیدا کر رہے ہو اس سے خدا موبہ و افتخار اور وہی روز قیامت کو تمہارے مابین ان باتوں کے متعلق فیصلہ کر دے گا جن میں تم ناحق اختلاف پیدا کر رہے تھے۔

اسلام ہی نوع انسان کے اتحاد کیلئے آیا تھا اور یہ جو تحت الملتح صفحہ ۱۲، خدا فرماتا ہے کہ منک بفسہ کچھ تھے نہیں، وہ سب ہم ہی نے مقرر کیے تھے کیا ہو کہ مناسک اور کیا نصاب کے، انکا مطلب اتنی اقوام تھا، جب یہ مطلب ان سے فوت ہو گیا ہے تو ان پر اسے رہنا بے معنی ہے۔ اب یہ اسلامی مناسک ہیں، ہم سب ہی کی ہیں انکی غرض بھی بعینہ وہی ہے بلکہ ایک دوسرے سے یہ حج کا منسک تھا کہ می جلی اور پیشینہ ہر قسم کا مذہبی ترمیم شدہ صورتی ہو جس کا ذکر میں نزاع پیدا نہ کرو اور تمہارا نیا صراط مستقیم ہی ہے یہ سب نزدیک کہ اور بیت المقدس، چین و روم سب ایک ہیں، مشرق و مغرب ایک ہے۔ زمین و آسمان ایک ہے، نہ مجھے تمہاری قربانیوں کے گوشت پونچھتے ہیں نہ خون، مجہد تک تو صرف تمہارا تقویٰ، تمہارا اتحاد و عمل، تمہاری اطاعت اور غلے تسلیم، تمہارا قلبی و یک (دیکھو)، اور لرزش پونچھتی ہے اور بس سراسر اس کی کو دیکھ کر میرے سب فیصلے ہیں۔ (نبی پر سزا و جزا کا سبب حصر ہے، لیکن یہ جامع الامام اور عالم انگریز اسلامی مناسک آج خود رسم و رواج کی کیمیں پر کر رہے ہیں مطلب اشتہار پرور، وہ اصنام خیر اور غفرانی آرائشے بن گئے ہیں کہ ایک نفس بھی آج انکی اس خالص حکمت عملی کا معترف نہیں رہا!

پس اگر تم اس کا گاہ جہان کا وہ مختص قانون، اس بے پروا خدا کا وہ خاص الخاص حکم، اس شدید العقاب آقا کا وہ علیٰ آئین عمل

کی عالی ہستی، اُن کے اخلاف کا تفضل، اور سلاف کی برتری بخش! **وَأَسْمِعِلْ وَالْيَسَعَ وَيُؤْتِ وَلَوْ طَادَ وَلَا أَفْطَلْنَا**
عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَمِنَ الْآبَاءِ وَدَرَجَاتِهِمْ وَلِأَخْوَانِهِمْ وَأَحِبِّهِمْ وَهَدَيْنَهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۱۶: ۸۸-۸۹
 تو عالمگیر غلبہ عطا فرما کر ان کے ہنس و میں عدل دوستی اور حق پسندی کی خصلتیں برقرار رکھ! **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ**
عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ يَوْمَ الْحِسَابِ (۲۹: ۳۸) تو اُن میں قانونِ خدا کے احترام، اور حُر
 خدا کی رعایت سے، حمایت حق اور طہارت نفس سے، تقویٰ کے مقتدر عزائم اور ایمان کی اُٹل طاقتوں سے،
 اعانت عدل اور نگہداریِ محمد سے، وہ اجتماعیت، وہ عنزم باخبرم، اور وہ قوتِ نظم و ادارت نصیب فرما،
 جو اسلام کے شیرازہ اُمت کو تشقت کی شکست و ریخت سے ہمیشہ کیلئے مامون و مصون کر دے!

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ مُنِيبٌ إِلَىٰ ذُنُوبِهِ ۚ وَاللَّهُ سُبُّلُ
السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ ۚ وَيَهْدِي اللَّهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

۱۷ اور اسماعیل اور الیسع اور یوش اور لوط (علیہم السلام) یہ سب ہمارے حکمران رہنا یا ن خلق تھے۔ اور ہم نے ان سب کو تمام عالم کے لوگوں پر برتری
 دی۔ ان کو اپنی قوم کا سرور بنایا اور بادشاہت دی۔ اور نہ صرف انہی کو بلکہ ان کے آباء و اجداد اور اولاد اور ہمائین میں سے بھی ہتیروں
 اُن کے علو ہمت، احسن عمل، اور شجاعت کے صلے میں دینا جہان کی قوموں میں سرفراز کیا۔ اور ہم نے اُن کو باقی قوموں سے منتخب کر کے
 ممتاز کر دیا اور ان کو دنیا میں قیامت سے رہنے کا صراطِ مستقیم دکھا دیا۔

۱۸ اے داؤد! ہم نے جو تم کو اس زمین پر بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں کے معاملات میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، اور خواہشات
 نفس کا تتبع نہ کرنا کیونکہ یہی خواہشات انسانی تم کو عادل کا صراطِ مستقیم سے ہٹا دیں گی۔ جو لوگ عدل و انصاف کی راہ سے ہٹک جاتے ہیں انکو
 اس دنیا میں سخت عذاب ملے گا۔ اسلئے کہ روزِ جزا کو بھول گئے۔

۱۹ (تمہ تحت اہم صفحہ ۲۳۳) جس کا نام اٹھا دے، اتحاد بین الناس اور اتحاد بین اللہ ہے، اتحادِ عمل اور اتحادِ اثر ہے۔ یہی وہ شے
 ہے جس کے باعث اُمتیں چشمِ فردن میں ممکن کے باہم بلند چرچہ جاتی ہیں، جو باعثِ قیامِ عالم اور علتِ تکوینِ کائنات ہے جو فنا و زوال کا
 حجاب کبھی جس سے ہر شے میں زندہ گی ہے۔ جس کا نہ ہونا موت و شکست کے مترادف ہے۔ یہی وہ مازِ حیات ہے جس کے ہوتے ہوئے شکست
 ناممکن، نامرادی کا لہر دم، اور مادی امکان سے خارج ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ روئے زمین کے ہر مذہبِ ملت کا اصل اصول یہی تھا۔ یہی
 وہ پیغام تھا جو سب نبیائے جہان اپنے آقا سے نامداری سے لائے تھے۔ اور اسی حقیقتِ کبرے کو کتاب کے دیباچے میں میں نے سب مٹا
 کی **الْأَصْل** اور احکم الحاکمین کا **الْأَكْمَل** قرار دیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۴ و ۳۱۔

۲۰ **مَنْ أَتَمَّ التَّكْلِيفَاتِ** سے میں نے اس کتاب میں بالاتزام قانونِ خدا کے عدم تقل کی تائید کیا اور اجتماعی اخطا کی نارہ بینیاں، اور اللہ سے علم و
 عمل کی انجام شناسیاں اور ممکن فی الارض کی رویشیاں ملوایا ہے۔ دیکھو صفحہ ۵ و ۱۳۳ و ۱۴۶۔ ان معانی پر ایک فیصلہ کن بحث غفر رب اس
 مجلد کے ختم تمام ہر آئے گی۔

مُسْتَقِيمٌ ○ (۱۵-۱۶)

لوگو! پروردگار عالم کی طرف سے تمہیں وہ رہنما نور اور وہ واضح قانون یعنی صحیفہ فطرت کا بخش دیکھو تحت المتن صفحہ ۶۲) آپ کا ہے جسے فریضے سے خدا اس قوم کو جو رضائے الہی کی متابعت کرتی ہے، قیام فی الارض اور سلامتی کے رستوں پر لے جائیگا، انہیں اپنے فضل و کرم سے جہالت اور نا انجام شناسی کی ظلمتوں سے نکال کر حفظ نفس و علم اور ممکن کے نور کی طرف لائیگا، اور انکو قیام و بقا کے صراط مستقیم پر ڈال دیگا۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ وَيُخْرِجُنِيْ مِنْ يُّسُفَاۓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (۱۵: ۲۵)

اور اللہ تو اُمتوں کو حفظ نفس اور سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے، اور جس قوم میں اہمیت دیکھتا ہے اُسکو ممکن اور قیام کا صراط مستقیم دکھا دیتا ہے۔

پس ”صراط مستقیم“ کیا تھا! تحفظ و بقا تھا! قوم کی سلامتی تھی! اُنّت کا دار السلام تھا! عجا کا کامل امن اور فرو کا اضطراب عمل تھا! اتحاد کا التہابِ رون، اور توحید کا کرداری اظہار تھا! تعبد کا معنوی اقرار اور ملازمت کا عملی پہلو تھا!

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِيْ دَرَجَكُمْ فَاَعْبُدُوْهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ (۲۳: ۶۲)

اے لوگو! وہ خدا ہے عظیم میرا اور تمہارا پروردگار ہے! مولا ہے! آقا ہے! نامداد ہے! رازق ہے! مشاہدہ حاکم ہے! تو ان احکام الہیہ کے غلام بنے رہو (فَاَعْبُدُوْهُ)، اُسی کی خدمت میں ملے رہو (صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ)، اُسی کے قانون کی تعمیل کرو (فَاَعْبُدُوْهُ) اُسی کے آگے تسلیم فرم کرو (فَاَعْبُدُوْهُ)، اُسی کے سچے بندے بنو کہ یہی صراط مستقیم ہے!

عبادت کا وحدت انگیز کیف، اور ختلاف سے اجماعی گریز تھا! اتقا تھا! اطاعت امیر تھی!

وَلَمَّا جَاءَ عِيسٰی بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ ذَرِكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلَا يَتَّبِعَنَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ يَخْتَلَفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

وَاطِيعُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِيْ دَرَجَكُمْ فَاَعْبُدُوْهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ (۲۳: ۶۳-۶۴)

فَاَخْتَلَفَ الْاَكْثَرُ مِنْ بَنِيْزِمٍّ قَوْلًا ۚ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوا مِنْ عَدَاۤئِہِ الْاَكْثَرُ مِنَ الْاَكْثَرِ ○ (۲۳: ۶۵)

۱۔ دارالسلام کے الفاظ کو لوگوں نے بہشت کا نام سمجھا لیکن آیت کو عالم آخرت میں منتقل کر دیا، لیکن اس لفظ تاویل کی کوئی سند نہیں۔ تیسری جگہ میں اس کلمہ کا جس کا یہ آیت واقع ہوئی ہے تمام کمال ترجمہ کر کے واضح کر دیا جائیگا کہ دارالسلام ہرگز کوئی اخروی مکان نہیں۔ لیکن اگر دارالسلام جنت کے اغوش میں کوئی ارہوری ہے تو خوش اعتقاد شامین سے پوچھنا چاہیے کہ پھر سُبُلُ السَّلَامِ جو آیہ (۱۶: ۱۶) میں واقع ہوا ہے کیا شے ہے کیا وہ بھی جنت کی سڑکیں ہیں۔ انہوں نے لوگوں نے قرآن حکیم کو کبیر انسان بنا لیا ہے!

اور جب عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس خدائے جلّ جلالہ کے روشن اور کھلے احکام (الذین انزلنا) لے کر آئے تو انہوں نے ان کو مخاطب ہو کر کہا کہ اے ہائیو! میں تمہارے پاس یہ احکام کیا لایا ہوں، اصل وہ عظیم الشان حکمتی اصول لایا ہوں جس کا شائع خود خدائے بیشال ہے (حجۃ الیوم والآخرۃ)۔ اور میرے آنے کا اہم مقصد یہ ہے کہ میں تم پر ان باتوں کی صحتیت واضح اور دل نشین کر دوں جن میں اختلاف پیدا کرنے کے باعث تم ایک دوسرے سے الگ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہو، تم میں اتحاد کی مشترک سطح از سر نو قائم کروں، تم سب کو ملا کر ایک کروں! پس اے لوگو! اُس شدید العقاب خدائے ذرّہ! اُس کے مشترک خوف سے متحد ہو جاؤ لاھوتاً، اور سب کے سب ایک ایسے کی (یعنی میری) اطاعت کرو، میرے پیچھے لگ جاؤ، وہ خدائے عظیم میرا اور تمہارا دونوں کا آقا ہے، اسی کی غلامی میں لگ کر ایک ہو جاؤ، اسی کے سچے بندے بن جاؤ کہ صراط مستقیم ہی ہے۔ لیکن لوگوں نے اس اولوالعزم پیغمبر کا کچھ کمانا مانا، وہ آپس میں اسی طرح اختلاف کرتے رہے، اسی طرح فرقہ بندی بنے رہے، تو جن لوگوں نے یوں اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، ان پر ہلاکت کے دردناک اور پکپکاوینے والے دن کے اعتبار سے ہزار حریف ہو۔

تسک قانون خدا تھا!

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ ۚ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۲۳۳﴾ (۲۳۳:۲۳۳)

تو اسے پھیرا، تم اس قانون کو جو تم پر وحی کر دیا گیا ہے مضبوطی سے پکڑے رہو، اُس پر جب کہ عمل کرو۔ اس میں شک نہیں کہ تم صراط مستقیم پر ہو (اور لا محالہ اپنی ہر اد کو پونچھو گے)۔

خوف عذاب اللہ تھا! بیم روز جزا تھا!

وَأَنذَرْتُكُمْ لَاسْتِعَاقَةِ ۚ فَلَا تَمُوتُوا بِهَا قَاتِلِينَ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۲۳۴﴾ (۲۳۴:۲۳۴)

اور لوگو! اس میں شک نہیں کہ عیسیٰ (علیہ السلام) بھی بنی اسرائیل جیسی تفرقہ آرا اور فتنہ بند قوم کے لئے ہلاکت اور موت کی عیسائی اور قطعی، آخری اور قرار واقعی دلیل تھے (وَأَنذَرْتُكُمْ لَاسْتِعَاقَةِ) اُن کا آنا اور جھٹلایا جانا، اتحاد کی تبلیغ کرنا اور اکام رہنا، یہود کے لئے صلائے اہل تھا، پیام موت تھا، ہلاکت کی علی الاعلان شہادت تھی (وَأَنذَرْتُكُمْ لَاسْتِعَاقَةِ)۔ پس اے لوگو! اُس روزیہ کے آنے میں کبھی شک کرو، اس سے اہل یہود کی طرح بے پروا نہ ہو جاؤ، لمبی تان کر نہ سوؤ (فَلَا تَمُوتُوا بِهَا قَاتِلِينَ) اور میرے حکام کی تعمیل کرو کہ یہی صراط مستقیم ہے! (وکیہو علم کی تعریف تحت آیتن صفحہ ۸۲-۸۳۔ گو یا حضرت کا آنا یہود کی ہلاکت (الاستعاقۃ) کا علم (نشان) تھا)۔

وہ صراط تھا جس پر چل کر تعزیر اور نعمت ہو، خدا کے ذبیہی انعام، اور بے حساب بخششیں ہیں، صراط الذین

أَنعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴿۲۳۵﴾ ۲۔ وہ خوف تھا جس کا اٹل نتیجہ انعام و اکرام ہے، یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ

﴿۲۳۵﴾ (۲۳۵:۲۳۵) اور ہم نے تم کو خالق سے مخلوق نہ ہو جانے کے باعث ہر شے کے صرف ایک مثلی معنی بیان کر دیئے گئے ہیں۔ حال منہم کہ یہی اشارہ کرنا چاہیے یا علیٰ افتتہ صنفہ ۱۳۶ دیکھیں۔

دوسرے بمقام اور ہم جماعت فرد کے لئے اپنی آغوش مرجا کھول دیتا ہے، کوئی سینہ بچا ہوا اور تنگ ظرف نہیں رہتا، پر محبت اور اخوت کی نہر سبیل لوں میں چل جاتی ہے، اور اس حسن عمل کے صلے میں امن و امان کا دار السلام اس قوم کے استقبال کے لئے دھڑکتا ہے!

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَسْمَاءٍ تَعْدُ فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ○ وَهَلْ أَضْرَاطٌ لَكُمْ مِنْ مَسْئَلَةٍ قَدْ فَصَلْنَا إِلَّا بَلَّ لِقَوْمٍ يَكْفُرُونَ ○ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُمْ وَلَهُمْ مَا كَانُوا يَعْلَمُونَ (۱۲۶-۱۲۸)

اے لوگو! جس قوم کی نیت خدا ارادہ کر لیتا ہے کہ اسکو صحیح راہ عمل دکھاوے تو اس کے سینوں کو الاسلام اور تسلیم قانون خدا کے مطلق مذہب عمل کے لئے کھول دیتا ہے، اور جبکہ اپنی ہی بد اعمالی کے باعث گمراہ کر دینے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس قوم کے سینوں کو بچا ہوا اور تنگ کر دیتا ہے، ان میں جو صلہ عمل اور توفیق خیر مغفود ہو جاتے ہیں۔ باہمی مدد اور ہمدلی کرنے کا یار نہیں رہتا، ان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ احکام خدا کی تعمیل کرنا ان کے نزدیک گویا آسمان پر چڑھنا، اور اپنے آپکو ناقص تکلیف میں ڈالنا ہے۔ جو لوگ ہمارے احکام کے مفید ہونے پر ایمان نہیں رکھتے ان پر خدا کی ہتھکڑیوں پڑا کر دی ہے!

اور اسے پیغمبر! یہ اپنے سینے کسبِ عمل کے لئے کھول دینا ہی تیرے آقا کے جلیل کا بتایا ہوا صراطِ مستقیم ہے۔ یہی عین اسلام ہے، غور و فکر اور صحیح نتائج اخذ کرنے والی قوم کے لیے ہم نے اپنے کلم کھول کھول بیان کر دیئے ہیں۔ یہی وہ قوم ہے جن کے لئے اس دنیا کے اندر ان کے پروردگار کے نزدیک ان کے اعمال کے صلے میں امن و امان کا گھر ہے، اور وہی اس دنیا میں اس کے نچا دوست اور خیر گیراں ہے۔

کیا آج اس پہنائے زمین کے طول و عرض میں صراطِ مستقیم کے اس مفہوم کے متعلق ایک شق باقی رہے؟ جیسے سلام کا کوئی فرد بشر چل رہا ہے؟ کیا دن بہر میں بار بار اور خوش الحانی سے دہرائے کے باوجود کسی متنفس کو

۱۲۶۔ یہاں نبی صمدیہ کے بالمقابل یضیلا کا آنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کلام الہی کی اصطلاح میں کسی قوم کے اندر الاسلام پر عمل کرنے کی توفیق کا ناہیہ ہر حال (دیکھو تعریف الاسلام تحت آیت صفحہ ۱۹۱) احکام خدا پر عمل کرنے سے ناقابلِ برداشت تکلیف کا محسوس ہونا ہی ضلال ہے۔ ضلال کے پہلے تشریح شدہ معانی میں نے صفحہ ۲۲۳ کے تحت آیت میں جمع کر دیئے ہیں، یہ ایک نئی قطع ہے مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ آج خود اس ضلال کے مصداق کس شدت تک ہیں!

اس بات کا احساس رہ گیا ہے کہ صراطِ مستقیم یہ ہے، نمازیں پنجوقتہ اسی کی گزارش ہیں، اسی سے ہٹ جانے کا ہر لحظہ ڈر ہے، اسی کی آرزو اور اسی کی ترغیب ہے، اسی کے لیے اُٹھنا اور بیٹھنا ہے، اسی کی درخواست میں رکوع و سجود ہیں، قوے اور قدرے ہیں، جھکنا اور سرنگوں ہو جانا ہے؟ کیا دلوں میں اسکے متعلق ذرا سی چوٹ، رتی بھر حسرت، ادنیٰ سی سنسناہٹ، یا اُردو کی سفیدی کے برابر سعی و عمل باقی ہے؟ نہیں، کیا اس مفہوم کی آج سرے سے خیر بھی ہے! کیا گزشتہ ایک ہزار برس کے اندر ہزار درہزار فقیر بندہ یوں اور شرک آرائیوں، تفریقِ عمل اور عصیانِ امیر، عدم تمرکز اور تشکیکِ آراء، حُبِ نفس اور محبتِ مال، عبادتِ طاغوت اور ملازمتِ شیطان کے مہلک اثرات کے باوجود ہر مسلمان اس رسم میں نہیں کہ وہ دینِ اسلام کے صراطِ مستقیم پر چل رہا ہے، وہ خدا کو خدا مان رہا ہے، رسول کو رسول کہہ رہا ہے، اُس کے حلال حرام کو نباہ رہا ہے، خیرِ اُلم کا رکنِ عظیم، اسلئے اسکو کبھی اصلاح کی ضرورت نہیں، کسی غریب راہ ڈھونڈنے کی حاجت نہیں۔ کیا وہ اس مہلک گراںِ خوابی، کوتاہ نظری اور آشوبِ چشمِ کامریض نہیں کہ دنیا کی سب انعامِ یاب اور خدائی نعمتوں سے مالا مال اُمّتیں اُسکی نگاہ میں ٹیرھے راستوں پر چل رہی ہیں، جہنم کی مکین ہو رہی ہیں، دوزخ کا سینہ بن رہی ہیں، مگر اسلام کی لادنی مگر بے نوا اُمت صراطِ مستقیم پر چل رہی ہے، اَلْفَتْحَةُ عَلَیْکُمْ کی مصداق ابدِ آباد تک ہے! کیا آج ارضی نعمتوں کے چھین جانے کے بعد کسی روحانی نعمتوں کی تاویل کر کے، یا دُرا سلام کے بے ضرر لفظ کو اسلامی بہشت بنا بنا کر دل کو تسکین دے دینا قہرِ خدا کو کم کر سکتا ہے؟ کیا صاحبِ القرآن کی اس حیرت انگیز اور ناقابلِ انکار، اس نصی اور صحیح شہادت کے ہوتے ہوئے کوئی انسانی لغت، کوئی قیاس و رائے کوئی اجماعِ اُمت، کوئی یونانی حکمت، کوئی ملائی تاویل، یا خود ساختہ حدیثِ صراطِ مستقیم کی اس سے بہتر اور صحیح تر تشریح کر سکتی ہے؟ کیا قربانیوں کے حشر سے بکروں کے مینڈھے اور مینڈھوں کے گھوڑے بنا بنا کر اُمت کو پل صراط پر سے گذار دینا، سنتِ خدا اور قانونِ رب العالمین کو بدل سکتا ہے!

رکو۔ ہم کسی شخص کو اسکی استطاعت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتے، اسلئے تجارت کے متعلق اور کوئی بندش نہیں کرتے۔ اور جب کسی کے متعلق کچھ کہو تو انصاف کو مدنظر رکھ کر کہو، گو وہ تمہارا عزیز ہی کیوں نہ ہو، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عہد خدا (وعدہ) کے پابند ہر دم ہو۔ یہ سب کچھ تمہیں اسلئے کہا گیا ہے کہ تم اس کے نتائج پر غور کرو۔ اور بیشک یہی میرا صراطِ مستقیم ہے، جس میں امتوں کی سلامتی اور امن ہے، اور اسی کی پیروی کرو۔ اور دوسرے کسٹوں پر نہ چڑھنا کہ تم کو ان اور حفظِ نفس کے راستے سے ہٹا کر تمہاری طاقت کو منتشر اور جماعت کو تیر پتر کریں۔ تیم کو خاص طور پر اس لئے کہا گیا ہے کہ تم شکست و انتشار کے خوفناک نتائج سے بچتے رہو۔

الغرض صراطِ مستقیم کی اس شق میں بھی ایمان اور تقویٰ، صبر اور توکل کے اجتماعی عناصر اور استقامتی مصلح کی طرح، جماعتی استحکام، تمدن اور سیاست کے جراثیم مخفی تھے۔ اس تمام صلاحی ترغیبی تاکید کا آل کار بھی مسلمانانِ عالم کو جانگیری سے قطع نظر جہان بینی اور جہان داری کے سیاسی رموز اور بادشاہت اور حکومت کے دقیق آداب و قواعد سے باخبر کرو دینا تھا: **ذٰلِکُمْ وَضَعْنٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ** (۱۵۲:۶)۔ انصاف پسندی اور بے رُویا عدل، ضبطِ نفس اور حُسن سلوک، حُسنِ معاملات اور اعتمادِ باہمی ہی قیامِ سلطنت کے وہ عبرت آموز اور نصیحت آمیز اصول تھے جن پر سختی سے عمل کرنا ناگزیر، اور جن سے تغافل روا رکھنا مجرمانہ خودکشی تھی: **ذٰلِکُمْ وَضَعْنٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَنْکَرُوْنَ** (۱۵۲:۶)۔ خدائے بیشمار نے کلامِ پاک

۱۔ نصیحت تم کو خدائے اسلئے کی ہے کہ تم معاشرتی اور اجتماعی، سیاسی اور تمدنی اصولوں کو سمجھ جاؤ۔ دیکھو آیہ (۱۵۲:۶) صفحہ ۲۴۰۔

۲۔ ان باتوں کا حکم خدائے نہیں اسلئے دیا ہے کہ تم اس سے نصیحت اخذ کر کے اس کے مطابق عمل پیدا کرو۔ دیکھو آیہ (۱۵۳:۶) صفحہ ۲۴۰۔

۳۔ ایک موقع پر احکامِ خدا کی اجتماعی اور سیاسی مصلحتوں کو مذکورہ صدر آیات (۱۵۲:۶-۱۵۳) سے زیادہ واضح الفاظ میں ادا کیا ہے اور انکی سیاسی حکمت عملی بھی بالصرحت بیان کر دی ہے۔ سورہ نساء میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَوَدُّوْاْ الْاَقْبَابَ اِلَیْ اٰہْلِہَا وَ اِذَا حُکِمَ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَعْلَمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ لَیَعْلَمُ کُفْرَہٗ
اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا عَلِیْمًا (۵۸:۲۴)

اے مسلمانو! خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کے حوالے کر دیا کرو، اس کا رگاہ سعی و عمل میں خائن ہونے کے مجسم ہرگز نہ بنو اور جب تم اپنی رعیت کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو نہایت دیانت داری اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اس میں شک نہیں کہ خدا جو نصیحت تم کو کر رہا ہے تمہاری معاشرتی اور اجتماعی ترقی کے حق میں بہت اچھی ہے کیونکہ بلاشبہ وہ اس کا رگاہ فنا و بقاء کے قانون کو بڑھانے والا (سَمِیْعًا) اور اس کی باریکیوں کو خوب پرکھنے والا ہے (عَلِیْمًا)۔

میں قرونِ خالیہ کی کئی ایک متمدن اور مستلط قوموں کی ہلاکت انہیں غلط کاریوں اور سہل انگاریوں کی مثالیں دے کر، ان اعمال کی اہمیت کو بصرِ حجت تمام بیان کر دیا تھا، مگر باہمیہ نماز کے صراطِ مستقیم کا فوری اور پیش نظر مفہوم تقویٰ کا وہی اسیام آفریں اثر، اور توحید کا مجتمع القلوب احساس تھا: وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (۱۵۳:۶)۔ متحرک اور متفق قلوب کی یہ اسلامی جماعت، بارگاہِ خداوندی میں اپنے دن بہر کے حلیل القلوب کارناموں کی خاموش شہادت اور حوصلہ افزا سند پیش کر کے، اپنے آپ کو سزاوارِ انعام، اور مستحقِ سچائی تھی۔ اعلیٰ حق کے متعلق اپنے مخلصانہ اعمال، اور ربِّ عظیم کی غائبانہ خدمتیں، انہیں تحسینِ آفریں کا بسملانہ اضطراب اور حضورِ خدا کی اضطرابی تڑپ پیدا کر دیتی تھیں۔ عمروں کے سلجھے ہوئے یخلص ملازم اپنی روزِ روز کی نئی اور خوش کن خدمتوں کے بعد اس انائے نہان و عیاں کے حضور میں لپک لپک کر پونچھتے اور دستِ بے کھرے ہو جاتے! ان کو روئے زمین کی سلطنتیں اور حفظ و امان کی راہیں ان کے شبانہ روزِ جہاد اور متواضعی کے صلے میں ملا کرتی تھیں: وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ (۶۹:۲۹) انہیں اتمامِ نعمت کا راہِ رست اور حصولِ قوت کا صراطِ مستقیم، صلحِ حدیبیہ جیسی حکمتِ عملیوں، اور فتحِ خیبر و فتحِ مکہ جیسے مہم بالشان کارناموں کے عوض میں ملتا تھا: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِيُخْرِجَنَّكَ اللَّهُ مِمَّا تَعْلَمُ مِنْ دِينِكَ وَمَا تَأْخُذُكَ مِنْ نِعْمَتِنَا عَلَيْكَ وَهَذَا يَكْفُرُ اِنْ اَنْتَ اِلَّا فَتَنَّاكَ تَهْتَكًا (۸۱:۱۲۸)

۱۵ اور مسلمانوں مختلف رستوں کا اتباع ہرگز نہ کرنا، کہ یہ نفسِ دنیوی و انتشارِ تم کو خدا کے اس راہِ رستے سے ہٹا کر مصلح کر دے گا، اتماری بہت اجتماعی کو کمزور، اور قوت کو سلب کر دے گا۔ یہ نصیحت تم کو خاص کر اس لیے کی گئی ہے کہ تم اجتماعی ہلاکت سے بچے رہو۔ سلسلے کے لیے دیکھو آیت (۱۵۳:۶) صفحہ ۲۴۔

۱۶ اور جن لوگوں نے ہمارا نام بلند کرنے کی غرض سے جاو کیے ان کو ہم ضرور دنیا میں اس سے رہنے کے اپنے طریقے بتا دیں گے، اور دنیا کے اندر حسنِ عمل کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے (مصحفِ نبوی کی تعریف صفحہ ۱۳۰ کے تحت المتن میں ہو چکی ہے اور یہاں بھی صاف ظاہر ہے کہ جہاد کو اپنا چارن عمل) ۱۷ اسے پیغمبر! یہ معاہدہ حدیبیہ کیا ہوا، حقیقت میں ہم نے تم کو دشمن پر کھلم کھلا فتح دی۔ اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تیری انکی اچھی مصلحتی و مانڈگیوں اور کمزوریوں پر پردہ ڈال دے، اور دشمن کے بالمقابل تم اس دنیا میں اور بھی مضبوط ہو جاؤ۔ اور تاکہ یہ آئندہ نعمتوں کے اتمام کا پیشِ خبر بنے، اور تمہیں حفظِ نفس کی حکمتِ عملی اور غلبے کا صراطِ مستقیم دکھلا دے۔ (وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي هَذِهِ قَوْمًا مُّؤْمِنِينَ وَآلَ هَارُونَ وَآلَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآلَ نُوْحٍ الْكَافِرِينَ) (۱۰۷:۱۰۷) کسی اہم اجتماعی معاملے کے متعلق صراطِ مستقیم نہ ملنے کی وجہ سے ظاہر ہوئی ہیں۔

انہیں نگہبانی زمین کا انعام عظیم اٹھارہ جان، ترک وطن، اور شدائد سفر کے پیہم تحمل کے عوض میں میدان جنگ کی روح گسل مصائب کے لطیف خاطر برداشت کے صلے میں، اور اولوالامر کے احکام کی فوری قطعی تعمیل کی تاباش میں ملا کر تاتھا، وَلَوْ اَنَّ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنْ اَقْتُلُوا اَنْفُسَهُمْ اَوْ اَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ وَلَوْ اَنَّ تَهْجُوْهُمْ فَعَلُوْا مَا لُمْنَا عَلَيْهِمْ عَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاسْتَنْ تَشِيْبًا ۚ وَاِذَا لَا تَذِيْنَهُمْ مِنْ لَّدُنَّا جَزَا عَظِيْمًا ۚ وَلَهْدَيْنَهُمْ حُرَّ طَائِفَتَيْنِ ۚ وَمَنْ قَطَعَ لِحْظَ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَالضَّالِّيْنَ يَفِيْنُ وَالشَّهِيْدَ وَالصَّالِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْعًا ۚ ذٰلِكَ الْفَصْلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلٰی مَا رَاَيْتُمْ ۝۶۰

لیکن صراطِ مستقیم کے ان تمام شقی اور قسمی، ان وقتی اور مقامی معانی سے قطع نظر نماز اور فاتحہ کتاب کے

۱۵ اور اگر ہم ان کمزور ایمان والے مسلمان نامنافقوں کو حکم دیتے کہ تم اپنی جانوں کو اللہ کی حمایت میں لادو، یا اپنے وطن سے ہجرت کر جاؤ مگر تم سے کمزور صلیح نہ کرو تو ان میں سے چند آدمیوں کے سوا ہرگز ہمارے اس حکم کی تعمیل نہ کرتے، اور اگر جو کچھ ان کو سہایا جاتا ہے کرتے تو ان کی اپنی ہی بہتری کی بات تھی کیونکہ ان کی جماعت اب بھی غصب و طمع اور طاقتور بن جاتی۔ اور اس صورت میں ہم ان کو ضرور اپنی طرف سے بڑا چھاپا بدل دیتے۔ ان کی جماعت غالب رہتی، اور حفظ نفس کا صراطِ مستقیم انکو ہم دکھا دیتے۔ پس جس نے ہم سے اپنے آپ کو احکامِ خدا کی متابعت کے لیے قن کر دیا۔ اور جس نے اپنے ایسے جماعت (رسول کریم) کا کما ناما تو یہی وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے دوش بدوش چل رہے ہیں جنہو اللہ نے اپنی نعمتیں بخشیں، مثلاً وہ انبیائے کرام جنہوں نے راہ حق میں جہاد کیے، یا وہ صادق لوگ جنہوں نے اپنے اعمال سے اپنے ایمان کی تصدیق کی یا وہ شہداء یا وہ خدا جو خدا کا بول بالا کرتے کرتے ہلاک ہو گئے، یا وہ صالح لعل لوگ جنہوں نے اپنی جماعت کی حالت کو درست کیا اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ یہ تو نیک عمل محض اللہ کی طرف سے ہی اور اللہ ہر شخص کی نیت دل جاننے کے لیے بس ہے۔

۱۶ شریفین میں سر آں نے ان آیات کے سیاق کو نظر انداز کر کے آیت (۳: ۶۹) کے مطالب پر جو عجیب و غریب اور ظلمت انگیز بحثیں کی ہیں اٹھا خدا و رسول کو وہ جانی مجاہد سے فرض کر کے بہشت اور آخرت میں نسیاں و صالحین کی معاجرت کے متعلق افانوں کا وہ طومار عظیم مطالب کے گرداگرد گھم کر دیا ہے کہ انکی طرف نوازی کو دیکھ کر بعض اوقات عقل حیران ہو جاتی ہے۔ پہل کتاب میں آخری آیتیں (۳: ۶۹-۷۰) پہلے مضمون کے تسلسل میں پیش کی گئی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آیت (۳: ۶۹) میں جو سے ایمان والے منافقوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انکے جو سے استفادہ مند نہیں کہ وہ خدا و رسول کے حکم سے اعلائے جماعت کی خاطر اپنی جانوں کو لڑا دیں، یا اپنے گروں کو چھوڑ کر جہاد باسیف کریں، حالانکہ یہ جہاد اور ترک وطن ان کی اپنی بہتری کی خاطر ہی ہے، اور جماعتی حفظ نفس کا صراطِ مستقیم ہے (۳: ۶۴-۶۸)۔ آیت (۳: ۶۹) میں صرف اس قدر کہا ہے کہ نبی اور صدیق اور شہداء اور صالحین کا بلند مقام حاصل کرنے کے لیے جان و مال کی ایسی ہی انتہائی قربانی کی ضرورت ہے۔ ورنہ اس کے بغیر بہشت کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔ و صالحین وغیرہ کے برابر جہاد کا محال ہے۔ صفحہ ۱۱ کے تحت اہل حق میں واقع کر دیا گیا تھا کہ عظیم اللہ والی رسول، کا قرآنی منہوم صدارہ اسلام میں رسول خدا صلعم کے وقتی اور مقامی احکام کی تعمیل تھی۔ علیٰ ہذا القیاس یہاں بھی یہی مطلب ہے کہ رسول جو انکو وقتاً فوقتاً حسب موقع لڑائی لڑنے اور مال و اولاد سے مفارقت اختیار کرنے کا حکم دیتا رہتا ہے۔ اور وہ ان احکام کی تعمیل سے اکثر لڑتے ہیں، اگر ان میں اطاعت رسول کی نفی پیدا ہو جاتی تو ان کے دہے بھی ایسے ہی بلند ہو جاتے جیسے کہ انبیائے کرام کے جنہوں نے اپنی تمام عمریں اس صلاح انسانی میں صرف کر دیں، یا ان صدیقین

الصَّارِطُ الْمُسْتَقِيمُ کا جامع اور مانع مفہوم دراصل نبیائے اولوالعزم اور اچلہ رہنمایان زمین کی اُن
منزل الارض اور مقلب الانام مہتوں، اُنکی اُن بلند نظر اور وسیع البصر تحریر کیوں، اُن لشکر انگیز اور بیخ بزدلانہ

(بقیہ تحت الملتحق صفحہ ۲۴۳) اور شہداء اور صلح اہل لوگوں کے جنہیں نے جماعت کی خاطر قربانیاں کیں۔ اس سے زیادہ ان آیات کا کچھ مطلب
نہیں۔ راہِ مکر اور اُولَئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ سے کس طرح کی معیت اور رفاقت مراد ہو۔ (اسکے متعلق بحث کرنا باعثِ ہرج و مرج کیونکہ آخرت کی
کیفیت کا علم خدا ہی کو ہے، انسان کو آپس پریش از وقت دخل دینے کی ضرورت نہیں (دیکھو تحت الملتحق صفحہ ۲۴۳) آیہ ۱۴۲: ۱۶۹) نبوت کے تحتین
میں صفحہ ۲۴۰ پر بھی آچکی ہے اور وہاں پر عیاں کر دیا ہے کہ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ سے مراد وہ توفیقِ عمل ہے جو ہر باایمان شخص کے شامل حال ہوتی ہے
اور یہ استعدادِ سعی و عمل کا حسبِ موقع موجود ہونا ہی صراطِ مستقیم پر چلنے کے مترادف ہے۔

الَّذِيْنَ يَقِيْنُ کے صحیح مفہوم کی مکمل تشریح صفحہ ۱۱ کے تحت الملتحق میں آئیہ اُولَئِكَ هُمُ الصّٰدِقُْنَ (۱۵۱: ۱۶۹) کے ضمن میں کر دی تھی
اور عیاں کر دیا تھا کہ از روئے قرآن مُسْتَقِيْمٌ وہ شخص ہے جو اپنے ایمان کی تصدیق ہر لحظہ اور ہر حال میں کرتا رہے ایمان کی اہم قرآنی
شرائط بھی اصل کتاب میں بالتفصیل آچکی ہیں اور صفحہ ۱۸۳ کے تحت الملتحق میں جمع کر دی گئی ہیں۔ الشَّمُّ قُلُوبًا کی توضیح بھی صفحہ ۱۲۱ تحت
الملتحق اور صفحہ ۲۴۰ کے متن میں آچکی ہے جس سے ظاہر ہے کہ شاہدِ راہی شخص جو اپنے کاموں کے ذریعے سے خدا کے نوکر ہو چکی شہادت
ہر وقت دیتا رہے اور جان و مال کو آقا کی خدمت میں پیش کرتے رہنا اس نوکری کی اہم شرط ہے (دیکھو آیہ ۱۲۳: ۱۲۴) صفحہ ۱۸۳
کا مضمون وہی بھی اسی ہذا التیاس کچھ کچھ صفحہ ۱۷۸ کے متن آیہ (۲۹: ۱۴۸) میں کچھ صفحہ ۱۷۸ کے تحت الملتحق میں آچکا ہے۔ صلاحیت کی مکمل تشریح از روئے
قرآن ابھی نہیں ہوئی، اور اسکی تکمیل کے لیے ابھی بہت دیر بھی ہے تاہم اس اجمال سے ظاہر ہے کہ اَلَّذِيْنَ اَوْفَعُوْا عَلٰی الْكُفٰرِ اور دُخِلُوْا فِيْ سَبِيْلِهِمْ
ہونا (دیکھو آیہ ۱۶۹: ۱۷۳) وہ اجتماعی اعمال کرنا جس سے قوم کے ہر عضو میں بیداری اور حیات پیدا ہو (دیکھو آیہ ۱۸۹: ۱۹۰) صفحہ ۱۸۹
زمین بنانا (دیکھو آیہ ۱۰۵: ۱۱۱) صفحہ ۱۸۹، اختلاف فی الارض کا سختی بنانا (دیکھو آیہ ۵۵: ۱۴۸) صفحہ ۱۸۹ وغیرہ وغیرہ صلاح ہے۔ آیہ (۶۹: ۱۶۹) کے
الفاظ سے ظاہر ہے کہ اَلَّذِيْنَ يَنْتَظِرُوْنَ کا کمترین درجہ ہے اور یہی عاتقہ الناس کے اتباع کے لائق ہے، اس سے بلند تر درجہ
مَالِئُ قُلُوبًا کا ہے جس میں مالِ جان کی انتہائی پیشکش شامل ہے، اس سے بلند درجہ کے لوگ اَلَّذِيْنَ يَقِيْنُ ہیں جن کا سعی و عمل اور بھی
جائزہ اور روحِ فخر سا ہونا چاہیے مثلاً حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے سب سے بڑے لوگ جنہیں خدا راضی ہو چکا ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَنْتَظِرُوْنَ کا درجہ سب سے بلند اور
منبع المصطلح ہے، اس کے مفہوم کی تشریح حسن اتفاق سے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے متعلق آئینہ روایات (۱۲۳: ۱۱۳-۱۲۳) صفحہ ۱۲۳
میں آ رہی ہے جسے ظاہر ہے کہ اَلَّذِيْنَ يَنْتَظِرُوْنَ وہ لوگ تھے جو ایک جمود زدہ اور شکست خورہ، ایک مفصل اور محکوم قوم کو اپنے زہر و گداز اور فزائل
الارض عمل سے اقل قلیل مدت میں ترقی اور امن کے فلک الافلاک تک پہنچا گئے۔ اور اب مالک کون و مکان ہی آپس سلام بھیج رہا ہے۔
نبوت کی ماہیت کے متعلق میں نے چند اشارے دیا چاہے کتاب (صفحہ ۲۶۵-۲۶۶) میں بھی کیے ہیں جسے نبوت کا کیف ایک حد تک واضح ہو جاتا
ہے۔ اگرچہ یہ موضوع کسی آئندہ بحث کے لیے ہوڑا گیا ہے۔

اس امر کی تفسیر میں کہ ان آیات میں يُطِيعُوا الرَّسُوْلَ سے مراد صدر اسلام میں رسول کے بالمشافہ یا وقتی احکام کی فوری یا حسبِ موقع
تعمیل ہی تھی۔ اور آج جبکہ رسول خدا امت کے درمیان بالمشافہ حکم دینے کے لیے موجود نہیں تو اُس کا بدل امیرِ جماعت کے احکام کی
فوری اطاعت ہی ہے اس سے کم و بیش کچھ نہیں۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اطِيعُوا اللّٰهَ وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَاُوْلٰى اَمْرِ مِنْكُمْ
(۵۹: ۱۴) کے الفاظ سے ہوتی ہے جو آیات زیر بحث سے کچھ پہلے آئے ہیں اور جہاں ایمان والوں کو کہا گیا ہے کہ خدا، رسول اور امیرِ جماعت
کے احکام کی تابعداری کریں۔ اسی اطاعت پر زور آیات زیر بحث (۶۶: ۶۶-۷۰) سے دوا میں پہلے ان الفاظ میں دیا گیا ہے: وَمَا اَرْسَلْنَا
مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطِيعُوْا اللّٰهَ وَلِطِيعُوْا اَنْفُسَهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاۤءُكَ كَاسْتِغْفِرُكَ وَاللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ الرَّسُوْلُ لِيُجِبَ اللّٰهُ

سکون کوششوں کا اجرا، تسلسل و تکمیل ہی تھا جسکے لیے وہ اپنی زندگیوں وقف کر گئے تھے، اور جب فی فیرواری
بوجھ وہ اخلاف عاملین پر قاطبہ چھوڑ گئے تھے:

وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ هَارُونَ ۖ وَجِئْنَاهُمَا مِّنَ الْأَكْرَبِ الْعَظِيمِ
وَنَصَرْنَاهُمَا فَكَانُوا هُمَا الْعَلِيِّينَ ۖ وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَقِيمَ ۖ وَهَدَيْنَاهُمَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۖ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْأَخْرَبِ ۖ سَلَامٌ عَلَىٰ هَارُونَ

(بقیہ تحت الحق صفحہ ۲۴۴) ﴿۶۴:۴﴾ یعنی ہم نے آجک کوئی رسول ہی نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کے پیچھے ہمارا مقصود ہمیشہ
یہی رہا ہے کہ لوگ ہمارے حکم سے اسکی اطاعت بے چون و چرا کریں، اور اگر یہ منافق بھی علیٰ ہذا القیاس اس ظلم کے بعد جو انہوں نے ہماری نافرمانی
کے باعث اپنی جانوں پر کیا تھا، اللہ سے معافی مانگتے اور تم بھی اس مرضاست میں اس کے شریک حال ہوتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ خدا بھی فی حقیقت
بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور ظلم کار انسان پر بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔ گو یا رسول کا مقام من حیث الجماعت کسی سپہ سالار یا حاکم اعلیٰ کا
مقام ہے۔ اور اس کے اس نیامیں بھیجے جانے کی غرض و غایت اکثر یہی ہوتی ہے کہ سب لوگوں کو ایک حاکم اور ایک حکم کے حلقہ اطاعت میں لائے کہ منظم
اور منسلک کر دے، اور جب وہ آپ ابن نبیاستہ رخصت ہو جائے تو یہ اطاعت کا وہ ارکان است میں بدستور جاری ہے۔ اور اسکی بجائے
اولوالاہرہ بن حکم کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اس مقام نظر سے رسالت کا مقصود افراد امت میں اطاعت پیدا کرنا ہے اور بس، لیکن ان
پر اذن اللہ ﴿۶۴:۴﴾ مطاع کی ذات اس اطاعت میں مخصوص ایسی نہیں کہ ہر رسول اپنے اپنے وقت میں خدا کی اجازت سے لائق اطاعت ہی جیسا
کہ مثلاً آیر ﴿۶۴:۴﴾ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۖ سے ظاہر ہے جو اصل کتاب صفحہ ۳۳ پر آئے ہیں۔
رسول کے بعد وہ اہل اولیٰ الاکثر ہونے لگے ﴿۶۴:۴﴾ جو امت کی شریزہ ہندی اور غلبے کو قائم رکھنے کے لیے پر اذن اللہ مقرر ہوتے ہیں۔ اس
اطاعت کے اہل ہیں، اور از روئے قرآن ان کی اطاعت کرنا فی الحقیقت خدا کی اطاعت کرنا ہے۔ متذکرہ صدر آیت ﴿۶۴:۴﴾ کے الفاظ فَاتَّقُوا
أَنفُسَهُمْ سے بھی ظاہر ہے کہ عصیان امیر و حقیقت وہ شکست انگیز شے ہے جسکے بے نتائج نافرمانوں کے اپنے حق میں مضر ہوتے ہیں۔ گو یا
اس حکم عدولی کے باعث تمام جماعت کا شیرازہ درہم برہم ہو جاتا ہے اور بدیبا زو و سببت کو موت کے گھاٹ اتارنا پڑتا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۱ کی
آیات میں عصیان رسول کو ظلم سے تعبیر کر کے صاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ امیر امت کی نافرمانی کرنا وہ فتنہ عظیم ہے جسکی سزا تمام جماعت کے
افراد کو ہنگامتی پڑتی ہے۔ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ﴿۲۵:۸﴾۔

۲۔ قرآن حکیم کے تمام طوائف عرض میں وفات سے قطع نظر صرف یہی ایک موقع ہے جہاں پر الصراط المستقیم کے الفاظ واقع ہوتے ہیں
باقی سب تقوٰی پر مبنی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ اس ناورد اور مستفیضہ فیہ تخصیص اور آیات کے سابق سیاق سے
صاف ظاہر ہے کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی بے لوث دیانتدگیوں کا تمام سعی و عمل، انکی اپنی امت کی خاطر مسلسل تکلیف برداریاں، ان کے دشمنوں
سے جہاد باسیف، ان کا ترک وطن، انکی قربانی مال جان، ان کا فرعون پر غلبہ حاصل کرنا، انکی وادی سینا اور عین تلویش میں جماعتی تعلیم و تفسیق،
اور بالآخر تسلسل تعلیم و تلقین کے بعد بنی اسرائیل ایسی غلام اور محکوم، ذلیل اور نامراد، پست اخلاق اور نامرد قوم کو اقل قلیل مدت کے اندر غالب
اور متکبر، حکومت کے اہل و بادشاہت کے لائق قوم بنادینا یہی وہ الصراط المستقیم تھا جو قرآن عظیم کے روت اس نیا کو نبائے کا واحد اور سچا
دستور العمل ہے۔ یہی وہ عزیز القدر اور پسندیدہ خدا لا محالہ ہے جسکے مطابق چکر عربکے پیغمبر طویل اور سرور انبیاء نے تیس برس کے جائگرا اور
روح فرما سبھی عمل کے بعد وہ فقید المثال کامیابی حاصل کی کہ دنیا ابد لا بد تک اس کا زمانے پر سرور ہفتی رہے گی۔ یہی اسوہ عمل اور نمائے کرام کا

عہد یا صراط المستقیم ہے۔ وغیرہ۔

کی جناب میں ان وقف عمل اور اسلام کے پتے خادموں کو ضربِ دل اور شوق و خضوع سے آمادہ رکھ دے جو
 کر دیتا تھا: اَللّٰهُمَّ كَانُوا اَيْسَرُ عَوْنًا فِي الْحَيَاةِ وَدَعْوَانَا رَعْبًا وَرَهْبًا وَكَانُوا الْخَائِعِينَ (۹۰: ۱۲) یہ دُعا گہری
 رب پر اعتماد، اور نصرتِ خدا کا یقین ہی تھا جو مخلوق کی جسمِ آفریں اور مضطرِ انعام حالت میں خدا کی سچے دل
 سے تحمید و تقدیس کراتا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ مَلِكٌ يَوْمَ الدِّينِ ۝ اِيَّاكَ
 نَعْبُدُ ۝ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (۱: ۱-۴)

اے پروردگارِ عالمین! سب تعریف اور شکر اے کا مستحق تو ہی ہے۔ تو بڑا ہی رحم کرنے والا،
 اور بڑا ہی مہربان ہے۔ روزِ جزا و جزا کا بھی تو ہی حاکم ہے۔ ہم اپنے سب اعمال میں تیری ہی مدد
 اور تیری ہی چاکری کریں گے، اور ہر معاملے میں تجھی سے مدد مانگیں گے۔

یہ دوستی حق پر اعتماد، اور تائبِ خدا کا انتظار ہی تھا کہ انعام کی آس پر سب کی سب جماعت یکدم گمٹنوں
 پر، اور ماتھوں کے بل گر پڑتی! پھر اٹھتی اور بار بار گرتی! اس نماز میں روح تھی، اس میں مقصد تھا، اس میں
 غرض کی دلچسپی تھی، اس میں انعام کی لہم اور رکوع و سجدہ کی منطق تھی، اس میں ایمان کے شعلے تھے، اس میں
 عصبیت کی یک رنگی تھی، اس میں سچا شوق و خضوع تھا، اس میں محبت کی جنبشیں اور موافقات کے باہمی ملط
 تھے! اس میں اطاعت کا بہیم احساس، اور نظم و نسق کا سچا سبق تھا! اس میں توحید کا عملی اور تہذیبی
 منظر تھا! اس میں خدا کی سچی خوشامد، اور متفقہ جماعت کی استقامت و عزاری کے بعد طمانینتِ دل، تسکین
 قلب حاصل ہوتی تھی: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَظَلُّونَ الْقُلُوبُ (۲۸: ۱۳) یہی وہ مُسکِن سَوح اور مُسَرِّحِ قَلْبِ دِوَاتھی جو

۱۔ اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ خدا کے قوت افزا اور مفید قوم اعمال (الْحَيَاتُ) کی طرٹ پک پک کر پونچے تھے، اور یہ کہ اجتماعی انعام کی غربت سے اور اجتماعی
 سزا کے خوف سے چلا کر نہ تھے، اور یہ کہ اس میں درجہ کے تکلیف کو دہلیں رکھ کر ہماری جناب میں سچا شوق و خضوع کیا کرتے تھے۔
 ۲۔ گو گو! گویشِ دل سن رکھو کہ وہ لوگ تو کامل شقی خدا کے سچے احساس سے ہوا کرتے تھے۔

۳۔ واللّٰہ! انہ کے صحیح مفہوم کے بارے میں ایک طویل و طویل بحث صفر ۱۳۴۳ء کے تحت اہل حق میں گونج چکی ہے، وہاں یہ آیت بھی آئی ہے: مَتَذَكَّرُ لِمَا يَرْطَابُ
 كِي تَصَدَّقَ اَنْ يَلِيَنَّ دَاخِلًا كَيْفَا يَبِيْنُ۔

۴۔ صفر ۱۳۴۳ء کے تحت اہل حق میں عبادتِ کالاج مفہوم واضح کر دیا تھا کہ عینِ سطی اِيَّاكَ نَعْبُدُ کا اقرار بادشاہِ زمینِ آسمان کے سامنے کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ
 بہیم ملازمت اختیار کرنے کا ہی نہ نماز پڑھنے کا۔ یہ نکتہ ہم نے صفحہ ۱۱۲ پر بھی واضح کر دیا ہے۔

مشکلات کے آسان کرنے میں معین خاص ہو کر تھی: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ** (۱۵۲: ۲)۔ آج یہی نماز جسکے ہر قوسے اور قعدے پر خدائے بے نیاز کی رگِ لطف و رحمت میں مسلسل متصل جنبشیں ہو کر تھیں، جسکے ہر کیفِ سجود پر منشیانِ لطفِ کرم کے قلمِ محشر ستانِ صریح بنجاتے تھے: **لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ** (۱۱۳: ۷)، جسکی تہلیل جراحِ عشق کی بے خستیاٹھیں، اور ہر سیرِ کسی نمکِ پختِ ناسور کی جگرِ شگافِ چنچ تھی، جسکے ہر زخمِ اذان اور ہر سربابِ عا پر لطفِ الہی کے لاتما سازیکدم بچے شروع ہو جاتے تھے: **وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ** (۲۱: ۳۰)، جسکی جاذبِ القلب صبا میں پردہ زنگاری کے اُس بے نیاز، سیرِ چشم، اور پرکارِ معشوق کو بھی حُب و ریاد اور آواہ جواب کرتی تھیں: **وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۚ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِلِقَائِيْ ۚ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ** (۱۸۶: ۲)، **فَإِذْ كُنَّا فِيْ أَزْكَاكُمُ** (۱۵۲: ۲)، آہ! یہی نمازِ آج اُمت کی بے حسّی اور ایمان کی سسطحیت، مطالبِ کینِ بیان اور مقاصد کی فرو گنداشت کے باعث ایک بے معنی اٹھک بیٹھک بنگلی ہے! غرض تو درکنار، اسکے لفظی معافی بھی آج تو میں پانچ نماز گزاروں کو میسر نہیں! اسکی اہمیت، غرضِ غایت کی ناواقفیت کے باعث روز بروز ذہنوں سے اٹھ رہی ہے! مقصود کے فقدان اور کساد بازاری کی وحشت نے ہمیں بے مطلبی کا متغیر، اور بے سبب فرضیت کا اکراہ پیدا کر دیا ہے! نصب العین کے سقوط، اور

۱۔ اسے ایمان والو! مشکلات و مصائب کا مقابلہ کرنے کے لیے استقلال اور خدا کی بھی یاد سے مدد لیا کرو۔ بے شک خدا انہی کا ساتھ دیتا ہے جو مستقل رہتے ہیں (گویا اول مرحلہ سعی و عمل میں استقلال (الصبر) ہے اور آخری مرحلہ دعا (الصلاة) ہے)۔
 ۲۔ اگر تم میری نعمتوں کا صحیح استعمال اور ان کی سچی قدر کر کے میرا شکر یہ ادا کرتے رہو گے تو میں تم کو ادھی زیادہ کرونگا (شکر کے ان معافی کے لیے دیکھو تحت (متن صفحہ ۱۳۸))

۳۔ اللہ نسر تا ہے مجھے بلاؤ اور درود سے بلاؤ میں تمہاری مدد کروں گا اور تمہاری درخواست کو تسلیم کر دوں گا۔

۴۔ اور اے محمد! جب ہمارے بندے تم سے ہماری ایت بوجھیں تو ان کو کہہ دو کہ ہم ان کے پاس ہر وقت موجود ہیں۔ ہم پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہیں بلکہ اگر اس کا دل کراہنے لگے تو جواب بھی دیتے ہیں۔ پس انکو چاہیے کہ سرتاپا ہمارے حکموں اور اشاروں پر چلیں اور ہر حق الوصیٰ کو سچی کر کے ہم پر اعتماد بھی کریں۔ لیکن ہے کہ انکو راہ مل جائے
 ۵۔ تو تم کو ہر وقت سچے دل سے محسوس کرتے رہا کرو۔ پہر ہم بھی تمہارا خیال رکھیں گے۔

طیش دل کے زوال نے اسکے رہے سے نبھنے والوں اور خدا دوستی کے بڑے دعوے داروں اور شب زندہ داروں میں ایک الناک دوسری دل اور پریشانی خیال پیدا کر دی ہے۔ اسکا ہر کوخ و سجود، حقیقت ایک غم و پشیمانی اور محک کہ انگیر بیگار بن گیا ہے؛ (لَا تَكْفُرْ بِالْأَعْلَىٰ الْحَشِيِّينَ ۚ) (۲۵: ۲) بڑے بڑے رسمی اولیاء اللہ اسکو برسوں تک نباہ کر اپنے آپ کو خدا سے ویسا ہی دور پاتے ہیں جیسا کہ روز اول میں تھے! اُدھر تجویدین دین کُھن، اور نبض شناسان عہد حاضر، اس نماز کو یورپ کے فراعنہ کبر و تکنت اور ملغین فسق و شیطنت کے آگینہ تہذیب و جاہت کو ٹھیس نہ لگ جانے کی خاطر، ازمنہ مظلمہ کی ایک جاہلی رسم اور لغو حرکت خیال کر رہے ہیں! اسکی اذانیں، محفل آرایان طرزِ جدید کے لطیف اور ناقص دماغوں میں، بے ہنگام اور تکلیف دہ صدائیں بن گئی ہیں! یورپ کا شیوہ حکومت آج اپنے ہمیشہ ناک اور خاموش تبلیغ سے اپنی مخصوص طرزِ تسلیم اور مصالحانہ دخل سے، اپنی باطنی بدستی اور ظاہر احسان سے، اصلاح کے دلفریب بہانوں اور تہذیب کے مشہور عُذروں سے محکوم مسلمانوں میں تفریح کا رنگ پیدا کر کے، انکی محبوب روایات اور مہتمم بالشان شعائر کی بیخ و بن بیاہ کو کھوکھلا، اور اسلام کی خانہ براندازی کا تماشا نہایت ٹھنڈے دل سے کر رہا ہے! اسکی پرفن اشاعتی تعلیم محکوم مشرق میں مذہب اور جماعت کو عمداً کالعدم کر رہی ہے۔ نئی پوڈ کی کشِ عصبت، اُن کے ہتھیازی نشان، انکی ملی خصائص اور حتماتی بزرگیاں حرفِ غلط بن کر رٹ رہی ہیں۔ اسلام کی مسخ شدہ تصویر کے بقیتہ الموت سب خط و خال علمِ جدید کی عاریتی اور خانہ سوز شعاع کے بالمقابل برف بن بن کر گھل رہے ہیں۔ مغرب کی شانِ مکروہ تکنت آج مشرق کی ہر خوبی کے متعلق اپنے معنی خیز استخفاف اور عیارانہ سکوت سے ہی سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں پر مصالحانہ حتمال کر کے اُن کو اپنے دین سے، اپنی روایات سے، اپنے اعمال سے، اپنے ابطال اور اعظم الرجال سے، اپنے خدا سے قطعاً شامِ رہی ہے! مروت و درکنار، اسلام کی محفوظ اور محافظہ مہذب لطیف، یورپ کی آغوشِ لطف و مہربانی اس جیاسو

۱۔ ہمیں شک نہیں کہ یہ نازنا سوا ان لوگوں کے جنکا سببِ ایم و امید ہمارے ساتھ دہستہ ہو چکا ہو باقی لوگوں کے نزدیک بیگاری ہو رہی ہے۔

سرعت سے ہمارے ہر ہی ہے کہ ہر صاحب نظر کی نگاہیں میں گڑی جا رہی ہیں! نا انجام شناس مسلمان نشر تبلیغ کے ان متلب القلوب مرکوزوں میں ایک ناقص اور سطحی، نظری اور بیکار کُن علم کی پتلی سی تہ چڑھا کر تعلیم کے خوشنما تبرے اپنی ہی جسر کاٹ رہا ہے۔ اُدھر علمائے دین کی ماتم انگیز کرم علمی، علم و شہادت کے اس عہد حکومت میں اسلام کی ایک قطعاً ناقابل تسلیم اور مضحکہ خیز تصویر پیش کرنے میں بڑھ بڑھ کر قدم مار رہی ہے۔ الغرض دنیائے اسلام کے کشر اہم حصوں میں خدانے زمین و آسمان کے اس لشکر انگیز اور جہاں کشادین کا ہر باقی ماندہ اصول مغرب کے امتہ المکر کی ہشیار فریب چالبازوں، اور مشرق کے اجلۃ الجہل کی نارواضحی کے باعث عجب تنہی مخول بن رہا ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِيَارَكُمْ هُنَا وَأَوْلِيَاءَ مِنَ الَّذِينَ
 أَوْثَرُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارَ أَوْلِيَاءَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنتُمْ مَوْفِقِينَ ۝
 وَإِذَا نَادَيْتُمُ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا هَاهُنَا وَأَوْلِيَاءَ ذَٰلِكَ يَأْتِيهِمْ قَوْمٌ مِّنْ لَّا
 يَعْقِلُونَ ۝ (۵۸: ۵۷: ۵۶)

مہم! ان احکام الہی میں اُن اعدائے اسلام کے ساتھ جو مناسکے بن کا متشرع بنائیں، جو ان کی تخفیف و توہین کر کے مسلمانوں کو اس سے بیزار کرنے کی سعی کریں، کسی قسم کی دوستی اور موالات نہ رکھنے کو اتنا سے الہی اور ایمان پر محمول کیا گیا ہے، اور صاف لفظوں میں بیان فرمایا ہے کہ ایسا کرنا ایمان کا جزو لا ینفک ہے۔ گو یہ جو شخص باجماعت اُن سے موالات اختیار کرتی ہو اس کے ایمان میں خلل ہے، اور اُس کے مومن ہونے کا اُدعا محض طبل ہے! (اِنَّ كُنتُمْ مَّوْفِقِينَ)۔ جو جماعت اس صورت حال کو دیکھ کر بھی ایسی جماعت سے شُرکا رکھتی ہے، جو اُس کے ساتھ تجارتی کا و با یا ر نہ نہ تعامل، مراہم حب یا تعاون، برسر رکھنا کچھ عیب نہیں سمجھتی وہ لا محالہ شدید العقاب خدا کی دوزخ نماں کچھ خوف (اتقاء) نہیں کرتی، اُس کو اُس اجتماعی ضعف شکست کا کچھ باک نہیں رہا جیسا ایسی حالت میں اُمت پر خدا کے ہاں سے نازل ہونا قطعی ہے، اور اسی لیے ایسا اگرچہ کچھ تنقی، بلکہ کچھ مومن نہیں۔ جو قوم اَعْتَدُوا کے نصب العین سے پرے ہٹ رہی ہے، جس کے اعمال اُمت کی اجتماعی قوت کو ضعف پونچھا رہے ہیں، اُس کا ایمان دینے رہنا انزوسے قرآن بہت مشکوک ہے۔ مسلمانوں نے آج موالات کے معانی میں بھی غافیت وہ تاویلیں پیداکر لی ہیں حالانکہ آیہ (۵۷: ۵۶) سے صاف ظاہر ہے کہ اس ترک دوستی سے غرض دشمن قوم کی مُنصر تلقین تعلیم کے اثرات سے محفوظ رہنا اور ضمان اُن کو اس ترک دوستی کے باعث انتہائی مالی اور اقتصادی نقصان پہنچا کر اپنی قوت کو محفوظ رکھنا ہی ہے۔ حفظ نفس کا اصل اصول قرآن حکیم کے ہر ورق پر لکھا ہے۔ یہی اسلام کی اصلی تعلیم ہے، یہی ایمان و تقویٰ ہے اپنی انتہائی حفاظت کرنا اور دشمن کو انتہائی ضرر پہنچانا۔ اس دنیا کو خوش اسلوبی سے نباتے کا وہ صراطِ مستقیم ہے جو جریدہ کائنات کے ہر شعبہ ہذا پر جلی حروف میں لکھا ہے۔ اُس نے مخلوق سے لیکر اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق تک سب اسی پر عمل پیرا ہیں، قانونِ فطرت کا لب باب یہی ہے، یہی فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ہے، یہی دین اسلام ہے اور یہی دفاعی حکمتِ عملی الصلوة کے قیام میں مضبوطی ہے! مگر اس موضوع پر مہسوط بحث کسی آئندہ صحبت میں کی جائے گی۔

اے ایمان کے دعوے دارو! اُن اہل کتاب ریہود و نصاریٰ میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب الہی دی جا چکی ہے، جن لوگوں نے تمہارے دین اسلام کو ہنسی کھیل بنا رکھا ہے، نیز اُن لوگوں کو جو خدا کے سرے سے منکر ہیں، اپنا دوست نہ بناؤ، اور اگر تم سچے ایمان والے ہو تو خوف خدا کر کے اُن سے الگ تھلاک ہو، اور اُن سے میل ملاپ پیدا کر کے خود کشی نہ کرو، اور یہ باتیں وہ قویں ہیں کہ جب تم لوگوں کو نماز کی طرف ہلاتے ہو تو یہ لوگ اُسکو ہنسی اور محول بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، اور یہ اس لیے کہ ان نا سچوں اور بے وقوفوں کو نماز کی ہمت بالکل اہمیت کا کچھ اندازہ ہی نہیں، یا محض تجاہل عارفانہ کر کے تمہارے دلوں میں ایسی اہمیت کو کم کرنا چاہتے ہیں)۔

خود مساجد خدا کی مصنوعی حالت اس بلورانہ لالہ ابلیت سے کہیں اترے! اُن کے صحنوں میں درزناک خموشیاں، اور محجروں میں ہولناک ویرانیاں ہیں۔ خدا کے نام لیواؤں کی ایک تعداد شیر بے جنتی کے موت آفریں ماحول میں خانہ نشین رہ کر، اس نماز کو، نہیں اس صراط مستقیم کی متفقہ درخواست کو، اگر دلوں کے اندر ہی اندر ٹر خالتی ہے، لیکن رب زمین و آسمان کیلئے دس قدم چلنا گوارا نہیں کرتی! سینوں کی کپٹ اور دلوں کی سیاہی کا یہ حال ہے کہ مساجد میں حاضر ہونے کے باوجود نماز کی جماعتی حیثیت تہا اور معنا نابود ہو گئی ہے۔ وہ مسجدیں اور آلتی دربار گاہیں جو کسی زمانے میں مسلمانوں کے سیاسی اجتماع اور دینی مواخا کی بچوخت رنج نہیں ہو کرتی تھیں، جن میں اسلامی بہبودی کے ہر ممکن موضوع پر بے تکلف مباحثے اور دشمن سے عہدہ بر آہونی کے بے خوف و خطر منصوبے سوچے جاتے تھے، وہ اعلانِ خدا کے تقاضائے کج باہمی رنج و حسد کے باعث غموشوں کے مقبرے بن گئے ہیں! ہر مسجد دوسری مسجد کے مقابل صف آرا، اور ہر دل دوسرے دل سے جدا ہے! فرعی خست ملاقات ہیں، عقائد کی ہولناک تفریق ہے، الفاظ اور لغات پر فرقہ بندی ہیں، پیش امام کا جہل محیط ہے، بیعتی کی بیکاری اور نامرادی کا جمود ہے! پھر پریشانی دل اور فکرِ حاش میں چند پے در پے سجدے ہیں، برسوں کی بھولی ہوئی باتوں کی یاد دہانیاں وسط نماز میں ہیں، پھر منافقت کے رسمی غلیک سلیک، یا دو ایک سطحی مصافحے ہیں، پھر خانہ خدا سے نکل کر ان سجدوں کی رعونت، اور اُن عبادت کا

غور ہے! فاحش اور منکر خیالات بیش از پیش ہیں، تمام باقی وقت استیصال حریف، ٹھٹھری اور تنک ظرفی، اندائے خلق اور مد مقابل سے جھڑپ مول لینے ہیں صرف ہو رہے گویا فلاح و نجات کا منشور یزدی خانہ خدا کی دہلیز پر پل چکا ہے!

زباہ مائے صبوحی بدامن عصمت

چہ دل غشرم کہ نہاؤہ۔ در بے از تو!

قَوْلُ الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝
وَكَيْفَ يُنْعَوْنَ الْمَلَأُونَ ۝ (۱۰۴: ۴-۵)

تو اسے لوگو! حیف ہی اُن نماز گزاروں پر جو اپنی نماز کی اصلی غرض و غایت کو فراموش کر چکے ہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جو محض کھلا دے کیلئے نمازیں پڑھتے ہیں اور باہمی مصالحت اور تلافی اور رحمت کے سبق کو بیش نظر نہیں رکھتے۔ انکی باہمی کشمکش اسقدر بڑھ گئی ہیں، اور دل ایسے تنگ گئے ہیں کہ محبت تو درکنار وہ ایک دوسرے کو روز قہر کے برتنے کی چوٹی چوٹی چیرنے سے مدد کرنا بھی گوارا نہیں کرتے!

۴ آیت (۱۰۴: ۴-۵) سے ظاہر ہے کہ نماز کے ارکان ادا کر دینا اور اسکی غرض غایت یعنی مسامتت اور مصالحت بین الناس کو فراموش کر دینا وہ عمل ہے جس کی خدا کے نزدیک کچھ وقعت نہیں، ایسی نماز محض ہوگا اور دکھلاوہ ہے۔ درنہ الصلوة وہ نیتوں کو نیک، ارادوں کو بلند اور حوصلوں کو فراخ کر دینے والی شے ہے کہ انکے ذریعے انسان دوسرے انسان کے لیے ممکن ایثار کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ ایسا شہر ولا اور کم حوصلہ ہو جائے کہ ادنیٰ سی مسامتت (مثلاً ایک دوسرے کو روز کی برتنے والی مشیاب سے مدد دینا) بھی روانہ رکھے۔ الصلوة کی اصل صلیح الاموال استعدا کا ذکر سورۃ المعارج میں بھی ہے:

إِنَّ الْإِنْسَانَ خَلِيقٌ هَلُوعٌ ۝ إِذْ أَمْسَهُ الشَّمْسُ جُوعٌ ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْلُ مُنُوعٌ ۝ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۝ (۱۹۰: ۲۳-۲۴)

نو! اس میں شک نہیں کہ آدمی بڑا ہی کم حوصلہ اور شہر ولا پیدا کیا گیا ہے۔ اگر اسکو کسی طرح کا نقصان پہنچتا ہے تو اسے دانے کرتے لگتا ہے اور اگر ذرا سافانہ پہنچ جاتا ہے تو پیرے درجے کا بخیل اور سبب بن جاتا ہے البتہ وہ الصلوة کو قائم رکھنے والے لوگ جن کا پیش نماز اپنی فراخ حوصلگی سے دلوں کو مہرہ بینا ہے ایسا عدسے سے شیشے ہیں اور یہ لوگ ہیں جو دم ہر کے لیے الصلوة کے پیش نماز کو نظر انداز نہیں کرتے (الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ) الصلوة پر دیوست کر نیکی بھی سمجھتی ہیں کہ ایک لمحے کے لیے بھی اسکی اہمیت کو بھولنا نہ جائے، ہر دم نماز پڑھتے رہتا نہ ہو سکتا ہے اور نہ مقصود ہی ہی۔ علیٰ ہذا القیاس زیر بحث آیات (۱۰۴: ۴-۵) میں الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ سے مراد نماز کے مضمون کو بھلا دینا یا اسکے ادا کرنے میں غفلت کرنا نہیں بلکہ نمازی بکرنماز کے منتہا کو بھولنا نامراد ہے۔ دونوں جگہ الْمُصَلِّينَ کا ذکر ہے بے نمازوں سے بحث نہیں اور ایسی آیت (۱۰۴: ۵) میں یُرَاءُونَ کہا ہے یعنی نمازیں تو پڑھتے ہیں مگر محض دکھلاوے کی۔ شامین قرآن نے ان معنی خیز آیات کا نہایت نفوٹ ترجمہ کر دیا ہے اور صلیت سے دور جا پڑے ہیں۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَى
يُزَاءُونَ النَّاسَ لَا يَكُونُ كَوَدْنِ اللَّهِ إِلَّا قَلِيلًا ۝ مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ ذَلِكُمْ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
وَكَذَلِكَ هُوَ لَآءٍ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ سَبِيلًا ۝ (۱۴۳-۱۴۴)

اسلامی جماعت میں نفاق ڈالنے والے اور فرقہ بندی کو اپنی ظاہر داری سے خدا کو دھوکا
دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں خدا ہی ان کی بد اعمالیوں کو ان کی نظروں میں اچھا دکھا دکھا کر
انکو دھوکا دے رہا ہے۔ انکی نشانی یہ ہے کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بیداری سے او
آکسائے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں محض دکھلاوے کی نمازیں پڑھتے ہیں، ورنہ خدا کا احساس ان کے
دلیں فی الحقیقت بہت ہی کم ہے۔ انہیں خدا کا یقین تو ہے نہیں، کفر اور ایمان کے بین بن بھر
مذہب سے رہتے ہیں۔ نہ پورے اور نہ ہر کے نہ دوسرے۔ سوچن کو خدا گمراہ کرے انہیں کوئی مستقل طریق
عمل کبھی نہیں ملتا۔

جب اسلام کے اس بہترین شعار، اولتہیام جماعت کے اس بہترین چارہ کار کے متعلق مسلمانوں
کی کار فرمائی کے یہ عنوان ہوں، افراد میں یہ تفسیق و انتشار، اور اتحاد میں یہ سطحیت اور نمائش ہو، یہ بے
توجہی اور خدائے ذوالجلال کی جناب میں پنجوقتہ یہ صریح گستاخی ہو، بندگان خدا میں کفر و الحاد کی یہ طرح دہی
اور خود داری کی یہ وضع بن گئی ہو، اللہ کے آگے ماتھا گر کر تا یہ باعث ننگ عار، اور بے روح سجدوں
میں کبر و اذہا کی یہ شان ہو، جب نصب العین مفقود، اور مدعائے سوال کا عدم ہو، نہیں، جب سائل کو

یہاں پر الصلوٰۃ کا پیش نماز وہی اتحاد اور صلاح بین الناس ظاہر کیا ہے۔ نفاق پیدا کرنے والے لوگوں کی بات کہ ہے کہ نماز میں کھانسنے
ہوئے شامل ہوتے ہیں ایسے کہ الصلوٰۃ کا مطلق نظر اتحاد ہے اور یہ لوگ تفریق پیدا کرنے کے درپے ہیں بدین وجہ نماز ان کو کچھ ہلی نہیں لگتی۔
ان کی نمازیں بھی ایسے محض دکھلاوے کی ہیں۔ یعنی غرض لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔ پڑاؤں کا لفظ یہاں پر آیا ہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ اس
سے مراد یہاں بھی دکھلاوے کی نماز پڑھنا مراد ہو جیسا کہ پیشتر کی آیت (۶۱۱، ۶۱۲) میں دعوائے کیا تبار عبرت کا مقام ہے کہ آج عالم اسلام میں کتنے
لوگ ہیں جو نماز میں کھانسنے ہوئے شامل ہوتے ہیں، اور ان سے متاثر ہو کر وہ کس گروہ میں شامل ہیں جس کی بات ان کا تیسے ذائقے آیا ہے؟
إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَجَةِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۱۴۵) یعنی جماعت میں نفاق پیدا کرنے والے لوگ جہنم کے سب سے نیچے درجے میں
ہوں گے۔ فاعتبروا۔

ضمناً یہاں اس بات کا فیصلہ بھی ہو گیا کہ منافقوں کی سی نماز پڑھنا ذکر خدا قطعاً نہیں ہے (وَلَا يَكُونُ كَوَدْنِ اللَّهِ إِلَّا قَلِيلًا) نہیں بلکہ ذکر
سے مراد تسبیح چلانا بھی نہیں بلکہ وہی خدا کا کشاد دل میں لگانے رکنا ذکر خدا ہے۔

سوال کی خبر اور منہم سے سوال کا رخ بھی نہ ہو، جب اعمال قطعاً نابود، انعام کا جس نازل، اور سعی سے سحر
گریز ہو تو پھر خدا سے کیا شکایت ہو کہ جس ہے اور صدیوں کی خواب آفرین مہلت، اور شوکتِ جہنم
کے بعد یہ ناگہان عذاب کیا ہے! ۱۱

فَلَمَّا سَمُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَاهُمْ عَلَيْهِمْ ابْنِ ابْنِ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعُوا حَذَرًا
أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً ۖ فَاذْهَبْهُمْ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِمْ ۖ فَفَقِطْهُمْ دَائِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ
لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (۲۴:۶-۲۵)

پھر جب یہ امت رفتہ رفتہ اُس تمام دستورِ عمل کو بھول گئی جو ہم نے انکو کبھی اچھی طرح یاد دلایا تھا۔
تو ہم نے بھی انکو اور مغالطے میں ڈالنے کی غرض سے انہیں تمام دنیاوی نعمتوں کے دروازے چوڑے
کھول دیئے، یہاں تک کہ جب یہ ان نعمتوں کے نشے میں اچھی طرح مست ہو گئے اور یقین کرنے
لگے کہ یہی سب سبقِ عمل فرمودہ خدا ہے، اور ہم ہی اس دنیا کے اندر خدا کے چاہیتے ہیں، تو ہم نے
ایک لمخت انکو آویزاں کیا۔ اور عذاب کا آنا تھا کہ اب وہ بے آس ہیں اور ہمارے حضور میں کراہ رہے
ہیں۔ پھر کیا تھا اُس ظالم قوم کی جرکات کر رکھی گئی اور اس پروردگارِ عالم کا شکریہ
کہ ان نااہل لوگوں کا قصہ پاک ہو گیا!

وَكَانَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ يَشْتَرِي لَكَؤُلَافَ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي
سَيِّدُ خُلُوفٍ جَهَنَّمَ دَائِرَ خُرُوفٍ ۝ (۶۱:۴۰)

لوگو! پروردگار فرماتا ہے کہ میں پکارا کرو۔ اگر ضربِ دل سے ہمیں پکارو گے تو تم تمہاری دھڑکیں
بھی قبول کر لیا کریں گے لیکن جن لوگوں نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور غرور کے مارے ہم سے سرتابی
کی انکو ہم عنقریب ذلیل و غوار کر کے جہنم وصل کر دیں گے۔

لیکن الصلوٰۃ کی ماہیت کے متعلق جو عبرت انگیز تنبیہی حکم رسول کریم علیہ التحیۃ والسلام کو منافقین بن
کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ کرنے، اور مساجد کو تفریق سے باز رکھنے کی غرض سے نازل ہوا تھا بجائے خود
نماز کے فلسفے کی بہترین تشریح تھا۔ دینے سے چار میل باہر قصبہ قبا میں بنی عمرو بن عوف کے محلے میں ایک

۱۱۔ ظالم کے صحیح مفہوم کے متعلق ایک بسطِ ماسیہ آگے چلکر صفحہ ۲۵۵ پر آ رہا ہے، یہاں صرف اس قدر کہنا ہو کہ فقط دَائِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا کے الفاظ سے ظاہر
ہے کہ ظالم قوم کی ہلاکت قطعی ہے جیسا کہ صفحہ ۸۱-۸۲ پر آچکا ہے۔

سجد تھی جسکے محل وقوع پر پیغمبر اسلام نے نکتے سے ہجرت کے چند روز بعد تک نماز پڑھی تھی اور بعد ازاں
یہ مقام تعظیماً مسجد میں تبدیل کر دیا تھا۔ محلہ والوں کی ایک شریر مسلمان ناجامعت نے اسلام میں نفاق ڈالنے
کی غرض سے ایک اور جماعت اس مسجد قبا کے بالمقابل اس غدر پر کھڑی کی کہ بیاروں اور مسند و ردوں کو
آسانی ہو، مگر نماز اول کی امامت بطور فستلح خود صاحب شریعت سے کرانی چاہی کہ ضد میں کس باقی نہ رہے
اللہ کے اُس نکو کار و نکو سگال رسولؐ نے وعدہ کیا کہ جنگ تبوک سے واپسی پر یہی مسجد میں نماز پڑھ کر
شہر میں داخل ہوں گے، مگر وہ دانائے اسرار قلوب اور محافظِ اسلام خدا جسے نماز کی بنیاد میں نبیوں
کے تالیف قلوب اور حقیقی اتحاد کی اہم حکمت عملی رکھی تھی، جسے نماز کو استحکام جماعت اور عالم آراخت کا
بہترین پیش خیمہ قرار دیا تھا، اس غیر مجاز وعدے پر برہم ہو گیا، اور ارشاد ہوا کہ جس مسجد کی وجہ بنا
پر آگندگی امت اور تفریق جماعت ہو، جو مسجد تقویٰ کے حقیقی منہا اور عبودیت کے صحیح مطلع نظر کے
مخالف ہو، اور اسلامی جماعت کو اشتات و انتشار کے جہنمی گرہ کی طرف لیجاوے اس میں تیرا ایک لمحے
کے لیے بھی کھڑ ہونا مملکت ہے!

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَآذَرُوا آلَ كُفْرًا أَوْ كُفْرًا بِقَائِلِينَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِذَا دَارَ الْمَن
حَارِبَ اللَّهِ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلِيْلَقُفْرَانِ إِنْ أَرَادْنَا إِلَّا الْخُسْفَىٰ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ
لَكِنْ يَوْنُ ۝ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لِمَسْجِدٍ أَشْسَ عَلَى الْقَفْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقَّ أَنْ
تَقُومَ فِيهِ فَبِذَلِكَ يُجَابُونَ أَنْ يَنْطَهَرُوا ۝ وَاللَّهُ يُجِبُ الْمُطَهَّرِينَ ۝ أَفَسُنَّ
أَشْسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرَ أَمَ مَنْ أَشْسَ بُنْيَانَهُ عَلَى
شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانَمَ رَأْيِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۝ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝
لَا يُزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِينَ يَنْوَارُ بَيْتَهُ فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ نَقْطَعَ قُلُوبَهُمْ ۝ وَاللَّهُ
عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ ۝ (۹: ۱۰۷-۱۱۰)

۱۔ ان آیات الہی سے ظاہر ہے کہ جماعت کے اندر نفاق پیدا کرنے والے اور فرقہ بند لوگ قرآن حکیم کی مطلق ہر مطلق میں ظالم ہیں، اور ایسے آیات
(۵۹: ۱۲۸) و (۱۶: ۱۶) صفحہ ۱۶ یا آیت (۳۵: ۱۶) صفحہ ۲۵۲ کے رو سے انکی اجتماعی ہلاکت قطعی ہے۔ ایسے لوگوں کو ظالم اس لیے کہا ہے کہ وہ

اے محمد! تمہاری امت کے جن منافق مسلمانوں نے تجھ اس غرض سے ایک مسجد بنا کر تیری کی ہو کہ اسلام کو نقصان پہنچائیں، خدا و رسول کے منکر بنیں، مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر دیں اور ابن دشمنان اسلام کو پناہ دیں جو اس سے پہلے خدا و رسول سے لڑ چکے ہیں، اور اگر ان سے پوچھا جائے تو تمہیں کھانے لگیں گے کہ ہم نے تو یہی کی کے سوا اور کوئی ارادہ ہی نہیں کیا تھا، تو آج

(بقیہ تحت المثن صفحہ ۲۵۵) تمام جماعت پر اور ہر اس کی وساطت سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور نا اتفاقی کے باعث سب کو شکست رنجت کی طرف گھسیٹتے ہیں۔ لائق غور بات یہ ہے کہ یہاں ظالمین کا اطلاق اس جماعت پر ہوا ہے جو اپنے آپ کو رؤسا مسلمان کہتی تھی گویا از روئے قرآن خود اسلام کے اندر فرقہ بندیوں پیدا کرنا بھی حتماً ممنوع ہے اور بالفاظِ رسماً مسلمانوں کو ناجائز جہنم کا مستحق بنا دیتا ہے۔ جو عافیت پسند مسلمان نکلے گو، مسلمانوں کو انتہائی بد اعمالی کا وجود ناجائز جہنم سے مستثنیٰ قرار دے کر ان کی کمریسیں لے لے رہے ہیں انکے لئے یہ آیات اور بالخصوص یہ نکتہ چھٹکے دے الفاظ (۱۰۹: ۴) (زبیں قابل غور ہیں۔ یہ دوسری دفعہ ہے کہ خدا نے عظیم نے انسانی تفرقہ کو مار سے تشبیہ دی ہے، پہلا موقع کُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُزْنٍ قُرْآنٍ وَآیَاتٍ کے الفاظ میں صریحاً ذکر کیا گیا ہے کہ تفرقہ ڈالنا یا متفرق ہونا جہنم کے گریسے پر کمرے ہونے کے مترادف ہے!

ظلم کی جامع و مانع اصطلاح کے اتنی مفہوم کے بارے میں ابتدائی بحثیں مختلف مواقع پر چلی ہیں جن کے مطالعے سے ظاہر ہے کہ از روئے قرآن میدان جنگ میں جہم کرنا لڑنا اور نامردی ظاہر کرنا ظلم ہے (آیہ ۱۳۹: ۲) و تحت المثن صفحہ ۱۲۰ (ان کے ایمان والے اور بنو ل بننا ظلم ہے (آیہ ۱۱۳: ۲) و تحت المثن صفحہ ۱۲۳) اور جماعت کی نافرمانی کر کے جماعت کو شکست و رنجت کی طرف گھسیٹنا ظلم ہے۔ (آیہ ۲۵: ۸) صفحہ ۱۱۴، تحت المثن صفحہ ۱۶۲ و آیت (۱۳۹: ۲) تحت المثن صفحہ ۱۲۳، جماعت کے اندر تفریق و انتشار پیدا کرنا ظلم ہے (آیت زیر بحث یعنی ۱۰۹: ۴) جو قوم ان اجتماعی جرائم کی مرکز ہے اس کی ہلاکت کا ایک نہ ایک واقعہ ہوا قطعی ہے۔ اور اسی بنا پر کہ اَلْظُلْمُ الظُّلْمُ (۱۰۹: ۴) کا قرآن میں بالائزہم موجود ہے ظلم کے اتنی مقصود کی باقی شقیں بھی اپنے اپنے موقع پر آتی رہیں گی۔ لیکن اتنا معنی اتحاد کے بالمتقابل ظلم یعنی تفرقہ انگیزی اس سے قتال کے ساتھ قرآن حکیم میں متحمل ہوا ہو کہ اکی کئی مثالیں آگے چل کر سن سنا سب میں پیش ہونگی۔ یہاں پر گزشتہ حوالہ جات کو دہرائیے کیجا کر دیا ہے کہ آگے چل کر صفحہ ۲۵۹ پر ایک اہم آیت (۱۳۳: ۲) الامت کے منصف کے متعلق آ رہی ہے اور اس میں الظُّلْمُ کا لفظ واقع ہوا ہے چنانچہ اس تصریح سے وہاں کے مطالب صاف ہو جاتے ہیں۔

آج عالم اسلام کے قریب قریب ہر قریب اور قصبے میں محلوں اور کوچوں کی اکثر مسجدیں صحیح معنوں میں مساجد ضار ہیں۔ وہ سب کی سب دین اسلام کے اندر ہولناک تفرقہ ڈال رہی ہیں۔ امت کی اجتماعی قوتوں کو منتشر کر رہی ہیں۔ ہر پیش امام اپنی اپنی دکان سے سبازا رہ بیٹھا ہے حتی الامکان اپنے حلقہ اثر کے مٹھی ہر افراد کو جمہور سے الگ رکھنے کی سعی نہیں منہمک ہے، جاویدا اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جداسی کو سر پہتا ہے۔ اور اپنے بکا مکڑوں اور ریزی کو محفوظ رکھنے کی غرض سے شہر کے کسی شے سے بڑے پیش امام کا مقتدی اور مطیع بننا گوارا نہیں کرتا۔ یہ نمایاں امت و پیش اماموں میں یہ اطاعت کا فقدان اور عصیان امیر فی الحقیقت وہ ظلم عظیم ہے جو کاسم آلود اثر متدبروں کی رنگ گیس بھی اٹھ کر چکا ہے۔ آج مسلمانوں کے ہر حلقے میں اُمر اور عوام کی الگ مسجدیں ہیں، اذقوں اور پیشوں پر مسجدیں ہیں، اماموں اور پیروں پر مسجدیں ہیں، حدیث اور قرآن پر مسجدیں ہیں، امین اور غیریہ پر مسجدیں ہیں۔ الغرض ہر طرف ضرر ہے، تفریق بین المسلمین ہے، کفر ہے، خدا سے محاسبے ہیں، رسول سے لڑائی ہے، (وَصَلَّاءُ لَیْنٌ کَاذِبٌ لِّلّٰہِ دَرَسٌ لِّہٖ) دشمن خدا کی حمایت کو ہاں لیکن جبرائیل کے دشمن خدا اور رسول بن چکے ہوں اس کی موت کا پیغام جلد سے جلد نہ آنے کو ہر کوئی نہ کر رہا!

میرے نزدیک اگر آج ان مساجد ضار کا کوئی علاج ہے، اگر ان ماراے آستین کے مہلک اور سم آلود اثر کا کوئی حکمی تریاق ہے، اگر امت کی اس دروزاک پر لگندگی اور ریش کو اتحاد میں پیر دینے کی فی الحقیقت کوئی سبیل باقی رہ گئی ہے، نہیں اگر اس شدید انتخاب خدا کے نہیں بلاناز لانا کے زمین خدا پر

ہاں جس عہد حلیل چسپیوں کے عزل والتوا کے بعد عرب کا اولوہم شرم نبی اور آل ہرہیم کا بہترین
 رکن فائز المرام ہو کر ختم رسالت کی ٹہر ابد الابد تک ثبت کر گیا جس اوج مرتبت اور سراج اتم کا اہل نبوت
 کے بعد فاروق اعظم جیسا عظیم المثال شخص سراپا پا تھا، جو مقام بلند کسی زمانے میں مجاہدین اسلام
 اور سپاہیانِ خدا کے لیے مختص ہو چکا تھا، آہ! اُس امانت عظمیٰ اور اُس موبیت کبرے کو آج اُمت
 کے گدیہ گر سنبھال رہے ہیں! اہل زور و قوم کا سبے ناکارہ، سبے بزدل، کم حیثیت اور کم علم، فرقہ بند اور
 محتاجِ ترغاط، اس عہد سے پر فائز القنوط ہے۔ عجز و مسکنت کا ماحول پیدا کر رہا ہے، جہل و جمود کا اشتہار
 دے رہا ہے، تفریق و انتشار کو ثواب سمجھ رہا ہے، شدید العقاب خدا کی سزا کو جزا کہہ رہا ہے، غذا کے
 انعام بتا رہا ہے، اور کذب و غلط کی بیجا منادی کر کے اُمت کو ہلاکت کے قعر عمیق کی طرف گھسیٹ رہا ہے
 اُمت مرحومہ کا فقدان فہم و عقل اس غلط انتخاب کے بارے میں آج اس کمال تک پہنچ چکا ہے کہ جہاں
 کسی ادنیٰ سی ادنیٰ دنیاوی حکومت سے تعبد کا انہار حاکم وقت کے بڑے منظور نظر سراسر کے بڑے سے
 بڑے کارندے، اُس کے ہاتھ کا رکن، اُس کے مشہور تر جاں باز اور سر فروش کی سیادت میں کرتے ہیں

(بصیرتِ لہن صفحہ ۲۵۸) اس آخری مکتوب، اس ذکرِ اللہ تعالیٰ کی منہ پیدی ہے، اسکو دیکھ کر آسمان زمین کھپا اُٹھیں تو کچھ عجب نہیں
 رسول خدا کی اس نام لبو اُمت پر آسمان ٹوٹ پڑے تو کچھ ور نہیں، شامین کا ایک بڑا گروہ انسانی آبروہم دُکھ بھگت کی تشیع میں جانی جا۔ وجہ حالت اور
 تلافی بکتر کے باعث اس طرف گیا ہے کہ حضرت اپنے بدن کو خاص تہیاط سے پاک صاف رکھتے تھے، زیناف کے اہل نہایت صفائی سے جو کہتے تھے
 وضو کے سب ارکان خوش سہلوی سے ادا کرتے تھے، واڑھی کو شریعتِ ابراہیمی کے مطابق کرتا تھے، مونچوں کو بڑا کر رکھتے تھے، نان ترش
 تھے، خستہ اُنہوں نے کر رکھا تھا، پانی سے استنجائے اُن کا مشیہ خاص تھا، ان امورِ مہمہ کے علاوہ حضرت کو توجیر کے کلمے اور عقائد ابراہیمی خوب لگ
 زبان تھے، وغیرہ وغیرہ۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان احکام کی تعمیل ایسی مدگی سے کی، بدن کو زائد بالوں سے اس خوش سہلوی اور بکنت سے صاف کرنا
 واڑھی ایسی خوب صورت اور منشرح بڑھائی، اسکی پردوش اور انگی جھیکنی میں اس طرح دن رات مشغول رہے کہ خدا نے رضامند ہو کر ان کو لوگوں کا امام
 بنادیا! اس منصبِ علی کو خوش بخوش منظور کرتے ہوئے حضرت نے بتقاضائے جبلت چاکدان کی نسل بھی اس انعام سے محروم نہ رہے۔ خدا نے
 اس رعایت کو بھی منظور فرمایا لیکن صرف ظالموں کو مستثنیٰ کر دیا! ^{بیکھڑ کے اٹھالویں} خافو اسوقت سے آج تک امامت کی پرستشیں برابر چلی آرہی ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کی
 ذریت میر سب کے مجروں میں موجود ہے۔ اگر اگلے میں آسمان کے اوصاف میں حلم و درگزر کا ناپید اکنار غصہ شامل نہ ہوتا تو صرف اس آیت الہی کی تشیع
 شامین قرآن کی سطح زمین پر سے بچ دنیا و اکیر دینے کیلئے کافی تھی لیکن یہ اسکی طبع کا ایک منظر ہی ہے جو اسے باوجود فوری گرفت نہیں ہوتی اور شمس
 جو چاہتا ہے اسکی شان میں بے خوف خطر کہے جاتا ہے۔ یہاں پر ایسے آئے کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا آسانی امتحان کوئی بڑی ست، ہی اور کڑی
 سے کڑی آزمائش ہوگی، کوئی صبر نہ اور تاب گسل تکلیف ہوگی، وہ آزمائش بھی لامحالہ اس قطع کی ہوگی کہ اُسیں کوہِ اترنا (کائناتوں) اکنوہم خدائی پیشوا کی
 رہبری کا اہل بنانا ہوگا، پس جب ہ ایک طول و طویل اور مزہ و گداز سعی و عمل کے بعد قوم کو شرک کے ظلم عظیم سے نجات لا چکے، جبچہ غفلت اور نااہلی مشائید کی

اُسی کو سرخیل اور رئیس و سبب بنا کر اپنی معروضات پیش کرتے ہیں، اُسکو پیش پیش رکھ کر اپنی لرزش انگیز زاوہ
 دل آسانیا زندیوں کا اظہار کرتے ہیں، وہاں حاکمِ زمین و آسمان کی اس زبانی اور سطحی دودلی اور شرکانہ عبادت
 کو ٹرخانے کی غرض سے اپنی نگاہوں میں سب کچھ مایہ اور سینوا، محتاج اور ذلیل شخص کو اگر مڑاؤ اُٹھتی،
 فرض کر کے اُسکی نیچو قہ پیشی اور عرض گنداری کے لیے منتخب کر رہے ہیں! ہاں لیکن جس قوم کا
 نصب العین جہان بانی اور خداوندی، قوت اور عزت سے بہت کرگد اگری اور غلامی محکومیت اور خوشامد
 تعبد ماسوا اور تعلق غیر کی طرف منتقل ہو گیا ہو۔ اُس کے مرشد و رہبر بالآخر یہی پھک منگے بن
 جائیں تو اور کیا ہو!

فَبَذَلُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا
 مِنْ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ (۱۶۲:۴)

تو لوگو! اس امت میں سے ناحقیت شناس اور اپنے اوپر ظلم کر نیوالے گروہ نے خوشحالی اور امن کے اس
 عظیم کوہ آنکھ سکھا دیا گیا تھا بلکہ کچھ اور ہی رویہ اختیار کر لیا، اور اُس تعلیم کو کیسے فراموش کر دیا تو ہم نے بھی
 اُنکے اس ظلم عظیم کی پاداش میں آسمان سے بلا اتاری اور انکی سب غفلت خاک میں ملا دی۔

(تقریباً متن صفحہ ۲۵۹) ظالموں نے حکمرانوں کے ذریعہ طرف آگلی اور اُنکے رہنمائے بھی قوم کی ایذا رسانوں کو صبر و تحمل سے برداشت کیا، دشمن سے سپریم جہا
 بالسیف کیے، جان کچھ کچھ خلق تک پہنچی مگر سچی عمل کو نہ چھوڑا تو خدا نے بھی انکو اپنی قوم کی پیشوائی اور امامت کا منصب عطا فرمایا، بادشاہت
 زمین دی، نبوت سے سرفراز کیا۔ اولیٰ الذیکی ذی القہار (۲۵۳:۲۵۸) صفحہ ۲۵۸ کے الفاظ سے یاد دہاؤ! غیر اہل بیت علیہ السلام نے امامت کی اس مہمیت علمی کو
 پا کر طبایہ چاہا کہ پیشوائی خلق کا یہ منصب اعلیٰ انکی اولاد میں بھی برسرار رہے لیکن خدا نے ظالم قوم کو اس منصب سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا۔ ظلم کی بعض اہم شقوق کی
 تشریح کافی طور پر صفحہ ۲۵۵ و ۲۵۶ کے تحت متن میں گذر چکی ہے جس سے ظاہر ہے کہ خدا نے عزوجل نے فرمایا کہ ابراہیم، تم بلاشبہ اس منصب کے اہل ثابت ہو
 ہو لیکن میدان جنگ میں ہم نہ لڑنے والے اور ناموسی ظالم کر نیوالے ظالم، کچھ ایمان دانے اور بزدل بنے رہنے والے ظالم، امیر جماعت کی نافرمانی کر کے عجات
 کو شکست رینت کی طرف گسیٹنے والے ظالم، جماعت کے اندر تفریق پیدا کرنے والے ظالم وغیرہ وغیرہ۔ اس عہد خداوندی اور امامت کو ہرگز نہ پاسکیں گے۔ بادشاہت کا
 منصب مجسے دی قوم ملتی ہے جس میں یہ خاصیتیں نہ ہوں اور ظلم کا رقوم کی ہلاکت تو ایک طے شدہ امر ہے (دیکھو صفحہ ۲۵۹ تحت متن)۔

عہد اسلام میں مسجدوں کے اندر امامت کا منصب بھی اسی اہل بیت کی امامت کی تجدید کا ایک منظر تھا، قرن اول کے مسلمانوں کی خدائی فوج میں پانچ وقت کسی حبیب اللہ
 مجاہد کی پیشوائی اور امامت میں سپر سالارِ عظم کے رد پر پیش ہوتی، اُسکے استناء علیہ بر حاضہ ہو کر اطاعت کے ولوں میں جگہ جگہ پڑتی، بہتر سے بہتر شخص اس ریت
 کیلئے منتخب ہوتا، مسجد نبوی کے اندر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں اس منصب کے فرائض خود ادا کرتے رہے، باقی مسجد کی امامت کیلئے اکثر شیوخ و مجاہد کرام رہے جنکا علم و عمل پیشاں ہوتا
 تھا، وفات کے بعد پہلے وصال صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو بکرؓ کو امامت کیلئے مقرر کرنا بھی عوام کی نظر میں اُنکے بعد اُنکے پیارین بنے کا اہم ہنگامہ تھا۔ بغرض ان وقتوں میں بادشاہت
 خلافت اور امامت ایک شے تھی، شایفہ وقت خود امام عظم ہوتا تھا، اُسکے مقرر کیے ہوئے امام صحیح معنوں میں اولو الامر تھے، انہیں بلکہ شخص اول الامر
 مقرر ہوتا تھا! سپر امامت کا فرض بھی ادا کرنا ضروری تھا۔ بادشاہان سلف نے صرف ایک صلی اللہ علیہ وسلم اس اہم رواج کی متابعت کی لیکن رفتہ رفتہ امامت کی

آج شدید العقاب خدا کی یہی آسمانی رجز مسلمانانِ جہان کو سانپ بن بن کر ڈس رہی ہے، خدا کے ناقابلِ بدلِ قول کو بدل دینے اور مشکل سے پڑھائے ہوئے سبق کو بھلا دینے کے جرم میں مسکنت کے گھٹا ٹوپ بادل سروں پر چھا رہے ہیں، انکی قوت اور امن کی سب کشت زاریں وقفِ غزال ہو چکی ہیں، جہان بانی کا زورِ راہِ سرب چکا ہے، اُمت کی سب شیرازہ بندی، اُسکا تعبد سے پیدا کیا ہوا نظم و نسق، اُسکا الصلوٰۃ سے بنایا ہوا نظام اُسکا خوفِ احکم الحاکمین سے نکلا ہوا بھائی چارہ معنّا کا عدم ہے، اب ہر طرف غیروں کی تباہی اور غلامی کی جوت پیرا ہے، مظلومیت کی چھین اور لکڑنی کی کڑیاں ہیں، ملک یک بیک ہاتھوں سے کل رہے ہیں، زمین خدا تنگ ہو رہی ہے، ظالم اور نا اہل مسلمان اس پاکبازی میں مست ہو، خانہ خدا کو مار کر لمبی تان رہا ہے اور گھر ہو تک اپنی بربادی کا تماشہ نہایت مزے سے دیکھ رہا ہے!

مَنْتَهَا الصَّلَاةُ

وَمَا يَكُنْ لَكَ يَوْمَئِذٍ إِلَّا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْ

... (اور یہ تو سچے آئینے میں کا شمع ہم سے جڑ ہائے اعتراف کی سب سے بیکار رہی بیجا رہے)

الغرض الصلوٰۃ کی الٰہی حکمت کی تہ میں اُمتِ اسلام کا لاینفک اتحاد تھا، باہمی رافت اور رحمت تھی، قوم کو پنجوقتہ اطاعت کا مکرر سبق تھا، شاہ و گدا کی مساوات کی یاد دہانی تھی، وقت کی پابندی تھی، انہما عن الفحشاء والمذکر تھا، شب و روز خدا کی ملازمت اور اطاعت میں صرف کر کے پنجوقتہ آقائے نامدک سلام تھا، اُسکے حضور میں مودبانہ پیشی اور غرض مندانہ حاضری تھی، اسکی خدمت میں دست بستہ عرض معروض تھی، صراطِ مستقیم کی استدعا تھی، حصولِ نعمت کی گزارش تھی، بادشاہتِ زمین کی ترپ

(بقیہ نعتِ اہلن صفحہ ۲۶۰) ماہیت کو ہول گئے۔ آج اگرچہ خلیفۃ المسلمین سلام ملک کی رسمِ ادا کر نیکی سے مسجدِ اقصیٰ میں جاتا ہے مگر خدا امت نہیں کراتا۔ لیکن سیاسی اقتدار کے کم ہو جانیکے باعث اسکا مذہبی مقام خود اسقدر نمایاں ہو گیا ہے کہ عالم اسلام پر اسکی شخصیت کافی اثر کر کے انفرادی نہیں رہا۔

۴ صراطِ مستقیم کے الٰہی مفہوم کے بارے میں جو کچھ اب تک حاصل ہوا ہے اسکو یہاں پر بھی جمع کر دیا جاتا ہے صفحہ ۲۲۲-۲۴۶ کے مباحث سے ظاہر ہے کہ (۱) اعتقادِ بحیل اللہ کرنا اور فرقہ بندی نہ بننا (آیات ۱۰۰-۱۰۲) صفر ۲۲۶ صراطِ مستقیم ہے (۲) توکل بخدا کر کے صبر و استقلال سے مصائب کا مقابلہ کرنا اور دشمن پر غالب آکر رہنا (آیت ۱۱۲: ۱۱۴) صفر ۲۲۷ صراطِ مستقیم ہے، (۳) ایمان کے اعمال (دیکھو نعتِ اہلن

تھی، منعم علیہ نجات کی طمع تھی، مفضوب علیہ نہ بننے کا خوف تھا! اسی بیم ورجا کی تڑپ میں قومے اور قعدے تھے، اسی کے اضطراب میں رکوع و سجود تھے، اسی کی تڑپ میں شام و صبح، فراغت اور شغل میں، سوتے جاگتے سلام تھا، اسی اجتماعی ہلاکت کے خوف میں شب روز سعی و عمل تھا، دنوں کو جہاد بالسیف تھے، چیتھڑوں کے پرتلوں میں حائل کی ہوئی تلواریں تھیں، رسیوں سے مرمت کیے ہوئے نیزے تھے، راتوں کو کوچ اور اسکی جناب میں کراہیں تھیں، بستروں سے پہلو آستانہ ہوتے تھے: **يُتَجَاوِزُ جَبُّوْهُمُ عَنِ الْمُنَاجَاةِ بِعَيْنٍ**

سلاہ مطالب کے لیے دیکھو تحت المتن صفحہ ۲۶۶۔

(تقریب تحت المتن صفحہ ۲۶۱) صفحہ ۱۸۲-۱۸۳ اپنے اندر قائم رکھنا (آیہ ۵۴:۲۲) و (صفحہ ۵۳:۲۲) صراط مستقیم ہے (۲۴) قوم کی بہتری کے لیے ایشار مال کرنا (آیات ۷۲:۲۳-۷۳:۲۴) صراط مستقیم ہے (۵) قانون خدا کے مطالب اور مفاہد کے بابر میں اختلاف پیدا کرنا (آیہ ۲۱:۲۲) صفحہ ۲۲۸ اور آیات (۵۳:۲۳-۵۴:۲۴) صراط مستقیم ہے، (۶) خدا کی ملازمت میں شیطان کی بیجا دغا کو حائل نہ کرنا (آیہ ۶:۲۳) صفحہ ۲۲۸ اور آیہ (۶۴:۲۳) صراط مستقیم ہے، (۷) اللہ اور قانون خدا میں نزاع نہ پیدا کرنا (آیہ ۶۴:۲۳) صراط مستقیم ہے، (۸) ایک مرکز پر عملاً اور معاً قائم ہو جانا (آیہ ۱۲:۲۲) صراط مستقیم ہے، (۹) سب اعمال انسانی کو خدا کیلئے وقف کر دینا اور ان اعمال میں کسی غیر کی اطاعت کو شریک نہ کر کے ابراہیم علیہ السلام کی توحید پر چلنا آیات (۱۶:۲۳-۱۷:۲۴) صفحہ ۲۳۹-۲۴۱ صراط مستقیم ہے، (۱۰) نعمتائے خدا کی کما حقہ قدر کرنا کا لفظ قانون خدا کے مطیع رہنا، آیات (۱۶:۲۳-۱۷:۲۴) صراط مستقیم ہے، (۱۱) دشمن کو اپنے سعی و عمل سے بے دست پا کر دینا، اسکے وسائل حفظ و دفاع پر قباض ہونا کو تباہ کر دینا، اور حتی الوسع اپنے آپ کو اسکے دست تقدیر سے بچائے رکھنا (آیہ ۲۰:۲۳) صراط مستقیم ہے، (۱۲) اس دنیا کے اندر قوت اور زور سے رہنا، دنیا جہان سے بڑھ چڑھ کر اور ہرگزیدہ ہو کر رہنا (آیات ۷۸:۲۳-۷۹:۲۴) صراط مستقیم ہے، (۱۳) بادشاہ زمین ہو کر رعیت پر عدل و انصاف سے حکومت کرنا (آیہ ۲۶:۲۳) صراط مستقیم ہے، (۱۴) اس دنیا کے اندر سلامتی اور بقا کے رستوں پر چلنا، قانون خدا کے عدم تعقل کی تاریکیوں سے نکل کر علم و عمل کے نور کی طرف آنا (آیات ۱۵:۲۳-۱۶:۲۴) صراط مستقیم ہے، (۱۵) خدا کی علی ملازمت اور اتقا اور اطاعت امیر کرنا (آیات ۶۴:۲۳-۶۵:۲۴) صراط مستقیم ہے، (۱۶) قانون خدا سے استمال کرنا اور سپر پریشانی رہنا (آیہ ۶۴:۲۳) صراط مستقیم ہے، (۱۷) اپنے سینے سے سنی عمل کیلئے گمراہی کو نیا اور ان کے اندر احکام خدا کی تعمیل کے بارے میں کوئی غلطی نہ رکھنا (آیات ۱۶:۲۳-۱۷:۲۴) صراط مستقیم ہے، (۱۸) ملازمت خدا کی تعمیل میں غیر خدا کے حکموں کو مان نہ کرنا، والدین کے ساتھ احسان، اولاد کے ساتھ رافت، مسکرام اخلاق پر عمل، قتل سے پرہیز کرنا، مال تمہیم کی نگہداشت، پورے ماپ، پورے تول، عدل، ایفائے عہد پر قائم رہنا اور متحیر نہ رہنا (آیات ۱۵:۲۳-۱۶:۲۴) صراط مستقیم ہے، (۱۹) راہ خدا میں جہاد بالسیف کرنا، دشمن سے متارکہ حفظ نفس کی خاطر کرنا (آیات ۱۶:۲۳-۱۷:۲۴) صراط مستقیم ہے، (۲۰) قوم کی بہتری اور مثبتیت کیلئے جہاد بالسیف کرنا، ہجرت وطن اختیار کرنا، اطاعت امیر پر چل کر کرنا (آیات ۶۴:۲۳-۶۵:۲۴) صراط مستقیم ہے، (۲۱) اور سب سے اہم یہ کہ مولیٰ اور ماردن علیہما السلام کے اعمال کر کے ایک فیل اور جو زود قوم کو جائز بادشاہ کے ظلم و ستم سے آزاد کرنا، اور بالآخر قانون خدا کا پابند بن کر اسکو زمین کا حاکم اور بادشاہ بنادینا وہ الصراط المستقیم ہے جسکی تفسیر سورہ فاتحہ میں اُنعمت کیلئے کے الفاظ میں کی گئی ہے۔ مسلمانوں کو سچا چاہیے کہ آج وہ ان کیلئے شغف میں ایک پرستی معنوں میں شامل ہیں، نہیں بلکہ دیکھنا چاہئے کہ مغربی قوموں کا ابراہیم صراط مستقیم پر کھڑا رہنا کی عمل ہے۔ اور ان کے اُنعمت علیہم ہونے کی کیا وجہ ہے وہ نماز کی اس دعا پر کس قدر غافل ہیں۔ جو احکام پر پورا عمل کیلئے ہمیں ان میں سے اکثر پر مغربی اقوام کا پیشتر عمل ہے۔

رَبُّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ذُرِّيَّتَهُمْ يُفْقُونَ ۝ (۱۶:۳۲) اسی مجموعی نعمت کی طمع میں اجتماع امت تھا، قیام جماعت تھا، دلوں کے اندر خوف خدا کی مشترک جنبشیں اور باہمی محبت کی مشترک لہریں تھیں، کسی کو کسی سے کچھ دریغ نہ رہا تھا، بخل، حسد، دلوں کے کینے، کم ظرفی کی خرخشیں سب مٹ گئی تھیں، مسجدیں ایک منظم اور پرامن، ایک طاعت آموز اور عصبیت خیز انجمنیں بن گئی تھیں! اسی الصلوٰۃ کا قیام اور لرزشِ قلب یہی تعمیل احکام خدا اور پیہم سعی و عمل، یہی اطاعت رب اور استجابت رسول، قربانی مال اور طاعت امیر آپس میں اتحاد اور علی التوکل عمل قرن اول میں سچے مومن بننے کی نشانی تھی، اسی ایمان کا اٹل نتیجہ امت کی دامانگیوں پر پردہ پوشی اور سر نیامیں عزت اور آبرو کی روزی تھی۔

يَسْتَأْذِنُكَ عَنِ الْاِنْفَالِ قُلْ الْاِنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ فَاَتَقِئُوا اللّٰهَ وَاصْلِحُوا
ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ
الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَرَجُلٌ مِّنْهُ خَلَّتْ اَعْيُنُهُمْ اِلَيْهِ ذَاذُنُهُمْ اِيْمَانًا وَ
عَلٰى رَبِّهِمْ يَنْتَوِيْضُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَثِيْرٌ ۝ (۴۱:۱۱)

اے محمد! مسلمان تم سے مال غنیمت کے متعلق دریافت کرتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ مال غنیمت صرف
خدا اور اس کے رسول کا ہے، وہ جس طرح مناسب سمجھے اس کو تقسیم کر دے تو تم لوگ مال غنیمت کی تقسیم

۱۔ ان آیات الہی میں چار امور غور طلب ہیں (۱) پہلی آیت یعنی (۴۱:۸) میں متحذہ ہو کر رہنے (وَاصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ) اور ہر فرع اطاعت الہی کر کے (وَاَتَقِئُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ) دیکھو تحت المتن صفحہ ۱۰۷-۱۰۸) کو نہ صرف اتنا ہے الہی پر محمول کیا گیا ہے بلکہ الگو ایمان کی شرط لاینفک قرار دیا ہے، گویا جو قوم متحد نہ ہو تو الہی اور رسول کے کسی امر کے متعلق (خواہ وہ معاملہ مال غنیمت ہی ہو) مباحیوں نہ ہو (نزع پیدا کرتی ہو، اس کا ایمان کیسے ساقط ہے۔ تو ان حکم میں صرف چند سوکتے ہیں جہاں ان کے متعلق مؤمنین کے الفاظ آئے ہیں ایک اعلیٰ نگر بنیادی (دیکھو صفحہ ۷-۸) اور (۴۱:۱۳) اور (۴۱:۱۴) کے الفاظ خدا کرنا ہے (دیکھو صفحہ ۱۰۹-۱۱۰) آیت (۴۱:۱۵) میں لاینفک اور اتحاد و اطاعت میری۔ باقی آیتیں جبکہ اندر بن گئے مؤمنین کی شرط ہے اپنے اپنے موقع پر آئیں گی۔ اختصار یہ کہ کتاب صفحہ ۱۰۸-۱۰۹ میں ان سے بعض اہم موضوعوں کو کچھ تفصیل سے (۴۱:۱۶) آیت (۴۱:۱۷) میں آیت (۴۱:۱۸) کی طرح انما المؤمنین کے الفاظ آئے ہیں اور یہ آیت خود صفحہ ۱۰۸ پر آچکی ہے۔ گویا ایمان کی باقی لاینفک شرطیں صفحہ ۱۱۰ کی جہاں مال اور جہاد و السیف کی شرطوں کے علاوہ لرزشِ قلب یعنی اتقانے خدا (وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ) اور تمیل احکام الہی میں استقامتہ (وَاذْكُرْهُمْ اَنَافًا) اور توکل یعنی نتائج کے میں خدا پر اعتماد کرنا بھی ہیں۔ (۴۱:۱۹) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کے الفاظ قرآن مجید میں صرف دو جگہ آئے ہیں (دیکھو تحت المتن صفحہ ۱۱۰)۔ ایک آیت (۴۱:۲۰) صفحہ ۱۱۱ پر اور ایک یہ بحث آیت (۴۱:۲۱) میں۔ گویا ایمان کی شرط لاینفک تقویت تو ملے کہ ہجرت وطن، جہاد و السیف یا نصرت باہمی کے علاوہ (دیکھو صفحہ ۱۱۲) اتقانہ الصلوٰۃ اور جہاد مال بھی ہیں (۴۱:۲۲) الفرض ان تمام آیات الہی کو پیش نظر رکھنا ہے کہ ایمان از روئے قرآن وحدت امت ہے، اطاعت امیر ہے، دنیا میں اعلان بکر شہادت ہے، جہاد مال ہے، جہاد بالسیف ہے، استقامتہ فی السبی ہے، توکل فی النتائج ہے، ہجرت ہے، باہمی نصرت، مساحت اور زواری ہے، اور ان کے علاوہ امت الشہود ہے جو بکر شہادت سے سب ایمان کی لاینفک شرطیں ہیں تو ظاہر ہے کہ الصلوٰۃ کو صحیح معنوں میں قائم کرنے والے وہی شخص ہو سکے جس میں سب باتیں موجود ہوں، شراعات اور اذکار و یقینوں الصلوٰۃ نہیں ہو سکتا۔ فقیر

اپنے مابین جھگڑا نہ کرو اور اس غضب خدا سے ڈرو جو فساد کرنے والی قوم پر نازل ہوتا ہے اور اپنے باہمی تعلقات کو درست کر کے متحد بنے رہو اور اگر تم فی الحقیقت صاحب ایمان لوگ ہو تو خدا کے حکموں اور اس کے رسول کے فیصلوں کے آگے سب تسلیم کر دو۔ اصلی ایماندار تو وہی لوگ ہیں جن کو جب خدا انکو یاد دلایا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب حکام خدا (انکو بتائے جاتے ہیں تو ان کا انکی تعمیل پر یقین اور آمادگی عمل (ایماناً) اور بھی بڑھ جاتی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو حتی الوسع تعمیل کے بعد نتائج کے بارے میں خدا پر بہرہ ور رکھتے ہیں (یَتَوَكَّلُونَ) جو اس کام اتحاد اور اطاعت اور لڑش اور مصالحت اور توکل اور سعی عمل کو پیش نظر رکھ کر الصلوٰۃ کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انکو دے رکھا ہے انہیں سے حتی الامکان ایسا مال بھی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہی فی الحقیقت سچے ایمان والے ہیں، اور یہی وہ ہیں جنکے لینے انکے پروردگار کے ہاں عزت و کرم کے درجے ہیں، جنکی واماندگیوں اور اجتماعی بد حالیوں پر خدا کی طرف سے پردہ پوشی (مَغْفِرَةٌ) ہو اور جنکو بالآخر اس دنیا میں عزت اور آخر کی روزی ہے۔

یہی وہ قوت انگیز اور غلبہ اندوز الصلوٰۃ تھی جس کا الہی میثاق بنی اسرائیل سے جب بندہ تواتر چشم زدن میں نہال ہو گئی، اسکی اجتماعی بد حالیوں کی سرکافور ہو گئیں، جنات زمین قدموں پر تارہوں کے نیچو سے نہیں پھوٹ سکتیں، قوت اور حکومت، عزت اور امن قوم کے گوارے ہو گئے، خدا دوست بن گیا، وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ وَلَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَرْتُمْ أَوْفَارَكُمْ اللَّهُ قُضَاءُ حَسَنًا لَا يُكَفِّرُنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا دَخَلْتُمْ جَهَنَّمَ بَلْ كُنْتُمْ فِيهَا الْآلِفِينَ قَوْمًا كَفَرًا لِّعَذَابِكُمْ فَقَدْ حَنَلْتُمُ الصَّلَاةَ سَوَاءً السَّبِيلِ (۱۲: ۵)۔ لیکن جب قوم اس عہد خداوندی کو بھول گئی، جب لوں کی

۱۲ اور لوگو! بنی اسرائیل سے عہد اس خدا سے پاک ہی نے لیا تھا اور ہم ہی نے انہیں میں سے بارہ سرداران پر مامور کر دیئے تھے اور وہ خدا ہی تھا جس نے اپنا قول دیا تھا کہ اسے بنی اسرائیل! میں تمہارا دوست اور رفیق ہوں، اگر تم الصلوٰۃ پر قائم رہے، الزکوٰۃ کو دیتے رہے، میرے پیروں کو منجانباً تسلیم کر کے ان کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرتے رہے (أَمِنْتُمْ بِرُسُلِي) وقتاً فوقتاً انکی بدل جان مدد بھی کی، خدا کے احکام کی تعمیل میں اپنے آرام اور مال اسباب کا بہترین حصہ کاٹ کر الگ کر دیا (أَوْفَارَكُمْ) اللہ قضا حَسَنًا اور بخیر و نیکوئی ملے (۱۲: ۵)۔ تو میں تمہاری سب اجتماعی بد حالیوں کو تم سے دور کر دوں گا کہ انکو عَذَابُكُمْ مِتَّ بِكُمْ وَكَوْنَتْ لَكُمْ صِفَةٌ (۱۲: ۵) اور انکو ایسے خوشگوار باغوں اور سرسبز ملکوں میں لیا دھنل کر دوں گا جگہ نیچے نہیں پڑی بہرہ بھی ہوگی، پھر جس ان نعمتوں کے حصول کے بعد کفران خدا کیا اور اس عہد کو توڑا تو وہ راہ راست کی سرکش ہو گیا۔

۱۳ صفحہ ۲۶۴ کے تحت المتن میں اور نیز سورہ انفال کی آیتوں (۸: ۱-۴) کے متذکرہ صدر ترجمے میں یہ بات ظاہر کر دی گئی تھی کہ اقامت الصلوٰۃ کا قرآنی مفہوم

نَفْسِهِمْ قَبِيحًا قَوْمَهُمْ لَعَنَهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۝
وَلَا تَوَالٍ تَطْلِعُ عَلَى خَائِيَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَأَعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (۱۳: ۵)۔ اگر
مسلمان آج اس عہد خداوندی کو توڑ کر لعنت خدا کے مستحق بنے ہوئے ہیں، اگر آج ان سے بھی سب کچھ
چھین کر ان لوگوں کو دیا جا رہا ہے جنہوں نے عمر بھر ایک ہی نماز نہیں پڑھی، ایک سلامی رکعت ادا
نہیں کی، ایک شرعی سجدہ نہیں کیا، ایک محمدی کلمہ نہیں پڑھا تو اسکی وجہ بھی یہی قسوت قلب ہی،
یہی تحریفِ بین اور نسیانِ درس ہے، یہی مقاصدِ خدا میں مجرمانہ خیانت ہے، یہی الصلوٰۃ کو
معنا اور صورتاً بگاڑ دینا ہے، یہی خدا کو چھوڑ کر انسانی خواہشات کی پیروی ہے۔ ایسی نمازیں پانچ نہیں
پانچ ہزار ہیں خدا کے نزدیک سب ٹالے ہیں، ان سے ضعف کے سوا کچھ حاصل نہیں، ان کا نتیجہ ہلاکت
کے کچھ نہیں، فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ عَذَابًا ۝ (۵۹: ۱۹)۔ پس اگر آج

۱۔ لیکن ہی اسرائیل کے اس بیٹائی اسی کو توڑ دینے کے باعث ہم نے انہیں اوبار کی لعنت برسا دی، ان کے دل کو اپنے احکام کی تعمیل کیلئے تہہ کر دیا، یہ وہ اسقدر جمود و روڑہ
خالل ہو گئے کہ ہر حکمت اور احکام کو ان کے مناسب تعویج و تہا کے انکی مقاصد میں حسب مطلب تبدیل کرنے لگے (يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ) اور تامل سے
اپنے آداب کیلئے ان میں معنوی تحریفیں پیدا کیں (يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ) اور یہی نہیں بلکہ اسی تن آسانی اور آرام پسندی کے باعث رفتہ رفتہ اس درس الہی کے ایک
اہم حصہ کو بھول گئے جو انکو اچھی طرح یاد دلایا گیا تھا، اور اسے محمد! قرآن میں سے متعدد چند کے اسوانت بخود کسی نہ کسی ایسے منکر کی اطلاع پاتے رہتے جس سے صریح
خیانت اور بدعتی سے احکام خدا مقاصد میں تبدیل کر کے اپنی امت کو گمراہ کیا ہو تو ان فاضلوں اور کافروں کا علاج سوا اس کے کچھ نہیں کہ تم نے پرے پرے بیٹے بہت
دُعاغتِ عہد، اتنے قطعاً گناہ کشی اختیار کرو (وَاصْفَحْ) (دیکھو ان معانی کی تائید میں مایہ کتاب صفحہ ۱۲۰ کی آخری سطر) خدا کو تو دل تو انکی لوگوں کو پسند کرنا ہی جوئی
عمل کر کے اپنی امت کو قوت اور عزت کے درجے علیاً تک پہنچا دیتے ہیں (وَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَاۓَ الَّتِي هِيَ ۚ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ عَذَابًا ۝ (۵۹: ۱۹)۔ پس اگر آج
تحت المتن آخری دو سطریں و آیات (۳۴: ۱۲۱-۱۲۲)۔

۲۔ ہر ان لوگوں کے بعد ایسے نابکار جانشین آئے جنہوں نے الصلوٰۃ کو بالکل ناکارہ کر دیا، اسکی حکمت کو اسقدر بھلا دیا کہ وہ بالکل ایک لائل شے بن گئی (وَاصْفَحْ)
الصلوٰۃ) اور اپنی انسانی خواہشات کے پیچھے لگے رہے تو یہی وہ لوگ ہیں جو عنقریب ہلاکت سے دوچار ہوں گے۔
تیسرے آیت (صفحہ ۲۶) پیش کر دی میں جنکے بغور مطالعے سے اس امر کا فیصلہ ہو جاتا ہے کہ جنت سے مراد ارضی بادشاہت ہی تھی۔ شارحین قرآن نے بادشاہت
زمین پر لائے مارنے اور اپنے نفس کیلئے آسانیاں پیدا کر لینے کے لئے اس سے مراد آخری جنت الیلا اور مذہبِ عالم کو رفتہ رفتہ بے نیچہ بنا کر رہبانیت کی طرف لیگے!
آیت پر بحث میں فَقَدْ صَلَّىٰ خِلَافَ النَّاسِ نَهْيًا قَالَ غَدَمٌ۔ گویا ارضی بادشاہت کا کفرانِ نعمت کرنا ہی صراطِ مستقیم سے پر
ہٹنا اور صحیح معنوں میں ضلال ہے۔ یہ غموم بعینہ وہی ہے جو صفحہ ۲۲۳ کے تحت آیت کے اخیر میں سورہ فاتحہ کے لفظ الصَّالِّينَ کی تشریح میں حاصل ہوا تھا۔

۳۔ الصلوٰۃ کے معنی اگرچہ ایک علامہ کے صورتاً بجز جتنیکے متعلق ایک ابتدائی بحث صفحہ ۱۱۱-۱۱۲ کے تحت المتن میں ہو چکی ہے جس سے کم از کم یہ ظاہر ہے کہ مساجد
میں امام صاحبان کا خدا کے حضور میں ناکر تو ترقی سے ادا کرنا وہ بدعتِ سنیہ ہے جو بعض ذرائع کے قطعاً بخلاف یہ مساجد میں سنت اور فاضل کا ادا کرنا اور طرح
پر نماز خدا کے اندر ہے ترقیبی اور بدعتی کا ماحول پیدا کرنا بھی (جہاں ذکر صفحہ ۲۰۶ کے تحت آیت میں ہو چکا ہے) رسول خدا صلعم کے اسوہ حسنہ کے بخلاف صریحاً بجز

اُس صادق الوعد خدا کی بتائی ہوئی الصلوٰۃ وہی قرن اول کے نتائج پیدا نہیں کرتی تو وہ الصلوٰۃ بگڑ چکی ہے، اُس کا کیف دل بدل چکا ہے، مطمح نظر بدل چکا ہے، اُس کے ادا کرنے والوں کے دل بدل چکے ہیں، حوصلے اور جگر بدل چکے ہیں، نصب العین بگڑ چکا ہے، نہیں اُس کو ادا کرنے کا محرک باقی نہیں رہا، نعمت کا پیش نہاد نہیں رہا، خشوع پیدا کرنے والی غرض نہیں رہی، غرض کا پیدا کیا ہوا اضطراب نہیں رہا، صبر ڈھانچ یا الفاظ باقی رہ گئے ہیں، اٹھک اور بیٹھک رہ گئی ہے، مصیبت کو کم کرنے کا ترخم رہ گیا ہے، اٹھنا لکینۃ (۱۷۵:۲) یا پانی کو بالوں کی جڑوں تک پہنچانے کے وسوسے رہ گئے ہیں یا مسح اور قصر، غسل اور استنجا، تیمم اور وضو کے مسئلے رہ گئے ہیں یا خدا پر احسان اور سجدوں کا ادعا رہ گیا ہے، جہت کے سبز باغوں کے خواب رہ گئے ہیں ورنہ نماز کا الصلوٰۃ رہ کر وہی فتنہ قرن اول کے نتائج پیدا نہ کرنا ممکن ہوا صراط مستقیم کے نصب العین کو ہر وقت پیش نظر رکھ کر اُس کے لئے شبانہ روز سعی و عمل کرنا، سعی و عمل کر کے اُس راہ رست کی وعدہ دی ہوئی نعمت کی ترپ میں منعم لم نیل کے حضور میں لپک لپک کر پہنچنا، دست بستہ کھڑے ہو جانا اور نعمت کو مانگنا، بیٹھ جانا اور پھر اٹھ اٹھ کر بالاحجام تمام مانگنا، ماتھا گر گر کر گر کر مانگنا، گھٹنوں پر جھک جھک کر مانگنا، اور ساتھ ہی باقی دستوں میں صبر اور استقلال، تکلیف برداری اور مشقت، غم

(رقیہ تحت لہن صفحہ ۲۶۶) آجکل مساجد کے اندر وضو کر نیکی کے لئے جو غنوں اور کنوؤں، حماموں اور غسلخانوں کا موجود ہونا بھی وہ بدعت اور فتنہ آسانی کے شیوے ہیں جو فتنہ قرن اول کی مساجد میں قطعاً موجود نہ تھے۔ اُس زمانے میں لوگ مساجد کے اندر اپنے گروں سے تیار ہو کر آتے اور خانہ خدا کے اندر اُچھل کی بدعات نمایاں اور بے تکلفیاں کرنا گستاخی سمجھتے۔ فرقہ بندی لوگوں نے جو اختلافات نماز کے ارکان میں از خود پیدا کر لئے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں اور آہستہ آہستہ نماز کی اصلی صورت کو بگاڑ رہے ہیں۔ الحقیقت کے بعد اللہ صلی علیہ وسلم نے نماز کے الفاظ جو پڑھے جاتے ہیں گمان غالب ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں امامت کے وقت خود نہ پڑھتے تھے نہ معلوم کہ یہ درود و شریف کیسے پڑھے جاتے شروع ہوئے، کس کے حکم سے ہوئے اور خود رسول خدا انکی جگہ کیا پڑھتے تھے، قلح اور خفا کی مشورہ آتیں جو آجکل نماز عشا کے بعد وتروں میں پڑھی جاتی ہیں اگر بدستور عہد نبوت میں ہی پڑھی جاتی تھیں تو حیرت ہو کہ جمع قرآن کے وقت اُن کے کلام وحی نہ ہونے میں شکوک کیوں پیدا ہوئے۔ الغرض ان سب امور کو پیش نظر رکھ کر یہ کہنا کچھ غلط نہیں کہ نماز کی ظاہری صورت بھی آہستہ آہستہ نامحسوس طور پر بگڑ رہی ہے۔ اور یہ بگاڑ اس لئے نہیں پیدا ہو گیا ہے سبکی بابت ہر مسلمان کا وعوی ہے وہ علی التواتر قرن اول سے بلکہ خود نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت منکدہ سے ہم تک پہنچی میر القیمن ہو کہ قرن اول دلی مردوں اور عورتوں کی مخلوط نماز میں کی امامت رسول خدا خود کیا کرتے تھے نہ صرف اپنے کیفیت حال میں، خشوع و خضوع میں، اصلاح قلوب میں، تزکیہ نفس میں، انما عن الغشا ربنا انہم میں، اتحاد اور اطاعت، موافقات اور مسامحت کا نتیجہ خیر اخلاق پیدا کرنے میں مہلک مختلف نبی بلکہ اس کے ادا کرنے کا اہتمام، اسکی قرأت کے الفاظ وغیرہ وغیرہ بھی کچھ نہ کچھ ضرور آجکل کی ترخم دلی نماز سے ضرور مختلف اور جدا لگانے تھے۔

اور نا خدا شناسی کے باعث ایک نابکار اور ناکار برادر، ایک مضحکہ انگیز اور بے مطلب، ایک ناتوان اور
اور مسکنت خیز، ایک بیگارا اور مصیبت بن چکی ہے تو اس میں قرآن اور اسلام یا خدا اور رسول کا
کیا گناہ ہے!

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّذِي هُوَ وَيُبَيِّنُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ هُمْ أُولُوا الضَّلَالَةِ
أَنَّهُ لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ (۹:۱۷)

اس میں شک نہیں کہ یہ قرآن عظیم اپنے عالموں کو اس راہ پر لے جاتا ہے جو سب سے زیادہ درست اور قیام
آفریں ہے اور ان صاحب ایمان لوگوں کو جو ایمان کے لوازم پیش نظر رکھ کر مناسب بھی عمل کرتے
ہیں بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے دنیا اور آخرت دونوں جگہ بڑا اجر ہے۔

(یعنی تحت المتن ۲۶۹) بعینہ کس قسم کی تاریکیاں اور کس قطع کی روشنی ہے۔ شارحین قرآن جب معمول ان الفاظ سے علی الحساب روحانیت کی
روشنیاں، یا تا خدا وانی کی تاریکیاں لے لیتے ہیں لیکن یہ سب غیر معین اور بے نتیجہ باتیں ہیں جو دراصل قرآن حکیم کو بغیر مطالعہ نہ کرنے کا نتیجہ ہیں ایک
آیت (۴۳:۳۳) جس میں الظلمات اور النور کے الفاظ آئے ہیں صفحہ ۱۳۳ کے تحت المتن میں آچکی ہے، دو آیتیں (۱۷:۱۵-۱۶) جن میں بھی الفاظ
ہیں صفحہ ۱۷۶ پر آچکی ہیں۔ صفحہ ۱۷۶ والی آیتوں سے کم از کم اس قدر مستنبط ہوتا ہے کہ صاحب القرآن تعالیٰ نے قرآن عظیم کو نور کہا جو اور فرمایا ہے کہ یہ
قرآن وہ نور ہے جسے دلیبے سے خدا اقوام عالم کو سلامتی، قیام فی الارض، اور بقا کی راہوں پر لے جاتا ہے اور انکو الظلمات سے النور کی طرف
نکا نکال کر صراط مستقیم کی طرف لے جاتا ہے، فَذَرْهُمْ كَلِمَةَ اللَّهِ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنْ يُقَدِّرْ وَيُفْعَلْ ۝ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنْ يُقَدِّرْ وَيُفْعَلْ ۝ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنْ يُقَدِّرْ وَيُفْعَلْ ۝
مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَتَوَكَّلْ ۝ (۱۷:۱۵-۱۶) (دیکھو صفحہ ۱۷۶ و ۲۳۴)۔ گویا اس آیت کی تفسیر سے صاف
ظاہر ہے کہ الظلمات کا اسی مفہوم وہ تاریکیاں ہیں جو اقوام کو سلامتی اور بقا کے راستوں سے پرے ہٹا دیتی ہیں اور انھیں ظلمت کی طرف صراط مستقیم
سے ورنہ انھیں انھیں علیہم اور الصلوات اللہ بنا دیتی ہیں۔ اور النور وہ روشنی ہے جو اقوام کو اس دنیا میں بے خوف خطر دیتی ہے اور صراط مستقیم
پر چلائے رکھتی ہے۔ اس نقطہ نظر سے الظلمات، دراصل قانون خدا کو نہ سمجھنے یا اس پر عامل نہ ہونے کی تاریکیاں ہی ہیں اور النور وہ قانون خدا
تفصل اور اس کی تعمیل ہے جس کا نتیجہ اجتماعی دوام و بقا ہے۔ اور اسی لحاظ سے خود قرآن (یعنی قانون خدا) کو ہی نور کہا گیا ہے۔ ریحوت آیت (۱۱:۱)
میں ہی یہی دونوں الفاظ آئے ہیں اور صراط کا معنی نیز لفظ بھی وارد ہوا ہے بلکہ صراط العزیز الحمید، کلمہ کنا یہ یہ بھی کہ یہ ہے کہ وہ صراط
عزت اور حمد کا صراط ہے ذلت اور مغلوب ہر کر رہنے کا صراط نہیں۔ الظلمات اور النور کے ان مطالب کی تطبیق اور ناقابل انکار تائید
اسی سورہ ابراہیم کی آیت (۱۴:۵) سے ہوتی ہے جس میں صاف طور پر فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے احکام دے کر بھیجا کہ وہ
ان احکام کے ذریعے سے اپنی قوم کو الظلمات سے النور کی طرف نکال لائیں اور حکم دیا کہ اس غفلت زدہ قوم کو انیام خدا کی یاد دہانی
کراؤ، اس میں شک نہیں کہ اس یاد دہانی جہاد میں ہر تفل مزاج (صبتار) عامل اور نعمت خدا کے قدر دان (شکور) بندے کے لئے بہت سے
ارشادات موجود ہیں، وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحِيًّا بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۖ وَذَكَرَهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ الَّتِي وَفَّيْنَاكَ
لَا يَتَّبِعُ لَكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ (۵:۱۴)۔ ایک ہی سورہ میں چار آیتوں کے وقفے کے بعد الظلمات اور النور کے مطالب کی یہ اتنی شریح
اس بات کی حقیقت دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو یہی کہا گیا تھا کہ قوم کو نکال دیتا ہے اور بچا کر دیتا ہے، قانون خدا کے عدم تفصل اور ناجائز شتم
کی ظلمتوں سے نکال کر باوفا بہت اور امن، قوت اور عزت کے سبیل السلول پر لے آؤ اور جہاد بالسیف (آیت اللہ) کے دلو

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۲۷۰)

اُن میں پیدا کر کے اُنکے اندر صبر اور استقلال، بادشاہت کی صحیح تدبیر شناسی یعنی حکماء اور مشکوکہ بننے کا اخلاق جاری و ساری کروا دیئے، منتہا تھا جسکے لئے موسیٰ علیہ السلام ہوش ہوئے تھے اور یہی انہوں نے کر دکھایا۔ چنانچہ اسی سورۃ کے مصیباتی میں نوح علیہ السلام وغیرہ کے بارے میں بھی وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِینٍ (۱۵: ۱۱۳) آیا ہے، یعنی انہوں نے وہ ملک نسخ کر لیا۔ اور نہ معاند اور ظالم گروہ مند و بختیارہ گیا۔ بلکہ (۱۳: ۲۳) میں ہے: وَادْخُلِ الَّذِینَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ جَنَّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْهَارُ حٰلِیْنَ فِیْہَا یَاۡدِیْنِ فِیْہَا یَاۡدِیْنِ رِجْوٰی لَہُمْ فِیْہَا مَسَاکِیْنٌ (۲۳: ۱۱۳) یعنی عمل کرنے والے ایمان دار سرسبز باغوں میں داخل کروئے گئے، وہ جب تک خدا ان کا راضی رہے گا اور اُن کو رکھتا اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اُنکے اندر سب طرف سے یہی دعائے خیر ہوگی کہ امن سے رہو! (مضمناً ادخلوا ماضی کا صیغہ اس امر کی ناقابل انکار دلیل ہے کہ جنت سے مراد ارضی بادشاہت ہی تھی)۔

الغرض سورۃ ابراہیم کی مذکورہ صدر آیت (۵: ۱۱۳) الظَّٰلِمٰتِ اور اللّٰہ کے معافی کی صحیح تعیین خدا کر دیتی ہے۔ اور تشریح آن عظیم کی بات ہی سورۃ ابراہیم کے شروع میں ہی کیا گیا تھا کہ یہ وہ کتاب ہے جو اقوام کو حکومت اور افلاس کی ظلمتوں سے نکال کر قوت اور عزت، غلبہ و امن، ماز شاہ اور تہنات زمین حاصل کرنے کی طرف جو عزیز و حمید خدا کا بتایا ہوا صراط مستقیم ہے نکال دیتی ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی دنیاوی ترقی اور غلبہ کو قرآن حمید میں کئی جگہ بالصرحت نور کیا گیا ہے۔ مثلاً یُرِیْدُ مَنْ اَنْ یُّظَفِّرَ النَّوْرَ لِلّٰہِ بِاَقْوَامِہُمْ وَیَاۡتِیَ اللّٰہُ اَنْ یُّکْرِ نُوْرًا وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ (۳۲: ۹) اور یُرِیْدُ مَنْ لِّیُظَفِّرَ نُوْرًا لِلّٰہِ بِاَقْوَامِہُمْ وَاللّٰہُ مُنِیْرٌ نُوْرًا وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ (۸۱: ۶) میں جو صفحہ ۸۲ پر آچکی ہیں اور جہاں نور سے مراد سیاسی مکن اور دنیاوی قوت کے سوا کچھ اور لینا ناممکن ہے (دیکھو تحت المتن صفحہ ۸۲) علیٰ ہذا لفظیاً سورۃ حدید کی آیات (۱۵-۱۲: ۵۴) اور سورۃ تحریم کی آیت (۸۱: ۶) میں یُسَبِّحُ نُوْرُہُمْ بَیْنَ اَیْدِیْہُمْ (۱۲: ۵۴) اور نُوْرُہُمْ یُسَبِّحُ بَیْنَ اَیْدِیْہُمْ (۸۱: ۶) کے الفاظ ملکہ جنتیہ تفسیری میں حکیمانہ لفظ کے الفاظ ہی آئے ہیں اور وہاں مراد صاف یہ ہے کہ جب مسلمان جہات زمین میں داخل ہونگے تو بادشاہت اور غلبہ کا نور اُنکے آگے آگے دوڑ رہا ہوگا، منافق عرب جنہوں نے اس بادشاہت زمین کے حاصل کرنے میں روڑے اٹھائے تھے حسرت کے مارے مسلمانوں کو کہیں گے کہ ذرا تیر و ہم بھی اس نور سے کچھ لے لیں اور جب جواب نفی میں ملے گا تو عجبتیں کر نیچے کہ کیا ہم تمہارا ساتھ نہیں دیا کرتے تھے؟ پھر جواب ملے گا کہ نہیں۔ تم منتظر رہا کرتے تھے، ہمارے ختم ہونے میں شک کیا کرتے تھے، تم کو تمہاری من مانی آرزوؤں نے دھوکا دے رکھا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان آیات کو یہاں نقل کرنے کی ضرورت نہیں جس وقت ان کا موقع آئے گا ان کا پورا مفہوم عیاں کر دیا جائے گا۔ لیکن نور کے مفہوم کے لئے صفحہ ۷۲ کی آیت (۱۵: ۷۷) پر بھی غور کرنا چاہیئے +

تَمَجُّدُ الْاَوَّلِ

مرکب

تذکرہ

طَاحِدٌ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ الْکَمِیْنُ الرَّحِیْمُ ۔ مَلٰٓئِکَ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہُمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہُمْ

وَالضَّالِّیْنَ

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا

إِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ذُنُوبَنَا وَلَا تُجِزِلْ

عَلَيْنَا أَصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ

اغْفُ عَنَّا وَاعْفُ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

الْكَافِرِينَ ﴿١٠٠﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَمَا لَكَ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوْا

الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿١٠١﴾ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿١٠٢﴾

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَإِصْرَكَ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتُبْ عَلَيْنَا أَعْدَاؤَنَا وَانصُرْنَا عَلَى

الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿١٠٣﴾ رَبَّنَا إِنَّا أَسْعَفْنَا مُنَادِيَ الْأَيْمَانِ أَنْ آمَنُوا بِرَبِّكُمْ فَاغْنَاهُمْ رَبَّنَا

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾ وَتُبْ عَلَيْنَا أَعْدَاؤَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿١٠٥﴾

عَلَى رَسُولِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ

أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَابِدٍ مِّنْكُمْ مَّنْ ذَكَرَ أَوْ أَتَىٰ بِبَعْضِ مِمَّا بَعْضُ

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُوا

مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا

فَاتُوا الْكَافِرِينَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَ لَهُمْ جَهَنَّمَ

بِحَرَمِي مِنْ حَتَّىٰ هَالِكُهُمْ ثَوَابًا مِنْ عِنْدِ

اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٠٦﴾

CALL No. { ۲۹۷۶۱۲ } ACC. No. ۵۹.
 AUTHOR محمد عناية الله خاں اشرقي الهندی
 TITLE تذکرہ - محلہ اول

RESERVED SECTION

۲۹۷۶۱۲
 ۲۹۷۶۱۲
 ۵۹.
 محمد عناية الله خاں اشرقي الهندی
 تذکرہ - محلہ اول

Date	No.	Date	No.

BOOKED AT THE TIME
 JE



MAULANA AZAD LIBRARY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over - due.

